گنگا پجاری

اے حمید

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گنگا کا پجاری

اے حمید

کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود تمام ناولز بالکل مفت ہیں۔ اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تاکہ وہ لوگ جو وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے، وہ یہاں سے ڈاؤنلوڈ کر لیں۔ اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے، سپر موڈز: زندگی، بسمہ، حسیب یا مینجمنٹ وقار سے رابطہ کریں، شکریہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گنگا کا پجاری

بمبئی بڑودا ریلوے لائن بڑے گھنے جنگلوں میں سے گزرتی ہے۔ ان جنگلوں میں ایک ریلوے جنکشن آتا ہے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ یہاں سے ناگ پور اور کامٹی کے لیے ٹرین بدلنا پڑتی ہے۔ یہ میری جوانی کے آغاز کی آوارہ گردیوں کے زمانے کی بات ہے۔ اس زمانے میں ریل گاڑیوں میں سفر کرتے ہوئے میں دو باتوں کا بہ طور خاص خیال رکھتا تھا۔ پہلی بات تو یہ کہ سامان بالکل ساتھ نہ ہو۔ اگر سامان ساتھ لے جانا ضروری ہو تو پھر ایسے سامان کو ترجیح دی جائے جو کوٹ پتلون یا بش شرٹ کی جیبوں میں آسکے۔ مثلاً ٹوتھ برش، کنگھی، چاقو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وغیرہ۔دوسری بات جس پر میں بڑی سختی سے عمل کرتا تھا یہ تھی کہ زیادہ سے زیادہ بغیر ٹکٹ سفر کرنے کی کوشش کی جائے۔کئی بار پکڑا بھی جاتا۔ٹی ٹی بس اتنی سزا دیتے کہ جہاں پکڑتے وہیں ٹرین سے نیچے اتار دیتے۔ایک بار بھوپال کے اسٹیشن پر پکڑا گیا تو وہیں اتار دیا گیا بلکہ ٹی ٹی نے ایک قلی کی نگرانی میں مجھے اسٹیشن سے باہر نکلوادیا۔میں بڑا خوش ہوا کہ اس طرح بھوپال شہر دیکھنے کاموقع مل گیا تھا۔کچھ دیر تک شہر کی آوارہ گردی کرنے کے بعد میں ریلوے یارڈ کی طرف سے لائنوں پر چلتاپلیٹ فارم پر آگیااور دوسری گاڑی میں بغیر ٹکٹ سوار ہو کر آگے روانہ ہو گیا۔ایک بار بمبئی سے بغیر ٹکٹ آتا ہوا برہان پور کے اسٹیشن پر اتار دیا گیا۔وہاں سے بھی دوسری گاڑی میں بیٹھ کر سفر جاری رکھا۔ٹی ٹی مجھ سے کرایہ چارج کرتے مگر میرے پاس چھ سات روپے ہی ہوتے تھے۔کچھ مجھے بھولا بھالا سالڑکا دیکھ کر بھی انہیں مجھ پر ترس آجاتاتھا اور پولیس کے حوالے نہیں کرتے تھے۔بس ٹرین سے اتار دیتے تھے۔میرے لیے یہ کوئی سزا نہیں ہوتی تھی۔مجھے کسی جگہ ضروری پہنچنا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تو ہوتا نہیں تھا۔دن کے وقت ٹرین سے اتاراجاتا۔دوپہر کو یا شام کو دوسری ٹرین پکڑ لیتا۔

یہ سن ۴۴۔۱۹۴۳ء کا زمانہ تھا۔

ایک بار ایسا ہوا کہ میں بمبئی بڑودا ریلوے لائن پر سفر کررہاتھا۔برسات کا موسم تھا۔دن کی روشنی شام کے ملگجے اندھیروں میں بدل رہی تھی۔آسمان پر کالی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔گوالیار سیکشن میں بارش بھی ہوئی تھی۔آگے آکر بارش رک گئی تھی۔میں نے ٹھنڈی پتلون پہنی ہوئی تھی۔بش شرٹ قسم کی آدھے بازوؤں والی قمیص تھی۔پاؤں میں فلیٹ شوز تھے۔میں اب گھر سے بھاگتاتھا تو اس بات کا خاص طو رپر اہتمام کرتاتھا کہ میرے پاؤں میں فلیٹ شوز ضرور ہوں۔امرتسر میں اپنے پاس ایک فلیٹ شوز کا جوڑا فرار کے لیے ہروقت ساتھ رکھتاتھا۔

ٹرین بڑودا اسٹیشن کی ریلوے لائن پربڑی تیز رفتاری سے دوڑتی جارہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے تھپیڑے میرے بالوں کو اڑا رہے تھے۔میں کھڑکی کے پاس بیٹھا باہر شام کے سرمئی دھندلکوں میں غائب ہوتے درختوں اور ندی نالوں کو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیکھنے کی کوشش کررہاتھا۔آگے وہی ریلوے جنکشن آرہاتھا جس کامیں پہلے ذکر کرچکا ہوں اور جہاں سے ناگ پور اور کامٹی جانے کے لیے گاڑی بدلنی پڑتی تھی۔ٹرین کی رفتار آہستہ ہونے لگی پھر ٹرین کی دونوں جانب کارخانوں اور مکانوں کی روشنیاں شروع ہوگئیں۔آخر ٹرین جنکشن کے بہت بڑے ریلوے یارڈ میں دھڑدھڑاتی ہوئی داخل ہوگئی۔

میں کھڑکی سے سرباہر نکالے ریلوے لائن پرگاڑی کوٹریک بدلتے دیکھ رہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی۔

”ٹکٹ،ٹکٹ“

میں وہیں سہم گیا۔اس آواز سے میرے کان بڑی اچھی طرح شناسا تھے۔یہ ٹی ٹی کی آواز تھی جو خداجانے پیچھے کون سے اسٹیشن سے ساتھ والے ڈبے میں سوار ہو گیاتھا اور اب چلتی ٹرین میں ایک ڈبے کے دروازے سے دوسرے ڈبے کے دروازے میں داخل ہوگیا تھا۔میں نے پلٹ کر دیکھا۔خاکی وردی والا ٹکٹ چیکر ایک لالہ جی کا ٹکٹ چیک کرکے اسے واپس کررہاتھا۔اپنی عادت کے مطابق میں نے ڈبے میں سے فرار ہونے کاجائزہ لیا۔اگر ٹرین کھیتوں میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے گزر رہی ہوتی تو میں ضرور کھڑکی میں سے باہر کودجاتا مگر ٹرین ریلوے یارڈ میں سے گزر رہی تھی جہاں چاروں طرف ریل کی پٹریوں کا جال بچھا تھا اور جگہ جگہ کانٹا بدلنے والے ہینڈل لگے تھے۔اگرچہ گاڑی کی رفتار تیز نہیں تھی مگر ڈبے سے کودنا خطرناک تھا۔آخر میں نے اسی طریقے پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا جس پرمیں اکثر عمل کیا کرتاتھا۔جب ٹکٹ چیکر نے مجھ سے ٹکٹ مانگا تو میں نے بڑا بھولا سا چہرہ بنا کر کہا۔

میں نے ٹکٹ لیا تھاجی۔کسی نے میری جیب سے نکال لیا ہے۔ساتھ گیارہ روپے تھے وہ بھی نکال لیے ہیں۔

ٹکٹ چیکر پرمیرے جھوٹ کا ذرا سا بھی اثر نہیں ہواتھا۔اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر کہا۔”ٹکٹ کی رقم بمع جرمانے کے نکالو۔“

میں نے کہا۔”میرے پاس تو صرف تین روپے کچھ آنے ہیں جی۔“

”ٹھیک ہے۔“

ٹکٹ چیکر نے لوہے کی سلیٹ والی کاپی بند کرکے جیب میں ڈالی اور میرا بازو اپنی مضبوط گرفت میں لے کر بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تمہیں دوسری ٹرین کی سیر کراتا ہوں۔“

اس ستم ظریف ٹی ٹی نے جب ٹرین اسٹیشن پر رکی تو مجھے ایک دوسرے ٹکٹ چیکر کے حوالے کردیا جو مجھے پکڑ کر ناگ پور جانے والی ٹرین میں سوار ہو گیا۔ وہ اسی ریلوے لائن کاٹی ٹی تھا۔

مجھے گارڈ کے ڈبے میں بٹھایا گیا۔ٹی ٹی بھی ساتھ بیٹھ گیا۔گاڑی ناگ پور یا خداجانے کامٹی کی طرف چل پڑی۔شہر کی روشنیاں پیچھے رہ گئیں۔گاڑی اندھیرے میں جنگلوں اور کھیتوں میں سے گزر رہی تھی۔چلتی گاڑی کے شور میں مجھے پتا نہیں چل رہاتھا کہ بارش ہو رہی ہے یانہیں۔ڈبے کے اندر روشنی تھی۔کھڑکی کے باہر اندھیرا تھا۔اندھیرے میں کبھی کبھی بجلی چمک جاتی تھی۔ یہ رن تھروٹرین تھی۔میری سمجھ میں نہیں آرہاتھا کہ یہ ٹی ٹی مجھے کہاں لیے جارہا ہے۔اتنے میں گاڑی کی رفتار ہلکی ہونے لگی۔گارڈ نے دروازے میں کھڑے ہو کر باہر دیکھااور پھر لالٹین کا سرخ روشنی والا حصہ جس طرف گاڑی جارہی تھی اس طرف کرکے ہلانے لگا۔گاڑی آہستہ آہستہ چلتی رک گئی۔تب ٹی ٹی نے میرا بازو پکڑ کرمجھے اٹھایااور بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”چلو نیچے اترجاؤ۔“

میں تو حیران ہو کررہ گیا کہ یہ شخص مجھے کہاں اتار رہا ہے۔میں نے پوچھا۔

”یہ کون سی جگہ ہے‘کون سا اسٹیشن ہے؟“

”چلو نیچے اترو۔“

وہ مجھے کھینچتا ہوا ڈبے کے دروازے تک لایا اور باہر دھکیلنے لگا۔میں سوائے نیچے اترنے کے اور کچھ نہیں کرسکتاتھا۔میں نیچے ریلوے لائن کے پتھروں پر گرتے گرتے بچا۔گاڑی کے پہیے چرچرائے اور گاڑی آہستہ آہستہ آگے چل پڑی۔میں ریلوے لائن کے پاس کھڑا حسرت سے چلتی گاڑی کودیکھنے لگا۔گارڈ ڈبے کے دروازے میں کھڑا اب لالٹین کی سبز روشنی ہلا رہا تھا۔گاڑی نکل گئی تو مجھے معلوم ہوا کہ ہلکی ہلکی پھوار پڑرہی ہے۔ہر طرف گھپ اندھیرا تھا۔ ٹرین کی آخری بوگی کی سرخ روشنی آہستہ آہستہ غائب ہورہی تھی۔

میں دل میں ٹی ٹی کو گالیاں دیتا ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔مجھے خیال آیا کہ یہاں ٹرین آہستہ ہوئی تھی اور گارڈ نے لال اور سبز بتی بھی دکھائی تھی۔ضرور یہاں مزدور ریلوے لائن کی مرمت وغیرہ کررہے ہوں گے مگر یہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لوگ رات کو مرمت کا کام نہیں کیا کرتے۔ پھر یہاں گاڑی کیوں آہستہ ہوئی تھی؟ یہی سوچتا ہوا میں آگے کی طرف لائن کے ساتھ ساتھ چلا جارہا تھا۔ آسمان پر بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی۔ خدا کا بڑا کرم تھا کہ بارش تیز نہیں ہو رہی تھی۔ مجھے اندھیرے میں لال بتی نظر آئی۔ ذرا آگے گیا دیکھا کہ ریلوے لائن سے نیچے ایک طرف کھمبے کے ساتھ سرخ روشنی والی لالٹین لٹک رہی تھی۔ کھمبے کے پاس چھوٹی سی کوٹھڑی تھی۔ کوٹھڑی کے اندر بھی لالٹین کی دھیمی روشنی ہو رہی تھی۔

جھونپڑی کا دروازہ کھلا تھا۔ میں نے جھک کر دیکھا۔ ایک آدمی چارپائی پر بیٹھا ناریل کا حقہ پی رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ جیسے بدک کر اٹھا اور بولا۔

"کون ہے بے تو... دھت"

میں نے جلدی جلدی اسے اپنی رام کہانی سناڈالی اور اس سے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے اور آگے کون سا شہر ہے۔ وہ آدمی جھونپڑی کے دروازے میں آگیا تھا اور مجھے ایک ہاتھ سے پیچھے دھکیل رہا تھا۔

"آگے جاؤ آگے۔ بھوجار والی قصبہ آئے گا۔ جاؤ وہاں جاؤ۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ ظالم شخص مجھے وہاں سے دھکے دے دے کر آگے کا راستہ بتا رہا تھا۔ میں چلنے لگا تو بولا۔

"آگے ندی کا پل ہے۔ جنگلے کے ساتھ ساتھ چلنا۔ پل کمزور ہے۔"

یہ بات اس نے اپنی مدھیہ پردیش کی دیہاتی بولی میں کہی تھی۔ میں اس کے جملوں کو صاف اردو میں لکھ رہا ہوں۔ اندھیری رات، بارش کی پھوار، بجلی کی چمک، خدا جانے کون سا جنگل تھا۔ کون سی ندی تھی۔ وہ ندی نہیں بلکہ دریا تھا۔ اگرچہ اس کا پاٹ چوڑا نہیں تھا کیونکہ وہ پہاڑی علاقے میں سے گزر رہا تھا۔ آگے جانے کے لیے دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ تھوڑا اطمینان ہوا تھا کہ آگے کوئی قصبہ ہے جہاں کسی نہ کسی جگہ رات بسر کی جاسکتی ہے۔ میں اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ ایک جنگلہ دکھائی دیا۔ ریل کی پٹڑی اور جنگلے کے درمیان چھوٹا سا راستہ بنا ہوا تھا۔ میں جنگلے کو پکڑ کر آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ مجھے نیچے پانی کا شور سنائی دیا۔ ایک بار تو میرے بدن میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ میرے نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ اندھیرے میں مجھے دریا کا پانی دکھائی نہیں دے رہا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھا مگر جس طرح اس کی آواز آرہی تھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ نیچے کافی گہرائی میں چٹانوں سے ٹکراتا بہہ رہا ہے۔

میں ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ جنگلے کو پکڑ کر بڑی احتیاط سے قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔خدا خدا کر کے میں پل کی دوسری طرف پہنچا۔اب مجھے اس بھوجاروالی یا بھوجاوالی قصبے کی تلاش ہوئی۔چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔رات کا وقت، گھٹا ٹوپ اندھیرا،کالی گھٹا، بارش کی پھوار، سوائے آس پاس کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ بھوتوں کی طرح نظر آرہے تھے۔خدا کے بھروسے میں ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ایک خوف مجھے یہ بھی تھا کہ کوئی سانپ نہ ڈس لے۔ان جنگلوں میں سانپ بھی بہت ہوتے ہیں جو برسات کے دنوں میں باہر نکل آتے ہیں۔کافی دیر تک میں چلتا رہا۔ایک جگہ روشنی جھلملاتی ہوئی نظر آئی۔یہ روشنی بائیں جانب اندھیرے میں ٹمٹما رہی تھی۔میں ریلوے لائن سے اتر آیا۔بڑی مشکل سے جھاڑیوں کے درمیان ایک پتلی سی پگڈنڈی مل گئی۔یہ پگڈنڈی ناریل کے درختوں کے نیچے سے ہوتی ایک ٹیلے کے پاس نکل آئی جو روشنی مجھے رات کے اندھیرے میں ریلوے لائن سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نظر آئی تھی وہ بجلی کے ایک بلب کی تھی جو ایک پھاٹک کے اوپر جل رہا تھا۔پھاٹک کا دروازہ کھلا تھا۔دیوار کو جنگلی بیلوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔میں نے اندر نگاہ ڈالی۔چھوٹا سا احاطہ تھا۔ایک طرف چھپر کے نیچے گائے بیٹھی ہوئی تھی۔درمیان میں اونچے چبوترے پر ایک کوٹھڑی بنی ہوئی تھی۔کوٹھڑی کی چھت مخروطی تھی۔میں نے پہچان لیا۔یہ کوئی مندر تھا۔اس قسم کے چھوٹے چھوٹے مندر میں نے جنگلوں اور دور افتادہ دیہات میں اکثر دیکھے تھے۔ایک دم سے بجلی چمکی اور بارش کی موٹی موٹی بوندیں گرنے لگیں۔میں دوڑ کر چھپر کے نیچے گائے کے پاس چلا گیا۔مندر کی کوٹھڑی سے کسی نے آواز دی۔

"کون ہو؟"

یہ عورت کی آواز تھی۔میں اسے کیا بتاتا کہ میں کون ہوں۔عورت نے پھر آواز دی۔میں نے کہا مسافر ہوں۔راستہ بھول گیا ہوں۔ایک عورت کو میں نے کوٹھڑی سے باہر نکلتے دیکھا۔پھاٹک کے بلب کی ہلکی سی روشنی وہاں تک آرہی تھی۔عورت گیروی ساڑھی میں تھی۔اس کے بال کھلے تھے اور شانوں پر گرے ہوئے تھے۔مجھے ڈر لگا کہ کہیں یہ کوئی چڑیل نہ ہو۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہاں آجاؤ۔"

میں ڈرتا ڈرتا اس کی طرف گیا۔وہ دروازے کے ایک طرف ہٹ گئی۔

"مینہ میں کیوں بھیگتے ہو۔اندر آجاؤ۔"

کوٹھڑی چھوٹی سی تھی۔بجلی کا چھوٹا سا بلب اندر بھی روشن تھا۔ایک جانب دیوار میں ہنومان کا بت رکھا تھا جس پر سیندور ملا ہوا تھا۔زمین پر چٹائی بچھی تھی۔

"لڑکے! تم ادھر کے نہیں ہو۔کہاں سے آئے ہو؟ ادھر جنگل میں کیسے نکل آئے؟"

یہ جوگن قسم کی عورت بھی اس علاقے کی دیہاتی بولی میں بات کررہی تھی۔میں اس کے جملے صاف اردو میں لکھ رہا ہوں۔میں نے اسے صاف صاف بتادیا کہ پنجاب کا ہوں'ٹرین میں بغیر ٹکٹ سفر کررہاتھا۔ٹی ٹی نے جنگل میں اتار دیا۔ جوگن کی عمر چالیس پینتالیس کے قریب ہوگی رنگ کالا تھا۔آنکھوں میں کسی وقت شربتی چمک سی پیدا ہوجاتی تھی۔میرے دل میں خوف سا پیدا ہو رہاتھا کہ یہ عورت کہیں چڑیل نہ نکل آئے۔میں نے نظر بچا کر اس کے پیروں کو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیکھاوہ سیدھے تھے۔میں نے سنا ہوا تھا کہ چڑیل کے پیر الٹے ہوتے ہیں۔ کوٹھڑی میں سیندور اور لوبان کی بو پھیلی ہوی تھی۔کوٹھڑی کا ایک دروازہ کھلا تھا جس میں سے برسات کی رات کی ہوا اندر آرہی تھی۔میں نے ڈرتے ڈرتے اس سے پوچھا کہ بمبئی جانے والی گاڑی یہاں کہاں سے ملے گی۔جوگن چٹائی پر جو میلا سا سرہانہ پڑا تھا' اس کے نیچے ہاتھ ڈالے کچھ ٹٹول رہی تھی پھر اس نے سرہانے کے نیچے سے ٹین کی گول ڈبی نکال کر کھولی۔اس میں کالے رنگ کی تین چار گولیاں پڑی تھیں۔ایک گولی نکال کر اس نے ہتھیلی پر رکھی اور اسے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے مسلنے لگی۔اس نے میرے سوال کو جیسے سناہی نہیں تھا۔پھراس نے چٹائی کے کنارے زمین پرپڑی ہوئی مٹی کی ایک چھوٹی سی چلم اٹھا کر کالی گولی کا برادہ چلم میں رکھا۔چلم کے ساتھ ایک میلی کچیلی لیر لٹک رہی تھی۔ماچس کی تیلی جلا کر کالے برادے کو دکھائی اور کپڑے کی لیر یا لٹکتی ہوئی دھجی کو ہتھیلی میں لپیٹ کر منہ کے ساتھ لگایااورزور زور سے کش لگانے لگی۔چلم میں سے بار بار شعلہ نکلنے لگا۔جوگن کے منہ سے دھواں نکل نکل کر کوٹھڑی میں پھیلنے لگا۔اس دھوئیں میں عجیب سی بو تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ تمباکو کی بو نہیں تھی۔چلم کے اوپر تلے چھ سات کش لگانے کے بعد ہنومان کی مورتی کی طرف دیکھ کر منہ سے کوئی اشلوک بولااور چلم دیوار کے ساتھ لگادی۔اب میری طرف متوجہ ہوئی۔اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔کہنے لگی۔

”ممبئی میا کاشہر یہاں سے بڑی دور ہے۔وہاں جا کر کیا کروگے۔ہنومان جی کے چیلے بن کر میرے پاس رہ جاؤ۔میں تم سے وواہ کرلوں گی۔“

اس نے چلم میں رکھ کر جو کچھ پیا تھا اس کااسے نشہ چڑھ گیا تھا۔وہ بار بار اپنا سر دائیں بائیں جھلانے لگی۔پھر چلم اٹھا کر میری طرف بڑھا کر بولی۔

”لوتم بھی گانجاپیو۔“

میں ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔اس نے مجھے گردن سے پکڑ لیا۔

”تو آج سے ہنومان جی کا چیلا ہے۔جے پون پتر کی۔“

میرے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی اور میں اپنی گردن چھڑا کر دروازے کی طرف بھاگا۔چبوترے کی سیڑھیاں اترنے کی بجائے میں نے اوپر ہی سے چھلانگ لگادی۔میں بارش اور رات کے اندھیرے میں بھاگتا ہوا احاطے کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پھاٹک سے باہر نکل گیا۔مجھے اپنے پیچھے اس جوگن کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔خداجانے وہ کیا بول رہی تھی۔میں بارش اور اندھیرے میں ریلوے لائن کو جاتی پگڈنڈی پر بھاگتا چلا گیا۔آخر ریلوے لائن پر آکر دم لیا۔میں نے لائن کے ساتھ ساتھ آگے کی جانب اندھیرے میں جتنا تیز چل سکتا تھا‘ چلنا شروع کردیا۔لائن کے ارد گرد بکھرے ہوئے پتھر میرے پاؤں میں فلیٹ شوز کے اندر چبھ رہے تھے۔مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ عورت چڑیل تھی۔دور ر یلوے سگنل کی لال بتی نظر آئی۔پھر میرے دیکھتے دیکھتے سگنل کی لال بتی تیز ہو گئی۔میں سمجھ گیا کہ میرے پیچھے سے کوئی ٹرین آرہی ہے۔اتنا مجھے معلوم تھا کہ دریا کے پل کے قریب آکر ٹرین کی رفتار بہت سست ہوجائے گی۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اگر میں دریا کے پل کے نزدیک ہوتا تو گاڑی میں سوار ہوسکتا تھا۔مگر میں پل کو کافی پیچھے چھوڑ آیا تھا۔مجھے ریلوے انجن کی سیٹی سنائی دی۔میں ریلوے لائن سے نیچے اتر آیا۔اور ایک درخت کے نیچے آکر بارش سے بچنے کی کوشش کرنے لگا۔دور سے انجن کی روشنی دکھائی دی۔

روشنی کافی دیر تک ویسے ہی ٹمٹماتی نظر آتی رہی جیسے ایک جگہ ساکت ہوگئی ہو پھر روشنی کا دائرہ بڑا ہوتا گیااور انجن کی چیخ سنائی دی۔شاید انجن ڈرائیور نے مجھے ریلوے ٹریک کے قریب کھڑے دیکھ لیا تھا۔روشنی اب بڑی تیزی سے قریب آرہی تھی۔میں جھاڑیوں کے ساتھ لگ گیااور پہلے انجن اور پھر ٹرین کے ڈبے شور مچاتے ،زمین ہلاتے دھڑدھڑاتے گزرنے لگے۔ہوا اور بارش کے تیز تھپیڑے مجھ پرپڑنے لگے۔میں جھاڑیوں کے ساتھ لگ کر کھڑا حسرت بھری نگاہوں سے ٹرین کے ڈبوں کی روشنیوں کو دیکھتا رہا۔

ٹرین نکل گئی تو میں نے ایک بار پھر بارش میں چلنا شروع کردیا۔مجھے سردی لگنے لگی تھی دور جہاں ریلوے سگنل تھا اس کی بتی دوبارہ سرخ ہوگئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہاں ریلوے پھاٹک ہوگااور پھاٹک والے کی جھونپڑی بھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہوگی۔جہاں میں بارش سے پناہ لے سکوں گا۔میں چلتے چلتے بارش میں بھیگتا رات کے اندھیرے میں سگنل کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہاں کوئی پھاٹک وغیرہ نہیں تھا۔مجھ پر شدید مایوسی طاری ہونے لگی۔ریلوے لائن زمین سے پانچ سات فٹ اونچی تھی۔میں نیچے اتر آیا۔میں اب کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھا جہاں کم از کم بارش سے مجھے نجات مل جائے۔اس اندھیری رات میں بائیں جانب مجھے ایک اونچی چٹان کا ہیولا سا دکھائی دیا۔میں جھاڑیوں اور پانی میں سے گزرتا چٹان کے قریب آیا۔یہ ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا جس کا اوپر کا حصہ ایک جانب سے اس طرح باہر کو نکلا ہواتھا کہ ایک چھجا سا بن گیا تھا۔میں اس کے نیچے ہو کر ٹیلے کی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔مجھے بارش سے نجات مل گئی تھی۔میرے کپڑے گیلے ہو رہے تھے۔اس سنگدل ٹی ٹی کو میں دل سے بڑی گالیاں دے رہا تھا جس نے مجھے ٹرین سے نیچے اتار دیا تھا۔بارش کی بوچھاڑ کا رخ ٹیلے کے عقب میں تھا۔میں بارش سے بچا ہوا تھا۔مجھے وہاں بیٹھے دو تین منٹ ہی ہوئے تھے کہ مجھے ایسی آواز آئی جیسے کوئی دوڑ کر ٹیلے سے نیچے اترا ہو۔میں نے سانس روک لی۔میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں اندھیرے اور بارش میں آنکھیں کھول کر دائیں بائیں دیکھ رہا تھا' بارش اب ہلکی ہو گئی تھی' مجھے وہاں کوئی آدمی یا جانور نظر نہیں آرہا تھا۔مگر میں نے ٹیلے کے اوپر سے کسی انسانی قدموں کی تیزی سے نیچے اترنے کی آواز بڑی واضح طور پر سنی تھی۔میں سوچنے لگا کہ یہ میرا وہم ہو گا تھوڑی دیر بعد بارش بالکل رک گئی جہاں میں بیٹھا تھا وہ جگہ گیلی تھی۔مجھے ڈر تھا کہ وہاں سے کوئی سانپ بچھو نہ نکل آئے۔میں نے یہی فیصلہ کیا کہ مجھے ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چلنا چاہیے۔آگے ضرور کوئی نہ کوئی اسٹیشن آجائے گا اور میں وہاں اور کچھ نہیں تو کسی چھپر کے نیچے رات گزار سکوں گا اور وہاں سانپ بچھو کا ڈر بھی نہیں ہو گا' مجھ پر یہ خوف بھی طاری تھا کہ کسی طرف سے کوئی آدم خور شیر نکل کر مجھ پر حملہ نہ کردے۔یہ مدھیہ پردیش کے جنگلوں کا علاقہ تھا اور میں نے ان جنگلوں کے آدم خور شیروں کے بارے میں بڑی لرزہ خیز کہانیاں رسالوں میں پڑھ رکھی تھیں اب سردی سے کبھی میرے دانت بج اٹھتے تھے اگر میرے کپڑے بارش کے پانی سے شرابور نہ ہوتے تو مجھے اتنی سردی نہ لگتی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں ٹیلے کی چھت سے نکلا اور کمر تک آئی ہوئی گھاس میں سے گزرنے لگا۔ گھاس میں ٹخنوں تک پانی کھڑا تھا۔آخر میں ریلوے لائن پر چڑھ گیا آگے چلنے لگا۔ریلوے ٹریک پر میرے خیال کے مطابق سانپ بچھو کا خطرہ کم تھا۔ آسمان پر اسی طرح کالے بادل چھائے ہوئے تھے بجلی بھی نہیں چمک رہی تھی۔ریلوے لائن اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی صرف تین چار فٹ تک مجھے نظر آرہا تھا مجھے بالکل علم نہیں تھا کہ اس نیم پہاڑی علاقے میں چھوٹے چھوٹے اسٹیشن بھی کافی فاصلے پر بنائے گئے ہیں' چلنے سے سردی کا احساس بھی کم ہو گیا تھا' میرا پروگرام یہی تھا کہ اب رکنا نہیں 'چلتے چلے جانا ہے' کسی نہ کسی جگہ تو کوئی دیہاتی ریلوے اسٹیشن آئے گا ہی' وہاں سے میں کوئی پسنجر ٹرین بھی پکڑ سکتا تھا' اندھیرے میں دیکھنے کی میری نظریں اب عادی ہو چکی تھیں' میں نپی تلی رفتار کے ساتھ ریل کی پٹڑی کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا' کافی دیر تک چلنے کے بعد مجھے سامنے ایک پل کے آہنی جنگلے کا ہیولا سا نظر آیا۔یہ پل زیادہ بڑا نہیں تھا۔یہ پل کسی ندی پر بنایا گیا تھا۔پہاڑی علاقے کی ندیوں پر پل دونوں سروں کے پتھروں کی مضبوط بنیادوں پر بنائے جاتے ہیں اور چھوٹی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ندی پر بھی بنا ہوا پل بڑا لگتا ہے اس قسم کے پل میں نے سینٹرل انڈیا کے پہاڑی علاقوں میں بہت دیکھے تھے۔دریاؤں پر بنے ہوئے پل بہت بڑے ہوتے ہیں اوران نیم پہاڑی علاقوں کے یہ پل انجینئرنگ کے کمال کانمونہ ہوتے ہیں' پل پرریلوے لائن کے ساتھ ساتھ لوہے کی پٹڑیاں ڈال کر پیدل چلنے کے لیے چھوٹا سا راستہ بنا دیا گیا تھا۔میں پل پر چڑھ گیا پل کا جنگلا آہنی گارڈروں کی قینچیوں کی شکل کابنا ہوا تھامیں نے گارڈروں کی قینچی میں سے نیچے جھانک کر دیکھا مجھے اندھیرے میں پانی کی بھوری سطح نظر آئی' یہ دریا نہیں تھا' ندی تھی' میں ابھی ندی کے پانی کو دیکھنے کی کوشش کررہاتھا کہ مجھے کچھ لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آئیں پھر ٹارچ کی روشنی چمکی کسی نے ریلوے ٹریک پر ٹارچ کی روشنی ڈالی تھی۔میں وہیں کھڑا رہا اور جس طرف ٹارچ کی روشنی ہوئی تھی اس طرف دیکھنے لگا۔انسانوں کی آواز کے ساتھ ہی مجھے اندھیرے میں دو تین انسانوں کے سائے دکھائی دیئے جو ریلوے لائن پر کھڑے تھے۔ٹارچ کی روشنی پھر جلی۔ایسے معلوم ہو رہاتھا جیسے یہ لوگ ریل کی پٹڑی پر کوئی شے ڈھونڈھ رہے ہیں پھر ٹارچ کا دائرہ پٹڑی پرایک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جگہ رک گیا۔اس کے ساتھ ہی کدال چلنے کی آواز آئی پہلے مجھے خیال آیا کہ شاید یہ ریلوے کے آدمی ہیں اور ریلوے لائن کی مرمت کاکام کرنے آئے ہیں پھر خیال آیا کہ ریلوے کے ملازم آدھی رات کے وقت یہ کام نہیں کیا کرتے' اتنے میں ایسی آواز آئی جیسے پٹڑی کی فش پلیٹ اکھاڑ کر ایک

طرف پھینکی گئی ہو ایک دم سے میرے ذہن میں خیال آیا کہ کہیں یہ لوگ تخریب کار نہ ہوں جو چلتی ٹرین کو گرانے کے لیے لائن کی فش پلیٹیں اکھاڑ رہے ہیں۔

مجھ پر ان لوگوں کا خوف طاری ہو گیا میں ذرا پیچھے ہٹاتو میرے پاؤں کے نیچے سے ایک چھوٹا ساپتھر پھسل کر ندی میں جاگرا' اس کی آواز پیدا ہوئی تو انسانی سائے کام کرتے کرتے رک گئے۔کدال کی آواز بھی بند ہوگئی دوسرے لمحے پل پر ٹارچ کی روشنی پڑی۔ٹارچ کی روشنی میں انہوں نے مجھے دیکھ لیا تھا' ایک آدمی نے چلا کر کچھ کہااور پھر وہ سب میری طرف دوڑ پڑے۔ان میں سے کسی نے پستول کا فائر بھی کردیا' یقینا یہ فائر مجھ پر کیا گیا تھا' میں لائن کے ساتھ ساتھ بنے ہوئے چھوٹے سے راستے پر اندھیرے میں دوڑنے لگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک اور فائر ہوا۔گولی میرے سر کے اوپر لوہے کے گارڈر سے ٹکرائی تو بڑا دھماکہ ہوا' وہ لوگ ٹارچ کی روشنی برابر مجھ پر ڈالے ہوئے تھے۔میں انہیں دوڑتا نظر آرہاتھا۔موت مجھے اپنے پیچھے قدموں کے فاصلے پر نظر آرہی تھی۔ میرا ذہن تیزی سے سوچ رہاتھا کہ میں زیادہ دیر تک نہ دوڑ سکوں گا یہ لوگ پل پار کرنے سے پہلے ہی مجھے دبوچ لیں گے۔کیونکہ میں نے انہیں ریلوے کی پٹڑی اکھاڑتے دیکھ لیا ہے' اس لیے وہ ایک عینی گواہ کو کسی حالت میں بھی زندہ نہیں چھوڑ سکتے۔پیچھے سے پستول کا تیسرا فائر ہوا تو میرا ایک کان سن ہو گیا مجھے لگا کہ گولی نے میرا کان اڑا دیا ہے میں نے دہشت زدہ ہو کر لوہے کے گارڈروں کے درمیان سے نیچے ندی میں چھلانگ لگادی۔

میں ندی کے ٹھنڈے پانی میں گرااور نیچے تک چلا گیا۔نیچے میرے ہاتھ پاؤں بڑے بڑے پتھروں سے ٹکرائے۔پل زیادہ اونچا نہیں تھا۔اگر زیادہ اونچا ہوتا تو میں ان پتھروں سے ٹکرا کر ضرور زخمی ہو گیا ہوتا۔پانی کے اندر مجھے باہر کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں' میں غوطہ لگا کر پانی کے اندر ہی اندر جس قدر سانس روک کر آگے نکل سکتا تھا نکل گیا۔کچھ تیز رفتار پہاڑی ندی کا بہاؤ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بھی مجھے آگے لے جارہاتھا جب میرا سانس ختم ہو گیاتو میں نے پانی سے سرباہر نکالا' اور گردن موڑ کر پیچھے دیکھا پل کی طرف گھپ اندھیرا تھا کچھ نظر نہ آیا نہ کوئی آواز سنائی دی' یہاں ندی ایک ٹیلے کاموڑ کاٹ رہی تھی میں ندی کے ساتھ ہی ٹیلے کاموڑ کاٹ کر دوسری طرف نکل آیا۔ندی یہاں چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتی تھی۔اس کابہاؤ بھی کافی تیز ہو گیا تھا 'ندی زیادہ گہری نہیں تھی' چونکہ مجھے تیرنا آتاتھا اور تیرنامجھے بچپن میں ہی میرے والد نے سکھادیاتھا اس لیے مجھے کسی قسم کی پریشانی نہیں ہو رہی تھی۔ سوائے اس کے کہ میرے کپڑے پھر سے گیلے بلکہ شرابور ہوگئے تھے لیکن میں خدا کاشکر ادا کررہاتھا کہ میری جان بچ گئی تھی۔

آگے جاکر ندی پہاڑیوں سے نکل کر کھلے میدان میں آگئی' اندھیرے میں ندی کی دونوں جانب کے درخت سیاہ بھوتوں کی طرح نظر آرہے تھے۔میں جلدی جلدی تیر کر ندی سے باہر نکل آیا اور وہیں بیٹھ کر سانس لینے لگا۔دوبارہ سردی لگنے لگی تھی۔میں نے قمیص پتلون اتار کرانہیں اچھی طرح سے نچوڑااور دوبارہ پہن لیا۔میرے سگریٹ گیلے ہو کر ختم ہوگئے تھے میں نے انہیں ڈبی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے اندر ہی پڑا رہنے دیا۔ سگریٹ خیر سے میں نے آٹھویں جماعت سے ہی پینے شروع کر دیئے تھے۔ میرا اسکول کا ایک ہم جماعت چھپ کر سگریٹ پیا کرتا تھا اس سے مجھے بھی لگ گئے تھے۔ چاندی کے دو چار روپے اور کچھ آنے دونیاں پتلون کی جیب میں ٹوتھ برش کے ساتھ محفوظ پڑی تھیں۔ میں نے ارد گرد کا جائزہ لیا اندھیرے میں کچھ بھی پوری طرح دکھائی نہیں دے رہا تھا' اتنا ضرور معلوم ہو رہا تھا کہ پہاڑیاں دور دور چلی گئی ہیں اور آگے میدان اور کھیت شروع ہو گئے ہیں۔ اب میں واپس ریلوے لائن پر بھی نہیں جا سکتا تھا' خدا جانے وہ مجھ سے کتنی دور پیچھے رہ گئی تھی اور آگے کس طرف نکل گئی تھی۔ اندازہ لگا کر میں نے ندی کے ساتھ ساتھ مشرق کی سمت چلنا شروع کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ آگے کہیں نہ کہیں ریلوے لائن مل جائے گی اور میں کسی اسٹیشن پر پہنچ جاؤں گا۔ ندی کے کنارے جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ زمین رات کی بارش کی وجہ سے گیلی تھی مگر کیچڑ نہیں تھا اور میں آرام سے چل سکتا تھا۔

مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ رات کتنی گزر چکی ہے کچھ دور جا کر ندی کے دونوں جانب درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا یہاں ٹیلے اور پہاڑیاں نہیں تھیں'

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اندھیرے میں معلوم ہو رہا تھا کہ کھیت بھی نہیں ہیں' بس اونچی اونچی گھاس اگی ہوئی ہے۔ اچانک مجھے آدم خور شیروں کا خیال آگیا اور مجھ پر خوف طاری ہونے لگا۔ میں نے شکار کی کہانیوں میں پڑھا تھا کہ شیر عام طور پر رات کو شکار کی تلاش میں نکلتے ہیں اور اگر ندی قریب ہو تو پانی پینے وہاں ضرور آتے ہیں' اب مجھے ندی پر جھکی ہوئی جھاڑی بھی شیر لگنے لگی۔ میں درختوں کی طرف دیکھنے لگا کہ اگر شیر آگیا تو میں کسی درخت پر کیسے چڑھوں گا' درختوں کی موٹی موٹی ٹہنیاں زمین سے کافی اوپر جا کر شروع ہوتی تھیں مجھ کو لگا کہ میں جلدی میں درخت پر نہیں چڑھ سکوں گا اور مجھے شیر کھا جائے گا میں نے اس لمحے دل میں توبہ کی اور عہد کیا کہ آئندہ ریل میں بغیر ٹکٹ سفر نہیں کروں گا ندی جس کے ساتھ ساتھ میں چل رہا تھا وہ سطح زمین سے اونچی تھی اس کی دونوں جانب ڈھلان تھی' جہاں درخت ہی درخت تھے ایک جگہ ندی نے موڑ کاٹا تو مجھے درختوں کے درمیان تھوڑے تھوڑے فاصلے پر روشنی نظر آئی۔

میری جان میں جان آگئی۔ ضرور یہ کوئی چھوٹا سا گاؤں ہے۔ میں ندی کی ڈھلان اتر کر درختوں میں سے ہوتا ہوا روشنیوں کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ یہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مٹی کے تیل والی تین لالٹینیں تھیں جو تھوڑی تھوڑی جگہ چھوڑ کر شاید کسی بانس کے ساتھ لٹکی جل رہی تھیں' شاید کوئی آدھی باسی یعنی مدھیہ پردیس کے جنگلوں میں رہنے والے لوگ ہیں' میں نے سوچا یہ لوگ ضرور میری مدد کریں گے اورمجھے کسی ریلوے اسٹیشن تک پہنچادیں گے۔یہ سوچ کرمیں جلتی ہوئی لالٹینوں کی طرف بڑھا' مجھے سگریٹ کے تمباکو کی بو محسوس ہوئی۔ساتھ ہی دور سے کسی مرد کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔مجھے اطمینان ہو گیا کہ میں آدم خور شیروں کے جنگل سے نکل کر انسانوں کی دنیا میں آگیا ہوں گیلی گھاس پرمیرے قدموں کی آواز پیدا نہیں ہو رہی تھی۔اچانک کسی نے پیچھے سے میری گردن ایک ہاتھ سے دبوچ کر دوسرے ہاتھ سے میرا بازو پکڑ لیااور پھر ایک گرجدار آواز سے پوچھا۔"کون ہو تم؟ ادھر کیا کررہے ہو؟"

میں نے کہا۔

"میں رات کے اندھیرے میں راستہ بھول گیا تھا گاؤں کی روشنی دیکھ کر ادھر آگیا ہوں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس آدمی کے ساتھ ایک اور آدمی تھا' دوسرے آدمی کی آواز آئی۔"اسے ٹھاکر کے پاس لے چلو۔"

یہ جملے وہ مدھیہ پردیش کی مقامی ہندی زبان میں بول رہے تھے۔انہوں نے میری گردن چھوڑ دی مگر بازوپکڑے رکھا۔میں نے گردن موڑ کر ان آدمیوں کو دیکھا انہوں نے پگڑیاں باندھی ہوئی تھیں' پگڑیوں کے اوپر سے ایک صافہ گزار کر تھوڑی کے نیچے باندھا ہواتھایہ دیکھ کر میں ڈر گیا کہ ان دونوں کے پاس ایک ایک رائفل تھی جو انہوں نے کندھوں پر لٹکائی ہوئی تھی مجھے بھوپت ڈاکو کی کہانی یاد آگئی جو میں نے لائبریری میں بیٹھ کر کسی کتاب میں پڑھی تھی۔میرے خدا یہ لوگ ضرور ڈاکو تھے وہ مجھے درختوں میں لے گئے جہاں لالٹین روشن تھیں ایک چھوٹا سا خیمہ درختوں کے درمیان لگا تھا باہر چارپائی پر ایک آدمی رائفل لیے بیٹھا بیڑی پی رہاتھا' لالٹین کی روشنی میں اس کی بڑی بڑی مونچھیں صاف نظر آرہی تھیں۔اس نے میری طرف دیکھااور جو آدمی مجھے پکڑ کر لائے تھے ان سے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہ لونڈا کہاں سے پکڑ لائے ہو؟“ جس آدمی نے مجھے پکڑ رکھا تھا اسی نے مجھے چارپائی کے پاس زبردستی زمین پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

”مجھے یہ کوئی پولیس کا جاسوس لگتا ہے ٹھاکر کو دکھانے لایا ہوں۔“ چارپائی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔”ٹھاکر داروپی کر سو گیا ہے اسے دوسری چھولداری میں لے جاکر بند کردو۔ صبح دیکھ لیں گے۔“

اتنے میں خیمے کے اندر سے ایک بھاری مردانہ آواز آئی ”کون ہے بے ؟“

”ٹھاکر پولیس کا جاسوس پکڑا ہے۔“

”اسے اندر لاؤ میرے سامنے۔“

خیمے کے اندر سے کسی نے کہا جو یقینا ٹھاکر تھااور ان ڈاکوؤں کا سردار ہی ہوسکتاتھا۔ایک آدمی مجھے بازو سے پکڑ کر خیمے کے اندر لے گیا۔خیمے کے اندر بھی لالٹین جل رہی تھی‘ زمین پر دری بچھی تھی‘ میلے کچیلے سے دو گاؤتکیے لگے تھے‘ ایک عورت جس نے کاسنی ساڑھی پہنی ہوئی تھی ایک گاؤ تکیے پر سر رکھے منہ دوسری طرف کیے سو رہی تھی۔دوسرے گاؤ تکیے پر کہنی ٹیکے ایک خوفناک مونچھوں اور چمکیلی سرخ آنکھوں والا بھاری بھرکم آدمی نیم دراز

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھا‘ اس کے سر پر رومال بندھا تھا جس میں سے اس کے بالوں کے پٹے باہر نکلے ہوئے تھے اس کے ہاتھ میں شیشے کا گلاس تھااور وہ آہستہ آہستہ ہل رہا تھا۔مجھے اس کے آگے ڈال دیا گیا۔

”ٹھاکر یہ ہے پولیس کا جاسوس‘ چاندر میں ہمارے ٹھکانے کی بو لیتا پھر رہاتھا۔“ ٹھاکر نے سر ذرا نیچے کرکے مجھے گھور کر دیکھا اور ہنس کر بولا۔”ارے یہ تو بالک ہے۔“

”ٹھاکر‘ آج کل پولیس نے جاسوسی کے لیے بالک بھی بھرتی کررکھے ہیں۔“

ٹھاکر نے حلق سے عجیب غراہٹ کی آواز نکالی‘ اور گلاس والا ہاتھ بڑھا کر غصے میں کہا۔

”تو اسے لے جاکربند کردو‘ صبح میں خود اسے گولی ماروں گا۔“ میری جان ہَوا ہوگئی جسم دہشت کے مارے ٹھنڈا ہوگیا تھا‘ میری عمر بھی اتنی زیادہ نہیں تھی کہ اپنے آپ کو حوصلہ دیتا۔مجھ پر ان خونی ڈاکوؤں کی ہیبت چھا گئی تھی۔ مجھے پیچھے درختوں کے درمیان ایک چھولداری میںبند کرکے میری تلاشی لی گئی۔میری جیب سے گیلے سگریٹ کی ڈبی‘ ٹوتھ برش اور تین چار روپے اور جو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آنے دوانیاں نکلیں وہ ڈاکوؤں نے اپنے قبضے میں کرلیں اور میرے پاؤں میں رسی ڈال کر رسی کو چھولداری کے درمیان والے بانس کے ساتھ کس کر باندھ دیا۔

دونوں ڈاکو مجھے باند ھ کرباہر نکل گئے باہر ایک ڈاکو نے دوسرے سے کہا۔

"ارے دھیرج' تو باہر پہرے پربیٹھ جا' صبح اس جاسوس کو ٹھکانے لگانا ہے۔"

خوف کے مارے میرا براحال ہورہاتھا' مگر آخر کیوں؟ میں نے توان کا کچھ نہیں بگاڑا' میں پولیس کا جاسوس بھی نہیں ہوں' چھولداری کے اندر ساری رات میں نے خدا سے دعا مانگنے میں گزار دی کہ وہ مجھے ان خونی ڈاکوؤں سے نجات دلائے اس دوران مجھے نیند بھی آگئی مگر ڈر کے مارے کئی بار اٹھ کربیٹھ جاتا۔

صبح ہوگئی' چھولداری میں صبح کی روشنی پھیل گئی باہر درختوں پر سے چڑیوں کے بولنے کی آوازیں آنے لگیں' اتنے میں دو ڈاکو اندر داخل ہوئے دونوں کے کاندھوں سے رائفلیں لٹک رہی تھیں انہوں نے میری رسی کھولی اور بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے باہر لے گئے چند قدموں کے فاصلے پر ان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ڈاکوؤں کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے ایک ڈاکو نے مجھے گھوڑوں کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

"چل وہاں جاکر گھوڑوں کی مالش کر' ٹھاکر نے تیری جان بخشی کردی ہے۔"

موت ٹل گئی تھی خدا نے میری دعا سن لی تھی میں گھوڑوں کے پاس آگیا وہاں پہلے سے ایک آدمی ایک گھوڑے کے جسم پر زور زور سے کپڑا پھیر رہاتھا اس نے گلے میں سے اپنا صافہ اتار کر مجھے دیااور گالی دے کر کہا۔"چل بے اس گھوڑے کی مالش شروع کردے۔" گھوڑے کی مالش کامجھے تجربہ نہیں تھا مگر جان بچ جانے پرمیں بڑا خوش تھا۔اس ڈاکو کی دیکھا دیکھی میں نے بھی گھوڑے کی مالش شروع کردی۔میرا قد اتناتھا کہ میرا سر گھوڑے کی کمر سے ذرااوپر تک آتاتھا۔میں گھوڑے کے پہلو کی جانب کھڑا ہوکرمالش کرنے لگا پیچھے اس لیے کھڑا نہ ہوا کہ کہیں گھوڑا مجھے دولتی نہ مار دے۔

ان ڈاکوؤں نے مجھے محنت مزدوری پر لگا دیامیں گھوڑوں کی مالش کرتا' کھرکھرا پھیرتا' انہیں چارہ ڈالتا' ان کے ہاں تین گائیں بھی تھیں ان کی دیکھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بھال کا کام بھی میرے سپرد تھا۔شام کو میرے آگے برتنوں کا ڈھیر لگا دیا جاتا میں سارے برتن مانجھتا' دوپہر کو ندی پرجاکر ان کے میلے کچیلے کپڑے دھوتا' اس دوران ایک ڈاکو مسلسل میری نگرانی کرتا رہتا کہ میں کہیں بھاگ نہ جاؤں۔اس نگرانی کرنے والے ڈاکو کے ہاتھ میں ہروقت رائفل رہتی۔اس نے مجھے کہہ دیاتھا کہ اگر میں نے بھاگنے کی کوشش کی تو وہ مجھے گولی مار دے گا۔

ان ڈاکوؤں کا یہ کوئی خفیہ ٹھکانہ تھا رات کے وقت وہ لوگ آس پاس کے دیہات یا کسی چھوٹے شہر میں ڈاکہ مارنے جاتے اور کافی سامان لوٹ کر لاتے جس عورت کومیں نے رات کے وقت ڈاکوؤں کے سردار ٹھاکر کے خیمے میں دری پر منہ دوسری طرف کیے لیٹے دیکھاتھا وہ عورت دن میں مجھے نظر آتی تھی' کبھی ندی کنارے منہ ہاتھ دھوتے کبھی چارپائی پرچھوٹاسا آئینہ سامنے رکھ کربال بناتی اور کبھی کھانے پینے کا سامان ٹھاکر کے خیمے میں لے کرجاتی ہوئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک روز دوپہر کے وقت میں وہیں درخت کے نیچے بیٹھا برتن دھو رہاتھا کہ وہ عورت دو چار برتن لیے آئی برتن میرے پاس رکھتے ہوئے بیٹھ گئی اس وقت نگرانی کرنے والا ڈاکو وہاں نہیں تھا۔عورت کا رنگ کالا تھا۔آنکھیں شربت کے رنگ کی تھیں' اس نے بالوں میں خوب تیل لگایا ہواتھا برتنوں کوایک طرف لگاتے ہوئے اس نے شہر کی عورتوں والی اردوزبان میں مجھے کہا۔"یہاں سے بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ ورنہ ساری زندگی ان ڈاکوؤں کی غلامی کرتے گزر جائے گی۔"

اس عورت کو اپنا ہمدرد پاکر مجھے حوصلہ ہوا'میں نے کہا۔

"مگر میں کیسے بھاگوں؟ ڈاکو میرے پیچھے لگا رہتا ہے۔"

"آہستہ بولو۔" عورت نے سرگوشی کی پھر ایک تھالی اٹھا کر اسے غور سے دیکھااور اونچی آواز میں مجھے ڈانٹنے لگی۔"کیسے برتن دھوتے ہو؟ ساری میل لگی ہوئی ہے۔"

پھر دھیمی آواز میں کہنے لگی۔

"آج رات تمہیں ایک ترکیب بتاؤں گی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں کچھ کہنے لگا تو اس نے سرگوشی میں ہی مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا۔"خاموش رہو۔خبردار کسی سے بات نہ کرنا میں رات کو تمہیں کسی بہانے اپنے پاس بلالوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھی اور مجھے خراب برتن دھونے پر ڈانٹتی ہوئی ٹھاکر کے خیمے کی طرف چل دی۔

جب رات ہوئی تو میرا محافظ ڈاکو مجھے اپنی نگرانی میں چھوٹی سی چھولداری میں لایا۔میرے ایک پاؤں میں رسی ڈال کر بانس کے کھمبے کے ساتھ باندھ دی اور باہر چل پھر کر پہرہ دینے لگا۔رات کو دوڈاکو وقفے وقفے سے پہرہ دیتے تھے۔میں اس انتظار میں تھا کہ وہ عورت مجھے کب بلاتی ہے۔یہ بات میری سمجھ میں ہی نہیں آرہی تھی کہ وہ عورت ٹھاکر کے خیمے میں رات کو سوتی ہے' وہ مجھے ٹھاکر کے ہوتے ہوئے کیسے بلائے گی۔عورت کی اردو بتارہی تھی کہ وہ دلی لکھنئو کے علاقے کی رہنے والی ہے۔وہ اسی علاقے کی صاف اردو بولتی تھی۔خداجانے ان ڈاکوؤں میں کیسے پھنس گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے محسوس کیا کہ باہر ڈاکوؤں میں معمول کے خلاف کچھ زیادہ ہی ہل چل سی مچی ہوئی ہے۔میں نے سوچا کہ شاید یہ کوئی جشن وغیرہ منانے کی تیاریاں کررہے ہیں۔پھر دو تین گھوڑے میری چھولداری کے سامنے سے دوڑتے ہوئے گزر گئے۔ڈاکو ایک دوسرے کو آوازیں بھی دے رہے تھے۔پہلے تین گھوڑے گزرے تھے پھر بہت سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آئی جو آہستہ آہستہ جنگل میں غائب ہوگئی۔اس کے بعد باہر خاموشی چھاگئی۔میں اٹھ کر خیمے کے پردے میں سے باہر نہیں دیکھ سکتاتھا۔میرے پاؤں میں جو رسی بندھی تھی وہ پانچ چھ فٹ تک ہی جاتی تھی اور جس بانس کے ساتھ میں بندھا تھا وہ اس چھوٹے سے خیمے کے درمیان میں تھا۔وہاں ایک ٹاٹ بچھادیا گیا تھا۔میں ٹاٹ پر لیٹ گیا۔اس خیال سے نیند بھی نہیں آرہی تھی کہ وہ عورت مجھے بلانے والی ہے۔خداجانے کس وقت بلالے۔

اس عورت سے ملنے کے بعد میرے دل میں امید کی ایک ہلکی سی کرن روشن ضرور ہوگئی تھی۔وہ ضرور مجھے فرار کی کوئی ایسی ترکیب بتائے گی کہ میں اس جہنم سے نکلنے میں کامیاب ہوجاؤں گا۔سارا دن جانوروں کی طرح کام

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کرتے کرتے میں تھک کر چور ہو گیا تھا۔کوشش کے باوجود میں اپنے آپ کو بیدار نہ رکھ سکا اور مجھے نیند آگئی۔آنکھ اس وقت کھلی جب کوئی شخص مجھے پاؤں کی ٹھوکر مار کر جگا رہا تھا۔

"اٹھو بے اٹھو۔"

میں جلدی سے اٹھ بیٹھا۔میرے پاؤں کی رسی پہلے ہی کھول دی گئی تھی۔میں ابھی تک نیند میں تھا۔میں بھول گیا کہ اس عورت نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے رات کو اپنے خیمے میں بلائے گی۔میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"کہاں جانا ہے ٹھاکر جی؟"

میں ان سب ڈاکوؤں کو ٹھاکر جی کہہ کر ہی بلاتا تھا۔لالٹین کی مدھم روشنی میں میں نے دیکھا کہ مجھے جگانے والا وہ ڈاکو ہے جو رات بارہ بجے کے بعد میری نگرانی کی ڈیوٹی پر آتا تھا۔اس نے مجھے کان سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"چل بے۔ٹھاکرنی جی کے سر میں درد ہے اس کے سر کی مالش کر۔چل۔"

مجھے سب یاد آگیا۔فوراً اٹھا اور محافظ ڈاکو کے پیچھے پیچھے خیمے سے باہر نکل آیا۔ وہ مجھے ٹھاکر یعنی ڈاکوؤں کے سردار کے بڑے خیمے کی طرف لے جا رہا تھا۔ درختوں کے نیچے بانسوں پر لالٹینیں جل رہی تھیں مگر گھوڑے اپنے تھانوں پر نظر نہیں آرہے تھے۔محافظ ڈاکو نے ٹھاکر کے خیمے کے باہر کھڑے ہو کر بلند آواز میں کہا۔

"ٹھاکرنی جی لڑکا لے آیا ہوں۔" اندر سے اسی عورت کی آواز آئی۔

"اندر بھیج دے اور تو یہاں سے دفع ہو جا۔"

ڈاکو نے خیمے کا پردہ ایک طرف سے ذرا سا اٹھا کر مجھے اندر دھکا دے دیا۔

خیمے کے اندر وہی منظر تھا۔پرانے قالین پر گاؤ تکیے لگے تھے۔لالٹین جل رہی تھی مگر ڈاکوؤں کا سردار ٹھاکر وہاں نہیں تھا۔ٹھاکرنی یعنی میری ہمدرد عورت قالین پر چادر گردن تک کیے لیٹی تھی۔اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے صندوق کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"وہاں سے تیل کی شیشی اٹھالااور میرے سر میں ڈال کر مالش کر۔سر میں بڑا درد ہے۔"

مجھے یقین سا ہو گیا کہ یہ عورت واقعی سر درد میں مبتلا ہے اور اس نے مجھے سر کی مالش کے لیے ہی بلایا ہے۔صندوق پر ایک بوتل رکھی ہوئی تھی جس پر کارک لگا تھا۔میں اٹھا کر ٹھاکرنی جی کے سرہانے کی طرف قالین پر بیٹھ گیا۔ اس نے سر کی پٹی کھول دی اور اونچی آواز میں بولی۔

"چل بے... تیل ڈال کر مالش کر۔تیل زیادہ نہ ڈالنا۔آہستہ آہستہ مالش کرنا۔ ہائے رام سردرد سے پھٹاجاتا ہے۔"

میں نے تھوڑا سا تیل اپنی ہتھیلی میں انڈیل کر ٹھاکرنی کے سر میں ڈالااور آہستہ آہستہ اسے بالوں میں جذب کرنے لگا۔وہ عورت خیمے کے دروازے پر جو پردہ پڑا تھا اس طرف دیکھ رہی تھی۔میں اس کے سر کی مالش کررہاتھااور وہ برابر خیمے کے پردے کی طرف دیکھے جارہی تھی۔خداجانے وہ کیا دیکھ رہی تھی۔میں یہ پوچھتے ہوئے بھی ڈر رہاتھا کہ اس نے کہا تھا کہ وہ رات کو مجھے ٹھاکر کے خیمے میں بلائے گی اوروہاں سے فرار ہونے کی کوئی ترکیب بتائے گی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک دم سے عورت ذرا سااٹھ کر بیٹھ گئی اور بولی۔

"حرامی چلا گیا ہے۔باہر کھڑا ہماری باتیں سننے کی کوشش کررہاتھا۔"

"کون تھا ٹھاکرنی جی؟"

میں نے یونہی پوچھ لیا۔وہ آہستہ سے بولی۔

"وہی کم بخت جو تمہیں یہاں لایا تھا۔"

پھراس نے میرا ہاتھ پکڑ کر سر سے پرے ہٹادیااور دھیمی آواز میں بولی۔

"مجھے کوئی سر درد وغیرہ نہیں ہے۔یہ تمہیں یہاں بلانے کا ایک بہانہ تھا۔ٹھاکر اپنے آدمیوں کو لے کر کہیں ڈاکہ ڈالنے گیا ہوا ہے مجھے معلوم تھا کہ وہ آج رات ڈاکہ ڈالنے جارہا ہے۔اب میری بات غور سے سن۔میں نہیں جانتی کہ تُو کون ہے' کہاں سے آیا ہے۔اتنا ضرور پتا ہے کہ تو مسلمان ہے اور پنجابی ہے۔میں تجھے ایک صورت میں یہاں سے فرار ہونے کی ترکیب بتاؤں گی کہ اس کے بدلے تو قسم کھا کہ میرا کام کرے گا۔"

میں نے کہا۔"آپ جو کہیں گی میں کروں گا' مگر خدا کے لیے مجھے یہاں سے نکال دیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس عورت نے کہا۔"تو پھر قرآن شریف کی قسم کھا کر وعدہ کرو کہ یہاں سے جاتے ہی میرا کام کروگے۔"

میں نے قرآن شریف کی قسم کبھی نہیں کھائی تھی۔میں قرآن شریف کی قسم کھاتے ہوئے ڈررہاتھا۔میں نے اسے کہا۔

"میں قرآن شریف کی قسم نہیں کھاسکتا۔لیکن میں تم سے خدا کوحاضر ناظر جان کر وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے جو وعدہ کروں گاوہ ضرور پورا کروں گا۔"

اس عورت کے پاس بھی زیادہ وقت نہیں تھا۔اس نے مجھے اپنا نام رام دلاری بتایا۔اب میں آگے اس کانام ہی لکھوں گا۔

"تو پھر سنو!" رام دلاری نے دھیمی آواز میں کہا۔"کل کی رات چھوڑ کر پرسوں رات ٹھاکر پھر کہیں ڈاکہ ڈالنے جائے گا۔میں اسے کہہ کر اس رات تمہیں اپنے پاس خیمے میں رکھ لوں گی کہ یہ رات کومیرا سر دبائے گا۔تم ابھی لڑکے سے ہو۔ٹھاکر تم پر شک نہیں کرے گا۔پرسوں رات ہی تم یہاں سے فرار ہوجاؤگے۔میں تمہیں راستے کا سارا نقشہ سمجھادوں گی۔"

میں نے پوچھا۔"وہ کام کیا ہے جومجھے کرنا ہوگا؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رام دلاری نے میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیااور ذرا' جھڑک کر کہا۔"آہستہ بولو۔ٹھاکر کے آدمی جاسوس ہیں۔"

پھرا س نے اپنی ساڑھی کے بلاؤز کے اندر ہاتھ ڈال کر خاکی رنگ کاایک لفافہ نکالا جو ڈاک کے لفافے سے ذرا بڑا اور لمبوترے سائز کا تھا اور تہہ کیا ہواتھا۔

"وہ سامنے صندوق پر جودھوتی پڑی ہے وہ اٹھا لاؤ۔"

صندوق پر اسی عورت کی ایک گیروے رنگ کی دھوتی پڑی تھی۔جنوبی اور وسطی ہند میں عورتوں کی سادہ ساڑھی کو دھوتی بولتے ہیں۔اس نے جلدی سے دھوتی کاایک پلو پھاڑ کر خط کو اس میں لپیٹااور مجھے اٹھ کر کھڑے ہونے کو کہا۔میں اٹھ کر کھڑا ہواتو اس نے مجھے قمیص اوپر اٹھانے کو کہا۔میں نے قمیص اوپر اٹھالی۔پھراس عورت نے اس خط کو جو دھوتی کے پلو میں لپٹا ہوا تھا میری کمر کے گرد باندھ دیااور قمیص نیچی کرکے بولی۔

"اب بیٹھ جاؤ اور غور سے سنو۔جومیں کہوں اسے اچھی طرح دماغ میں بٹھالو۔ پرسوں رات میں تمہیں آدھی رات کے بعد یہاں سے نکال دوں گی۔تم یہاں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے نکل کر میرے خیمے کے پیچھے کی طرف سے ندی پار کرنا۔آگے آم کے درختوں کا گھنا باغ آئے گا۔اس باغ سے بھی گزر جانا پھر ایک چھوٹی برساتی ندی آئے گی۔اس پر بانس کا ایک پل بنا ہوا ہے۔اس پل کے پار جاؤ گے تو تمہیں پرانے قلعے کی ٹوٹی پھوٹی دیوار ملے گی۔اس دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے چلے جانا۔جہاں دیوار ختم ہوگی وہاں سے ایک راستہ نیچے کھیتوں میں جاتا ہے۔ ان کھیتوں میں پہنچتے ہی جتنی تیز بھاگ سکتے ہو بھاگنا شروع کردینا۔مگر ایک ہاتھ میرے لفافے پر رکھنا۔کہیں راستے میں لفافہ نہ گرا دینا۔جہاں کھیت ختم ہوجائیں گے وہاں اونچی اونچی گھاس کا میدان آجائے گا۔اس میدان کو بھی پار کرجانا۔آگے تمہیں ریلوے سگنل کی بتی دکھائی دے گی۔سگنل کے نیچے سے ریلوے لائن پار کروگے تو دوسری طرف گروجی کا سمادھ ہے وہاں چھپ کر دن نکلنے کا انتظار کرنا۔جب دن نکل آئے تو تمہیں سمادھ کے پیچھے ایک کچا راستہ نظر آئے گا۔وہ راستہ تمہیں مان پور قصبے میں پہنچادے گا۔یہ سارا راستہ تمہیں یاد رہے گا نا؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کچھ تذبذب کا اظہار کیا تو رام دلاری نے ساری تفصیل ایک بار پھر دہرائی۔میں نے پوچھا۔

"مانپور قصبے میں میں کس کے پاس جاؤں گا؟" رام دلاری کہنے لگی۔

"وہاں کی پولیس چوکی میں چلے جانا۔وہاں ست پرکاش نام کا تھانیدار ہے اس کو میرا لفافہ دینا۔یہ لو پانچ روپے اپنے پاس رکھو۔" اس نے تکیے کے نیچے سے بٹوہ نکال کر مجھے چاندی کے پانچ روپے دیئے اور کہنے لگی۔

"اب تم یہیں اس طرف لیٹ جاؤ۔"

اتنے میں باہر سے کسی مرد نے آواز دی۔

"ٹھاکرانی جی میں گھی گرم کرکے بھجوادوں۔" رام دلاری نے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں۔لڑکا میرا سر دبا رہا ہے۔تم جاؤ۔"

میں وہیں ایک طرف لیٹ گیا اور جو جو راستے رام دلاری نے مجھے بتائے تھے اور فرار ہونے کے بعد جن جن راستوں سے مجھے گزرنا تھا وہ میں یاد کرنے لگا۔رات میں نے رام دلاری کے نرم نرم گدے دار بستر پر گزاری۔صبح اٹھا تو میرے محافظ نے مجھے محنت مشقت پر لگادیا۔ڈاکوؤں کا سردار ٹھاکر ابھی تک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں آیا تھا۔میں گھوڑوں کو کھرکھرا پھیرنے کے بہانے رام دلاری کے خیمے کے پیچھے کی طرف سے ہو کر باڑے کی طرف گیا۔میں نے دیکھا۔ٹھاکر کے خیمے کے پیچھے ندی بہہ رہی تھی۔یہ وہی ندی تھی جو سامنے کی طرف سے آکر ذرا گھوم کر پیچھے سے گزرتی تھی ندی کی دوسری جانب تھوڑے فاصلے پر آموں کا باغ بھی نظر آرہا تھا۔مجھے دوسرے دن رات کو اسی باغ میں سے گزرنا تھا۔میں اپنے ذہن میں سارے راستوں کو دہراتا اور یاد کرتا گھوڑوں کے پاس آکر ایک گھوڑے کو کھرکھرا پھیرنے لگا۔

ٹھاکر دوپہر کے وقت گھوڑوں پر سوار جنگل میں داخل ہوئے۔وہ اپنے ساتھ لوٹ مار کا کافی سامان لائے تھے۔چھ سات گٹھڑ ڈاکوؤں نے اپنے اپنے گھوڑوں پر ڈال رکھے تھے۔وہ

رات گزر گئی' دوسری رات کو ڈاکو پھر کسی دوسرے گاؤں میں ڈاکہ ڈالنے کے لیے چل دیئے۔رام دلاری نے ٹھاکر سے میرے بارے میںبات کررکھی تھی۔ڈاکے کی مہم پرروانہ ہونے سے پہلے رات کے پہلے پہر ڈاکوؤں کے سردار ٹھاکر نے مجھے اپنے خیمے میں بلایا۔اس وقت رام دلاری بھی سر پر پٹی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

باندھے اس کے پاس بیٹھی تھی۔ٹھاکر نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنی لال لال خونی آنکھوں سے مجھے دیکھااور جنگلی بلے کی طرح غرا کر کہا۔

"سن بے... تو رات کو یہاں رہے گااور ٹھاکرانی کی خدمت کرے گا۔اس کے سر میںتیل کی مالش کرے گا۔اس کا سردبائے گا سمجھا کہ نہیں۔"

میں نے فوراً سرہلا کر کہا۔

"سمجھ گیا ٹھاکر جی۔"

"تو پھر اس طرف ہو کر بیٹھ جا۔"

ٹھاکر مہم پرروانہ ہونے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔رائفل کاندھے پر لگی تھی۔گلے میں کارتوسوں کی دوپیٹیاں لٹک رہی تھیں۔اس نے انگریزوں کی طرح پرانی برجس پہنی ہوئی تھی جو گھٹنوں کے اوپر پھولی ہوئی تھی۔سر پر کالا رومال باندھ رکھاتھا۔اس نے رام دلاری سے کہا۔

"میں جاتا ہوں۔پیچھے خیال رکھنا۔یہ دوائی دودھ کے ساتھ کھاتی رہنا۔سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ کہہ کر وہ میری طرف گھور کر دیکھتا ہوا خیمے سے باہر نکل گیا۔اس کے بعد گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں بلند ہوئیں جو آہستہ آہستہ رات کی خاموشی میں جذب ہو گئیں۔رام دلاری فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”میں تمہیں ایک بار پھر سارا راستہ سمجھاتی ہوں۔“

اوراس نے ایک رات پہلے جو تفصیل بیان کی تھی اسے دہرانا شروع کردیا۔ میں اس کے ایک ایک لفظ ایک ایک نشانی کو ذہن نشین کرتا چلا جارہاتھا۔ جب وہ سمجھا چکی تو آہستہ سے بولی۔

”اب تُومجھے بتا کہ یہاں سے کدھر جائے گا؟“

میں نے رک رک کر اسے بتانا شروع کیا کہ میں اس خیمے کے پیچھے سے ندی پار کروں گا۔آگے آموں کا باغ آئے گا۔جہاں میں بھول جاتا رام دلاری مجھے یاد دلادیتی۔جب مجھے سارا راستہ پکا پانی یاد ہو گیا تو رام دلاری بولی۔

”یاد رکھنا‘ مان پور قصبے کانام ہے اور وہاں کی پولیس چوکی کا تھانیدار ست پرکاش ہے۔صرف اس کو میرا خط دینا۔اس کا حلیہ تمہیں بتائے دیتی ہوں۔ اس کا رنگ سانولا ہے۔دبلا پتلا آدمی ہے۔ماتھے پر دائیں جانب زخم کا آدھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

انچ لمبا نشان ہے۔اس کی چھوٹی چھوٹی مونچھیں ہیں اور سر کے درمیان سے تھوڑا گنجا ہے۔“

رام دلاری نے مجھے ست پرکاش کا حلیہ بھی اچھی طرح سے یاد کرادیا۔میں نے پوچھا۔

”خط دینے کے بعد میں کیا کروں گا؟“ رام دلاری بولی۔

”یہ تمہیں تھانیدار ست پرکاش ہی بتائے گا۔تم اس کے پاس ہی رہنا اکیلے کسی طرف نکل گئے تو یہ ڈاکو تمہیں جان سے مار ڈالیں گے۔اٹھو‘ تمہارے فرار ہونے کا وقت ہو گیا ہے۔“

میرا خیال تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ خیمے سے باہر لے جائے گی اور ندی تک چھوڑنے جائے گی۔مگراس نے وہیں خیمے کے عقبی پردے کے آگے پڑا ہوا صندوق ایک طرف ہٹایا۔ذرا سا پردہ اوپر اٹھا کر گردن باہر نکال کر دیکھااور مجھے اشارے سے آگے آنے کو کہا۔میں گھٹنوں کے بل چلتا خیمے کے پچھلے پردے کے نیچے سے نکل گیا۔باہر سناٹا چھایا ہوا تھا۔رات کی تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔اس طرف کوئی محافظ یا پہرے دار نہیں تھا۔میں جھک کر جھاڑیوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں سے گزرتا ندی پر پہنچ گیا اور اندھیرے میں آموں کے باغ کے جھنڈ دھندلے دھندلے نظر آرہے تھے' میں نے ندی پار کرتے ہی دوڑنا شروع کردیا۔میں نے قمیص اور پرانی پتلون پہن رکھی تھی جو گھٹنوں پر سے پھٹی ہوئی تھی۔رام دلاری کا خط میری کمر کے ساتھ بندھا تھا۔اس نے مجھے چاندی کے جو پانچ روپے دیئے تھے وہ میری پتلون کی پچھلی جیب میں تھے۔میں دوڑتے ہوئے آموں کے باغ میں گھس گیا۔میری نوجوانی کی عمر تھی۔مجھے ذرا بھی تھکن محسوس نہیں ہو رہی تھی۔میں باغ میں سے تیز تیز چلتا گزرا۔ آگے برساتی ندی آگئی۔اس پر ایک جانب چھوٹا سا بانس کا پل کاخاکہ بھی نظر آگیا۔میں نے پل پر پاؤں رکھا تو وہ ڈولنے لگا۔بہرحال میں بانسوں کو پکڑتا پل پر سے گزر گیا۔اب میری آنکھیں اندھیرے میں پرانے قلعے کے کھنڈر کو تلاش کرنے لگیں۔میں کھیتوں میں چلا جارہاتھا۔کھیت ختم ہوئے تو سامنے ایک کھنڈر دکھائی دیا۔رات کے اندھیرے میں وہ کوئی بھوت کمبل اوڑھ کر بیٹھے لگ رہا تھا۔اس قلعے کی صرف ایک دیوار کا برج باقی رہ گیا تھا۔رام دلاری کے کہنے کے مطابق میں نے کھنڈر کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنا شروع

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کردیا۔دیوار کافی لمبی تھی۔دیوار ختم ہوئی تو آگے ڈھلان آگئی۔یہاں اونچی گھاس میں ایک تنگ سا راستہ بنا ہواتھا۔میں ڈھلان پر سے اتر کر آگے کھیتوں میں آگیا۔رام دلاری نے کہاتھا کہ ان کھیتوں میں پہنچ کر دوڑنا شروع کردینا۔میں نے کھیتوں کے درمیان بنی ہوئی کچی پگڈنڈی پر دوڑنا شروع کردیا۔میں نے ایک ہاتھ پیٹ پر رکھ لیا تھا

جہاں رام دلاری کا خط کپڑے میں لپٹا میری کمر کے ساتھ بندھاتھا۔آگے چڑھائی تھی۔یہ گھاس کا ایک چھوٹا سا میدان تھا۔یہاں پہنچتے ہی مجھے کچھ فاصلے پر ریلوے سگنل کی سرخ بتی نظر آئی۔میں خوش ہوا کہ میں ڈاکوؤں کے چنگل سے نکل کر ٹھیک راستے پر جارہاتھا۔ریلوے لائن کافی دور تھی۔وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی سگنل کی بتی ہری ہوگئی جب میں ریلوے لائن سے چند قدموں کے فاصلے پر تھا تو پیچھے سے ریل کے انجن کی سیٹی سنائی دی۔میں وہیں رک گیا۔انجن کی فلڈ لائٹ مجھ پرپڑنے لگی۔میں جلدی سے جھاڑیوں کی اوٹ میں بیٹھ گیا۔ریل گاڑی شور مچاتی زمین کو ہلاتی گزر گئی۔میں نے اٹھ کر ریلوے لائن عبور کی۔رام دلاری نے کہا تھا کہ ریلوے لائن کے پار تمہیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نیچے درختوں میں ایک سمادھ ملے گا۔اس کانام گروجی کا سمادھ ہوگا۔مجھے یہاں کسی جگہ چھپ کر رات کا باقی حصہ گزارنا تھا۔میں دونوں جانب اگے ہوئے بڑے بڑے درختوں کے قریب سے گزرتا ذرا آگے گیا تو مجھے ستاروں کی دھندلی روشنی میں ایک چبوترے پر بنی ہوئی چھتری نما بارہ دری سی دکھائی دی۔یہ گروجی کا سمادھ تھا۔یعنی یہاں کسی گروجی کی کچھ ہڈیاں دفن تھیں۔میں چبوترے پر چڑھ گیااور بارہ دری کے اندر جہاں سمادھ کا چھوٹا سا تھڑا بنا ہوا تھااس کے پاس بیٹھ گیا۔یہاں مجھے دن نکلنے تک بیٹھنا تھا۔آدھی رات تو پہلے ہی گزر چکی تھی۔مچھر اتنے کاٹ رہے تھے کہ نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتاتھا۔میں سمادھ کے تھڑے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔برسات کاموسم تھا۔پیچھے کوئی تالاب تھا جہاں مینڈک مسلسل بول رہے تھے۔مجھے اپنے پیچھے سیٹی سنائی دی۔میں نے چونک کر پیچھے دیکھا۔

پیچھے سوائے اندھیرے کے اور کچھ نہیں تھا۔

سیٹی کی آواز ایسی تھی جیسے بچوں کے کھلونے کی سیٹی کی ہوتی ہے۔باریک اور تیز۔میں اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہاتھا۔ایکدم مجھ پر دہشت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

طاری ہوگئی۔کہیں یہ سانپ تو نہیں۔ان علاقوں میں برسات کے موسم میں سانپ بلوں سے نکل آتے ہیں۔میں جلدی سے سمادھ کے چھوٹے سے تھڑے کے اوپر چڑھ کربیٹھ گیا۔دل میں خدا سے دعائیں مانگنے لگا کہ یااللہ مجھے سانپ نہ کاٹ لے۔مجھے ایسی موت سے بڑا خوف لگتاتھا۔میں نے ایک آدمی کو مرتے دیکھا تھا جس کوسانپ نے ڈس لیا تھا۔وہ آدمی ہمارے محلے کے باہر جو اکھاڑا تھا وہاں نہانے کے بعد دھوتی باندھ رہاتھا کہ اسے سانپ نے کاٹ لیا۔اس کے منہ ناک سے خون جاری تھا۔دیکھتے دیکھتے وہ مر گیا۔سیٹی کی آواز ایک بار پھر آئی۔میں نے اندھیرے میں نظریں گاڑدیں۔کوئی جانور تیزی سے جھاڑیوں سے نکل کر ایک طرف بھاگ گیا۔

میرے سر پر دہشت کی جو تلوار لٹک رہی تھی وہ ہٹ گئی۔یہ سانپ نہیں تھا۔اس کے بعد سیٹی کی آواز بھی نہ آئی۔اب مجھے یہ ڈر لگنے لگا کہ کہیں کوئی شیر چیتا آکر مجھے ہڑپ نہ کرجائے۔اسی دہشت اور خوف کے عالم میں میں نے باقی رات کاٹ دی۔آسمان پربادلوں کے پیچھے صبح کی پھیکی پھیکی روشنی ہونے لگی تو میری جان میں جان آئی۔ریلوے لائن پر سے ایک گاڑی شور مچاتی گزر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گئی۔جب دن کا اجالا چاروں طرف پھیل گیا تو میں سمادھ کے تھڑے سے نیچے اترا اور دوسری طرف آکر دیکھا۔یہاں سے ایک پتلا سا راستہ جھاڑیوں میں سے ہو کر جاتا تھا۔یہی وہ کچا راستہ تھا جس پر سے گزر کر رام دلاری نے کہا تھا کہ تم مان پور قصبے میں پہنچ جاؤ گے۔مجھے مان پور قصبے کی پولیس چوکی میں جا کر تھانیدار ست پرکاش کو رام دلاری کا خط دینا تھا جو کپڑے میں لپٹا میری کمر کے ساتھ بندھا تھا۔

میں جلدی جلدی قدم اٹھاتا جھاڑیوں کے درمیان سے گزر گیا۔آگے ایک چھوٹی سی کچی سڑک آگئی جس کی دونوں جانب جھاڑیاں بھی تھیں اور اونچے اونچے گھنے درخت بھی تھے۔ایک بیل گاڑی پیچھے سے آرہی تھی جس کے آگے بیل جتے ہوئے تھے۔میں سڑک کے کنارے ہو کر کھڑا ہو گیا۔بیل گاڑی پر ایک دیہاتی بیٹھا تھا۔میں نے اسے ہاتھ دیا تو وہ رک گیا۔

"کیا بات ہے؟ کون ہو تم؟"

میں نے کہا۔"مجھے مان پور پولیس چوکی جانا ہے۔"

دیہاتی کا لہجہ ذرا بدل گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بھائی وہاں کیا کرنے جارہے ہو؟ کیا تمہارا کوئی آدمی قتل ہو گیا ہے؟"

میں نے کہا۔"نہیں مجھے تھانیدار جی سے ملنا ہے۔"

گاڑی بان نے بڑی نرمی سے کہا۔

"بھائی اوپر چڑھ کر بیٹھ جاؤ۔میں ادھر ہی جارہا ہوں۔"

میں چھکڑے کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔چھکڑا خالی تھا۔تھوڑی دور چلنے کے بعد قصبے کے مکان نظر آنے لگے۔سبزیوں ترکاریوں کے کھیت شروع ہو گئے۔ قصبہ کے مکان سارے کے سارے اینٹ پتھر کے تھے اور سب کی چھتیں ڈھلانی تھیں۔وسطی ہندوستان میں چونکہ بارشیں بہت ہوتی ہیں اس لیے یہاں گاؤں کے مکانوں کی چھتیں کھپریل جوڑ کر ڈھلانی بنائی جاتی ہیں تاکہ بارش کا پانی ان پر نہ رکے۔پتھر چونکہ اس سطح مرتفع والے علاقے میں بہت ہوتا ہے اس لیے مکانوں کی دیواریں پتھروں کی ہوتی ہیں جو دھوپ اور برسات کی بوچھاڑوں کی مار کھا کھا کر زنگ آلود سیاہی مائل ہوجاتی ہیں۔دھوتی نما ساڑھیوں میں ملبوس نیم عریاں دیہاتی عورتیں کھیتوں میں مردوں کے ساتھ کام کرتی نظر آرہی تھیں۔قصبے کے مکان شروع ہوئے تو ایک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جگہ پیپل کا گھنا درخت تھا جس کے قریب ہی چھوٹا سا مندر بنا ہوا تھا۔اس مندر میں مسلسل گھنٹیاں بج رہی تھیں۔

گاڑی بان نے ایک کوارٹر نما مکان کے آگے چھکڑا روک دیا اور بولا۔

"بابو بھائی یہی ہے پولیس کی چوکی۔"

میں چھکڑے سے اتر پڑا۔گاڑی بان تیزی سے چھکڑا آگے نکال کر لے گیا۔ کوارٹر کے دروازے پر ایک جانب ہندی اور انگریزی میں پولیس چوکی لکھا تھا۔ برآمدے میں ایک مریل سا سنتری اسٹول پر بیٹھا بیڑی پی رہا تھا۔میں اس کی طرف آیا تو وہ ترش لہجے میں بولا۔

"کیوں بے... کدھر آرہا ہے؟"

میں نے کہا۔"مجھے تھانیدار صاحب ست پرکاش جی سے ملنا ہے۔"

سنتری اسی طرح اسٹول پر بیٹھا بیڑی پیتا رہا۔پھر ذرا ہنس کر بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیوں بے... تجھے صبح صبح تھانیدار جی سے کیا کام پڑ گیا ہے۔کہاں سے آرہا ہے؟ کیا نام ہے تمہارا؟"

میں نے کہا۔"یہ ساری باتیں میں تھانیدار صاحب کو ہی بتاؤں گا۔"

برآمدے میں ایک کمرہ تھا جس پر چق پڑی ہوئی تھی۔اس کے اندر سے کسی مرد کی تیز آواز آئی۔

"کیوں رے رلیا رام کس سے باتیں کررہا ہے؟"

اس سنتری کا نام رلیا رام تھا۔اس نے اونچی آواز میں جواب دیا۔"کوئی لڑکا ہے کہتا ہے بڑے صاحب سے ملوں گا۔"

اس کے بعد چق ایک طرف کو اٹھی اور ایک وردی پوش سپاہی اندر سے نکلا۔شاید وہ حوالدار ہوگا۔وہ بھی بڑا سوکھا سا کھا تھا۔میری طرف گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے جو باتیں پہلے سنتری کو کہی تھیں وہی دہرادیں۔یہ بالکل نہ بتایا کہ میں ست پرکاش کے نام کس کا خط لے کر آیا ہوں۔دوسرے سنتری یا حوالدار نے برآمدے میں ایک طرف اشارہ کرکے کہا۔

"چل ادھر ہو کر بیٹھ جا۔صاحب آئے گا تو مل لینا۔"

میں برآمدے میں ایک ستون کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔رام دلاری نے جو مجھے چاندی کے پانچ روپے دیئے تھے وہ میری میلی کچیلی پتلون کی پچھلی جیب میں اسی طرح محفوظ پڑے تھے۔رام دلاری کا خط میری کمر کے ساتھ بندھا تھا۔ سگریٹ کی ڈبیا راستے میں کہیں دوڑتے دوڑتے گر گئی تھی۔سگریٹ میں نے بچپن ہی میں پینے شروع کردیئے تھے۔دوسروں کو دیکھ کر یہ بری عادت مجھے بھی پڑ گئی تھی۔

کافی دن نکل آیا تھا۔قصبے کے بازار میں کالے کالے سانولے سانولے دیہاتیوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی تھی کوئی سائیکل پر گزر جاتا۔کوئی ریڑھا ایک طرف سے آکر دوسری طرف نکل جاتا۔اکثر آدمیوں نے صرف گھٹنوں سے اوپر تک دھوتیاں پہنی ہوئی تھیں۔اوپر کا دھڑ ننگا تھا۔عورتوں کے رنگ بھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گہرے سانولے تھے۔ابھی تک مجھے کچھ علم نہیں تھا کہ قصبہ مان پور جہاں میں بیٹھا ہوں اس کے آگے کون سا بڑا شہر آتا ہے۔میں تو بمبئی جاکر فلم ایکٹروں اورایکٹرسوں کو دیکھنے کے شوق میں گھر سے بھاگ کر آیا تھا کہ راستے میں بغیر ٹکٹ پکڑا گیااور ٹی ٹی نے بیچ جنگل اور بارش میں اتار دیا۔اب بھی میں نے یہی سوچا ہواتھا کہ رام دلاری کا خط تھانیدار کو دے کرمیں بمبئی بھاگ جاؤں گا۔یہاں سے کوئی نہ کوئی گاڑی تو بمبئی کی طرف ضرور جاتی ہوگی۔

اتنے میں ایک وردی پوش پولیس کا آدمی تھانے کے احاطے میں داخل ہوا۔ اس کو دیکھتے ہی اسٹول پر بیٹھے ہوئے سنتری نے بیڑی ایک طرف پھینکی اور جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔میں نے اس وردی پوش آدمی کو غور سے دیکھا۔اس کا رنگ سانولا تھا۔جسم دبلاپتلا تھا۔جب وہ میرے قریب سے گزراتو مجھے اس کے ماتھے پر دائیں جانب زخم کا نشان بھی نظر آگیا۔

ضرور یہی ست پرکاش تھانیدار تھا۔سنتری نے اسے سلیوٹ کیا اور آگے بڑھ کر دروازے کی چق اٹھادی۔تھانیدار اندرچلا گیا۔میں اسی طرح برآمدے میں بیٹھا رہا۔پھر اٹھ کر سنتری سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تھانیدار صاحب آگئے ہیں نا؟“

سنتری بولا۔”ہاں ہاں آگئے ہیں مگر ابھی کام کررہے ہیں۔تم آرام سے بیٹھے رہو۔“

میں پھر وہیں ستون کے پاس جاکر بیٹھ گیا۔آدھا گھنٹہ گزر گیا۔اتنے میں وہی تھانیدار کمرے سے باہر آیا اور برآمدے کی سیڑھیاں اتر رہاتھا کہ میں دوڑ کر اس کے سامنے آگیا۔

”کیابات ہے؟“ اس نے ماتھے پربل ڈالتے ہوئے پوچھا۔

اس کے ہاتھ میں بید کا ڈنڈا تھا۔میں نے ذرا آگے ہو کر کہا۔

”میں رام دلاری جی کاخط لایا ہوں۔“

وہ ٹھٹک ساگیا۔سنتری اتنے میں دوڑ کرآیا اور مجھے بازو سے پکڑ کر پیچھے کھینچنے لگا۔تھانیدار نے غصے میں اسے ڈانٹ دیا۔

”کیا کرتا ہے‘ چھوڑ دے اسے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پھر تھانیدار نے میرا ہاتھ پکڑااور مجھے واپس اپنے کمرے میں لے گیا۔کمرے میں جو حوالدار بیٹھا تھا اسے فوراً باہر جانے کو کہا۔جب کمرے میں صرف میں اور تھانیدار رہ گئے تو اس نے مجھے کرسی پربٹھایااور کہا۔

”کہاں ہے خط؟“

میں نے کہا۔”پہلے اپنا نام بتائیں۔“

وہ ذرا سامسکرایا۔

”میرانام ست پرکاش ہے۔“

اس دوران میں نے اس کے ماتھے پر دائیں جانب زخم کے آدھ انچ لمبے نشان کو غور سے دیکھ لیا تھا۔اور یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ اس کا سرد رمیان سے تھوڑا سا گنجا تھا۔میں نے اپنی کمر کے گرد لپٹا ہوا کپڑااتاراور اس میں سے رام دلاری کا لفافہ نکال کر ست پرکاش کو دے دیا۔وہ لفافہ پھاڑ کر خط پڑھنے لگا۔خط پڑھتے وقت اس کے چہرے کے تاثرات ایسے ہو رہے تھے جیسے اسے کوئی ایسی شے مل گئی ہو جس کے ملنے کی اسے بالکل امید نہ تھی۔خط پڑھ کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس نے تہہ کرکے خاکی بش شرٹ کی جیب میں رکھااور تیز آواز میں سنتری کو آواز دی۔سنتری دوڑتا ہوا اندر آگیا۔ست پرکاش نے کہا۔

"اس لڑکے کے لیے ناشتہ لے کر آؤ۔"

"یس سر۔"

سنتری سیلوٹ کرکے چلا گیا۔

تب ست پرکاش نے میز پر کہنیاں رکھ کر میری طرف جھک کر ممنونیت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم نے وہ کام کر دکھایا ہے جو ہماری بمبئی پولیس کابڑے سے بڑا اور چالاک سے چالاک افسر بھی نہیں کرسکا ہم تمہارے دھنوادی ہیں۔تم پنجاب کے ہواور مسلمان ہو۔دھنوادی کامطلب سمجھتے ہو؟"

میں نے کہا۔"نہیں سر۔"

"اس کامطلب ہے ہم تمہارا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ہم تمہارے شکر گزار ہیں۔"

میں نے اس سے کہا۔

"سر! بس میرا ایک کام کردیں۔مجھے کسی طرح بمبئی پہنچادیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"وہاں تمہارے رشتے دار ہیں کیا؟"

میں نے اسے یہ نہ بتایا کہ مجھے فلم ایکٹروں کو دیکھنے کاشوق بمبئی لے جارہاتھا۔میں نے کہا۔

"ہاں جی' میرے ایک چاچا جی وہاں رہتے ہیں۔"

ست پرکاش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم تمہیں خود بمبئی پہنچائیں گے۔تم فکر نہ کرو۔مگر ابھی تمہیں میرے پاس رہنا ہوگا شاید تم نہیں جانتے کہ تم مدھیہ پردیش کے ایک بہت بڑے خونی ڈاکو کے ڈیرے سے جان بچاکر نکل آئے ہو۔"

میں نے فوراً کہا۔

"اب جس طرح بھی ہو رام دلاری جی کو بھی وہاں سے نکال لائیں۔وہ وہاں خوش نہیں ہے' اسے ڈاکوؤں کے سردار ٹھکار نے قید کرکے رکھا ہوا ہے۔"

ست پرکاش آہستہ آہستہ سرہلاتے ہوئے بولا۔

"فکرنہ کرو۔ہم رام دلاری کو بہت جلد وہاں سے نکال لائیں گے اوران ڈاکوؤں کو بھی گرفتار کریں گے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سنتری ناشتہ لے کر آگیا۔پیتل کی تھالی میں گرم گرم پوریاں تھیں۔پیتل کی کٹوریوں میں بھاجی اور اچار تھا۔چار چھوٹی چھوٹی پوریاں تھیں۔میں گھر میں صبح صبح قلچے سری پائے کاناشتہ کیا کرتاتھا۔کبھی کبھی دو ڈھائی قلچے کھاجایا کرتاتھا۔ اوپر سے مجھے بھوک بھی بہت لگی ہوئی تھی۔جب تک سنتری نے صراحی سے پانی نکال کرمیرے پاس گلاس رکھا میں تین پوریاں کھاچکاتھا۔تھانیدار ست پرکاش میری طرف دیکھ دیکھ کر ہنس رہا تھا۔پوچھنے لگا۔

”پوریاں اور منگواؤں؟“

میں نے کھاتے کھاتے کہا۔

”ہوں۔“

ست پرکاش نے سنتری کی طرف دیکھ کر حکم دیا۔

”چار پوریاں اور لے کرآؤ۔“

”یس سر۔“

ناشتہ کرنے کے بعد ست پرکاش نے میرے لیے چائے منگوائی باہر سنتری کو آرڈر کردیا کہ اندر کسی کو آنے نہ دیا جائے۔وہ کاغذ پینسل سامنے رکھ کر بیٹھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گیااور مجھ سے ڈاکوؤں کے ٹھکانے کے محل وقوع کے بارے میں باتیں پوچھنی شروع کردیں وہ مجھ سے تفصیلات پوچھتا جاتاتھا اور ساتھ ساتھ کچھ لکھتا اور کاغذ پر کہیں کہیں نشان بھی لگاتا جاتاتھا۔جب ست پرکاش تھانیدار نے مجھ سے ڈاکوؤں سے متعلق ساری تفصیلات حاصل کرلیں تو مجھے ساتھ لے کر گھر آگیا۔اس کا گھر قصبے کی ایک گلی کے کونے پر تھا۔یہ دو منزلہ پختہ مکان تھا۔اس نے اپنی بیوی سے کہا۔

”یہ لڑکا اپنا بیٹا ہے۔اس کاخیال رکھنا۔سندری سے کہہ کر اس کے کپڑے دھلوادینا۔“

ست پرکاش واپس پولیس چوکی چلا گیا۔میں سارا دن گھر میں رہا۔ست پرکاش کی ہندو بیوی نے مجھے ایک نئی دھوتی نکال کرپہننے کو دی اورمیرے کپڑے نوکرانی سندری نے دھو کر استری کردیئے۔دوپہر کومجھے صحن میں جہاں ایک گائے بندھی تھی وہاں بانس کی چارپائی پر تھال میں کھانا ڈال کردیا گیا۔میں نے محسوس کیا کہ ست پرکاش کی ہندوبیوی مجھے گھر کے کھاناپکانے والی جگہ یعنی چوکے کے قریب نہیں آنے دیتی تھی۔اس لیے کہ میں مسلمان تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس دوران ست پرکاش تھانیدار نے ساتھ والے قصبے اور قریبی شہر سے بھی پولیس کی نفری منگوالی تھی اور ٹھاکر ڈاکو کی کمین گاہ پر چھاپہ مارنے کا پورا انتظام کرلیا تھا۔ دوپہر کے بعد ست پرکاش پولیس کی بھاری مسلح نفری لے کر ڈاکوؤں کے ٹھکانے کی طرف روانہ ہوا۔ یہ ساری کارروائی مجھے بعد میں رام دلاری نے بتائی۔ پولیس نے چاروں طرف سے ڈاکوؤں کو گھیرے میں لے کر اچانک حملہ کیا تو وہاں افراتفری مچ گئی۔ سب سے پہلے ست پرکاش نے رام دلاری کو اپنی حفاظت میں لیا۔ کئی ڈاکو مارے گئے۔ تین پولیس کے سپاہی زخمی ہوئے۔ ڈاکوؤں کا سردار ٹھاکر اپنے چند ساتھیوں سمیت فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

شام کا اندھیرا ابھی پوری طرح نہیں چھایا تھا کہ پولیس پارٹی قصبے میں واپس آگئی۔ پولیس کچھ ڈاکوؤں کو گرفتار کرکے بھی لے آئی تھی۔ رام دلاری کو ست پرکاش تھانیدار اسی وقت خود گھر لے کر آگیا۔ رام دلاری نے مجھے دیکھا تو خوش ہو کر ست پرکاش کی بیوی سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بھابوجی! یہ مسلمان لڑکا اگر میری مدد نہ کرتا تو میں یہاں واپس نہیں پہنچ سکتی تھی۔“

رات کو ناریل کی چھال کے سائبان کے نیچے چارپائیاں ڈال دی گئیں۔ رام دلاری نے نہادھو کر نئی ساڑھی پہن لی تھی۔ اس نے سر میں تیل ڈال کر بالوں میں کنگھی بھی کی ہوئی تھی۔ اس علاقے کے رواج کے مطابق جوڑے میں مونگھرے کے پھولوں کا جوڑا بھی باندھ رکھا تھا۔ اس وقت مجھے وہ بڑی خوب صورت اور اچھی لگی۔ وہ عمر میں مجھ سے پندرہ بیس سال بڑی ہوگی مگر لگتی بالکل نوجوان تھی۔ ڈاکوؤں کے درمیان رہنے سے بھی اس کی صحت پر کوئی برا اثر نہیں پڑا تھا۔ وہیں چارپائیوں پر بیٹھ کر رات کا کھانا کھایا گیا۔ ست پرکاش نے ڈاکوؤں پر یلغار اور پولیس مقابلے کا سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ اپنی بیوی کو سنایا اور اپنی بہادری کا رعب جماتا رہا۔ رام دلاری اس دوران میری چارپائی پر آکر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مجھے بھائی جی نے بتایا ہے کہ تم بمبئی جانا چاہتے ہو اور تمہیں ایکٹروں اور فلم ایکٹرسوں کو دیکھنے کا شوق ہے۔“

میں نے شرماتے ہوئے کہا۔

”ہاں‘ میں بمبئی کی طرف ہی جارہاتھا کہ بغیر ٹکٹ پکڑا گیا۔“

رام دلاری نے کہا۔”وہ تو مجھے معلوم ہے۔تو پھر تم میرے ساتھ ہی بمبئی چلنا۔میں بمبئی میں ہی رہتی ہوں۔“

تب رام دلاری نے اپنے بارے میں کھل کر بتایا کہ وہ بمبئی کی فلموں میں ایکسٹرا عورتوں کے ساتھ کام کرتی ہے اور بڑا اچھا ڈانس کرتی ہے۔ست پرکاش تھانیدار اس کی پھوپھی کی بیٹی کا خاوند تھا اور آگرہ سے اجین اور پھر اجین سے مان پور کی پولیس چوکی میں آکر لگا تھا تاکہ اس علاقے کو ڈاکوؤں سے صاف کرے۔رام دلاری ایک فلم یونٹ کے ساتھ آؤٹ ڈور شوٹنگ میں حصہ لینے کے لیے اجین کے تاریخی مندروں میں آئی ہوئی تھی اور مندر کے قریب ایک جنگل میں یونٹ کی دوسری ایکسٹرا گرلز کے ساتھ مقیم تھی کہ وہاں آدھی رات کو ڈاکہ پڑ گیا ٹھاکر نے اپنے ڈاکوؤں کے ہمراہ ڈاکہ ڈال کر ان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کا سب کچھ لوٹ لیا۔رام دلاری اسے سب عورتوں سے بڑھ کر پسند آگئی او روہ اسے اٹھا کر ساتھ ہی لے گیا۔ست پرکاش تھانیدار نے اجین اور اندور شہر کے درمیانی کوہستان ست پڑا رینج کے سارے پہاڑی جنگلوں کو چھان مارا مگر اسے ڈاکوؤں کا کہیں کوئی سراغ نہ ملا۔

میں نے رام دلاری سے پوچھا۔

”کیا تم مجھے بھی شوٹنگ پر ساتھ لے جایا کروگی؟“

رام دلاری نے ہنس کر کہا۔

”تمہیں فلم کی شوٹنگ پر بھی لے جاؤں گی اور اپنی سہیلیوں سے بھی ملاؤں گی۔“

میں بڑا خوش ہوا۔اس سے پہلے میں دوبار گھر سے بھاگ کر بمبئی جاچکا تھا مگر کسی نے مجھے فلم اسٹوڈیو میں نہ جانے دیا تھا۔اب مجھے فلم ایکٹرسوں کو دیکھنے کا بڑا اچھا موقع مل رہاتھا۔تین دن رام دلاری نے ست پرکاش تھانیدار کے ہاں قیام کیا۔چوتھے دن ست پرکاش لاری میں ہمارے ساتھ بیٹھ کر بھارت کے تاریخی شہر اندور آیا۔اندرو سے میں اور رام دلاری بمبئی جانے والی گاڑی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں سوار ہوگئے۔جب تک گاڑی نہیں چلی ست پرکاش پلیٹ فارم پر موجود رہا۔اندور سے روانہ ہو کر گاڑی ساری رات ست پڑا کی پہاڑیوں اور جنگلوں میں سفر کرتی رہی۔راستے میں کھنڈوانام کاشہر بھی آیا۔دوسرے روز گاڑی ناسک پہنچی تو دن کافی نکل آیا تھا۔دوپہر کے وقت بمبئی شہر کا مضافاتی اسٹیشن باندرہ بھی گزر گیا۔رام دلاری نے سامان سمیٹتے ہوئے مجھے کہا۔

”تیار ہوجاؤ۔بمبئی کا اسٹیشن آرہا ہے۔“

ٹرین بمبئی کے بہت بڑے ریلوے یارڈ میں سے گزر رہی تھی۔میں کھڑکی میں سے باہر دیکھ رہا تھا۔آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔کچھ فاصلے پر بمبئی کی بلڈنگیں نظر آرہی تھیں۔سڑک پر ناریل کے درخت جھکے ہوئے تھے۔ٹرین یارڈ میں بل کھاتی، پٹڑیاں بدلتی بہت بڑے ریلوے اسٹیشن میں داخل ہوگئی۔ میں اس سے پہلے دوبار گھر سے بھاگ کر بمبئی آچکا تھا۔بمبئی کا اسٹیشن میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔دونوں دفعہ جب میں بمبئی کے اسٹیشن پر اترا تھا تو مجھے بمبئی پہنچنے کی خوشی بھی ہوئی تھی مگر اس خیال سے پریشان بھی تھا کہ اتنے بڑے شہر میں کہاں ٹھہروں گا۔راتیں کہاں بسر ہوں گی۔کھانے پینے کی مجھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

فکر نہیں تھی۔کیونکہ میں دونوں دفعہ گھر سے پیسے چوری کرکے بھاگا تھا لیکن اس بار مجھے اس بات کی پریشانی نہیں تھی کہ میں اتنے بڑے شہر میں کہاں رہوں گا۔رات کہاں بسر کروں گا۔اس بار رام دلاری میرے ساتھ تھی اور وہ مجھے اپنے گھر لے جارہی تھی۔مجھے اس بات کی بھی خوشی تھی کہ رام دلاری بمبئی کی فلموں میں ایکسٹرا رول ادا کرتی ہے اوراس کی وجہ سے میں فلموں کی شوٹنگ بھی دیکھوں گااور فلم ایکٹروں اورایکٹرسوں کو بھی ملوں گا۔

ٹرین بمبئی ریلوے اسٹیشن کے کشادہ پلیٹ فارم پر پہنچ کررک گئی۔رام دلاری نے مجھے ایک تھیلا پکڑاتے ہوئے کہا۔

”میرے ساتھ رہنا۔اِدھر اُدھر نہ ہوجانا۔“

میں نے تھیلا پکڑ لیااور رام دلاری کے ساتھ ڈبے سے باہر نکل آیا۔رام دلاری نے قلی کو بلا کر اس کے سر پرسامان رکھوایا اور کہا۔

”باہر چلو۔“

اسٹیشن سے باہر ایک طرف بمبئی کی خاص سواری وکٹوریا یعنی بگھیاں قطار میں کھڑی تھیں۔ایک رومی ٹوپی والا کوچوان دوڑ کر رام دلاری کے پاس آگیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میڈم! کدھر جائے گا۔وکٹوریہ خالی ہے۔“

رام دلاری بمبئی کی پرانی رہنے والی تھی اور بڑی تجربہ کار عورت تھی۔کوچوان کو سرسری نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ادھر باجو میں سیمنگٹن روڈ کے ناکے پرجانا ہے۔بول کیا لے گا؟“

کوچوان کا چہرہ بتارہاتھا کہ وہ سمجھ گیا ہے کہ میڈم بمبئی کی رہنے والی ہے۔اس نے مناسب کرایہ بتایااور قلی سے سامان لے کر بگھی یعنی وکٹوریا میں رکھوایا۔ خود بگھی کی اونچی سیٹ پرسانٹا لے کربیٹھ گیا۔میں اور رام دلاری بھی وکٹوریا میں بیٹھ گئے۔وکٹوریا کی چھت طے کی ہوئی تھی۔یہ پرانی بگھیوں کی طرح کی آئیل کلاتھ کی چھت تھی جو بارش ہو تو کھول دی جاتی تھی۔اس وقت بمبئی میں بارش نہیں ہو رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں بارش کے انتظار میں تھا۔میں دونوں دفعہ جب بمبئی آیا تھا تو مون سون کا سیزن تھااور دونوں دفعہ بمبئی میں ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔وکٹوریا اسٹیشن سے نکلتے ہی سیمنگٹن روڈ پر آہستہ آہستہ چل پڑی۔یہ میں سن چالیس کے زمانے کی بات سنارہاہوں۔اس وقت برصغیر پرانگریزوں کی حکومت تھی۔زندگی بڑی سست رفتار اور پرسکون تھی۔بمبئی کی سڑکوں پر بھی اس زمانے میں اتنا رش نہیں ہوتاتھا۔سنگ مرمر کی چھوٹی گول میزوں والے ایرانی ریستورانوں کی چائے بڑی خوشبودار ہوتی تھی۔چھوٹے سے کاؤنٹر پر شیشے کے مرتبانوں میں انگلش بسکٹ،ٹافیاں اور ہاتھی مارکہ سگریٹ بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ان دنوں بمبئی میں ہاتھی مارکہ اور حیدرآباد دکن کا چارمینار سگریٹ غریب مزدوروں کا بڑا مقبول سگریٹ تھا۔یہ شاید ایک آنے کا پیکٹ ہوتاتھا۔

وکٹوریا سڑک کے کنارے کنارے سست رفتار سے چلی جارہی تھی۔ گھوڑے کے سموں کی کلپ کلوپ کی آواز آرہی تھی۔پھروکٹوریا کافی آگے جاکر بائیں جانب گھوم گئی۔یہ میرے لیے ایک نئی سڑک تھی۔اس کی دونوں جانب درمیانی درجے کے فلیٹ بنے ہوئے تھے جن کی گیلریوں پر سکھانے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے لیے عورتوں مردوں اور بچوں کے کپڑے لٹک رہے تھے۔رام دلاری نے ایک جگہ وکٹوریا رکوادی۔یہاں بائیں جانب ایک گلی تھی۔رام دلاری نے کوچوان سے کہا۔

”بھیا! یہ تھوڑا سامان ادھر لے آؤ۔“

اس گلی کی ایک بوسیدہ سی بلڈنگ کی ایک چالی یا فلیٹ میں رام دلاری رہتی تھی۔گلی لاہور کی گلیوں کی طرح تنگ نہیں تھی۔بلکہ کشادہ تھی اور وہاں ایک اونچا درخت بھی تھا۔رام دلاری سامان اٹھوائے مجھے ساتھ لیے جیسے ہی ایک دومنزلہ پرانی بلڈنگ کے پاس آئی اوپر سے اسے دو تین عورتوں نے دیکھ لیااور ایک دوسری کو اونچی آواز میں کہا۔

”اری! رام دلاری آگئی۔“

سب عورتیں نیچے آگئیں۔اور رام دلاری سے گلے ملنے لگیں۔ان میں جوان لڑکیاں بھی تھیں اور ادھیڑ عمر بھی تھیں۔سب نے ساڑھیاں پہن رکھی تھیں اور ان کے رنگ سانولے اور کالے کالے تھے۔یہ بمبئی فلم انڈسٹری کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایکسٹرا گرلز تھیں جو اس چالی یابلڈنگ میں رام دلاری کے ساتھ رہتی تھیں۔کسی نے پوچھا۔

”رام دلاری! تو کہاں تھی ری؟“

کسی نے کہا۔

”اری اخبار میں لکھا تھا پولیس تجھے ڈاکوؤں سے چھڑالائی ہے۔ڈاکو کیسے تھے؟“

پھر سب کھل کھلا کر ہنس پڑیں۔رام دلاری نے کہا۔

”مری کیوں جاتی ہو۔سب بتادوں گی۔ذرادم لینے دو۔“

رام دلاری کے فلیٹ پر تالا پڑا تھا۔اس نے چابی لگا کر تالا کھولا۔سامان اندر رکھوایا۔کوچوان کو پیسے دے کر رخصت کیااور کارنس پر کسی دیوی کی تصویر لگی تھی، آگے بڑھ کر ساڑھی کے پلو سے تصویر کو صاف کیااور پھر ہاتھ جوڑ کر بولی۔

”ممبا دیوی !تیری کرپاہوئی، میں گھر واپس آگئی۔“

کمرے میں سامان بے ترتیبی سے بکھرا ہوا تھا۔کونے میں لوہے کے پلنگ پربستر لگا ہواتھا۔میلے میلے تکیے پڑے تھے۔ایک طرف رسوئی کا سامان پڑا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسرے کونے میں قد آدم دیوار تھی جس کی دوسری جانب نلکا لگا تھا۔یہ نہانے اور کپڑے دھونے کی جگہ تھی۔اسی قسم کی نچلے متوسط طبقے کی بلڈنگوں میں باتھ روم کامن ہوتے ہیں جنہیں بمبئی کی زبان میں سنڈاس کہاجاتا ہے۔ ہرمنزل کے لمبے برآمدے کی ایک جانب آدمیوں اور دوسری جانب عورتوں کے باتھ روم یاسنڈاس بنے ہوتے ہیں۔کمروں کے اندر نہانے اور کپڑے دھونے اور رسوئی وغیرہ کے استعمال کے لیے دیوار کی اوٹ میں نلکا لگا ہوتا ہے۔

میں تھیلا تپائی پر رکھ کر لوہے کے پلنگ پر بیٹھ گیا۔دیواروں پر اسی زمانے کی فلمی ہیروئنوں اور ہیرو کی تصویریں کاٹ کر چسپاں کی ہوئی تھیں۔رام دلاری نے ساڑھی کا پلو اپنی کمر کے گرد باندھتے ہوئے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔

”اٹھو منہ ہاتھ دھولو۔تمہیں نئے کپڑے خرید کر دینے ہیں۔میرے ساتھ اسٹوڈیو پتلون پہن کر جایا کروگے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیوار کی اوٹ میں نل کے پاس بیٹھ کر میں نے منہ ہاتھ دھویا۔رام دلاری نے بھی منہ دھو کربالوں میں کنگھی کی۔نئی ساڑھی ٹرنک میں سے نکال کر پہنی۔ساڑھی پہننے سے پہلے اس نے

میری طرف دیکھ کر کہا۔

”بڑے بے شرم ہو۔منہ دوسری طرف کیوں نہیں کرتے؟“

میں نے منہ دوسری طرف کرلیا۔

اتنے میں اس کی فلم اسٹوڈیو کی ایکسٹرا گرل سہیلیاں آگئیں۔وہ رام دلاری سے اس کے ساتھ گزرے واقعات سننے کو بے تاب تھیں۔مگر رام دلاری نے ان سب کو یہی کہا کہ بس میں آگئی ہوں۔ڈاکو لے گیاتھا۔پولیس نے چھاپہ مارا اور مجھے برآمد کرلیا۔ایک سانولی سی دبلی پتلی لڑکی نے بسنتی رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی۔اس نے میری طرف اشارہ کرکے رام دلاری سے پوچھا۔

”یہ سائیڈ ہیرو کہاں سے اٹھالائی ہو؟“

میرا چہرہ شرم سے سرخ ہوگیا۔رام دلاری نے مسکرا کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اری! یہ ہیرو مجھے نہ ملتا تو آج میں یہاں نہ ہوتی۔بڑی بہادری دکھائی اس نے...“

ایک اور عورت کہنے لگی۔

”تیرے جانے سے کورس ڈانس میں ہمارا بھی جی نہیں لگتا تھا۔سیٹھ بھی تیرا پوچھا کرتا تھا۔“

”وہ گنجا مارواڑی۔“

”ہاں ہاں“

رام دلاری نے بالوں کے جوڑے میں ربن باندھتے ہوئے کہا۔

”بھگوان کرے اب دو تین فلموں کا کام مل جائے۔میرے پاس تو کچھ بھی نہیں رہا۔“

کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد رام دلاری کی ایکسٹرا گرل سہیلیاں اپنے اپنے فلیٹوں میں چلی گئیں۔یہاں سے ہم سرخ رنگ کی بس میں بیٹھ کر بمبئی کی اس علاقے کی ایک کپڑا مارکیٹ کے پاس اتر گئے۔یہاں ریڈی میڈ کپڑوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کی ایک دکان سے رام دلاری نے مجھے دو ٹھنڈی پتلونیں اور دو قمیصیں خرید کردیں۔ایک چپل بھی خرید کر دی۔

شام کو اس نے چولہے کے پاس بیٹھ کر آلو کی بھاجی بنائی۔چھوٹے چھوٹے پھلکے پکائے اور میرے ساتھ کھانا کھایا۔کہنے لگی۔

”ابھی تک میں نے یہاں کسی کو نہیں بتایا کہ تو مسلمان ہے۔سوچتی ہوں کیوں نہ میں تمہارا ایک ہندوانہ نام رکھ دوں۔بات یہ ہے کہ میں چاہتی ہوں کہ تم اب میرے پاس ہی رہو۔تم نے مجھ پر ایک ایسا احسان کیا ہے کہ میں جس کا بدلہ اتارنا چاہتی ہوں۔میں تمہیں پڑھاؤں گی‘ اگر نہیں بھی پڑھوگے تو تمہیں فلموں میں چھوٹا موٹا رول دلادیا کروں گی۔ہوسکتا ہے تم ہیرو بن جاؤ۔“

میں نے کہا۔”میں ہندو نہیں ہوں‘میں مسلمان ہوں۔“

رام دلاری نے میرے گال پر تھپکی دے کر کہا۔

”ارے پگلے میں کب کہتی ہوں کہ تو ہندو ہے‘ تو مسلمان ہے اور مسلمان ہی رہے گا۔میں تو اس لیے کہہ رہی ہوں کہ میرے ساتھ ایک مسلمان لڑکے کو رہتے دیکھ کر سب لوگ شک کریں گے تمہارا فرضی ہندوانہ نام رکھ دوں گی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تو کوئی شک نہیں کرے گا۔نام رکھنے سے تم ہندو تھوڑے ہوجاؤ گے۔دیکھتے نہیں فلم انڈسٹری میں کتنے ہی مسلمان ہیں جنہوں نے اپنے نام ہندوانہ رکھے ہوئے ہیں۔جے انت کو لے لو۔وہ پشاور کا مسلمان ہے مگر نام اس نے ہندوؤں والا رکھا ہوا ہے۔بولو تمہارا کیا نام رکھوں؟"

میں نے کہا۔"کمار رکھ دو۔یہ نام مجھے پسند ہے۔"

رام دلاری ہنسنے لگی۔

"واہ رے میرے ہیرو۔اچھا ٹھیک ہے آج سے میں تمہیں دوسروں کے سامنے راجکمار کہہ کربلایا کروں گی۔ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں ٹھیک ہے۔"

مجھے راجکمار نام پسند بھی تھا۔میں پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا جب میں نے امرتسر کے پرل ٹاکیز میں ایک فلم دیکھی تھی جس کانام تھا۔''آوارہ گرد راجکمار۔'' یہ فلم مجھے بڑی پسند آئی تھی۔اس میں ایک راجہ کابیٹا ہوتا ہے جو بھیس بدل کر رعایا کا حال چال معلوم کرنے شہر شہر آوارہ گردی کرتا پھرتا ہے۔رام دلاری رسوئی میں چیزیں سمیٹنے لگی۔میں اپنی نئی چپل کو میلے کپڑے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے رگڑ کر چمکانے کی کوشش کررہاتھا۔اس نے کہا۔

"کمار!"

میں سمجھا شاید وہ باہر کسی کو بلارہی ہے۔جب دوسری بار اس نے کمار کہہ کربلایا تو مجھے فوراً خیال آیا کہ میرا فرضی نام کمار ہے۔راج کمار... میں نے جلدی سے کہا۔

"کیاہے میڈم؟"

اس نے مجھے جھڑک کر کہا۔

"تم مجھے میڈم نہ کہا کرو۔دیدی کہا کرو۔اس لیے کہ تم مجھے اپنے چھوٹے بھائی کی طرح پیارے ہو۔جانتے ہو؟ میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔"

پھر میں نے دیکھا کہ رام دلاری کا چہرہ ایک دم اداس ہوگیا۔وہ دیوار کے ساتھ لگے آئینے میں اپنے ماتھے پر لگے ہوئے دھبے کورومال سے صاف کررہی تھی۔میری طرف پلٹ کر بولی۔

"تم مجھے دیدی کہوگے نا؟"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہاں دیدی۔“

اس نے میرے پاس آکر میرا ماتھا چوم لیا۔

”میرا راج کمار بھائی... چلو اب جلدی سے تیار ہوجاؤ۔رات ہو رہی ہے‘ ہمیں اسٹوڈیو چلنا ہے۔تمہیں پرمیلاجی سے ملاؤں گی۔“

میں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

”رنجیت اسٹوڈیو جانا ہے؟“

وہ ہنس پڑی۔

”ارے! تمہیں رنجیت اسٹوڈیو کانام بھی معلو م ہے؟ پگلے نہیں‘ ہم پرکاش اسٹوڈیو جائیں گے۔ان کی ایک فلم میں کام کررہی تھی کہ اس کمینے ٹھاکر نے مجھے اٹھالیا۔قمیص کے بٹن بند کرو۔“

بمبئی کے بازاروں میں رات کی روشنیاں جگمگانے لگی تھیں کہ ہم اپنی چالی سے نکل کر ایک بس میں سوار ہوگئے۔اس بس نے ہمیں بمبئی کے ایک مضافاتی علاقے اندھیری پہنچادیا۔پرکاش فلم اسٹوڈیو اندھیری کے علاقے میں ہی تھا۔ پرکاش فلم کمپنی کے نام سے یہاں سٹنٹ فلمیں بنتی تھیں اوران کی سٹنٹ فلمیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں امرتسر میں دیکھا کرتا تھا۔ان فلموں میں امجد خان کے والد صاحب جے انت کے فلمی نام سے ویلن کا کردار ادا کیا کرتے تھے۔ان کا اسلامی نام مجھے یاد نہیں رہا۔فلمی نام جے انت تھا۔پرکاش فلم کمپنی یا پرکاش مووی ٹون کی فلموں میں ہیرو اوماکانت نام کاایک ایکٹر ہوتاتھا‘ ہیروئن ایک کرسچین عورت ہوتی تھی جس کا فلمی نام پرمیلا تھا۔

رام دلاری نے مجھے اسٹوڈیو کے ایک بڑے فلور میں ایک کرسی پر بٹھادیااور خود ایکسٹرا گرلز کے سپلائر سے باتیں کرنے لگی۔فلور پر کسی سٹنٹ فلم کاسیٹ لگا ہوا تھا۔اداکار جے انت وہاں نہیں تھا۔ہیرو اوماکانت اور ہیروئن پرمیلا وہاں موجود تھی۔وہ صوفے پر بیٹھی میک اپ ٹھیک کررہی تھی۔میں اسے قریب سے دیکھنے کے شوق میں اٹھ کر صوفے کے پیچھے آگیا۔پرمیلا کا چہرہ میک اپ کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا۔وہ مجھے بڑی خوب صورت لگی۔تھوڑی دیر بعد شوٹنگ شروع ہوگئی۔میں بڑی دلچسپی اور حیرانی کے ساتھ پرمیلااور ہیرو کو اداکاری کرتے دیکھ رہا تھا۔رام دلاری بھی میرے قریب ہی لوہے کی کرسی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پر بیٹھی تھی۔وہ کوئی ہیروئن نہیں تھی کہ اس کو صوفے پر بٹھایا جاتا۔دوسری ایکسٹرا عورتیں بھی وہیں بیٹھی تھیں۔جب سین ختم ہوا تو رام دلاری کہنے لگی۔

”شوٹنگ تو ساری رات ہوتی رہے گی۔چلو اپنی باڑی پر چلتے ہیں۔“

باڑی سے مراد اپنا فلیٹ تھا۔

دوسرے دن ہندوؤں کی کسی دیوی کی پوجا کا تہوار تھا۔بمبئی شہر میں دیوی کے بت کے بڑے جلوس نکلے ہوئے تھے۔ایک جلوس ہمارے بازار سے بھی گزرا۔ دیوی کاایک کالا سیاہ بت‘ ٹرک پر رکھا ہواتھا۔اس کے گلے میں گیندے کے ہار پڑے تھے۔ہندو کھڑتالیں بجاتے دیوی کے بھجن گاتے ٹرک کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

شام کو رام دلاری نے مجھ سے کہا کہ میں دیوی درشن کے لیے مندر جارہی ہوں۔تم چلوگے؟ میں نے سوچا چل کردیکھتے ہیں کہ ہندو لوگ دیوی کی پوجا کیسے کرتے ہیں۔میں نے کہا۔”ہاں دیدی! میں بھی چلوں گا۔“

وہ ہنس کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”جانتے ہو جس مندر میں میں جارہی ہوں وہاں کسی مسلمان کوجانے کی اجازت نہیں ہے۔اگر کوئی مسلمان چلا جائے تو پجاری اسے وہیں قتل کردیتے ہیں۔ پچھلے سال ایک مسلمان غلطی سے مندر میں چلا گیا تھا۔پجاری کے آدمیوں نے اسے ترشول مار مار کر ہلاک کرکے اس کا خون دیوی کے چرنوں میں ڈالا تھا۔“

میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

”پولیس کو پتا نہیں چلا؟“

رام دلاری جو ہندو دھرم کے معاملے میں بڑی کشادہ دل تھی کہنے لگی۔

”ارے کون پوچھتا ہے‘ پولیس میں بھی تو زیادہ ہندو ہی ہیں۔“

پھر کچھ سوچ کر کہنے لگی۔

”نہیں‘ نہیں تم میرے ساتھ مت چلنا۔کسی کو پتہ چل گیا تو ہندو سینا والے تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مگر میں دیوی کے مندر میں ضرور جانا چاہتا تھااور دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر وہاں ایسی کون سی خاص شے ہے کہ وہاں مسلمان داخل نہیں ہوسکتا۔میں ضد کرنے لگا۔

”میں مسلمان بن کر تھوڑی جاؤں گا۔میں تو ہندو بن کر تمہارے ساتھ جاؤں گا۔تم نے خود ہی تو میرا نام راج کمار رکھا ہے اور فلم اسٹوڈیو میں بھی سب کو بتایا ہے کہ میں ہندو ہوں۔“

رام دلاری نے میری ضد اور بے حد اصرار کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔رام دلاری کے کہنے پر میں نے تنگ پاجامہ اور کھدّر کا کرتہ پہن لیا۔اس نے میرے ماتھے پر سیندور کا ٹیکا بھی لگادیااور بولی۔

”خبردار مندر میں کسی سے زیادہ بات نہ کرنا۔پجاری مہنت میرا واقف ہے۔ ہوسکتا ہے وہ مجھے دیکھ کر میرے پاس آجاے او ر تم سے بھی باتیں شروع کردے۔اپنا نام راج کمار ہی بتانا۔میں اسے کہوں گی‘ کہ تم میری موسی کی بیٹی کے لڑکے ہو اور اندور سے بمبئی کی سیر کرنے میرے ہاں آئے ہوئے ہو۔ اب اس کو دماغ میں بٹھالو۔اس سے زیادہ کوئی بات نہ کرنا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے خوش ہو کر کہا۔”تم بالکل فکرنہ کرو دیدیؑ تم نے جو کہا ہے ویسے ہی کروں گا۔“

میں بمبئی کے اس مندر کانام بھول گیا ہوں جس میں کوئی مسلمان داخل نہیں ہوسکتا تھا۔اگر کوئی بھولابھٹکا مندر میں آنکلتا تو اسے مہنت کے پجاری وہیں قتل کرڈالتے تھے۔یہ مندر بمبئی شہر کے ایک گنجان علاقے میں تھا۔کافی بڑامندر تھا۔سیڑھیاں چڑھ کر مندر کے دروازے تک جاناپڑتا تھا۔چونکہ وہ پوجا کا کوئی خاص تہوار تھا اس لیے مندر کے اندر اور باہر ہندوعورتیں‘ بچوں اور مردوں کاایک ہجوم موجود تھا۔مندر میں سنکھ اور ٹل بج رہے تھے۔مندر کے دروازے پر ایک سادھو لمبی جٹائیں چھوڑے ترشول زمین میں گاڑے آلتی پالتی مار کر بیٹھا تھا اور ہر آنے جانے والے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔رام دلاری نے مجھے بتادیا تھا کہ یہ سادھو صرف اس لیے وہاں بیٹھا ہے کہ اپنے تجربے اور مشاہدے سے یہ معلوم کرے کہ ہندو پجاریوں میں کوئی مسلمان تومندر میں داخل نہیں ہو رہا۔فضامیں لوبان کی تیز بو رچی ہوئی تھی۔کئی عورتوں کے ہاتھوں میں پیتل کی تھالیاں تھیں جن میں پوجا کی سامگری تھی۔دیوی کابت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک کوٹھڑی میں تھا جس کا دروازہ تنگ تھا۔دروازے کے باہر ایک پجاری بیٹھا لوگوں سے پیسے وصول کرتا جارہاتھا اورانہیں رتن جوکے دو پھول دے دیتاتھا۔یہ پھول لے کر ہندو عورتیں اور مرد کوٹھڑی میں داخل ہوجاتے اور دیوی کی پوجا کرکے دوسری طرف سے باہر نکل جاتے۔رام دلاری نے مجھے باہر ہی کھڑے رہنے کو کہااور خود دیوی کی پوجا کرنے کوٹھڑی میں چلی گئی۔

میں ایک آدھ منٹ وہاں کھڑا رہا پھر چل پھر کر مندر کامشاہدہ کرنے لگا۔ مندر کا دالان کافی بڑا تھا۔جگہ جگہ دیوی دیوتاؤں کے پتھر کے بت نصب تھے جن کے آگے سے ہندو مرد عورتیں ہاتھ جوڑ کر سرجھکا کر گزر جاتیں۔میرے ماتھے پر رام دلاری نے تلک لگادیاتھا۔میرا لباس بھی ہندوانہ تھا۔کسی کو ذراسا بھی شک نہیں پڑسکتاتھا کہ میں مسلمان ہوں۔پھر بھی یہ سوچ کر دل میں خوف کی ایک لہر دوڑ جاتی تھی کہ اگر کسی کوپتا چل گیا کہ میں مسلمان ہوں تو یہ ہندو مجھے قتل کردیں گے۔

پھرتے پھراتے میں دالان کے کونے کی طرف نکل گیا جہاں ایک گھنا درخت تھا۔اس درخت کی جٹائیں زمین کوچھو رہی تھیں۔میں ان جٹاؤں کو دیکھنے کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لیے درخت کے قریب آگیا۔درخت کاتنا بہت بڑا تھا۔تنے پر سیندور ملا ہوا تھا۔میں درخت کے پیچھے گیاتو مجھے ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے کوئی کسی کو تھپڑ مار رہا ہے۔ساتھ ہی کسی لڑکی کے رونے کی گھٹی گھٹی آواز آئی پھر کسی مرد کی آواز آئی۔اس نے لڑکی کو گالی دے کر چپ رہنے کو کہاتھا۔میں نے دائیں جانب دیکھا۔وہاں ایک پرانی کوٹھڑی تھی جس کی چھت پر گھاس پھوس پڑا تھا۔کوٹھڑی کا دروازہ بند تھا۔یہ آوازیں کوٹھڑی میں سے ہی آئی تھیں۔میں کوٹھڑی کی طرف جانے ہی لگا تھا کہ اندر سے دروازے کی کنڈی کھلنے کی آواز آئی۔میں جلدی سے درخت کی اوٹ میں ہوگیا۔دروازہ کھلا اور دو سادھوؤں ایسے گیروے کپڑوں والے آدمی کوٹھڑی میں سے نکلے۔انہوں نے دروازہ بند کرکے تالا لگایااور چلے گئے۔مجھے بڑا تجسس ہوا کہ یہ لوگ اندر کس لڑکی کو تھپڑ مار رہے تھے اور گالیاں دے رہے تھے۔میں نے آگے بڑھ کر بند دروازے کے ساتھ کان لگایا۔اندر سے کسی لڑکی کے آہستہ آہستہ رونے کی آواز آرہی تھی۔میں جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔میں بظاہر انجان بن کرادھر ادھر ٹہلنے لگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پھر ٹہلتے ٹہلتے کوٹھڑی کی پچھلی طرف آگیا۔یہاں کوٹھڑی کی ایک کھڑکی تھی جو بند تھی اور باہر کی جانب کھڑکی کی چوکھٹ میں لوہے کی سلاخیں لگی تھیں۔میں

کھڑکی کے پاس جاکر کان لگا کر سننے لگا۔اندر سے لڑکی کے رونے کی گھٹی گھٹی آواز برابر آرہی تھی۔میں نے سلاخوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑکی کے بند پٹ پر انگلی سے ٹھک ٹھک کی۔

لڑکی کے رونے کی آواز بند ہوگئی۔

میں نے ایک دفعہ پھر انگلی سے کھڑکی کے پٹ پر کھٹک کھٹک کی۔ساتھ ہی میں نے کھڑکی کی سلاخوں سے کان لگادیا۔کوٹھڑی میں سے لڑکی کے رونے کی آواز آنا بند ہوگئی تھی۔پھرایسی آواز آئی جیسے کوئی کھڑکی کھولنے کی کوشش کررہا ہو۔میں نے آہستہ سے پوچھا۔

”تم کون ہو؟“

کھڑکی کے پیچھے سے کسی لڑکی کی سہمی ہوئی آواز آئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میرا نام عائشہ ہے۔میں مسلمان ہوں۔خدا کے واسطے مجھے یہاں سے باہر نکالو۔“

میں نے کہا۔”کھڑکی کھولو۔“

اس نے کہا۔”کھڑکی پرتالا لگا ہے۔“

پھر لڑکی رونے لگی۔وہ میری نوجوانی کازمانہ تھا۔طبیعت میں جولانیاں تھیں۔کسی خطرے کوخاطر میں نہ لاتاتھا۔ویسے بھی میں ایڈونچر پسند تھااور رام دلاری کو ڈاکوؤں کے نرغے سے نکالنے کی بعد میں کچھ زیادہ ہی دلیر ہوگیاتھا۔اور یہاں سب سے اہم بات یہ تھی کہ ہندوؤں نے دیوی کے مندر میں ایک مسلمان لڑکی کو قید کررکھا تھا۔خداجانے وہ اسے کہاں سے اغوا کرکے لائے تھے اوراس کے ساتھ کیا کرنے والے تھے۔میں اس وقت اپنے آپ کو کسی فلمی ہیرو کی طرح سمجھ رہا تھا۔میں نے بغیر کچھ سوچے سمجھے فوراً کہا۔

”گھبراؤ نہیں۔میں رات کو آکر تمہیں یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔“

کوٹھڑی میں سے لڑکی نے روتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہ ہندو مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے میرے بابا کو خبر کردو۔وہ جھونپڑ پٹی میں رہتے ہیں۔قاسم بھائی ان کانام ہے۔تمہیں اللہ رسول کاواسطہ ہے میرے بابا کو بلاؤ۔مجھے یہاں سے نکالو۔“

لڑکی روئے جارہی تھی۔میں نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

”روؤ مت۔میں رات کو آؤں گا۔تمہیں یہاں سے نکال کر تمہارے بابا کے پاس پہنچادوں گا۔“

”کیا تم مسلمان ہو؟“ لڑکی نے پوچھا۔

”ہاں... میں رات کو آؤں گا۔“

لڑکی کے رونے کی آواز بند ہوگئی۔دالان کے برآمدے کی جانب سے ایک سادھو ہاتھ میں کرمنڈل لیے لمبی جٹاؤں والے درخت کی طرف آتا دکھائی دیا۔ میں فوراً کھڑکی سے ہٹ گیااور دوسری طرف سے ہو کر مندر کی بڑی دیوی والی کوٹھڑی کے باہر اسی جگہ آکر کھڑا ہوگیا جہاں رام دلاری مجھے چھوڑ کر گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

عورتیں اور مرد دیوی درشن کے لیے مندرمیں جارہے تھے اور دیوی کے درشن کرنے کے بعد کوٹھڑی سے باہر بھی نکل رہے تھے۔میری نگاہیں رام دلاری کو تلاش کررہی تھیں۔اچانک کسی نے پیچھے سے میری قمیص پکڑ کرمجھے پیچھے کھینچا۔میں نے گردن موڑ کر دیکھا۔

رام دلاری غصے سے بولی۔

”تم کہاں دفع ہوگئے تھے؟“

وہ مجھے بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوئی ایک طرف لے گئی۔

”تمہیں معلوم نہیں کہ تم کہاں آئے ہوئے ہو؟کہاں چلے گئے تھے؟“

میں نے کہا”دیدی میں مندر کی سیر کرنے لگا تھا۔“

”بڑا شوق ہے تمہیں سیر کا۔چلو واپس چلو۔“

ہم مندر سے نکل کر باہر فٹ پاتھ پر آئے تو رام دلاری نے ذراپیار کے ساتھ کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پگلے! دیوی کے مندر میں پجاری اس کھوج میں پھرتے رہتے ہیں کہ کہیں کوئی مسلمان تو اندر جاسوسی کرنے نہیں آگیا۔تم پرذرا کسی کوشک پڑجاتا تو تمہیں تومرناہی تھا‘ ساتھ میں‌میری جان بھی مصیبت میں پھنس جاتی۔“

اس وقت دوپہر گزر چکی تھی۔بمبئی کے آسمان پر بادل صبح سے چھائے ہوئے تھے۔ابھی تک بارش نہیں ہوئی تھی۔ہم بس میں بیٹھ کر فلیٹ میں واپس آگئے۔رام دلاری سبزی ترکاری بنانے میں لگ گئی۔میں اس کے سامنے چوکی پر‌بیٹھ گیا۔وہ بینگن تھالی میں‌کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔

”سوچتی ہوں میں نے یہاں سب کو یہ بتا کر کہ تم ہندو ہو اور میرے رشتے دار ہو غلطی کی۔کسی وقت بھانڈا پھوٹ گیاتو میں یونہی ماری جاؤں گی۔مگر خیر اب تم ہندو ہی بنے رہنا مگر اس مندر کی طرف کبھی نہ جانا۔وہ مسلمانوں کابوچڑخانہ ہے۔“

رام دلاری نے مجھے بتایا کہ چونکہ دیوی کے مندر میں‌مسلمانوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے اس لیے بمبئی کے مسلمانوں میں‌یہ بات مشہور ہے کہ اس مندر میں ہندوپجاری ہرسال کسی نہ کسی مسلمان کواغوا کرکے مندر میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لے جاتے ہیں اوراسے دیوی کے آگے قتل کرکے اس کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔

”پچھلے سال اسی بات پر یہاں ہندومسلم فساد بھی ہوگیا تھا کئی لوگ مارے گئے تھے۔“

اچانک مجھے اس مسلمان لڑکی کا خیال آگیا جس کو ہندوؤں نے اغوا کرکے مندر کی کوٹھڑی میں‌بند کررکھا تھا۔ضرور اسے بھی دیوی کی بھینٹ چڑھانے کے لیے ہندو پجاریوں‌نے اغوا کیاہوگا۔اب مجھے فکر لگ گئی کہ کہیں میرے مندر میں جانے سے پہلے پہلے پجاری اس لڑکی عائشہ کو قتل نہ کردیں لیکن سوال یہ تھا کہ کیامیں اس مسلمان لڑکی کومندر سے نکال سکوں گا؟ میرے دل نے کہا وہ مسلمان لڑکی نہ جانے کس غریب آدمی کے گھر کاچراغ ہے اور ہندو نہ جانے کیسے اسے اٹھا کرموت کے منہ میں لے گئے ہیں۔مجھے یاد آگیا کہ عائشہ نے کہا تھا کہ اس کاگھر جھونپڑپٹی میں ہے اور اس کے باپ کانام قاسم بھائی ہے۔میں‌نے سوچا کہ اگرمیں عائشہ کے باپ کوجاکرخبر کردوں تو ہوسکتا ہے وہ پولیس کو لے کر مندرمیں‌پہنچ جائے اور اپنی بیٹی کوبرآمد

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کرلے۔ پھر خیال آیا کہ عائشہ کا باپ ایک غریب آدمی ہوگا جو جھونپڑی میں رہتا ہوگا۔اس کی کون سنے گا اور بقول رام دلاری کے بمبئی کی پولیس میں ہندو زیادہ ہیں اور وہ لوگ مندر کے معاملے میں بالکل دخل نہیں دیتے۔اگر دخل دیتے بھی ہیں تو مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کی طرف داری کرتے ہیں۔

عائشہ کے بارے میں میں نے جان بُوجھ کر رام دلاری سے کوئی بات نہیں کی تھی۔اگرچہ وہ مجھ سے چھوٹے بھائیوں کی طرح پیار کرتی تھی مگر آخر وہ ایک ہندو عورت تھی اور یہ حقیقت اس زمانے او راسی عمر میں ہی میری آوارہ گردیوں اور ہندوؤں کے ماحول میں زیادہ وقت گزارنے سے مجھ پر واضح ہوگئی تھی کہ ہندو آخر ہندو ہی ہوتا ہے اور مسلمان کامعاملہ سامنے آجائے تو بہت زیادہ ہندو ہوجاتا ہے۔ کیونکہ وہ مسلمان کو اپنا دشمن سمجھتا ہے اور اسے پھلتا پھولتا اور خوش حال دیکھنا کبھی گوارا نہیں کرتا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ رات ذرا گہری ہوگئی تو میں مندر پہنچ جاؤں گا۔میں نے رام دلاری سے پوچھا کہ یہاں رات کو کتنی دیر تک لوکل بسیں چلتی ہیں۔اس نے کہا۔

”رات گیارہ بجے آخری بس یہاں سے گزرتی ہے۔کیوں‘ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟“

میں نے کہا۔”دیدی ! آج میرا فلم دیکھنے کو جی چاہ رہا ہے۔پہلاشو دیکھوں گا۔ نو بجے ختم ہوجائے گا۔بس مل جائے گی۔“

رام دلاری ہنس کربولی۔

”بمبئی آکر تم بگڑتے جارہے ہو۔اچھا‘ جاؤ فلم دیکھ آنا۔مگر کون سی فلم دیکھوگے؟“

”ایسا کرو منروا سینما میں سہراب مووی کی فلم پکار لگی ہے۔یہ سینما ہماری سیمنگٹن اسٹریٹ پر ہی ہے مگر زیادہ دیر نہ لگانا۔“

میں نے خوش ہو کر کہا۔

”نہیں دیدی! شوختم ہوتے ہی واپس آجاؤں گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ بات میرے ذہن میں تھی کہ جس کوٹھڑی میں ہندوؤں نے مسلمان لڑکی کو بند کر رکھا ہے اس پر تالا لگا ہے۔میں تالا نہیں توڑ سکتا تھا۔مجھے لوہے کی چھوٹی سلاخ کی ضرورت تھی جس کی مدد سے میں کنڈی اکھیڑ سکتا تھا۔میں نے کمرے کے کونوں کھدروں میں پڑی چیزوں کا جائزہ لیا۔وہاں مجھے کوئی ایسی چیز دکھائی نہ دی۔مجھے یاد آیا کہ باہر برآمدے کے کونے میں جس طرف سنڈاس تھا ادھر دیوار میں ایک کھتہ بنا ہوا تھا جہاں کچرا اور پرانی چیزیں پڑی رہتی تھیں۔میں کسی بہانے اٹھ کر وہاں گیا اور کھتے میں سلاخ تلاش کرنے لگا۔سلاخ تو نہ ملی لیکن لکڑی کا ایک فٹ لمبا ڈنڈ امل گیا۔میں نے اسے اٹھا کر دیکھا۔یہ روٹی بیلنے والا بیلنا تھا۔یہ میرے کام آسکتا تھا۔میں نے اسے صاف کر کے اپنی قمیص کے اندر چھپا لیا۔شام ہو رہی تھی۔رام دلاری نے مجھے پانچ روپے دیے اور میں بلڈنگ سے نکل کر بازار میں آگیا۔میرا پروگرام بھی یہی تھا کہ پہلے فلم دیکھوں گا 'فلم نو بجے ختم ہو جائے گی' اس کے بعد دیوی کے مندر کا رخ کروں گا اور وہاں صورت حال کا جائزہ لوں گا اور جیسے ہی موقع ملا مسلمان لڑکی کو وہاں سے نکال کر بھگا لے جانے کی کوشش کروں گا۔دل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں یہی دعا مانگ رہا تھا کہ وہ لڑکی وہاں پر موجود ہو۔کہیں ہندو اسے کسی دوسری جگہ نہ لے گئے ہوں یا انہوں نے اسے قتل کر کے دیوی کی بھینٹ نہ چڑھا دیا ہو۔

ہندوانہ تلک اسی طرح میرے ماتھے پر لگا ہوا تھا۔شکل وصورت اور لباس سے بھی میں بالکل ہندو لڑکا لگتا تھا۔لکڑی کا چھوٹا ڈنڈا یعنی بیلنا میں نے کرتے کے اندر چھپا کے رکھ لیا تھا۔جو

لوگ بمبئی رہ چکے ہیں انہیں ضرور علم ہو گا کہ سمنگٹن روڈ بمبئی سنٹرل کے ریلوے اسٹیشن کے سامنے سے گزرتی ہے اور اس سڑک پر جنوب کی طرف چلتے جائیں تو کچھ دور جا کر منروا ٹاکیز کا سینما ہاؤس آجاتا ہے۔یہ وہ زمانہ تھا کہ سہراب مووی کی فلم "پکار" اس سینما میں نئی نئی لگی تھی اور بڑا رش لے رہی تھی۔یہ سینما ہاؤس بھی منروا موودی ٹون والوں کا ہی تھا۔اس کی خوب صورت لابی کی چھت اور فرش پر جگہ جگہ شیشے لگے ہوئے تھے۔میں بس میں بیٹھ کر منروا ٹاکیز پہنچ گیا۔بڑ ارش تھا۔بہرحال میں بھی تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر سینما ہاؤس میں جا کر بیٹھ گیا۔فلم شروع ہوئی۔جب فلم ختم ہوئی۔اس وقت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رات کے نو بج رہے تھے۔میں جلدی جلدی سینما ہاؤس سے نکل کر بس اسٹاپ پر آگیا۔

یہاں سے میں نے ایک آدمی سے پوچھا کہ امبے دیوی یا شاید ممبے دیوی کے مندر کو کون سی بس جاتی ہے۔مجھے ٹھیک سے یاد نہیں رہا۔اس مندر کاان دونوں میں سے کوئی نام تھا۔اس شخص نے مجھے خاص نمبر کی بس بتائی۔دس پندرہ منٹ انتظار کرنے کے بعد اس نمبر کی بس آئی تومیں اس میں سوار ہو کر مندر کے چوک میں پہنچ گیا۔مندر کی روشنیاں سامنے نظر آرہی تھیں۔پوجا کے تہوار کی وجہ سے وہاں بڑی رونق تھی۔میرے ماتھے پر تلک لگاتھا۔بے دھڑک مندر کے گیٹ میں سے نکل کر دالان میں آگیا۔یہاں بھی خوب روشنی تھی۔دور کونے میں وہ جٹا دھاری گنجان درخت نظر آرہاتھا جس کے پیچھے کوٹھڑی میں مسلمان لڑکی قید تھی۔لکڑی کاڈنڈا میں نے کرتے کے اندر چھپایا ہواتھا۔سوچ رہاتھا لڑکی کوٹھڑی میں ہی ہو۔کہیں مندر کے پجاری اسے نکال کر کسی دوسری جگہ نہ لے گئے ہوں۔ایک دو منٹ دالان میں یونہی اِدھر اُدھر چکر لگاتا رہا۔پھر کوٹھڑی کے عقب میں آکرجائزہ لیا کہ یہاں سے فرار ہونے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کی کوئی جگہ بھی ہے یانہیں۔کوٹھڑی کے پیچھے مندر کی دیوار تھی جوزمین سے پندرہ بیس فٹ اونچی تھی۔نیچے ڈھلان تھی جو ایک ویران سی سڑک تک چلی گئی تھی۔یہاں جگہ جگہ کوڑا کرکٹ بکھرا ہوا تھا۔

میں درخت کے نیچے آکر ایک طرف بیٹھ گیا۔پوجا کی غرض سے آنے والے ہندو مرد عورتیں اسی طرف جارہے تھے۔یہاں دوسادھو میرے قریب سے ہو کر گزر گئے۔کسی نے میری طرف توجہ نہ کی۔یہاں زیادہ روشنی نہیں تھی۔ دالان میں جو بجلی کے بلب لگے تھے ان کی روشنی یہاں تک پہنچتے پہنچتے کافی مدہم ہوجاتی تھی۔میں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ کوٹھڑی کے پیچھے اندھیرا تھا۔میں خاموشی سے اٹھااور بظاہر بڑی بے نیازی سے ٹہلتا ٹہلتا کوٹھڑی کے عقب میں آگیا۔پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہتاتھا کہ مسلمان لڑکی کوٹھڑی میں موجود بھی ہے یانہیں... میں نے بند کھڑکی کی سلاخوں کے ساتھ کان لگایا۔ اندرخاموشی تھی۔میں نے آہستہ سے ٹھک ٹھک کیا۔اس کے چند لمحوں بعد اندر سے بھی کسی نے کھڑکی پرانگلی مار کر ٹھک ٹھک کیا۔میں نے آہستہ سے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"عائشہ تم ہو؟"

"ہاں..." کوٹھڑی کے اندر سے مسلمان لڑکی کی سہمی ہوئی آواز آئی۔ میں نے کھڑکی کے ساتھ منہ لگا کر کہا۔

"دروازے کے پاس آجاؤ۔"

یہ کہہ کر پیچھے ہٹ کر واپس درخت کے نیچے آگیا اور ادھر ادھر منڈلاتے ہوئے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ کوٹھڑی کے پیچھے جا کر نیچے سڑک کو بھی دیکھا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ دوسری طرف کچھ فاصلے پر جو اونچی عمارت تھی اس کی روشنی وہاں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ حالات بڑے سازگار تھے۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا فوراً کر گزرنا چاہیے تھا۔ ہندوؤں کے نرغے سے ایک غریب مسلمان لڑکی کو نکال لے جانے کے جذبے نے مجھے کچھ زیادہ دلیر بنادیا تھا۔ میں پیچھے کی طرف سے ہو کر کوٹھڑی کے دروازے پر آیا۔ اب ہچکچانے یا دیر کرنے کا مقام نہیں تھا۔ میں نے دروازے کے پاس آتے ہی کرتے کے نیچے سے لکڑی کا ڈنڈا نکالا۔ اسے کنڈے کی سنگلی میں پھنسا کر زور سے اپنی طرف کھینچا۔ دوسری بار زور لگانے سے سنگلی کا کنڈا اپنی جگہ سے اکھڑ گیا۔ لڑکی دروازے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے ساتھ ہی لگ کر کھڑی تھی۔ اس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور میری طرف لپکی۔ یہ ایک دبلی پتلی لڑکی تھی۔ میں نے اسے سرگوشی میں کہا۔ "نیچے بیٹھ جاؤ۔"

میں بھی نیچے بیٹھ گیا۔ وہ بھی بیٹھ گئی۔ پھر میں آہستہ آہستہ مندر کی عقبی دیوار کی طرف کھسکنے لگا۔ لڑکی کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ بھی زمین پر بیٹھے بیٹھے گھٹنوں کے بل میرے پیچھے آنے لگی۔ میں نے دیوار کے پاس جا کر اسے ہاتھ سے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔ خود اٹھ کر دیوار کی دوسری جانب جھانک کر دیکھا۔ دوسری طرف سڑک خالی تھی۔ میں نے نیچے ہو کر لڑکی سے کہا۔

"عائشہ! دس پندرہ فٹ کی دیوار ہے جلدی سے نیچے کود جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔ جلدی کرو۔"

مسلمان لڑکی عائشہ کی حالت یہ تھی کہ اس وقت میں اگر اسے کہتا کہ مقبرہ جہانگیر کے مینار سے کود جاؤ تو وہ وہاں سے بھی کود جاتی۔ وہ دیوار کے اوپر چڑھ گئی۔ پھر دیوار پر چت لیٹے لیٹے اپنی ٹانگوں کو گھما کر نیچے سڑک کی جانب کیا اور ہاتھ دیوار کی منڈیر میں پھنسا کر نیچے کود گئی۔ میں بھی ایک سیکنڈ ضائع

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیے بغیر دیوار پر سے دوسری طرف کود گیا۔لڑکی دیوار سے کودنے کے بعد ڈھلان پر لڑھکتی ہوئی سڑک پرجا کر رکی تھی۔میں بھی کودنے کے بعد ڈھلان پراپنا توازن برقرار نہ رکھ سکااور لڑھکتا ہوا سڑک تک چلا گیا۔سڑک پر پہنچتے ہی میں نے عائشہ کا ہاتھ پکڑااور کہا۔

”بھاگو۔“

میں خود بھی سڑک پر ایک طرف بھاگ رہا تھا اور عائشہ کاہاتھ پکڑے اسے بھی ساتھ ساتھ بھگا رہا تھا۔اس علاقے سے میں بالکل واقف نہیں تھا جو سڑک سامنے آتی اسی پر ایک جانب

اندھیر ے میں ہو کر ہم بھاگنا شروع کردیتے۔آگے کوئی مارکیٹ آگئی۔ وہاں روشنیاں ہو رہی تھیں اور کچھ بند گاڑیاں اور ایک ٹرک بھی کھڑا تھا۔میں نے عائشہ کو ایک درخت کے پیچھے اپنے ساتھ بٹھالیا۔ہمارے سانس پھولے ہوئے تھے۔میں نے عائشہ کو دیکھا وہ سانولے رنگ کی غریبانہ سی شکل والی دبلی پتلی لڑکی تھی۔عمر سولہ سترہ سال سے زیادہ نہیں تھی۔میں نے سانس لیتے ہوئے اس سے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تمہاری جھونپڑ پٹی کدھر ہے؟ تمہیں اس کاراستہ آتا ہے؟“

عائشہ نے دونوں جانب اور پھر سامنے کی عمارتوں کو دیکھااور نفی میں سرہلاتے ہوئے کہا۔

”یہاں سے مجھے گھر کاراستہ معلوم نہیں ہے۔“

میری نگاہیں چاروں طرف کابغور جائزہ لے رہی تھیں۔

یہ دیوی کے مندر کے آس پاس کا علاقہ تھااور وہاں ہمارا زیادہ دیر ٹھہرنا کسی حالت میں بھی ٹھیک نہیں تھا۔ذرا سانس ٹھیک ہواتو میں نے عائشہ سے کہا۔

”آجاؤ‘ کسی دوسری سڑک پر چل کر معلوم کرتے ہیں۔“

ہم اٹھ کر سڑک کے کنارے تیز تیز چلنے لگے۔آگے ایک چوک آگیا۔یہاں چوک میں کسی آدمی کابت لگا ہوا تھا۔عائشہ نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

”یہ پارسی کابت ہے۔یہاں سے مجھے راستہ آتا ہے۔“

مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ جھونپڑ پٹی کو بس کون سے نمبر کی جاتی ہے یا ٹرام کا روٹ کون سا ہے۔ہم مندر سے کافی دور نکل آئے تھے۔اب مجھے ہندوؤں کی پروا نہیں تھی۔یہاں سے میں نے ایک دو آدمیوں سے معلوم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیا۔پہلے ایک ٹرام پکڑی۔پھر ایک بس میں بیٹھ کر سفر کیااور آخر بمبئی شہر کے اس علاقے میں پہنچ گئے جہاں ایک بہت بڑے پل کے پاس ایک میدان میں جھونپڑیوں کی بستی آباد تھی۔یہاں اندھیرا بھی تھااور کہیں جھونپڑیوں میں روشنی بھی ہو رہی تھی۔عائشہ میرے آگے آگے تیز تیز چل رہی تھی۔ہم جھونپڑیوں کے درمیان سے گزر رہے تھے۔یہ بڑی گندی جگہ تھی۔جھونپڑیوں کے درمیان گندے پانی کی نالی تھی۔عائشہ ایک جھونپڑی میں بے اختیار گھس گئی۔تھوڑی دیر میں اندر سے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ دوسری جھونپڑیوں میں سے عورتیں باہر نکل آئیں' ایک ادھیڑ عمر کا چھوٹی چھوٹی سفید داڑھی والا آدمی جھونپڑی سے نکل کرمیرے پاس آیا۔اس کے سر پر مسلمانوں والی سفید کروشیے کی ٹوپی تھی۔اس نے آتے ہی مجھے گلے سے لگالیااور جھونپڑی میں لے گیا۔

جھونپڑی میں لالٹین جل رہی تھی۔ایک جھلنگا سی چارپائی پر عائشہ اپنی ماں کے گلے میں بانہیں ڈالے بیٹھی رو رہی تھی۔ادھیڑ عمر آدمی عائشہ کا باپ قاسم بھائی تھا اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بیٹا! ہم تمہارا احسان ساری زندگی نہیں بھلاسکیں گے۔اگر تم نہ ہوتے تو ہم اپنی بیٹی کو شاید زندگی بھر دوبارہ نہ دیکھ سکتے۔“

عائشہ کے باپ کی باتوں سے مجھے معلوم ہوا کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کی بیٹی کو ہندو اٹھا کرا مبے دیوی کے مندر میں لے گئے ہیں۔جب میں نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے پولیس کو رپورٹ کیوں نہیں کی تو قاسم بھائی نے سرد آہ بھر کر کہا۔

”بیٹا ! پولیس بھی تو ہندوؤں کی ہے۔مسلمان تو بس گنتی کے ہیں۔اگر میں پولیس کورپورٹ بھی کرتاتو میری کون سنتا؟ مندر کے بڑے پجاری نے مجھے ایک آدمی کے ذریعے پیغام بھی بھجوادیاتھا کہ اگر پولیس کو ا طلاع کی تو تمہاری لڑکی کی لاش جھونپڑ پٹی میں پہنچادی جائے گی۔“

میں نے قاسم بھائی سے کہا۔

”اب آپ کیا کریں گے۔مندر کے بڑے پجاری کوپتا چل گیا کہ مسلمان لڑکی فرار ہوگئی ہے تووہ سیدھے یہاں آجائیں گے۔اس کے متعلق آپ نے کیا سوچا ہے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

قاسم بھائی فکرمند ہو کر بولا۔

”میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔مندر کا بڑا پجاری اپنے آدمی یہاں ضرور بھیجے گا۔ہم غریب مسلمان ہیں محنت مزدوری کرکے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔مندر کے پجاری کو بڑے بڑے ہندو سیٹھوں کی اور پولیس افسروں کی حمایت حاصل ہے۔“

میں نے اس سے پوچھا۔

”آخر ہندو‘ مسلمان لڑکیوں کو اغوا کرکے مندر میں کس لیے لے جاتے ہیں۔

میں نے سنا ہے کہ پہلے بھی دو مسلمان لڑکیوں کو یہ لوگ اٹھا کر لے گئے تھے اور پھر ان کا کچھ پتا نہیں چل سکا۔“

قاسم بھائی ٹھنڈا سانس بھر کر بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہ ہندو پجاری مسلمان لڑکیوں کو اغوا کرکے جنوبی ہندوستان کے مندروں میں فروخت کردیتے ہیں جہاں پجاری انہیں دیوداسیاں بنا کر مندروں میں بند کردیتے ہیں۔خدا ان کافروں کو غارت کرے۔“

پھر وہ اپنی بیوی اور عائشہ کی ماں کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

”راتوں رات یہاں سے نکل چلو۔باندرہ میں عائشہ کی ماسی کے پاس چلے جاتے ہیں۔“

عائشہ کی ماں دوپٹے سے آنسو پونچھتی ہوئی بولی۔

”وہ لوگ تو کل ہی آگرہ چلے گئے ہیں۔“

قاسم بھائی کا سر لٹک سا گیا۔مایوسی کے ساتھ کہنے لگا۔

”ٹھیک ہے‘ یہاں بیٹھے رہتے ہیں جو ہوگا سہہ لیں گے۔“

اچانک میرے اندر ایک ہلکا سا دھماکا ہوا۔میں نے قاسم بھائی سے کہا۔

”عائشہ میری بہن ہے۔میں عائشہ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔“

قاسم بھائی‘ عائشہ اور اس کی ماں میری طرف منہ اٹھا کر تکنے لگے۔

قاسم بھائی کہنے لگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بیٹا ! تم خود بمبئی میں پردیسی ہو۔عائشہ بیٹی کو کہاں چھپاتے پھروگے؟“

میں نے کہا۔”آپ لوگ بھی تو عائشہ کو لے کر یہاں نہیں رہ سکیں گے۔امبے مندر کے پجاری کے غنڈے عائشہ کی تلاش میں یہاں ضرور آئیں گے اور اسے دوبارہ اٹھا کر لے جائیں گے۔“

عائشہ اوراس کی ماں رونے لگیں۔عائشہ کی ماں نے کہا۔

”ہم یہ جھونپڑی چھوڑ کر کہاں جائیں گے ہمارا اس کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔“

قاسم بھائی انتہائی پریشانی کے عالم میں سر جھکائے بیٹھا تھا پھر اس نے سراٹھا کر میری طرف دیکھااور بولا۔

”پولیس اگر غریب مسلمانوں کو نہیں پوچھتی تو کیا ہوا میں بیٹی کو صبح کی نماز کے وقت بڑی مسجد کے امام صاحب کے پاس لے جاؤں گا اورسارا ماجرا بیان کردوں گا۔وہ ضرور اس معاملے میں ہماری مدد کریں گے۔“

مجھے قاسم بھائی کی یہ تجویز اچھی لگی۔میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”آپ ابھی امام صاحب کے پاس عائشہ کو لے کر کیوں نہیں چلے جاتے؟ مجھے خطرہ ہے کہ جونہی مندر کے بڑے پجاری کو عائشہ کے فرار کا علم ہوا وہ اپنے غنڈے بھیج کر اسے پھر اغوا کرنے کی کوشش کرے گا۔“

قاسم بھائی نے جوش میں آتے ہوئے کہا۔

”اجی ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ٹھیک ہے ان ہندوؤں کی پولیس میں بڑی پہنچ ہے مگرہم نے بھی چوڑیاں نہیں پہنی ہوئیں ایک ایک کو ایسا مزا چکھاؤں گا کہ پھر کبھی جھونپڑپٹی کا رخ نہیں کریں گے۔بیٹی کامعاملہ ہے‘ اسے میں فجر کی نماز پڑھنے جاؤں گا تو ساتھ لیتا جاؤں گااور امام صاحب کے حوالے کر آؤں گا۔“

میں کچھ مطمئن ہوگیا۔آخر جھونپڑپٹی میں اتنے مسلمان رہتے ہیں۔وہ اتنی آسانی سے ہندو غنڈوں کو من مانی کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔میں واپس چلنے کے لیے اٹھا تو قاسم بھائی نے میرا شکریہ ادا کیااور مجھے چھوڑنے جھونپڑوں کی اس بستی کے کنارے تک آیا۔میں نے خدا حافظ کہا تو عائشہ کے باپ نے میرے ماتھے کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بیٹا یہ تلک مٹادو۔اب تمہیں ہندو کاروپ دھارنے کی کیاضرورت ہے۔“

میں نے مسکرا کر کہا۔

”چچا! ابھی اس کی ضرورت ہے۔“

اور میں جھونپڑ پٹی کی مفلوک الحال آبادی سے نکل کر سڑک پر آگیا۔رات زیادہ گہری نہیں ہوئی تھی۔مجھے ایک بس مل گئی۔لوکل بس نے مجھے ٹرام کے جنکشن تک پہنچایا وہاں سے دوسری بس لے کر میں سیمنگٹن روڈ والے بس اسٹاپ پر اتر گیا۔

اپنی چالی یعنی فلیٹ میں آیا تو رام دلاری مجھے ڈانٹنے لگی۔

”کہاں چلے گئے تھے تم؟ چھ بجے کاشو نو بجے ختم ہوجاتا ہے اور اب گیارہ بجنے والے ہیں۔“

میں نے کہا۔”دیدی! بڑا رش تھا۔کوئی خالی بس نہیں ملی۔آدھا راستہ پیدل چل کر آناپڑا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے دیکھا کہ رام دلاری بڑی بنی سنوری ہوئی تھی۔اس نے نئی ساڑھی پہن رکھی تھی۔سرخی پوڈر بھی خوب لگایا ہوا تھا۔عطر کی خوشبو بھی آرہی تھی۔وہ دیوار میں لگے آئینے کے سامنے کھڑی بال سنوار رہی تھی۔میں نے پوچھا۔

”دیدی! آج شوٹنگ ہے کیا؟“

”ہاں...“ اس نے بے دلی سے جواب دیا۔

میں نے پرشوق لہجے میں کہا۔

”دیدی! کیا مجھے شوٹنگ پرنہ لے جاؤگی؟“

رام دلاری نے گردن موڑ کرمیری طرف دیکھااور مجھے اس کے چہرے پرخوشی کے تاثرات دکھائی نہیں دے رہے تھے۔کہنے لگی۔

”تم کیوں چلوگے میرے ساتھ؟ کیا تم یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ میں گندی نالی میں کیسے زندگی بسر کررہی ہوں؟ جاؤ پلنگ پرپڑ کر سوجاؤ۔“

میں اسی طرح کونے والے پلنگ پر لیٹ گیا۔ساتھ والی چالی سے گراموفون پربجنے والے ایک فلمی گانے کے ریکارڈ کی آواز آرہی تھی۔اتنے میں دروازے پر کسی نے دستک دی۔رام دلاری نے بلند آواز سے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کون ہو؟"

"میں ہوں راموـ"

"آجاؤـ"

میں نے پلنگ پر لیٹے لیٹے ایک چھوٹے قد کے کالے آدمی کو اندر آتے دیکھا۔ اس نے گلے میں لال رومال باندھ رکھا تھا۔وہ بیڑی پی رہا تھا۔آتے ہی بولا۔

"بائی! سیٹھ کی موٹر آگئی ہے۔باہر ناکے پر کھڑی ہے۔"

رام دلاری نے سیٹھ کو گالی دے کر کہا۔

"چلو چلوـ"

میری طرف دیکھ کر کہا۔

"میں باہر سے تالا لگا کرجارہی ہوں۔دو تین گھنٹے مجھے لگ جائیں گے۔رسوئی میں پھلکے بھاجی رکھی ہوئی ہے۔"

وہ باہر سے دروازے کو تالا لگا کر چلی گئی۔

میرا ذہن عائشہ کے متعلق سوچنے لگا۔مندر کے پجاریوں کو اب تک معلوم ہوچکا ہوگا کہ عائشہ کو کوئی شخص کوٹھڑی سے نکال کر لے گیا ہے۔ہوسکتا ہے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مندر کے بڑے پجاری نے اپنے آدمی عائشہ کو دوبارہ اغوا کرانے کے لیے اس کی جھونپڑی کی طرف بھیج دیئے ہوں۔اس سارے علاقے میں ہندوؤں کی اکثریت تھی۔ایک طرح سے وہ ہندوؤں کا ہی علاقہ تھا۔دیوی امبے کامندر بہت اہم مندر تھااوراس کے بڑے پجاری مہنت کا پولیس میں زبردست اثرورسوخ تھا۔اس کا ثبوت یہ تھا کہ بقول رام دلاری اس کے اشارے پرمندر میں داخل ہونے والے مسلمان کو قتل کردیا جاتاتھا اور پولیس خاموش تماشائی بنی رہتی تھی۔مجھے بے چینی سی لگ گئی۔میں پلنگ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے مندر کے غنڈے جھونپڑپٹی میں پہنچ کر عائشہ کو دوبارہ اغوا کرکے لے گئے ہیں اوراب انہوں نے اسے نہ جانے کہاں بند کیا ہوگا؟ یہ تو مندر کے بڑے مہنت کاکاروبار تھا۔بقول رام دلاری کے غریب اور بے سہارا مسلمان لڑکیوں کو اپنے آدمیوں کے ذریعے اغوا کراکے مندر میں لاتاتھا اور وہاں سے انہیں جنوبی یا وسطی ہند کے مندروں میں اپنے ایجنٹ کے ہاتھوں بجھوادیتاتھا جہاں انہیں دیوداسی بنا کرمندر کی چار دیواری کے اندر ایک طرح سے قید میں ڈال دیا جاتاتھا۔ان میں ہندو دیوداسیاں بھی ہوتی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھیں۔یہ وہ لڑکیاں ہوتی تھیں جنہیں بعض غریب ہندو ماں باپ اپنی کوئی منت پوری ہوجانے کے بعد بیٹی کو مندر کے دیوتا کے ساتھ بیاہ دیتے تھے۔ پتھر کے دیوتا کی جگہ مندر کا پجاری دلہابن کر آجاتا تھااور مندر کی بھینٹ چڑھائی گئی ہندو لڑکی کو اپنی دیوداسی بنا کر رکھ لیتا تھا۔ایسی کئی دیوداسیوں کو میں نے بیجواڑہ، مجوراور رامیشورم کے مندروں میں پوجا تہواروں پر رقص کرتے دیکھا تھا۔ایسے تہواروں کے موقع پر ان دیوداسیوں کو کوئی نشہ پلادیا جاتا ہے اور وہ بڑے جوش کے ساتھ ہنومان اور شیودیوتاکے بتوں کے سامنے رقص کرتی ہیں اور ہندو پجاری ان سے بڑے متاثر ہوتے ہیں۔ان دیوداسیوں کی کوئی عزت آبرو نہیں ہوتی۔وہ مند رکے بڑے پجاری کی ملکیت ہوتی ہیں او روہ اپنا سماجی اثورسوخ بڑھانے کے واسطے ان دیوداسیوں کی مدد بھی حاصل کرتا رہتا ہے۔

عائشہ ایک بے کس وغریب مسلمان لڑکی تھی۔ہندو غنڈے اگر جھونپڑ پٹی میں چاقوچھریاں لہراتے پولیس کی شہ پر داخل ہوئے ہوں گے تو قاسم بھائی اوردوسرے غریب مسلمان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے ہوں گے۔وہ عائشہ کو اٹھا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کر لے گئے ہوں گے۔مجھے عائشہ کی چیخیں، اس کے رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔میں پلنگ سے نیچے اتر کر دروازے تک گیا۔دروازہ بند تھا۔اسے باہر سے تالا لگا ہوا تھا۔میرے اند رایک ایسا طوفان بیدار ہو گیا تھا کہ جو مجھے ابھی اسی وقت عائشہ کی جھونپڑی میں لے جانا چاہتا تھا مگر دروازے پر باہر سے تالا پڑا تھا۔چالی کی کوئی کھڑکی بھی نہیں تھی۔دروازے کے اوپر صرف ایک روشن دان تھا جس پر لوہے کا جنگلا چڑھا ہوا تھا۔وہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔میں بے بس سا ہو کر پلنگ پر بیٹھ گیااور یہ سوچ کر دل کو تسلیاں دینے لگا کہ ایسا بھی کوئی اندھیر نہیں مچا ہوا کہ ہندو غنڈے بے دھڑک جھونپڑپٹی میں آکر ایک لڑکی کو اٹھا کر لے جائیں۔آخر بستی کے دوسرے مسلمان ضرور میدان میں نکل آئے ہوں گے۔

مجھے بھوک محسوس ہوئی۔چولہے کے پاس پیتل کی تھالی میں رام دلاری میرے لیے رومال میں تھوڑی سی بھاجی اور تین پھلکے لپیٹ کررکھ گئی تھی۔ وہیں چوکی پر بیٹھ کرمیں نے تین پھلکے کھالیے، پانی پیااور پلنگ پر لیٹتے ہی مجھے نیند آگئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کمرے میں آہٹ کی آواز نے مجھے جگادیا۔رام دلاری آگئی تھی اور دروازے کو بند کرکے کنڈی لگا رہی تھی۔رات کو وہ پلنگ پر سوتی تھی اور میں نیچے کرسیوں کے پاس دری پر سوتا تھا۔اس نے ساڑھی بدلتے ہوئے مجھے جگانے کے لیے آواز دی۔

"راج کمار اٹھو۔مجھے نیند آرہی ہے۔"

میں جلدی سے اٹھا اور نیچے دری پر پڑ گیا۔

"تم نے کھانا کھالیا تھا؟"

"ہاں دیدی!" میں نے نیند بھری آواز میں کہا۔

رام دلاری نے کپڑے بدلے اور بتی بجھا کر پلنگ پر لیٹ گئی میں نے پوچھا۔

"دیدی! ٹائم کیا ہوا ہے؟"

رام دلاری نے آہستہ سے کہا۔

"دو بج چکے ہیں۔سوجاؤ۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرا ذہن عائشہ کے بارے میں سوچنے لگا۔اس لڑکی کو میں نے بہن کہا تھا اور یقین کریں مجھے اس سے بہن کی طرح پیار ہو گیا تھا۔اس کے بارے میں سوچتے سوچتے میں ایک بار پھر نیند کی وادی میں گم ہو گیا۔

صبح آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ رام دلاری پلنگ پر گہری نیند سو رہی تھی۔ روشن دان سے دن کی روشنی اندر آرہی تھی۔میں رام دلاری کے جاگنے سے پہلے وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔میں نے کھرے میں بالٹی کے پاس بیٹھ کر منہ ہاتھ دھویا۔ماتھے پر ہندوانہ تلک کا جو سرخ نشان لگا تھا اسے رومال سے رگڑ رگڑ کر صاف کیا۔اس کی ابھی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میں دیوی کے مندر میں نہیں بلکہ جھونپڑپٹی میں عائشہ کے بارے میں معلوم کرنے جارہا تھا کہ کہیں مندر کے لوگ اسے دوبارہ اغوا کرکے تو نہیں لے گئے۔میں نے آہستہ سے کنڈی کھولی اور کمرے سے باہر نکل آیا۔دروازے کو دوبارہ آہستہ سے بند کردیا۔دن کافی نکل آیا تھا۔بلڈنگ کے لوگ جاگ چکے تھے۔میں سیڑھیاں اتر کر بلڈنگ کے احاطے میں سے گزرتا' گلی میں سے ہوتا ہوا سڑک پر آگیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جھونپڑپٹی کے لیے میں نے سیمنگٹن روڈ کے ناکے سے ایک بس پکڑی۔پارسی کے بت کے اسٹاپ پر اتر گیا۔وہاں سے ٹرام کار میں سوار ہو کر بڑے گندے نالے کے پل کے قریب اتر گیا۔گندے نالے کے پل کی دوسری جانب جھونپڑیوں کی بستی دور تک پھیلی ہوئی تھی۔میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ جھونپڑپٹی کی گندی شور مچاتی گلیوں میں سے گزرتا عائشہ کی جھونپڑی کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ جھونپڑی خالی پڑی ہے۔وہاں نہ عائشہ تھی ' نہ اس کی ماں اور نہ باپ تھا۔میں پریشان سا ہو کر وہیں کھڑا رہا۔اتنے میں ایک بوڑھا آدمی ایک جھونپڑی سے نکل کر میری طرف آیا۔وہ مسلمان تھا۔اس کے گلے میں زرد رومال تھااور سر پر سفید کروشیے کی ٹوپی تھی۔میں نے اسے سلام کیا تو اس نے پوچھا۔

"تم قاسم بھائی کی تلاش میں آئے ہو؟"

میں نے کہا۔"جی ہاں... وہ کہاں ہیں؟"

"میرے ساتھ آؤ۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ تین جھونپڑیاں چھوڑ کر اپنی جھونپڑ میں لے گیا۔مجھے چارپائی پر بیٹھنے کے لیے کہااور پھر خود ایک موڑھا گھسیٹ کر میرے سامنے بیٹھ گیا اور بولا۔

"بیٹا! تم نے قاسم بھائی کی بچی کو کافروں کے چنگل سے نکال کر جو نیک کام کیا تھا اس کا اجر تمہیں خدا دے گا۔قاسم بھائی نے تمہارے بارے میں مجھے سب کچھ بتادیا تھا۔"

میں نے بڑے میاں کی بات کاٹتے ہوئے بے تابی سے پوچھا۔

"اب وہ لوگ کہاں ہیں؟"

بڑے میا ں نے کہا۔

"پولیس ان تینوں کو پکڑ کر تھانے لے گئی تھی۔"

"کس جرم میں؟" میں نے پوچھا۔

بڑے میاں نے کہا۔

"قاسم بھائی کا جرم یہ تھا کہ وہ بمبئی کی جھونپڑپٹی میں رہنے والا غریب اور بے سہارا مسلمان ہے۔پولیس انگریز کی ہے اور انگریز ہندو کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے دشمنی کا سلوک کرتا ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے بڑے میاں سے پوچھا کہ پولیس نے انہیں ساتھ لے جانے کی کوئی وجہ بھی تو بتائی ہوگی۔بڑے میاں نے چہرہ میری طرف اٹھا کر کہا۔

"بیٹا! وجہ کوئی نہیں تھی۔صرف بہانہ تھا کہ امبے دیوی کے مندر کی قیمتی مورتی چوری ہوگئی ہے اور مخبروں نے اطلاع دی ہے کہ یہ مورتی قاسم بھائی کی جھونپڑی میں چھپائی گئی ہے۔پولیس آئی' جھونپڑی کی تلاشی لی۔مورتی نہ ملی تو ان تینوں کو پکڑ کر تھانے لے گئی۔"

"آپ لوگوں نے کچھ نہیں کیا؟"

"کیا کرتے؟" بڑے میاں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم پنجاب سے آئے ہو۔تمہیں کیا پتا یہاں کے صوبے میں مسلمان کتنی غربت اور بے کسی کی حالت میں زندگی بسر کررہے ہیں۔احمد آباد' بروڈہ اور بمبئی کے سارے کارخانوں کے مالک ہندو سیٹھ ہیں مسلمان صرف ریڑھی بان ہیں۔سرکار انگریزکی ہے اور انگریزوں نے ہندو قوم کے آدمیوں کو بڑے بڑے افسر لگایا ہوا ہے۔اور یہ جو امبے دیوی کامندر ہے اس کامہنت تو بے حد اثرورسوخ والاہے۔قاسم کی بیٹی کو اسی کے اشارے پر اغوا کیا گیا تھا۔جب

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تم اسے نکال کر لے آئے تو مندر کے مہنت نے اپنے خاص پجاری کو پولیس کے ساتھ بھیج کر جھونپڑی پرچھاپہ ڈلوادیا۔مقصد قاسم بھائی کی بیٹی کو دوبارہ اغوا کراناتھا۔بستی کے مسلمانوں نے آج جلوس نکالنے کا فیصلہ کیا ہے مگر مجھے معلوم ہے اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔"

میں نے کہا۔"آپ لوگوں نے تھانے جاکر معلوم نہیں کیا کہ قاسم بھائی اس کی بیوی اور بیٹی کس حالت میں ہیں؟ کوئی وکیل ہی کرلیں۔"

بڑے میاں نے نفی میں گردن ہلائی اور کہا۔

"اس کابھی کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔یہ بات مجھے میرے ستر سال کے تجربے نے بتائی ہے۔"

میں نے پوچھا۔"وہ تھانہ کہاں ہے جہاں پولیس ان لوگوں کو لے گئی ہے؟"

بڑے میاں نے تھانے کانام بتایا۔ساتھ ہی کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”برخوردار تم ناسمجھ ہو۔میں تمہیں نصیحت کروں گا تھانے مت جانا۔پولیس مورتی کی چوری کے جھوٹے کیس میں تمہیں بھی پکڑ لے گی۔“

میں نے کہا۔”آخر ان کا کچھ تو پتا چلنا چاہیے کہ وہ کہاں ہیں۔کس حال میں ہیں؟“

بڑے میاں نے ایک لمحے کے لیے مجھے گھور کر دیکھا اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”آخر تمہیں قاسم بھائی سے اتنی ہمدردی کیوں ہے۔ان کی خاطر تم اپنی جان بار بار مصیبت میں کیوں ڈال رہے ہو؟ پجاری کو معلوم ہو گیا کہ تم نے عائشہ کو مندر سے فرار کرایا ہے تو تمہاری خیر نہیں ہے۔“

میں نے جذباتی ہو کر کہا۔

”میں نے عائشہ کو اپنی بہن کہا ہے۔اب وہ میری بہن ہے۔میں ہندو غنڈوں سے اس کی عزت بچانے کے لیے اپنی جان کی بازی بھی لگادوں گا۔“

بڑے میاں آنکھیں پوری کھولے مجھے تک رہے تھے۔چارپائی سے اٹھتے ہوئے بولے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تمہاری مرضی میاں... جو جی میں آئے کرو۔“

یہ کہہ کر وہ جھونپڑی سے باہر نکل گئے۔میں بھی وہاں سے اٹھا اور بستی کی گندی گلیوں سے نکل کر سڑک پر آگیا۔بڑے میاں کی نصیحت میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔انہوں نے ٹھیک کہا تھا۔اگر میں تھانے گیا تو پولیس مجھے بھی پکڑ سکتی تھی اور اگر کسی طرح انہیں یہ پتا چل گیا کہ یہ میں ہی ہوں جو عائشہ کو مندر کی کوٹھڑی کا تالا توڑ کر نکال لے گیا تھا تو حالات خطرناک صورت اختیار کر سکتے تھے لیکن میں عائشہ اور اس کے ماں باپ کو مصیبت کے وقت اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔عائشہ سے واقعی مجھے اپنی بہنوں کی طرح پیار ہو گیا تھا۔سڑک کے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ مجھے عائشہ اور اس کے ماں باپ کے حالات معلوم کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔اتنے بڑے بمبئی شہر میں میں ایک پردیسی تھا' سوائے رام دلاری کے میرا وہاں کوئی ہمدرد اور دوست نہیں تھا۔رام دلاری سے میں مشورہ یا مدد نہیں لے سکتا تھا کیونکہ وہ خود ہندو تھی اور امبے دیوی کی پجارن تھی۔وہ یہ کیسے گوارہ کر سکتی تھی کہ ایک مسلمان لڑکا امبے دیوی کی دیوداسی کو مندر سے نکال کر لے جائے۔آخر میں نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہی فیصلہ کیا کہ پولیس اسٹیشن چلنا چاہیے۔وہاں جاکر کسی بہانے معلوم تو کروں کہ عائشہ اور اس کے ماں باپ وہاں موجود بھی ہیں یا نہیں۔اسی وقت مجھے احساس ہوا کہ میں نے ماتھے پر تلک نہیں لگا رکھا تھا۔اگر تلک لگایا ہوتا تو میں ہندو بن کر تھانے میں جاسکتا تھا۔کیونکہ جھونپڑ پٹی کے بڑے میاں نے بتایا تھا کہ تھانے کاانچارج ایک مرہٹہ ہندو ہے۔میں نے سوچا کہ میں پولیس اسٹیشن کے اندر نہیں جاؤں گا۔دور سے جائزہ لوں گااور اگر موقع ملا تو کسی سنتری سے عائشہ کے گھر والوں کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔مجھے بڑے میاں نے پولیس اسٹیشن کاراستہ بتادیا تھا اور یہ بھی سمجھادیا تھا کہ وہاں تک کس نمبر کی بس جاتی ہے۔

میں وہیں سے سڑک کی دوسری جانب ہو گیا۔کیونکہ اس جانب مجھے لوکل بس سٹاپ کا لال نشان اور فٹ پاتھ پر بنا ہواچھوٹا سا شیڈ نظر آرہا تھا۔دو تین آدمی بس کے انتظار میں کھڑے تھے۔ان سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ میرے نمبر کی بس وہیں آئے گی۔دو تین ڈبل ڈیکر بسیں آکر گزر گئیں۔آخر میرے نمبر والی بس بھی آگئی۔میں بس میں چڑھ کر بیٹھ گیا۔بمبئی شہر کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گنجان سڑکوں کے چکر لگانے کے بعد بس ایک اسٹاپ پر رکنے لگی تو کنڈیکٹر نے اس علاقے کے پولیس اسٹیشن کانام اونچی آواز میں پکارا۔میں جلدی سے نیچے اتر گیا۔ایک دکان دار سے پولیس اسٹیشن کا پتا پوچھااور فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔تھوڑی دور گیاہوں گا کہ اچانک میرے قدم رک گئے۔کسی نے پیچھے سے میرا نام لے کرمجھے آواز دی تھی۔

”کہاں جاتا ہے؟“

میں نے پلٹ کر دیکھا۔پیچھے فٹ پاتھ خالی تھی۔میں کچھ حیران اور کچھ خوفزدہ سا ہو کر آگے چل پڑا۔جیسے ہی میں نے قدم اٹھائے پیچھے سے پھر اسی مردانہ آواز نے میرا نام لے کر کہا۔

”کہاں جاتا ہے؟“

میرے قدم خودبخود رک گئے۔مڑ کر دیکھا پیچھے کوئی نہیں تھا پھر یہ آواز کہاں سے آئی تھی؟

آواز میں نے برابر سنی تھی اور آواز دینے والے نے میرا نام بھی لیا تھا مگر میرے پیچھے فٹ پاتھ خالی تھا۔اسی وقت میرے دل نے کہا کہ یہ کوئی غیبی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آواز ہے جو تمہاری راہ نمائی کرنا چاہتی ہے۔ میرے ساتھ پہلے بھی اس قسم کے مافوق الفطرت واقعات پیش آچکے تھے کہ رات کے وقت کسی جنگل سے گزرتے ہوئے مجھے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی میرے قریب سے ہو کر گزر گیا ہو۔ ایک دفعہ میں منہ اندھیرے امرتسر کے کمپنی باغ میں سیر کررہا تھا کہ مولسری کے ایک درخت کے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے ایسی آواز آئی جیسے کوئی عورت ہلکا سا نقرئی قہقہہ لگا کر میرے قریب سے نکل گئی ہو۔ چنانچہ بمبئی کے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے جب مجھے غیبی آواز آئی تو میں حیران ضرر ہوا مگر خوف زدہ بالکل نہیں ہوا تھا۔ بلکہ میں نے اپنی چلنے کی رفتار آہستہ کرلی اور غیبی آواز کاانتظار کرنے لگا۔ میں چند قدم ہی چلا ہوں گا کہ وہی آواز پھر سنائی دی مگر اب یہ آواز بڑے قریب سے آئی تھی جیسے کوئی غیبی شخص میرے ساتھ چل رہا ہو۔ غیبی آواز نے کہا۔

"او پنجابی! املی والے تکیے میں جا' وہاں کوئی تمہارا انتظار کررہا ہے۔"

میں نے آہستہ سے پوچھا۔ "یہ تکیہ کہاں ہے؟"

غیبی آواز نے مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اب یہ بھی میں تمہیں بتاؤں؟ جا' چوک کے پار املی والا تکیہ ہے۔"

اس کے بعد آواز غائب ہوگئی۔ میں چلتے چلتے چوک میں پہنچ گیا میں نے فٹ پاتھ پر رک کردائیں بائیں اور سامنے دیکھا چوک کے پار مجھے ایک جگہ ایک گھنا درخت دکھائی دیا جس پر سبز رنگ کا جھنڈا لگا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہی املی والا تکیہ ہے۔ یہ ایک ایسا ہی مزار تھا جس قسم کے مزار ہمیں برصغیر کے تقریباً ہر شہر میں کہیں نہ کہیں مل جاتے ہیں۔ احاطے میں ایک جانب کچھ فقیر بیٹھے تھے۔ ایک طرف پھول بیچنے والے کا کھوکھا تھا۔ کچھ لوگ وہاں کھڑے پھولوں کے ہار خرید رہے تھے۔ فضا میں اگر بتیوں کی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ میں نے درخت کو دیکھا۔ یہ املی کا درخت ہی تھا۔ مجھے املی کے درخت کی پہچان تھی۔ امرتسر میں مجیسٹھ روڈ پر املی کاایک گھنا درخت ہوا کرتا تھا۔ میں اسکول سے بھاگ کر وہاں جاکر درخت سے کچی املی توڑ کر کھایا کرتا تھا۔ لاہور کے باغوں میں مجھے کہیں املی کا درخت نظر نہیں آیا۔ ہوسکتا ہے کسی گھر کے آنگن میں اگا ہوا ہو۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں مزار کے پہلو میں آیا تو دیکھا اینٹوں کے چھوٹے سے چبوترے پر ایک فقیر بیٹھا تھا۔وہ مجذوب لگتا تھا۔وہ بیٹھے بیٹھے آہستہ آہستہ جھوم رہا تھا۔میں اس کے قریب سے گزرنے لگا تو اس نے مجھے آواز دی۔

”او پنجابی! اس عورت سے بات کر جس کو تو ڈاکوؤں سے بچا کر لایا تھا۔“

میرے قدم اپنے آپ رک گئے۔میں نے بڑے ادب سے پوچھا۔

”محترم میں اس سے کیا پوچھوں؟“

مجذوب نے تلخ لہجے میں کہا۔

”یہی پوچھ کہ تمہاری بہن عائشہ کہاں ہے؟“

میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

”محترم آپ ہی بتادیجیے کہ عائشہ کہاں ہے؟“

مجذوب غصے میں آگیا۔گرج دار آواز میں بولا۔

”میں نے ساری دنیا کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا دفع ہوجا یہاں سے۔جاتا ہے کہ نہیں؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجذوب کے پاس ایک ڈنڈا پڑا تھا۔وہ مجھے مارنے کے لیے اٹھا۔میں بھاگ کر مزار کے احاطے سے باہر آگیا۔میں ایک طرف رک کر غور کرنے لگا۔ پولیس اسٹیشن جاتے ہوئے میں پہلے ہی جھجک رہا تھا۔ایک تو اس لیے کہ وہاں سے مجھے عائشہ کے بارے میں پوری معلومات حاصل نہیں ہوسکتی تھیں۔دوسرا خطرہ یہ تھا کہ اگر پولیس والوں کو ذرا بھی مجھ پر شبہ ہوگیا تو وہ مجھے وہیں پکڑ لیں گے۔مجذوب نے مجھے بڑا درست مشورہ دیا تھا۔رام دلاری اس سلسلے میں میری مدد کرسکتی تھی۔چنانچہ میں نے پولیس اسٹیشن جانے کا خیال دل سے نکال دیا اور وہیں سے واپس چل پڑا۔جب چالی میں پہنچا تو رام دلاری جاگی ہوئی تھی اور چولہے کے پاس بیٹھی چائے بنا رہی تھی۔مجھے دیکھتے ہی ڈانٹنے لگی۔

”تم دروازہ کھلا چھوڑ کر کہاں صبح صبح چلے جاتے ہو؟ تمہاری کھوپڑی میں بھیجہ ہے کہ نہیں؟جانا تھا تو مجھے جگادیا ہوتا۔“

میں اس سے معافی مانگنے لگا۔

”دیدی! میں پارک میں سیر کرنے نکل گیا تھا۔غلطی ہوگئی۔معاف کردو۔اب ایسا نہیں کروں گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رام دلاری نے پیار بھرے غصے کے ساتھ پوچھا۔

"ناشتہ کیا ہے کہ نہیں؟"

میں اس کے پاس چوکی پر بیٹھ گیا۔

"تمہیں دیدی! ناشتہ تمہارے ساتھ کروں گا۔"

رام دلاری ہنس پڑی۔ میرے آگے کپ رکھتے ہوئے بولی۔

"میں کیا کروں، تم مجھے چھوٹے بھائی لگتے ہو، تم نے ماتھے پر تلک کیوں نہیں لگایا؟ اچھا نہ لگاؤ۔ تم مسلمان ہو، مجھے مسلمان بڑے اچھے لگتے ہیں۔ میں بھگوان سے پرارتھنا کیا کرتی ہوں کہ میرا دوسرا جنم کسی مسلمان کے گھر میں ہو مگر معلوم نہیں دوسرا جنم ہوگا بھی کہ نہیں، لو یہ بند بھی کھاؤ۔"

میں رام دلاری کے ساتھ اصل بات کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ اس وقت بڑے اچھے موڈ میں تھی۔ میں نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

"دیدی! میں تم سے ایک بڑی ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

رام دلاری نے میری طرف دیکھے بغیر اپنی خالی پیالی ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کیا پیسوں کی ضرورت ہے؟"

میں نے کہا۔ "نہیں۔"

"تو پھر بتاؤ کیا بات ہے؟"

اور میں نے رام دلاری کو عائشہ کے بارے میں شروع سے لے کر آخر تک ساری داستان بیان کردی۔ جب میں ساری کہانی بیان کرچکا تو رام دلاری نے میرا کان کھینچتے ہوئے کہا۔

"تو اس جھنجٹ میں کیوں پڑرہا ہے؟ تجھے کیا لینا ہے اس سے؟"

میں نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"دیدی! عائشہ ایک غریب مسلمان لڑکی ہے۔ امبے دیوی کے ہندو پجاری اغوا کرکے اس کی زندگی تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ عائشہ مسلمان ہے۔ میں بھی مسلمان ہوں۔ میں نے اسے بہن کہا ہے۔ بہن نہ بھی کہتا جب بھی میں اسے ہندو غنڈوں سے بچانے کے لیے جان کی بازی لگادیتا۔"

رام دلاری میرا منہ تک رہی تھی۔ میری گفتگو سے زیادہ میرے پرجوش لہجے کا اس پر زیادہ اثر ہوا تھا۔ کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کہتا تو ٹھیک ہے‘ اگر تو ڈاکوؤں کے چنگل سے مجھے نکالنے کے لیے میری مدد کرسکتا ہے تو ایک مسلمان لڑکی کو بدمعاش پجاریوں سے بچانا تیرا فرض بنتا ہے۔امبے دیوی تو بڑی اچھی ہے مگر یہ جو اس کے پجاری ہیں یہ چھٹے ہوئے بدمعاش ہیں میں ان سب کو اچھی طرح جانتی ہوں۔مسلمانوں کی تو جان کے دشمن ہیں۔“

میں نے کہا۔”دیدی! بتاؤ تم میری مدد کروگی نا؟“

رام دلاری بولی۔

”تونے مجھ پر ایک ایسا احسان کیا ہوا ہے کہ جس کا بدلہ میں ساری زندگی نہیں اتار سکتی میں تمہاری مدد ضرور کروں گی۔تم فکرنہ کرو۔میں آج ہی مندر جاؤں گی اور بڑے مہنت سے مل کرمعلوم کرنے کی کوشش کروں گی کہ عائشہ کو پولیس کہاں لے گئی ہے۔مہنت کو سب کچھ معلوم ہوگا۔یہ اسی کے اشارے سے ہو رہا ہے۔“

میں مطمئن ہوگیا مگر چاہتاتھا کہ رام دلاری ابھی مندر جاکر عائشہ اوراس کے ماں باپ کا سراغ لگانے کی کوشش کرے۔رام دلاری نے بھی انسانی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہمدردی کا پورا ثبوت دیا۔وہ جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر تیار ہوگئی اور آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر ماتھے پرنئی بندی لگائی اور میری طرف پلٹ کربولی۔

”تو چالی میں ہی رہنا باہر ہرگز نہ جانا۔میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گی۔“

رام دلاری چلی گئی۔میں پلنگ پر لیٹ گیا اوراس کی واپسی کاانتظار کرنے لگا۔

رام دلاری کافی دیر لگا کر آئی۔میں نے دروازہ اندر سے بند کرر کھاتھا۔گیلری میں اس کے قدموں کی آواز آئی تو میں جاگ رہاتھا۔جلدی سے اٹھ کر دروازہ کھولا۔اس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔اس نے پرس پلنگ پر پھینکااور بیٹھ گئی۔میں نے عائشہ اوراس کے ماں باپ کے بارے میں پوچھا تو اس نے اٹھ کرمٹی کی صراحی میں سے پانی پیااور بولی۔

”میری مانو اوران لوگوں کا خیال دل سے نکال دو۔“

”کیوں کیا ہوا؟“ میں نے بے چینی سے سوال کیا۔

”وہی ہوا جس کامجھے یقین تھا۔لڑکی کو تو مندر کے مہنت نے پولیس سے لے کر غائب کردیا ہے۔باقی اس کے ماں باپ کا کچھ پتا نہیں کہ وہ جھونپڑپٹی چھوڑ کر کہاں چلے گئے ہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تمہیں مندر کے پجاری نے کچھ نہیں بتایا؟“

رام دلاری میرے پاس پلنگ پر بیٹھ گئی اور بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہنے لگی۔

”مہنت اتنا احمق نہیں ہے کہ وہ مجھے بتا دیتا کہ عائشہ کو اس نے کہاں رکھا ہوا ہے۔وہ بڑا م مکار آدمی ہے۔یہ بھی میں نے اس کی باتوں سے اندازہ لگایا ہے کہ عائشہ کو پولیس نے اس کے حوالے کردیا تھا جسے اس نے کسی جگہ پہنچادیا ہے۔ورنہ وہ تو کچھ بھی بتانے کوتیار نہیں تھا۔میں تمہیں اب بھی یہی کہوں گی کہ اپنی جان کسی مصیبت میں نہ پھنسادینا اس لڑکی کا خیال چھوڑ دو۔تم امبے دیوی کے مہنت کو نہیں جانتے۔وہ مسلمانوں کا توجانی دشمن ہے۔“

میں نے غصے میں آکر کہا۔

”میں بھی اس کاجانی دشمن ہوں۔میں مسلمان ہوں اور ایک مسلمان بہن کی زندگی کو تباہ ہونے سے بچانامیرا فرض ہے۔میں تمہارے ہندو کافروں سے بالکل نہیں ڈرتا۔“

رام دلاری نے پہلی بار مجھے اپنے گلے سے لگالیا۔ہنس کربولی۔

”بھگوان کے لیے اتنی اونچی نہ بول۔یہاں ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں خاموش ہو گیا۔رام دلاری نے پرس میں سے پان کی پڑیا نکال کر پان کھایا اور کھرے کی دیوار کے پاس جو لکڑی کی کرسی رکھی تھی اس پر بیٹھتے ہوئے کہنے لگی۔

”تم اب کیا چاہتے ہو؟“

میں نے کہا۔”یہی کہ کسی طرح عائشہ کا کھوج لگاؤں اور اسے اس کے ماں باپ کے پاس پہنچاؤں۔یہ ہندو کافر اس کی زندگی کو جہنم بنادیں گے۔میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔“

رام دلاری کسی سوچ میں پڑ گئی۔کچھ لمحے وہ چپ رہی پھر سر اٹھا کر کہنے لگی۔

”تونے میرے لیے بہت کچھ کیا ہے۔مجھے بھی تیرے لیے بہت کچھ کرنا پڑے گا۔فکرنہ کرومجھے آج شام تک کی مہلت دو میں تمہیں اتنا ضرور معلوم کردوں گی کہ عائشہ کومندر کے پجاریوں نے کہاں پہنچادیا ہے؟“

میں نے کہا۔”تم کہاں سے معلوم کروگی؟“

رام دلاری نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔میں جانوں‘ میرا کام۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رام دلاری خود جرائم پیشہ نہیں تھی۔مگر بمبئی کی فلمی دنیا کے جس طبقے سے اس کا تعلق تھا وہ طبقہ جرائم پیشہ لوگوں کی زد میں ضرور تھا۔یوں رام دلاری کا بھی بمبئی کے جرائم پیشہ افراد سے ایک لنک بن گیا تھا۔رات کو اس کی پرکاش اسٹوڈیوز اندھیری میں شوٹنگ تھی۔وہ دوپہر کے بعد ہی فلیٹ سے نکل گئی۔وہ مجھے اپنے ساتھ نہیں لے گئی تھی۔میں شام تک بمبئی کے بازاروں میں آوارہ گردی کرتا اور عائشہ اور اس کے ماں باپ کے بارے میں سوچتا رہا۔جب شام کااندھیرا پھیلنے لگا تو واپس چالی میں آکر پلنگ پر لیٹ گیا۔اس زمانے میں کسی کسی گھر میں ٹیلی فون لگا ہوتاتھا۔ورنہ میں رام دلاری کو فون کرکے ضرور پوچھ لیتا کہ اس نے مسلمان لڑکی کا سراغ لگایاہے یانہیں...

حسب معمول رام دلاری اسٹوڈیوز سے جب واپس آئی تو رات کے دو بج چکے تھے۔میں سو گیاتھا۔اٹھ کردروازہ کھولا۔رام دلاری نے آتے ہی کہا۔

”میں نے عائشہ کا سراغ لگالیا ہے مگر ابھی سوجاؤ۔صبح بتادوں گی۔مجھے بڑی نیند آرہی ہے۔کورس ڈانس کرتے کرتے میرا سارا جسم درد کرنے لگا ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں اسی وقت کوئی خوش خبری سننے کو بے تاب تھا مگر رام دلاری واقعی سخت تھکی ہوئی تھی۔میں پلنگ سے اٹھ کر نیچے دری پر آگیا۔رام دلاری نے ساڑھی بدلی اور پلنگ پر بے سدھ ہو کر پڑ گئی۔تھوڑی ہی دیر بعد اس کے ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز آنے لگی۔باقی رات میں نے کچھ جاگ کر کچھ سو کر گزاردی۔

دوسرے دن گیارہ بجے کے قریب رام دلاری سو کراٹھی۔اٹھتے ہی کہنے لگی۔

”چائے بنادو بھیا۔“

میں نے کہا۔”میں نے ناشتہ بھی تیار کرر کھا ہے دیدی۔“

”نہیں، میں صرف چائے پیوں گی۔“

میں چائے تیار کرنے لگا۔رام دلاری اتنی دیر میں منہ ہاتھ دھو کر فارغ ہوچکی تھی۔میں نے چائے کی پیالی اس کو دی اور وہ سوال پوچھا جو ساری رات میرے دماغ میں چکر لگاتا رہاتھا۔

”دیدی! عائشہ کا کیا پتا چلا؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رام دلاری نے چائے کا گھونٹ بھر کر سر کو آہستہ آہستہ نفی کے انداز میں ہلایا اور میری طرف دیکھ کر بولی۔

”چھوٹے بھیا! اصل ٹھکانے کا تو میں کھوج نہیں لگا سکی۔ اتنا ضرور پتا لگا لیا ہے کہ مندر کے مہنت نے انتقامی طور پر عائشہ کو جنوبی علاقے کے کسی مندر میں دیوداسی بنانے کے بجائے مندر کے ایک جرائم پیشہ پجاری گنگولی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے جو اسے لے کر چاردھا رجواڑے کی طرف چلا گیا ہے۔“

جب میں نے رام دلاری سے کہا کہ میں عائشہ کی تلاش میں چاردھار جواڑے کی طرف جاؤں گا تو وہ مجھے ڈانٹتے ہوئے بولی۔

”تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟ بھگوان جانے یہ رجوواڑا کس طرف ہے۔ کہاں ہے اور گنگولی جرائم پیشہ گینگ کا لیڈر ہے۔ تم اس کا مقابلہ کیسے کروگے۔ جھونپڑ پٹی کی اس مسلمان لڑکی کو بھول جاؤ۔ آج رات منروا سٹوڈیوز میں میری ڈانس کی شوٹنگ ہے میرے ساتھ چلنا۔ تمہیں سہراب مودی اور چھایا دیوی سے ملاؤں گی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مگر میں عائشہ کی تلاش میں چاردھار جواڑے جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اب مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ یہ رجواڑا کہاں ہے اور بمبئی سے کس طرف ہے۔ میں نے سوچا کہ املی والے تکیے کے مجذوب سے راہ نمائی حاصل کرنی چاہیے۔ اس بزرگ نے پہلے بھی میری مدد کی ہے۔ وہ اب بھی ضرور میری مدد کرے گا۔

چنانچہ میں رام دلاری کو کھانا تیار کرتا چھوڑ کر باہر نکل آیا اور سیدھا املی والے تکیے میں پہنچا۔ مولسری کے درخت کے نیچے وہ مجذوب اسی حالت میں بیٹھا آہستہ آہستہ جھوم رہا تھا۔ ڈنڈا اس کے پاس پڑا تھا۔ اس مجذوب کی جلالی طبیعت کی وجہ سے کوئی شخص اس کے قریب نہیں آتا تھا۔ میں بے دھڑک اس کے پاس چلا گیا اور جاتے ہی سلام کر کے اپنا مدعا بیان کیا۔ مجذوب نے پہلے تو سنی ان سنی کر دی۔ جب میں نے بڑے ادب سے اپنا مدعا دہرایا تو وہ غضبناک انداز میں بولا۔

”میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔ بھاگ جا نہیں تو سر پھوڑ دوں گا۔“

اس نے ڈنڈا پکڑ لیا۔ مگر میں اپنی جگہ سے نہ ہلا اور کہا۔

”آپ چاہے میرا سر پھوڑ دیں مگر میں خالی ہاتھ واپس نہیں جاؤں گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجذوب نے ڈنڈا زمین پر رکھ دیااور گردن کودائیں بائیں ہلاتے ہوئے کہا۔

”چاردھا رجواڑے کے باہر جنگل میںایک مسجد ہے۔وہاں جاکر دو نفل ادا کر باقی تو جان تیرا کام...“

میںنے مزید کچھ پوچھنا چاہاتو مجذوب ڈنڈا پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوااور گرج کربولا۔

”جاتا ہے کہ نہیں۔مار ڈالوں گا‘دفع ہوجا۔“

میں وہاں سے بھاگ لیا۔میں نے سوچا کہ ریلوے اسٹیشن پر چل کر ریلوے کے کسی آدمی سے پوچھتے ہیں کہ یہ چاردھارجواڑا بمبئی سے کس طرف کو ہے۔ ہماری سیمنگٹن روڈ پر بمبئی سنٹرل کا ریلوے اسٹیشن تھا۔میں بس کے ذریعے سیمنگٹن روڈ کے اسٹاپ پر پہنچا تو سامنے ایرانی ریستوران تھا۔اس ریستوران کا مسلمان مالک میرا واقف کار بن گیاتھا۔میں دن میں ایک آدھ بار وہاں بیٹھ کر چائے ضرور پیتا تھا۔اس کانام سلام بھائی تھا۔مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اس سے بات کی جائے۔میں ریستوران میں آگیا۔سلام بھائی مجھے دیکھ کر ہنس کربولا۔

”کیوں بھائی! کسی فلم میں کام ملا کہ نہیں؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اسے معلوم تھا کہ میںپنجاب سے فلم میں کام کرنے کے لیے بمبئی آیا ہوں اور رام دلاری کے پاس ٹھہرا ہوا ہوں۔باقی اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔میں کاؤنٹر کے قریب خالی اسٹول پر سلام بھائی کے پاس ہی بیٹھ گیااور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اس سے چاردھا رجواڑے کے بارے میں پوچھا۔وہ بولا۔

”کیوں بھائی! وہاں تیرا کون ہے؟ یہ رجواڑا تو بڑی دور ہے۔“

میں نے سلام بھائی سے کہا کہ میرا ایک رشتہ دار چاردھا میں رہتا ہے۔اس نے مجھے بلایا ہے۔میں وہاں کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔مگرمجھے پتا نہیں کہ اس طرف کون سی ریل گاڑی جاتی ہے۔

ایرانی ریستوران کے مالک سلام بھائی نے مجھے جو کچھ بتایا اس کالب لباب یہ تھا کہ ریل گاڑی میں بیٹھ کر اگر بھوپال سے جھانسی کی طرف جائیں تو رستے میںلملت پور اسٹیشن سے ذرا پہلے ایک ریلوے اسٹیشن آتا ہے جس کا نام دیوگڑھ ہے۔یہاں سے اتر جائیں تو جنگل میں سے دو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد چاردھا رجواڑے کی سرحد شروع ہوجاتی ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مگر اکیلے مت جانا۔“ سلام بھائی نے کہا۔”جنگل میں جو دو میل کا راستہ ہے وہ بڑا خطرناک ہے۔وہاں دن کے وقت بھی خونخوار شیر چیتے چلتے پھرتے رہتے ہیں۔“

مگر میں جانتا تھا کہ یہ خطرناک سفر مجھے اکیلے ہی طے کرنا ہوگا۔میں ایرانی ریستوران سے اٹھ کر سیدھا بمبئے سینٹرل کے ریلوے اسٹیشن پر آگیا۔وہاں سے مجھے معلوم ہوا کہ جھانسی کی طرف گاڑی رات کے سوا نو بجے چلے گی۔مجھے یہی گاڑی پکڑنی تھی۔

میں رام دلاری کے فلیٹ پر واپس آگیا۔

میرے پاس دس پندرہ روپے ہی تھے جو میں نے بچا کر رکھے ہوئے تھے۔رام دلاری نے کھانا تیار کرلیا تھا اور وہ اپنی ساڑی استری کر رہی تھی۔مجھے اندر آتا دیکھ کر بولی۔

”کہاں گئے تھے؟“

میں نے اسے صاف صاف بتادیا کہ میں ٹرین کا ٹائم معلوم کرنے سینٹرل اسٹیشن گیا تھا اور اب میں رات کی گاڑی سے عائشہ کی تلاش میں چاردھا ریاست کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

طرف جارہا ہوں۔رام دلاری دری پر بیٹھی ساڑھی پر کوئلوں والی استری پھیر رہی تھی۔یہ سن کر اس نے استری اینٹ پر رکھ دی اور مجھے گھور گھور کر تکنے لگی۔

”تو تم باز نہیں آؤ گے۔“

میں نے کہا۔”دیدی! میں فیصلہ کرچکا ہوں۔اب میں تمہارے کہنے سے بھی نہیں رکوں گا۔“

رام دلاری خاموشی سے دوبارہ استری کرنے لگی۔اس کے چہرے سے لگتا تھا کہ اس نے میرے فیصلے کو تسلیم کرلیا ہے۔کہنے لگی۔

”اتنا مجھے معلوم ہے کہ تم نڈر لڑکے ہو۔میری خاطر تم خطرناک جنگل میں سے رات کے اندھیرے میں گزر کر تھانے پہنچ گئے تھے لیکن میرے چھوٹے بھیا وہ جو رام گنگولی پجاری ہے وہ بہت خطرناک غنڈہ ہے اوراس کا پورا گینگ ہے۔میں ان لوگوں کو اچھی طرح جانتی ہوں۔تم کو کچھ ہو گیا تو مجھے بڑا دکھ ہوگا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے رام دلاری کو یہ بالکل نہ بتایا کہ میں املی والے تکیے کے مجذوب سے بھی مل آیا ہوں۔وہ پوچھنے لگی۔

”تم چاردھا میں کہاں جاؤگے۔کس سے جاکر ملوگے۔وہاں تو تمہیں کوئی بھی نہیں جانتا۔“

میں نے کہا۔”اللہ مالک ہے‘ خدا کوئی نہ کوئی سبب پیدا کردیگا۔“

”تمہارے پاس کرایہ ہے؟“

”ہاں‘ پندرہ روپے ہیں۔“

اس زمانے میں پندرہ روپے بڑی خاصی رقم ہوتی تھی۔پھر بھی ایک ایسے سفر کے لیے ناکافی تھی جس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں تھا کہ مجھے کہاں کہاں کی خاک چھاننی پڑے گی۔اس بات کو رام دلاری نے محسوس کرلیا تھا۔وہ اٹھ کر الماری کے پاس گئی۔الماری سے ایک ٹین کا چھوٹا ڈبہ نکال کر اسے کھولااور مجھے مزید پندرہ روپے دے کربولی۔

”یہ بھی اپنے پاس رکھو۔تمہیں ان کی ضرورت پڑسکتی ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے روپے رکھ لیے۔رام دلاری نے ساڑھی تہہ کر کے پلنگ پر رکھی اور مجھے پاس بٹھا کر کہنے لگی۔

”تم جس مسلمان لڑکی کا کھوج لگانے جارہے ہو بھگوان کرے کہ وہ تمہیں مل جائے لیکن تم اسے لے کر کہاں جاؤگے؟ تمہیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اس کے ماں باپ کہاں چلے گئے ہیں؟“

میں نے کہا۔”میں اسے پولیس کی حفاظت میں دے دوں گا۔“

”نہیں نہیں‘ نہیں۔“ رام دلاری نے جلدی سے کہا۔”بھگوان کے لیے ایسی غلطی نہ کرنا۔تم اسے لے کر سیدھا بمبئی میرے پاس آجانا۔میں یہاں اس کے ماں باپ کا کھوج لگا لوں گی۔“

میں نے کہا۔”ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گا۔“

اس زمانے میں ریل کے کرائے زیادہ نہیں ہوا کرتے تھے۔یایوں سمجھ لیں کہ اس زمانے کے مطابق ہی ہوا کرتے تھے۔جہاں تک مجھے یاد ہے لاہور سے بمبئی کا تھرڈ کلاس کا ریل کا کرایہ بارہ تیرہ روپے ہوتا تھا۔حالانکہ یہ بڑا لمبا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سفر تھا۔رام دلاری نے مجھے ڈبے میں سے مزید دس روپے نکال کر دیئے اور بولی۔

”یہ بھی اپنے پاس رکھ لو۔واپسی پر تمہیں عائشہ کے لیے بھی تو ریل کا ٹکٹ لینا ہوگا۔“ او روہ مسکرادی۔

”میرا دل کہہ رہا ہے کہ تم عائشہ کو ڈھونڈھ لوگے۔اچھا اب میرے ساتھ بازار چلو۔میں تمہیں مارکیٹ سے نئی پتلون اور قمیص لے دوں گی۔تمہارے یہ کپڑے پرانے ہوگئے ہیں۔“

رام دلاری نے مجھے میل خورے کلر کی موٹے کپڑے کی ایک پتلون اور قمیص لے دی۔جوتے میرے بالکل ٹھیک حالت میں تھے۔یہ کینوس کے فلیٹ شو تھے۔جن کا لڑکوں میں اس زمانے میں بڑا رواج تھا۔رام دلاری نے مجھے یہ بھی کہا کہ اپنے پاس ایک شکاری چاقو ضرور رکھ لے۔میں تجھے خرید دیتی ہوں مگر میں نے کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔دوپہر کو چالی میں آکر میں کھانا کھا کر سو گیا۔رام دلاری اپنے کام سے کہیں چلی گئی۔مجھے رات کو سوا نو بجے والی گاڑی پکڑنی تھی۔رام دلاری کی بھی رات کو شوٹنگ تھی اور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اسے منروا سٹوڈیوز جانا تھا۔وہ تیسرے پہر آئی تو میں جاگ چکا تھا۔آتے ہی کہنے لگی۔

”چھوٹے بھیا! میں نے عائشہ کے ماتا پتا کا ٹھکانا معلوم کرلیا ہے۔وہ دیولالی کے محلہ کٹھواڑہ میں اپنے کسی رشتے دار کے پاس چلے گئے ہیں۔“

میں نے پوچھا۔”یہ دیولالی کہاں ہے؟“

رام دلاری کہنے لگی۔”جب بمبئی سے چلوگے تو تمہاری ٹرین پہلے کلیان ٹھہرے گی اس کے بعد دوسرا بڑا سٹیشن دیولالی آئے گاارے وہ بہت بڑی چھاؤنی بھی ہے انگریزوں نے وہاں اپنی فوج کی بارکیں بنارکھی ہیں۔وہاں بارودخانہ بھی ہے۔تم وہاں اترجانااور محلہ کٹھواڑہ پوچھ کر علی بھائی کے گھر چلے جانا۔عائشہ کا باپ قاسم بھائی تمہیں وہیں ملے گا۔“

یہ میرے لیے ایک خوش خبری تھی۔اسی طرح کم از کم میں عائشہ کے ماں باپ کو اتنی تسلی ضرور دے سکوں گا کہ میں ان کی بیٹی کی تلاش میں جارہا ہوں۔میں نے رام دلاری سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہاں ہاں اسے وہیں اس کے گھر چھوڑ آنا یہاں بمبئی لانے کی کیا ضرورت ہے۔ بھگوان کرے کہ تم زندہ سلامت واپس آجاؤ۔ مجھے تو یہی فکر ہے کہ تم ابھی نوجوان ہو اور تمہارا واسطہ بڑے بدمعاشوں سے پڑے گا۔“

میں نے کہا۔”دیدی!تم فکر کیوں کرتی ہو۔ میرا خدا میرے ساتھ ہے۔“

رام دلاری نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

”مجھے تمہاری یہ بات بڑی اچھی لگتی ہے۔ تمہیں اپنے خدا پر بڑا بھروسہ ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔“

رام دلاری رات آٹھ بجے کے قریب اسٹوڈیو شوٹنگ پر چلی گئی۔ مجھے تاکید کر گئی کہ سفر پر جاتے ہوئے چالی یعنی فلیٹ کی چابی باہر گیلری والے گملے کے نیچے رکھ دینا۔ میں نے بھی کوئی ساڑھے آٹھ بجے فلیٹ کا دروازہ بند کر کے تالا لگایا۔ چابی گیلری میں کونے والے پام کے گملے کے نیچے چھپا کر رکھی اور بس میں بیٹھ کر بمبئی سنٹرل پہنچ گیا۔

اس وقت آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور بمبئی شہر میں ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ ریلوے اسٹیشن پر کافی رش تھا۔ جس ٹرین پر مجھے سوار

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہونا تھا وہ ایکسپریس ٹرین نہیں تھی۔ ایکسپریس ٹرینیں دیوگڑھ کے اسٹیشن پر نہیں رکتی تھیں۔ پہلے مجھے سیدھا دیوگڑھ ہی جانا تھا۔ مگر اب میں پہلے عائشہ کے ماں باپ کے پاس جارہا تھا جو دیولالی میں رہتے تھے۔ میں نے دیولالی کا تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے لیا۔ ٹرین پلیٹ فارم پر کھڑی تھی۔ مسافروں کا کافی رش تھا۔ میں بھی تھرڈ کلاس کے ایک ڈبے میں سوار ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ٹرین چل پڑی۔

بمبئی شہر کے مضافاتی اسٹیشن کافی دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ پہلے بمبئی کا مضافاتی اسٹیشن باندرہ آیا اس کے بعد گاڑی کلیان پر آکر ٹھہر گئی۔

کلیان بمبئی سے شمال مشرق کی جانب جاتے ہوئے بمبئی کا آخری مضافاتی اسٹیشن ہے۔ یہاں سے ٹرین چلی تو رات کافی گہری ہو گئی تھی۔ ٹرین کی رفتار بھی تیز ہونا شروع ہو گئی تھی۔ مجھے ایک قلی نے بتایا تھا کہ دیولالی ٹرین آدھی رات کے بعد پہنچے گی۔ کلیان سے نکلنے کے بعد ست پڑا کا نیم پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا تھا مگر اندھیرا ہونے کی وجہ سے باہر کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اگرچہ یہ ایکسپریس ٹرین نہیں تھی مگر پھر بھی بہت چھوٹے چھوٹے اسٹیشن چھوڑتی جاتی تھی۔ میں ڈبے میں کھڑکی سے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔ کھلی کھڑکی میں سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بارش میں بھیگی ہوئی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اندر آرہے تھے۔گرمیوں کا موسم شروع ہوچکا تھا۔اگرچہ ابھی برسات شروع نہیں ہوئی تھی۔مجھے نیند آنے لگی۔ ڈبے میں کافی رش تھا۔مسافر بستر بچھا کر سیٹوں پر سونے کی تیاریاں کررہے تھے۔میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک گجراتی سیٹھ سے کہا کہ دیولالی سے ایک سٹیشن پہلے مجھے جگادینا اور میں کھڑکی سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کرکے سو گیا۔ٹرین چل رہی ہو تو نیند بڑی جلدی آجاتی ہے۔مجھے بھی جلدی نیند آگئی تھی۔نہ جانے کتنی دیر سویا رہا ہوں گا کہ ٹرین ایک جھٹکے سے رک گئی اور میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے دیکھا میرے ساتھ جو گجراتی سیٹھ بیٹھا ہوا تھا وہ وہیں سیٹ پر سمٹ سمٹا کر گہری نیند سورہاتھا۔میں نے کھڑکی میں سے باہر دیکھا باہر اندھیرا تھا دور کہیں کہیں روشنیاں نظر آرہی تھیں۔میں نے ایک مسافر سے پوچھا۔

”گاڑی کیوں رک گئی ہے؟“

اس نے کہا ”سگنل ڈاؤن نہیں ہے۔“

میں نے پوچھا۔”کون سا اسٹیشن آرہا ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”دیولالی۔“

میں ہڑبڑا کر سیدھا ہو بیٹھا اور خدا کا شکر ادا کرنے لگا کہ ٹرین کو دھچکا لگنے سے میری آنکھ کھل گئی تھی۔ورنہ خداجانے دیولالی کے اسٹیشن پر بھی میری آنکھ نہ کھلتی اور وہ اسٹیشن بھی گزر جاتا۔میں نے ٹائم پوچھا‘ معلوم ہوا کہ رات کا ڈیڑھ بجنے والا ہے۔تین چار منٹ بعد سگنل ڈاؤن ہو گیا۔ٹرین چل پڑی پھر دیولالی کے اسٹیشن پر رک گئی۔میں نے پلیٹ فارم پر اسٹیشن کا نام جو اردو میں لکھا ہوا تھا پڑھ لیا تھا۔یہ دیولالی ہی تھا۔اس زمانے میں اسٹیشنوں کے نام اردو اور انگریزی میں لکھے جاتے تھے۔آج کل انڈیا میں اسٹیشنوں کے نام اکثر ہندی میں لکھے ہوتے ہیں۔بڑے بڑے جنکشنوں کے نام ہندی کے ساتھ انگریزی میں بھی لکھے جاتے ہیں آج کل تو د یولالی بہت بڑا شہر بن گیا ہو گا۔ اس وقت یہ چھوٹا سا شہر تھااور وہاں اسلحہ کا سپلائی ڈپو تھا۔فوج کی چھاؤنی بھی تھی۔

اسٹیشن بھی کوئی زیادہ بڑا نہیں تھا۔میں ٹرین سے اتر گیا۔ٹرین آگے نکل گی۔ اسٹیشن سے باہر آکر میں نے ایک یکے والے سے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بھائی یہاں کٹھواڑہ محلہ کہاں ہے۔مجھے وہاں جانا ہے۔“

یکے والا بولا۔

”ایک روپیہ لوں گا۔کٹھواڑہ محلے میں پہنچادوں گا۔“

میں نے سوچا کہ آدھی رات کو محلے میں کس سے علی بھائی کامکان پوچھوں گا۔ بہتر یہی ہے کہ میں باقی جو رات رہ گئی ہے وہیں اسٹیشن پر ہی گزار دوں۔ چنانچہ میں اسٹیشن کی ڈیوڑھی میں آکر بینچ پربیٹھ گیا۔تھوڑی دیر بعد مجھ پر غنودگی طاری ہونے لگی۔میں وہیں بینچ پر لیٹ کر سو گیا۔جس وقت آنکھ کھلی تو دن نکل آیا تھا۔کوئی ٹرین آکر ابھی ابھی رکی تھی۔مسافر سامان اٹھائے نکل رہے تھے۔میں جلدی سے اٹھااور اسی درخت کی طرف بڑھا جہاں تین چار خالی یکے کھڑے تھے۔سواریوں والے تانگے میں بیٹھنے کی بجائے میں نے سالم تانگہ کرلیا اور محلہ کٹھواڑہ پہنچ گیا۔شہر کے مکان پرانے اور بوسیدہ تھے۔سب کی چھتیں ڈھلواں تھیں اور دیواریں بارشوں کی وجہ سے کالی ہورہی تھیں۔دور ٹیلے دکھائی دے رہے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

محلہ کٹھواڑہ ایک غریب محلہ تھا۔میں نے ایک آدمی سے علی بھائی کے مکان کا پوچھا تو اس نے کہا۔

”چھ سات مکان چھوڑ کر علی بھائی کا گھر آجائے گا۔“

علی بھائی کامکان چھوٹا سا کوارٹر تھا۔تنگ دروازے پر بوریا لٹک رہاتھا۔باہر ایک بچہ مٹی سے کھیل رہا تھا۔اس وقت بارش نہیں ہو رہی تھی۔مکان کے اندر سے ایک بوڑھا آدمی باہر نکلا۔میں نے اس سے علی بھائی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

”آواز دو وہ اندر ہی ہے۔“

میں نے آواز دی تو ایک سوکھا سا مریل آدمی بیڑی پیتا بوریااٹھا کرباہر آیا اور مجھے اوپر سے نیچے دیکھتے ہوئے بولا۔

”کیوں میاں کیا بات ہے؟“

میں نے کہا۔”آپ کے ہاں قاسم بھائی ٹھہرے ہوئے ہیں مجھے ان سے ملنا ہے۔میں بمبئی سے آیا ہوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اندر قاسم بھائی نے میری آواز سن لی تھی وہ فوراً باہر آگیا۔مجھے دیکھتے ہی آگے بڑھ کر مجھے گلے لگایااور میرا نام لے کر کہا۔

”بیٹا! تم یہاں کیسے آگئے؟ اندر آؤ‘ آؤ۔“

پھراس نے میرا علی بھائی سے تعارف کرایا۔اندر عائشہ کی ماں چارپائی پربیمار پڑی تھی۔اس نے مجھے دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔

”بیٹا ! عائشہ کا کچھ پتا چلا؟“

میں نے کہا۔”چچی جان میں اسی کا پتا چلانے جارہا ہوں۔آپ فکرنہ کریں۔خدا نے چاہا تو آپ کی بیٹی آپ کے پاس ضرور واپس لے آؤں گا۔“

عائشہ کی ماں مجھے دعائیں دینے لگی۔لیکن علی بھائی اور قاسم بھائی کے چہرے بتا رہے تھے کہ وہ میرے اس دعوے کو مجذوب کی بڑ سمجھ رہے ہیں اور انہیں میری کسی بات پر بھی بھروسہ نہیں تھا لیکن مجھے وہ کیا سمجھ رہے ہیں اور انہیں کیا سمجھنا چاہیے؟ مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔میرے جسم میں توانائی کی زبردست لہریں گردش کررہی تھیں۔میرا عزم کسی چٹان سے بھی زیادہ مضبوط تھا اور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجھے یقین تھا کہ میں عائشہ کو اس کے ماں باپ کے پاس پہنچا کر رہوں گا۔ آج میں ان دنوں کاخیال کرتا ہوں تو اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ اس وقت میرے اندر میرے ارادوں کی انرجی اور توانائی ہی طوفانی انداز میں کام نہیں کررہی تھی بلکہ یہ میرا جنون بھی تھا۔

میں اپنے اندر اتنی طاقت محسوس کررہاتھا کہ میں کسی پہاڑ سے بھی ٹکر لے سکتاتھا۔یہ میرے جنون اور میرے عزم کی طاقت ہی تھی جس نے مجھے پل سے چھلانگ لگانے کے بعد طوفانی ندی سے زندہ سلامت باہر نکال لیا تھا اور میں اندھیری رات میں خطرناک جنگل میں سے گزر گیاتھا۔یہی وہ انرجی اور برقی توانائی تھی جومجھے بچپن ہی میں گھر سے نکال کر وطن سے دور بے سروسامانی کے عالم میں جنگلوں‘ پہاڑوں اور اجنبی شہروں میں اڑائے اڑائے لیے پھرتی تھی اور پردیس کے مصائب اور تکلیفوں کا بھی مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتاتھا۔یہ میری دیوانگی تھی‘ میرا عشق تھا‘ میرا جنون تھا‘ یہی جذبہ اور جنون

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لے کر میں ایک بے سہارا مسلمان لڑکی کو ہندوؤں کے چنگل سے نکالنے کے لیے بمبئی سے اکیلا ہی نکل کھڑا ہوا تھا۔عائشہ کے والد او رعلی بھائی کو اگر میری باتوں پر اعتبار نہیں آرہا تھا اور وہ میرے دعوؤں کو اگر مجذوب کی بڑ سمجھ رہے تھے تو اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ نہ صرف یہ کہ ان کی اپنی توانائیاں ختم ہوچکی تھیں بلکہ وہ میری توانائیوں اور میرے جذبہ جنون کی طاقت کا بھی اندازہ نہیں لگاسکتے تھے۔

وہ رات میں نے ان لوگوں کے کوارٹر میں بسر کی اور دوسرے روز انہوں نے مجھے جھانسی جانے والی گاڑی میں سوار کرادیا۔یہ ٹرین بھی پسنجر ٹرین تھی اور دیوگڑھ ٹھہرتی تھی۔دیولالی سے جھانسی تک بڑالمبا سفر ہے اور ٹرین ست پڑا کے سیکڑوں میل پھیلے ہوئے پہاڑی جنگلوں میں سے گزرتی ہے۔ان جنگلوں میں دریا جھیلیں ندی نالے اور بڑے گھنے جنگل آتے ہیں۔سارا دن ٹرین چلتی رہی۔اس دوران ناسک، جل گاؤں اور بھوساول کے شہر آئے اور گزر گئے۔ٹرین پسنجر تھی اس کی رفتار بھی زیادہ تیز نہیں تھی۔راستے میں کوئی ایکسپریس ٹرین کراس کرتی تو ہماری گاڑی کو ایک طرف کھڑا کردیا جاتا۔یوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رات کے دس گیارہ بجے ٹرین برہان پور کے اسٹیشن پر پہنچی۔یہاں سے چلی تو اگلی منزل کھنڈواور ہوشنگ آباد کے شہر تھے۔یہ شہر دوسرے دن آئے۔اب اگلا بڑا شہر بھوپال تھا۔بھوپال کے اسٹیشن پر گاڑی کافی دیر رکی رہی۔اس سے آگے جھانسی کا تاریخی شہر آتاتھا۔میں نے دیوگڑھ کا ٹکٹ لے رکھا تھا۔ دیوگڑھ کااسٹیشن جھانسی اور للت پور سے تھوڑا پہلے آتاتھا۔یہ سارا راستہ جنگلاتی تھا۔کبھی پہاڑیاں قریب آجاتیں، کبھی دور ہوجاتیں اور کھیتوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔ایک مسافر سے پوچھنے پر مجھے معلوم ہوا کہ دیوگڑھ کوئی ایک گھنٹے بعد گاڑی پہنچے گی۔اس وقت دن ڈھلنے لگا تھا۔آسمان بادلوں میں چھپ گیا تھا۔ بھوپال سے ٹرین چلی تو بارش ہونے لگی تھی۔دیوگڑھ کے قریب پہنچتے پہنچتے بارش رک گئی تھی۔

میں کھڑکی کے پاس بیٹھا تھااور تھوڑی تھوڑی دیر بعد سرباہر نکال کر آگے دیکھ لیتاتھا کہ دیوگڑھ کااسٹیشن آیاہے کہ نہیں... گاڑی نے ایک برساتی نالے کا پل عبور کیا تو میرے پاس بیٹھے ہوئے مسافر نے کہا۔

”یہاں سے ریاست جھانسی کی سرحد شروع ہوگئی ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کوئی آدھے گھنٹے کے بعد دیوگڑھ کا اسٹیشن آگیا۔چھوٹا سا اسٹیشن تھا۔پلیٹ فارم پر کافی مسافر سامان لیے کھڑے تھے۔ٹرین رکی تو میں پلیٹ فارم پر اتر گیا۔ابھی شام نہیں ہوئی تھی مگر دن کی روشنی سمٹنے لگی تھی۔یہاں سے مجھے چاردھا رجواڑے کی طرف جانا تھا۔میں نے اسٹیشن سے باہر آکر ایک یکے والے سے چاردھا رجواڑے کا پوچھا تو اس نے کہا۔

"بابو! ادھر اس وقت کوئی یکہ نہیں جاتا راستے میں شام ہوجائے گی۔جنگل میں شیر بھالو کا خطرہ ہے۔"

مگر میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ رات ہونے سے پہلے پہلے چاردھار جواڑے پہنچ جاؤں۔میں وہ رات دیوگڑھ کے ویران سے اسٹیشن پر بسر نہیں کرنا چاہتا تھا۔میں نے یکے والے کو زیادہ پیسوں کا لالچ دیا تو وہ تیار ہوگیا۔میں یکے میں سوار ہوگیا۔ریلوے اسٹیشن کا پھاٹک عبور کرنے کے بعد یکہ ڈھلانی راستے سے گزرنے لگا۔دونوں جانب اونچی اونچی جھاڑیاں تھیں۔آگے کھیت آگئے۔کھیتوں میں فصل کھڑی تھی۔اونچے اونچے درختوں کے سیاہ خاکے سے نظر آرہے تھے۔کوچوان نے مجھ سے پوچھا کہ میں چاردھا میں کس سے ملنے جارہا ہوں۔میں نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یونہی کہہ دیا کہ میرا ایک دوست وہاں فاریسٹ آفیسر ہے اس کے پاس جارہا ہوں۔گھوڑا مریل سا تھا۔ایک خاص رفتار سے چلا جارہا تھا۔کوچوان اسے تیز چلانے کی کوشش کررہا تھا۔دن کی روشنی لمحہ بہ لمحہ ماند پڑتی جارہی تھی۔کھیت ختم ہوئے تو درختوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ان کے درمیان ایک پکا راستہ بنا ہوا تھا۔یکہ اس پر چلا جارہا تھا۔شام کے سائے اترنے لگے تھے۔ٹھنڈی ہوا بڑی خوشگوار لگ رہی تھی۔گھاس کا ایک میدان آگیا۔یہاں برساتی نالے کا ایک پرانا پل تھا۔یکہ پل پر سے گزر گیا۔ہر طرف خاموشی اور سناٹا تھا۔درختوں کے وہ سیاہ خاکے جو پہلے دور نظر آتے تھے اب قریب آگئے تھے۔میں نے کوچوان سے پوچھا کہ چاردھا ابھی کتنا دور ہے۔کوچوان نے ان درختوں کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"ان درختوں کے پار ہے۔"

شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا جب یکہ گھنے درختوں کے جھنڈوں میں داخل ہوگیا۔یہ اصل میں ایک بارانی جنگل تھا جہاں قسم قسم کے درخت اگے ہوئے تھے۔کوچوان نے یکے کی دونوں لالٹینیں روشن کردی تھیں۔جنگل میں اندھیرا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہوجانے کی وجہ سے وہ کچھ خوف محسوس کرنے لگا تھا۔ایک دوبار اس نے اس خوف کا اظہار بھی کیا۔ڈر مجھے بھی لگ رہا تھا کہ کسی طرف سے کوئی شیر یا چیتا نکل آیا تو اس سے بچنا مشکل ہوجائے گا۔جنگل میں ذرا کھلی جگہ آئی تو کوچوان نے یکہ روک کر کہا۔

"لوجی بابو جی! آگیا چاردھا کا رجواڑا۔"

میں نے شام کے گہرے اندھیرے میں چاروں طرف دیکھ کر کہا۔

"مگر یہ تو جنگل ہے۔"

کوچوان نے یکہ موڑ لیا تھا۔کہنے لگا۔

"بابوجی! یکہ اس سے آگے نہیں جائے گا۔وہ جو کھیجڑ کے درختوں کا جھنڈ نظر آرہا ہے۔اس کے پیچھے چاردھا کا ڈاک بنگلہ ہے سواریاں یہاں تک ہی جاتی ہیں۔"

اسے پیسے میں دے چکا تھا۔کوچوان نے مجھے اتار دیا اور آناً فاناً یکہ کر جدھر سے آیا تھا ادھر کو بھاگ گیا۔میں اس سنسان ڈراؤنے جنگل میں اکیلا رہ گیا۔ جنگل سے مجھے زیادہ خوف محسوس نہیں ہوتا تھا۔جنگلوں کا میں عادی ہو گیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھا۔خطرہ صرف کسی شیر چیتے کا تھا۔میں نے سوچا کہ کھیجڑ کے جھنڈ کے پیچھے جو ریسٹ ہاؤس ہے جلدی جلدی وہاں پہنچنا چاہیے۔اس کے بعد وہ مسجد تلاش کروں گا جہاں مجذوب بزرگ کی ہدایت کے مطابق مجھے دو نفل ادا کرنے تھے۔میں تیز تیز چلنے لگا۔درختوں کے جھنڈ میں سے گزر کر دوسری طرف آیا تو وہاں کوئی ر یسٹ ہاؤس نہیں تھا۔اندھیرے میں ایک چھوٹا سا تالاب دکھائی دیا ساتھ ہی شپ شپ کی آواز سنائی دی۔میں ذرا آگے بڑھا تو آواز ایک دم رک گئی۔

میں وہیں رک گیا۔

جنگل میں رات کا اندھیرا چھاچکا تھا۔مگر تالاب چونکہ ذرا کھلی جگہ پر تھا اس لیے وہاں اندھیرے میں بھی تھوڑا بہت نظر آرہا تھا۔شپ شپ کی آواز میری دائیں جانب سے آئی تھی۔اس طرف ایک بہت بڑا درخت تالاب پر اتنا جھکا ہوا تھا کہ اس کی ایک ٹہنی کی شاخیں پانی میں آدھی ڈوبی ہوئی تھیں۔میں نے سوچا کہ کوئی جانور تالاب میں پانی پی رہا ہوگا۔اس نے اندھیرے میں مجھے دیکھ لیا ہوگا یا میری بو سونگھ لی ہوگی اور پانی پینا چھوڑ کر بھاگ گیا ہوگا۔اس وقت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آسمان پر بادل کافی گہرے ہوچکے تھے مگر رات کااندھیرا چھاجانے کی وجہ سے مجھے اس کا علم نہیں ہوسکاتھا۔پتا مجھے اس وقت چلا جب اچانک بادلوں میں بجلی چمک اٹھی۔جس وقت بجلی چمکی اس وقت میری نگاہیں تالاب پر جھکے ہوئے درخت پر جمی ہوئی تھیں۔بجلی اتنی زور سے چمکی کہ جنگل ایک سیکنڈ کے لیے روشن ہو گیا۔اس روشنی میں میں نے ایک عورت کو تالاب کے کنارے پانی میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔اس کے سیاہ بال کھلے تھے اور وہ میری طرف دیکھ رہی تھی۔یہ وہ لمحہ تھا جب شپ شپ کی آواز آنی ایک دم بند ہو گئی تھی اور ساتھ ہی آسمانی بجلی نے چمک کر سارے ماحول کو ایک سیکنڈ کے لیے روشن کردیا تھا۔بجلی کی چمک غائب ہوتے ہی جنگل کااندھیرا زیادہ گہرا ہو گیا۔میں نے عورت کو صاف دیکھا تھا وہ کمر تک تالاب کے پانی میں بیٹھی ہوئی شاید نہاری تھی۔وہ ضرور دونوں ہاتھوں سے پانی اپنے اوپر ڈال رہی تھی جس کی مجھے آواز آئی تھی۔خدا جانے اندھیرے میں اس عورت نے مجھے کیسے دیکھ لیا تھا کہ وہ نہاتے نہاتے ایکدم سے رک گئی اور بجلی کی چمک نے مجھے یہ منظر دکھایا کہ وہ گردن موڑے میری جانب تک رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک لمحے کے لیے تو مارے خوف کے میرا جسم سن ہو گیا۔بھاگنا چاہا مگر پاؤں من من کے بھاری ہوگئے۔مجھے یقین تھا کہ یہ جنگل کی کوئی چڑیل ہے جو تالاب میں نہانے آئی ہے اور اس نے مجھے دیکھ لیا ہے اب وہ مجھے پکڑنے کے لیے اٹھ کر میری طرف آئے گی۔جنگل کی تاریک ابرآلود رات کے اس ڈراؤنے منظر کا یہ ایک قدرتی ردعمل تھا جو مجھ پر ہوا تھا۔اتنے میں بجلی دوبارہ چمکی۔میری نگاہیں ابھی تک اس طرف تھیں۔بجلی کی چمک میں میں نے دیکھا کہ وہ عورت اب تالاب میں نہیں تھی۔اب تو مجھے پورا یقین ہو گیا کہ یہ کوئی آسیب یا چڑیل تھی جو ابھی تالاب میں نہا رہی تھی اور مجھے دیکھ کر غائب ہو گئی ہے۔اتنی دیر میں میرے ہوش وحواس بحال ہوچکے تھے۔میں تیزی سے تالاب کی دوسری طرف کو بھاگا اور جھاڑیوں میں سے ہوتا ہوا تالاب کے دوسرے کنارے کی طرف نکل گیا۔

اس لمحے آسمان پر بادل اتنی زور سے گرجا کہ معلوم ہوا جیسے بہ یک وقت کئی توپیں چل گئی ہوں۔میں وہیں بیٹھ گیا۔ساتھ ہی درختوں کے پتوں پر بارش کی موٹی موٹی بوندیں درختوں کی شاخوں میں سے ہوتی ہوئی مجھ پر بھی گرنے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لگیں۔بارش ایک دم موسلادھار ہونے لگی۔میں ایک درخت کے نیچے دبک گیا۔بادل گرج رہے تھے بجلی اتنے زور سے کڑاکے کی گونج کے ساتھ چمکی کہ درختوں کے اوپر جتنا آسمان مجھے نظر آرہا تھا وہ روشنی میں بالکل سفید ہو گیا اور بجلی کی شاخ دار روشن لکیریں دیر تک نظر آتی رہیں۔مجھے ایسا لگا جیسے جس درخت کے نیچے میں نے پناہ لے رکھی تھی اس پر بجلی گر پڑی ہو۔حالانکہ اگر اس درخت پر بجلی گرتی تو میں بھی درخت کے ساتھ جل کر راکھ ہو چکا ہوتا مگر حقیقت یہ ہے کہ بجلی کی کڑک اور ڈراؤنی چمک نے میرے ذہن کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔میں گھبرا کر درخت سے نکل کر ایک طرف کو بھاگا۔میرا پاؤں ایک جگہ زمین سے باہر نکلی ہوئی کسی درخت کی جڑ سے ٹکرایا اور میں جھاڑیوں میں منہ کے بل گر پڑا۔بادل زور سے گرجا۔میں جھاڑیوں کو پکڑ کر اٹھا اور بارش میں بھیگتا ان درختوں سے کچھ فاصلے پر چلا گیا۔

بجلی ایک بار چمکی تو مجھے ایک جانب زمین سے ذرا بلندی پر ایک جھونپڑی سی دکھائی دی۔میں اندازے سے اس کی طرف دوڑ پڑا۔بارش کے اس خوفناک طوفان سے پناہ لینے کے لیے مجھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس سے اچھی جگہ جنگل میں اور کہیں نہیں مل سکتی تھی۔میں بارش میں شرابور ہو چکا تھا۔بجلی چمکتی تو جنگل روشن ہو جاتا۔دوسرے لمحے اتنا گہرا اندھیرا چھا جاتا کہ مجھے اپنا ہاتھ بھی نظر نہ آتا۔جھونپڑی میں نے دیکھ لی تھی۔میں اسی کی طرف اندازے سے بڑھ رہا تھا۔اب جو بجلی چمکی تو میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے جس کے اوپر ایک کوٹھڑی ہے۔کوٹھڑی کی چھت مخروطی ہے اور اس کوٹھڑی تک جانے کے لیے ٹیلے کی ڈھلان پر سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جو بجلی کی چمک میں مجھے موسلادھار بارش میں بھیگتی صاف نظر آئی تھیں۔میں سیڑھیاں چڑھنے لگا۔یہ سیڑھیاں پتھر رکھ کر بنائی گئی تھیں۔میں جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھ کر جھونپڑی کے دروازے پر آگیا۔

جس کو میں جھونپڑی سمجھ رہا تھا' یہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی بند دروازے کے اوپر چھوٹا سا چھجہ نیچے کو جھکا ہوا تھا جہاں سے بارش کا پانی آبشار کی طرح گر رہا تھا۔میں نے دروازے کو اندر کی طرف دھکا دیا۔دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ایک ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔اندر بھی اندھیرا تھا' میں جلدی سے اس اندھیرے ماحول میں داخل ہوتے ہی بیٹھ گیا۔کم از کم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اتنا ضرور ہوا تھا کہ میں طوفانی بارش سے بچ گیا تھا۔ مجھے اس وقت فوری طور پر اسی چیز کی ضرورت تھی۔ میرے کپڑے بارش میں بھیگ چکے تھے۔ سر کے بالوں سے ابھی تک پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ میں نے جیب سے رومال نکال کر منہ صاف کیا۔ رومال کو گیلے بالوں پر پھیرا۔ اسے نچوڑ کر دوبارہ اپنا چہرہ اور آنکھیں پونچھیں اور کوٹھڑی کے ماحول کا جائزہ لینے کی کوشش کی مگر اندھیرے میں مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔ کوٹھڑی کی فضا میں البتہ ایک عجیب نامانوس سی بو ضرور محسوس ہوئی۔ میں نے اس بو پر غور کیا تو یہ سیندور کی بو تھی۔ جب میں اسکول میں پڑھتا تھا تو اپنے کسی ہندو دوست کے ساتھ کسی مندر میں جاتا تو وہاں یہ بو بہت پھیلی ہوتی تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ سیندور کی بو ہے۔ ہندو لوگ اور خاص طور پر ہنومان کی پوجا کرنے والے ہنومان کی مورتی پر سیندور کا لیپ کر دیا کرتے ہیں۔ ہنومان کا چہرہ بندر کا اور دھڑ انسان کا ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں گرز پکڑا ہوتا ہے۔ سیندور کے لیپ کی وجہ سے وہ سرخ ہو جاتا تھا اور مندر کی تنگ کوٹھڑی میں سیندور کی تیز بو پھیلی ہوتی تھی۔ بالکل یہی بو کوٹھڑی کی فضا میں موجود تھی۔ اگرچہ یہ بو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تیز نہیں تھی۔ کھلے دروازے میں سے بارش میں بھیگی ہوئی ہوا کے تھپیڑے آتے تو یہ بو تھوڑی دیر کے لیے غائب ہو جاتی۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہاں کسی زمانے میں ہنومان کی کوئی مورتی رکھی ہو۔

میں اب اس انتظار میں تھا کہ بارش رکے تو میں اس مسجد کو تلاش کروں جو مجھے بمبئی کے املی والے تکیے کے مجذوب بزرگ نے بتائی تھی اور کہا تھا کہ وہاں دو نفل ادا کرنا۔ میرا خیال تھا کہ میں رات اسی مسجد میں ہی بسر کروں گا۔ قدرتی طور پر خدا کے گھر میں اپنے آپ کو زیادہ محفوظ سمجھتا تھا۔ بارش نہ ہو رہی ہو تو جنگل میں کتنا ہی اندھیرا اور گھنا کیوں نہ ہو مجھے اس سے اتنا ڈر کبھی نہیں لگا تھا کہ میں چل پھر بھی نہ سکوں۔ ہاں وہاں کوئی شیر چیتا یا ریچھ نہ پھر رہا ہو۔ مگر بارش رکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ بڑی زور دار آواز کے ساتھ مینہ برس رہا تھا۔ اتنا ضرور فرق پڑ گیا تھا کہ بادلوں کی گرج ہلکی پڑ گئی تھی اور بجلی دیر دیر بعد چمکتی تھی۔ ایک بار بجلی چمکی تو میں نے کوٹھڑی کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔ میں نے ایک سیکنڈ کی روشنی میں دیکھا کہ کوٹھڑی چھوٹی سی ہے۔ البتہ کونے میں مجھے ایک چھوٹا سا دروازہ ضرور دکھائی دے گیا تھا۔ اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دروازے کی موجودگی سے مجھے خوف ضرور محسوس ہوا۔مجھے ایسا لگنے لگا کہ اندھیرے میں کوئی نہ کوئی چڑیل اس دروازے میں سے نکل کر دبے پاؤں میری طرف بڑھے گی اور مجھے دبوچ لے گی اور اس کے ہاتھوں کی گرفت سے میرا سارا جسم سرد ہو کر سن ہوجائے گا۔ہوسکتا تھا کہ یہ وہی چڑیل ہو جس کو میں نے تالاب میں نہاتے ہوئے دیکھاتھا۔اب میں نے اندھیرے میں ہی اپنا رخ کونے والی دیوار کے دروازے کی طرف کر لیا۔اندھیرے میں مجھے وہ دروازہ بالکل دکھائی نہیں دیتاتھا کسی وقت بجلی چمکتی تو دروازے کا ایک دھندلا سا خاکہ نظر آجاتا۔میں نے دروازے پرنظر جمادی۔اگلی بار بجلی چمکی تو میں نے غور سے دیکھا۔دروازہ چھوٹا تھااوراس کے کواڑ بند تھے۔

یہ دروازہ کس طرف جاتا ہے؟ کیا اس کوٹھڑی کے اندر بھی کوئی کوٹھڑی ہے؟ میں سوچنے لگا۔ہوسکتا ہے اندر کوئی چھوٹی سی کوٹھڑی ہو۔دیہات میں اس قسم کی چھوٹی کوٹھڑیاں اناج وغیرہ رکھنے کے لیے بنادی جاتی ہوں۔میں اپنے آپ کو حوصلہ دینے لگا کہ یہ اندر والی کوٹھڑی بھی اناج کی کوٹھڑی ہوگی جو اس کسان نے آدھی بنائی ہوگی جو کبھی اس کوٹھڑی میں رہتاہوگا۔میں نے اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کوٹھڑی کا خیال دل سے نکال دیا اور باہر جنگل کی طرف رخ کرلیا اور انتظار کرنے لگا کہ باش ذرا رکے تو میں وہاں سے نکل کر مسجد کی تلاش میں جاؤں مگر یہ کوئی شہر کی بارش نہیں تھی۔ہندوستان کے مشرقی علاقے ست پڑا کے پہاڑی سلسلے کی بارش تھی۔یہاں مون سون کی بارشیں شروع ہوتی ہیں تو کئی دن تک آسمان بادلوں سے ڈھکا رہتا ہے اور ساری ساری رات موسلادھار مینہ برستا ہے۔ان جنگلوں میں راتوں کی بارش کاایک اپنا طلسم ہوتا ہے۔آدمی کومحسوس ہوتا ہے کہ وہ جنگل کی بارش میں ہی پیدا ہوا تھااور اسی بارش میں مرجائے گا۔

اب نہ تو بجلی ہی چمک رہی تھی اور نہ بادل ہی گرج رہے تھے۔مگر بارش پہلے سے زیادہ تیز ہوگئی تھی۔میں نے ہمت ہاردی اور باقی ساری رات اسی کوٹھڑی میں بسر کرنے کا فیصلہ کرلیا۔اس کے سوا کوی چارہ بھی نہیں تھا۔بارش اور ٹھنڈی ہواؤں کی وجہ سے سردی بھی محسوس ہونے لگی تھی۔پہلے میں نے سوچا کہ کوٹھڑی کا دروازہ بند کردوں۔اس طرح کوٹھڑی کی فضا نیم گرم ہوجائے گی اور میں گیلے کپڑوں کے ساتھ بھی دیوار سے ٹیک لگا کر سوسکوں گا۔پھر یہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سوچ کر یہ ارادہ ترک کردیا کہ دروازہ بند کیا تو کہیں تالاب والی پراسرار عورت یا چڑیل اندھیرے میں کسی طرف سے نکل کر مجھے دبوچ نہ لے۔میں نے کوٹھڑی کے دروازے کا ایک پٹ پہلے ہی سے بند کرر کھا تھا۔اس طرح سے بارش کی بوچھاڑ کوٹھڑی میں نہیں آرہی تھی۔

میری قمیص اور پتلون میرے جسم کی گرمی سے اتنی زیادہ گیلی نہیں رہی تھی۔ فلیٹ شوز میں نے اتارے نہیں تھے۔میں نے وہیں دروازے کی چوکھٹ کے ساتھ اندر کی جانب ذرا سا نیچے

کھسک کر اس طرح ٹیک لگالی کہ میں سوسکتا تھا۔میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ مگر جلدی سے کھول دیں اور کونے والے چھوٹے دروازے کی طرف اندھیرے میں گھور کر دیکھنے لگا۔مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ چھوٹا پراسرار دروازہ بھی مجھے گھور کر دیکھ رہا ہو۔کم بخت یہ بند دروازہ مجھے سونے نہیں دے رہا تھا۔میں اپنے آپ کو بہتیرا کہتا کہ یہ چھوٹی اناج والی کوٹھڑی کا دروازہ ہے اس کے اندر کوئی جن بھوت نہیں رہتا۔تم آرام سے سوجاؤ مگر اس قسم کے ماحول میں انسان کے اندر کا جو ایک قدرتی خوف بیدار ہوجاتا ہے وہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجھے سونے نہیں دے رہا تھا۔سونا تو دور کی بات ہے آنکھیں بھی بند کرنے نہیں دے رہا تھا۔میں نے سوچا چلو آج کی رات جاگ کر ہی گزار دیتے ہیں۔ بارش نہیں رکتی تو نہ رکے۔میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔کبھی باہر جنگل کی طرف دیکھنے لگتا اور کبھی گردن موڑ کر کوٹھڑی کے کونے کی دیوار والے چھوٹے دروازے کی طرف دیکھ لیتا۔کمرے کی فضا میں جو سیندور کی ہلکی ہلکی بورچی ہوئی تھی مجھے محسوس ہوا کہ وہ بو زیادہ آنے لگی ہے۔پہلے تو میں نے کوئی خیال نہ کیا لیکن جب بوزیادہ تیز ہوگئی اور مجھے اپنے حلق میں اترتی ہوئی محسوس ہونے لگی تو میں اٹھ کھڑا ہوااور اپنا منہ دروازے سے باہر نکال کربارش میں بھیگتی ہوا میں لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

میں حیران تھا کہ یہ بو ایکدم کیسے ہوگئی ہے۔کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔اپنے قدرتی ڈرخوف پر میں نے کافی حد تک قابو پالیا تھا۔اسکول میں دینیات کے پریڈ میں جو دو تین عربی کی آیات پڑھی تھیں اور جو یاد رہ گئی تھیں کسی وقت وہ پڑھ کر اپنے اوپر پھونکیں مار لیتا تھا اس سے مجھے کافی حوصلہ مل جاتا تھا۔ایک بار میں نے دروازے کے باہر دو تین گہرے سانس لے کر منہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اندر کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ سیندور کی تیز بو غائب ہو گئی ہے اور اب فضا میں پہلے والی نارمل بو واپس آگئی ہے۔میں نے خدا کا شکر ادا کیااور چوکھٹ کی دیوار سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔کیونکہ معلوم نہیں کتنی رات گزر چکی تھی اور مجھ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی تھی۔میں نے تھوڑی سی جھپکی ہی لی تھی کہ کھڑاک کے شور سے میری آنکھ کھل گئی۔

ٹھک ٹھک کی آواز آرہی تھی۔پہلے تو میری سمجھ میں نہ آیا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔میں دیوار سے الگ ہو کر بیٹھ گیااور اندھیرے میںادھر ادھر دیکھنے لگا۔یہ آواز کوٹھڑی کے کونے والے چھوٹے دروازے سے آرہی تھی۔دوسری طرف سے کوئی دروازے پر زور زور سے ہاتھ ماررہاتھا۔میں بت بنا اندھیرے میں جس طرف سے آواز آرہی تھی ادھر دیکھ رہا تھا۔کوئی تھوڑی تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک دے رہاتھا پھر کسی عورت کی کمزور سی آواز آئی۔

”دروازہ کھولو۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پہلے میں ڈر گیا۔پھر خیال آیا کہ ہوسکتا ہے دروازے کے پیچھے جو چھوٹی کوٹھڑی ہے وہاں کسی نے کسی عورت کوبند کرر کھا ہو۔میں اٹھ کر دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا کونے والے دروازے تک گیا۔یہ دروازہ ایک طاق کی طرح بنا ہوا تھا۔میں نے دروازے کی کنڈی کو ٹٹولا تاکہ اسے کھول دوں۔یہ دیکھ کر میرے بدن میں خوف کی لہر دوڑ گئی کہ دروازے کی کنڈی پہلے سے ہی کھلی ہوئی تھی۔میں جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔

دروازے کی دوسری طرف سے عورت نے دستک دی اور کمزور آواز میں کہا۔

”دروازہ کھولو۔“

میںنے اپنے ہوش وحواس برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”دروازہ کھلا ہے۔“

اس کے ساتھ ہی عورت کے گہرا سانس بھرنے کی آواز سنائی دی اور پھر گہری خاموشی چھاگئی۔میں نے مزید ہمت سے کام لیتے ہوئے دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا۔دروازہ کھل گیا۔مجھے سوائے اندھیرے کے اور کچھ دکھائی نہ دیا۔اندھیرا گہرا سیاہ تھا۔دروازے کے کھلتے ہی سیندور کی تیز بو کاایک جھونکا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرے چہرے سے ٹکرایا۔میں جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔سیندور کی بو تیز ہونے لگی تھی۔میں کوٹھڑی کے بڑے دروازے کے پاس آگیا۔میں نے منہ باہر نکال کر لمبے لمبے دوچار سانس لیے۔باہر جنگل میں بارش اسی طرح ہو رہی تھی۔

میں حیران بھی تھااور ڈرا ہوا بھی تھا۔آخر وہ عورت کون تھی جو دروازے کے پیچھے سے آوازیں دے رہی تھی اور جب میں نے دروازہ کھولا تو وہ کہاں غائب ہوگئی تھی۔کہیں وہ کوٹھڑی میں موجود ہی نہ ہو۔میں اندھیرے میں گھور گھور کر دیکھنے لگا۔کوٹھڑی خالی تھی۔سیندور کی بو ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔میں نے ہاتھ باہر نکال کر بارش کااندازہ لگایا۔بارش اسی طرح ہو رہی تھی۔اچانک مجھے اپنے چہرے کے بالکل پاس کسی کی سرد آہ بھرنے کی آواز سنائی دی۔خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے پھر جیسے کسی نے مجھے دھکا دیاہو۔میں گرتے گرتے بڑی مشکل سے سنبھلا اور میں نے کوٹھڑی کے باہر بارش میں چھلانگ لگادی۔میں سیڑھیاں پھلانگتا پراسرار کوٹھڑی کے ٹیلے سے اتر کر درختوں کی طرف بھاگنے لگا۔اس میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا یہ کوٹھڑی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آسیب زدہ تھی اور وہاں کسی چڑیل کا بسیراتھا۔ضرور یہ وہی چڑیل تھی جس کو میں نے تالاب میں نہاتے ہوئے دیکھاتھا۔

میں بارش میں دوڑتا جارہاتھا۔بارش اور رات کااندھیرا میرا راستہ روک رہاتھا۔میں بار بار جھاڑیوں میں الجھتا۔مگر میں برابر دوڑ رہاتھا۔میں تالاب کے پاس نکل آیا۔میرے کپڑے ایک

بار پھر بارش میں شرابور ہو رہے تھے۔میں تالاب کے پہلو سے ہوتا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔میرا سانس پھول گیاتھا۔میں دوڑنے کی بجائے تیز تیز چلنے لگا۔کافی دور نکل آنے کے بعد ایک گنجان درخت کے نیچے بے دم سا ہو کر بیٹھ گیا۔یہاں میں بارش سے تھوڑا بہت محفوظ ہو گیا تھا۔جب سانس ذرا نارمل ہواتو سامنے والے درختوں کی طرف دیکھا۔مجھے یقین ساتھا کہ جس مسجد کی مجھے تلاش ہے وہ ان درختوں کی طرف ہی ہے۔میں اٹھااور بارش کی پرواہ کیے بغیر چلنے لگا۔تھوڑی سی کھلی جگہ آگئی۔اندھیرے میں مجھے اتنا ضرور نظر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آنے لگا تھا کہ میں سمت درست رکھ سکوں۔یہاں اونچی اونچی گھاس اگی ہوئی تھی۔بارش کی بوچھاڑیں پڑرہی تھیں۔کھلی جگہ ختم ہوئی تو ایک بار پھر درخت شروع ہوگئے۔میرے پاؤں کے نیچے زمین سخت ہونے لگی تھی۔یہ پتھریلا علاقہ تھا۔اندھیرے اور بارش میں درختوں کے دھندلے دھندلے خاکے سے نظر آرہے تھے۔ایک جگہ بانس کی باڑھ لگی ہوئی تھی۔میں اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔اس باڑھ کامطلب تھا کہ آگے ضرور کوئی گاؤں تھا۔خوش قسمتی سے بارش ایک دم رک گئی۔

بانس کی باڑھ شاید کھیتوں کے کنارے لگی ہوئی تھی۔مگر اندھیرے میں مجھے کھیت دکھائی نہیں دے رہے تھے۔تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک باڑہ آگیا۔میں باڑے میں گھس گیا۔باڑے کی چھت اور دیواریں بانس کی بنی ہوئی تھیں۔یہاں مویشی ہونے چاہیے تھے مگر باڑہ بالکل خالی تھا۔مجھے جنگل میں سانس لینے کی محفوظ جگہ ضرور مل گئی تھی۔زمین پرسوکھی گھاس کی دو تین ڈھیریاں لگی تھیں۔میں ایک ڈھیری کے پاس بیٹھ گیا۔اپنی قمیص اتار کر نچوڑ کر دوبارہ پہنی۔یہ جگہ اچھی تھی۔میں نے سوچا کہ یہاں باقی رات بیٹھا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رہوں گا اور جب صبح ہوگی تو مسجد کی تلاش میں چل پڑوں گا۔رات کے اندھیرے میں مسجد تلاش کرنامشکل کام تھا۔جب کہ مجھے اس کے محل وقوع کابھی علم نہیں تھا۔باڑے کی فضا میں ہلکی ہلکی گرماہٹ تھی۔گھاس بھی میرے نیچے سوکھی تھی۔میں گھاس پرٹانگیں سمیٹ کر لیٹ گیا۔گیلی قمیص اور گیلی پتلون کی وجہ سے مجھے سردی لگ رہی تھی مگر آہستہ آہستہ میرا جسم گرم ہوتا گیااور پھر نہ جانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی۔

اچانک میری آنکھ کھل گئی۔مجھے کسی چیونٹی نے بڑے زور سے کاٹاتھا۔میں اپنی پنڈلی کو زور زور سے ملتے ہوئے اٹھ کربیٹھ گیا۔یہ دیکھ کرمجھے خوشی ہوئی کہ آسمان پر بادلوں کے پیچھے صبح کا اجالا جھلکنے لگا تھا۔بارش بھی بدستور رکی ہوئی تھی۔میں باڑے سے باہر نکل آیا۔باہر ایک چھوٹا سا راستہ شمال مشرق کی طرف چلا گیا تھا۔میں اس پر چلنے لگا۔میرا خیال تھا کہ اگر یہاں مویشیوں کاباڑہ بنا ہوا ہے توآگے کوئی نہ کوئی گاؤں ضرور ہوگا مگر گاؤں کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔دن کااجالاآہستہ آہستہ بڑھتا جارہاتھا۔یہاں چاروں طرف تاڑ کے اونچے اونچے چھتریوں والے درخت چاروں طرف کھڑے تھے۔کچا راستہ کچھ دور جاکر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

درختوں کے ایک ذخیرے میں داخل ہو گیا۔ان درختوں میں سے رات کی بارش کا پانی ابھی تک ٹپک رہا تھا۔جب میں درختوں کے ذخیرے سے باہر آیا تو بائیں جانب مجھے ایک چار دیواری دکھائی دی۔چار دیواری کے قریب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک مسجد ہے۔دیواروں کے کونوں پر چھوٹی چھوٹی برجیاں بنی ہوئی تھیں۔مسجد کا دروازہ غائب تھا۔میں نے اطمینان کاسانس لیا۔آخر میں اس مسجد کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔مسجد کا صحن ذرا اونچا تھا۔ میں نے جوتے اتار کر ایک طرف رکھ دیئے۔مسجد کے صحن کے آگے صرف ایک برآمدہ سا بنا ہوا تھا جس کی چھت پر دیوار کے ساتھ ایک سیڑھی جاتی تھی۔برآمدے کے فرش پر دوچار ناریل کی پرانی چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ کونے میں ایک چوبچہ تھا جوپانی سے بھرا ہوا تھا۔یہاں مجھے دو نفل ادا کرنے تھے۔مجھے پیاس بھی لگ رہی تھی اور بھوک بھی لگ رہی تھی۔میں نے چوبچے کے پاس بیٹھ کر پانی چلو میں لے کر غور سے دیکھا۔پانی شفاف تھا۔میں نے ایک گھونٹ پیا۔پانی میٹھا تھا' پانی پینے کے بعد میں نے وضو کیا اور پھر برآمدے میں چھت کے نیچے جاکر دو نفل ادا کیے اور ہاتھ اٹھا کر خدا سے دعا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مانگی کہ میں جس نیک مقصد کو لے کر بمبئی سے چلا ہوں وہ مجھے اس مقصد میں کامیاب کرے۔چہرے پر دونوں ہاتھ پھیر کر میں چٹائی پر ہی قبلہ رو ہو کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ املی والے تکیے کے مجذوب نے مجھے یہاں دو نفل ادا کرنے کی جو ہدایت کی تھی تو اس میں ضرور کوئی نہ کوئی مصلحت ہوگی۔اب میں وہاں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ وہ مصلحت کیا ہو سکتی ہے۔اس وقت دن کا اجالا چاروں طرف پھیل چکا تھا۔جہاں میں بیٹھا تھا وہاں سے مسجد کے دروازے کے باہر کا منظر صاف نظر آرہا تھا۔اچانک ایک عورت مسجد کے سامنے سے گزری۔اس نے میری طرف نگاہ ڈالی اور وہیں رک کر مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے مسکرا کر اشارے سے مجھے اپنی طرف بلایا۔اس کی مسکراہٹ اور اشارے میں کوئی ایسی طلسمی طاقت تھی کہ میں اٹھ کر مسجد سے باہر آگیا۔میرے دل نے کہا۔واپس مسجد میں چلے جاؤ۔مگر وہ عورت جو بڑی خوبصورت تھی کچھ اس انداز سے میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی کہ میں نے دل کی آواز پر کوئی دھیان نہ دیا اور عورت کے قریب جا کر پوچھا۔

”کیا بات ہے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

عورت نے کوئی جواب نہ دیا۔وہ میری طرف مسلسل دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔مجھ پر جیسے اس کی مسکراہٹ نے ایک سحر سا طاری کردیا تھا۔میں نے جلدی سے اپنے آپ کو سنبھالا اور ایک بار پھر اس سے پوچھا کہ اس نے مجھے باہر کیوں بلایا ہے۔یہ عورت لباس سے مدھیہ پردیش کے جنگلوں میں رہنے والے آدھی باسی قبیلے کی کوئی عورت لگتی تھی۔اس نے گھٹنوں سے اوپر تک کمر کے گرد سیاہ رنگ کی ساڑھی لپیٹ رکھی تھی۔پاؤں میں چاندی کے کڑے تھے۔کلائیوں میں بھی چاندی کے کڑے تھے گلے میں سرخ اور سیاہ منکوں کی مالا تھی۔جسم پر صرف ایک چولی تھی۔بالوں کا سر کے پیچھے جوڑا بنا رکھا تھا جس میں کسی درخت کا سرخ پھول لگا تھا۔ان قبیلوں کی عورتیں عام طور پر کالے رنگ کی معمولی شکل وصورت کی عورتیں ہوتی ہیں۔مگر اس عورت کا رنگ بھی زیادہ کالا نہیں تھا۔گہرا سانولا تھا۔نقش بھی بڑے اچھے تھے۔وہ آدھی باسی قبیلے کی عورتوں سے بڑی مختلف عورت تھی۔اس کی نسواری رنگ کی آنکھوں میں ایک تیز چمک تھی۔حقیقت یہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہے کہ میں اس کے جسم کے طلسم کا اسیر ہوچکا تھا۔اس نے آہستہ سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔مجھے ایک گرم لہر اپنے جسم میں دوڑتی محسوس ہوئی۔

میرے اندر سے ایک بار پھر وہی آواز آئی۔

”واپس مسجد میں چلے جاؤ۔“

مگر میں نے ایک بار پھر اس آواز پر کوئی دھیان نہ دیا۔عورت نے میرے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے رکھا تھا۔کہنے لگی۔

”میرے ساتھ آؤ۔“

اس کی آواز میں بھی جیسے کوئی جادو تھا۔وہ اپنی نظریں میرے چہرے سے بالکل نہیں ہٹا رہی تھی۔اس نے اس دوران ایک بار بھی دوسری طرف نہیں دیکھا تھا۔میرے اندر دو طاقتوں میں گویا ایک جنگ سی چھڑ گئی تھی۔ایک طاقت مجھے واپس مسجد کی طرف کھینچ رہی تھی اور دوسری طاقت مجھے اس پراسرار عورت کے ساتھ جانے پر مجبور کررہی تھی۔وہ میری جوانی کے ابتدائی ایام کا زمانہ تھا۔میں کوئی نمازی پرہیز گار نوجوان بھی نہیں تھا۔اچھا کام بھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کرلیتا تھا اور برائی کی طرف بھی راغب ہوجاتا تھا۔ کوئی اچھا کام کرتا تو دل کو سکون سا ملتا۔ گناہ کرتا تو دل بوجھل ہوجاتا اور پھر گڑگڑا کر خدا سے اپنے گناہ کی معافی مانگتا۔ یہ سلسلہ ایک عرصے سے چل رہا تھا۔ اس وقت میں اپنی تمام تھوڑی بہت اچھائیوں اور زیادہ برائیوں کے ساتھ اس پراسرار جنگلی عورت کے سامنے موجود تھا اور دل پر شیطانی جذبات نے قبضہ کرلیا تھا اور میں چاہتا تھا کہ وہ میرا ہاتھ کبھی نہ چھوڑے۔ جب اس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا تو میں بے اختیار اس کے ساتھ چل پڑا۔ میں نے اس سے یہ بھی نہ پوچھا کہ وہ مجھے کہاں لے جارہی ہے اور اسے مجھ سے کیا کام ہے۔ کل رات کی بارش کی وجہ سے کہیں کہیں درختوں پر سے ابھی تک پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ پاؤں سے ننگی تھی اور کچے راستے پر کیچڑ سے ہٹ کر گھاس پر چل رہی تھی۔ اس نے میرا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔ وہ مجھے اس طرف لے جارہی تھی جدھر سے میں رات کو چل کر مسجد میں آیا تھا۔ ایک جگہ وہ دائیں طرف درختوں میں مڑ گئی۔ ذرا آگے جاکر ایک جھونپڑی آگئی۔ یہ بانس کی چھوٹی سی جھونپڑی تھی۔ اس پر ناریل کی شاخوں کی ڈھلواں چھت پڑی ہوئی تھی۔ وہ مجھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جھونپڑی کے اندر لے گئی۔ جھونپڑی کی زمین پر سوکھے پتے بچھے ہوئے تھے۔ اس نے مجھے بٹھایا اور بولی۔

"تمہیں بھوک لگی ہوگی۔ تمہارے لیے کچھ کھانے کو لے کر آتی ہوں۔"

بھوک مجھے واقعی لگی ہوئی تھی۔ میں اس بات پر بھی حیران تھا کہ وہ عورت بڑی صاف ہندی زبان میں بات کررہی تھی۔ وہ آدھی باسی قبیلوں کی زبان نہیں بول رہی تھی۔ وہ جھونپڑی سے نکل کر باہر گئی تو میں نے چاروں طرف دیکھا۔ جھونپڑی کی دیوار بانسوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی۔ کونے میں مٹی کے دو مٹکے پڑے تھے۔ ایک مٹکے کے اوپر سوکھے ناریل کا کھوپا الٹا ہوا تھا۔ یہ کھوپا عام طور پر پانی یا دیہات میں تاڑی پینے کے کام آتا ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ عورت کھانا کہاں سے لائے گی پھر خیال آیا کہ ہوسکتا ہے یہاں کہیں قریب ہی ان کے قبیلے کا گاؤں ہو۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ عورت واپس آگئی۔

اس کے ہاتھ میں کیلے کے پتوں میں لپٹی ہوئی کوئی شے تھی۔ وہ میرے سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے کیلے کے پتوں کا بنڈل کھولا تو میں نے دیکھا کہ اس میں زرد رنگ کے موٹے چاول تھے جن پر چھوٹے چھوٹے آلوؤں کا سالن پڑا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کھاؤ‘ پھر تم سے بات کروں گی۔“

وہ عورت کون تھی اوراس کے اندر کس قدر منفی طاقتیں تھیں۔ابھی تک مجھے اس کابالکل احساس نہیں ہوا تھا۔میں یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ جنگلی قبیلے کی کوئی عیش پسند عورت ہے جس نے ایک نوجوان کو دیکھااور اسے بلا کرعیش پرستی کے خیال سے اپنے ساتھ جھونپڑی میں لے آئی ہے۔اس وقت تک میں بھی اپنے ہوش میں آچکا تھا۔میرے دل میں اس عورت کو دیکھ کر جو گناہ کا خیال پیدا ہوا تھا اس کو دل سے نکال کر خدا سے اپنے گناہ کی معافیاں مانگ رہاتھا اور یہی فیصلہ کیاتھا کہ چاول وغیرہ کھانے کے بعد میں جھونپڑی سے نکل کر سیدھا مسجد میں واپس چلاجاؤں گا۔کیونکہ میرا خیال ابھی تک اسی طرف لگا ہوا تھا کہ بمبئی کے مجذوب نے مجھے جو مسجد میں دو نفل ادا کرنے کے لیے کہاتھا تو اس میں ضرو کوئی مصلحت تھی اوروہاں سے مجھے ضرورکوئی ایسا غیبی اشارہ ملے گا جو مسلمان لڑکی عائشہ کو تلاش کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں جلدی جلدی چاول کھانے لگا۔میں نے اس عورت کاشکریہ بھی ادا کیا۔وہ مٹکے میں سے پانی نکال کر لے آئی۔میں نے پانی پی کرپوچھا۔

”کیاتم اسی جھونپڑی میں رہتی ہو؟ تمہارے گھروالے کہاں ہیں؟“

عورت نے کوئی جواب نہ دیا۔وہ میری طرف مسلسل تک رہی تھی اور تھوڑا تھوڑا مسکرا رہی تھی۔میں نے دل میں کہا اگر جواب نہیں دیتی تو نہ دو۔مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔میں تو تھوڑا بہت کھاپی کر یہاں سے رفوچکر ہوجاؤں گا لیکن میں جس بھیانک چکر میں پھنسنے والا تھا اس کی مجھے خبر نہیں تھی۔میں نے زمانے کی بڑی مار کھائی ہے۔بڑے بڑے نشیب وفراز سے گزراہوں۔

ہر قسم کے حالات دیکھے ہیں۔بستر سنجاب وسمور پر بھی سویا ہوں اور فٹ پاتھوں پر بھی راتیں بسر کی ہیں۔شرافت کا ماحول بھی دیکھا ہے اور گناہ کی دلدلوں سے بھی بمشکل بچاہوں۔میں نے ان سارے تجربات سے ایک ہی سبق سیکھا ہے اور وہ سبق میں نوجوان نسل تک پہنچانا چاہتا ہوں۔وہ سبق یہ ہے کہ جب کبھی گناہ کا خیال دل میں آئے تو اسے اپنے ارادے کی ساری طاقت کا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

زور لگا کر فوراً دل سے نکال کر پھینک دیں اور توبہ استغفار کریں۔ گناہ کی طرف قدم بھی نہ بڑھائیں۔یہ ہرگز نہ سوچیں کہ کوئی بات نہیں پھر کیا ہوا۔ میں زیادہ آگے نہیں جاؤں گا۔بس دوچار قدم چل کر واپس آجاؤں گا۔نہیں نہیں' ایسا ہرگز ہرگز نہ سوچیں۔گناہ کے راستے پر آدمی ایک بار چل پڑے تو پھر اس کا واپس آنا محال ہوجاتا ہے۔اس لیے اول تو دل میں گناہ کا خیال بھی نہ لائیں لیکن بندہ بشر ہے اگر گناہ کا خیال آبھی جائے تو اسے فوراً دل سے نکال کر پھینک دیں۔ایسے ماحول میں بھی نہ بیٹھیں جہاں گناہوں کی ترغیب کاامکان ہو۔جس گاؤں میں آپ کو نہیں جانا اس گاؤں کا کسی سے راستہ بھی نہ پوچھیں۔میں یہ غلطی کربیٹھا تھااور پھر اس کامجھے جوخمیازہ بھگتنا پڑااس کے تصور ہی سے آج میری روح کانپ اٹھتی ہے۔

اس وقت میرے دل میں گناہ کا خیال موجود تھا۔جب میں مسجد سے نکل کر اس پراسرار جنگلی عورت کے پیچھے چل پڑا تھا۔جب میں جھونپڑی میں بیٹھا چاول کھارہاتھا اس وقت میں نے گناہ کے خیال کو دل سے ضرور نکال دیا تھااور یہی فیصلہ کیا تھا کہ میں تھوڑے بہت چاول کھا کر واپس جنگل والی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مسجد میں چلا جاؤں گا لیکن مجھ سے وہی خطرناک غلطی ہوگئی تھی کہ میں گناہ کے راستے پر قدم بڑھاچکا تھا۔اور گناہ کے راستے پر چل نکلا تھا جو مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔چنانچہ جب میں نے کھانا کھایا تو عورت سے کہا۔

”تمہارا شکریہ اب میں واپس جاتا ہوں۔مسجد میں مجھے اپنے ایک ساتھی کا انتظار ہے وہ آنے ہی والا ہوگا۔“

جنگلی عورت نے ایک گہرا سانس لیا۔اس کے سانس میں ایسی آواز تھی جیسے خشک پتوں پرسانپ چل رہا ہو۔میں جانے کے لیے اٹھا تو اس عورت نے جو ابھی تک پتوں کے فرش پر بیٹھی ہوئی تھی مجھے ہاتھ سے پکڑ کر نیچے بٹھالیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھ میں مردوں ایسی طاقت تھی مجھے ایک جھٹکا سا لگا تھا۔میں کچھ خوفزدہ سا ہو کربیٹھ گیا۔

”کہاں جارہے ہو؟ آج میرے ساتھ جنگل کی سیر کرو۔پھر میں تمہیں جہاں کہو گے چھوڑ آؤں گی۔“

میں نے خوف کو دل سے نکال کر باہر پھینک دیااور اس عورت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟ تمہاری زبان جنگلی قبیلے کی عورتوں والی نہیں ہے۔تم بڑی صاف ہندی بولتی ہو۔تمہارا رنگ روپ بھی جنگلی قبیلے کی عورتوں کی طرح نہیں ہے۔کیا تم کوئی بھوت پریت ہو؟“

وہ ہنس پڑی۔اس کی ہنسی میں عجیب قسم کی گھنٹیوں کی آواز مجھے سنائی دی۔کہنے لگی۔

”اگر میں بھوت پریت ہوتی تو تمہیں اب تک کھا گئی ہوتی۔“

پھر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ کر کہنے لگی۔

”میں ساتھ والے گاؤں کی رہنے والی ہوں۔قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں۔مسجد کے سامنے سے گزر رہی تھی تم پر نظر پڑی‘ تم اچھے لگے ‘ تمہیں اپنے ساتھ لے آئی ہوں۔اس سے زیادہ تم اور پوچھ کر کیا کروگے؟“

میں نے کہا۔”تم اتنی جلدی کھانا کہاں سے لے آئی تھیں؟ یہاں آس پاس تو مجھے کوئی گاؤں نظر نہیں آیا۔“

اس نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں مہینے میں ایک آدھ بار اکیلی جنگل کی سیر کرنے نکل پڑتی ہوں۔یہ جھونپڑی میں نے اسی لیے بنوائی ہے۔یہاں میں کھانا پکا کر رکھ لیتی ہوں۔رات پڑجائے تو اس جھونپڑی میں سو بھی جاتی ہوں۔“

میں نے اٹھنے کو شش کرتے ہوئے کہا۔

”جنگل کی سیر پھر کبھی کرلوں گا۔اس وقت مجھے مسجد میں پہنچنا ہے۔میرا دوست وہاں آنے ہی والا ہوگا۔“

اس عورت نے گردن ایک طرف جھکا کر بڑے خاص انداز سے کہا۔

”اگر تم کسی خاص چیز کی تلاش میں آئے ہو تو میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔“

میں ذرا ٹھٹک گیا۔واقعی یہ عورت میری مدد کر سکتی تھی۔عائشہ کو لے کر جرائم پیشہ پجاری گنگولی اسی علاقے میں آیا ہوا تھا۔ہوسکتا ہے اس عورت کے ذریعے مجھے پجاری گنگولی کا کوئی سراغ مل جائے پھر بھی میں نے اسے اپنے دل کا راز نہ بتایا اور اسے مزید ٹٹولنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا

”تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں یہاں کسی چیز کی تلاش میں آیا ہوں؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

عورت مسکرا رہی تھی۔ کہنے لگی۔

”میں تمہارے دل کا حال تمہارے چہرے سے پڑھ رہی ہوں۔ تمہارا چہرہ بتارہا ہے کہ تم کوئی خاص مقصد لے کر ان جنگلوں میں آئے ہو اور ہاں‘ مجھے ہاتھ دیکھنا بھی آتا ہے لاؤ میں تمہارا ہاتھ دیکھتی ہوں۔“

ہاتھ دکھانا آدمی کی بڑی کمزوری ہے۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کے آگے کردیا۔ اس نے میرے ہاتھ کی لکیروں کو غور سے دیکھا۔ ان پر انگلیاں پھیرنے لگی۔ پھر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہارے ہاتھ کی لکیریں بتارہی ہیں کہ تم کسی مسلمان لڑکی کی تلاش میں یہاں آئے ہو۔“

میں تو اپنی جگہ سے ایک بار ہل گیا۔ اس عورت کو کیسے پتا چل گیا تھا کہ ہاتھ کی لکیریں اتنا کچھ بتادیتی ہیں؟ کیا واقعی وہ دست شناسی کی ماہر تھی؟ میں نے اپنی ہتھیلی کو مزید کھولتے ہوئے کہا۔

”کیا میرے ہاتھ کی لکیریں بتاسکتی ہیں کہ وہ مسلمان لڑکی اس وقت کہاں ہے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس نے میرے ہاتھ کی ہتھیلی کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بند کردیا اور بولی۔

”ہاتھ کی لکیریں تو نہیں بتاسکتیں مگر میں بتاسکتی ہوں۔“

میں نے بے تاب ہو کر کہا۔

”پھر مجھے بتاؤ مسلمان لڑکی اس وقت کہاں ہے۔ کس حال میں ہے؟“

عورت ایک دو سیکنڈ کے لیے خاموش ہوگئی۔ میری طرف مسلسل تکتی رہی پھر آہستہ سے سانس بھر کر کہا۔

”میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں اس مسلمان لڑکی سے ملاتی ہوں۔“

مجھے اور کیا چاہیے تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

”میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ مجھے اس مسلمان لڑکی کے پاس لے چلو۔“

وہ ہنس پڑی۔

”میرا نام روپا ہے۔ تم میرا نام لے کر مجھے بلاؤ۔“

میں نے فوراً کہا۔

”ہاں روپا مجھے اس لڑکی کے پاس لے چلو۔ کیا تم اسے مل چکی ہو؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اب میں بھی اس پراسرار عورت کو روپا کے نام سے ہی یاد کروں گا۔روپا ہنس کر بولی۔

”کیوں نہیں؟ مجھے تو اس کانام بھی معلوم ہے۔اس کانام عائشہ ہے نا؟“ میں خوشی سے اچھل پڑا۔

”ہاں ہاں‘ یہی نام ہے اس لڑکی کا۔بے چاری مصیبت کی ماری ہے۔غریب لڑکی ہے۔ایک بدمعاش اسے اٹھا کر یہاں لے آیا ہے۔اس کے ماں باپ کی حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔“

روپا اٹھ کھڑی ہوئی۔”آؤ میرے ساتھ۔تمہیں عائشہ سے ملاتی ہوں۔“

میں اس کے ساتھ جھونپڑی سے باہر آگیا۔اب وہ عورت مجھے کوئی بھوت پریت قسم کی عورت نہیں لگ رہی تھی بلکہ میں اسے علم نجوم یا جوتش کے علم کاماہر سمجھنے لگاتھا۔جنگلوں میں جو قبیلے خاص طور پر وسطی اور جنوبی ہند کے جنگلی قبیلے آباد ہیں ان کے ہاں ایسے لوگ اکثر پائے جاتے ہیں جو جادو ٹونے اور جوتش کے علم کے ماہر ہوتے ہیں۔ان کے بعض قیافے بالکل سچ نکلتے ہیں۔یقینا اس عورت روپا نے بھی جو اپنے آپ کو کسی جنگلی قبیلے کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سردار کی بیٹی بتایا تھا یہ علم حاصل کررکھا ہوگا۔آسمان پر نئی کالی گھٹائیں آنا شروع ہوگئی تھیں اور ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔لگتاتھا کہ اب پھر بارش ہوگی۔

وہ مجھے لے کر اس راستہ پر جارہی تھی جس راستے سے میں آیا تھا۔ہم مویشیوں کے خالی باڑے کے قریب سے بھی گزرے۔جب جنگل والا پرانا تالاب آیا جہاں رات کے وقت میں نے ایک عورت کو نہاتے ہوئے دیکھا تھا تو میں نے روپا سے پوچھا۔

”ابھی کتنی دور چلنا ہوگا؟“

اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیااور بڑے محبت بھرے لہجے میں بولی۔

”کیا تھک گئے ہو؟“

میں نے کہا۔”بالکل نہیں۔میں نے ویسے ہی پوچھاتھا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم اونچے اونچے گھنے درختوں کے نیچے سے گزر رہے تھے۔وہ ایسے چل رہی تھی جیسے اس جنگل کے چپے چپے سے واقف ہو۔ایک جگہ گھنے درختوں سے باہر نکلے تو میرا دل زور سے دھڑکا۔میرے سامنے وہی آسیب زدہ ٹیلہ تھا جس کے اوپر رات والی کوٹھڑی دن کی روشنی میں صاف نظر آرہی تھی۔میرے قدم آہستہ ہوگئے۔روپا اسی ٹیلے کی طرف جارہی تھی۔میں نے پوچھا۔

”کیا مسلمان لڑکی اسی کوٹھڑی میں ہے؟“

روپا نے رک کر میری طرف دیکھا۔

”وہ یہاں نہیں ہے مگر میں تمہیں یہاں بٹھا کر اسے لے آؤں گی۔تم ڈرتے کیوں ہو؟ یہاں کوئی شیر باگھ نہیں رہتا آؤ۔“

میں اس کے ساتھ چلنے لگا۔جب ہم ٹیلے والی آسیب زدہ کوٹھڑی کی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے تو بجلی چمکی اور بادل زور سے گرجے۔میں نے آنکھیں بند کرلیں اور دل میں کہا۔”یا خدا! توہی میری حفاظت کرنا۔“

مگر خدا بھی ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔میں نے خود اپنی حفاظت نہیں کی تھی پھر خدا میری حفاظت کیوں کرتا۔مجھے مسجد سے نکل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کر اس عورت کے پیچھے نہیں لگ جانا چاہیے تھا۔مسجد میری پناہ گاہ تھی۔میں وہاں پر خود بھی اپنی حفاظت کررہا تھا اور خدا نے بھی مجھے اپنی حفاظت میں رکھا ہوا تھا۔میں اپنے نفس کے کہنے پر مسجد سے اٹھ کر اس عورت کے ساتھ ہو گیا اور یوں میں نے اپنے آپ کو شیطان کے آگے ڈال دیا تھا اور اپنی حفاظت سے غافل ہو گیا تھا۔اب میرے ساتھ بھی وہی کچھ ہونے والا تھا جو اپنے نفس کا غلام بن جانے والوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔

دن کی روشنی میں کوٹھڑی کی مخروطی چھت اور بوسیدہ دیواریں صاف نظر آرہی تھیں۔میں نے روپا سے پوچھا۔

”کیا یہ کوئی مندر ہے؟“

اس نے آہستہ سے کہا۔

”یہی سمجھ لو۔“

وہ کوٹھڑی میں داخل ہوگئی۔میں اس کے پیچھے پیچھے تھا۔کوٹھڑی میں دن کی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔میری نگاہ سب سے پہلے کوٹھڑی کے کونے والے چھوٹے دروازے کی طرف گئی۔دروازہ بند تھا۔یہ وہی دروازہ تھا جس کے پیچھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے رات کے وقت کسی عورت کے دستک دینے اور پھر مدد کے لیے پکارنے کی آواز آئی تھی۔میں دل میں کچھ ڈر سا ضرور محسوس کرنے لگا تھا۔میں نے محسوس کیا فضا میں سیندور کی بو موجود نہیں ہے۔میں نے روپا کو بالکل نہ بتایا کہ میں طوفانی بارش والی گزشتہ رات کا ایک حصہ اس کوٹھڑی میں بسر کرچکاہوں۔روپا کونے والے دروازے کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

بادلوں میں ایک بار پھر زور دار گرج کی آواز پیدا ہوئی۔روپا نے میری طرف ایک نظر دیکھااور کہا۔

”تم یہاں بیٹھو۔میں عائشہ کو لے کر آتی ہوں۔“

میرا ذہن الجھتا جارہاتھا۔روپا سے یہ بھی نہ پوچھ سکا کہ وہ عائشہ کو کہاں سے لائے گی؟ یا کیا وہ دروازے کی دوسری جانب کسی چھوٹی کوٹھری میں بند ہے؟ میں وہیں چوکھٹ کے قریب بیٹھ گیا جہاں رات کو بیٹھا ہوا تھا۔میری آنکھیں روپا پر لگی ہوئی تھیں۔میرے دیکھتے دیکھتے وہ کونے والے دروازے کے پاس گئی۔دروازہ کھولا اور جھک کر دروازے کے دوسری جانب اتر گئی۔اس کے اترنے کے انداز سے معلوم ہوا کہ دوسری طرف سیڑھیاں نیچے کسی تہہ خانے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں جاتی ہیں۔اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کردیاتھا۔دروازے کے کھلتے ہی مجھے وہی سیندور کی منحوس بو ایک بار پھر آئی تھی۔دروازہ بند ہونے کے بعد آہستہ آہستہ یہ بو غائب ہوگئی۔اس جنگلی عورت روپا کے بارے میں میرا ذہن بالکل صاف ہوچکاتھا۔پہلے میں اسے ضرور ایک پراسرار عورت سمجھتاتھا لیکن اب یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ وہ ہاتھ کی ریکھاؤں کے علم کی ماہر ہے اور ہوسکتا ہے کہ تھوڑا بہت کالا جادو کرنا بھی جانتی ہو۔اس کوٹھڑی کے بارے میں بھی دن کی روشنی میں رات کے سارے واقعات موہوم سے لگنے لگے تھے اور میں انہیں محض اپنا وہم سمجھنے لگاتھا۔رات کا وقت ہو۔گھنا جنگل ہو‘ بارش ہو رہی ہو تو آدمی کا ذہن خودبخود توہمات کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔

بہت ممکن ہے کہ یہ سب کچھ میرے وہم کا کرشمہ ہو اور رات کو کسی نے بھی چھوٹے دروازے پردستک نہ دی ہو۔کسی عورت نے مجھے دروازے کی دوسری طرف نہ بلایا ہو اورمیرے منہ کے قریب آکر گہرا سانس نہ لیاہو۔باقی سیندور کی بوکاجہاں تک تعلق تھا تو وسطی اور جنوبی ہند کے جنگلوں میں اکثر اس طرح کے چھوٹے چھوٹے پرانے مندر یا مڑھیاں ہوتی ہیں جہاں پجاری

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیوار پر کسی دیوی دیوتا کی شکل بنا کر اس پر سیندور مل دیتے ہیں۔چنانچہ اس کوٹھڑی میں بھی کسی نے ایسا ہی کیا ہوگا۔

میری اسی حقیقت پسندانہ سوچ نے میرے ذہن کو توہمات اور بھوت پریت چڑیلوں کے خیالات سے بالکل پاک کردیااور میں اب بے چینی سے روپا کی واپسی کاانتظار کررہاتھا کب وہ عائشہ کو لے کر دوسری کوٹھڑی یا تہہ خانے سے باہر آتی ہے۔سیاہ گھٹاؤں نے جنگل کے درختوں میں دن کے وقت بھی اندھیرا سا کردیاتھا۔بادل برابر تھوڑی تھوڑی دیر بعد گرج رہے تھے پھر موٹی موٹی بوندیں پڑنے لگیں اور ایک دو منٹ بعد موسلادھار بارش شروع ہوگئی۔ بارش کی بوچھاڑیں کوٹھڑی میں آرہی تھیں۔میں چوکھٹ سے ہٹ کر ایک طرف بیٹھ گیا۔میں بار بار کونے والے دروازے کی طرف دیکھتا' مگر دروازہ اسی طرح بند تھا۔بارش کی آواز نے کافی شور مچا رکھاتھا۔کوٹھڑی کی چوکھٹ کے اوپر باہر کی جانب جو چھجہ لگا تھا اس پرسے بارش کا پانی شور مچاتا ہوا نیچے گررہاتھا۔مدھیہ پردیش کے جنگلوں میں برسات کے موسم میں بڑی موسلادھار بارشیں ہوتی ہیں۔بادل کئی کئی دن تک چھائے رہتے ہیں۔بارش رکنے کانام

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں لیتی تھی۔میرا دھیان روپا کی طرف لگا ہواتھا جو عائشہ کو لینے تہہ خانے میں گئی ہوئی تھی۔بارش کے شور میں مجھے ایسے لگاجیسے کسی نے کونے والے دروازے پر زور سے دستک دی ہو۔ساتھ ہی مجھے روپا کی آواز سنائی دی۔

"نیچے آؤ' عائشہ بے ہوش پڑی ہے۔"

میں دوڑ کر چھوٹے دروازے کی طرف گیا۔جلدی سے اسے کھولا۔نیچے سیڑھیاں تھیں اور ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔میں جلدی جلدی سیڑھیاں پھلانگتا تہہ خانے میں اتر گیا۔تہہ خانے میںنہ روپا تھی نہ عائشہ۔دیوار کے ساتھ ایک لالٹین روشن تھی' میں حیران وپریشان ادھر ادھر دیکھنے لگا۔اچانک پھنکار کی آواز گونجی اور ایک سیاہ کالا سانپ میرے سامنے آن کھڑا ہوا۔اس کا پھن پھیلا ہوا تھااور سرخ زبان خوفناک پھنکار کے ساتھ بار بار باہر نکل رہی تھی۔ دہشت کے مارے میرا سارا بدن سن ہوگیا۔سانپ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔

موت میرے قریب آتی جارہی تھی۔سانپ مسلسل میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میرا ذہن ماؤف ہوتاجارہاتھا۔سانپ کی آنکھوں کی مقناطیسی کشش نے مجھ پر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سحر سا طاری کردیا تھا۔اچانک میرے اندر ایک طاقت سی بیدار ہو گئی۔میں نے تیزی سے ایک طرف چھلانگ لگائی۔عین اسی وقت سانپ نے بھی مجھ پر چھلانگ لگادی اور میری گردن پر ڈس دیا۔ایک لمحے کے لیے میری آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا پھر یہ اندھیرا گہرا ہوتا چلا گیا اور اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔شاید میں گر پڑا تھا۔

کچھ پتا نہیں میں کب تک وہاں بے ہوش پڑا رہا۔جب ہوش آیا تو میں نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں۔میری آنکھوں کے سامنے چمکدار ستارے گردش کررہے تھے۔میں یہی سمجھا کہ میں سانپ کے ڈسنے سے مرچکا ہوں اور یہ موت کے بعد کا منظر دیکھ رہا ہوں۔میں نے دل میں کلمہ شریف کا ورد کرنا شروع کردیا اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگا۔میری آنکھوں کے آگے جو ستارے گردش کررہے تھے وہ آہستہ آہستہ ایک دوسرے کے قریب آتے گئے پھر وہ ایک مرکز پر جمع ہوگئے اور اسی مرکز نے ایک چھوٹے سے شعلے کی شکل اختیار کرلی۔میں نے غور سے دیکھا یہ چھوٹا سا شعلہ دیوار پر لگی ہوئی لالٹین کا شعلہ تھا۔اس کا مطلب تھا کہ میں زندہ تھا۔میں نے اپنے ہاتھ پاؤں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہلائے۔میں مرا نہیں تھا۔میں نے بچپن میں سنا تھا کہ جسے سانپ ڈس لے اسے بڑی پیاس لگتی ہے۔مجھے پیاس بھی نہیں لگ رہی تھی۔میں نے یہ بھی سنا ہوا تھا کہ سب سے زہریلا سانپ پھنیئر سانپ ہوتا ہے یعنی کوبرا سانپ... اور جسے یہ سانپ ڈسے اس کا سارا جسم ایک منٹ کے اندر اندر پگھل جاتا ہے۔مگر میرا جسم بھی ٹھیک ٹھاک تھا۔میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔تہہ خانہ خالی تھا۔دیوار کے ساتھ لگی لالٹین جل رہی تھی مگر اس کی لو دھیمی ہونے لگی تھی۔اس کا مطلب تھا کہ میں کافی دیر تک وہاں بے ہوش پڑا رہا تھا۔

میرا ہاتھ اپنی گردن کی طرف اٹھ گیا۔سانپ نے میری گردن پر ڈسا تھا۔میں نے گردن پر ہاتھ پھیر کر اچھی طرح دیکھا۔وہاں سانپ کے ڈسنے کا کوئی نشان نہیں تھا۔سانپ ڈس جائے تو جہاں وہ ڈسے وہاں اس کے دانتوں کے نشان ضرور پڑجاتے ہیں اور وہاں سے جگہ بھی ابھر آتی ہے مگر میری گردن بالکل صاف تھی۔میرا سر بھی نہیں چکرا رہا تھا۔میں سوچنے لگا کہ یہ معاملہ کیا تھا۔تھوڑا سا غور کرنے پر میں بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔یقینا یہ جنگلی عورت روپا کوئی بھوت پریت یا بدروح تھی جس نے مجھے دیکھا اور اپنے ساتھ لے کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہاں آگئی۔بدروح ہونے کی وجہ سے اسے میرے دل کا حال بھی معلوم ہو گیا تھا۔اس نے مجھے نیچے بلایااور سانپ بن کر میری گردن پر ڈس لیا۔

مگر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ پھراس نے مجھے زندہ کیسے چھوڑا؟ زندہ کیوں چھوڑا؟ہوسکتا ہے وہ مجھے مارنا نہ چاہتی ہو لیکن اگر بدروح روپا مجھے ہلاک نہیں کرنا چاہتی تھی تو پھر مجھ سے کیا چاہتی تھی؟ میں نے یہ سوچ کر اپنے ذہن سے بدروح روپا کا خیال جھٹک دیا کہ یہ کوئی بھوت پریت قسم کی مخلوق تھی جو اب دفع ہو گئی ہے۔میں تہہ خانے سے نکل کر کوٹھڑی میں آیا تو بارش رک چکی تھی۔بادل اسی طرح جھکے ہوئے تھے۔دن کی روشنی سے میں نے اندازہ لگایا کہ دن کافی گزر چکا ہے۔میں اللہ کانام لے کر مسجد کی طرف چل پڑا۔مسجد میں آکر میں نے وضو کرکے مزید دو نفل

ادا کیے اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگا۔مجھے احساس تھا کہ میں سیدھی راہ سے بھٹک گیا تھا۔خدا کے حضور توبہ استغفار کرنے سے میرے دل کابوجھ ہلکا ہو گیا۔میں کسی غیبی اشارے کے انتظار میں ایک بار پھر مسجد کے برآمدے میں ستون کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کافی دیر بیٹھارہا۔وہاں کوئی نہ آیا۔میں نے سوچا کہ اب اپنی ہمت سے کام لینا چاہیے۔چنانچہ میں نے خدا کے حضور دوبارہ دعا مانگی اور مسجد سے باہر آگیا۔ اب میں شمال مشرق کی طرف چلنے لگا۔کیونکہ میرے اندازے کے مطابق چاردھار جواڑے کی سرحد وہیں سے شروع ہوتی تھی۔چلتے چلتے گھنا جنگل ختم ہو گیا اور کھیت شروع ہوگئے۔کھیتوں میں ایک دو آدمی اور عورتیں کام کرتی نظر آئیں۔مجھے گنگولی نام کے پجاری کی تلاش تھی جوعائشہ کو لے کر اسی رجواڑے میں آیا تھا۔اس کا سراغ مجھے کسی مندر سے ہی مل سکتا تھا۔میں کھیتوں میں کام کرتے ایک کسان کے پاس گیااور اس سے پوچھا کہ یہاں کوئی مندر وغیرہ نہیں ہے۔اس نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھااور اپنی زبان میں بتایا کہ آگے رجواڑے کابڑا شہر ہے وہاں مندر بھی ہے دھرم شالہ بھی ہے۔میں اس سے پورا راستہ سمجھ کر آگے روانہ ہو گیا۔موسلادھار بارشوں نے علاقے کے تال تلیا سب بھردیئے تھے۔ندیاں چڑھی ہوئی تھیں مگر علاقہ پہاڑی ہونے کی وجہ سے راستوں میں پانی کہیں نہیں جمع ہواتھا۔یہ اس قسم کاپہاڑی علاقہ بھی نہیں تھا کہ بہت زیادہ اترائیاں چڑھائیاں ہوں۔چھوٹے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چھوٹے نشیب وفراز ضرور تھے۔کہیں کھلی جگہ اور کھیت آجاتے تھے۔دن کی روشنی شام کے دھندلکے میں بدل رہی تھی۔چلتے چلتے میں ایک گاؤں میں پہنچ گیا۔بانس اور گھاس پھوس کی جھونپڑیوں والا چھوٹا سا گاؤں تھا۔دو دیہاتی عورتیں ناریل کی چھال کی رسی بٹ رہی تھیں۔میں نے ان سے شہر کے بارے میں پوچھا۔وہ ہنسنے لگیں اور ایک طرف اشارہ کردیا۔میں ادھر کو چل پڑا۔

دور سے مجھے کسی شہر کی فصیل نظر آنے لگی۔پہلے تو میں انہیں درختوں کی قطار سمجھا مگر قریب جانے پر معلوم ہوا کہ وہ شہر کی پرانی فصیل ہے۔فصیل اونچے ٹیلے پر تھی مگر شہر اس کے دامن میں اور کچھ پہاڑی ڈھلان پر آباد تھا۔یہ کوئی بڑا شہر نہیں تھا۔بڑا قصبہ تھا۔ایک ندی شہر کے قریب سے ہو کر گزرتی تھی۔ندی کے کنارے ایک مندر تھا جس کا آدھا چبوترہ خشکی پر تھا اور آدھا ندی کے پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔قریب ہی سرخ کھپریل کی ڈھلواں چھتوں والے کچھ مکان تھے۔اس علاقے کے بازاروں میں گھومنے پھرنے لگا۔چھوٹی چھوٹی دکانیں تھیں میں ساری آبادی میں گھوم گیا۔مجھے کہیں کوئی مسجد نظر نہ آئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرا خیال تھا کہ یہاں اگر کوئی مسجد ہو تو میں اس مسجد کے پیش امام صاحب سے مل کر اس سے مدد مانگوں مگر وہاں کوئی مسجد ہی نہیں تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ قصبے میں ہندوؤں کی اکثریت ہے یا شاید وہاں کوئی مسلمان ہی نہیں رہتا۔شام ہو رہی تھی۔مجھے رات گزارنے کی بھی فکر تھی۔میں قصبے کے مندر کی طرف جارہا تھا کہ مجھے ایک دکان کے اندر سے ہلکا ہلکا دھواں نکلتا نظر آیا۔قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ ایک کالا کلوٹا سا آدمی بڑی سی انگیٹھی جلا کر بیٹھا ہے۔انگیٹھی میں آگ جل رہی تھی اوپر سلور کا کالا سیاہ دیگچہ رکھا ہوا تھا۔دکان کے آگے زمین پر تین چار دیہاتی قسم کے لوگ آمنے سامنے بیٹھے کیلے کے پتوں پر چاول اور بھاجی ڈالے کھا رہے تھے۔معلوم ہوا کہ یہ قصبے کا ہوٹل ہے۔دکان چھوٹی سی تھی اندر دھواں بھرا ہوا تھا۔مجھے بھوک بھی لگنے لگی تھی۔میرے پاس پیسے تھے۔میں نے بھی کیلے کے پتے پر چاول اور بھاجی لی اور ایک طرف زمین پر بیٹھ گیا۔میری بش شرٹ اور پتلون سے صاف لگ رہا تھا کہ میں شہر کا رہنے والا ہوں۔ایک دو آدمیوں نے مجھے غور سے دیکھا پھر اپنی زبان میں باتیں کرنے لگے۔ان کی زبان تامل تلیگو نہیں تھی وہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ٹھیٹ دیہاتی ہندی بول رہے تھے جس میں مراٹھی اور گجراتی الفاظ کی آمیزش تھی۔مراٹھی اور گجراتی زبان کے لفظ میں پہچان لیتا تھا۔

ایک بوڑھا دیہاتی میرے قریب ہی بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں شہر سے آیا ہوں؟ میں نے اسے بتایا کہ میں اپنے ایک شکاری دوست سے ملنے آیا تھا۔یہاں آکر معلوم ہوا کہ وہ بھوپال چلا گیا ہے۔اب میں بھی بھوپال واپس چلاجاؤں گا۔بوڑھا تجربہ کار تھا۔کہنے لگا بابو تمہاری زبان بھوپال والوں کی نہیں ہے۔میں نے کہا۔

”میں پنجاب کا رہنے والا ہوں۔بھوپال میں چھٹیاں گزارنے اپنے تایا کے گھر آیا ہوا ہوں۔کیا تم مسلمان ہو؟“

”ہاں۔“

بوڑھا اپنے کرتے سے ہاتھ صاف کرنے لگا۔پھراس نے ایک پوٹلی کھول کر اس میں سے بیڑی نکال کر سلگائی اور بولا۔

”رات ہو رہی ہے۔دیو گڑھ نہیں پہنچ سکوگے راستے میں جنگل پڑتا ہے۔رات کہاں گزاروگے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے یہ بوڑھا مجھے رات گزارنے کا کوئی ٹھکانہ بتادے میں نے کہا۔

”یہی میں بھی سوچ رہا ہوں یہاں کوئی دھرم شالہ بھی نہیں ہے۔“

بوڑھے نے کش لگا کر کھانستے ہوئے کہا۔

”مندر کی دھرم شالہ تو ہے مگر وہاں کوئی مسلمان نہیں ٹھہر سکتا۔ایسا کرو اسی دکان میں رات کو پڑ کر سوجاؤ۔میں دکاندار سے کہے دیتا ہوں۔“

دکان کے اندر جو دھواں بھرا ہوا تھا میں اس کو دیکھ کر ڈر گیا تھا۔دوسرے میں نے دھرم شالہ کا سن کر اسی وقت دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ میں دھرم شالہ میں ہندو بن کر رات گزار لوں گا۔رام

دلاری کے کہنے پر میں ہندو بن کر پہلے بھی اداکاری کرچکا تھا اور مجھے اس کا تجربہ ہو گیا تھا۔میں نے بوڑھے کا شکریہ ادا کیا اور کھانا کھانے کے بعد ہوٹل والے کو پیسے دے کر آگے چل دیا۔مندر بازار کی نکڑ پر ندی کنارے واقع تھا۔چھوٹا سا مندر تھا۔میں نے اپنا ہندوانہ نام جگدیش سوچ لیا تھا۔مندر میں مجھے ایک پجاری مل گیا جس نے مجھے مہنت کے پاس پہنچادیا۔مہنت دھوتی پہنے چارپائی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پر بیٹھا کھرل میں کچھ گھوٹ رہا تھا۔سوائے میلی سی دھوتی کے اس کے جسم پر اور کچھ نہیں تھا۔ماتھے پر تین سفید لکیریں پڑی تھیں۔میں نے ہندوؤں کی طرح ہاتھ جوڑ کر پرنام کیااور کہا کہ میں بھوپال سے ایک دوست کی تلاش میں یہاں آیا تھا وہ نہیں ملا۔رات دھرم شالہ میں گزار کر صبح واپس بھوپال جانے کاارادہ ہے۔مہنت نے ایک بار بھی میری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔جب میں بات ختم کرچکا تو کھرل کو چارپائی کے نیچے رکھتے ہوئے مجھ سے نام پوچھا میں نے اپنا نام جگدیش بتایا۔

"ویشنو ہو؟"

مہنت کے اس سوال پرمیں تذبذب میں پڑ گیا لیکن زیادہ سوچنے کاوقت نہیں تھا۔میں نے جلدی سے کہہ دیا ہاں جی ویشنو ہوں۔اس نے میرے ساتھ آئے ہوئے پجاری سے کہا۔

"مرلی اسے دھرم شالہ کے وراںڈے میں کھٹیا ڈال دو۔"

کوارٹر نما دھرم شالہ ساتھ ہی احاطے میں ایک طرف تھی۔برآمدے میں ایک بانس کی چارپائی ڈال دی گئی۔میں اس پر بیٹھ گیا۔مندر میں ایک بلب جل رہا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھا۔پوجا کرنے والی ایک عورت باہر نکل رہی تھی۔اس کے بعد وہاں خاموشی چھاگئی۔میں چارپائی پر لیٹ گیا۔نیند نہیں آرہی تھی۔کچھ مچھر تنگ کررہے تھے۔کچھ میرا ذہن خیالات میں الجھا ہواتھا۔جس مقصد کولے کرمیں آیا تھا اس کی کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔میں ابھی تک پجاری گنگولی کا سراغ لگانے میں کامیاب نہیں ہواتھا۔یہی وہ آدمی تھا جو عائشہ کو بمبئی سے لے کر چاردھا کے رجواڑے میں آیا تھا۔صورت حال نے کوئی واضح شکل اختیار نہیں کی تھی۔آخرمیں نے یہی فیصلہ کیا کہ صبح اس مندر کے کسی پجاری سے باتوں ہی باتوں میں گنگولی پجاری کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔بہت ممکن ہے کہ یہاں سے مجھے اس کا کوئی کھوج مل جائے۔

برآمدے میں جس دیوار کے ساتھ میری چارپائی بچھی ہوئی تھی اس دیوار میں ایک کھڑکی بھی تھی جس پرسلاخیں لگی تھیں اور جوبند تھی۔رات کااندھیرا گہرا ہو رہاتھا۔ندی کی جانب سے ٹھنڈی ہوا آرہی تھی جوبڑی خوشگوار تھی۔مجھے نیند آنے لگی۔ایک پل کے لیے آنکھ لگی تو مچھروں نے جگادیا مگر نیند کا غلبہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شدید تھا۔ مچھر کاٹتے رہے اور میں سو گیا۔ مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ اچانک کھڑاک سا ہوااور میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے لیٹے لیٹے نیم واآنکھوں سے برآمدے میں جلتے ہوئے بلب کی روشنی میں دوآدمیوں کودیکھا جو ایک صندوق کو گھسیٹتے ہوئے کوٹھڑی کے دروازے کی طرف لارہے تھے۔ یہ وہی کوٹھڑی تھی جس کی کھڑکی میری چارپائی کے اوپر کھلتی تھی۔ میں نے ان دونوں آدمیوں کو پہچان لیا۔ ان میں ایک مندر کامہنت تھا اور دوسرا وہ پجاری تھا جو مجھے مہنت کے پاس لے گیاتھا۔ میں ان لوگوں کا کوئی مہمان تو تھانہیں کہ وہ خیال رکھتے کہ شور سے میری آنکھ نہ کھل جائے۔ وہ صندوق کو گھسیٹتے ہوئے کوٹھڑی کے اندر لے گئے۔ میں نے دوبارہ سونے کی کوشش کی مگر مچھروں نے حملہ کردیا۔ میں اٹھ کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ ندی کی طرف سے جھینگروں کی آوازیں آرہی تھیں۔ ان آدمیوں نے دروازہ بند کردیاتھا۔ کوٹھڑی کے اندر سے ان کے باتیں کرنے کی آوازبند کھڑکی کے پیچھے سے مجھے دھیمی مگر صاف سنائی دے رہی تھی۔ وہ آپس میں کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ مہنت کی آواز میں نے پہچان لی۔ وہ پجاری سے کہہ رہاتھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ماتارام سے کہہ دینا۔ اب میں اس کامال مندر میں نہیں چھپاؤں گا۔ کیا دیا ہے اس نے مجھے؟ وہ تمہارا گنگولی تھا‘ میں نے دو دن اسے اپنے پاس کھا۔ سالا جاتی دفعہ لڑکی کو بھی ساتھ لے گیا۔“

پجاری کی آواز آئی۔

”گورودیو مجھے کیامعلوم تھا کہ گنگولی کے دل میں کھوٹ ہے۔“

مہنت نے گنگولی کو گالی دے کر کہا۔

”لڑکی کو اس نے بیرو گڑھ کے پٹیل کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ مجھے سب معلوم ہے۔ چار ہزار میں بیچا ہے اس نے۔ میں تو کہتا ہوں کہ کسی طرح لڑکی کو پٹیل کے گھرسے نکال کر لے آؤں۔ دیوگڑھ کا رائے صاحب مجھے اسی لڑکی کے پانچ ہزار آسانی سے دے دے گا۔ مسلمان لڑکی کا بھاؤ زیادہ لگتاہے۔“

پھر وہ پجاری کو گالیاں دیتا کوٹھڑی کے باہر آگیا۔ میں ان کے باہر نکلنے سے پہلے چارپائی پر لیٹ گیا تھا مگر میں نے آنکھیں تھوڑی کھول رکھی تھیں۔ مہنت آگے آگے تھا‘ پجاری پیچھے پیچھے۔ دونوں برآمدے میں سے گزر کرمندر کی طرف چلے گئے۔ میں قدرت کی شان پرحیران رہ گیا۔ مجھے برآمدے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں چارپائی پر لیٹے لیٹے عائشہ کا سراغ مل گیا تھا۔اسے گنگولی نے بیروگڑھ کے کسی پٹیل کے ہاتھ بیچ دیا تھا گجرات کاٹھیاواڑ کے صوبے میں پٹیل دولت مند زمیندار کو کہتے ہیں۔بیروگڑھ کا یہ پٹیل ضرور کاٹھیاواڑ کے صوبے سے مدھیہ پردیش میں آکر آباد ہو گیا ہوگا۔صبح اٹھتے ہی میں اسی چائے کی چھوٹی سی دکان پر ناشتہ کرنے چلا گیا۔مجھے سب سے پہلے یہ معلوم کرنا تھا کہ بیروگڑھ وہاں سے کتنی دور ہے اور کس طرف ہے۔یہ معلومات مجھے بغیر کسی دقت کے حاصل ہو گئیں۔بیروگڑھ وہاں سے مشرق کی جانب کوئی پندرہ میل کے فاصلے پر ایک قصبہ تھا جہاں گجانند نام کا ایک ہندو کاٹھیاواڑی سیٹھ قصبے کا سب سے امیر زمیندار تھا۔مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ لوگوں کو سود پر رقم بھی دیتا ہے اور ساہوکار بھی ہے۔بیروگڑھ تک وہاں سے بیل گاڑیاں جاتی تھیں۔ میں بھی سواریوں والی ایک بیل گاڑی میں بیٹھ گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گاڑی کے آگے دو مریل سے بیل جتے ہوئے تھے جو نپی تلی چال کے ساتھ جھاڑیوں درختوں میں گھرے ہوئے کچے راستے پر چلے جا رہے تھے۔جنگل کی خاموشی میں ان کی گردنوں میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آواز بیل گاڑی کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔پندرہ میل کا فاصلہ بیل گاڑی نے دو تین گھنٹوں میں طے کیا۔راستے میں ایک جگہ گاڑی بان پان بیڑی پینے کے لیے بھی رک گیا تھا۔بیل گاڑی میں بیٹھے ہوئے ایک کسان سے میں نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ گجانند پٹیل کا مکان قصبے کے کونے میں تالاب کے کنارے واقع ہے اور پکا مکان ہے۔اس کی دکان قصبے کے ساہوکارہ بازار میں ہے اور قصبے کا ایک ہی بازار ہے۔میں بیروگڑھ پہنچا تو دوپہر کا وقت ہو گیا تھا۔موسم ابر آلود تھا۔بارش صبح سے بند تھی۔بیروگڑھ کا قصبہ گاؤں سے ذرا بڑا تھا۔میں نے ایک آدمی سے پٹیل کی دکان کا پتا معلوم کیا اور قصبے کے ساہوکار بازار میں آ گیا۔گجانند پٹیل ادھیڑ عمر کا پلپلا سا ہندو تھا۔توند باہر نکلی ہوئی تھی۔دھوتی بنیان پہنے' ماتھے پر تلک لگائے وہ دکان میں بیٹھا کسی عورت کے بہی کھاتے پر انگوٹھا لگوا رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے اس سود خور پٹیل کو دکان پر ہی چھوڑااور سیدھا اس کے گھر کی تلاش میں قصبے کے تالاب کی طرف چل دیا۔قصبے کے باہر ایک ہی تالاب تھا جس کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔عورتیں سیڑھیوں پر بیٹھی کپڑے دھو رہی تھیں۔تالاب کے پاس ہی ایک چھوٹا سا مندر بھی تھا۔جس کے کلس پر زرد رنگ کا جھنڈا ہوا میں لہرا رہا تھا۔ایک بوڑھا لاٹھی ٹیکتا چلا آرہا تھا۔میں نے اس سے گجانند پٹیل کے گھر کاپتا پوچھا تو اس نے لاٹھی سے تالاب کے مشرقی کونے والے پکے مکان کی طرف اشارہ کیا۔یہ وہی مکان تھا جس کے بارے میں مجھے پہلے بھی بتایا گیاتھا کہ تالاب کے کونے والاپکا مکان پٹیل کا ہے۔اتنا مجھے معلوم تھا کہ پٹیل خود گھر پر نہیں ہے۔دکان پر ہے مگر گھر پراس کی بیوی بچے' نوکر چاکر ضرور ہوں گے۔عائشہ بھی ضرور وہیں ہوگی۔ان سب کے سامنے میں نہ تو عائشہ سے کوئی بات کرسکتاتھا نہ اسے بھگا کر لے جاسکتاتھا۔یہ بھی ممکن تھا کہ عائشہ مجھے دیکھتے ہی فرط جذبات سے پکاراٹھے۔بھیا مجھے یہاں سے نکالو۔اور پٹیل کے آدمی مجھے بھی پکڑ لیں۔اس کے لیے کسی منصوبہ بندی کی ضرورت تھی۔سب سے پہلے تو مجھے اس بات کا علم ہوجانا چاہیے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کہ عائشہ پٹیل کے گھر میں ہی ہے۔اس کے بعد اسے وہاں سے نکال لے جانے کی ترکیب سوچی جائے۔

اس علاقے میں قصبوں دیہاتوں کے مکان کشادہ ہوتے ہیں اور ہندوؤں کے مکانوں کے دروازے عام طور پر کھلے ہی ہوتے ہیں۔ہندوؤں میں بے پردگی کو معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ان کی عورتیں تالابوں میں مردوں کے سامنے بھی کپڑے اتار کراشنان کرنا شروع کردیتی ہیں بلکہ ہندوؤں کے بعض فرقوں کاخیال ہے کہ عورت کے عریاں بدن پر غیر مرد کی نگاہ پڑجانے سے عورت کے گناہ دھل جاتے ہیں۔یہ باتیں میں خاص طور پر پاکستان کی نئی نسل کے نوجوانوں کے لیے لکھ رہا ہوں جو ہندو تہذیب کے ان پہلوؤں سے ناواقف ہیں۔پٹیل قصبے کاامیر آدمی تھا۔اس کے مکان کے گرد تین چار فٹ کی پکی چار دیواری تھی مگر دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔کچا صحن صاف نظر آرہا تھا۔صحن کی ایک جانب گائے بندھی ہوئی تھی۔برآمدے میں چارپائی بچھی تھی۔وہاں کوئی آدمی یا عورت نظر نہیں آرہی تھی۔میں مکان کے سامنے کچھ فاصلے پر نیم کے پیڑ کے نیچے کھڑا مکان کو دیکھ رہا تھا۔ایک عورت گیلے کپڑے لے کر آئی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور صحن کی رسی پر ڈالنے لگی۔وہ عائشہ نہیں تھی۔اتنے میں ایک دبلا پتلا سا لڑکا گھوڑے کی باگ تھامے سڑک پر چلتا ہوا آیا اور گھوڑے سمیت مکان کے صحن میں داخل ہو گیا۔یہ ضرور پٹیل کا بیٹا ہو گا۔میں نے سوچا' ایک بوڑھا دیہاتی مجھے گھورتا ہوا گزر گیا۔شاید وہ سوچ رہا تھا کہ میں درخت کے پیچھے چھپ کر پٹیل کے مکان میں کیا دیکھ رہا ہوں۔میں جلدی سے وہاں سے ہٹ گیااور بازار میں دوسری طرف نکل گیا۔آگے کھیت آگئے۔کھیت میں ایک کنواں بھی تھا جہاں سے عورتیں پیتل کے مٹکوں میںپانی بھر رہی تھیں۔میں الجھے ہوئے ذہن کے ساتھ کھیت کے کنارے کنارے ایک طرف چل پڑا۔ اگر میں بے دھڑک پٹیل کے گھر میں داخل ہو کر شور مچادوں کہ پٹیل میری بہن کواغوا کرکے لے آیا ہے تو کوئی میری بات کایقین نہیں کرے گا۔پٹیل اثرورسوخ والا آدمی ہے وہ تو الٹا مجھے پولیس کے ذریعے حوالات میں بند کرادے گا۔چلتے چلتے کھیت ختم ہوا تو آگے ایک گہری کھڈ آگئی۔میں دائیں طرف مڑ گیا۔یہاں ایک درخت کے نیچے کسی کامزار سابنا ہوا نظر آیا۔قبر پر گوٹے کی جھالریں پڑی تھیں۔قبر کے اوپر بھی گوٹے کی جھالریں درخت کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شاخوں سے لٹک رہی تھیں۔پاس ہی ایک چھوٹی سی جھونپڑی کے باہر ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ناریل پی رہاتھا۔ہندوؤں کے گڑھ میں کسی مسلمان کے مزار کودیکھ کر مجھے کچھ حوصلہ ہوا۔میں نے بوڑھے کوجاکر سلام کیا۔اس نے ناریل منہ سے ہٹا کر وعلیکم السلام کہا۔میں اس کے پاس بڑے ادب سے بیٹھ گیااور پوچھا۔یہ کس بزرگ کا مزار ہے۔بوڑھے نے ان بزرگ کانام بتایا۔

"تم اجنبی دکھائی دیتے ہو۔کہاں سے آئے ہو برخوردار؟"

بوڑھے کی اردو بڑی صاف تھی۔میں نے وہی کہانی دہرادی کہ اپنے ایک شکاری دوست سے ملنے آیا تھا۔یہاں آکر پتہ چلا کہ وہ یہاں سے جاچکا ہے۔

"کھانا کھایا تم نے؟"

"جی ہاں... بازار سے کھالیا تھا۔'

بوڑھے نے ناریل کا کش لگاتے ہوئے کہا۔

"ہندوؤں کا جھٹکا کھایا ہو گا۔اسلام میں جھٹکے گوشت حرام ہے۔"

میںنے فوراً کہا۔

"جی نہیں' میں نے سبزی کھائی تھی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بوڑھے نے کہا۔

"واپس چاردھاجانا ہے تو ابھی چلے جاؤ پھر بیل گاڑی نہیں ملے گی۔"

میں نے اس مسلمان بوڑھے سے جان بوجھ کر ہندو مندرں کے پجاریوں کی مسلم دشمنی کی باتیں شروع کردیں۔بوڑھا کہنے لگا۔

"برخوردار! اس قصبے بیروگڑھ میں صرف میں ہی ایک مسلمان ہوں۔اپنے بزرگوں کے مزار پر ان کی امانت لیے بیٹھا ہوں۔ہندو یہاں بھی مجھے طرح طرح سے تنگ کرتے ہیں۔ساتھ والے گاؤں سے مسلمان نذرانے چڑھانے آتے ہیں تو ہندو انہیں بھگادیتے ہیں۔"

جب مجھے پوری طرح تسلی ہوگئی کہ بڑے میاں پراعتبار کیاجاسکتا ہے ہے تو میں نے اصل کہانی کھول کربیان کردی۔بوڑھے نے ناریل جھونپڑی کے بانس کے ساتھ لگادیااور اپنا جھریوں بھرا چہرہ میری طرف اٹھاتے ہوئے کہا۔

"یہ تم بڑا نیک کام کروگے۔پٹیل بڑ ابدمعاش بدکار ہے۔میں اگر جوان ہوتا تو ابھی اسے جاکر قتل کرڈالتا۔"

میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بابا جان! کوئی ایسی ترکیب کریں کہ اگر عائشہ نام کی لڑکی پٹیل کے گھر میں ہے تو اسے یہ خبر ہوجائے کہ میں اسے لینے یہاں آگیا ہوں۔"

بڑے میاں بولے۔

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔پٹیل کے گھر جو گھاٹن عورت کپڑے وغیرہ دھونے کا کام کرتی ہے وہ ہے تو ہندو مگرمیری بڑی مریدنی ہے۔میں اس سے جاسوسی کرواتاہوں۔اس کابیٹا پیچھے کھیتوں میں کام کرتا ہوگا۔میں اسے بھیج کراس کی ماں کو ابھی بلوالیتا ہوں۔تم یہاں بیٹھو۔ہاں میں گھاٹن کے ساتھ واپس آؤں تو تم مزار کے پیچھے چھپ جانا۔میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہیں یہاں دیکھے۔"

یہ کہہ کربڑے میاں اٹھ کر جھونپڑی کے پیچھے کھیتوں کی طرف چل دیئے۔ میں مزار سے ہٹ کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔یہاں سے مجھے وہ کھیتوں میں جاتے نظر آرہے تھے۔کھیتوں میں فصل کاٹی جارہی تھی۔ایک جگہ دو تین کسان کام کررہے تھے۔ان میں سے ایک لڑکا بڑے میاں کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے پھر بڑے میاں اس لڑکے کو ساتھ لیے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گاؤں کی طرف چل دیئے۔میں وہیں درخت کی اوٹ میں بیٹھا رہا۔جب بور ہو گیا تو اٹھ کر درختوں کے پیچھے آگیا۔یہاں چھوٹا سا تالاب تھا جس میں جھاڑ جھنکار پڑا تھا۔پتھر کی سیڑھیاں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔میں سیڑھیوں پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ کہاں میں پنجاب سے نکل کر بمبئی سیر کرنے جارہا تھا اور حالات مجھے کہاں سے کہاں لے آئے ہیں لیکن میں ایڈونچر ضرور محسوس کررہا تھا۔اس کی ایک وجہ تو میری نوجوانی کی عمر تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے بھی میں برما اور لنکا کے جنگلوں میں گھوم پھر چکا تھا۔

اچانک مجھے وہی سیندور کی بو محسوس ہوئی جو پہلی بار مندر والی کوٹھڑی میں بارش کی رات آئی تھی۔پہلے میں یہی سمجھا کہ یہ کسی جنگلی جڑی بوٹی کی بو ہوگی لیکن جب بو تیز ہوتی گئی تو میں گھبرا کر تالاب کی سیڑھیوں سے اٹھ کھڑا ہوا۔جیسے ہی میں پلٹ کر واپس مزار کی طرف جانے لگا ایک پھنکار سنائی دی اور میں نے اپنے سامنے جو کچھ دیکھا اس نے میرے رونگٹے کھڑے کردیئے۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجھ سے کوئی چار قدم کے فاصلے پر ایک کالا سیاہ ناگ پھن اٹھائے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

خوف سے مجھے پسینہ آگیا۔کالا ناگ بار بار منہ سے سرخ دوشاخہ زبان باہر نکال رہا تھا۔ایسے لگ رہا تھا کہ وہ مجھ پر حملہ کرنے کی تیاری کررہا ہے۔وہ آہستہ آہستہ میری طرف کھسکتا چلا آرہا تھا۔درخت پر بیٹھا ہوا کوئی پرندہ اچانک شور مچاتا ہوا پھڑ پھڑا کر اڑا۔سانپ نے جلدی سے پھن سمیٹا اور جھاڑیوں میں گھس گیا۔

میں اس قدر خوف زدہ ہو گیا تھا کہ تھوڑی دیر تک وہیں بت بنا کھڑا رہا۔ پھر دوڑ کر مزار کی طرف آگیا۔مجھے کھیتوں کی طرف سے کسی کے باتیں کرنے کی آواز آئی۔میں نے دیکھا کہ مزار کا بزرگ ایک آدمی سے باتیں کرتا مزار کی طرف چلا آرہا تھا۔میں اس کی ہدایت کے مطابق درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔وہ آدمی جس سے بڑے میاں باتیں کررہے تھے' تالاب کے پاس آکر ان سے جدا ہو گیا۔اب بڑے میاں اکیلے چلے آرہے تھے۔میں پھر بھی درخت کی اوٹ سے باہر نہ نکلا۔جھونپڑی کے پاس آکر انہوں نے ادھر ادھر نگاہ ڈالی اور مجھے آواز دی۔میں درخت کی اوٹ سے نکل کر ان کے پاس آگیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہاں بیٹھ جاؤ۔"

میں ان کے قریب بیٹھ گیا۔میں ان کی زبان سے یہ خوش خبری سننے کو بے تاب تھا کہ عائشہ پٹیل کے گھر پر ہی ہے۔بڑے میاں نے تھیلی میں سے بیڑی نکال کر سلگائی اور کہنے لگے۔

"ایک بات کا تو ثبوت مل گیا ہے کہ مسلمان لڑکی پٹیل کے پاس ہی ہے مگر وہ اس کے گھر میں نہیں ہے۔میں پٹیل کے گھر سے گھاٹن کو باہر بلا کر ایک طرف لے گیا تھا۔میں نے اس سے ساری باتیں معلوم کر لی ہیں۔لڑکی کا نام عائشہ ہی ہے۔مگر وہ پٹیل کے گھر میں نہیں ہے۔"

"پھر کہاں ہے؟" میں نے ناامید ہو کر پوچھا۔

بڑے میاں کہنے لگے۔

"یہ بات میری مریدنی یعنی گھاٹن کو بھی معلوم نہیں ہے۔اس کا کہنا ہے کہ پٹیل نے اسے کسی جگہ رکھا ہوا ہے۔وہ کسی روز گھر سے شہر جاتا ہے اور دوسرے دن واپس آتا ہے۔ضرور وہ وہیں جاتا ہے جہاں اس نے لڑکی کو چھپایا ہوا ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے مایوس ہو کر سر جھکا لیا۔بڑے میاں کہنے لگے۔

"تم فکر کیوں کرتے ہو۔میری مریدنی بڑی ہوشیار ہے۔اس کا کہنا ہے کہ پٹیل کی دکان پر اس کا ایک خاص ملازم ہے اس ملازم کو سب معلوم ہے کہ لڑکی کو پٹیل نے کہاں رکھا ہے۔گھاٹن نے کہا ہے کہ وہ اس ملازم سے یہ راز معلوم کر کے آج رات کو مزار پر آئے گی۔"

تھوڑی دیر بعد شام ہو گئی۔بادلوں کی وجہ سے جلدی اندھیرا ہو گیا۔مزار پر بڑے میاں نے چراغ جلا دیئے۔جھونپڑی میں بھی لالٹین روشن ہو گئی۔خدا جانے کہاں سے ایک آدمی کھانا لے کر آ گیا۔میں نے اور بڑے میاں نے جھونپڑی کے باہر بیٹھ کر کھانا کھایا۔جھونپڑی کے اندر بانس کی چارپائی پر بڑے میاں کا میلا سا بستر پہلے سے لگا ہوا تھا۔انہوں نے بستر میں سے ایک دری نکال کر فرش پر بچھا دی اور ایک چادر تکیہ دے کر کہا۔

"میاں تم یہاں سو جاؤ۔"

میں نے پوچھا۔

"گھاٹن کس وقت آئے گی؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجھے اسی کی فکر لگی تھی۔بڑے میاں نے کہا۔

”کچھ کہہ نہیں سکتا۔اگر اس نے پٹیل کے ملازم سے راز اگلوالیا تو آجائے گی نہیں تو بات کل پرجاپڑے گی۔“

میں سخت مایوسی کے عالم میں دری پر گھٹنے بانہوں میں لے کر بیٹھ گیا۔بڑے میاں اٹھ کر مزار کی طرف چلے گئے۔مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ گھاٹن نہیں آئے گی۔پٹیل کا ملازم اسے کبھی یہ راز نہیں بتائے گا۔مجھے نہیں معلوم تھا کہ گھاٹن کے ساتھ پٹیل کے ملازم کے ایسے مراسم ہیں کہ وہ اس کے آگے انکار کر ہی نہیں سکتا۔

رات کو ہوا بند تھی، حبس سا ہو رہا تھا۔بادلوں نے ایک گھٹن سی پیدا کردی تھی۔مجھے بہت تنگ کررہے تھے۔بڑے میاں نے جھونپڑی کے باہر دھونی لگادی۔اس سے مچھروں کی طرف سے تھوڑا آرام ہو گیا۔میں کچھ دیر مزار کے پاس یونہی بیٹھا رہا۔بڑے میاں بھی وہیں بیٹھے تسبیح پھیر رہے تھے۔جب بیٹھے بیٹھے بور ہونے لگا تو اٹھ کر جھونپڑی کے اندر چلا آیا۔جھونپڑی میں بڑا حبس تھا۔مگر میں کیا کرتا۔چادر اوڑھ کر لیٹ گیا۔نیند بالکل نہیں آرہی تھی۔گھاٹن

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کاانتظار تھا مگر اس کے آنے کے کوئی آثار نہیں تھے۔آخر میں نے دل میں یہی سوچ لیا کہ صبح اٹھ کر پٹیل کے ملازم کا سراغ لگاؤں گااور خود ہی اس سے یہ راز معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ پٹیل نے عائشہ کو کہاں چھپایا ہوا ہے۔

لیٹے لیٹے کبھی مجھ پر غنودگی سی طاری ہوجاتی اور کبھی کوئی مچھر کاٹتا تو میں بیدار ہو جاتا۔جانے کتنی رات گزر چکی تھی۔بڑے میاں ابھی تک باہر مزار پر ہی تھے۔باہر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔بیروگڑھ گاؤں کی طرف سے کبھی کبھی کسی کتے کے بھونکنے کی آواز آجاتی تھی۔اتنے میں مجھے باتیں کرنے کی مدھم سی آواز آئی۔میرے کان کھڑے ہوگئے۔جھونپڑی میں لالٹین جل رہی تھی۔

باتیں کرنے کی آواز جھونپڑی کے قریب آئی تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

بڑے میاں کسی عورت سے باتیں کررہے تھے۔عورت کی آواز بھی آجاتی تھی۔میں جھونپڑی سے باہر جانے کے لیے اٹھ ہی رہا تھا کہ بڑے میاں ایک عورت کے ساتھ جھونپڑی میں داخل ہوئے۔ان کے ساتھ ایک گہرے سانولے رنگ کی موٹی تازی عورت تھی جس نے لال بارڈر والی کالی ساڑھی اس طرح پہن

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رکھی تھی کہ ساڑھی کا ایک پلو لنگوٹ کی طرح پیچھے کمر کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ یہ مہاراشٹر کی دیہاتی مراٹھی عورتوں کا خاص پہناوا ہے۔اس قسم کی ساڑھیوں والی مراٹھی گھاٹنیں بمبئی کی لوکل ریل گاڑیوں میں موسمبیاں اور کیلے وغیرہ بیچتی بھی نظر آتی ہیں۔یہ پٹیل کے گھر میں کام کرنے والی گھاٹن تھی۔اس کے کانوں میں بالیاں تھیں اور ناک میں بڑا سا لونگ پہنا ہوا تھا جس کا شیشہ لالٹین کی روشنی میں چمک رہا تھا۔

بڑے میاں کی یہ گھاٹن مریدنی عائشہ کے بارے میں پوری معلومات لے کر آئی تھی۔اسے پٹیل کے ملازم سے جو معلومات حاصل ہوئیں وہ یہ تھیں کہ اس بدمعاش پٹیل نے عائشہ کو واقعی گنگولی پجاری سے خریدا تھا اور بیرو گڑھ گاؤں سے شمال کی جانب وہاں سے تیس میل دور ناندہ کے دشوار گزار گھنے جنگل میں چھپا رکھا تھا جہاں پٹیل کے کوئلے کے بھٹے تھے۔ان بھٹوں میں لکڑی جلا کر کچا کوئلہ تیار کیا جاتا ہے۔یہ اس کا لاکھوں کا کاروبار تھا اور وہ مدھیہ پردیش کے شہروں میں کوئلہ سپلائی کرتا تھا۔جنگل میں ایک جگہ رمکھالی ندی کے کنارے پٹیل نے اپنے لیے ایک پکی چار دیواری والی کوٹھڑی بنوا رکھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی۔پٹیل مہینے میں دو ایک بار جنگل میں اپنے بھٹوں پر آتا تو اسی کوٹھڑی میں قیام کرتا۔گھاٹن نے بتایا کہ پٹیل نے عائشہ کو وہیں رکھا ہوا ہے اور پٹیل کی عدم موجودگی میں اس کے ہٹے کٹے جرائم پیشہ ملازم لڑکی کی رکھوالی کرتے ہیں اور ان کے پاس بندوقیں بھی ہوتی ہیں۔جب گھاٹن ساری باتیں بیان کر چکی تو بڑے میاں نے میری طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔

”برخوردار! تمہیں سارے حالات کا علم ہو گیا ہے اب بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے۔میں تو تمہیں مشورہ دوں گا کہ جلدی میں قدم نہ اٹھاؤ۔تم اکیلے اس لڑکی کو وہاں سے نکال کر نہیں لے جا سکتے۔“

میں نے کہا۔

”جناب میں تو اکیلا ہی ہوں۔مجھے کہیں سے کسی کی مدد ملنے کی بھی امید نہیں ہے۔یہ کام تو مجھے اکیلے ہی کرنا پڑے گا۔باقی اللہ مالک ہے۔“

گھاٹن بھی بیڑی پی رہی تھی۔کہنے لگی۔

”سیٹھ ابھی پرسوں ہی جنگل کے بھٹوں کا پھیرا لگا کر واپس آیا ہے۔اب وہ تین چار دن بعد دوبارہ جائے گا۔جب وہ وہاں ہوتا ہے تو اس کے بدمعاش ملازم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بندوقیں لیے سوروں کی طرح کوٹھڑی کے آس پاس جنگل میں پہرے پر ہوتے ہیں۔اب وہ وہاں نہیں ہے۔ہوسکتا ہے تمہیں لڑکی کو نکال لے جانے کاموقع مل جائے مگر تم اکیلے اتنے گھنے جنگل میں کیسے جاؤگے؟ رات کو سنا ہے وہاں شیر آجاتے ہیں۔"

میں نے کہا۔"اللہ مالک ہے۔"

گھاٹن نے بزرگ بڑے میاں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بابا! اب میں جاتی ہوں۔میں نے آپ کا حکم پورا کردیا ہے۔میرے لیے اپنے بھگوان سے پرارتھنا ضرور کرنا۔میرا مالک روز تاڑی پی کر آتا ہے اور مجھے بڑا مارتا ہے..."

گھاٹن نے بیڑی کا گہرا کش لگا کراس کا دھواں اپنے نتھنوں سے نکالتے ہوئے مجھے ایک بار پھر جنگل میں پٹیل کے بھٹوں کا سارا نقشہ اچھی طرح سمجھایااور یہ بھی بتایا کہ بیروگڑھ سے مجھے کس طرف جانا ہوگا اور پھر ناندہ کاجنگل شمال میں تیس میل کے فاصلے پر کس جگہ سے شروع ہوتا ہے۔میں نے اس کی ساری باتیں ذہن میں اچھی طرح سے بٹھالیں۔جب وہ بڑے میاں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے گھٹنوں پر ہندوؤں کی طرح اپنا ماتھا ٹیک کر چلی گئی تو انہوں نے نئی بیڑی سلگائی اور مجھ سے پوچھا۔

"بتاؤ اب تمہارا کیاارادہ ہے؟"

میں نے کہا۔"میاں جی! میں تو عائشہ کو بدمعاشوں سے چھڑانے اوراس کے ماں باپ کے پاس واپس لانے کاارادہ بنا کر بمبئی سے نکلا ہوں میں اپنے ارادے پر قائم ہوں۔میرا خدامیرے ساتھ ہے۔جو ہوگا دیکھاجائے گا۔"

بڑے میاں پرمیرے پختہ عزم کا بہت اثر ہوا۔کچھ دیر خاموش رہے پھرمیری طرف دیکھ کر کہا۔

"برخوردار! میری دعائیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔مجھے یقین ہے تم انشاء اللہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوگے۔اب سوجاؤ۔صبح صبح بیرو گڑھ سے ناندہ کی طرف بیل گاڑیاں جاتی ہیں میں تمہیں جگادوں گا۔"

میں وہیں دری پرلیٹ گیااور آنکھیں بند کرکے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے وسائل کچھ بھی نہیں تھے۔بس صرف ایک اللہ کابھروسہ تھا اور اسی مالک کے بھروسے پرمیں ایک مسلمان لڑکی کو کافروں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے چھڑانے کے لیے بمبئی سے نکل کھڑا ہوا تھا۔میرے پاس صرف ایک چاقو تھا جس سے میں جھاڑیاں اور درختوں کی بڑھی ہوئی شاخیں ہی کاٹ سکتا تھا۔

تھری ناٹ تھری کی رائفل چلانی مجھے رام دلاری نے جنگل میں ٹھاکر ڈاکو کے ڈیرے پر سکھادی تھی۔مگر میرے پاس کوئی رائفل بھی بھی نہیں تھی۔نہ جانے کتنی دیر تک میں انہی خیالوں میں الجھا رہا۔پھر مجھے نیند آگئی۔

آنکھ اس وقت کھلی جب بڑے میاں مجھے شانے سے ہلاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"اٹھومیاں' تمہارے جانے کا وقت ہو گیا ہے۔"

میں جلدی سے آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔جھونپڑی میں لالٹین جل رہی تھی۔میں جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔منہ اندھیرے کا وقت تھا۔بادلوں میں سے طلوع صبح سے پہلے کی دھندلی سفیدی جھانکنے لگی تھی۔بڑے میاں نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چولہے پر میرے لیے چائے تیار کر رکھی تھی۔میں نے منہ ہاتھ دھویا۔بڑے میاں کے ساتھ خالی بن کھایا چائے پی۔بڑے میاں نے اپنی گٹھلی میں سے دس روپے نکال کر مجھے دیتے ہوئے کہا۔

"یہ اپنے پاس رکھو۔تمہیں ان کی ضرورت پڑے گی۔"

میرے پاس کچھ روپے تھے لیکن میں نے بڑے میاں سے دس روپے بھی شکریے کے ساتھ لے لیے۔وہ مجھے ساتھ لے کر گاؤں کے دوسرے کنارے ایک جگہ پر آئے جہاں پہلے سے تین چار دیہاتی مرد اور دو عورتیں گٹھڑیاں سنبھالے بیٹھی تھیں۔ایک آدمی چھکڑے کے آگے بیل جوت رہا تھا۔ابھی دن کی روشنی پوری طرح نہیں پھیلی تھی۔بڑے میاں ذرا پیچھے ہی رک گئے اور کہا۔

"یہ بیل گاڑی تمہیں ناند گاؤں کے کنارے تک لے جائے گی۔میں نہیں چاہتا کہ یہ لوگ مجھے تمہارے ساتھ دیکھیں۔جاؤ' خدا تمہیں کامیاب کرے۔"

یہ کہہ کر بڑے میاں وہیں سے واپس چل دیئے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھوڑی دیر بعد میں بیل گاڑی میں دوسرے دیہاتی مسافروں کے ساتھ بیٹھا تھااور گاڑی بیروگڑھ کی سرحد سے نکل کر کھیتوں کے درمیان ہچکولے کھاتی آہستہ آہستہ چلی جارہی تھی۔گاڑی بان نے مجھ سے تین روپے کرایہ لیا تھا۔ ایک بوڑھا دیہاتی مجھ سے پوچھنے لگا کہ میں نانده کس کے گھر جارہا ہوں۔میں نے یونہی کہہ دیا۔نانده کے جنگل میں میرا ماموں فاریسٹ آفیسر ہے اس کے پا س جارہاہوں۔

دوسرے دیہاتیوں پر بھی میرا رعب سابیٹھ گیا۔گاڑی بان نے میری طرف گردن گھما کر دیکھااور کہا۔

"بابوجی نے تمہارے لیے گھوڑا کیوں نہیں بھیجا۔جنگل کے تو جمعداروں کے پاس بھی گھوڑے ہوتے ہیں۔"

میںنے کہا۔"ماموں کو میرے آنے کی خبر نہیں ہے۔"

اس کے بعد کسی نے مجھ سے کوئی سوال نہ کیا۔بیل گاڑی کھیتوں میں سے نکل کر گھاس کے ایک ویران میدان میں سے گزرنے لگی۔پھرایک ندی کاپل آگیا۔اس کے بعد پھر دھان اور مکئی کے کھیتوں کاسلسلہ شروع ہو گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس وقت تک دن نکل آیا تھا مگر چونکہ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اس لیے دھوپ نہیں نکلی تھی۔ٹھنڈی خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔گاڑی بان اور دوسرے دیہاتی بیڑیاں پی رہے تھے۔دونوں دیہاتی عورتیں بیل گاڑی کے بانسوں سے ٹیک لگائے اونگھ رہی تھیں۔کھیت ختم ہوئے تو پتھر کی چٹانیں شروع ہو گئیں۔ان چٹانوں پر سبز رنگ کی کائی جمی ہوئی تھی۔کوئی چٹان چھوٹی تھی کوئی بڑی تھی۔یہاں زمین پر پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ان پتھروں کے درمیان بیل گاڑیوں کے واسطے راستہ بنا ہوا تھا۔سارا راستہ سنسان تھا۔گاڑی بان دیہاتی بولی میں کوئی لوک گیت گانے لگا۔بیل گاڑی سست رفتار سے جارہی تھی۔اچانک مجھے خیال آیا کہ اگر کسی چٹان کے پیچھے سے اچانک کوئی شیر یاچیتا نکل کرحملہ کردے تو وہاں کہرام برپا ہوسکتاتھا۔درنده ایک آدھ مسافر کو تو ضرور اٹھاکر لے جائے گا۔شاید اسی خوف کو دور کرنے کے لیے گاڑی بان گانے لگا تھا۔

چٹانیں ختم ہو گئیں۔بیل گاڑی اب اونچے نیچے نیم پہاڑی راستے پر چلی جارہی تھی۔کہیں درختوں کے جھنڈ آجاتے۔کہیں چٹیل میدان آجاتا۔درخت اتنے گھنے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھے کہ ان کے نیچے اندھیرا سا چھایا ہوا تھا۔ بیل گاڑی ایک نپی تلی رفتار کے ساتھ تھوڑے تھوڑے ہچکولے کھاتی چلی جا رہی تھی۔ ودسرے مسافروں کی طرح مجھ پر بھی غنودگی طاری ہونے لگی۔ میں کبھی سوجاتا' کبھی اچانک بیدار ہو کر ماحول کا جائزہ لینے لگتا۔ ایک بار کچھ زیادہ دیر تک ہی غنودگی کے عالم میں رہا۔ گاڑی کو دھچکا لگا تو میں بیدار ہو گیا۔ گاڑی ایک جھیل کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ ذرا آگے جا کر جنگل کے باسیوں کا چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں والا گاؤں آگیا۔

بیل گاڑی رک گی۔ گاڑی بان نے کہا۔

"یہاں جل پانی کر کے آگے جائیں گے۔"

بیروگڑھ سے نانده گاؤں کی طرف بیل گاڑیاں اسی گاؤں میں سے ہو کر جاتی تھیں۔ جنگل کے باسیوں نے ایک جھونپڑی میں مسافروں کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیا ہوتا تھا۔ گاڑی

کے بیل کھول دیئے گئے۔ دوسرے دیہاتیوں کے پاس بیٹھ کر میں نے بھی جل پانی کیا۔ جل پانی یہ تھا کہ کیلے کے پتے پر کھچڑی سی ڈال کر میرے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آگے زمین پر رکھ دی گئی۔ کھچڑی میں مرچیں بہت تھیں مگر مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ مٹی کے کٹورے میں سے پانی پی پی کر میں کھچڑی کھاتا اور خدا کا شکر ادا کرتا رہا۔

دوپہر ہو چکی تھی۔ گاڑی بان نے یہاں ایک گھنٹہ لگا دیا۔ ایک گھنٹے کے بعد گاڑی کے آگے بیل جوتے گئے اور ہم ایک بار پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ کسی وقت مجھے خیال آتا کہ میں چندر گپتا کے زمانے میں آگیا ہوں۔ ماڈرن زمانے کی کوئی نشانی راستے میں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ بہت جلد مجھے ماڈرن زمانے کی نشانی ریلوے لائن کا سگنل دکھائی دیا اور میں قدیم زمانے سے نکل کر جدید زمانے میں آگیا۔ یہ سگنل ریلوے لائن کے ساتھ لگا تھا۔ وہاں ایک ریلوے کراسنگ بھی تھی۔ بیل گاڑی ریلوے لائن کے اوپر سے گزری تو میں نے دیکھا کہ ریل کی پٹڑی دور تک چلی گئی تھی۔ شاید وہ یہ کوئی برانچ لائن تھی یا ہوسکتا ہے مین لائن ہی ہو۔ میں نے ریلوے لائن کے بارے میں کسی دیہاتی سے کچھ نہ پوچھا۔ مجھے ڈر تھا کہ ایک بات پوچھنے پر دیہاتی اپنی باتیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شروع کردیں گے اور پھر ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہوجائے گا۔اس کا مجھے کافی تجربہ ہوچکا تھا۔

ریلوے لائن کی دوسری طرف جنگلی جھاڑیوں اور اونچی اونچی گھاس کا میدان شروع ہو گیا۔میں نے گاڑی بان سے پوچھا کہ نانده ابھی کتنی دور ہے۔اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"آجاوے گا بابو۔ابھی تو پردھان کے آموں کے باغیچے بھی نہیں آئے۔"

خدا جانے یہ پردھان کون تھا۔کوئی زمیندار ہی ہوگا۔اس کے آموں کے باغ ہوں گے جہاں سے ہماری بیل گاڑی کو ابھی گزرنا تھا۔دو باتوں کی طرف سے میں بڑا مطمئن تھا۔ایک تو یہ کہ ابھی تک بارش نہیں ہوئی تھی اور دوسری بات یہ تھی کہ راستے میں کوئی جنگل نہیں آیا تھا۔آموں کے باغ کا مطلب بھی یہی تھا کہ آبادی قریب ہی ہوگی۔

پردھان آموں کا باغ کوئی دو گھنٹے بعد آیا۔یہ کئی ایکڑ میں پھیلا ہوا باغ تھا۔ بیل گاڑی اس کے کنارے کنارے جارہی تھی۔آگے ایک برساتی نالے کی چڑھائی آگئی۔بیل گاڑی چڑھائی کی دوسری طرف آئی تو دور کسی گاؤں کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مکان دکھائی دینے لگے۔یہاں کھیت بھی تھے۔میں بڑا خوش ہوا۔میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے مسافر سے اس گاؤں کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

"بھیکم گڑھ ہے۔آگے نانده ہے۔"

بھیکم گڑھ گاؤں میں بیل گاڑی تھوڑی دیر کے لیے رکی۔وہاں سے روانہ ہوئی تو کوئی دو گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد نانده کے قصبے میں پہنچ گئی۔ یہی اس کی منزل تھی۔اس وقت دن کی ابر آلود روشنی میں شام کا ہلکا ہلکا اندھیرا گھلنے لگا تھا۔نانده چھوٹا سا قصبہ تھا۔پتھر کی دیواروں والے مکان ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوئے تھے۔سب مکانوں کی چھتیں ٹوٹی پھوٹی کھپریلو کی تھیں۔جھونپڑیاں بھی جگہ جگہ نظر آرہی تھیں۔گاؤں کے باہر یہاں بھی ایک بڑا تالاب تھا جہاں عورتیں پانی بھی بھر رہی تھیں اور بیٹھی کپڑے بھی دھو رہی تھیں۔کیلے تاڑ اور پپیتے کے درختوں کے جھنڈ جگہ جگہ نظر آرہے تھے۔ شام ہو رہی تھی۔کئی مکانوں میں سے ہلکا ہلکا دھواں اٹھ رہا تھا۔بیل گاڑی ایک پرانی حویلی کے اونچے دروازے کے باہر آکر رکی تھی۔دوسرے دیہاتی مسافر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اپنے اپنے گھروں کی طرف جاچکے تھے۔ میرا کوئی گھر نہیں تھا۔ میں وہیں ایک طرف ہو کر ایک درخت کے گرد بنے ہوئے چبوترے پر بیٹھ گیا۔ گاڑ ی بان بیلوں کو کھول کر ان کے آگے چارہ ڈال رہا تھا۔ اس نے مجھے اکیلا بیٹھے دیکھا تو پوچھا کہ میں کس کا انتظار کر رہا ہوں؟ میں نے کہا۔

"بھائی انتظار کس کا کرنا ہے۔ ناندہ کے جنگل میں اپنے ماموں فاریسٹ آفیسر کے ریسٹ ہاؤس میں جانا ہے۔"

گاڑی بان بولا۔

"میاں رات کے وقت جاؤ گے تو شیر باگھ کھالیں گے تمہیں۔ رات یہیں پڑ کر سو رہو۔ صبح چلے جانا۔"

گاڑی بان بڑا اچھا آدمی تھا۔ اس نے مجھے اپنی بیل گاڑی میں رات کو سونے کی اجازت دے دی۔ اس نے مجھے حویلی کے اندر سے کھانا بھی لا کر کھلایا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ناندہ کا جنگل یہاں سے کس طرف ہے۔ اس نے بتایا کہ شمال میں دو میل آگے جاؤ گے تو ناندہ کا جنگل شروع ہو جائے گا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مگر یہ جنگل تو بہت بڑا ہے۔ تمہارے ماموں کا ڈاک بنگلہ کہاں ہے؟ اس نے تمہیں کوئی اتہ پتہ نہیں دیا۔"

میں نے کہہ دیا کہ وہاں قریب ہی کچا کوٹلہ بنانے کے بھٹے لگے ہیں۔ اس پر گاڑی بان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو یوں کہو کہ پٹیل کے بھٹوں کے پاس جاؤ گے۔"

تب اس نے مجھے سارا راستہ سمجھایا کہ پٹیل کے بھٹے جنگل میں کس طرف ہیں۔ مجھے کس طرف سے جنگل میں داخل ہونا ہو گا اور بھٹوں پر جا کر پٹیل کے کارندوں سے ڈاک بنگلے کا پوچھا ہو گا۔ میں مطمئن ہو گیا۔ کیونکہ مجھے تو پٹیل کے بھٹوں کا ہی پتہ درکار تھا اور وہ مجھے مل گیا تھا۔

رات میں نے حویلی کے دروازے پر بیل گاڑی میں کچھ سوتے کچھ جاگتے اور کچھ مچھر مارتے گزار دی۔ صبح گاڑی بان نے مجھے لال مرچوں کی چٹنی کے ساتھ روٹی کھلائی۔ چائے پلائی اور

میں ناندہ کے جنگل کی طرف چل پڑا۔ ایک کچا راستہ جنگل کی طرف جاتا تھا۔ جنگل میں کٹائی کے بعد درختوں کے شہتیر تختے اور پٹیل کے کوئلوں کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بوریوں سے لدے ہوئے چھکڑے اسی راستے سے نانده گاؤں آتے تھے۔راستہ زیادہ چوڑا نہیں تھا۔دونوں جانب بیل گاڑیوں کے پہیوں کے نشان بنے ہوئے تھے جن کے درمیان گھاس کی ابھری ہوئی پگڈنڈی سی بن گئی تھی۔ دونوں جانب کھیجڑ اور کیکر کے درخت تھے۔

دو تین کوس چلنے کے بعد جنگل کا رقبہ شروع ہو گیا۔پہلے درخت دور دور تھے۔پھران کے جھنڈ قریب آتے گئے۔ایک برساتی نالہ آگیا۔گاڑی بان نے کہا تھا کہ اسی نالے کی دوسری جانب بائیں طرف درختوں کے ساتھ ساتھ چلتے جانا۔آگے ایک مڑھی آئے گی۔مڑھی ایک چھوٹا سا چبوترہ ہوتا ہے جہاں کسی ہندو سادھو وغیرہ کی ہڈیاں دفن ہوتی ہیں۔برساتی نالے پربانسوں کو جوڑ کر ایک پل بنا دیا گیاتھا۔میں پل پر سے گزر کر بائیں جانب درختوں کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔کچھ دور جانے کے بعد سادھو کی مڑھی آگئی۔گاڑی بان نے کہا تھا کہ یہاں سے جنگل میں داخل ہوجانا۔میں نے اللہ کانام لیااور یہاں سے جنگل میں داخل ہو گیا۔بیل گاڑیوں اور چھکڑوں کے لیے بنا ہوا راستہ آگے نکل گیا تھا۔میں اب نانده کے جنگل میں داخل ہوچکاتھا۔پہلے تو مجھے یہ جنگل بھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

عام جنگلوں کی طرح لگا کچھ دور چلنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اس جنگل میں کچھ زیادہ خاموشی ہے۔یقین کریں درختوں پر سے کسی پرندے کی آواز نہیں آرہی تھی۔درخت اتنے گنجان تھے کہ اوپرجاکر ان کی شاخیں ایک دوسرے سے مل گئی تھیں۔جنگل میں دن کے وقت بھی اندھیرا سا چھایا ہوا تھا۔سب سے زیادہ جوشے مجھے خوف زدہ کررہی تھی وہ اس جنگل کی خاموشی تھی۔واقعی جنگل سائیں سائیں کررہاتھا۔ایک ہیبت ناک سناٹا تھا۔جنگلی جھاڑیوں کے درمیان ایک پگڈنڈی سی بنی ہوئی تھی لگتاتھا کہ یہا ں سے لوگ گزرتے ہیں۔ایک جگہ ایسی آواز آئی جیسے کوئی جنگلی جانور کسی کے پیچھے دوڑ پڑا ہو۔میں ڈر کر وہیں رک گیااور درختوں کی ٹہنیوں میں دیکھنے لگا۔ایک بار پھر خوفناک سناٹا چھاگیا اتنی ڈرا دینے والی ہیبت ناک خاموشی میں نے آج تک کسی جنگل میں محسوس نہیں کی تھی۔فضا میں گیلی گھاس اور گلے سڑے پتوں کی بوپھیلی ہوئی تھی۔مجھے یہ بھی دھڑکا لگاتھا کہ کسی طرف سے اچانک کوئی شیر ریچھ یاچیتا نہ نکل آئے۔اللہ کے نام کا ورد کرتا دیکھ بھال کر جنگل میں چلا جارہاتھا۔اچانک سامنے ایک ندی آگئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ وہی ندی ہوسکتی تھی جس کے بارے میں گھاٹن نے بتایا تھا کہ رمکھالی ندی کے کنارے پٹیل نے پکی چار دیواری کے اندر اپنی خاص کوٹھڑی بنا رکھی ہے۔میں وہاں رک گیا۔ندی زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ایک جانب اس کے اوپر کسی درخت کا کٹا ہوا تنا ڈال کر پل بنایاہواتھا۔میں نے ندی کے پانی سے منہ ہاتھ دھویا۔تھوڑا سا پانی بھی پیااور درخت کے تنے کے اوپر سے گزر کر ندی کی دوسری طرف آگیا۔دوسرے کنارے پر جاکرمیں نے دیکھا کہ کیکر کے بے شمار درخت ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ اگے ہوئے تھے۔یہ وہی درخت تھے جن کو بھٹوں میں جلا کر کچا کوئلہ بنایا جاتا تھا۔یہاں پہلی بار مجھے کچے کوئلے کے دھوئیں کی ہلکی ہلکی بو محسوس ہوئی۔اس کا مطلب تھا کہ پٹیل کے کوئلوں کے بھٹوں کاعلاقہ قریب ہی تھا۔میں محتاط ہو کرچلنے لگا۔

ندی پار کرتے مجھے کچے کوئلوں کی جو بومحسوس ہوئی تھی وہ کبھی غائب ہوجاتی اور کبھی بڑی تیز ہوجاتی۔جنگل میں جو چھوٹی سی پگڈنڈی بنی ہوئی تھی اور جس پر میں چل رہاتھا وہ جھاڑیوں میں غائب ہوگئی تھی۔میں کوئلوں کی بو کے ساتھ ساتھ اندازے سے چل رہاتھا۔ایک جگہ اونچی اونچی گھاس تھی۔میں نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گھاس کو پرے ہٹایا۔دوسری طرف ایک چھوٹی سی ندی بہہ رہی تھی۔یہاں کوئلوں کی بو تیز ہوگئی۔یہی وہ ندی تھی جس کے کنارے پر پٹیل نے اپنی خاص کوٹھڑی بنائی ہوئی تھی اور گھاٹن کے بیان کے مطابق مسلمان لڑکی اسی کوٹھڑی میں قید تھی۔میں ندی کے ساتھ ساتھ اوپر کی طرف چلنے لگا۔مجھے دو آدمیوں کے آپس میں باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔میں وہیں بیٹھ گیا۔کسی نے آواز دے کر کسی کو پکارا تھا۔میں اپنے ٹارگٹ پر پہنچ چکا تھا۔

اب مجھے وہ کوٹھڑی تلاش کرنی تھی جس میں عائشہ قید تھی۔آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز بند ہوگئی۔پھر کلہاڑے سے لکڑیاں کاٹنے کی آواز آنے لگی۔ندی کے کنارے اونچی اونچی جھاڑیاں تھیں۔میں نے جھاڑیوں کو ہٹا کر دوسری طرف دیکھا۔ایک جگہ درختوں میں سے دھوئیں کی لہریں سی اٹھ رہی تھیں۔یہی بدمعاش پٹیل کے کوئلوں کے بھٹے تھے۔ابھی تک مجھے اس کوٹھڑی کی چار دیواری نظر نہیں آئی تھی۔میں بڑی احتیاط سے قدم اٹھاتا ندی کے ساتھ ساتھ آگے کی طرف چلنے لگا۔ندی گھوم گئی۔یہاں مجھے پتھر کی ایک دیوار نظر آئی جو ندی کے دوسرے کنارے ذرا ڈھلان میں اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔یہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پٹیل کی کوٹھڑی کی چاردیواری کی دیوار تھی۔دیوار کے اوپر درختوں کی ٹہنیاں جھکی ہوئی تھیں۔اس طرف چار دیواری کا دروازہ نہیں تھا۔مجھے ندی پار کرنی تھی میں اوپر کی طرف گیا۔ایک جگہ موٹے موٹے بانس ڈال کر ندی پر پل بنایا ہوا تھا۔میں پل پر سے گزر کر جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔یہاں سے مجھے چار دیواری صاف نظر آرہی تھی۔میں سوچنے لگا کہ رات کے وقت چار دیواری پھلانگ کر اندر جاؤں او رکوٹھڑی میں سے کسی طرح عائشہ کو نکال کرلے آؤں۔مجھے پٹیل کے جرائم پیشہ نوکروں کا بھی ڈر تھا جوبقول گھاٹن کے بندوقیں اٹھائے ہر وقت پہرے پر ہوتے ہیں۔میں یہ سوچ ہی رہاتھا کہ میرے سر پر پیچھے سے کسی نے کوئی بھاری چیز زور سے ماری۔میری آنکھوں کے آگے تارے ناچ اٹھے۔مجھے چکر آیا اور اس کے بعد کوئی ہوش نہ رہا۔

...☆☆☆...

ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ دو آدمیوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کرزمین پر بٹھا رکھاہے اور ایک آدمی میرے منہ پر پانی کے چھینٹے مار رہا ہے۔میرے سر کا پچھلا حصہ سخت درد کررہاتھا۔یہ ایک تنگ سی کوٹھڑی تھی۔لیمپ جل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رہاتھا مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر جو آدمی میرے منہ پر پانی کے چھینٹے مار رہاتھا اس نے زور سے مجھے دو تین اوپر تلے طمانچے مارے اور گالیاں دیتے ہوئے

پوچھا۔

”کیوں بے‘ تو کہاں سے آیا ہے‘ تجھے کس سالے نے بھیجا ہے؟“

اس کے بعد پھر مجھ پر تھپڑوں کی بارش شروع ہوگئی۔جن دو آدمیوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ رکھا تھاانہوں نے مجھے فرش پر لٹادیااور ٹھڈے مارنے لگے۔میری چیخیں نکلنے لگیں۔میں نے دہائی دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے کسی نے نہیں بھیجا‘ میں جنگل میں راستہ بھول کرادھر آگیاتھا۔“

اب ان تینوں نے گالیاں بکتے ہوئے میری پٹائی شروع کردی۔میرا برا حال ہوگیا تھا۔جب وہ مجھے مار مار کر تھک گئے تو ایک نے کہا۔

”یہ ضرور گنگولی بدمعاش کاآدمی ہے۔اسی سالے نے اسے عورت کی ٹوہ لگانے یہاں بھیجا ہوگا۔“

دوسرا بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اس کو یہیں رکھو۔ سیٹھ بیروگڑھ سے آئے گا تو اسے اس کا چہرہ دکھا کر گولی مار دیں گے۔“

تیسرا کہنے لگا۔

”میں تو کہتا ہوں اس کو ابھی گولی مار دو سیٹھ کو اس کی لاش دکھادیں گے وہ ہمیں انعام واکرام دے گا۔“

پہلے والا بولا۔

”ابے نہیں، ابھی نہیں۔ دو دن کی تو بات ہے۔ سیٹھ کو دکھا کر اسے گولی ماریں گے۔ بند کردو اس حرامزادے کو۔“

یہ تینوں آدمی ہٹے کٹے تھے۔ ان کے پاس بندوقیں بھی تھیں جو انہوں نے کوٹھڑی کی دیوار کے ساتھ لگا رکھی تھیں۔ ان تینوں نے باری باری مجھے ٹھڈے مارے اور مجھے کوٹھڑی میں ادھ موا کرکے پھینک کر چلے گئے۔ باہر سے انہوں نے تالا لگا دیا۔ میرا سارا جسم درد کررہا تھا۔ پسلیوں کے نیچے سانس لیتے ہوئے ایسی ٹیس پڑتی تھی کہ میں سر پر لگی ہوئی چوٹ کا درد بھول گیا۔ میں فرش پر سیدھا پڑا تھا۔ مجھے اپنے منہ میں نمک کا ذائقہ محسوس ہوا۔ میں نے قمیص

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کو منہ کے ساتھ دبا کر اسے لیمپ کی روشنی میں دیکھا۔ میرے منہ سے خون نکل رہا تھا۔ واقعی ان لوگوں نے مجھے بہت مارا تھا۔

میں آنکھیں بند کیے فرش پر سیدھا پڑا رہا۔ میرے جسم کا ہر حصہ درد کررہا تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ میں نے دل میں گڑگڑا کر خدا سے دعا مانگی کہ اے خدا تو میری مدد فرما۔ میں ایک نیک مقصد لے کر یہاں آیا ہوں۔ مجھ سے اگر کوئی گناہ ہوگیا ہے تو مجھے معاف فرمادے۔ یااللہ! مجھے معاف فرمادے۔ میں اسی ایک جملے کو بار بار دل میں دہرانے لگا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ دیر تک یہی کیفیت رہی پھر مجھ پر غنودگی یا نیم بے ہوشی سی طاری ہونے لگی اور میں سوگیا یا بے ہوش ہوگیا۔

جب دوبارہ ہوش آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے جسم پر جو چوٹیں لگی تھیں ان کا درد بہت کم ہوگیا ہے حالانکہ جسم ٹھنڈا ہوجانے کے بعد اس درد میں اضافہ ہوجانا چاہیے تھا۔ پسلیوں کے نیچے سانس لینے سے جو ٹیس اٹھتی تھی اس کی شدت بھی کم ہوگئی تھی۔ یہ ایک معجزہ ہی تھا۔ خدانے میری فریاد سن لی تھی اور میرے گناہوں کو معاف کردیا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کرکے اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وقت سچے دل سے خدا سے وعدہ کیا کہ میں آئندہ کبھی کوئی گناہ نہیں کروں گا۔بلکہ گناہ کا خیال بھی دل میں نہیں لاؤں گا۔

اس کے باوجود جسم کی حالت ایسی ضرور تھی جیسے کسی نے مجھے مدھول دیا ہو۔ اس وقت مجھے مدھول کا کوئی اردو متبادل لفظ نہیں مل رہا۔معافی چاہتا ہوں۔ سر کے پچھلے حصے میں جہاں ان لوگوں نے کسی بھاری شے کی ضرب لگائی درد کی ہلکی ہلکی ٹیس ضرور اٹھ رہی تھی۔میں نے آہستہ آہستہ زمین پر سے اپنے آپ کو سمیٹا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔اب میں نے ماحول کاجائزہ لیا۔چھوٹی سی کوٹھڑی تھی۔دیواریں بانس جوڑ کر نہیں بنائی گئی تھیں میں نے دیوار پر انگلی پھیر کردیکھا۔یہ مٹی کی دیوار تھی دروازے کے اوپر چھت کے قریب ایک چھوٹا سا روشندان بناتھا جس میں سلاخیں لگی تھیں۔کونے میں ایک طاق تھا جس میں مٹی کے تیل کالیمپ جل رہاتھا۔کوٹھڑی کی فضا مٹی کے تیل کی بو سے بوجھل ہو رہی تھی۔میں نے اپنی جیبوں کی تلاشی لی۔میری ساری جیبیں خالی تھیں۔یہ لوگ میرے پیسے اور چاقو سب نکال کر لے گئے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وقت کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ دن ہے یا رات۔روشندان میں باہر سے دن کی روشنی نہیں آرہی تھی۔اس کامطلب تھا کہ رات ہوگی تھی۔مجھے بھوک بھی لگ رہی تھی اور پیاس کے مارے حلق بھی خشک ہو رہا تھا مگر کوٹھڑی بالکل خالی تھی۔پانی کا کوئی گھڑا وغیرہ وہاں نہیں تھا۔میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔وہ میری بھرپور نوجوانی کا زمانہ تھا۔میری رگوں میں جوانی کا خون گردش کررہاتھا اور طبیعت میں ایڈونچر کا جوش بھرا ہواتھا۔میں بے بسی کی موت نہیں مرسکتاتھا۔اس میں کوئی شک شبہ نہیں تھا کہ میں پٹیل ہی کے بھٹوں پر تھااور یہ اسی کے کارندے تھے جو مجھے اٹھا کر یہاں لے آئے تھے۔وہ جو آپس میں باتیں کررہے تھے وہ بھی میں نے سن لی تھیں۔ ان باتوں سے مجھے معلوم ہوگیاتھا کہ پٹیل نے ایک عورت کو گنگولی نامی بدمعاش سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

خرید کر یہاں ڈال رکھا ہے اوراس بات کاانکشاف بھی ہوا تھا کہ گنگولی پجاری یہاں سے اس عورت یعنی عائشہ کو اغوا کرنے کی فکر میں ہے۔ظاہر ہے وہ اس لیے عائشہ کو اغوا کرانا چاہتا ہوگا کہ اسے آگے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے۔میرے لیے اتنی معلومات ہی بہت تھی کہ عائشہ اسی جگہ پر ہے۔

عائشہ کو وہاں سے نکالنا ایک الگ مسئلہ تھا۔سب سے پہلے تو مجھے اس کوٹھڑی سے جان بچا کر فرار ہونا تھا تاکہ آزاد ہو کر میں عائشہ کو وہاں سے نکالنے کی کوئی تدبیر کرسکوں۔بظاہر کوٹھڑی سے نکلنے کا کوئی راستہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ کوٹھڑی بند تھی۔دروازہ بھاری لکڑی کا تھا۔باہر سے اس پر تالا پڑا تھا۔دروازے کے اوپر جو روشندان تھا اس پرسلاخیں لگی تھیں اور اس میں سے کوئی دبلی پتلی بلی ہی باہر نکل سکتی تھی لیکن میں نے اپنے دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ مجھے ہر حالت میں وہاں سے فرار ہونا ہے۔میں فرار کی ترکیبیں سوچنے لگا۔دیواریں کچی تھیں مگر میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی کہ جس سے دیوار کھرچ کر اس میں سوراخ کرکے باہر نکل سکوں۔میں نے انگلی کے ناخن سے دیوار کی مٹی کھرچنا شروع کر دی۔ذرا سی کوشش میں میرے ناخن درد کرنے لگے۔یہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کام میں نہیں کرسکتا۔کوٹھڑی کے باہر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔لگتا تھا رات کافی گہری ہوچکی ہے۔میں اٹھ کردروازے کے پاس آیا اور کوئی درز تلاش کرنے لگا جس کے ساتھ آنکھ لگا کر باہر کچھ دیکھ سکوں۔دروازہ بڑا مضبوط اور بھاری تھا۔کسی جگہ بھی مجھے اس میں کوئی درزیا سوراخ نظر نہ آیا۔اٹھ کر چلنے سے میری پسلیوں کے نیچے دوبارہ ٹیسیں پڑنے لگیں۔میں بیٹھ گیا۔بھوک اور پیاس بھی لگ رہی تھی۔میں ناندہ گاؤں سے ناشتہ کرکے چلاتھااور دن کے کوئی نودس بجے کے قرب جنگل میں پٹیل کے کوئلوں کے بھٹوں پر پہنچا تھا۔ان لوگوں نے وہاں میرے سر پر کوئی وزنی چیز مار کر مجھے بے ہوش کرکے اٹھایا تھا۔اب رات ہوگئی تھی۔اس کامطلب تھا میں دن کے نو دس بجے کا بے ہوش پڑاتھااور اب رات کو ہوش آیا تھا۔اسی لیے مجھے بھوک اور پیاس لگ رہی تھی۔

میں غور کرنے لگا کہ یہ لوگ مجھے پٹیل کے آنے تک اسی کوٹھڑی میں بند رکھیں گے۔اور زندہ بھی رکھیں گے۔ظاہر ہے پھر وہ میری زندگی کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے مجھے کچھ نہ کچھ کھانے پینے کو ضرور دیں گے لیکن ابھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تک انہوں نے مجھے پانی تک پینے کو نہیں دیا تھا۔میں نے سوچا کہ کسی نہ کسی طرح رات گزر بسر کرنی ہی پڑے گی۔شاید صبح کو یہ لوگ کچھ کھانے پینے کو دیں میں آہستہ سے فرش پر بیٹھ گیا۔آنکھیں بند کرلیں اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔آنکھیں درد کررہی تھیں۔جسم بھی تھوڑا تھوڑا دکھ رہا تھا نیند نہیں آرہی تھی۔بس غنودگی سی طاری رہی اور خدا جانے کب تک طاری رہی۔

پھراچانک میری آنکھ کھل گئی۔

کوئی باہر سے دروازے کاتالا کھول رہا تھا۔میں اٹھ کربیٹھ گیا۔روشندان میں سے دن کی سفید روشنی اندر آرہی تھی۔دوہٹے کٹے آدمی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔دروازہ کھلنے سے دن کی روشنی بھی اندر آگئی۔ایک آدمی کے ہاتھ میں رسے کا گچھا پکڑا ہوا تھا۔دوسرے کے ہاتھ میں ایک پوٹلی تھی۔انہوں نے لیمپ بجھادیا۔یہ وہی رات والے لوگ تھے۔ایک نے مجھے گردن سے پکڑ کر میرا منہ زمین کے ساتھ لگا دیااور زور سے دھول مار کر بولا۔

”سالے بتاتاکیوں نہیں تجھے کس نے بھیجا تھا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسرا آدمی جس کے ہاتھ میں رسی کا گچھا تھا بولا۔

”ابے مرلی پیچھے ہٹ‘ پہلے مجھے اس کی گردن میں رسا توڈالنے دے۔“

انہوں نے میری گردن میں رسا ڈال کر اسے اس طرح باندھ دیا جیسے مجھے پھانسی دینے لگے ہوں۔

”چل بے باہر نکل...“

وہ مجھے رسی سے کھینچتے ہوئے کوٹھڑی سے باہر لے آئے۔باہر اچھا خاصا دن نکلا ہوا تھا۔آسمان پر اسی طرح بادل چھائے ہوئے تھے۔تازہ ہوا میں آتے ہی میری جان میں جان آئی۔وہاں چاروں طرف درخت ہی درخت تھے۔یہ قیدیوں والی کوٹھڑی پٹیل کے ڈیرے کے کسی ویران کونے میں تھی۔وہ مجھے رسی سے کھینچتے ہوئے گالیاں بکتے درختوں کے پیچھے ندی پر لے آئے۔ندی پر لے جاکرانہوں نے مجھے وہاں پربٹھادیا اور کہا کہ یہاں بیٹھ کرمنہ ہاتھ دھولے۔ زیادہ دیر لگائی تو ندی میں ڈبودیں گے۔وہ مجھے وہاں چھوڑ کر رسی کو لمبا کرتے ہوئے کچھ فاصلے پر جاکر درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔رسی ان کے ہاتھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں تھی۔رسی کا پھندا میرے گلے میں تھا۔بھاگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

میں نے جلدی سے ندی میں ہاتھ ڈال کر پانی پیا۔پھر منہ ہاتھ دھویا۔تھوڑی تھوڑی دیر بعد جس آدمی نے میری رسی پکڑ رکھی تھی وہ اسے کھینچ لیتا تھا اور میری گردن کو جھٹکے لگتے تھے۔منہ ہاتھ دھونے سے فارغ ہو کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔میں آہستہ آہستہ واپس چلنے لگا۔وہ زور سے رسی کھینچ رہے تھے۔میں دوڑ کر ان کے پاس پہنچ گیا۔

دونوں قہقہہ مار کر ہنسے اور مجھے گالیاں دینے لگے پھر دوسرے آدمی نے پوٹلی کھول کر مجھے دو روٹیاں دیں جو باسی تھیں۔ان پر آم کا اچار رکھا ہوا تھا۔میں وہیں بیٹھ کر روٹی کھانے لگا۔اس وقت وہ روٹی پلاؤ زردے سے زیادہ لذیذ معلوم ہو رہی تھی۔وہ مجھ سے باتیں کرنے لگے۔

”سچ سچ بتادے تجھے اس بدمعاش گنگولی نے ہی یہاں بھیجا ہے ناں؟“

”ارے پٹیل کے آنے سے پہلے پہلے ہمیں ساری بات بتادے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ پٹیل سے تیری جان بخشی کرادیں گے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں ہر بات کے جواب میں یہی کہتا کہ میں راستہ بھول کر جنگل میں ادھر نکل آیا تھا۔ناندہ میں اپنے شکاری دوست سے ملنے آیا تھا وہ نہ ملا تو واپس جانے کی بجائے سوچا جنگل کی سیر کرلوں۔اس پر ایک بدمعاش نے اٹھ کر مجھے زور سے تھپڑ مارا۔روٹی میرے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔میرا خون کھول اٹھا۔میں کھاجانے والی نظروں سے انہیں گھورنے لگا۔

”ابے گھورتا ہے؟“

وہ مجھے رسی کے زور زور سے جھٹکے دینے لگے۔میں نے رسی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔اس پر وہ غصے میں آکر وہیں مجھے مارنے پیٹنے لگے۔میں بے بس تھا۔اس کے سوا کچھ نہیں کرسکتا تھا۔پھر وہ مجھے جھاڑیوں میں گھسیٹتے ہوئے کوٹھڑی میں لے آئے۔مجھے بند کرکے باہر سے تالا لگادیا۔میرے ہاتھ اور کہنیاں چھل گئی تھیں۔خدا کا شکر ہے کہ انہوں نے میری گردن سے رسی کا پھندا نکال دیا تھا۔میری گردن رسی کی رگڑ سے درد کررہی تھی۔میری کمر بھی درد کررہی تھی۔وہاں ان کے مکے پڑے تھے۔مجھے جتنی گالیاں یاد تھیں میں نے انہیں دے دیں اور بیٹھ کر وہاں سے فرار ہونے کی ترکیبوں پر غور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کرنے لگا۔روٹی میں نے ایک ہی کھائی تھی دوسری زمین پر گر پڑی تھی جو میں نے پھر نہیں اٹھائی تھی۔انہوں نے مجھے اٹھانے کی مہلت ہی نہیں دی تھی۔تھوڑی بہت روٹی کھانے اور سیر ہو کر پانی پینے سے میری کھوئی ہوئی توانائی کچھ بحال ہو گئی تھی مگر وہاں سے نکل بھاگنے کی کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

وہ دن اور رات بھی گزر گئی۔دوسرے دن اسی طرح پٹیل کے دونوں کارندے جن میں سے ایک کانام مرلی تھا اوردوسرے کا نام مجھے معلوم نہیں ہوسکاتھا میری گردن میں رسی ڈال کرمجھے ندی پر منہ ہاتھ دھونے لے گئے۔ وہیں انہوں نے مجھے رات کی باسی روٹی کھانے کو دی اور میرے گلے میں پھندا ڈالے مجھے کھینچتے ہوئے واپس کوٹھڑی میں لے آئے۔

وہ بیروگڑھ سے پٹیل کے آنے کاانتظار کررہے تھے۔تیسرے دن دوپہر کے بعد پٹیل آگیا۔باہر سے لوگوں کی آوازیں کچھ زیادہ ہی آنے لگیں۔میں سمجھ گیا کہ ان بدمعاشوں کا سرغنہ پٹیل آگیا ہے۔تیسرے پہر مجھے اسی حالت میں پٹیل کے سامنے پیش کیا گیا کہ میری گردن میں پھندا پڑا تھااور رسی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مرلی کے ہاتھ میں تھی۔موٹا پٹیل اپنے جنگل والے مکان کی چار دیواری کے اندر برآمدے کے آگے بانس کی کرسی پر بڑی سی توند نکالے بیٹھا تھا۔میں نے جاتے ہی اسے پہچان لیا۔یہ بیروگڑھ والا پٹیل ہی تھا جسے میں نے اس کی ساہوکارے کی دکان پر دیکھا تھا۔میں نے برآمدے کی طرف دیکھا۔پٹیل کے مکان یا کوٹھڑی کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔برآمدے میں مٹی کے لمبوترے مٹکے رکھے ہوئے تھے۔ہر مٹکے کے اوپر سلور کا کٹورا اوندھا پڑا تھا۔میری نگاہیں عائشہ کو تلاش کررہی تھیں مگر وہ مجھے کہیں نظر نہ آئی۔پٹیل مجھے کھاجانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔مجھے اس کے سامنے زمین پربٹھادیا گیا۔ مرلی نے کہا۔

”سیٹھ یہی وہ لڑکا ہے جسے گنگولی نے جاسوسی کرنے یہاں بھیجا ہے۔“

پٹیل مسلسل مجھے غصے بھری آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔اس نے اپنے کارندوں کو اشارہ کیا۔وہ مجھے گردن سے پکڑ کر پٹیل کی کرسی کے قریب لے گئے۔ پٹیل نے زور سے میری تھوڑی پر لات ماری۔میں پیچھے ہو کر گرپڑا۔وہ بھی مجھے گالیاں دینے لگا پھر گنگولی پجاری کو گالی دیتے ہوئے بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اس کو پوری رقم مل گئی تھی تو پھر عورت کے پیچھے کیوں لگا ہے۔بول!
تیرے ساتھ کون کون میرے بھٹوں پر آیا ہے؟“

میں نے پٹیل کے آگے بھی وہی من گھڑت کہانی دہرادی جو میں اس کے کارندوں کو سناچکا تھا۔سیٹھ نے اپنے کارندوں سے کہا۔

”یہ اس طرح نہیں بکے گا۔اس کی ٹھکائی کرو۔“

وہاں پٹیل کے دوسرے نوکراور باڈی گارڈ بھی بندوقیں کندھوں پر لٹکائے جمع ہوگئے تھے۔انہوں نے مجھے لاتوں اور گھونسوں سے مارنا شروع کردیا۔میں اپنے جسم کو گیند کی طرح سمیٹ کر وہیں گول مول ہو کر بیٹھا مار کھاتا رہا۔ پٹیل نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”ٹھہر جاؤ۔“

اس کے آدمی وہیں رک گئے۔میرا بدن مار کھا کھا کر عادی سا ہو گیا تھا اب مجھے گھونسوں اور ٹھڈوں کی چوٹیں زیادہ محسوس نہیں ہو رہی تھیں۔لیکن میرا خون پہلے سے زیادہ کھول رہا تھااور میں نے دل میں عہد کرلیا تھا کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو ان لوگوں سے اس ذلت کا بدلہ ضرور لوں گا۔پٹیل نے مجھ سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گنگولی پجاری اوراس کے آدمیوں کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کردی۔ میری جانے بلا کہ گنگولی پجاری کہاں تھااور اس کے آدمی کون تھے۔میں تو صرف اتنا ہی جانتا تھا کہ بمبئی کے مندر کے بڑے مہنت نے عائشہ کو گنگولی نام کے ایک پجاری کے ہاتھ بیچ دیا تھا جس نے اسے آگے پٹیل کے ہاتھ فروخت کردیا تھا۔یہ تو مجھے یہاں آکر ان لوگوں کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ گنگولی دوبارہ عائشہ کو پٹیل کے ڈیرے سے اغوا کرنے کی فکر میں ہے۔میرے بیان پر کسی کو اعتبار نہیں آرہا تھا۔اس دوران میری نگاہیں برآمدے کی طرف بھی اٹھ جاتی تھیں کہ شاید وہاں عائشہ کی شکل نظر آجائے مگر وہ شاید مکان کے اندر بند تھی۔آخر پٹیل نے گالی دے کر اپنے کارندے مرلی اور اس کے ساتھی سے کہا۔

”اس کو لے جاکر ٹیلے والی غار میں چھوڑ آؤ۔مگر اندھیرا ہوجانے دو...“

پٹیل کے کارندے رسی سے مجھے کھینچتے ہوئے واپس کوٹھڑی میں لے آئے۔ انہوں نے میری گردن سے پھندا کھول دیااور کوٹھڑی کو باہر سے تالا لگادیا۔ میں سوچنے لگا کہ یہ لوگ ٹیلے والے غار میں مجھے کس لیے بند کررہے ہیں۔شاید

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس غار میں ریچھ یا کوئی دوسرے جنگلی جانور رات کو بسیرا کرتے ہوں اور یہ چاہتے ہوں کہ میں غار کے درندوں کی خوراک بن جاؤں۔اس طرح ان پر بھی قتل کاالزام نہیں آئے گااور میرا کام بھی تمام ہوجائے گا۔میں بے چین ساہو کراٹھ کرکوٹھڑی میں ٹہلنے لگا۔مجھے اپنے اوپر اس قیدی کا گمان ہو رہاتھا جسے موت کی سزا سنادی گئی ہو اور رات کو پھانسی ملنے والی ہو۔میں ابھی مرنا نہیں چاہتاتھا۔مگر موت ایک بار تو میرے سامنے آکر کھڑی ہوگئی تھی۔

پھر خیال آیا کہ ہوسکتا ہے مجھے ٹیلے والے غار میں پھینک کر یہ لوگ اس کا منہ پتھر سے بند کرکے چلے جائیں۔اگر ایسا ہی ہواتو میں کسی نہ کسی طرح پتھر ہٹا کر غارسے نکل بھاگوں گا۔مگران بدمعاشوں سے مجھے زندگی کی امید نہیں تھی کوٹھڑی کے روشندان میں سے دن کی روشنی ماند پڑتی جارہی تھی۔تھوڑی دیر بعد دن کی اتنی روشنی بھی غائب ہوگئی۔کوٹھڑی میں اندھیرا ہوگیا۔کسی نے آکر لیمپ بھی نہیں جلایا تھا۔اتنے میں تالا کھلنے کی آواز آئی۔میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔اس وقت میں بے حد خوفزدہ ہوگیا۔یہ لوگ یقینا مجھے ٹیلے پر لے جاکر قتل کرنے والے تھے۔غار میں بند کرنے کاایک بہانہ ہی تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہی دونوں بدمعاش کوٹھڑی میں داخل ہوئے۔دروازہ کھلنے پرمجھے باہر شام کی ملگجی روشنی نظر آئی۔ابھی رات نہیں پڑی تھی۔انہوں نے میری گردن میں رسی کا پھندا ڈال دیااور مجھے کھینچتے ہوئے باہر لے گئے۔دونوں کاندھوں سے بندوقیں لٹک رہی تھیں۔وہ مجھے شوٹ کرنے کا پروگرام بنا کر آئے تھے۔ خوف سے میرا حلق خشک ہوگیاتھا۔وہ مجھے کھینچتے ہوئے ٹیلے کی طرف لیے جارہے تھے۔یہ ٹیلہ ندی کے پاس ہی تھا۔ندی اس کے دامن سے گھوم کر گزرتی تھی۔شام کی ملگجی روشنی رات کے اولین اندھیرے میں ڈھل رہی تھی۔ میں‌ان کی منت سماجت کرنے لگا کہ میں بے قصور ہوں۔میرا کسی گنگولی نام کے آدمی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔وہ دونوں ہنس رہے تھے۔مرلی نے میرے گلے میں بندھی ہوئی رسی ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔ٹیلہ زیادہ اونچا نہیں تھا۔وہ مجھے ٹیلے کے اوپر لے آئے۔جہاں مجھے کوئی غار نظر نہ آیا۔جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔درمیان میں ایک درخت تھا۔وہ مجھے درخت کے ساتھ باندھنے لگے تو موت کے خوف سے میرا جسم سرد پڑ گیا۔میں‌ان سے رحم کی بھیک مانگنے لگا مگر ان پر میری گڑگڑاہٹ کاذرا سا بھی اثر نہیں ہو رہاتھا۔مجھے درخت سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

باندھنے کے بعد مرلی نے بندوق سنبھال لی۔اس کا ساتھی ایک طرف بیٹھ گیا'بولا۔

"مرلی ! اڑادے۔"

میں نے اپنا سانس روک لیا۔خدا جانے میں نے ایسا کیوں کیا تھا۔موت میرے سامنے کھڑی تھی۔مرلی نے بندوق میں کارتوس بھرے ہوئے تھے۔یہ دو نالی بندوق تھی اس نے بندوق اٹھائی کہ میرا نشانہ لے کر اتنے میں ایسی زبردست پھنکار کی آواز آئی کہ میں بھی کانپ گیا۔دوسرے لمحے مرلی کا بندوق والا ہاتھ اوپر اٹھ گیا اور وہ چکرا کر گرا۔اسی لمحے میں نے ایک پھن دار کالے سانپ کو دیکھا جو خدا جانے کہاں سے نکل کر وہاں آگیا تھا اور اس نے مرلی کو ڈس لیا تھا۔مرلی کے ساتھی نے سانپ کو دیکھا تو اس پر فائر جھونک دیا۔ گھبراہٹ میں نشانہ خطا گیا۔سانپ نے اس پر حملہ کر دیا مگر وہ خوش قسمت نکلا کہ وہاں سے چھلانگ لگا کر ٹیلے کی دوسری طرف لڑھک گیا۔مرلی جھاڑیوں کے سامنے زمین پر اوندھا پڑا تھا اور بالکل بے حس و حرکت تھا۔سانپ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا اس درخت کی سامنے آگیا جس کے ساتھ میں بندھا ہوا تھا۔میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مرلی کی بندوق کی گولی سے بچ گیا تھا مگر اب یہ سانپ مجھے ڈسنے والا تھا۔میں نے آنکھیں بند کر لیں۔مجھے یقین تھا کہ سانپ میرے پاؤں یا پنڈلی پر ضرور ڈس لے گا۔جب ایک منٹ گزر گیا اور کچھ نہ ہوا تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔رات کے دھندلے دھندلے اندھیرے میں وہاں سانپ مجھے کہیں دکھائی نہ دیا۔

خدا نے مجھے موت کے منہ سے باہر نکال لیا تھا۔جس رسی سے میں بندھا ہوا تھا میں نے اسے کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔چونکہ مجھے انہوں نے شوٹ کر دینا تھا اس لیے درخت کے ساتھ رسی کو زیادہ گانٹھیں دے کر نہیں باندھا تھا ۔تھوڑی سی کوشش سے میں نے رسی کھول کر ایک طرف پھینکی اور ٹیلے سے اتر کر ندی کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔میں نے یہ بھی دیکھنے کی کوشش نہ کی کہ مرلی سانپ کے ڈسنے سے مر چکا ہے یا ابھی زندہ ہے۔ظاہر ہے وہ مر گیا تھا۔اگر زندہ ہوتا تو بندوق اس کے قریب ہی پڑی تھی۔مجھے بھاگتا دیکھ کر وہ ضرور مجھ پر فائر کرتا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں اندھا دھند بھاگا جارہاتھا۔جھاڑیوں سے الجھ رہا تھا۔گڑھوں میں پاؤں پڑ رہے تھے مگر موت کا خوف مجھے بھگائے لیے جارہاتھا۔پٹیل کا ڈیرا وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔مرلی تو مر گیاتھا مگراس کاساتھی جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیاتھا۔اسے لازماً اپنے آدمیوں کو لے کرواپس مرلی کے پاس اور مجھے قتل کرنے کے لیے آنا تھا۔اس بدمعاش کو پتہ تھا کہ میں درخت کے ساتھ بندھا ہوا ہوں۔رات کااندھیرا گہرا ہوتاجارہاتھا۔آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ندی کا پانی مجھے دھندلا دھندلا نظر آرہا تھا۔میں اس کے اندازے سے ندی کے ساتھ ساتھ دوڑ رہاتھا۔اونچی گھاس اور جھاڑیاں قدم قدم پر میرا راستہ روک رہی تھیں مگر میں بھاگتا جارہاتھا۔میں کافی آگے نکل گیا تو ایک جگہ دم لینے کے لیے بیٹھ گیا۔میرا سانس زور زور سے چل رہاتھا۔مگر زندہ بچ نکلنے کی خوشی نے میرے جسم میں نئی توانائی بھردی تھی۔

ایک آدھ منٹ سانس لینے کے بعدمیں پھر دوڑنے لگا۔ندی کچھ دور آگے جاکر جنگل کی طرف مڑ گئی تھی۔آگے گھنے درختوں والا اندھیرا جنگل شروع ہو گیا تھا۔میں بھی ندی کے ساتھ ہی جنگل میں داخل ہو گیا۔اب میں نے دوڑنا بند

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کردیاتھااور جلدی جلدی چل رہاتھا۔میں پٹیل کے ڈیرے سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہتاتھا مگر جنگل گھنا ہونے کی وجہ سے میری رفتار سست پڑ گئی تھی۔بار بار کوئی درخت یا جنگلی جھاڑیاں سامنے آجاتی تھیں۔اندھیرے جنگل میں اتنی دور نکل آنے پر مجھے خوف محسوس ہونے لگا۔کسی جانب سے بھی کوئی درندہ نکل کرمجھ پرحملہ کرسکتاتھا۔میں ایک درخت کی اوٹ میں ہو کربیٹھ گیا اور اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ کرماحول کاجائزہ لینے لگا۔کان لگا کر سننے کی کوشش کرنے لگا کہ کسی طرف سے کسی جنگلی درندے کی آواز تو نہیں آرہی۔جنگل میں اندھیرا اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔پہلے میں نے سوچا کہ یہاں کسی درخت کے اوپر بیٹھ کر رات گزار دیتاہوں پھر خیال آیا کہ میں پٹیل کے ڈیرے سے زیادہ دور نہیں ہوں۔ان کاایک ساتھی بھی میری وجہ سے مر گیا ہے۔پٹیل کے آدمی بندوق لے کرمیری تلاش میں ضرور نکل پڑے ہوں گے انہیں جنگلوں کا وسیع تجربہ ہے وہ مجھے یہاں تلاش کرلیں گے۔ چنانچہ میں نے ایک بار پھر چلنا شروع کردیا۔ندی مجھ سے کچھ دور ہو گئی تھی۔ اب وہ مجھے نظر نہیں آرہی تھی۔جنگل میں کوئی راستہ تو تھا نہیں۔بس اندازے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے مشرق کی طرف منہ کرکے میں جھاڑیوں سے الجھتا گھاس کو پرے ہٹاتا چلا جارہاتھا۔چلتے چلتے میں جنگل کے درمیان ایک کھلی جگہ پر پہنچ گیا۔یہاں درخت فاصلے پر اگے ہوئے تھے اور اندھیرے میں تھوڑا تھوڑا دکھائی دے رہاتھا۔میں تیز تیز چلتا اس کھلی جگہ سے نکل گیا۔سامنے پھر گھنا جنگل شروع ہوجاتاتھا۔میں تھوڑی دور چلاہوں گا کہ مجھے ایسی آواز کا شبہ ساہواجیسے کوئی انسان کراہ رہا ہے۔میں وہیں بیٹھ گیااور آواز پر کان لگادیئے۔

آواز کسی انسان کے درد سے کراہنے کی تھی اور کہیں قریب ہی سے آرہی تھی۔میں وہیں بیٹھا جنگل کے سناٹے اور اندھیرے میں اس آواز کوغور سے سننے لگا۔

ایسے لگتاتھا کہ کوئی زخمی ہے اور درد سے کراہ رہا ہے۔

پہلے تو میں نے سوچا کہ مجھے اپنی جان بچانے کی فکر کرنی چاہیے اس وقت خود میری جان پر بنی ہوئی ہے لیکن انسان ہونے کے ناتے یہ مجھ سے گوارانہ ہوسکا کہ ایک آدمی جنگل میں زخمی پڑا ہواور میں اس کی کوئی مدد نہ کروں۔کم از کم دیکھنا تو چاہیے یہ کون ہے اوراسے کس نے زخمی کیا ہے۔یہ سوچ کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جدھر سے آواز آرہی تھی میں اس کی طرف بڑھا۔آواز تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد آتی تھی آخر میں آواز کے تعاقب میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں رات کے اندھیرے میں ایک چبوترے کادھندلا خاکہ سا نظر آیا۔چبوترے کے اوپر بارہ دری سی بنی ہوئی تھی۔انسان کے کراہنے کی آواز اسی بارہ دری سے آرہی تھی۔

میں ہمت کرکے چبوترے کے پاس چلا گیا۔مجھے ڈر بھی لگا کہ کہیں یہ کوئی چڑیل یا بھوت نہ ہو جو اس قسم کی آواز نکال کر جنگل سے گزرنے والوں کو اپنی طرف بلاتا ہو اور پھر انہیں کھاجاتا ہو۔کراہنے کی آواز پھر آئی۔آواز سے لگتاتھا کہ کوئی زخمی ہے اور درد کی شدت سے کراہ رہا ہے۔مجھ سے نہ رہا گیا۔چبوترے پر چڑھنے کے لیے ایک طرف پتھر کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔میں اندھیرے میں غور سے دیکھ دیکھ کر سیڑھیاں چڑھ گیا۔چبوترے پر بارہ دری کے پاس فرش پر مجھے ایک انسان لیٹا ہوا نظر آیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

درد کی وجہ سے وہ اپنا بازو اوپر اٹھاتا اور پھر نیچے گرا دیتا تھا۔ میں نے دور ہی سے اسے آواز دے کر پوچھا کہ وہ کون ہے اور اسے کیا ہوا ہے۔ زخمی نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے جنگلی ریچھ نے زخمی کر دیا ہے۔ مجھے میرے خان بابا کے پاس لے چلو۔"

آواز آدمی کی نہیں کسی نوجوان لڑکے کی تھی۔ میں دوڑ کر اس کے پاس گیا۔ اندھیرے میں جھک کر اسے دیکھا۔ واقعی یہ میری عمر کا ایک نوجوان لڑکا تھا جس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ نچلا دھڑ خون میں لت پت تھا۔ میں نے اس کی ٹانگ پر ہاتھ لگایا تو لڑکے نے زور سے کراہتے ہوئے میرا ہاتھ پیچھے ہٹا دیا۔

"خدا کے لیے یہاں ہاتھ نہ لگاؤ۔ مجھے اٹھا کر میرے خان بابا کے پاس لے جاؤ۔"

"کیا تم مسلمان ہو؟" میں نے اس لڑکے سے پوچھا۔ کیونکہ اس نے خدا کا نام لیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ہاں میں مسلمان ہوں۔ میرے باپ کا نام بھورے خان ہے وہ جنگل میں پرانے تالاب کے پاس رہتا ہے۔ مجھے میرے بابا خان کے پاس لے چلو نہیں تو میں مرجاؤں گا۔"

رات کا وقت اجاڑ سنسان جنگل۔ چاروں طرف اندھیرا۔ لڑکا دبلا پتلا تھا مگر قد اس کا لمبا تھا جس کی وجہ سے دور سے دیکھنے پر مجھے لگا تھا کہ کوئی آدمی لیٹا ہوا ہے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا۔

"پرانا تالاب یہاں سے کس طرف ہے اور کتنی دور ہے؟"

لڑکے نے کہا۔ "چبوترے سے اتر کر مشرق کی طرف چلو۔ آگے ایک خشک برساتی نالا آئے گا اس کی دوسری جانب پرانا تالاب ہے۔ ہائے ریچھ نے میری ٹانگوں پر پنجے مارے ہیں۔ خدا کا شکر ہے تم آگئے۔ مجھے لے چلو۔"

لڑکا بار بار میری منت کر رہا تھا۔ اس کے جسم سے کافی خون بہہ چکا تھا جس کی وجہ سے اس کی آواز میں نقاہت بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے اس کے بازو کے نیچے ہاتھ ڈال کر اسے اٹھا کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اپنے کاندھے پر اس طرح ڈال لیا کہ اس کا سر اور بازو میری پشت پر اور ٹانگیں آگے کی جانب لٹکنے لگیں۔لڑکے کابوجھ زیادہ نہیں تھا۔بوجھ زیادہ بھی ہوتاتو میں اسے اس کے بابا خان کے پاس لے جانے کا عہد کرچکاتھا۔میں اس حالت میں اسے جنگل میں نہیں چھوڑ سکتاتھا اگر وہ وہیں رہتاتورات کے کسی حصے میں اس کے خون کی بو پر کوئی نہ کوئی جنگلی درندہ آکر اسے ضرور ہڑپ کرجاتا۔

میں سنبھل سنبھل کر چبوترے سے نیچے اتر آیااور مشرق کی طرف آہستہ آہستہ چلنے لگا۔میرے سامنے کوئی سڑک یا پگڈنڈی تو تھی نہیں۔جھاڑیوں اور جنگلی گھاس کے بیچ میں سے ہو کر گزرہاتھا۔میں نے چند قدم چلنے کے بعد لڑکے سے پوچھا۔

”تم آدھی رات کوجنگل میں ادھر کیوں آگئے تھے؟“

لڑکے نے کمزور سی آواز میں کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میرے بابا خان نے آج رات واپس ڈیرے پر آناتھا۔میں نے سوچا میں جنگل میں آگے جاکر اپنے باپ سے ملتاہوں۔غلطی ہوگئی بندوق ساتھ نہیں لایا۔ چبوترے کے پاس ریچھ نے حملہ کردیا۔“

”تمہارے پاس بندوق بھی ہے۔“

”ہاں‘ ہم سب کے پاس بندوق ہوتی ہے۔“

مجھے کچھ تشویش ہوئی۔میں نے پوچھا۔

”کیا تم پولیس میں کام کرتے ہو؟“

”ہائے مجھ سے بولا نہیں جاتا۔جلدی چلو میرے اللہ۔“

اس کے بعد لڑکے کی آواز نہ آئی۔میں نے دو تین بار اسے بلایا مگراس نے کوئی جواب نہ دیا۔لگ رہاتھا کہ وہ بے ہوش ہوگیا ہے۔اسے آپ انسانی ہمدردی سمجھ لیں چاہے یہ سمجھ لیں کہ مجھ پر ایک مصیبت پڑگئی تھی۔اب مجھے ہر حالت میں اس لڑکے کو اس کے باپ کے پاس پہنچانا تھا۔بندوق کے ذکر سے مجھے لگا کہ اس کاباپ پولیس کا کوئی افسر ہے پرانے تالاب کے پاس جنگل میں کوئی پولیس کی چوکی یا اس کااپنا کوارٹر ہو گا۔ساتھ نوکر بھی ہوں گے جن

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے پاس بندوقیں ہوں گی۔دل میں سوچا کہ چلو یہ بھی اچھا ہے میں ان کی مدد سے عائشہ کو پٹیل کی قید سے رہائی دلاسکوں گا۔

اگرچہ لڑکا دبلا پتلا تھا اوراس کا کوئی وزن بھی نہیں تھا پھر بھی اتنا بوجھ ضرور تھا کہ میرا سانس پھول گیا۔میں سانس لینے کے لیے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔لڑکا بے ہوش ہوچکاتھا۔اسے میں نے کاندھے پر ہی ڈال رکھا تھا۔ اس بات کابھی خطرہ تھا کہ جس ریچھ نے اس لڑکے پر حملہ کیا تھا کہیں وہ آس پاس ہی نہ ہو اور اچانک حملہ نہ کردے۔میں اس ڈر سے اٹھ کھڑا ہوا اور اللہ کانام لے کر چل پڑا۔اندھیرے میں مجھے درختوں اور جھاڑیوں کے سلیٹی رنگ کے ہیولے ضرور نظر آرہے تھے مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ برساتی نالہ کہاں ہے۔میں جھاڑیوں کو ایک ہاتھ سے پرے ہٹاتا آہستہ آہستہ چل رہاتھا۔ سمت میں نے مشرق کی طرف قائم رکھی تھی۔جنگلوں میں رات کے وقت چلنے پھرنے کامجھے بھی تھوڑا بہت تجربہ ہوچکاتھا۔

ایک جگہ جھاڑیاں اچانک ختم ہوگئیں۔میں نے رک کر آگے دیکھا۔آگے ایک گھاٹی تھی۔شاید یہی برساتی نالاتھا۔اس کی دیواریں سیدھی نہیں تھیں۔کافی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ڈھلان تھی۔میں نے بے ہوش لڑکے کو دوسرے کندھے پر ڈال لیا۔میرا پہلے والا کندھا سن ہوگیاتھا۔ڈھلان پر کافی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔میں انہیں پکڑ پکڑ کر برساتی نالے کی ڈھلان اتر گیا۔نالے کی تہہ میں پتھر ہی پتھر بکھرے ہوئے تھے۔اسی طرح جھاڑیوں کو پکڑ پکڑ کرمیں نالے کی دوسری ڈھلان بھی چڑھ گیا۔دوسرے کنارے پر پہنچ کر میں تھک کربیٹھ گیا۔سانس پھول رہا تھا۔تھوڑی دیر بیٹھ کر سانس درست کیااور دوبارہ آگے چل پڑا۔میں نے اپنا رخ اسی طرف کررکھاتھا جس طرف لڑکے نے بے ہوش ہونے سے پہلے مجھے کہا تھا۔

اب مجھے پرانے تالاب کی تلاش تھی۔خدا جانے یہ تالاب کہاں تھا۔رات کو تالاب نظر بھی نہیں آسکتاتھا۔میرا سارا جسم پسینے میں شرابور ہوگیا تھا۔لیکن میں ہمت کرکے چلا جارہاتھا۔جنگل چھدرا ہونے لگا تھا۔خالی زمین اندھیرے میں نظر آرہی تھی۔دور مجھے درختوں کی سیاہی میں روشنی سی ٹمٹماتی دکھائی دی۔ میں سمجھ گیا کہ لڑکے کے باپ کایہی کوارٹر ہے۔میں اس روشنی کی سمت چلنے لگا۔راستہ سیدھا نہیں تھا۔کبھی جھاڑیوں کی وجہ سے مجھے دائیں طرف مڑنا پڑتا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کبھی بائیں طرف مڑ جاتا۔ ٹمٹماتی ہوئی روشنی کبھی نظروں سے غائب ہوجاتی اور کبھی پھر نظر آنے لگتی۔

درخت ایک بار پھر قریب قریب آنے لگے تھے۔ میری نگاہ ٹمٹماتی روشنی پر تھی۔ اچانک وہ روشنی غائب ہوگئی۔ چند قدم چلنے کے بعد روشنی پھر نظر آنے لگی۔ یہ کسی لالٹین کی روشنی تھی جو کسی جگہ لٹکی ہوئی تھی۔ اچانک جھاڑیوں میں سے دو آدمی نکل کر میرے سامنے آگئے۔

"کون ہو بے تم؟ یہ کس کو اٹھایا ہوا ہے؟"

میں رک گیا۔ مگر مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔ میں نے بے ہوش لڑکے کو زمین پر ڈال دیا اور خود بھی اس کے پاس بیٹھ گیا اور ہانپتے ہوئے کہا۔

"بھائیوں اگر تم پولیس والے ہو تو یہ بھورے خان پولیس افسر کا بیٹا ہے۔ میں اسے جنگل سے اٹھا کر لایا ہوں۔"

ان دونوں آدمیوں کی آنکھیں لال لال تھیں۔ انہوں نے سروں پر ڈاٹھے باندھ رکھے تھے اور ہاتھوں میں بندوقیں تھیں۔ یہ سنتے ہی انہوں نے لپک کر لڑکے کو اٹھالیا اور زور زور سے آوازیں دیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اوشراتی او دھنوا۔ ادھر آؤ بے خان جی کا بیٹا مل گیا ہے۔"

کچھ فاصلے پر جھاڑیوں میں سے دو تین آدمی دوڑتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ ان کے حلیے بھی ویسے ہی تھے اور ان کے پاس بھی بندوقیں تھیں۔ میرے دل میں شک سا پیدا ہوا کہ یہ لوگ پولیس کے آدمی نہیں لگتے۔

"یا خدا تیرا شکر ہے۔ ارے جلدی سے اسے ڈیرے پر لے چلو۔ ارے دھنوا! تو پلیا کی طرف جا اور خان جی کو خبر کردے کہ چھوٹے خان جی مل گئے ہیں۔ بھاگ کر جا خان جی اس کی تلاش میں ادھر گئے ہیں۔"

ایک آدمی دوسری طرف کو دوڑا۔

انہوں نے بے ہوش لڑکے کو اٹھالیا تھا اور جس طرف روشنی ہو رہی تھی ادھر کو چلنے لگے میں بھی ان کے ساتھ ساتھ ہولیا۔ ایک نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے پوچھا۔

"کیوں بے چھوٹے خان کو کس نے زخمی کیا ہے۔ ہمیں بتا ہم ابھی اس کا کام تمام کیے دیتے ہیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔"اس پر ریچھ نے حملہ کیا تھا۔یہ بڑا زخمی تھا میں نے اس کے کراہنے کی آواز سنی تو اس کی مدد کو پہنچ گیا۔اس نے بے ہوش ہونے سے پہلے مجھے اپنا ٹھکانہ بتادیا تھا۔میں اسی طرف اسے لے کر جارہا تھا۔"

اس آدمی نے زور سے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"شاباش رے!تونے بڑا کمال دکھایا چل۔ہمارے ساتھ چل تو بھی۔"

پہلے تو میں نے سوچا کہ بھاگ جاؤں پھر دیکھا کہ بھاگنے کا مقام نہیں تھا۔اتنے میں مجھے ایک تالاب نظر آیا۔تالاب اس طرف نظر آیا کہ دوسری جانب درختوں میں جو روشنی ہو رہی تھی اس کا عکس تالاب کے پانی پر پڑرہا تھا۔بے ہوش لڑکے کو اٹھائے یہ لوگ تالاب کے دوسرے کنارے آگئے۔میں بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔یہاں آکر دیکھا کہ درختوں کے نیچے چھ سات چھولداریاں یعنی چھوٹے چھوٹے خیمے لگے ہوئے ہیں۔یہاں اور بھی آدمی خیموں میں سے باہر نکل آئے۔وہ بے ہوش لڑکے کو فوراً ایک چھولداری کے اندر لے گئے۔ میں وہیں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔چھولداریوں کے درمیان ایک درخت کے تنے کے ساتھ لالٹین روشن تھی۔اندھیرے میں مجھے کچھ گھوڑوں کے کھر زمین

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پر مارنے اور کھر کھر کرنے کی آوازیں آئیں تو میرا شک یقین میں بدل گیا۔ یہ لوگ یقینا کوئی ڈاکو تھے۔مجھے اس لیے بھی ان سے خوف محسوس نہ ہوا کہ میں نے ان کے سردار کے بیٹے کی جان بچائی تھی۔وہ میرے ساتھ کسی قسم کا تشدد آمیز سلوک نہیں کرسکتے تھے۔پھر بھی ان کا کچھ پتہ نہیں تھا۔لیکن میں وہاں سے بھاگنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

ایک آدمی پانی سے بھرا ہوا مٹی کا پیالہ لے کر میرے پاس آگیا۔

"لے بے پانی پی لے۔تو بڑا بہادر لڑکا ہے۔کیا نام ہے تیرا؟"

میں نے اسے اپنا نام بتایا۔وہ ہنس کر بولا۔

"مسلمان کا بچہ ہے' جب ہی اتنا بہادر ہے۔"

میں نے پانی پیا تو کچھ جان میں جان آئی۔اتنے میں دور سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔تھوڑی ہی دیر میں دو گھڑ سوار درختوں جھاڑیوں میں سے نمودار ہوئے۔ایک گھڑسوار جلدی سے گھوڑے پر سے چھلانگ لگا کر اترا۔اس کے کاندھے پر بندوق لگی تھی۔اس نے پکار کر پوچھا۔

"کہاں ہے میرا بیٹا؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسرے آدمی اسے اور دوسرے گھڑ سوار کو چھولداری میں لے گئے۔یہ پہلے والا اونچا لمبا بھاری بھرکم ڈیل ڈول والا آدمی اس زخمی لڑکے کاباپ اور ڈاکوؤں کا سردار بھورے خان ہی ہوسکتاتھا۔میں اکیلاپتھر پربیٹھا تھا۔یہ لوگ کافی دیر تک چھولداری کے اندر رہے۔معلوم ہوتاتھا کہ لڑکے کی مرہم پٹی ہو رہی ہے۔پھر بھورے خان چھولداری سے نکل کر باہر آیا۔اس کے ساتھ دو آدمی تھے' اس نے ادھرادھر نگاہ ڈال کر پوچھا۔

"ابے شبراتی! وہ لڑکا کہاں ہے جومیرے بیٹے کوجنگل سے اٹھا کر لایا ہے؟"

شبرانی بھورے خان کومیرے پاس لے آیا میں اٹھ کھڑا ہوا۔میں نے بھورے خان کوسلام کیا۔اس نے میرے سلام کا جواب دیااور مجھے گھور کر دیکھتا رہا پھر اس نے دونوں بازو کھول کرمجھے اپنے ساتھ لگا کر بھینچ لیا۔اس کی کمر کے ساتھ کارتوسوں کی جو بیلٹ بندھی تھی وہ میری پسلیوں میں چبھنے لگی۔میں نے سانس روک لیا۔بھورے خان نے مجھے بھرپور انداز میں دو تین بار تھاپی دی اور کہا۔

"بیٹاتونے مجھ پربڑا احسان کیا ہے۔چل آ میرے ساتھ خیمے میں آجا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بھورے خان کے خیمے میں بھی ایک لیمپ روشن تھا۔زمین پر چٹائی بچھی تھی۔ کونے میں پانی کی صراحی سلور کے گلاس سے ڈھکی ہوئی تھی۔دوسرے کونے میں چھ سات بندوقیں دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔چٹائی پر گاؤ تکیے ادھر ادھر پڑے تھے۔بھورے خان نے اپنی بندوق اور میگزین کی بیلٹ اتار کر دیوار سے لٹکادی اور چٹائی پر بیٹھ گیا۔وہ بھاری تن وتوش کاآدمی تھا۔آنکھوں کا رنگ گہرا بادامی تھا۔بھنوئیں گھنی تھیں۔چوڑے ناک کے نیچے بڑی بڑی مونچھیں اوپر کواٹھی ہوئی تھیں۔ایک آنکھ کے پاس زخم کا لمبا نشان نیچے تک آیا ہوا تھا۔سیاہ بالوں کے پٹے تھے اس نے صدری اور پاجامہ پہن رکھاتھا۔ میں نے لڑکے کا حال پوچھا تو وہ ہنس کربولا۔

"ارے وہ بھورے خان کابیٹا ہے۔کچھ نہیں ہوتا اسے۔ریچھ نے ران کا گوشت پنجے مار مار کر ادھیڑ ڈالا ہے۔ہمارے ویدجی نے مرہم لگادیا ہے۔صبح تک ہوش آجائے گا۔اچھا یہ بتا تو کون ہے اور تو جنگل میں رات کے وقت کیا کررہاتھا؟ مجھے تو تو پولیس کا بھیجا ہوا آدمی لگتا ہے جو میری ٹوہ میں ادھر آیا تھا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں کچھ کہنے لگا تو بھورے خان ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔میرے سر کے بالوں میں زور سے ہاتھ پھیر کر بولا۔

"ابھی تو سوجا۔صبح تم سے باتیں ہوں گی۔کچھ بھی ہو تونے میرے بیٹے کی جان بچائی ہے۔میں تجھے کچھ نہیں کہوں گا۔ورنہ پولیس کا بھیجا ہوا کوئی آدمی بھورے خان کے ٹھکانے سے زندہ بچ کر نہیں گیا۔

وہ چھولداری سے نکلتے ہوئے رک گیا۔میری طرف پلٹ کر دیکھا اور پوچھا۔

"ارے تجھے بھوک تو نہیں لگی؟"

پھر ہنستا ہوا باہر چلا گیا۔میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔اس کم بخت کو بھی مجھ پر پولیس کے آدمی ہونے کا شک ہو رہا تھا۔خیر ایسی کوئی بات نہیں۔ڈاکوؤں کی کمین گاہ کے آس پاس کوئی اجنبی چلتا پھرتا پکڑا جائے تو ڈاکو یہی سمجھتے ہیں کہ اسے پولیس نے ان کا سراغ لگانے کے لیے بھیجا ہو گا۔بہرحال اس بات کا مجھے اطمینان تھا کہ یہ لوگ مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔

میں وہیں چٹائی پر لیٹ گیا۔اتنے میں چھولداری کا پردہ ہٹا اور ایک آدمی میرے لیے روٹیاں لے آیا۔تین روٹیاں تھیں، جن پر بھنے ہوئے مرغ یا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مرغی کی دو ٹانگیں رکھی تھیں۔روٹیوں کی چنگیر میرے سامنے رکھ کر وہ آدمی یہ کہہ کر باہر نکل گیا کہ پانی صراحی میں سے پی لینا۔مجھے بھوک لگی ہوئی تھی۔ بڑے مزے سے دو روٹیاں بھنے ہوئے مرغ کے ساتھ کھائیں۔پانی پیا اور گاؤ تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔سخت تھکا ہوا تھا کچھ بھورے خان کے بیٹے کا بوجھ اٹھانے سے اور کچھ پٹیل کے آدمیوں نے میری جو پٹائی کی تھی اس سے جسم سخت درد کر رہا تھا۔پیٹ بھر کر کھانا اور سونے کو آرام دہ جگہ ملی تو لیٹتے ہی نیند آگئی۔

آنکھ اس وقت کھلی جب کافی دن نکل آیا تھا۔چھولداری کے پردے میں سے دن کی روشنی اندر آرہی تھی۔باہر بھورے خان کے آدمیوں کے چلنے پھرنے ایک دوسرے سے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔میں اٹھ کر باہر آگیا۔ آسمان پر سے بادل اتنے دنوں کے بعد چھٹ گئے تھے اور دھوپ درختوں میں سے چھن چھن کر نیچے آرہی تھی۔بھورے خان ایک درخت کے نیچے بانس کی کھاٹ پر بیٹھا ناریل پی رہا تھا۔دو ڈاکو اس کے پیچھے بندوقیں اٹھائے کھڑے تھے۔ایک ڈاکو اس کے پاؤں کے پاس بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بھورے خان نے مجھے دیکھا تو دور سے آواز دے کر بلایا۔میں نے قریب جاکر سلام کیا تو اس نے مجھے پاس چارپائی پر بٹھالیااور جو آدمی زمین پر بیٹھا تھا اسے کہا۔

”جابے لڑکے کے لیے ناشتہ لے آ۔“

وہ آدمی چلاگیا تو بھورے خان میری طرف متوجہ ہوا۔

”تم نے کیا نام بتایا تھااپنا؟“

میں نے اسے اپنا نام بتایا تو اس نے میرا نام لے کر کہا۔

”دیکھ بے! تونے میرے بیٹے کی جان بچا کرمجھ پر جو احسان کیا ہے اس کابدلہ تو میں ضرور چکاؤں گاہی لیکن تجھے بھی بتانا ہوگا کہ پولیس نے تجھے میرا سراغ لگانے کے لیے اکیلا ہی بھیجا تھا یا تیرے ساتھ کوئی اور بھی خفیہ والوں کا آدمی تھا۔“

پھراس نے اپنے باڈی گارڈوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”لوجی اب پولیس والوں نے نوجوان لڑکوں کو بھی میری جاسوسی کرنے کے لیے بھرتی کرلیا ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔”خان جی! میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔مجھے کسی پولیس نے نہیں بھیجا۔میں پولیس کا آدمی نہیں ہوں۔“

بھورے خان کی بھنوئیں چڑھ گئیں۔

”تو پھر آدھی رات کو تو جنگل میں کیا کرتا پھر رہاتھا؟“

بھورے خان نے اپنے ایک آدمی کو آواز دے کر بلایااور کہا۔

”ذرااس لڑکے کی تلاشی تو لو۔“

اس آدمی نے میری تلاشی لی۔میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔میں نے دل میں سوچا کہ اب وقت آگیا ہے کہ میں اس آدمی کے آگے پوری کہانی کھول کر بیان کردوں۔میں نے کہا۔

”خان جی! اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ میں آدھی رات کو جنگل میں کیا کررہاتھا تو پھرسنیے۔میں آپ کو شروع سے آخر تک سب کچھ سچ سچ بتائے دیتاہوں۔آپ کو اختیار ہوگا کہ میری داستان سن کر اس پر اعتبار کریں یانہ کریں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے مختصر الفاظ میں بھورے خان کو اپنی ساری داستان بیان کردی۔ ٹھاکر ڈاکو اور رام دلاری کا بھی ذکر کیا کہ کس طرح میں اسے ڈاکوؤں کے ڈیرے سے نکال کر لایا۔اس کے بعد بمبئی آنے اور بمبئی کے بڑے مندر کا ذکر کیااور اسے بتایا کہ کس طرح مندر کے بڑے مہنت نے بمبئی کے ایک غریب مسلمان محنت کش کی بیٹی عائشہ کو اغوا کروا کر مندر کی کوٹھڑی میں بند کردیااور پھر میں نے کیسے اسے وہاں سے نکال کر اس کے ماں باپ کے پاس پہنچایااور کیسے مہنت نے کس طرح اس غریب بے کس و مجبور مسلمان لڑکی کو پولیس کے ذریعے وہاں سے بھی اٹھوایا اور گنگولی نام کے ایک بدمعاش پجاری کے ہاتھ بیچ دیا جو اسے لے کر چاردھا سٹیٹ کی طرف نکل گیا۔ پھر میں کس طرح مسلمان لڑکی کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا اور کس طرح بیروگڑھ سے ناندا کے قصبے میں پہنچا کیونکہ مجھے خبر ملی تھی کہ بیروگڑھ کے پٹیل نے لڑکی کو گنگولی سے خرید کرناندہ کے جنگل میں اپنے ڈیرے پر قید کرر کھا ہے۔

میں نے شروع سے آخر تک ساری کہانی بیان کردی اور اسے بتایا کہ کس طرح پٹیل کے آدمی مجھے ہلاک کرنے کے لیے ٹیلے پر لے گئے پھر کس طرح

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں وہاں سے جان بچا کر بھاگااور جنگل کے اندھیرے میں ایک جگہ سانس لینے کے لیے رکا تھا کہ مجھے کسی انسان کے کراہنے کی آواز آئی۔

”وہ آپ کابیٹا چھوٹے خان جی تھا۔وہ سخت زخمی تھا اور خون کافی بہہ چکا تھا۔ اس وقت آپ کابیٹا ہوش میں تھا۔اس نے مجھے آپ کے ڈیرے کاٹھکانہ بتایااور میں اسے کندھے پر ڈال کر آپ کے ڈیرے کی طرف چل پڑا۔آگے جو کچھ ہوا وہ آپ کے آدمیوں نے آپ کو بتادیا ہوگا۔“

جب میں نے بھورے خان کو اپنی داستان سنارہاتھا تواس کی بھوری آنکھوں والی کرخت چہرے پر بدلتے ہوئے تاثرات کا بھی مشاہدہ کررہاتھا۔جب اس نے میری زبانی سنا کہ پٹیل نے ایک مسلمان لڑکی کو اپنے ڈیرے پر قید کرر کھا ہے تو اس کی بھوری آنکھوں میں شعلے سے چمکنے لگے تھے جب میں نے اپنی ساری کہانی سناڈالی تو بھورے خان نے میرا گریبان پکڑ لیا۔

”کیا تو سچ کہہ رہا ہے؟“

میں نے فوراً جواب دیا۔

”اگر اس میں ذرا بھی جھوٹ نکلے تو بے شک مجھے شوٹ کردیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بھورے خان نے میرا گریبان چھوڑ دیا۔چارپائی سے اچھل کر اٹھااور اپنے باڈی گارڈ کی طرف دیکھ کر غضب ناک آواز میں بولا۔

”ہم ابھی پٹیل کے بھٹوں پر جائیں گے گھوڑے نکالو۔“

باڈی گارڈ نے دبی زبان میں کہا۔

”خان جی! ذرا اندھیرا ہولینے دیں۔“

بھورے خان نے باڈی گارڈ کو زور سے دھکا دیتے ہوئے کہا۔

”مسلمان لڑکی کی عزت سولی پر لٹکی ہوئی ہے اور تم کہتے ہو ذرااندھیرا ہولینے دو۔“

یہ کہہ کر بھورے خان اپنی چھولداری میں گھس گیا۔باہر آیا تو میگزین کی بیلٹ باندھ رہاتھا اور بندوق اس کے کاندھے پر لٹکی ہوئی تھی۔اس نے گرج کر حکم دیا۔

”گھوڑے نکالو۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پھر میری طرف دیکھااور کہا۔

”تم بھی ہمارے ساتھ چلوگے۔“

...☆☆☆...

بھورے خان ڈاکو کے ڈیرے سے تین گھوڑے اپنی منزل کو روانہ ہوئے۔ایک گھوڑے پر بھورے خان بیٹھا تھا۔دوسرے گھوڑے پر اس کا ساتھی ڈاکو سوار تھا اور تیسرے گھوڑے پر میں تھا۔تینوں گھوڑے آگے پیچھے چل رہے تھے۔گھنے جنگل میں گھوڑے قدم قدم چلتے جب ایک کھلی جگہ پر آئے تو بھورے خان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گھوڑادوڑنے لگا۔اس کے پیچھے پیچھے ہمارے گھوڑے بھی دوڑنے لگے۔جس گھوڑے پر میں بیٹھا تھا وہ اپنے ساتھیوں کی بو پر اپنے آپ راستہ بناتا دوڑتا چلاجارہاتھا۔

آسمان بادلوں میں چھپا ہوا تھا مگر دن کی روشنی کافی تھی۔ہم جنگل کے ایک شارٹ کٹ یعنی آسان راستے سے گزر کر ناندہ کے جنگل میں آگئے۔بھورے خان نے گھوڑے کو روک لیااور اپنے ساتھی ڈاکو سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پٹیل کا بھٹہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔بندوق تیار رکھنا۔“

یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو ناندہ کے گھنے جنگل میں ڈال دیا۔یہ لوگ جنگل میں جس راستے سے آئے تھے وہ میرے لیے اجنبی تھا۔جب ہمارے گھوڑے ایک پرانے تالاب کے قریب سے گزرے تو مجھے کچے کوئلوں کی بو آئی۔ ہمارے گھوڑے قدم قدم چلتے گھنی جھاڑیوں اور درختوں کے نیچے سے گزر رہے تھے۔بھورے خان نے رائفل کاندھے پر ڈال رکھی تھی۔جب وہ ندی ہم نے پار کی جس کی دوسری طرف پٹیل کا جنگل والا مکان اور کوئلوں کا بھٹہ تھا تو بھورے خان گھوڑے سے اتر پڑا۔ہم نے گھوڑے ایک جگہ باند ھ دیئے۔ بھورے خان میری طرف متوجہ ہوا۔آہستہ سے بولا۔

”پٹیل کی کوٹھڑی کس طرف ہے؟ اس کا بھٹہ تو ان درختوں کے پیچھے ہے۔“

بھورے خان نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیااور وہ دونوں ندی کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔میں اس کے پیچھے پیچھے تھا۔تھوڑی دور چلنے کے بعد پٹیل کے مکان کی دیوار دکھائی دی۔میں نے اس طرف اشارہ کیا تو بھورے خان نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے ایک طرف ہونے کو کہا۔میں جلدی سے دیوار کے کونے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

والے درخت کے تنے کے پیچھے ہو گیا۔یہاں سے مجھے پٹیل کے مکان کے سامنے والا صحن نظر آرہا تھا۔یہاں پٹیل کے تین غنڈے بڑے اطمینان سے بیٹھے شاید دارو پی رہے تھے۔بھورے خان اور اس کا ساتھی ڈاکو موت کے فرشتے بن کر ان کے سر پر پہنچ چکے تھے۔میں نے دیکھا کہ دونوں ڈاکومکان کی دوسری دیوار سے نکل کر اچانک ان غنڈوں کے سامنے آگئے۔بھورے خان کی رائفل سے دو بار شعلے نکلے۔دو دھماکے ہوئے اور دو غنڈے زمین پر پڑے تڑپ رہے تھے۔تیسرے کی گردن پر دوسرے ڈاکو نے بندوق کی نالی لگائی اور پوچھا۔

”کہاں ہے پٹیل؟“

اتنے میں مکان کے اندر سے بندوق کا فائر آنے لگا۔اس دوران بھورے خان مکان کے پیچھے جاچکا تھا۔اس کے ساتھی ڈاکو نے تیسرے غنڈے کی گردن میں بندوق کافائر کردیا۔وہ گرا' ساتھی ڈاکو چھلانگ لگا کر ایک درخت کے پیچھے زمین پر پیٹ کے بل لیٹ گیااور مکان کے دروازے کی جانب گولیاں برسانی شروع کردیں۔بھورے خان کی آواز جنگل میں گونجی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پٹیل! جان کی سلامتی چاہتا ہے تو باہر نکل آ۔ میں بھورے خان بول رہا ہوں۔ میرے آدمیوں نے تیرے ڈیرے کو گھیرے میں لیا ہوا ہے۔“

اس کے ساتھ ہی بھورے خان کی رائفل نے اوپر تلے تین چار فائر کر دیئے۔ اس کا ساتھی ڈاکو پہلے ہی فائرنگ کر رہا تھا۔ جنگل رائفل اور بندوق کے دھماکوں سے گونج رہا تھا۔ بھورے خان کے الفاظ نے اپنا کام دکھادیا۔ چند لمحوں بعد ہی میں نے دیکھا کہ پٹیل اپنے دو باڈی گارڈ غنڈوں کے درمیان ہاتھ اوپر اٹھائے کانپتا ہوا مکان میں سے نکل کر صحن میں آگیا۔ اس کے باڈی گارڈ نے اپنی بندوقیں نیچی کر رکھی تھیں۔

بھورے خان نے دیوار کی اوٹ سے بلند آواز میں دونوں باڈی گارڈز کو حکم دیا کہ بندوقیں پھینک دو۔ دونوں غنڈوں نے بندوقیں پھینک دیں۔ بھورے خان رائفل پکڑے دیوار کی اوٹ سے نکل کر سامنے آگیا۔ اس کا ساتھی ڈاکو درخت کے تنے کی پیچھے ہی گھات لگائے لیٹا رہا۔

بھورے خان نے پٹیل کے دونوں محافظ غنڈوں کو زمین پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ جیسے ہی وہ زمین پر بیٹھے بھورے خان کی رائفل نے پے درپے دو فائر کیے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دونوں غنڈے وہیں اوندھے ہو کر گر گئے۔ پٹیل تو تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کے سامنے اس کے پانچ محافظ غنڈوں کی لاشیں پڑی تھیں اور بھورے خان اس کی موت کا پیغام لیے موجود تھا۔

بھورے خان نے اپنے ساتھی کو آواز دے کر پاس بلایا اور پٹیل کی توند پر رائفل کی نالی لگاتے ہوئے پوچھا۔

”مسلمان لڑکی کہاں ہے؟“

پٹیل ہاتھ جوڑے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں اس نے کہا۔

”اندر... اندر ہے گورودیو!“

اب بھورے خان نے مجھے آواز دی کہ آجاؤ۔ میں قریب آیا تو بھورے خان نے مجھے کہا۔

”اندر جا کر لڑکی کو پہچانو اور باہر لے آؤ۔“

میں جلدی سے مکان کے چھوٹے سے کمرے میں چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بمبئی کی جھونپڑیوں کی بستی والی لڑکی عائشہ سہمی ہوئی دیوار کے ساتھ لگ کر زمین پر بیٹھی ہے۔ مجھے دیکھا تو اسے کچھ حوصلہ ہوا۔ حیران ہو کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”خدا کے لیے مجھے یہاں سے لے چلو۔یہ گولیاں کیوں چل رہی ہیں؟“

میں نے کہا۔”سب کچھ بتادوں گا۔ابھی تم میرے ساتھ باہر آؤ۔“

میں اسے باہر لے آیا اور بھورے خان سے کہا۔

”یہی عائشہ ہے‘ میں اسے پہچانتا ہوں۔“

بھورے خان نے اپنے ساتھی ڈاکو سے کہا۔

”کیوں بھئی اس پٹیل کو کیا سزا ملنی چاہیے؟“

ساتھی ڈاکو نے کہا۔

”خان جی میرا تو خیال ہے کہ اسے چھوڑ دیں۔“

بھورے خان نے رائفل پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

”ہاں یار! میرا بھی یہی خیال ہے کہ اسے معاف کردیتے ہیں۔جا بے پٹیل ‘تجھے معاف کیا۔جامکان کے اندر چلاجا۔“

پٹیل کو تو یقین نہیں آرہا تھا۔میں بھی حیران تھا کہ بھورے خان نے اسے کیوں معاف کیا ہے۔پٹیل نے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر بھورے خان کا شکریہ ادا کیا اور شکریہ ادا کرتا ہوا واپس مکان کے دروازے کی طرف بڑھا۔جیسے ہی اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے پیٹھ موڑی بھورے خان کی رائفل نے شعلہ اگلا۔دھماکے کے ساتھ گولی بدمعاش پٹیل کی کمر میں سوراخ ڈالتی اس کے پیٹ کو پھاڑتی ہوئی نکل گئی۔ پٹیل منہ کے بل گرااور اپنے ہی خون میں لت پت ہو کر ٹھنڈا ہو گیا۔

عائشہ میرے پاس کھڑی خوف کے مارے کانپ رہی تھی۔بھورے خان نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بیٹی اس کافر کو اس کے گناہوں کی سزا ملی ہے۔گھبراؤ مت۔تجھے تیرے ماں باپ کے پاس پہنچادیں گے۔“

وہیں سے پٹیل کی ایک گھوڑی کھول کراس پرعائشہ کو بٹھایا ہمارا قافلہ واپس روانہ ہو گیا۔ڈیرے پر آکر بھورے خان نے عائشہ سے کہا۔

”بیٹی! تو میری بیٹی کی طرح ہے۔سمجھ لے تو اپنے باپ کے ڈیرے پر آگئی ہے۔“

عائشہ کو الگ چھوٹا سا خیمہ دے دیا گیا۔باہر ایک آدمی کا پہرہ لگادیا گیا۔

بھورے خان نے مجھ سے پوچھا۔

”تمہیں معلوم ہے اس بچی کے ماں باپ کس شہر میں رہتے ہیں؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔"مجھے معلوم ہے ' میں ان سے مل کر اس جنگل میں آیا تھا۔"

پھر میں نے بھورے خان کو شہر کانام اور محلے کاسارا پتہ بتادیا۔ بھورے خان نے عائشہ سے اس کی تصدیق کی۔عائشہ نے کہا۔

"ہاں اس شہر میں میری ایک خالہ رہتی ہے۔میرے ابا امی بمبئی چھوڑ کر یہیں آگئے ہوں گے۔"

دوسرے روز بھورے خان نے ہمارے ساتھ دو آدمی کردیئے۔یہ دونوں بڑے خونی ڈاکو تھے مگر انہوں نے بڑا شریفانہ لباس پہن لیا تھا۔مگر اپنے شریفانہ لباس کے اندر انہوں نے ایک ایک ریوالور ضرور رکھ لیا تھا۔ہم صبح صبح عائشہ کو لے کر ڈیرے سے نکلے۔چاردھا گاؤں سے ہم بس میں سوار ہو کر ریلوے اسٹیشن پر پہنچے۔وہاں سے ایک پسنجر ٹرین میں سوار ہوئے۔راستے میں ایک ٹرین بدلنی پڑی۔شام ہورہی تھی جب ہم عائشہ کی خالہ کے شہر میں داخل ہوئے۔عائشہ کو اپنی خالہ کے گھر کا پتا معلوم تھا۔میں نے بھی مکان دیکھا ہوا تھا۔جب ہم عائشہ کو لے کر گھر میں داخل ہوئے تو عائشہ کا باپ اور ماں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور خالہ عائشہ کو دیکھ کر رونے لگ پڑے۔یہ خوشی کا رونا تھا۔ماں تو بار بار اپنی بیٹی کو سینے سے لگاتی اور خدا کا شکر ادا کرتی۔انہوں نے ہمارا بے حد شکریہ ادا کیا۔ہمارے لیے بیٹھک میں زمین پر بستر لگادیے۔غریب آدمی تھے۔بستر کیا لگانے تھے۔بس دری بچھا کر سرہانے رکھ دیئے گئے۔عائشہ کے باپ کو میں نے خونی ڈاکوؤں کی بابت یہی بتایا کہ یہ گاؤں کے شریف دیہاتی ہیں۔انہوں نے عائشہ کو بدمعاش پٹیل کے گھر سے نکلوانے میں میری بڑی مدد کی ہے اور اپنی حفاظت میں لڑکی کو یہاں تک لائے ہیں۔

دونوں خونی ڈاکو چپ تھے۔کسی سے زیادہ بات چیت نہیں کرتے تھے۔ہر بات کا جواب ہوں ہاں میں دیتے اور خاموش رہتے۔رات کو کھانا کھانے کے بعد ہم بیٹھک میں سونے لگے تو ایک خونی ڈاکو نے مجھ سے پوچھا۔

"ہم منہ اندھیرے چلے جائیں گے۔کسی سے ملیں گے نہیں۔"

میں نے کہا۔"تم اس طرح چلے گئے تو میں میزبان کو کیا کہوں گا کہ مہمان راتوں رات کہاں غائب ہوگئے؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دونوں ڈاکو اپنی لال لال آنکھوں سے مجھے گھورنے لگے۔دوسرے ڈاکو نے کہا۔

”ہم تمہارے میزبان کے نوکر نہیں ہیں کہ ان سے اجازت مانگ کر جائیں۔“

پہلے والا ڈاکو اپنے ریوالور کو سرہانے کے نیچے رکھتے ہوئے مجھ سے کہنے لگا۔

”تم کہاں جاؤ گے؟“

میں نے کہا۔

”میں بھی واپس اپنے گھر پنجاب چلا جاؤں گا۔“

اس نے مجھے بڑی مزیدار پیش کش کی۔کہنے لگا۔

”تم ہماری ٹولی میں کیوں نہیں شامل ہو جاتے؟ پنجاب کے لوگ بڑے جی دار ہوتے ہیں۔بہادر ہوتے ہیں‘ تم بڑے اچھے ڈاکو بن سکتے ہو۔“

میں نے ہنس کر کہا۔

”میں ڈاکو نہیں بننا چاہتا۔“

”تو پھر کیا بننا چاہتے ہو؟“

میں نے یونہی کہہ دیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں ڈاکٹر بن کر قوم کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔“

دونوں ہنسنے لگے۔ایک بولا۔

”ڈاکٹر تو ہم سے زیادہ خونی ہوتے ہیں۔“

میں نے کہا۔

”ہر ڈاکٹر ایسا نہیں ہوتا۔“

ودسرے ڈاکو نے کہا۔

”میری نصیحت مانو اور ہمارے گروہ میں شامل ہو کر ڈاکو بن جاؤ۔ہمارے علاقے میں ڈاکوؤں کا مستقبل بڑا شاندار ہے۔ویسے بھی اس علاقے میں ڈاکوؤں کی بڑی مانگ ہے۔غریب لوگ تو ڈاکوؤں کو اپنا ہیرو سمجھتے ہیں۔“

میں نے کہا۔

”ابھی تو میں اپنے وطن پنجاب جاؤں گا۔اگر وہاں جا کر ڈاکو بننے کا خیال آیا تو سیدھا بھورے خان کے ڈیرے پر پہنچ جاؤں گا۔“

میری بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ دونوں ڈاکوؤں کے خراٹوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔اس کے بعد میں بھی سو گیا۔رات کے پچھلے پہر کسی نے میرا کندھا ہلا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کر مجھے جگادیا۔ بیٹھک کی بتی جل رہی تھی۔ دونوں ڈاکو واپس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ جس ڈاکو نے میرا کاندھا ہلایا تھا وہ کہنے لگا۔

"ریل کا کرایہ ہے؟"

حقیقت یہ تھی کہ مجھے یہ خیال ہی نہیں آیا تھا۔ میں نے جیبیں ٹٹول کر دیکھا۔ میرے پاس چار پانچ روپے ہی باقی رہ گئے تھے اسی ڈاکو نے مجھے بیس روپے دیئے اور کہا۔

"یہ اپنے پاس رکھو۔ ان پیسوں میں پنجاب پہنچ جاؤ گے۔"

اس کے بعد انہوں نے ریوالور کھول کر چیک کیے۔ انہیں قمیضوں کے اندر چھپایا اور مجھ سے سلام دعا لیے بغیر بیٹھک سے باہر نکل گئے۔ اسی رات میں بھی عائشہ کی خالہ کے گھر سے اپنے وطن کے لیے روانہ ہو گیا۔ عائشہ کا باپ مجھے اسٹیشن تک چھوڑنے آیا۔ وہ بار بار یہی کہہ رہا تھا کہ میرے بیٹے تم کو خدا نے رحمت کا فرشتہ بنا کر ہمارے گھر بھیج دیا تھا۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہماری بیٹی خدا جانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتی۔ میں اسے یہی کہتا کہ یہ سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہوا ہے۔ اگر وہ مجھے توفیق عطا نہ کرتا تو میں کبھی اتنی ہمت نہ کر سکتا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رات کے نو بج رہے تھے کہ میری ٹرین دلی کی طرف روانہ ہو گئی۔ دلی سے مجھے پنجاب کے لیے دوسری ٹرین پکڑنی تھی۔ اگلے دن صبح کے وقت میں دلی پہنچ گیا۔ وہاں سے ایک گھنٹے بعد میں پنجاب میل میں جسے اس زمانے میں طوفان میل بھی کہا کرتے تھے بیٹھا اور اپنے شہر امرتسر پہنچ گیا۔ گھر والے اس دوران مجھے نہ جانے کہاں کہاں تلاش کر کر کے تھک چکے تھے۔ ویسے انہیں میری آوارہ گرد سیلانی طبیعت کا علم تھا لیکن اتنی دیر میں کبھی گھر سے باہر نہیں رہا تھا۔ جب میں نے انہیں اپنے سفر کی الف لیلیٰ کی داستان سنائی تو کسی کو یقین نہ آیا۔ میرے دوست بڑے مزے لے لے کر ڈاکوؤں کے واقعات سنتے رہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب دوسری عالم گیر جنگ اپنے آخری مراحل میں داخل ہو چکی تھی۔ اس وقت جاپان جنوب مشرقی ایشیاء میں آگے بڑھتا ہوا آسام کی سرحدوں تک پہنچ چکا تھا۔ جاوا' سماٹرا' فلپائن اس کے قبضے میں آچکے تھے مگر ہندوستان پر جنگ کی تباہ کاریوں کا کوئی اثر نہیں تھا۔ بلکہ یہاں کے لوگ فوجی میٹریل کی سپلائی کے ٹھیکے لے کر بڑے امیر بن گئے تھے اور ملٹری کنٹریکٹرز کا ایک نیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

امیر طبقہ پیدا ہو گیا تھا جن کے ہاں دولت کی ریل پیل تھی۔کچھ روز میں امرتسر میں رہا۔اس کے بعد پھر میرے پاؤں میں کھجلی ہونے لگی۔پاؤں میں جو چکر پڑا تھا وہ گردش میں آگیا۔اور میں ایک روز چپکے سے گھر سے نکل کر امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچااور پشاور سے آنے والی فرنٹیئر میل میں بیٹھ کر دلی کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس بار میری منزل کلکتہ تھی۔کلکتے میں اس سے پہلے بھی تین چار مرتبہ جاچکا تھا۔وہاں ہمارے کچھ رشتے دار کشمیری شالوں کا دھندا کرتے تھے۔مگر میں ان کے ہاں جاکر ٹھہرتا نہیں تھا۔ٹھہرتا میں اپنے ایک دوست کے پاس تھا۔میرے اس دوست کا نام جان تھا۔پور انام مجھے آج تک معلوم نہیں ہوسکا کہ کیا تھا۔جان محمد یا محمد جان تھا۔بہرحال میں اسے جان ہی کہتا تھا۔وہ عمر میں مجھ سے تھوڑا بڑا تھااور کلکتے میں اپنے بڑے بھائی کے پاس اس کے کاروبار میں ہاتھ بٹاتا تھا۔اس کا بھائی ہانگ کانگ' سنگاپور سے سیلولائیڈ کی شیٹیں منگوا کر پنجاب کے شہروں میں سپلائی کرتا تھا۔اس کا کلکتے کے مشہور بازار

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لوئرچت پور روڈ کی سراج بلڈنگ میں دفتر تھا۔وہیں ایک کمرے میں اس کی رہائش بھی تھی۔

جن دنوں میں بمبئی کے جنگلوں کے رونگٹے کھڑے کردینے والے سفر کے بعد کلکتے پہنچا تو ان دنوں جان کے بڑے بھائی کی فیملی نیپال گئی ہوئی تھی۔مجھے دیکھ کر جان بڑا خوش ہوا کہنے لگا۔

"تم کب آئے۔خط لکھ کربتادیتے میں اسٹیشن پر لینے آجاتا۔"

میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"خط لکھنے کا وقت ہی نہیں ملا۔تھوڑی دیر پہلے خیال آیا کہ کلکتے کی سیر کی جائے اور سٹیشن پر آکر گاڑی میں سوار ہو گیا۔تم سناؤ۔بھائی جان کی فیملی کہاں ہے؟"

جان اس وقت دری پر بیٹھا سلولائیڈ کی شیٹیں گن رہا تھا۔کہنے لگا۔

"وہ تو سارے نیپال گئے ہوئے ہیں۔یہاں کلکتے میں بڑی افواہیں پھیلی ہوئی ہیں کہ جاپان کی فوجیں کلکتے پہنچنے والی ہیں۔انگریز یہاں سے بھاگ رہا ہے۔بھابی اپنے بچوں کے ساتھ گھبرا رہی تھیں۔بھائی جان نے کہا کہ امرتسر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جا کر کیا کروگی' نیپال چلے چلتے ہیں۔وہاں اپنا مکان بھی ہے۔بس وہ نیپال چلے گئے۔تم بتاؤ کھانا کھایا ہے کہ میں بازار سے منگواؤں؟"

میں نے کہا۔"کھانا میں نے بردوان کے اسٹیشن پر ہی کھالیا تھا۔"

"تمہارا سامان کہاں ہے؟"

جان نے مجھ سے سوال کیا۔پھر خود ہی اپنے سوال پر شرمسار سا ہو کر بولا۔

"میں بھول گیا تھا کہ سامان تو تم کبھی ساتھ لے کر نہیں چلتے۔ذرا ٹھہرو۔تھوڑا کام باقی رہ گیا ہے ابھی امجدیہ ہوٹل چل کر چائے پیتے ہیں۔"

جو لوگ پاکستان بننے سے پہلے کلکتے میں رہے ہیں' انہیں معلوم ہوگا کہ امجدیہ ہوٹل کلکتے کی بھاری مسلم اکثریت والی آبادی ذکریا اسٹریٹ میں واقع تھی۔ یہاں کی مسلم اکثریت میں بنگالی مسلمانوں کے علاوہ پنجاب کے خاص طور پر امرتسر کے شال باف' شال مرچنٹ کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ہمارے رشتے دار بھی ذکریا سٹریٹ میں ہی رہتے تھے۔میں ان سے سلام دعا لینے ایک آدھ بار ضرور چلا جاتا تھا مگر ان کے ہاں ٹھہرا کبھی نہیں تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ مجھے بگڑا ہوا آوارہ لڑکا سمجھتے تھے اور اکثر طنزیہ انداز میں مجھ سے بات کرتے۔مثلاً مجھے دیکھتے ہی کہتے۔

"اچھا آگئے ہو گھر سے بھاگ کر؟آپوجی کو بتا کر آئے ہو کہ نہیں؟ کلکتے سے واپسی کا کرایہ ہے کہ نہیں؟"

چنانچہ اس بار بھی میں کلکتے گیا تو اپنے دوست جان کے پاس ہی ٹھہرا۔بلکہ میں نے رشتے داروں کے ہاں جانے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی۔جان جب کام سے فارغ ہو گیا تو ہم ذکریا

اسٹریٹ والے امجدیہ ہوٹل میں آکر بیٹھ گئے۔اس ہوٹل کا کھانا اور چائے بڑی مشہور تھی۔ہم نے چائے پی اور امرتسر کی باتیں کرتے رہے۔میں نے جان کو اپنے بمبئی والے ایڈونچر کی باتیں سنائیں تو اسے بالکل یقین نہ آیا۔وہ ہاتھ جھٹک کر بولا۔

"گپ نہ لگایا کرو۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم نے اسی روز دوپہر کے بعد دریا کی سیر کا پروگرام بنالیا۔کلکتے میں دریائے ہگلی بہتا ہے۔اس کا اصل نام دریائے جمنا ہے مگر کلکتے آتے آتے اس کانام ہگلی پڑجاتا ہے۔ گنگا کی طرح ہندو لوگ اس دریا کو بھی مقدس سمجھتے ہیں اوردرگاپوجا کے تہوار پر درگا دیوی کے بانس اور کاغذ کے بنے ہوئے بت اسی دریامیں بہاتے ہیں۔

مئی کا موسم شروع ہوچکاتھا۔پنجاب میں تواس مہینے میں گرم ہوائیں چلتی ہیں مگر بنگال میں یہ مون سون کاموسم ہوتا ہے اور بارشیں شروع ہوجاتی ہیں۔ اس روز بھی آسمان پربادل چھائے ہوئے تھے۔ہم دریا پر پہنچے تو بڑی خوشگوار ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔یہاں پر دریا کا ایک گھاٹ تھا وہاں سے ہم نے ایک کشتی کرائے پر لی۔بنگالی ملاح ساتھ ہی تھا۔ہم کشتی میں بیٹھے دریا کانظارہ کرنے لگے۔ گھاٹ پر لوگ دریا میں چھلانگیں بھی لگا رہے تھے۔حالانکہ دریا مون سون کے سیزن میں چڑھا ہوا تھا مگر بنگالی لڑکے بڑے ماہر تیراک ہوتے ہیں۔ہم کشتی میں ایک بار دریا کے دوسرے کنارے پر گئے پھر واپس آگئے۔ابھی ہماری کشتی گھاٹ کے پاس ہی تھی کہ ایک جانب اچانک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شور بلند ہوا۔لوگ بنگلہ زبان میں مدد کے لیے پکار رہے تھے۔ہم نے اس طرف دیکھا کہ ایک لڑکا دریا میں ڈوب رہا تھا۔وہ سرباہر نکال کر زور سے ہاتھ ہلاتااور دریا کی لہریں اسے اپنے اندر کھینچ لیتیں۔اس کا فاصلہ ہماری کشتی سے کوئی بمشکل تیس چالیس گز ہوگا۔خدا جانے مجھے کیا ہوا۔میں نے دریا میں چھلانگ لگادی اور ڈوبتے ہوئے لڑکے کی طرف بڑھا۔تیرنا میں نے بچپن میں ہی اپنے والد صاحب سے سیکھ لیاتھا۔بلکہ انہوں نے مجھے زبردستی سکھایا تھا۔امرتسر کی نہروں میں میں تیرتا ہوا ایک پل سے دوسرے پل کی طرف نکل جایا کرتاتھا۔میں تیرنے میں بڑا ماہر ہوگیاتھا مگر نہروں میں تیرنااور سیلابی دریا میں تیرنے میں زمین آسمان کافرق ہوتا ہے۔لیکن یہ میرا جذبہ تھا لڑکے کو بچانے کامیرااارادہ تھا' کہ جس نے مجھے دریا کی بپھری ہوئی موجوں میں بھی لڑکے کے پاس پہنچادیا۔

میرے دادا بھی بڑے اچھے تیراک تھے۔انہوں نے ایک بار مجھے بتایا تھا کہ اگر کوئی آدمی دریا میں ڈوب رہا ہو تو اسے کیسے بچاناچاہیے۔انہوں نے کہاتھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”جو آدمی ڈوب رہا ہو‘ کبھی اس کے سامنے کی طرف سے مت آنا۔وہ تو ڈوب رہا ہے‘ وہ اپنی باہنیں تمہاری گردن میں ڈال کر تمہیں بھی ساتھ لے ڈوبے گا۔ہمیشہ ڈوبتے آدمی کے پیچھے سے آؤ اور اپنا ایک بازو اس کی تھوڑی کے نیچے لے جاکر اس کا منہ پانی سے باہر نکال کر اسی طرح ایک بازو سے تیرتے ہوئے اسے کنارے کی طرف لے جانے کی کوشش کرو۔“

میں نے بھی ایسا ہی کیا۔یہ کوئی بنگالی لڑکا تھا۔عمربارہ تیرہ سال ہوگی۔پتلا جسم تھا۔میں نے نیچے سے بازو ڈال کر اس کامنہ پانی سے باہر کردیااور اسے اپنے ساتھ لے کر کنارے کی طرف تیرنے لگا۔لڑکا نیم بے ہوش تھا۔اتنے میں جان کشتی ہمارے قریب لے آیا۔کشتی کے ملاح اور جان نے مل کر ہم دونوں کو کھینچ کر کشتی میں ڈال لیا۔کنارے پر لڑکے کے رشتے دار پریشان حال کھڑے تھے۔لڑکا بچ گیا تھا۔جلدی سے اسے لٹا کر اس کے پیٹ میں گیا ہوا پانی نکالا۔لڑکے کے رشتے دار پڑھے لکھے بنگالی لگتے تھے۔ان میں سے ایک میرے پاس آیا اور انگریزی میں میرا شکریہ ادا کرنے لگا۔ہندوستان کے جنوبی اور مشرقی صوبوں میں شروع ہی سے انگریزی عام بولی اور سمجھی جاتی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رہی ہے۔میں شکل سے ہی بنگالی نہیں لگتا تھا۔اس لیے لڑکے کے انکل نے انگریزی میں مجھ سے بات کی تھی۔ان صوبوں میں بچپن ہی سے آوارہ گردی کے دوران مجھے بھی انگریزی آگئی تھی۔اس نے مجھے بنگالی لڑکے کے گھر کاایڈریس ایک چٹ پر لکھ کر دیااور کہا۔

”گھر ضرور آنا۔کمل کی ماتااور پتاجی کو تم سے مل کربڑی خوشی ہوگی۔“

وہ لوگ لڑکے کو گاڑی میں ڈال کر اسپتال لے گئے۔جان مجھ پر برس پڑا۔

”تم پاگل ہوگئے تھے کیا؟ تمہیں دریا میں چھلانگ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔اگر تمہیں کچھ ہوجاتاتو میں تمہارے گھر والوں کو کیا جواب دیتا...؟“

میں آگے سے صرف ہنستا رہا۔ہم واپس سراج بلڈنگ والے فلیٹ پر آگئے۔میں نے جان کوچٹ پر لکھا ہوا پتہ دکھایا۔جان کو اتنی انگریزی نہیں آتی تھی مگر وہ انگریزی کے حرف پڑھ لیتاتھا۔چٹ کو غور سے دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

”یہ کونوٹولہ سٹریٹ کاایڈریس ہے۔تمہیں وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لیکن میں اس بنگالی لڑکے کے گھر جانے کا فیصلہ کرچکا تھا۔صرف اس وجہ سے کہ مجھے ایک بنگالی گھر کے رہن سہن کو دیکھنے کا موقع ملے گا اور دوسرے اس لیے بھی کہ وہاں میری آؤ بھگت ایک ہیرو کی طرح ہوگی۔

چنانچہ اگلے روز میں دس گیارہ بجے ٹرام میں بیٹھ کر بنگالی لڑکے کے گھر کی طرف چل پڑا۔اس لڑکے کا نام اس کے انکل نے کمل بتایا تھا۔مکان کا نمبر اور اسٹریٹ کا نمبر بھی چٹ پر لکھا ہوا تھا۔میں کلکتے کے بازاروں اور علاقوں سے کافی واقف ہوچکا تھا۔میں کمل کے مکان پر پہنچ گیا۔یہ مکان بلکہ فلیٹ ایک کشادہ مگر گنجان آبادی والی گلی میں تھا۔یہ پہلی منزل کا فلیٹ تھا۔میں فلیٹ کے دروازے کے قریب گیا تو مجھے اندر سے بین کی آواز آئی۔جیسے کوئی سپیرا بین بجارہا ہو۔میں نے گھنٹی کا بٹن دبادیا۔تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔سامنے بنگالی لڑکے کمل کا وہی

یہ کہہ کر کاجل کی ماں اٹھ کر چلی گئی۔اتنے میں کمل بھی آگیا۔مجھے دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ہم سب نے اکٹھے بیٹھ کر چائے پی۔کلکتے کے مشہور رس گلے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کھائے میں پھر کسی دن آنے کا وعدہ کرکے واپس سراج بلڈنگ کی طرف چل دیا۔

کاجل کو ہر ہفتے کی کسی رات کو سانپ آکر پنڈلی پر منہ رکھ کر اسے سونگھ جاتا مجھے بڑی پراسراربات لگی تھی۔میں نے اس لڑکی کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ وہ دونوں ہاتھ جوڑے آنکھیں بند کیے فرش پر بیٹھی تھی۔ایک سپیرا بین بجا رہا تھا۔دوسرا سپیرا سانپ کا پھن اس کے چہرے کے پاس لاکر پیچھے لے جاتا تھا۔یہ منظر ہندوستان کی قدیم داستانوں کی طرح کا منظر تھا۔ہندو قوم بے انتہا توہم پرست ہے اوران کی دیومالا کی کہانیاں جانور آدھے انسانوں' آدھے جانوروں اور بھوت پریت اور بدروحوں سے اس بری طرح سے وابستہ ہیں کہ انہیں الگ کیا ہی نہیں جاسکتا۔حقیقت یہ ہے کہ اس پس منظر میں مجھے بنگالی لڑکی کاجل بڑی اچھی لگی تھی۔

اس سے آپ ہر گز یہ مطلب نہ نکالیں کہ مجھے کاجل سے محبت ہوگئی تھی۔ ابھی ایسی کوئی بات نہیں تھی۔میری نوجوانی کی عمر تھی اور اس عمر کا تقاضا بھی تھا کہ مجھے کاجل ایسی پراسرار لڑکی یا جس کے ساتھ پراسرار واقعات منسلک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہیں وہ لڑکی مجھے اچھی لگے۔میں تو دوسرے روز ہی کاجل کو ایک نظر دیکھنے کے لیے اس کے گھر کی طرف چل پڑتا لیکن دل میں خیال آیا کہ وہ لوگ کہیں کسی شک میں نہ پڑجائیں۔اس لیے تین دن ڈال کر کاجل کے گھر گیا۔ اس وقت کاجل کابھائی کمل اپنے باپ کے ساتھ بیٹھا لڈو کھیل رہاتھا۔مجھے دیکھ کر دونوں بڑے خوش ہوئے۔ان کی ماتا جی بھی آگئیں۔انہوں نے مجھے پیار کیااور بولیں۔

”بیٹا تم کمل کے پاس بیٹھو میں تمہارے لیے شربت بنا کرلاتی ہوں۔“

میری بے قرار نگاہیں پراسرار بنگالی لڑکی کاجل کو ڈھونڈ رہی تھیں۔وہ کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔کمل کے پتاجی کہنے لگے۔

”کمل بیٹا تم دونوں لڈو کھیلو میں ذرا بازار سے ہو کر آتاہوں۔“

جب میں اور کمل اکیلے رہ گئے تو میں نے لڈو کی گوٹیاں ٹھیک طرح سے لگاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

”کمل تمہاری دیدی کا کیا حال ہے؟ رات کو ناگ دیوتا تو اسے سونگھنے نہیں آیا؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کمل بولا۔”دیدی سے پوچھ کر بتاؤں گا۔“

میں نے پوچھا۔”تمہاری دیدی کوسانپ کاٹتا نہیں کیا؟“

وہ کہنے لگا۔”بھیا وہ کوئی سانپ تھوڑی ہے۔وہ تو بلیشورمندر کاناگ دیوتا جی ہیں جس کو وہ اچھا سمجھتے ہیں اسے بالکل نہیں کاٹتے۔ہماری دیدی کو ناگ دیوتا نے پسند کرلیا ہے۔“

لڑکے کمل پر بھی اس گھرانے کی صدیوں کی دیومالائی روایات کااثر تھا۔وہ ناگ دیوتا کو سانپ سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔مجھے بھی ناگ دیوتا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔میں تو وہاں کاجل کو ایک نظر دیکھنے کے لیے آگیا تھا۔ میں نے آخر کمل سے پوچھ ہی لیا کہ اس کی دیدی کاجل کہاں ہے وہ بولا۔

”دیدی تو بس اپنے پلنگ پرپڑی رہتی ہے۔کبھی کبھی اٹھ کر باہر آتی ہے۔اس نے تو کالج جانا بھی چھوڑ دیا ہے۔“

معلوم ہوا کہ کاجل کلکتے کے ایک کالج میں سیکنڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ تھی۔جب سے راتوں کوسانپ کے سونگھنے کا چکر چلایاناگ دیوتا کے پجاریوں نے یہ چکر چلایا تھا وہ بیمار رہنے لگی تھی اور اس کاکالج جانا بھی ختم ہو گیاتھا۔گھر کاملازم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لڑکا شیشے کے جگ میں شربت لے کر آگیا۔میں نے اور کمل نے مزے سے شربت پیا۔کچھ دیر میں اس کے ساتھ لڈو کھیلتا رہا۔صرف اس امید پر کہ شاید کاجل اپنے کمرے سے نکل کر وہاں آجائے مگر کاجل نہ آئی۔میں نے کمل سے کہا۔

"میں پرسوں آؤں گا اور نئی لڈو لاؤں گا۔یہ لڈو پرانی ہوگئی ہے۔اس کے رنگ پھیکے پڑگئے ہیں۔"

کمل خوش ہو کر بولا۔"ہاں بھئی ضرور لانا۔"

نئی لڈو کا تو ایک بہانہ تھا۔اصل بات یہ تھی کہ میں کاجل کا دیدار کرنا چاہتا تھا۔دو دن کا وقفہ ڈالنا میرے لیے مشکل ہو گیا۔تیسرے دن میں بازار سے ایک نئی لڈو خریدی اور کاجل کے گھر جا پہنچا۔ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔اس زمانے میں بھی کلکتہ کے بنگالی ہندو ،خاص طور پر ذرا پڑھے لکھے بنگالی ہندو گھرانوں کا ماحول آزاد ہوتا تھا۔ایک ویسے ہی ہندوؤں میں عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔کلکتہ کے پڑھے لکھے ہندو گھرانوں میں تو لڑکیاں ہارمونیم بھی بجاتی ہیں اور رقص کرنا بھی سیکھ لیتی ہیں۔عام طور پر وہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہارمونیم پر اپنے عزیزوں اور مہمانوں کے سامنے رابندرناتھ ٹیگور کے گیت گا کر سناتی ہیں۔ان گیتوں کی طرز بھی رابندر ناتھ ٹیگور کی بنائی ہوئی ہوتی ہے اور اس صنف موسیقی کو رابندر سنگیت کہتی ہیں۔اسی روز میں کاجل کے گھر لڈو لے کر گیا تو کاجل اپنے ماتاپتا کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی۔ہارمونیم سامنے میز پر رکھا تھا۔ہارمونیم پر کاجل کی انگلیاں چل رہی تھیں او روہ رابندر ناتھ ٹیگور کا کوئی بنگلہ گیت گا رہی تھی۔کمل نے میرے لیے دروازہ کھولا تھا۔میں پرنام کرکے ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔کاجل نے اودھے رنگ کی سادہ ساڑھی پہن رکھی تھی۔بالوں کے درمیان سے مانگ نکلی ہوئی تھی اور پیچھے

جوڑے میں موتیے کے پھول سج رہے تھے۔اس کے سانولے چہرے پر ایک عجیب سی اداسی چھائی ہوئی تھی۔موسیقی کے سر بھی بڑے اداس تھے۔ٹیگور کا گیت گاتے ہوئے کاجل مجھے اور بھی اچھی لگی۔اس کے اداس چہرے اور ہونٹوں سے نکلنے والی اداس آواز نے مجھ پر ایک ایسی کیفیت طاری کردی کہ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے میرا جسم کسی پھول کی خوشبو بن کر بارش میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بھیگتے جنگلوں میں پرواز کررہا ہے۔ گیت ختم ہواتو کاجل نے ہارمونیم میز پر پیچھے کرتے ہوئے میری طرف دیکھ کر مجھے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا۔

اس کے باپ نے کاجل سے میرا تعارف کرایا تووہ اپنے بھائی کی جان بچانے کے لیے میرا شکریہ ادا کرنے لگی۔اس کی آواز میں بھی ایک خواب کی سی کیفیت تھی یا مجھے یہ کیفیت محسوس ہوئی تھی۔کاجل کے باپ نے چھوٹے بیٹے اور میرے دوست کمل کو بازار سے کچھ مٹھائی وغیرہ لینے کے لیے بھیج دیا۔ اس کی ماتاجی چائے بنانے اندر چلی گئیں۔کاجل بھی اردو میں ہی بات کرتی تھی۔اگرچہ اس کااردو بولنے کا لہجہ بھی اپنے ماتا پتا اور انکل کی طرح بنگالی تھا۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کلکتے میں کہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔میں نے بتایا کہ میں لوئر چیت پور روڈ پر اپنے ایک دوست کے پاس رہتا ہوں۔اس کے باپ نے پوچھا۔

”کلکتے کب تک ٹھہرنے کاارادہ ہے؟“

میں نے مسکرا کر کہا۔

”کالج میں چھٹیاں ہیں۔ایک مہینہ تو ضرور ٹھہروں گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کاجل سے پوچھا کہ اب اس کی طبیعت کیسی ہے۔اس نے اداس سی آواز میں کہا۔

”اب ٹھیک ہوں۔“

اس کے پتاجی نے کاجل سے کہا۔

”جاؤ بیٹی رسوئی میں ماتاجی کا ہاتھ بٹاؤ۔“

کاجل اچھا پتاجی کہہ کر ساڑھی سنبھالتی اٹھی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد کاجل کے پتاجی کہنے لگے۔

”مجھے تو یہ سب فراڈ لگتا ہے۔مگراس کی ماں کو کون سمجھائے۔کسی ڈاکٹر کو گھر میں نہیں گھسنے دیتی۔“

میں نے کہا۔”مگر انکل چندر بابو تو کہہ رہے تھے کہ ہر ہفتے رات کو ایک کالاناگ آکر کاجل کی پنڈلی سونگھ جاتا ہے۔“

کاجل کے پتاجی نے سر کو بے تابی سے جھٹکتے ہوئے کہا۔

”اجی یہ بھی تو فراڈ ہوسکتا ہے یہ سب ناگ مندر کے پجاریوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ایک سانپ کو سدھایا بھی تو جاسکتا ہے۔میں ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مگر کیا کروں‘ کاجل کی ماں کے آگے بے بس ہوں بھگوان سے ہر وقت اپنی بچی کی صحت کے لیے پرارتھنا کرتا رہتا ہوں۔“

میں گھنٹہ دو گھنٹے بیٹھ کر چلا آیا۔کاجل کے اداس چہرے کا نقش میرے دل میں بیٹھ گیا تھا۔دل یہی چاہتا تھا کہ میں ہر وقت اسے دیکھتا رہوں۔مگر ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔پھر بھی میں دوسرے تیسرے روز کوئی نہ کوئی چیز لے کر کمل سے ملنے کے بہانے کاجل کے گھر پہنچ جاتا۔وہ اکیلی بھی مجھ سے بات کرلیتی اور سب کے سامنے بھی کھلے دل سے بات کرلیتی تھی۔میں بھی اس سے بات کرتے ہوئے بالکل نہیں گھبراتا تھا۔جب دل پاک صاف ہو دل میں کوئی چور نہ ہو تو پھر آدمی بے دھڑک بات کرلیتا ہے۔یہ الگ بات ہے کہ کسی کے معصوم حسن کا رعب آپ کی زبان کو تھوڑی دیر کے لے خاموش کردے یا آپ کوئی بات کرتے کرتے اصل موضوع کو بھول جائیں۔یہ میں اپنے تجربے کی بات کررہا ہوں۔اس لیے کہ میں نے حسن معصوم کے کئی پیکروں سے پاک دل اور پاک نگاہوں کے ساتھ محبت کی ہے اوران کے سامنے بات کرتے ہوئے کئی بار ایسا ہوا کہ میں گفتگو کاموضوع بھول گیا۔محبت میں میری

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہمیشہ یہی حالت ہوتی تھی کہ جیسے کوئی بچہ ساون کی بارش میں بھیگتا باغ میں دوڑتا چلا جارہا ہو۔

ایک دن دوپہر کے بعد کاجل کے گھر گیا تو بارش ہو رہی تھی۔صبح سے ساون کی جھڑ ی لگی تھی۔کلکتے کی گلیاں اور سڑکیں بھی پکی تھیں۔وہ اس طریقے سے بنائی گئی تھیں کہ برسات چاہے تین دن لگی رہے نہ تو وہاں کیچڑ ہوتاتھااور نہ کہیں پانی کھڑا ہوتاتھا۔بڑا رومانٹک ماحول تھا۔بازاروں میں بنگالی چھتریاں لگائے گزر رہے تھے۔عورتوں نے بالوں میں موتیے کے یا ترناری کے پھولوں کے جو گجرے لگائے ہوئے تھے فضامیں ان کی ہلکی ہلکی خوشبو کی لہر کسی وقت قریب سے ہو کر گزر جاتی تھی۔ریستورانوں میں بیٹھے لوگ چائے پی رہے تھے۔میں ٹرام میں بیٹھ کر گیاتھا۔کاجل کی گلی والے موڑ پر ٹرام سے اتر کر بارش میں بھیگتا تیز تیز قدم اٹھاتا ان کے گھر پہنچا تھا۔کاجل نے دروازہ کھولا تو مسکرا کر بولی۔

”ارے آپ تو بھیگ گئے ہیں۔اندر آجائیں۔ماتاجی رسوئی میں ہیں۔کمل ماسٹر کے گھر گیا ہوا ہے...“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پھر وہ ماتاجی کو آوازیں دیتی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر میں میرے لیے چائے لے کر آگئی۔اس کی ماتاجی بھی آگئیں۔میں اپنے ساتھ انگلش بسکٹوں کا ٹین کابڑا

خوبصورت ڈبہ لے گیاتھا۔اس کی ماتاجی بولیں۔

”تم نے یہ تکلف کیوں کیا بیٹا۔اری کاجل دیکھو تمہارے بھیا تمہارے لیے کیا لائے ہیں؟ ذرااسے کھولو تو۔“

کاجل نے ڈبہ کھول کر بسکٹ نکال کر پلیٹ میں سجادیئے۔کہنے لگی۔

”یہ تکلیف کیوں کی آپ نے۔“

میں نے کہا۔”یہ تومیں اپنی خوشی سے لایا ہوں۔کمل کب آئے گا؟“

ماتاجی بولیں۔”ماسٹر جی سے ٹیوشن پڑھنے گیا ہے آنے ہی والا ہوگا۔“

ڈرائنگ روم کی کھڑکی کھلی تھی۔اس میں سے کسی وقت بارش کی آواز آجاتی تھی۔کاجل کاسنی رنگ کی ساڑھی میں تھی۔وہ کسی کام سے دوسرے کمرے میں گئی تو میں نے اس کی ماتاجی سے کہا۔

”اب کاجل پہلے سے بہت بہتر ہوگئی ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ماتاجی کا چہرہ اداس ہوگیا کہنے لگیں۔

”لگتا ہے ناگ دیوتاجی ہم سے ناراض ہوگئے ہیں۔کئی روز سے انہوں نے درشن نہیں دیئے۔“

معلوم ہوا کہ دو تین ہفتوں سے رات کو سانپ نہیں آیا۔کاجل کی صحت ٹھیک ہو رہی تھی مگر اس کی ماتاجی کوافسوس تھا کہ ناگ دیوتا اس سے ناراض ہوگئے ہیں۔کہنے لگی۔

”سوچتی ہوں کاجل کو ساتھ لے کر بلیشور جی کے مندر میں‌جاکر اسے اشنان کراؤں۔ناگ دیوتا کی پوجا کراؤں۔شاید دیوتا ہم پرمہربان ہوجائیں۔ہمیں شما کر دیں۔“

کاجل کے پتاجی یااس کاانکل چندر بابو ہوتا تو میں توہم پرستی کے خلاف کوئی بات بھی کرتا مگر کاجل کی ماتاجی تو توہمات کاپتلا تھیں۔وہ اپنے خاوند اور کاجل کے پتاجی کی طرح کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ یہ سب کچھ فراڈ ہے اور کسی بنگالی سپیرے نے اپنے طور پر یا کسی پجاری کے کہنے پرسانپ کو کاجل کے کپڑے کسی طریقے سے سنگھا کر سانپ کو اس کے پیچھے لگادیا ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہوسکتا ہے اس اسکیم کے پیچھے ان کا کوئی خاص مقصد چھپا ہوا ہو۔یہ مقصد ابھی تک نہ میں سمجھ سکا تھا نہ کاجل کے باپ اوراس کے انکل چندربابو کی سمجھ میں آیا تھا۔جس شخص نے بھی کاجل کے کپڑے یا اس کی کوئی پرانی ساڑھی سانپ کو سنگھا کرسانپ اس کے پیچھے لگادیا تھا اسے خوب معلوم تھا کہ کاجل کے گھر والے سانپ کو ناگ دیوتا کااوتار سمجھتے ہیں سانپ کو کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ویسے بھی مشرقی اور جنوبی ہند میںسانپ کو ناگ دیوتا ہی سمجھا جاتا ہے۔ہاں کسی گھر میں سانپ نکل آئے تو اس کومارنے کاکوئی تصور بھی نہیں کرسکتا۔جان بچانے کے لیے لوگ گھر سے باہر ضرور آجاتے ہیں پھر کسی سپیرے کوبلوا کر سانپ اس کے حوالے کردیا جاتا ہے کئی جگہوں پر سانپ کے ڈسنے سے موت بھی واقع ہوجاتی ہے۔توہم پرست ہندو یہی سمجھتے ہیں کہ ناگ دیوتا نے مہربان ہو کر اس عورت یا آدمی کو اپنے پاس بلالیا ہے۔ہماری نئی نسل نے تو ہندو کو دیکھا بھی نہیں ہے ان کے گھروں کی معاشرت اور ان کی مذہبی توہم پرستیوں کو اگر دیکھا جائے تو آج بھی اسی شدت سے قائم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہیں تو آدمی کو محسوس ہوتا ہے کہ ایک مسلمان اور ہندو میں زمین آسمان کافرق ہے۔

اتنے میں کاجل کے پتاجی بھی آگئے چھتری بند کرکے اسے کونے میں لگاتے ہوئے بولے۔"بڑاپانی برس رہا ہے۔"

پھرمجھے دیکھا تو مسکرا کہا۔

"ارے بھئی کمل ابھی تک نہیں آیا؟ مہمان کے لیے رس گلے منگوانے تھے۔"وہ دھوتی کے پلو کو ٹھیک کرتے ہوئے سوفے پربیٹھ گئے اور ماتاجی سے کہا۔

"میرے لیے بھی چائے بنادو۔"

کاجل کی ماتا نے چائے کی پیالی بنا کر اپنے خاوند کے آگے رکھی اور ساڑھی سنبھالتی ہوئی کمرے میںچلی گئی۔میں نے جان بوجھ کر ناگ دیوتا والاموضوع چھیڑدیااور کاجل کے باپ سے کہا کہ میرے خیال میں اب سانپ اس گھر میں کبھی نہیں آئے گا۔کاجل کے پتاجی نے چائے کا گھونٹ بھرااور بولے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بھائی تم کاجل کی ماتاجی کو نہیں جانتے۔اب اسے یہ وہم لگ گیا ہے کہ ناگ دیوتا ہم سے ناراض ہوگئے ہیں۔اس لیے وہ کاجل کے پاس نہیں آتے۔وہ یہ نہیں دیکھتی کہ اس کی بیٹی سانپ کے نہ سونگھنے سے صحت مند ہو رہی ہے۔وہ تو پاگل ہوگئی ہے۔ادھر جاپانی فوجیں آسام کی سرحدوں کی طرف بڑھ رہی ہیں۔انڈیمان پر انہوں نے قبضہ کرلیا ہے اور یہ عورت ناگ دیوتا کی پوجا کررہی ہے۔مائی فٹ! میں تو کہتا ہوں یہ سب کچھ فراڈ ہے۔“

میں نے انہیں یہ بالکل نہ بتایا کہ کاجل کی ماتاجی کاجل کو بلیشور کے ناگ مندر میں لے جانے کاپروگرام بنا رہی ہے۔میں نے سوچا مجھے ادھر کی بات ادھر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔اگر اسے کاجل کوبلیشور کے مندر میں لے جانا ہوگا تو اس کے پتاجی کو خودبخود معلوم ہوجائے گا۔میں تو وہاں صرف اداس کاجل کے درشن کرنے جاتا تھا۔اور میں اس کے صرف درشن ہی کرناچاہتاتھا۔

مزید کچھ روز گزر گئے۔اب میرا کاجل کے گھر میں باقاعدہ آنا جانا ہو گیاتھا۔ میں نے اپنے کلکتے کے دوست جان کو یہ سب کچھ بتادیاتھا۔اس نے مجھے ایک ہی بات کہی تھی کہ اپنے آپ کو سنبھال کر رکھنا۔بنگال کاجادو جس پر چل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جائے پھر وہ کسی کام کا نہیں رہتا۔میں نے اس وقت اپنے دوست کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی لیکن بعد میں اس کی بات سچی ثابت ہوئی۔ایک دن موسم بڑا خوشگوار تھا۔کلکتے کے آسمان پر ساون کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔میں نے کولوٹولہ اسٹریٹ کے چوک میں سے رجنی گندھا کے پھولوں کا گلدستہ خریدا اور کاجل کے مکان پر پہنچ گیا۔وہاں صرف کاجل کاباپ اور کاجل کا چھوٹا بھائی کمل ہی تھے۔معلو ہوا کہ کاجل کی ماتاجی اپنی بیٹی کو لے کر بلیشور کی بجائے کتھار کے ناگ مندر میں گئی ہوئی ہیں۔ میں نے گلدستہ کمل کو دیا جو اسے لے کر دوسرے کمرے میں گلدان میں لگانے چلا گیا۔کاجل کا والد کچھ پریشان سا لگ رہاتھا کہنے لگا۔

”کاجل کی ماں کہیں میری بچی کی زندگی برباد نہ کردے۔یہی فکر لگی رہتی ہے مجھے...“

میں نے پوچھا کہ یہ کتھار کاناگ مندر کہاں پر ہے۔کاجل کے باپ نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کاکسز بازار کے دکھن میں ہے۔مجھے تو یہ ڈر لگا ہوا ہے کہ وہاں سے برما کی سرحد شروع ہوتی ہے اور برما پر جاپانیوں کا قبضہ ہے۔کاکسز بازار میں انگریزوں کی فوج نہ ہونے کے

برابر ہے۔اگر حملہ ہوگیا تو جاپان کاکسز بازار پر منٹوں میں قبضہ کرلے گا۔یہ لوگ جلتی آگ میں چلے گئے ہیں۔میں نے لاکھ منع کیا کہ بیٹی کو لے کر وہاں نہ جاؤ مگر میری سنتا کون ہے۔“

”کیاماتاجی کاجل کو لے کر اکیلی گئی ہیں؟“

”چندربابو ساتھ گیا ہے مگر وہ کیا کرے گا۔اگر جاپانی آگئے تووہ توان تینون کو پکڑ کرشوٹ کردیں گے یا جزیرہ انڈیمان لے جاکر قید میں ڈال دیں گے۔“

معلوم ہوا کہ ایک روز پہلے شام کے وقت دو بنگالی سپیرے آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں کتھار ناگ مندر کے مہنت نے بھیجا ہے۔مہنت جی کے سپنے میں ناگ دیوتا انسانی روپ میں آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ کلکتے جاکر کاجل کے ماتاپتا سے کہوکہ ہم ان سے سخت ناراض ہیں کیونکہ انہوں نے ہماری دیوداسی کاجل کا ڈاکٹری علاج شروع کروادیا ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ناگ دیوتا نے مہنت جی کے ذریعے پیغام بھیجا ہے کہ کاجل دیوداسی کو لے کر فوراً ہمارے مندر میں پہنچو۔اس کے بعد ہم کاجل کی ساری تکلیفیں دور کردیں گے۔چنانچہ ضعیف الاعتقاد ماتاجی نے اسی وقت کاجل کو ساتھ لیااور کتھار کی طرف روانہ ہوگئیں۔

کتھار کاکسزبازار کے انتہائی جنوب میں ساحل پر واقع ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو اپنے ناگ مندر کی وجہ سے مشہور ہے۔اگر آپ ہندوستان کے نقشے پر ایک نظر ڈالیں تو آپ کومعلوم ہوگا کہ کتھار کے آگے برما کے شمالی علاقے اراکان کی سرحد شروع ہوجاتی ہے۔مجھے بھی فکر لگی کہ واقعی کہیں یہ لوگ جاپانیوں کی قید میں نہ پھنس جائیں۔یہ ساحلی قصبہ ہندوستان کی جنوب مشرقی سرحد کے عین اوپر تھا۔دوسری طرف برما کے شمالی صوبے اراکان کی سرحد شروع ہوجاتی تھی اور پورے برما پر جاپانی فوجیں قبضہ کرچکی تھیں۔کاجل کاباپ خود بڑا پریشان تھا مگر اپنی توہم پرست بنگالی بیوی کے آگے مجبور تھا۔وہ یہی کرسکتاتھا کہ اپنے چھوٹے بھائی چندربابو کو ساتھ بھیج دیااور اسے تاکید کردی کہ اگر وہاں حالات تشویش ناک ہوں تو کاجل اور اس کی ماتاجی کولے کر اسی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وقت واپس آجائے مگر حالات جس قسم کی تشویش ناک صورت اختیار کرچکے تھے اس کا کاجل کے باپ کو بھی پوری طرح علم نہیں تھا۔

آخر وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ایک ہفتہ گزر گیا نہ چندربابو کاجل اور اس کی ماتا کو لے کرخود واپس آیا نہ اس کا کوئی خط ہی آیا۔جب پندرہ بیس دن گز گئے تو کاجل کے باپ نے پولیس میں رپورٹ درج کرادی۔جنوب میں انگریزوں کی ہندوستانی فوجیں جاپانی یلغار سے شکست کھا کر بھاگ چکی تھیں۔ جاپانیوں نے انڈیمان یعنی کالے پانی کے سارے جزیروں پر قبضہ کرر کھا تھا۔ جاپانی فوجوں کا زیادہ دباؤ اوپر شمال میں آسام کے سرحدی علاقے کوہیمااور امپھال کی طرف تھا۔پولیس نے رپورٹ تو درج کرلی لیکن کاجل کے باپ سے بنگالی تھانے دارنے یہ ضرور کہا کہ آپ پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہیں آپ نے ان حالات میں اپنی بیٹی اور بیوی کو کتھار کی طرف کیوں بھیج دیا۔ وہاں سے تو لوگ بھاگ کر کلکتے کی طرف آرہے ہیں۔یہ سن کر کاجل کے باپ کے رہے سہے ہوش بھی گم ہوگئے۔میں خود کاجل کے لیے سخت پریشان تھا کہ خداجانے یہ نازک سی اداس چہرے والی بنگالی لڑکی کس حال میں ہوگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

طبیعت میں ایڈونچر پہلے سے موجود تھا۔سر میں کاجل کے عشق کا بھوت بھی تقریباً سوار ہوچکا تھا۔چنانچہ ایک روز میں نے کاجل کے باپ سے کہا کہ میں کاجل اور اس کی ماتا کا پتا کرنے کتھار کے ناگ مندر جاؤں گا۔کاجل کا باپ میرے اس فیصلے سے متاثر ضرور ہوامگر اسے یقین نہیں آتا تھا کہ میں ان لوگوں کو تلاش کرسکوں گا۔خود بھی مجھے احساس نہیں تھا کہ میں نے کس قدر احمقانہ اور سنگین فیصلہ کیا ہے اور آگے چل کر مجھ پر کیسی بھیانک مصیبت نازل ہونے والی ہے۔جب میں نے کاجل کے باپ سے کہا کہ میں ضرور جاؤں گا اور میں فیصلہ کرچکا ہوں تو اس نے مجھے کچھ روپے دیئے اور کہا۔

”بھگوان تیری رکھشا کرے جاتے ہی خط ضرور لکھ دینا۔“

یہاں سے میرے ایک اور ناقابل فراموش اور خطرناک ترین ایڈونچر کا آغاز ہوتا ہے۔

...☆☆☆...

مجھ پر اس بنگالی لڑکی کاجل کا جادو چل گیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں اس کے طلسم میں گرفتار ہو کر ایک بڑے ہی خطرناک سفر پر روانہ ہو گیا۔جانے سے پہلے میرے کلکتے کے دوست جان نے مجھے سختی سے منع کیا کہ میں عقل سے کام لوں مگر میری عقل تو ہندو بنگالی لڑکی کاجل کے جادو نے ماؤف کردی تھی۔حاتم طائی کے قصے میں ایک کوہ ندا کاذکر ہے۔پورے چاند کی رات کواس پہاڑ سے ایک آواز آتی ہے' اس آواز کو سن کر گاؤں کاایک نہ ایک آدمی کوہ ندا کی طرف اپنے آپ بڑھتا چلا جاتا تھا۔وہ پہاڑ کے غار میں داخل ہوجاتا اور پھر اس کا کچھ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا۔میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔کاجل میرے لیے کوہ ندا تھی اورمیں بے اختیار اس کی طرف بڑھتا چلا جارہاتھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مہم میں کاجل کے باپ اور بھائی کی پریشانی سے بھی متاثر تھا۔لیکن حقیقت یہ تھی کہ کاجل کی محبت مجھے کالے پانیوں کے ساحلی جزیروں کی طرف کھینچے لیے جارہی تھی۔

یہ قیام پاکستان سے پہلے کازمانہ تھا۔سارابنگال ایک ہی تھا۔کلکتے سے اس زمانے میں کاکسز بازار تک چھوٹے جہاز چلا کرتے تھے میں بھی ایک چھوٹے بحری

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جہاز میں سوار ہو گیا۔یہ جہاز کلکتے کی مشہور بندرگاہ خضر پور جیٹی سے دریائے ہگلی میں ساحل کے ساتھ ساتھ جارہاتھا۔یہ دریا کے ڈیلٹے کاعلاقہ تھا۔جنگ کی وجہ سے جہاز کھلے پانیوں میں سفر نہیں کرتے تھے۔جہاز میں بہت کم مسافر سوار تھے۔زیادہ تر کاکسز بازار کے مقامی لوگ تھے۔کاکسز بازار تک پہنچتے پہنچتے سمندر بھی آگیاتھا۔یہ کالا سیاہ سمندر تھا۔اس کو کالاپانی کہتے ہیں۔ویسے تو پانی سفید ہوتا ہے مگر دیکھنے سے وہ تارکول کی طرح کالا سیاہ نظر آتا ہے۔اس کی وجہ بعض لوگ یہ بتاتے ہیں کہ وہاں سمندر کے نیچے کالی سیاہ پہاڑیاں ہیں جن پر کالی گھاس اگی ہوئی ہے اس کی وجہ سے سمندر کاپانی سطح پرسیاہ نظر آتا ہے۔بہرحال میں کاکسز بازار پہنچ گیا۔

کتھار ناگ مندر یہاں سے آگے ایک سرحدی اور ساحلی گاؤں میں تھا۔کاکسز بازار کے ایک گھاٹ سے میں ایک سواریوں والی بڑی کشتی میں سوار ہو گیا۔یہ کشتی بھی ساحل کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔جنگ کا کچھ نقشہ میں نے کاکسز بازار میں ہی دیکھ لیا تھا۔بڑی بڑی دکانیں اور اسٹور بند پڑے تھے تاجر لوگ اپنا کاروبار سمیٹ کر کلکتے جاچکے تھے۔فضا میں خوف وہراس کی کیفیت طاری

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی۔لوگ یہی کہتے تھے کہ جاپانی فوج کسی بھی وقت کاکسز بازار میں داخل ہوسکتی ہے۔اصل حقیقت یہ تھی کہ جاپانی اوپر آسام کی طرف سے ہندوستان پر حملہ کرنے کی تیاریاں کررہے تھے۔ خلیج بنگال میں ان کے ایک دوبحری جنگی جہاز ضرور دیکھے گئے تھے۔مگر کاکسز بازار کی طرف جاپانیوں نے ابھی توجہ نہیں دی تھی۔ویسے بھی یہ علاقہ برما کے بارڈر سے کچھ فاصلے پر تھا لیکن میں جس جگہ یعنی کتھار گاؤں جارہاتھا وہ برما کے بارڈر کے عین اوپر واقع تھی اور اس کے مغرب کی طرف سمندر تھااور مشرق کی جانب برما کا بارڈر تھا۔جہاں جاپانیوں نے قبضہ کیا ہوا تھا۔

ایک طرح سے موت کے منہ کی طرف بڑھ رہاتھا۔اگر اس وقت میرے دماغ میں تھوڑی سی بھی عقل موجود ہوتی تومیں کبھی کلکتے سے روانہ نہ ہوتا۔ لیکن مجھ پر تو عشق کابھوت سوار تھا۔بڑی کشتی میں کچھ اور مسافر بھی بیٹھے تھے۔یہ سب دیہاتی قسم کے لوگ تھے۔ان کے لباس برمی اور بنگالی کلچر کی نمائندگی کرتے تھے۔کشتی میں چاول اور دیگر سامان کی بوریاں بھی لدی ہوئی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھیں۔آسمان پر بادل جھکے ہوئے تھے مگر خدا کا کرم ہی رہا کہ بارش نہ ہوئی۔ ورنہ کشتی میں بارش سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔

کشتی کتھار گاؤں کے چھوٹے سے گھاٹ کے ساتھ جاکر لگ گئی۔یہ ایک مختصر سا ساحلی گاؤں تھا۔بانس کے مکان اور جھونپڑے ساحل کے ساتھ ساتھ دور تک چلے گئے تھے۔جگہ جگہ کیلے اور شریفے کے درختوں کے چھوٹے چھوٹے جھنڈ نظر آرہے تھے۔گاؤں کے مکان بھی زیادہ تر بانس کی دیواروں والے تھے جو زمین سے دو تین فٹ بلند مچانوں پر بنائے گئے تھے۔ایک چھوٹاسا بازار تھا جہاں کھانے پینے کے سامان کی دو چار دکانیں کھلی تھیں۔باقی دکانیں بند تھیں۔مجھے ایک دکان کے اندر سکھ سردار جی بیٹھے نظر آئے۔میں بڑا خوش ہوا کہ کم از کم اس سے پنجابی زبان میں تو بات کرسکوں گا۔دکان کے باہر ہومیو پیتھ ڈاکٹر کابورڈ لگاتھا۔سردار جی ایک موٹی سی کتاب پڑھ رہے تھے۔وہ آرام کرسی پر صرف جانگیہ اور بنیان پہنے بیٹھے تھے۔عمر پچاس کے قریب ہوگی۔

میں دکان میں داخل ہوا تو سردار جی نے کتاب پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے عینک کے شیشوں کے اوپر سے میری طرف دیکھااور بولے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیوں بابو کیا بات ہے؟“

وہ خالص اردو بنگلہ میں بات کرنے کی کوشش کر رہے تھے میں نے پنجابی میں کہا کہ یہاں ایک ناگ مندر ہے مجھے اس کی تلاش ہے۔ میری زبان سے پنجابی کے الفاظ سنتے ہی سردار جی مسکرائے کتاب ایک طرف رکھ دی اور بانس کا موڑھا میری طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

”بیٹھو بادشاہو۔ تسی ایتھے کتھے آ گئے؟“

میں نے انہیں کاجل کے بارے میں ساری بات بیان کر دی اور کہا کہ اس کی ماں اور چچا اسے لے کر یہاں کے ناگ مندر میں آئے تھے پھر واپس کلکتہ اپنے گھر نہیں پہنچے۔ مجھے اس کے باپ نے ان کی تلاش میں بھیجا ہے۔“

سردار جی نے کاجل کے بنگالی باپ کو گالی دیتے ہوئے کہا۔

”اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا اس نے تمہیں بلدی کے ہتھے لگن کے واسطے یہاں بھیج دیا۔“

پھر آنکھ مار کر مجھ سے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”سچ سچ بتایار۔ کہیں اس بنگالی لڑکی پر تو عاشق تو نہیں ہو گیا؟ میرا دل کہتا ہے کہ تجھ پر بنگال کے جادو کا اثر ہو گیا ہے۔ گرو مہاراج بنگال کے جادو سے بچائیں۔ میری طرف دیکھ ایک بنگالی عورت نے مجھ پر بھی جادو کر دیا تھا۔ وہ خود تو پرلوک سدھار گئی لیکن میں چوبیس برس سے یہاں بیٹھا مکھیاں مار رہا ہوں۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”آپ نے ٹھیک پہچانا سردار جی! بات کچھ ایسی ہی ہے۔“

سردار جی نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مار کر کہا۔

”پنجابی منڈے عشق کرن توں باز نئیں آسکدے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمہاری کاجل کا حلیہ کیسا ہے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے سردار جی کو کاجل کا حلیہ بتادیا تو وہ بنگالی عورتوں کو گالیاں دینے لگے۔ بولے۔

"ساری ہندو بنگالنیں ایسی ہی چپ چپ غم زدہ سی ہوتی ہیں۔بس ان کی اسی اداسی پر آدمی مارا جاتا ہے۔یہی بنگال کا جادو ہے۔ایک بار تم ان عورتوں سے بیاہ کرلو۔تمہارا پیچھا ہی نہیں چھوڑتیں۔تم چاہے انہیں مار مار کر ادھ موا کردو۔یہ آگے سے بولتی ہی نہیں۔بس ہاتھ جوڑ کر مار کھاتی رہیں گی۔"

پھر وہ کچھ سوچنے لگا۔

"فکر نہ کرو۔اگر وہ اس گاؤں میں ہوئے تو میں ان کا پتا لگالوں گا۔ایک سپیرا میرا پرانا واقف کار ہے۔میں اسے بلا کر پتا کروں گا۔ویسے ناگ مندر کا بڑا مہنت اور کچھ پجاری تو جاپانیوں کے ڈر سے بھاگ گئے ہیں۔مندر میں ناگ دیوتا جی اکیلے ہی رہ گئے ہیں۔"

سردار جی نے مجھ سے پوچھا۔

"تم نے کچھ کھایا پیا بھی ہے کہ نہیں؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سردار جی نے اسی وقت میرے لیے ایک آدمی کو بھیج کر کچھ کھانے کے لیے منگوایا اور دکان کے کونے میں جا کر کرتا اور چارخانے والی چانگامی دھوتی پہننے لگے۔ساتھ ساتھ وہ بولتے جارہے تھے۔

"ابھی تو مون سون شروع ہوا ہے یہاں۔ذرا وقت گزر جانے دو ایسا حبس ہوتا ہے کہ نانی یاد آجاتی ہے۔"

میں کھانا کھا رہا تھا۔وہ میرے سامنے آکر بیٹھ گئے۔کہنے لگے۔

"جب سے بنگالی پتنی سور گباش ہوئی ہے بالکل اکیلا رہ گیا ہوں۔ایک عورت گھر کا کام کاج کرجاتی ہے۔ایک بات ہے یہاں کی دیسی شراب..."

پھر مجھے گھور کر دیکھا اور انگلی نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"خبردار شراب کو کبھی ہاتھ نہ لگانا۔یہ بڑی بری بلا ہے۔گرو مہاراج اس سے بندے کو دور ہی رکھے۔"

میں نے جاپانیوں کے بارے میں پوچھا تو سردار جی نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”جاپانی یہاں سے تھوڑی دور ہی بیٹھے ہیں۔ابھی ان کا ادھر آنے کا ارادہ نہیں لگتا۔ان کا سارا زور اوپر امپھال کی طرف ہے۔یہاں تووہ جب چاہیں آکر قبضہ کرسکتے ہیں۔انگریزوں کی یہاں کوئی ڈیفنس نہیں ہے۔“

پھرخود ہی بے نیازی سے سرجھٹک کر جاپانیوں کوایک گالی دی اور کہا۔

”مائیں آجائیں جاپانی بھی۔میں تو کہہ دوں گا کہ سبھاس چندر بوس میرا دوست تھا میرے پاس ہومیوپیتھی کاعلاج کرانے آیا کرتاتھا...“

تھوڑی دیر میں رات کااندھیرا ہوگیا۔اس ساحلی گاؤں میں بجلی کہیں کہیں تھی۔ ویسے بھی جاپانیوں کے حملے کے خوف سے رات کو وہاں بلیک آؤٹ کردیا جاتاتھا۔سردارجی کامکان دکان کے پیچھے کچی سڑک کی دوسری طرف تھا۔بانس کی دیواروں والا دو کمروں کامکان تھا۔انہوں نے برآمدے میں مجھے چارپائی ڈال دی۔ مچھردانی بھی لگادی۔ساری رات بارش ہوتی رہی۔ صبح اٹھا تو بارش ہو رہی تھی مگر کہیں بھی پانی نہیں کھڑا تھا۔زمین اونچی نیچی نیم پہاڑی تھی۔ سردارجی کی نوکرانی آئی ہوئی تھی۔بارش کی وجہ سے وہ واپس نہ جاسکی او ررات وہیں رہی۔ صبح اس نے ہمیں ناشتہ وغیرہ بنا کردیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کوئی دس بجے کے قریب بارش رک گئی۔میں نے سردار جی سے کہا۔

”مجھے ناگ مندر کاپتا بتادیں۔میں کم از کم وہاں جاکر بنگالی فیملی کے بارے میں کچھ معلومات تو حاصل کروں۔“

سردارجی بولے۔”کاکا تمہیں وہاں سوائے پتھر کے ناگ دیوتا کے اور کچھ نہیں ملے گا۔مہنت اور پجاری جاپانیوں کے خوف سے اپنے سارے سانپ دیوتا پٹاریوں میں ڈال کر

وہاں سے رفوچکر ہوگئے ہیں تم گھبراؤ نہیں ،میں کسی کو بھیج کر اپنے یار سپیرے کو دکان پربلاتاہوں۔اس سے بہت کچھ معلوم ہوسکتا ہے۔“

دکان پرآکر سردار جی نے ایک آدمی کو سپیرے کی طرف بھیجا۔کوئی گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے بعد سپیرا بھی آگیا۔پہلی نظر میں یہ کالا کلوٹا سپیرامجھے بن مانس لگا۔ اس کے جسم پرکافی بال تھے۔ناک چوڑی اور آنکھیں سرخ تھیں۔سرمنڈا ہواتھا۔ایک ہاتھ میں بانس کی لمبی چھڑی تھی۔آتے ہی اس نے ہاتھ جوڑ کر سردار جی کو پرنام کیااور بولا۔

”ماراج نے بلایا ہے۔کیابات ہے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ اردو ایسے بولتا تھا جیسے اس نے نئی نئی سیکھی ہو۔ سردار جی نے اس کو کاجل اوراس کے انکل اور ماتاجی کے بارے میں ساری تفصیل بتائی اور کہا۔

"یہ لوگ ایک مہینہ ہوا ناگ مندر میں آئے تھے کلکتہ سے۔ تب سے واپس نہیں گئے۔ یہ نوجوان ان کی تلاش میں کلکتے سے یہاں آیا ہے۔ کیا تم ان کے بارے میں کھوج لگاسکتے ہو؟"

اس سپیرے کا نام سردار جی نے مجھے شانچی بتایا تھا کہ یہ سپیرا نسل در نسل یہاں کا رہنے والا تھا اور سانپوں کو جنگل سے پکڑنا اور انہیں ہندوستان کے مختلف ناگ مندروں میں سپلائی کرنا اس کا دھندا تھا۔ شانچی کی عمر کا اس کی شکل اور سوکھا ساکھا جسم دیکھ کر کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ کبھی وہ مجھے لگتا کہ اس کی عمر ساٹھ سال کی ہوگی۔ کسی وقت لگتا کہ وہ بیس بائیس سال کا نوجوان ہے۔ اس کے جسم پر جو بال نظر آرہے تھے وہ سارے کالے تھے۔ شانچی بانس کی چھڑی فرش پر رکھ کر اسٹول پر بیٹھ گیا۔ کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ میں اس کی باتوں کو سلیس اردو میں بیان کرتا ہوں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"سردار جی! کتھار کے ناگ مندر میں بنگال آسام سے عورتیں مرد ناگ پوجا کو آتے ہی رہتے ہیں۔ جنگ کی وجہ سے اب اس مندر میں کوئی نہیں آتا۔"

پھر شانچی سپیرے نے میری طرف سرخ انگارہ ایسی آنکھوں سے دیکھا اور مجھ سے کاجل اس کی ماتا اور چچا کا حلیہ دریافت کیا۔ میں نے اسے بتادیا۔ وہ فرش کی طرف بڑے غور سے دیکھنے لگا۔ ایسا لگتا تھا کہ اسے فرش پر کوئی شے نظر آرہی ہے۔ پھر سردار جی کی طرف دیکھ کر اسٹول سے اٹھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سردار جی! میں کھوج لگالوں پھر آکر کچھ بتاسکوں گا۔"

سردار جی نے پوچھا۔

"شانچی! کتنے دن تک کھوج لگاؤ گے؟"

وہ بولا۔ "کچھ کہہ نہیں سکتا۔"

اور پرنام کرکے چلا گیا۔ مجھے مایوسی ہوئی۔ دل میں سوچا کہ یہ کام مجھے خود ہی کرنا پڑے گا۔ یہ سوکھا ساکھا سپیرا کیا کرے گا۔ اس کو کاجل اوراس کی ماتا کا حلیہ بھی یاد نہیں رہے گا۔ میں نے سردار جی سے جب اپنی مایوسی کا اظہار کیا تو وہ بولے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کاکا تو اس سانپ کی اولاد کو نہیں جانتا۔یہ ہر جگہ گھس جاتا ہے۔زمین کے اندر کا حال معلوم کرلیتا ہے۔دو ایک دن ٹھہرجا۔یہ کچھ نہ کچھ سراغ رسانی ضرور کرکے آئے گا۔اور ویسے بھی تم اکیلے یہاں کچھ نہیں کرسکتے۔تم تو ان لوگوں کی زبان بھی نہیں جانتے۔یہاں سے ذرا آگے جاؤ گے تو اراکان کی برمی زبان شروع ہوجائے گی۔“

میرا خیال تھا کہ شانچی سپیرا سراغ رسانی کرنے میں چھ سات دن تو ضرور لگائے گا مگر وہ دوسرے ہی دن شام کے وقت سردارجی کی دکان پر آگیا۔آتے ہی پہلے اس نے بڑی تیز پتی والی چائے پی۔بیڑی پی اور دونوں نتھنوں سے دھواں نکالتے ہوئے بولا۔

”ان لوگوں کا پتا چل گیا ہے۔“

میں بڑا خوش ہوا۔سردارجی میری طرف دیکھ کر بولے۔

”میں نہ کہتا تھا یہ بڑا جبردست قسم کا آدمی ہے۔یہ تو زمین کے اندر کی بھی خبر لے آتا ہے۔ہاں تو شانچی کیا خبر ملی ہے ان بنگالیوں کی؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شانچی سپیرے نے بتایا کہ کچھ روز پہلے ناگ مندر میں کلکتے سے ایک عورت اور مرد آئے تھے۔ان کے ساتھ ایک بنگالی لڑکی بھی تھی چونکہ ناگ مندر میں نہ کوئی مہنت تھا نہ پجاری تھا۔یاتری بھی نہیں تھے۔یہ لوگ ایک دن اور ایک رات مندر میں رہے اور ناگ دیوتا کی پوجا پاٹھ کرتے رہے پھر ایک آدمی انہیں یہ کہہ کر اپنے ساتھ لے گیا کہ پتوارا کھی کی پہاڑیوں میں شیش ناگ کا مندر ہے وہاں ناگ دیوتا رات کو درشن دیتے ہیں۔یہ لوگ ان کے ساتھ پتوارا کھی کی پہاڑیوں کی طرف چلے گئے۔میں نے شانچی سپیرے سے پوچھا۔

”اب وہ لوگ کہاں ہیں؟ اگر پتوارا کھی پہاڑی مندر میں ہی ہیں تو مجھے اس مندر کا راستہ بتاؤ۔میں وہاں جاؤں گا۔“

شانچی کہنے لگا۔

”بابو پہلے میری بات پوری سن لو۔“

شانچی نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ پتوارا کھی کے شیش مندر میں ناگ دیوتا نے کبھی درشن نہیں دیئے۔لگتا ہے ان لوگوں کو دھوکے سے وہاں لے جاکر غائب کردیا گیا ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اب یہی ہوسکتا ہے کہ میں اپنے کسی جاسوس کو شیش مندر میں ان لوگوں کا کھوج لگانے کے لیے بھیجوں اس پر کچھ پیسے خرچ ہوں گے۔"

سردارجی نے کہا۔

"شانچی! تم پیسوں کی فکر نہ کرو۔جتنا خرچہ ہوگا میں دوں گا۔"

میں نے کہا۔"سردارجی! میرے پاس بھی پیسے ہیں۔مگر میں خود اس آدمی کے ساتھ شیش مندر جانا چاہتا ہوں۔"

سردار جی ہنس پڑے۔"کاکا! یہ تم نہیں بول رہے تمہارے سر پر جو عشق کا بھوت سوار ہے وہ بول رہا ہے۔"

شانچی سپیرا کہنے لگا۔

"بابو! پتوار راکھی کی پہاڑیاں بڑی خطرناک ہیں وہاں جنگلی جانور اور سانپ بہت ہوتے ہیں۔"

میں نے کہا۔"مجھے تم صرف یہ بتادو کہ ان پہاڑیوں کو کون سا راستہ جاتا ہے اور میں وہاں کیسے پہنچ سکتا ہوں۔آگے میں جانو ں میرا کام۔"

شانچی سپیرا سردار جی کو تکنے لگا۔بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ماراج! لگتا ہے یہ بابو مارا جائے گا۔اس کو سمجھاؤ۔یہ اس طرف نہ جائے۔"

سردار جی مجھے سمجھانے لگے۔جب میں اپنی ضد پر قائم رہا تو انہوں نے شانچی سپیرے سے کہا کہ تم اس کے ساتھ کیوں نہیں چلے جاتے۔میں تمہیں سارا خرچہ دے دوں گا۔" شانچی کہنے لگا۔

"پتوار اکھی کی پہاڑیوں میں ایک جگہ سنتھالی سپیروں کا قبیلہ آباد ہے۔انہو ں نے ایک بہت بڑے درخت کے نیچے شیش ناگ کامندر بنایا ہوا ہے۔یہ قبیلہ ہمارے قبیلے کا دشمن ہے۔میں اگر وہاں گیاتو زندہ واپس نہیں آسکتا۔"

میں نے سردار جی سے کہا۔

"سردار جی آپ میری فکر نہ کریں۔مجھے اس سپیرے سے سنتھالی سپیروں کے قبیلے کاپتا لے دیں۔میں خود وہاں پہنچ جاؤں گا۔مجھے جنگلوں پہاڑوں کا بڑا تجربہ ہے۔"

سردار جی بولے۔"کاکا! اگر تو باز نہیں آتاتو جا جو تیراجی چاہے کر۔"

انہوں نے شانچی سپیرے سے کہا کہ وہ مجھے سنتھالی سپیروں کے قبیلے کا پتا سمجھا دے۔کیونکہ شانچی کو یقین تھا کہ کاجل اوراس کی ماتا اور انکل چندربابو کو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سنتھالی سپیروں نے اغوا کیا ہے۔شانچی نے مجھے سارا راستہ اچھی طرح سے سمجھادیا۔

سردار جی نے اس سے پوچھا کہ آخر ان سپیروں نے بنگالی خاندان کو کیوں اغوا کیا ہے۔شانچی کہنے لگا۔

”یہ بڑا قاتل قبیلہ ہے ان کے آدمی یہاں ناگ مندر کے میلے پر اکثر آتے جاتے رہتے ہیں اور یہاں سے کسی نہ کسی لڑکی کو اغوا کرکے لے جاتے ہیں۔ اگر اس کے ساتھ کوئی مرد ہو تو اسے وہ راستے میں ہی ختم کردیتے ہیں کیونکہ لڑکی کو اپنے قبیلے میں لے جاکر وہ خوب کھلاتے پلاتے ہیں۔ان کی سپیرن عورتیں لڑکی کو دن میں دوبار ناریل کے دودھ سے نہلاتی ہیں۔اس کا بناؤ سنگھار کرتی ہیں۔ایک خاص مدت کے بعد لڑکی کو چھوٹے سانپ سے ڈسوایا جاتا ہے۔جب سانپ کا زہر لڑکی کے جسم میں پھیلنے لگتا ہے تو ایک خاص دوائی لگا کر زہر کااثر زائل کردیاجاتا ہے۔یہ عمل سات دن تک جاری رہتا ہے۔اس کے بعد لڑکی کو بڑے سانپ سے ڈسوانا شروع کردیتے ہیں۔ساتھ ساتھ وہ زہر کااثر بھی زائل کرتے جاتے ہیں۔ایک مہینے کے بعد لڑکی کا جسم سانپ کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

زہر کاعادی ہوجاتا ہے پھراس میں یہ خاصیت پیدا ہوجاتی ہے کہ جس انسان کو دانت سے کاٹے وہ مرجاتا ہے۔مجھے لگتا ہے کہ سنتھالی سپیرے بنگالی لڑکی اور اس کے ساتھ جو دو مرد عورت تھے انہیں اپنے قبیلے میں لے گئے ہیں۔انہوں نے مرد عورت کو راستے میں ہی ختم کردیا ہوگااور لڑکی پرسانپ ڈسوانے کا کام شروع کردیا ہوگا۔“

شانچی کی زبان سے یہ باتیں سن کر میرے تو رونگٹے کھڑے ہوگئے۔میرا دل یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ کاجل زہریلی لڑکی بن جائے گی اور وہ جس کو کاٹے گی وہ اس کے زہر کے اثر

سے مرجائے گا۔میں نے یہ سوچ کر شانچی سپیرے کی باتوں کو سنی ان سنی کردیا کہ یہ شخص جھوٹ بھی تو بول سکتا ہے۔ہوسکتا ہے یہ سردار جی سے زیادہ پیسے بٹورنے یاان پراپنا اثر ڈالنے کے لیے حالات کو زیادہ سنگین بنا کرپیش کررہاہو۔میرے دماغ میں بار بار خیال آرہاتھا کہ آخر وہ کس مقصد کے لیے اغوا کرکے لائی گئی لڑکی کو زہریلابناتے ہیں؟ سردار جی بھی یہی سوچ رہے تھے‘ انہوں نے یہی سوال شانچی سپیرے سے پوچھ لیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اوکالو تم یہ بتاؤ کہ آخر سنتھالی سپیرے لڑکی کو سانپ سے ڈسوا کر زہریلی کس لیے بناتے ہیں؟"

شانچی کہنے لگا۔

"ایسی لڑکی کو وہ سپیرن بنالیتے ہیں۔اسے ساتھ لے کر گاؤں گاؤں شہر شہر پھرتے ہیں۔لوگوں کے گھروں میں جاکر سانپوں کا تماشا دکھاتے ہیں۔اپنے خاص مقصد کے لیے کسی لڑکی کو پسند کرلیتے ہیں پھر خیرات میں اس لڑکی کی اتری ہوئی پرانی ساڑھی یا دھوتی لے کر اسے اپنے خاص سانپ کو سنگھاتے ہیں اور رات کو مکان کے آس پاس چھپ کر بیٹھ جاتے ہیں اور سانپ کو چھوڑ دیتے ہیں۔سانپ لڑکی کی اتری ہوئی ساڑھی یا دھوتی میں لڑکی کے جسم کی جو بو ہوتی ہے اس بو کے پیچھے پیچھے لڑکی کے گھر جہاں وہ سو رہی ہوتی ہے پہنچ جاتا ہے اور اس کی پنڈلی پر ڈس کر آجاتا ہے۔یہ سانپ اس قسم کا ہوتا ہے کہ اس کے ڈسنے سے آدمی کی موت واقع نہیں ہوتی۔بس ایک غنودگی اور کمزوری سی آدمی پر طاری ہوجاتی ہے۔اس کے بعد یہ لوگ لڑکی کے گھر پہنچ جاتے ہیں اور گھر والوں کو بتاتے ہیں کہ لڑکی پر ناگ دیوتا عاشق ہوگیا ہے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس کو لے کر اس کتھار کے ناگ مندر پہنچو۔جب گھر والے لڑکی کو لے کر کتھار کے ناگ مندر میں پہنچتے ہیں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ سپیرے راستے میں ہی لڑکی کو اغوا کرلیتے ہیں اور اس کے آدمیوں کو سانپ ڈسوا کر مار ڈالتے ہیں۔اگر راستے میں موقع نہ ملے تو ناگ مندر کے پجاری سے مل کر لڑکی کو اغوا کرکے لے جاتے ہیں۔"

سردار جی بڑی دلچسپی سے شانچی سپیرے کی باتیں سن رہے تھے۔میں بھی یہ سوچ کر اب پریشان ہونے لگا تھا کہ کہیں سچ مچ سنتھالی سپیروں نے کاجل کی ماں اور انکل کو سانپوں سے ڈسوا کرہلاک نہ کردیا ہو۔سردار جی نے کہا۔

"اوئے کالو! تم نے بتایا نہیں پھر اس لڑکی کاانجام کیا ہوتا ہے جس کو سپیرے سانپ ڈسوا کر زہریلی بنادیتے ہیں۔"

شانچی سپیرے نے بتایا کہ تین ایک مہینے تک مختلف سانپوں سے ڈسوانے کے بعد لڑکی کا رنگ کالا سیاہ پڑجاتا ہے۔اس کے جسم میں اتنا زہر پھیل جاتا ہے کہ وہ دشمن قبیلے کی جس عورت جس مرد کامنہ یا جسم کا کوئی حصہ چوم لیتی ہے وہ مرجاتا ہے۔اس طرح یہ سپیرے لوگ اس زہریلی لڑکی کے ذریعے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اپنے دشمنوں سے اپنی دشمنیوں کا بدلہ لیتے ہیں۔شانچی سپیرے نے بتایا کہ دوسری طرف دشمن قبیلے کے سپیروں نے بھی اس قسم کی کوئی لڑکی یا آدمی اغوا کرکے اسے زہریلا بنا کرتیار رکھا ہوتا ہے اوران کے دشمن پرحملے بھی جاری ہوجاتے ہیں۔" شانچی بولا۔

"سپیروں کے قبیلوں کی یہ لڑائی اور دشمنیاں پرانے زمانے سے چل رہی ہیں کوئی سال بھر کے اندر سانپوں سے اپنے جسم کو ڈسوانے والی لڑکی کو سانپوں کے زہر کانشہ ہوجاتا ہے۔قبیلے کے سپیرے تو اسے ایک خاص مدت گزر جانے کے بعد ایک خاص اور بے ضرر زہروالے سانپ سے ڈسواتے ہیں مگر زہریلی لڑکی کو سانپ کے زہر کے نشے کی ایسی لت پڑجاتی ہے کہ وہ جنگل اور پہاڑیوں میں نکل جاتی ہے اور ڈھونڈ کر سانپوں سے اپنے آپ کوڈسواتی ہے۔اس کے بعد ایسا ہوتا ہے کہ سانپوں کو بھی اس لڑکی کے زہریلے خون کانشہ چڑھ جاتا ہے۔جنگلی سانپ دور دور سے اس لڑکی کے جسم کی بوپاکر اس کی طرف آتے ہیں اوراس کے جسم سے جونکوں کی طرح چمٹ کر اس کا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

خون چوسنا شروع کردیتے ہیں۔یوں ایک روز زہریلی لڑکی مرجاتی ہے اور سانپ اس کے جسم کا گوشت بھی کھاجاتے ہیں۔"

شانچی سپیرے نے کاجل کی اتنی ڈراؤنی تصویر پیش کی کہ میں نے دل میں طے کرلیا کہ خواہ مجھے سنتھالی قبیلے کے سارے سپیروں کو ہی کیوں نہ قتل کرناپڑے' کاجل کو ان کے چنگل سے ضرور چھڑا کر لاؤں گا۔میرے دل میں ہندوبنگالی لڑکی کاجل سے محبت کاجذبہ کام کررہاتھا۔آگے چل کر مجھے کس قسم کے خوفناک واقعات سے واسطہ پڑنے والا تھا اس سے میں بالکل بے خبر تھا۔

شانچی سپیرے سے میں نے سنتھالی سپیروں کے قبیلے کا سارا محل وقوع دریافت کرلیا۔ان کے رسم ورواج اور پوجا پاٹھ کے طریقوں کے بارے میں بھی ابتدائی معلومات حاصل کرلیں۔اگلے روز صبح صبح میں اپنی خطرناک مہم پر روانہ ہونے لگا تو سردارجی نے بھی مجھے روکنے کی کوشش کی لیکن میں نہ رکااور اللہ کانام لے کرمیں پتوارکھی کی دشوار گزار پہاڑیوں کی طرف چل پڑا۔

جس علاقے سے میں گزر رہاتھا یہ برمااور بنگال کا سرحدی جنگلوں کاپہاڑی اور نیم پہاڑی علاقہ تھا۔شانچی سپیرے نے مجھے سب کچھ سمجھادیاتھا کہ مجھے کہاں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے کہاں تک پیدل سفر کرنا ہوگا۔ کہاں سے میں کشتی میں بیٹھ کر دریا پار کروں گا۔ راستے میں کہاں کہاں پہاڑی گاؤں میرے راستے میں آئیں گے۔ اس نے بتایا تھا کہ اگر میں نقشے کے مطابق چلتا رہا تو

دوسرے دن شام سے ذرا پہلے مجھے سبز رنگ کی تین چٹانیں ساتھ ساتھ کھڑی نظر آئیں گی۔ یہاں سے مجھے بائیں جانب مڑجانا ہوگا۔ آگے ایک برساتی ندی ملے گی۔ اس ندی کے پار پتوارا کھی کی پہاڑیاں شروع ہوجاتی ہیں اور ان ہی پہاڑیوں کی ایک چھوٹی سی وادی میں سنتھالی پیروں کی بستی ہے اور وہیں ایک گنجان درخت کے تنے میں شیش ناگ کا چھوٹا سا مندر بنا ہوا ہے۔

جنگل تو اس سے پہلے میں نے بہت دیکھے تھے مگر جس علاقے سے میں گزر رہا تھا وہ ایک مختلف جنگلی علاقہ تھا۔ سمندر قریب ہونے کی وجہ سے یہاں زمین تھوڑی تھوڑی ریتلی تھی۔ اونچی گھاس کہیں بھی نہیں تھی۔ کہیں کہیں جھاڑیوں کے چھوٹے چھوٹے جھنڈ اگے ہوئے تھے۔ ناریل اور تاڑ کے درخت دور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

قطاروں میں کھڑے تھے۔ کھلا میدانی علاقہ کافی دور تک چلا گیا تھا۔ ایک پگڈنڈی سی بنی ہوئی تھی۔ میں اس پر آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ میری نگاہ پہاڑی چوٹیوں پر تھی۔ یہ پتوارا کھی کی پہاڑیاں تھیں۔ مجھے وہیں پہنچنا تھا۔ ان پہاڑیوں کو سامنے رکھ کر میں سمت درست کرلیتا تھا۔ میں نے پرانی پتلون کے اوپر ٹھنڈی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ جیب میں چاقو تھا۔ دوسری جیب میں ڈبل روٹی کے سلائس تھے جن میں سردار جی نے تلی ہوئی مچھلی کے کچھ ٹکڑے رکھوادیئے تھے۔ میرے سفر اسی طرح شروع ہوتے تھے۔ میں اللہ توکل نکل پڑتا تھا۔ میرے جنگلوں کے تنہا سفر نے مجھ پر ایک بات ضرور ثابت کردی تھی کہ شہروں میں آدمی بھوکا مرسکتا ہے مگر جنگل کسی آدمی کو بھوکا پیاسا نہیں مرنے دیتا۔ بمبئی اور مدراس ایسے شہروں میں اپنی بے یارومددگار آوارہ گردیوں کے زمانے میں میں نے دیکھا تھا کہ اگر مجھے پیاس لگتی تھی تو مجھے پانی ملنا دشوار ہوجاتا تھا۔ دکاندار سوڈاواٹر کی بوتل خریدنے کو کہتا مگر سادہ پانی دینے سے صاف انکار کردیتا تھا۔ یہ بمبئی کا شہر ہی تھا کہ جہاں مجھے دو دن کا فاقہ آگیا تھا۔ بڑے بڑے شہر سنگدل اور بے فیض ہوتے ہیں مگر جنگل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

انسانوں کے ساتھ مہربان ماں ایسا شفقت کا سلوک کرتے ہیں۔پانی کی تلاش میں بعض جنگلوں میں ضرور کچھ دور تک بھٹکناپڑتا ہے مگر کہیں نہ کہیں کوئی ندی یا جھرنا ضرور مل جاتا ہے اور کچھ نہیں تو چاہے گدلاہی سہی مگر بانس کے درختوں میں گھرا ہوا تالاب ہی سامنے آجاتا ہے۔

یقین کریں جنگلوں میں سفر کرتے ہوئے میں شہروں سے زیادہ اپنے آپ کو محفوظ محسوس کرتاتھا۔جنگلی درندوں اور سانپوں کا خطرہ ضرور ہوتا تھا مگر تجربے نے یہ بات بھی ثابت کردی تھی کہ سانپ پر اگر پاؤں پڑجائے تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے حملہ کرتا ہے ویسے آپ قریب سے گزر جائیں تووہ کچھ نہیں کہتا۔بس ذرا سی پھنکار مار کر خبردار ضرور کرتا ہے کہ میری طرف مت آنا۔یہی حال جنگل کے بادشاہ شیر کاہے۔اگر شیر کسی شکار کی حماقت سے آدم خور نہ بن جائے تو وہ آدمی پر کبھی حملہ نہیں کرتا۔بلکہ بعض شکاریوں نے بتایاکہ اگر شیر راستے میں آجائے تووہ خاموشی سے راستہ چھوڑ کر دوسری طرف نکل جاتا ہے۔ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ شیر جنگل میں بھوک سے مارا مارا پھر رہا ہو۔جنگل میں قدرت نے اس کے لیے خوراک کابڑا اعلیٰ انتظام کرر کھا ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اسے بڑی آسانی سے کسی ہرن یا نیل گائے یا جنگلی بھینس کاشکار مل جاتا ہے۔ خود میرے ساتھ ایک بار ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔میں جنگل میں چلا جارہاتھا کہ ایک جگہ سامنے جھاڑیاں آگئیں۔میں نے راستہ تلاش کرنے کی غرض سے جھاڑیوں کو ہٹایا تو سامنے ٹھنڈے ٹھنڈے نرکلوں میں ایک بہت بڑا شیر لیٹا ہانپ رہاتھا۔اس نے ایک دم سے اپنا بھاری شاہانہ سر اوپر اٹھا کرمیری طرف دیکھا۔میں تو دہشت کے مارے وہیں ساکت ہو کررہ گیا۔شیر اسی طرح لیٹا رہا۔صرف گردن جھٹک کر ہلکا ساغرایا۔یہ اس بات کاانتباہ تھا کہ جدھر سے آئے ہو ادھرہی واپس چلے جاؤ او ر آئندہ اس طرف کا رخ نہ کرنا۔میں الٹے قدموں واپس چلا گیا۔شیرنی اگر پورے دنوں سے ہویااس کے بچے پیدا ہوچکے ہوں تو اس کی طبیعت میں غصیلا پن ضرور آجاتا ہے۔اگر کوئی بھولا بھٹکا اناڑی آدمی ان جھاڑیوں میں چلاجائے جہاں شیرنی نے اپنے بچوں کے لیے مارا ہواشکار چھپایا ہوتاہے تو وہ اس پر حملہ کرے گی۔وہ بھی اسے کھانے کے لیے نہیں بلکہ سبق سکھانے کے لیے کہ وہ اس طرف کیوں آگیا تھا۔ صرف ایک آدھ ہاتھ ہی مارے گی۔یہ الگ بات ہے کہ شیرنی کے پنجے میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اتنی طاقت ہوتی ہے کہ آدمی شدید زخمی ہوجاتا ہے یا کبھی کبھی آدمی کی گردن ہی ٹوٹ جاتی ہے۔

لیکن جس جنگلی علاقے میں میں چلا جارہاتھا وہاں شیر کی موجودگی کا زیادہ امکان نہیں تھا۔البتہ ہاتھی یہاں بہت تھے۔کئی بار ہاتھیوں کا غول میرے آگے سے گزر گیا۔میں دوڑ کر درخت پرچڑھ گیا۔اسی طرح میرا سفر جاری رہا۔راستے میں جنگلی لوگوں کا ایک گاؤں بھی آیا۔انہوں نے مجھے ابلے ہوئے چاولوں اور کچے کیلوں کا سالن کھلایا۔یہ لوگ بنگالی کم اور اراکانی زیادہ لگتے تھے۔نہ وہ میری زبان سمجھتے تھے نہ میں ان کی زبان سمجھتا تھا مگر انسان ہونے کے ناتے ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔راستے میں ایک دریا بھی آیا۔یہ دریا میں نے ایک ملاح کی کشتی میں بیٹھ کر پار کیا۔رات ہونے لگی تو میں رات بسر کرنے کے لیے کوئی ٹھکانا تلاش کرنے لگا۔سانپوں کی وجہ سے میں کسی درخت پر رات بسر کرتے ہوئے گھبرارہاتھا۔درخت بھی زیادہ تر ناریل ‘تاڑ اور بانس اور جنگلی کیلے کے تھے جن پر چڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔کوئی گاؤں بھی دکھائی نہیں دے رہاتھا۔بس ایک پہاڑی کی کھوہ میں کچھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سو کر اور زیادہ جاگ کر میں نے کسی نہ کسی طرح رات بسر کی۔صبح کی روشنی ہوتے ہی میں اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

قصہ مختصر میں آخر ان تین چٹانوں کے پاس پہنچ گیا جن پر سبز رنگ کی کائی لگی ہوئی تھی۔یہ زنگار کی سبز گہری تہہ تھی۔یہی وہ تین سبز چٹانیں تھیں جن کے بارے میں شانچی سپیرے نے بتایا تھا کہ وہاں سے مجھے بائیں طرف مڑنا ہوگا۔آگے ایک ندی آئے گی۔ندی کے پار پتوارا کھی کی پہاڑیاں شروع ہوجائیں گی۔

میں سبز چٹانوں کی بائیں جانب مڑا تو آگے واقعی ایک ندی بہہ رہی تھی۔یہ ندی ہمارے پنجاب کی نہروں ایسی ندی نہیں تھی۔یہ پہاڑی ندی تھی جو چھوٹے بڑے پتھروں کے درمیان سے اور اوپر سے گزر رہی تھی۔اس کا پانی تھوڑا گدلا تھا۔جنوب مشرقی ایشیا کے جنگلوں اور پہاڑیوں میں عام طو رپر اسی قسم کی گدلے پانیوں والی ندیاں بہتی ہیں۔ہاں اگر کہیں اوپر سے آبشار گر رہی ہو تو اس کا پانی ضرور شفاف ہوتا ہے۔ندی کے پتھروں پر پاؤں رکھتا میں ندی کے دوسرے کنارے پر چلا گیا۔یہاں سے سامنے کی جانب دیکھا تو ڈوبتے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سورج کی ملگجی روشنی میں پہاڑیوں کی چوٹیاں روشن روشن نظر آرہی تھیں۔یہی پتوارا کھی کی پہاڑیاں تھیں اور یہی میری منزل تھی۔

شام ہو رہی تھی تھوڑی دیر میں رات کا اندھیرا پھیلنے والا تھا۔میں نے رات وہیں کسی جگہ بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔ندی میں نہایا' اپنے کپڑے دھوئے' فلیٹ کے کینوس کے جوتے اچھی طرح سے دھو کر صاف کیے۔موسم حبس آلود تھا۔بارش بالکل نہیں ہوئی تھی۔آسمان پر کہیں کہیں بادلوں کے ٹکڑے چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔جب تک میں ان چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں میں داخل نہیں ہوا تھا مجھے سمت کا پور اپورا اندازہ تھا۔جیسے ہی میں ان پہاڑیوں کے اندر آیا مجھے کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ میں کس طرف جارہا ہوں۔یہاں کافی درخت تھے۔جھاڑیاں اور گھاس بھی تھی۔ایک جگہ ہاتھیوں سے آمنا سامنا ہوا تو میں ان سے بچنے کی خاطر دوسری طرف کو نکل گیا۔اوپر سے شام ہو رہی تھی۔ پہاڑی جنگل میں اندھیرا چھارہا تھا۔ایک چھوٹی پہاڑی ختم ہوتی تو دوسری شروع ہوجاتی۔مجھے شانچی سپیرے نے اس بات کی خاص طو رپر تاکید کی تھی کہ کسی پہاڑی کے اوپر مت چڑھنا۔کیونکہ سنتھالی سپیروں کی بستی پہاڑیوں کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

درمیان کسی جگہ کھلی وادی میں ہے۔جب مجھے احساس ہونے لگا کہ میں ان ٹیلوں کی بھول بھلیوں میں الجھتا جارہا ہوں تو میں وہیں ایک جگہ رک کر ایک درخت کے پاس کھڑا ہو گیا۔

یہاں اتنی گہری خاموشی تھی کہ ایسی خاموشی میں نے شام کے وقت کسی جنگل میں نہیں دیکھی تھی۔حیرانی کی بات تھی کہ کسی درخت پر کوئی پرندہ تک نہیں بول رہا تھا۔حالانکہ شام کے وقت جنگل میں پرندے بسیرا کرنے آتے ہیں اور بڑا شور مچاتے ہیں۔میں جس مقام پر کھڑا تھا وہاں سے پہاڑی ایک طرف گھوم جاتی تھی۔اس کا نشیب بالکل عمودی تھا۔میں بڑی احتیاط کے ساتھ قدم قدم چلتا پہاڑی کی دوسری طرف آگیا۔یہاں شام کے گہرے ہوتے اندھیرے میں مجھے ایک جھونپڑ اسا دکھائی دیا۔میں یہ سوچ کر اس کی طرف بڑھا کہ شاید یہاں کوئی جنگلی دیہاتی رہتا ہو۔اس سے یہ پوچھنے کی کوشش کروں گا کہ سپیروں کی بستی یہاں سے کس طرف ہے۔میں جھونپڑے سے ابھی دور تھا کہ مجھے ایک باریک سیٹی کی آواز سنائی دی۔سیٹی کی اس آواز سے میرے کان آشنا تھے۔یہ سانپ کی سیٹی کی آواز تھی۔مجھے ایک سپیرے نے ست پڑا کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جنگلوں میں بتایا تھا کہ برسات کے دنوں میں سانپ اپنی ناگن کو بلانے کے لیے یہ آواز نکالتا ہے۔میں ایک لمحے کے لیے وہیں چپ چاپ بے حس وحرکت کھڑا رہا۔دوسری تیسری بار جب سانپ کی سیٹی کی آواز آئی تو میں نے محسوس کیا کہ آواز میری دائیں جانب سے آرہی تھی۔میں دبے پاؤں چلتا بائیں جانب نکل گیا۔میں نراور مادہ سانپوں کے ملاپ کے مقام سے دور نکل جانا چاہتا تھا۔

اتنے میں خدا جانے کہاں سے بادل آئے اور آسمان پر چھاگئے۔بادلوں میں بجلی چمکی۔گرج بلند ہوئی اور ایک دم سے موسلادھار بارش شروع ہوگئی۔بارانی جنگلوں میں میں نے اس طرح یکدم موسلادھار بارش ہوتے پہلے بھی کئی بار دیکھی تھی۔بالکل ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے بٹن دبایا اور موسلادھار بارش برسنے لگی ہو۔میرے سامنے اس وقت بارش سے بچنے کے لیے وہ جھونپڑا ہی تھا جس کو دیکھ کر اس طرف آگیا تھا۔جھونپڑا زمین سے کوئی دو تین فٹ اونچا تھا جیسا کہ عام طور پر ان علاقوں میں جھونپڑے زمین سے دو تین فٹ اونچی مچان پربنائے جاتے ہیں تاکہ بارشوں میں سیلاب کا پانی جھونپڑے میں نہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آسکے۔کیونکہ ان علاقوں میں دو ایک مہینوں کو چھوڑ کر تقریباً سارا سال ہی بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔یہ جھونپڑا ایک چھوٹے سے کیبن کی شکل کا تھا۔اس کی دیواریں بانس جوڑ کر بنائی گئی تھیں۔چھت ناریل کی شاخوں ،ٹہنیوں کی ڈھلواں تھی اور آگے چھوٹا سا برآمدہ بھی تھا۔یہ کسی دیہاتی کا جھونپڑا نہیں لگتا تھا۔ہوسکتا ہے کسی وقت یہاں لکڑی کی کٹائی کا کام ہوتا ہواور ٹھیکیدار کے آدمیوں نے اپنے رہنے کے لیے یہ کیبن بنالیا ہو۔

کیبن کے برآمدے میں ایک اسٹول پڑا تھا۔اس کا دروازہ کھلا تھا۔اندراندھیرا تھا۔مگر یہ گہری ہوتی شام کا اندھیرا تھا۔اس اندھیرے میں مجھے تھوڑا تھوڑا دکھائی دے رہا تھا۔کیبن کے فرش پر درختوں کے پتے بکھرے ہوئے تھے۔اس کے علاوہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔میں باہر برآمدے میں آکر اسٹول پر بیٹھ گیا۔بارش بڑے زور سے ہو رہی تھی۔اس کی پھواریں برآمدے میں میرے اوپر بھی پڑرہی تھیں۔میں نے اسٹول کو ذرا پیچھے کرلیا۔بارش کی آواز ایسی تھی جیسے کوئی بہت بڑی آبشار پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گر رہی ہو۔دیکھتے دیکھتے رات کااندھیرا چھاگیا۔پہلے مجھے سامنے اور دائیں بائیں اونچے اونچے درخت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نظر آرہے تھے۔اب صرف بجلی چمکتی تووہ دم بھر کے لیے نظر آکر غائب ہوجاتے۔میرے پاس کھانے پینے کو اب کچھ بھی نہیں تھا۔ان پہاڑیوں میں داخل ہونے سے پہلے میں نے کچھ جنگلی کیلے توڑ کر کھالیے تھے اور ندی کے پانی سے پیاس بھی بجھالی تھی۔مجھے اس وقت بھوک پیاس بھی نہیں تھی۔

بارانی گھنے جنگلوں کی ایک خاص دہشت ہوتی ہے۔شہر کا آدمی نیا نیا ایسے جنگلوں میں سفر کررہا ہو اور رات آجائے تو خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگتا ہے۔شروع شروع میں مجھ پر بھی یہ دہشت طاری ہوجایا کرتی تھی لیکن وقت اور تجربے کے ساتھ ساتھ یہ دہشت دور ہوگئی اور مجھے ان جنگلوں کا تجربہ بھی ہوگیا تھا۔میں جنگل کی مختلف آوازیں پہچاننے لگا تھا۔درندوں، پرندوں اور دوسرے جنگلی جانوروں کی آوازوں کے علاوہ جنگل کی ایک اپنی آواز بھی ہوتی ہے۔یہ آواز عام طور پراس وقت سنائی دیتی ہے جب رات کا وقت ہو۔ہوابالکل بند

ہو۔ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی ہو۔ایسے میں اس قسم کی آواز اچانک سنائی دیتی ہے جیسے کوئی شخص آپ کے قریب سے سرگوشیوں میں بات کرتا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گزر گیا ہو۔ایک جنگلی نے مجھے بتایاتھا کہ جنگل میں رات کے وقت بعض پودے بڑی تیزی سے ایک دم بڑھتے ہیں اور یہ آواز ان پودوں کی کسی شاخ کے بڑھنے کی ہوتی ہے۔ایک دوسرے شخص نے مجھے اس سے زیادہ رومانٹک بات بیان کی تھی۔اس نے کہا تھا کہ آدھی رات کے بعد اگر ہوا اچانک بند ہوجائے تو جنگل کے بعض درخت ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں۔یہ سرگوشیوں ایسی آواز ان درختوں کے بات کرنے کی ہوتی ہے۔بہرحال حقیقت جو کچھ بھی ہو میرے دل سے جنگل کی راتوں کی دہشت اور ان کا ڈر بالکل اتر چکاتھا۔اگر کوئی ڈر ہوتاتھا تو صرف جنگلی درندوں اور سانپوں کا ڈر ہوتاتھا کہ کسی طرف سے اچانک نکل کر حملہ نہ کردیں۔اس وقت بھی جبکہ میں بانس کے جھونپڑانما کیبن کے برآمدے میں بیٹھا تھا تومجھے اس سانپ کا ڈر لگا ہواتھا جس کی سیٹی کی آواز سن کر میں یہاں آگیاتھا۔ڈر یہی تھا کہ کہیں وہ سانپ اپنی مادہ کو لے کر بارش سے بچنے کے لیے اس کیبن میں نہ آجائے۔ کیوں کہ بارش اتنے زور وشور سے ہو رہی تھی کہ لگتاتھا درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ کر بہالے جائے گی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں اسٹول پر بیٹھے بیٹھے تھک گیا تو اٹھ کر برآمدے میں بانس کی جو ریلنگ لگی تھی اس کے پاس آگیا۔یہاں بارش کی پھوار میرے منہ پر پڑی تو مجھے جنگل کی گرمی اور حبس والی شام کے بعد یہ ٹھنڈی ٹھنڈی پھوار بڑی خوشگوار لگی۔بارش کا پانی بڑے شور کے ساتھ کیبن کی مچان کے نیچے سے گزر رہا تھا۔ اندھیرے میں مجھے یہ سیلابی پانی نظر نہیں آرہا تھا۔مگر اس کی آواز بارش کی آواز سے الگ سنائی دے رہی تھی۔مجھے خیال آیا کہ کہیں یہ کیبن بھی بارش کے سیلاب میں نہ بہہ جائے۔مگر پانی مچان کے نیچے سے گزر رہا تھا۔ابھی کوئی خطرہ نہیں تھا۔میں نے سوچا کہ برآمدے کے لکڑی کے فرش پر لیٹ کر تھکان دور کرنی چاہیے لیکن سانپوں کے جوڑے کے خوف سے میں نے یہ خیال دل سے نکال دیا۔میں واپس اسٹول پر آکر بیٹھ گیا۔کچھ دیر بعد موسلادھار بارش کا زور ٹوٹ گیا۔بارش کی آواز بھی ہلکی ہوگئی۔کوئی ایک منٹ بعد بارش بالکل رک گئی۔یہ تماشا میں جنگلوں میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔بارش ایک دم شروع ہوتی اور پھر جب رکتی تو ایسے رکتی کہ بادلوں میں سے ایک بوند بھی نیچے نہ گرتی تھی۔درخت ضرور بارش کے بعد ٹپکتے رہتے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بارش کی آواز کے علاوہ مجھے بارش رکنے کے بعد درختوں کے ٹپکنے کی آواز بھی بڑی اچھی لگتی تھی۔چنانچہ اس وقت بھی جب کہ بارش یکدم رک گئی تھی درختوں پر بارش کا رکا ہوا پانی ٹپکنے لگا تھا اور میں اس آواز کو بڑے شوق سے سن رہا تھا۔بارش کا سیلابی پانی کا ریلا جو مچان کے نیچے سے بہہ رہا تھا اب اس کی آواز بھی بہت ہلکی ہوگئی تھی۔

اتنے میں مجھے ایک اور آواز سنائی دی جو ان آوازوں سے بالکل مختلف تھی۔ اس الگ آواز کو کوئی ماہر شکاری کوئی جنگل کا باسی یا میں ہی محسوس کرسکتا تھا۔میں جلدی سے اسٹول سے اٹھا اور کیبن کی دیوار کی اوٹ میں ہوگیا۔میں برآمدے میں کونے میں تھا جہاں سے کیبن کی دیوار کے ساتھ نیچے اترنے کے لیے جگہ بنی ہوئی تھی۔میں دیوار کے کونے کے پاس بیٹھ گیا اور اندھیرے میں ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔مجھے درختوں کے ٹپکنے اور مچان کے نیچے سے برساتی پانی کے ریلے کے گزرنے کی آوازوں کے علاوہ جو آواز سنائی دی تھی اور جس نے مجھے چوکنا کردیا تھا وہ آواز بارش کے پانی میں انسانی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

قدموں کی آواز تھی۔کوئی شخص درختوں کے نیچے سے گزر کر کیبن کی طرف آرہا تھا۔

یہ خاص آواز مجھے کیبن کی طرف آتی سنائی دی تھی۔مجھے جنگل کی تاریک راتوں کا اندھیرا اب گہرا سیاہ نہیں بلکہ کاسنی رنگ کا لگتا تھا۔ایسے اندھیرے میں میری آنکھیں بہت کچھ دیکھ لیتی تھیں۔مجھے اندھیرے میں ایک انسانی سایہ کیبن کی طرف بڑھتا نظر آیا۔میں ناک کی بجائے منہ سے سانس لینے لگا تاکہ میرے سانس کی آواز پیدا نہ ہو۔

پراسرار سایہ کیبن کی سیڑھیاں چڑھ کر برآمدے سے گزرتا ہوا کیبن کے اندر داخل ہوگیا۔میں جہاں بیٹھا تھا وہیں دبک کر بیٹھا رہا۔بانس کی دیوار میرے ساتھ ہی لگی تھی۔بانسوں کے درمیان جو درزیں ہوتی ہیں میں نے ان کے ساتھ آنکھیں لگا دیں مگر کیبن کے اندر گھپ اندھیرا تھا مجھے کچھ نظر نہیں آرہاتھا۔جب یہ انسانی سایہ کیبن کے اندر داخل ہواتھا تو مجھے کچھ ایسا نظر آیا تھا جیسے اس شخص کے ہاتھ میں لمبی رسی ہے جسے وہ بار بار جھٹک رہاتھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میری آنکھیں بانسوں کی دیوار کی ایک درز پر لگی تھیں کہ اچانک کیبن میں روشنی ہوگئی۔پراسرار انسان نے ایک دیا روشن کرکے فرش پر رکھ دیاتھا۔

میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ انسانی سایہ ایک عورت تھی جب وہ جلتا ہوا دیا فرش پر رکھ رہی تھی تو اس کے سر کے بال نیچے لٹک رہے تھے۔پھراس نے بالوں کو جھٹک کر پیچھے کیا اور جلتے ہوئے دیے کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔اچانک اس نے بائیں ہاتھ کو اوپر کیا۔اس کے ہاتھ میں ایک کالا سانپ تھا جس چیز کو میں رسی سمجھ رہاتھا وہ سانپ تھا۔اس عورت نے جو دبلی پتلی تھی اور جس کے جسم پر مجھے صرف ایک ساڑھی نما دھوتی ہی دکھائی دے رہی تھی سانپ کو گردن سے پکڑ رکھا تھا۔میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس عورت نے اپنا دایاں بازو آگے کیا۔سانپ کے منہ کو اپنے بازو کے قریب لے گئی۔ سانپ نے وہاں بھی ڈس دیا میرے دیکھتے ہی دیکھتے سانپ نے عورت کے جسم کے مختلف حصوں پر چارپانچ مرتبہ ڈسا۔ہر بار عورت کے حلق سے ہلکی سی آہ نکل جاتی تھی۔اس کے بعد اس عورت نے اپنی زبان باہر نکالی۔سانپ کے منہ کو اپنی زبان کے پاس لے گئی۔سانپ نے اس کی زبان پر بھی ڈس دیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

عورت نے زبان اندر کرلی۔ مستی کے عالم میں ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا جو مجھے بالکل کسی بچے کے معصوم قہقہے جیسا لگا۔ پھرایک دم سے اس نے سانپ کی گردن پر زور سے کاٹا۔سانپ کو دم

سے پکڑ کر جھٹکے دیتی ہوئی اٹھی۔دروازے سے باہر برآمدے میں آئی۔میں نے چہرہ دیوار کی اوٹ میں کرلیا۔س عورت نے برآمدے میں کھڑے ہو کر زور سے سانپ کو جھاڑیوں میں اچھال دیا۔کھلے دروازے میں سے آتی دیئے کی مدھم روشنی میں مجھے وہ عورت کسی دوسری دنیا کی مخلوق لگ رہی تھی۔اس نے دونوں بازو اوپر اٹھائے۔سر کے کھلے بالوں کو حال کھیلنے کے انداز میں تین چار مرتبہ آگے پیچھے جھٹکے دیئے اور پھر جیسے نشے میں جھومتی ہوئی واپس کیبن کے اندر چلی گئی۔میں ایک بار پھر بانسوں کی درمیانی درز میں سے اندر دیکھنے لگا۔

وہ فرش پر جلتے دیئے کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی وہ آہستہ آہستہ دائیں بائیں جھوم رہی تھی۔دیئے کی روشنی اس کے چہرے پر پڑرہی تھی۔اس کے جسم کا رنگ بالکل سیاہ تھا۔اچانک مجھے سنتھالی سپیروں کے قبیلے کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

زہریلی عورتوں کا خیال آگیا جن کے بارے میں شانچی سپیرے نے رونگٹے کھڑے کردینے والی باتیں بیان کی تھیں۔میں نے غور سے آنکھیں درز کے قریب کرکے اسے دیکھا۔اور خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ لڑکی کلکتے کی بنگالی لڑکی کاجل نہیں تھی جس کی تلاش میں میں جان پر کھیل کر وہاں آیا تھا۔ایک خیال بجلی کی طرح میرے ذہن میں لہرا گیا۔

یہ عورت اگر واقعی سنتھالی سپیروں کی زہریلی لڑکی تھی جسے اپنا مطلب نکل جانے اور لڑکی کے بیکار ہوجانے کے بعد سنتھالی سپیروں نے مرنے کے لیے جنگل میں چھوڑ دیا تھا یا وہ خود ہی سانپوں کوڈسوانے کی خاطر جنگل میں نکل آئی تھی تو ہوسکتا ہی اسے بنگالی لڑکی کاجل کے بارے میں کچھ پتا ہواور اس سے مجھے کاجل کا سراغ مل جائے۔مجھے اتنا اطمینان تھا کہ اس عورت کے پاس اب کوئی سانپ وغیرہ نہیں ہے۔اگر خطرہ تھا تو صرف اس بات کاتھا کہ کہیں یہ مجھ پرحملہ نہ کردے۔کیونکہ شانچی سپیرے نے بتایاتھا کہ سانپوں سے بار بار ڈسوانے کے بعد ایک وقت ایسا آتا ہے کہ لڑکی کے سارے جسم میں سانپ کا زہر سرایت کرجاتا ہے۔اس کا رنگ گہرا سیاہ پڑجاتا ہے اور پھر کاٹنا تو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دور کی بات ہے اگر وہ صرف کسی کا منہ چوم لے تو وہ شخص اس کے زہر کے اثر سے مرجاتا ہے۔یہ سارے امکانات اور خدشے اور خطرے میرے ذہن میں تھے۔جب میں سوچ رہا تھا کہ مجھے اس زہریلی لڑکی کے سامنے جانا چاہیے یا نہیں۔وہ جلتے ہوئے دیئے کے سامنے فرش پر بیٹھی آہستہ آہستہ جھوم رہی تھی۔موسلادھار بارش کے بعد جنگل پر ڈراؤنا سناٹا چھا گیا تھا۔اس سناٹے میں صرف درختوں کے ٹپکنے کی آواز آرہی تھی۔بارش کا پانی جو مچان کے نیچے نشیب میں بہہ رہا تھا اس کی آواز بھی مدھم پڑ گئی تھی۔

اس لڑکی کی شکل شباہت سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہندوستان کی ہی رہنے والی ہے۔برما کی رہنے والی نہیں چنانچہ وہ اردو میں نہ سہی مگر ٹوٹی پھوٹی ہندوستانی میں مجھ سے ضرور بات کرلے گی اور میری بات سمجھ لے گی۔اب میں اس زہریلی لڑکی کے سامنے جانے کے لیے تیار تھا۔میں آہستہ آہستہ سے اٹھا اور کیبن کی دیوار کے ساتھ ساتھ دبے پاؤں چلتا دروازے کی طرف بڑھا۔ برآمدے میں اندھیرا تھا۔میرے پاؤں میں کینوس کے اس زمانے کے فلیٹ شوز تھے جن کی آواز پیدا نہیں ہوتی تھی۔دروازہ کھلا تھا۔اندر سے دیئے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کی دھندلی سی روشنی باہر آرہی تھی۔میں نے سر آگے کرکے اندر دیکھا۔ زہریلی لڑکی نے گردن گھما کر دروازے کیطرف دیکھا۔میں اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔لڑکی چیخ مار کر اٹھی اور مجھے کاٹنے کے لیے اس نے مجھ پر حملہ کردیا۔میں نے اس کی کلائیوں کو پکڑ کر اوپر کردیا تاکہ وہ مجھے اپنے ناخن بھی نہ مارسکے۔زہریلی لڑکی کے حلق سے چیخ کی ایسی ہیبت ناک آواز نکلی کہ سارا جنگل لرز گیا۔

میں نے زہریلی لڑکی کو دھکا دے کر نیچے گرادیا اور جیب سے چاقو نکال کر کھول لیا۔زہریلی لڑکی ہاتھ جوڑ کر کانپنے لگی۔اس نے بنگلہ اردو کی ملی جلی زبان میں کہا کہ مجھے نہ مارنا میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی۔کھلا چاقو میرے ہاتھ میں تھا اور میں اس کے سر پر کھڑا تھا۔دیئے کی روشنی میں میرا سایہ بھوت کی طرح دیوار پر پڑ رہا تھا۔میں نے اس سے پوچھا۔

”تم کون ہو؟ میں نے تمہیں اپنے آپ کو سانپ سے ڈسواتے دیکھ لیا ہے۔ کیا تم سنتھالی سپیروں کی عورت ہو؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

حالانکہ میں جان گیا تھا کہ یہ لڑکی سنتھالی سپیروں کے ظلم وستم کی ستائی ہوئی لڑکی ہے مگر میں اس کی زبان سے اس کی کہانی سننا چاہتا تھا۔زہریلی لڑکی بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔وہ سخت ڈری ہوئی تھی۔سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

”میں ایک بدقسمت عورت ہوں۔چاقو ہٹالو پھر تمہیں سب کچھ بتاتی ہوں۔“

میں نے چاقو بند کرکے جیب میں ڈال لیا۔لڑکی ساڑھی سے اپنے سیاہ بدن کو ڈھانپتے ہوئے سنبھل کر بیٹھ گئی۔میں بھی اس سے تین چار فٹ کے فاصلے پر بیٹھ گیا۔میں نے کہا۔

”اب بتاؤ تم کون ہو اور اس جنگل میں کیسے آگئی ہو۔تمہاری زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ تم بنگال کے کسی شہر کی رہنے والی ہو۔“

زہریلی لڑکی اپنے بالوں کو پیچھے باندھتے ہوئے بولی۔

”میرا نام پاروتی ہے۔میں کلکتے کے پاس ایک قصبے درگاپور میں اپنے ماتاپتا کے گھر میں رہتی تھی اور اسکول میں ٹیچر تھی۔ایک روز ہمارے محلے میں ایک سنتھالی سپیرا آیا۔وہ سانپوں کا تماشا دکھاتا تھا۔اس نے مجھے گھور کر دیکھا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور کہا کہ تم پرناگ دیوتا مہربان ہوگئے ہیں۔تم بڑی بھاگیہ وتی ہو۔یہ سپیرا ہمارے گھر آکر میرے ماتا پتاجی سے بھی ملااور انہیں بھی بتایا کہ

ناگ دیوتا نے مجھے پسند کرلیا ہے۔میرے ماتا پتا پڑھے لکھے ہونے کے باوجود سخت توہم پرست تھے۔انہوں نے سنتھالی سپیرے کی بڑی آؤ بھگت کی اور کہا کہ ناگ دیوتا سے کہہ کرہماری بیٹی کی کسی اچھی جگہ شادی کرادو۔

سنتھالی سپیرے نے کہا کہ لڑکی کو درگاپور کے ناگ مندر میں لے جاکر پرارتھنا کرانی ہوگی۔وہ مجھے ناگ مندر میں لے گیا۔میرے ماتاپتا بھی ساتھ تھے۔سپیرے نے انہیں مندر کی ڈیوڑھی میں بٹھادیااور مجھے ایک کوٹھڑی میں لے جاکر کوئی چیز سنگھائی جس سے میں بے ہوش ہوگئی۔ہوش آیا تو میں ایک بیل گاڑی میں بیٹھی تھی۔میرے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ایک سنتھالی سپیرااور دو عورتیں میرے پاس بیٹھی میری نگرانی کررہی تھیں۔بیل گاڑی ایک جنگل سے گزر رہی تھی میں بہت روئی۔بہت چیخی چلائی۔ان لوگوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے مجھے زبردستی کوئی چیز سنگھا کر دوبارہ بے ہوش کردیا۔یہ سنتھالی سپیرے تھے۔یہ مجھے اپنے ڈیرے پر لے آئے جو اس جنگل میں پتوارا کھی کی پہاڑیوں میں ہے۔یہاں لاکر انہوں نے مجھے نشے پر لگادیا۔پہلے وہ مجھے کچھ پلاتے تھے پھر ہر ہفتے ایک سانپ سے مجھے ڈسواتے۔ہوتے ہوتے میں بھی نشے کی عادی بن گئی۔دن میں دوبار مجھے سانپ سے ڈسوانے لگے۔پھر میری ایسی حالت ہوگئی کہ میں رو رو کر ہاتھ جوڑ کر انہیں کہتی کہ مجھے سانپ سے ڈسواؤ۔مجھے سانپ سے ڈسوا کروہ مجھ سے ہر قسم کی مشقت لیتے تھے مگر مجھے کوئی ہوش نہیں ہوتا تھا۔اسی طرح تین برس بیت گئے۔میرا سار اجسم سانپوں کے زہر سے سیاہ پڑ گیا۔میرے جسم پر سانپوں کے کاٹے کے بے شمار نشان پڑ گئے۔ میرا خون زہر بن گیا۔تب ان سپیروں نے مجھے ڈیرے سے نکال کر جنگل میں پھینک دیا۔اب میں دن رات اس جنگل میں بھٹکتی پھرتی ہوں اور سانپوں کو تلاش کرتی رہتی ہوں۔جہاں کہیں کوئی سانپ نظر آتا ہے وہیں اس کو پکڑ لیتی ہوں۔پہلی بار وہ مجھے خود ڈستا ہے دوسری بار میں خود اسے ڈسواتی ہوں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دن میں دس دس بارہ بارہ سانپ مجھے ڈستے ہیں۔مجھے بھوک زیادہ لگے تو میں سانپ کو ہی کھاجاتی ہوں...“

وہ اپنی درد ناک کہانی سناتے سناتے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔مجھے اس پر بے حد ترس آیا۔مگر معاملہ حد سے گزر چکا تھا۔اب میں اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتا تھا پھر بھی میں نے ازراہ ہمدردی اس سے کہا۔

”اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمہارے ماں باپ کے پاس پہنچا دوں؟“

لڑکی روتے روتے چپ ہوگئی۔ساڑھی کے پلو سے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔

”اب میں گھر جانے کے لائق نہیں رہی میں ایک ایسی ناگن بن گئی ہوں جو دوسری ناگنوں اور سانپوں کو کھا کر زندہ رہ رہی ہے۔میں واپس انسانوں کی دنیا میں نہیں جاسکتی۔“

اور وہ لڑکی سسکیاں بھر کر رونے لگی۔میں بھی خاموش بیٹھا رہا۔میں اسے کیا تسلی دیتا؟ وہ سچ کہہ رہی تھی۔وہ انسانوں کی دنیا میں جانے کے قابل نہیں رہی تھی۔وہ سر سے پاؤں تک زہریلی ناگن بن گئی تھی اور اسے کچھ روز بعد انہی جنگلوں میں اپنے ہی زہر سے مرجانا تھا۔شانچی سپیرے نے مجھے بتایا تھا کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایسی زہریلی عورتوں کی پھر یہ حالت ہوجاتی ہے کہ ان پر سانپ کے زہر کا بھی نشہ نہیں ہوتا۔ پھر وہ بچھوؤں سے ڈسوانے لگتی ہیں۔ تب ان کے خون میں اتنا زہر بھرجاتا ہے کہ ان کا جسم اچانک پھٹ جاتا ہے اوروہ مرجاتی ہیں۔

رونے سے اس لڑکی کے دل کاغبار کچھ ہلکا ہوا تو اس نے مجھ سے پوچھا۔

”تم کون ہو؟ تم بھی اپنی بھاشا سے ادھر کے آدمی نہیں لگتے۔ ان جنگلوں میں کیسے آئے ہو؟ کیا تم کوئی شکاری ہو؟“

اب میں نے اسے ساری کہانی بیان کردی اوراسے کہا کہ میں کلکتے کی بنگالی لڑکی کاجل کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔ زہریلی لڑکی نے میری بات سن کر کہا۔

”کچھ دن ہوئے سنتھالی سپیرے ایک بنگالی لڑکی کو پکڑ کر لائے تھے۔ دو راتیں اسے برگد کے درخت والے ناگ دیوتا کے مندر کی کوٹھڑی میں بند رکھا۔ پھراسے اراکان کے بڑے ڈاک بنگلے کی طرف لے گئے تھے۔ وہ لڑکی کاجل ہی ہوگی۔“

جب میں نے اسے کاجل کا حلیہ بتایا تووہ کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہاں‘ اس لڑکی کا یہی حلیہ تھا۔ مگر اس کے ماتا پتا اس کے ساتھ نہیں تھے۔“

میں نے اس سے پوچھا۔

”یہ اراکان کابڑا ڈاک بنگلہ کہاں ہے اور وہاں کون رہتا ہے۔ سنتھالی سپیرے کاجل کو وہاں کس لیے لے گئے ہیں؟“

زہریلی لڑکی نے حلق سے سانپ کی پھنکار ایسی آواز نکالی۔ کہنے لگی۔

”سنتھالی سپیروں نے مجھ پر بھی بڑے ظلم کیے ہیں۔ اراکان کے ڈاک بنگلے میں بھی اس لڑکی پر ظلم وتشدد کیاجائے گا۔“

میں نے پوچھا یہ ڈاک بنگلہ یہاں سے کتنی دور ہے۔ وہ بولی۔

”تم اتنی دور کلکتہ شہر سے اس لڑکی کی تلاش میں آئے ہو۔ کیا تم اس سے پریم کرتے ہو؟“

میں نے یونہی کہہ دیا۔

”یہی سمجھ لو کہ میں اس سے پریم کرتا ہوں۔“

زہریلی لڑکی سرجھکا کرفرش پر جلتے چراغ کی لو کو تکنے لگی۔ پھرچہرہ اٹھا کر میری طرف دیکھااور کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں تمہیں خود لے کر ڈاک بنگلے جاؤں گی۔وہ پہاڑیوں میں ایسی جگہ پر ہے جہاں تم اسے تلاش نہیں کرسکوگے۔میں وہاں تین بار جاچکی ہوں۔“

میں نے کہا۔”تم اتناخطرناک پہاڑی راستہ میرے ساتھ کیسے چلوگی؟ تمہارے تو پاؤں میں جوتا بھی نہیں ہے؟“

زہریلی لڑکی مسکرائی ،کہنے لگی۔

”میرے پاؤں انہی جنگلوں میں پھرتے پھرتے پتھر کے مافق سخت ہوگئے ہیں۔تم میری فکر نہ کرو۔میرا تمہارے ساتھ جانا ضروری ہے۔تم اکیلے گئے تو پہاڑیوں میں بھٹک جاؤگے۔“

میں نے سوچا کہ اگر یہ میرے ساتھ چلنے پر ضد کررہی ہے تو اس میں میرا ہی فائدہ ہے۔کم از کم یہ مجھے صحیح جگہ پر تو پہنچادے گی۔میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے پاروتی! تم میرے ساتھ چلوگی۔“

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔کیبن کے دروازے کی طرف بڑھی اور کہا۔

”تم یہیں رہنا۔میں صبح کو آؤں گی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ چلی گئی۔کیبن کے فرش پر دیاجل رہاتھا۔رات کافی باقی تھی۔میں وہیں لکڑی کے فرش پر لیٹ گیا۔بارش میں بھیگے ہوئے جنگل میں گہری خاموشی طاری تھی کسی پتے کے ہلنے کی بھی آواز نہیں آرہی تھی۔میں کاجل کے بارے میں سوچنے لگا کہ خدا کرے وہ مجھے اراکان کے ڈاک بنگلے میں مل جائے۔یہی سوچتے سوچتے مجھے نیند آگئی۔

صبح آنکھ کھلی تو کوئی میرے اوپر جھکا ہوا مجھے بازو سے ہلا کر جگارہاتھا۔میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔یہ زہریلی لڑکی پاروتی تھی وہ میرے لیے دوچار جنگلی کیلے اور اناس لائی تھی۔کہنے لگی۔

”یہ کھالو۔پھرہم چلیں گے۔“

میں نے چاقو سے اناس چھیل کر کھایا اور تین کیلے کھائے۔پاروتی سے پوچھا کہ اس نے بھی کچھ کھایا ہے کہ نہیں۔وہ بڑے پراسرار انداز میں بولی۔

”میں جو کھاتی ہوں وہ میں نے کھالیا ہے تم اب میرے ساتھ یہاں سے نکل چلو۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ مجھے اپنے ساتھ لے کر پہاڑی سفر پر چل پڑی۔وہ سارے پہاڑی راستوں کو جانتی تھی۔رات بھر کی بارش کی وجہ سے گھاس گیلی ہو رہی تھی۔بانس کے درختوں پر سے بارش کا رکا ہوا پانی ابھی تک ٹپک رہا تھا۔کچھ دور چلنے کے بعد دن کا اجالا پھیلنے لگا۔آسمان بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔بارش رکی ہوئی تھی۔ مرطوب فضا میں طرح طرح کے جنگلی سبزے کی مہک رچی ہوئی تھی۔یہ سارا نیم پہاڑی علاقہ تھا اور جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں یہ انڈیا کے شمالی بارڈر کے ساتھ ملا ہوا برما کا پہاڑی علاقہ تھا۔یہ اراکان کی پہاڑیاں تھیں اور یہاں کئی مسلمان قبیلے آباد تھے۔یہ قبیلے جنگلوں میں رہتے تھے۔ابھی تک ہمیں اس قبیلے کا کوئی آدمی نہیں ملا تھا۔

زہریلی لڑکی شارٹ کٹ راستوں پر جا رہی تھی۔وہ میرے آگے آگے تھی۔اس کے بال پیچھے گردن پر بندھے ہوئے تھے۔جسم پر کاسنی رنگ کی ساڑھی تھی۔ دن کے اجالے میں دیکھا تو اس لڑکی کا رنگ گہرا جامنی تھا۔بازوؤں پر جگہ جگہ سانپوں کے ڈسوانے کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ایک بات کا مجھے خطرہ شروع ہی سے لگا ہوا تھا' یہ دوسری جنگ عظیم کے آخری ایام تھے۔برما پر جاپان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کا قبضہ تھا اور شمال میں جاپانی فوجیں آسام کی سرحدوں پر انگریزوں کی انڈین فوجی یونٹوں سے گھمسان کی جنگ کر رہی تھیں۔ہم برما کی سرحد کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے۔خطرہ اس بات کا تھا کہ کہیں غلطی سے ہم جاپانی فوج کے مورچوں کی طرف نہ نکل جائیں۔

جب میں نے پاروتی سے اس خطرے کا ذکر کیا تو اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"ادھر جنگ وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔تم مت گھبراؤ۔"

میں سمجھ گیا کہ یہ زہریلی لڑکی دنیا کے جنگی اور سیاسی حالات سے بالکل بے خبر ہے۔بہرحال میں بہت چوکنا ہو کر چل رہا تھا۔چھریرے بدن کی یہ دبلی پتلی زہریلی لڑکی پاروتی بغیر تھکے

چلی جا رہی تھی۔پہاڑی راستوں پر چلتے ہوئے آدمی بہت جلدی تھک جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں اترائیاں چڑھائیاں بہت ہوتی ہیں۔ایک پہاڑی وادی سے نکل کر ہم دوسری وادی میں داخل ہوئے تو میں نے پاروتی سے پوچھا کہ ابھی ڈاک بنگلہ کتنی دور ہے۔وہ چلتے چلتے رک گئی ' پھر بولی۔

"کیا تم تھک گئے ہو؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پھر اس نے سامنے والی پہاڑی کی نشیب کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

”ڈاک بنگلہ وہاں ہے۔ہم شام ہونے سے پہلے پہلے وہاں پہنچ جائیں گے۔کیا تمہیں بھوک پیاس لگی ہے؟“

میں بیٹھ گیا۔میں نے کہا۔

”بھوک تو نہیں لگی مگر ہاں پیاس ضرور لگ رہی ہے۔“

زہریلی لڑکی نے ادھر ادھر دیکھا پھر بولی۔

”میرے ساتھ آؤ وہاں پانی کا تالاب ضرور ہوگا۔مجھے اسی طرف سے پانی کی ٹھنڈی ہوا آتی محسوس ہوتی ہے۔“

اس لڑکی کو جنگل نے شاید اپنی بیٹی بنالیا تھا۔جنگل اسے اپنی تمام نعمتوں‘ اپنے تمام خطروں سے آگاہ کردیتا تھا۔ہم ایک طرف درختوں کی جھنڈ میں گئے تو وہاں واقعی ایک چھوٹی سی پہاڑی ندی بہہ رہی تھی۔بڑ اشفاف پانی تھا۔میں نے منہ ہاتھ دھویا۔سیر ہو کر پانی پیا۔زہریلی لڑکی بھی منہ ہاتھ دھونے لگی پھر اس نے ہرنی کی طرح ندی کی سطح سے منہ لگا کر پانی پیا۔میں نے کہا۔

”پاروتی! تم اس طرح کیوں پانی پیتی ہو؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ بولی۔

”جنگل کی دھرتی میری ماتا ہے۔جس طرح بچہ ماتا کے سینے سے منہ لگا کر دودھ پیتا ہے اسی طرح میں دھرتی ماں کے سینے پر منہ رکھ کر پانی پیتی ہوں۔“

پانی پی کر وہ میرے قریب ہی گھاس پر بیٹھ گئی۔جس طرح جنگل میں میں محتاط ہو کر چل رہا تھا پاروتی اس کے مقابلے میں ایک جنگلی ہرنی کی طرح پوری آزادی اور بے فکری سے چل رہی تھی۔وہ مجھ سے کاجل کے بارے میں پوچھنے لگی کہ اس کی عمر کتنی ہے؟ کیا اس کے بال بھی میری طرح لمبے ہیں؟ تم اس سے کتنا پریم کرتے ہو؟ مجھے اس کے اس قسم کے سوالوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔بس ہوں ہاں کہہ کر جواب دیئے جارہا تھا۔اتنے میں وہ بات کرتے کرتے اچانک چپ ہوگئی۔میں نے اس کی طرف دیکھا کہ یہ اچانک چپ کیوں ہوگئی ہے۔اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔اتنے میں درختوں کے نیچے جو جھاڑیاں تھیں ان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں سے کالے رنگ کاایک لمبا سانپ نکل کر میری طرف بڑھا۔زہریلی لڑکی نے آہستہ سے کہا۔

”اپنی جگہ سے ہلنا مت۔نہیں تو یہ بھاگ جائے گا۔“

سانپ نے اپنی گردن گھاس میں تھوڑی سی اوپر اٹھا رکھی تھی اور لہراتا ہوا آہستہ آہستہ رینگتا میری طرف آرہا تھا۔خدا جانے وہ میری ہی طرف کیوں آرہاتھا۔جب وہ مجھ سے کوئی پانچ فٹ کے فاصلے پر آگیاتو اس نے گردن اوپر اٹھا کر اپنا پھن پھیلادیا۔اب سانپ نے اپنا منہ زہریلی لڑکی کی طرف پھیرلیاتھا۔زہریلی لڑکی کے چہرے پر ایسی مسرت اورخوشی کے اثرات تھے جیسے اسے کوئی انمول شے مل گئی ہو۔سانپ اپنی جگہ پر پھن اٹھائے کنڈلی مارے بیٹھا زہریلی لڑکی کو مسلسل تک رہاتھا۔

میرے دیکھتے دیکھتے زہریلی لڑکی نے اپنا ہاتھ سانپ کی طرف اس طرح بڑھایا جیسے اسے پیار کرنا چاہتی ہو۔سانپ نے بھی ایسی تیزی کے ساتھ زہریلی لڑکی کے ہاتھ پر ڈس لیا۔لڑکی نے اپنا ہاتھ پیچھے نہ کیا بلکہ دوسرا ہاتھ بھی اس کی طرف کردیا۔سانپ نے اس کے دوسرے ہاتھ پر بھی ڈس لیا۔اب اس نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سانپ کودونوں ہاتھوں سے پکڑ کر زمین پر سے اٹھالیا او راسے اپنی گردن کے قریب لے آئی۔سانپ نے اس کی گردن پر بھی ڈس لیا۔مجھے نہیں معلوم سانپ ایک بار ڈس کر زہر خارج کرتا ہے کہ دوسری بار ڈس کر زہر خارج کرتا ہے یانہیں لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ سانپ زہریلی لڑکی کے جسم پر بار بارڈس رہاتھا اور لڑکی خوش ہو کر مسکرائے جارہی تھی اور سانپ سے پیار ومحبت کی باتیں بھی کرتی جارہی تھی۔

یہ بڑا دہشت ناک منظر تھا۔میں پیچھے ہٹ کر اٹھ کھڑا ہوا تھااور اس منظر کو خوفزدہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔جب سانپ ڈستے ڈستے نڈھال ہوگیاتو زہریلی لڑکی پاروتی نے سانپ کو اپنی گردن میں ڈالا۔اس کا سر ہاتھ میں پکڑااور میری طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

”میں ابھی آتی ہوں۔“

اور وہ سانپ کو لے کردرختوں کے پیچھے چلی گئی۔تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو اس کامنہ آہستہ آہستہ چل رہاتھا۔میں مزید خوفزدہ ہوگیا۔میں سمجھ گیا کہ اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لڑکی نے سانپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔میرے سوال کرنے سے پہلے ہی وہ کہنے لگی۔

”میں تمہارے سامنے سانپ کو کھانا نہیں چاہتی تھی۔اس لیے اسے لے کر درختوں کے پیچھے چلی گئی تھی۔“

میں بت بنا اس لڑکی کا منہ تک رہا تھا جس کو سپیروں نے ظلم وستم کا نشانہ بنانے کے بعد انسان سے حیوان بلکہ حیوان سے بھی بدتر بنادیا تھا۔کہنے لگی۔

”اگر میں تمہارے پاس نہ بیٹھی ہوتی تو اس سانپ نے تمہیں ڈس لینا تھا۔یہ بڑا زہریلا سانپ تھا۔ٹھہرو میں پانی پی کر ابھی آتی ہوں۔میرے جسم میں اس زہریلے سانپ نے آگ سی لگادی ہے۔“

وہ دوڑ کر ندی کی طرف چلی گئی۔پانی پی کر واپس آئی تو اپنے بالوں کا جوڑا باندھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اب مجھے رات تک بھوک نہیں لگے گی۔ایسا سانپ اس جنگل میں کبھی کبھار ہی ہاتھ آتا ہے۔چلو آگے چلتے ہیں۔“

وہ آگے آگے اور میں اس کے پیچھے چل پڑا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم گھاٹیوں اور کھڈوں میں سے گزرتے ہوئے دوپہر کے وقت اس پہاڑی کی نشیب میں آگئے جہاں اراکان والا ڈاک بنگلہ تھا۔بنگلے کی ڈھلانی سرخ چھت دور سے نظر آرہی تھی۔زہریلی لڑکی نے اس طرف اشارہ کیا۔

”وہ ہے ڈاک بنگلہ۔اگر تمہارے بھاگ میں ہوگا تو کاجل تمہیں وہاں مل جائے گی مگر میں جانتی ہوں وہ جس حالت میں تمہیں ملے گی شاید تم اسے قبول نہ کرسکو گے۔“

میں نے چلتے ہوئے کہا۔

”سوال میرے قبول یا نہ قبول کرنے کا نہیں ہے میں تو اس لڑکی کو کلکتے اس کے گھر واپس لے جانا چاہتا ہوں۔“

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔پہلے جنگل میں بڑا حبس تھا۔بادل جھکے ہوئے تھے۔پھر ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔زہریلی لڑکی نے درختوں میں سے نظر آنے والے بادلوں کی طرف دیکھا اور کہا۔

”شاید بادل برسیں گے۔“

میں نے کہا۔”ہمیں جلدی ڈاک بنگلے تک پہنچ جانا چاہیے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ ہنس کر بولی۔

”کیوں؟ کیا تمہیں جنگل کی برکھا اچھی نہیں لگتی؟ مجھے تو برکھا بڑی اچھی لگتی ہے۔جنگل میں جب بارش ہوتی ہے تو میں بارش میں نکل آتی ہوں۔“

ہم اس پہاڑی پر چڑھ رہے تھے جس کے نشیب میں تھوڑا اوپر جا کر ڈاک بنگلہ بنا ہوا تھا۔چڑھائی زیادہ دشوار نہیں تھی۔درختوں اور جھاڑیوں میں سے گزرنا پڑرہاتھا جب ہم ایک جگہ درختوں کے جھنڈ میں آئے تو سامنے کھلی جگہ میں ڈاک بنگلے کا برآمدہ اور لکڑی کے کیبن نما کمروں کی کھڑکیاں اور دروازہ نظر آیا۔میں آگے بڑھنے لگا تو زہریلی لڑکی نے مجھے کلائی سے پکڑ کر پیچھے کرلیا۔میں نے پوچھا۔

”کیابات ہے پاروتی؟ کیا پھر کوئی سانپ نظر آیا ہے؟“

پاروتی خود بھی درختوں کے پیچھے ہوگئی اور مجھے بھی اپنے قریب کرلیا۔وہ درخت کے تنے کی اوٹ میں سے ڈاک بنگلے کے برآمدے اور سامنے جو چھوٹا سا صحن تھا اسی طرف گھور گھور کر دیکھ رہی تھی پھر آہستہ سے بولی۔

”مجھے ڈاک بنگلے سے کسی انسان کی بو نہیں آرہی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

زہریلی لڑکی پاروتی میں سانپوں سے ڈسواتے ڈسواتے سانپوں ایسی خصوصیات پیدا ہوگئی تھیں۔جس طرح سانپ کو دور سے انسان کی موجودگی کااحساس ہوجاتا ہے اسی طرح پاروتی بھی دور سے اجنبی یاغیر اجنبی انسان کی بوسونگھ لیتی تھی۔ میں نے کہا۔

”ہوسکتا ہے کاجل کو سپیرے کسی دوسری جگہ لے گئے ہوں اورکچھ دیر بعد واپس ڈاک بنگلے میں آجائیں۔ہمیں چل کر دیکھنا چاہیے۔“

زہریلی لڑکی نے نفی میں سرہلاتے ہوئے کہا۔

”سپیرے کاجل کو ڈاک بنگلے میں ٹھہرے ہوئے کسی سرکاری عہدے دار کے پاس ہی لائے تھے وہ اسے یہاں سے کہیں اور کہاں لے جائیں گے۔“

میں نے کہا۔”پھر بھی ہمیں ڈاک بنگلے میں جاکر دیکھنا چاہئے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس نے کہا۔"پہلے میں جاتی ہوں۔تم یہیں ٹھہرو۔مجھے اندر کوئی خطرہ لگتا ہے۔"

بہرحال میں وہیں رک گیا۔پاروتی درختوں کے عقب سے ہو کر ڈاک بنگلے کی طرف نکل گئی۔میں ایک درخت کی اوٹ میں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔وہ صحن میں سے گزر کر برآمدے میں آئی۔سامنے کمرے کادروازہ بند تھا۔اس نے دائیں بائیں دیکھا۔پھر دروازے کو کھول کر اندر چلی گئی۔میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس کے واپس برآمدے میں آنے کاانتظار کرنے لگا۔زہریلی لڑکی پاروتی کمرے سے باہر آئی۔اس نے دور سے مجھے چلے آنے کااشارہ کیا۔میں جلدی جلدی چلتا اس کے پاس آگیا۔اس نے کہا۔

"ڈاک بنگلہ خالی پڑا ہے۔چلو کچن میں چل کر دیکھتے ہیں۔وہاں اندازہ ہو گا کہ یہاں کوئی آدمی رہتا ہے یانہیں۔"

کچن ڈاک بنگلے کے پیچھے عمارت کے احاطے میں الگ کیبن کی شکل میں بنا ہوا تھا۔کچن بھی خالی تھا۔ایسے کوئی آثار نہیں تھے کہ وہاں کسی نے کھانا وغیرہ پکایا ہو۔چولہا بھی ٹھنڈا تھا۔ہم واپس ڈاک بنگلے میں آگئے۔ڈاک بنگلے کے چار

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔پرانا فرنیچر ہر کمرے میں موجود تھا۔بیڈروم میں بڑا سا پلنگ بغیر بستر کے خالی تھا۔ہم خالی ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔

میں نے زہریلی لڑکی سے پوچھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔کاجل یہاں لائی بھی گئی ہے یانہیں؟"

وہ کہنے لگی۔"اسے دو سنتھالی سپیرے یہاں ضرور لائے تھے۔اس کا مجھے یقین ہے۔"

"تو پھر وہ کہاں غائب ہو گئی؟"

میں نے حیرانی سے سوال کیا۔زہریلی لڑکی اس طرح بار بار اوپر کو سانس کھینچنے لگی جیسے فضا میں کسی خاص شے کی بو سونگھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"کیابات ہے پاروتی؟"

پاروتی نے آہستہ سے کہا۔

"میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

اور وہ کمرے سے نکل کر برآمدے میں آگئی۔

میں زہریلی لڑکی پاروتی کے پیچھے پیچھے تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ اسی طرح فضا میں کسی چیز کی بو سونگھتی برآمدے کے کونے والی کوٹھڑی کے پاس آکر رک گئی۔ کہنے لگی۔"اس کوٹھڑی کے اندر سنتھالی سپیروں کا کوئی سانپ موجود ہے۔ میں اپنے سانپوں کی بو پہچانتی ہوں۔"

میں نے کہا۔"کوٹھڑی کے دروازے پر تالا پڑا ہے۔"

وہ بولی۔"اسے توڑ دو۔"

میں ایک پتھر ڈھونڈھ کر لے آیا پھر پتھر کو تالے پر دو تین بار زور سے مار ا۔تالا ٹوٹ گیا۔زہریلی لڑکی نے مجھے ہاتھ سے پیچھے ہٹادیا۔

"تم آگے مت آنا۔"

اس نے دروازہ کھول دیا۔دروازہ کھلتے ہی اندر سے کسی سانپ کے پھنکار مارنے کی آواز بلند ہوئی۔میں مزید ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔زہریلی لڑکی کوٹھڑی میں گھس گئی۔تھوڑی دیر بعد باہر نکلی تو اس کے ہاتھ میں ایک سانپ پکڑا ہوا تھا۔کہنے لگی۔

"یہ ہمارے سنتھالی سپیروں کاسانپ ہے۔میں اس کی بو پہچانتی ہوں۔ہمارے سپیرے جب کسی اغوا کی ہوئی لڑکی کو یہاں لے کرآتے ہیں تو جاتے وقت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اپناایک سانپ ضرور چھوڑ جاتے ہیں۔وہ سانپ اس لڑکی کی رکھوالی کرتا ہے اور اگر لڑکی فرار ہونے کی کوشش کرے تو اسے ڈس لیتا ہے۔"

میں نے کہا۔"یہ تو ٹھیک ہے مگر سوال یہ ہے کہ کاجل کہاں ہے؟"

زہریلی لڑکی نے سانپ کو اپنی گردن کے گرد لپیٹ لیا۔سانپ اسے بالکل نہیں ڈس رہاتھا۔وہ مجھے واپس دوسرے کمرے میں لے آئی۔ہم بانس کی کرسیوں پر بیٹھ گئے کہنے لگی۔

"مجھے ایسے لگتا ہے کہ کاجل کو کسی دوسرے جنگلی قبیلے کے سپیرے اٹھا کر لے گئے ہیں۔"

میں نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"یہ تم نے کیا ایک نئی کہانی شروع کردی ہے۔"

زہریلی لڑکی نے کہا۔

"مجھے تو ایسے ہی لگتا ہے جاتے جاتے وہ لوگ باہر والی کوٹھڑی کو تالا لگا گئے۔یہ سانپ اسی کوٹھڑی میں رہتاتھا۔وہ وہیں بند ہو گیا۔"

میں نے اس سے پوچھا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔وہ بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہمیں اس قبیلے کی تلاش میں جانا پڑے گا۔جس کے لوگ تمہاری کاجل کو اغوا کرکے لے گئے ہیں۔“

”اتنے لمبے چوڑے پہاڑی علاقے میں ہم ان لوگوں کو کیسے تلاش کریں گے؟“

میں نے مایوسی کااظہار کرتے ہوئے کہا۔وہ کہنے لگی۔

”تم کاجل سے پریم کرتے ہو۔تمہیں تومایوس نہیں ہونا چاہیے۔اب میں اپنی سانپ کی سونگھنے کی طاقت سے کام لوں گی اوروہ لوگ جہاں کہیں ہوں گے انہیں ڈھونڈ ھ لوں گی۔“

ہم باتیں کررہے تھے کہ بادلوں میں ہلکی گرج پیدا ہوئی۔وہ کہنے لگی۔

”بڑے زور کی بارش آرہی ہے۔تم یہاں بیٹھو۔میں تمہارے لیے جنگل سے کچھ کھانے کو لے کرآتی ہوں۔میرے لیے تو یہ سانپ کافی ہوگا۔“

وہ تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔میں دروازے میں آکر اسے دیکھنے لگا۔سانپ اس کی گردن میں لپٹا ہواتھااور وہ جنگل کی ہرنی کی طرح لمبی لمبی چھلانگیں لگاتی درختوں جھاڑیوں میں غائب ہوگئی۔اتنے میں بادل زور سے گرجااور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

درختوں کے پتوں اور ڈاک بنگلے کی کھپریل کی چھت پر بارش کی موٹی موٹی بوندیں گرنے کی آواز آنے لگی۔میں برآمدے میں آکر کرسی پربیٹھ گیا۔دن کی روشنی آہستہ آہستہ ماند پڑنے لگی تھی۔بارش شروع ہوگئی۔جنگلوں پہاڑوں کی بارش نے مجھے ہمیشہ مسحور کیا ہے۔برآمدے کی چھت پر جو پتھر کی سلیٹیں لگی ہوئی تھیں ان پر بارش کی آواز زیادہ شور مچارہی تھی۔زہریلی لڑکی کو گئے دس پندرہ منٹ گزرگئے تھے۔مجھے اس کے بارے میں زیادہ فکر نہیں تھی۔وہ جنگلی حیوانوں کی طرح کی ہوگئی تھی۔زیادہ سے زیادہ یہی خطرہ ہوسکتاتھا کہ کوئی سانپ بچھو نہ اسے کاٹ لے۔وہ اس خطرے سے بے نیاز تھی اور سانپ بچھو خود اس کی خوراک بن چکے تھے۔

بارش خوب برس رہی تھی کہ میں نے زہریلی لڑکی کو درختوں کے جھنڈ میں سے نکل کر اپنی طرف آتے دیکھا۔اس نے ایک ہاتھ میں جنگلی کیلوں کا پورا گچھا پکڑ رکھا تھا۔جامنی رنگ کی لڑکی ‘ کاسنی رنگ کی ساڑھی اور زرد رنگ کے کیلوں کا گچھا... یہ پال گوگین کی کلر اسکیم تھی۔وہ مجھے تہیٹی کے جزیرے میں پال گوگین کی بنائی ہوئی کوئی تصویر لگ رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ بارش میں بھیگتی ہوئی بڑے آرام سے چلتی تھوڑا تھوڑا مسکراتی برآمدے میں آگئی۔کیلے کا گچھا اس نے برآمدے کے لکڑی کے فرش پر رکھ دیا اور اپنے بال نچوڑتے ہوئے بولی۔

”یہاں سوائے جنگلی کیلوں کے مجھے اور کچھ نہیں ملا۔ویسے کچن میں میں نے ایک مرتبان میں کچے چاول دیکھے تھے۔میں تمہیں رات کو چاول بھی بنادوں گی۔میں اس لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا کہ بدقسمتی اسے کہاں سے کہاں لے آئی ہے۔اگر اس کے ماتا پتا تواہم پرست نہ ہوتے اور سنتھالی سپیروں کی جاہلانہ باتوں میں نہ آتے تو یہ لڑکی آج درگاپور کے کسی کالج سے بی اے کرچکی ہوتی ہوسکتا ہے اس کی شادی ہوگئی ہوتی اور یہ اپنے خاوند اور بچے کے ساتھ خوشی خوشی اپنے گھر میں زندگی بسر کررہی ہوتی۔یہ ایک بچے کی ماں ہوتی۔ایک خدمت شعار بیوی ہوتی لیکن اس کے ماں باپ کی جہالت نے اس کو اس حال میں پہنچادیا ہے کہ یہ حیوانوں سے بھی بدتر زندگی بسر کررہی ہے اور کوئی پتا نہیں اس کے جسم میں رچا ہوا زہر کب اسے ہلاک کر ڈالے۔

زہریلی لڑکی برآمدے کے فرش پر بیٹھی اپنے گیلے بالوں کو جھٹک کر سکھارہی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی۔اس نے بالوں کو گردن کے پیچھے باندھ دیا۔میں نے محسوس کیا کہ جو سانپ وہ لے کر گئی تھی وہ اب اس کے پاس نہیں ہے۔

میں نے سانپ کے بارے میں پوچھا تووہ ہنس کر بولی۔

”مجھے بھوک لگی تھی۔“

میں ڈر گیا۔مجھے ایسے لگا جیسے میں ایک ناگن خور عورت کے پاس نہیں بیٹھا ہوں بلکہ آدم خور ناگن کے پاس بیٹھا ہواہوں اور یہ آج رات جب میں سوجاؤں گا تومجھے بھی کھاجائے گی۔

دیکھتے دیکھتے دن کی روشنی ڈوب گئی اور شام کا ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلنا شروع ہوگیا۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”آج کی رات تو ہمیں اسی ڈاک بنگلے میں بسر کرنی پڑے گی۔کل موسم ٹھیک ہوا تو کاجل کی تلاش میں آگے چلیں گے۔

وہ گردن جھکائے میری طرف بڑی پراسرار نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔کہنے لگی۔

”ہاں... آج کی رات یہیں رہنا ہوگا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے کچھ کیلے کھا کر جو تھوڑی بہت بھوک لگی تھی اسے ختم کیا اور اٹھ کر کمرے میں آگیا۔یہاں بجلی نہیں تھی۔ہر کمرے میں مٹی کے تیل کا بڑی چمنی والا لیمپ پڑا تھا۔میں لیمپ جلانے لگا تو زہریلی لڑکی نے مجھے منع کرتے ہوئے کہا۔

”لیمپ نہ جلاؤ۔اس کی روشنی دور سے نظر آجاتی ہے۔مجھے اب بھی یہاں خطرہ لگتا ہے۔“

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ اسے خالی ڈاک بنگلے میں ابھی تک کون سا خطرہ نظر آرہا ہے۔بہرحال مجھے اس کی چھٹی حس کااعتبار تھا۔میں نے کہا۔

”اگر لیمپ نہ جلایا تو اندھیرا ہوجائے گا۔“

وہ کہنے لگی۔”کچن میں چل کر دیکھتے ہیں۔وہاں کوئی نہ کوئی موم بتی ضرور مل جائے گی۔“

ہم کچن میں آگئے۔یہ پرانے ٹائپ کا کچن تھا۔دیوار میں ایک جانب پتھر کے شیلف بنے ہوئے تھے۔یہاں ایک ڈبے میں ہمیں تین چار موم بتیاں مل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گئیں۔ہم انہیں لے کر بیڈروم میں آگئے۔میں نے ایک موم بتی جلا کر کارنس پر لگادی اور زہریلی لڑکی سے کہا۔

”تم پلنگ پر سوجانا۔میں دوسرے کمرے میں سوفے پر جاکر سوجاتا ہوں۔

وہ کہنے لگی۔”تم نئے نئے شہر سے آئے ہو۔اس قسم کی تکلیفوں کے عادی نہیں ہو۔تم پلنگ پر سونا۔میں تو جنگل میں بھی جاکر رات کاٹ لوں گی۔“

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔اس کے باوجود بھی مجھے یہ بات گوارا نہیں تھی کہ وہ برآمدے میں یا دوسرے کمرے میں سوفے پر رات کو سوئے۔وہ پہلے تو ضد کرتی رہی پھر میرے اصرار پر مان گئی اور پلنگ پر لیٹ گئی۔میں نے کہا۔

”اندر سے دروازہ بند کرکے کنڈی لگالینا۔“

یہ کہہ کر میں دوسرے کمرے میں آکر سوفے پر لیٹ گیا۔یہاں میں نے کھڑکی کے نیچے دیوار کے ساتھ اس طرح موم بتی روشنی کردی تھی کہ باہر سے اس کی روشنی نظر نہیں آسکتی تھی۔میں نے سوفا کھلے دروازے کے آگے کرلیا۔یہاں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے بھی آرہے تھے اور بارش کی آواز بھی زیادہ قریب سے سنائی دیتی تھی۔میرا ذہن کاجل کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سپیرے اگر اسے اس ڈاک بنگلے میں لائے تھے تو پھر یہاں سے آگے اسے کہاں لے گئے ہیں۔اگر بقول زہریلی لڑکی کے اسے سنتھالی سپیرے نہیں بلکہ کسی دوسرے قبیلے کے لوگ اغوا کرکے لے گئے ہیں تو وہ کس حال میں ہوگی۔یہی سوچتے سوچتے اور بارش کی آواز سنتے سنتے مجھ پر نیند طاری ہونے لگی۔میری آنکھیں اپنے آپ بند ہونے لگیں پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔نہ جانے میں کتنی دیر سویا رہا تھا کہ اچانک کسی نے میرا بازو ہلا کر مجھے جگادیا۔میں نے کونے والی موم بتی کی روشنی میں دیکھا کہ زہریلی لڑکی پاروتی مجھے جگا رہی تھی۔

”جلدی سے اٹھو۔میرے ساتھ آؤ۔“

اس کے بعد اس نے دوڑ کر کونے والی موم بتی بجھادی۔کمرے میں گھپ اندھیرا چھاگیا۔میں سوفے پرسے اٹھ کھڑا ہو۔سوچنے لگا۔خداجانے کیا مصیبت آگئی ہے۔بارش کی آواز ہلکی ہوگئی تھی۔اندھیرے میں پاروتی نے میرا ہاتھ پکڑااور مجھے کھینچتی ہوئی اپنے کمرے میں لے گئی۔اس کے کمرے کی موم بتی بجھی ہوئی تھی۔وہاں بھی اندھیرا چھایا ہواتھا۔میں نے پوچھا۔

”بات کیا ہوئی ہے؟ تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ آہستہ سے بولی۔

”میں نے کچن کی پچھلی طرف دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز سنی ہے۔ وہ کسی اور ہی زبان میں باتیں کررہے تھے۔“

میرے دل کی دھڑکن ایک لمحے کے لیے ایک دم تیز ہوگئی۔جس بات کا مجھے شروع ہی سے دھڑکا لگا ہواتھا وہ بات پوری ہو رہی تھی۔یہ لوگ سوائے جاپانی سپاہیوں کے اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔میں نے زہریلی لڑکی کو یہ بات بالکل نہ بتائی۔میں نے اسے کہا۔

”تم جلدی سے سانپ والی کوٹھڑی میں چلی جاؤ۔میں وہیں آتا ہوں۔“

وہ میرے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔مگر میں نے اسے زبردستی اس کوٹھڑی کی طرف بھیج دیا جہاں سے سانپ نکلا تھا۔اس کے جانے کے بعدمیں بیڈروم کے عقبی دروازے سے نکل کر ڈاک بنگلے کے پچھلے برآمدے میں آکر ایک طرف دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔بارش ہلکی ہوگئی تھی۔مجھے کسی انسانی قہقہے کی آواز آئی۔اس کے ساتھ کسی دوسرے نے جواب میں کچھ کہا۔یہ اجنبی زبان تھی۔میں اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کچن کی طرف دیکھنے لگا۔کیونکہ یہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آوازیں کچن کی طرف سے آرہی تھیں۔ پھر اچانک کچن میں روشی ہوگئی۔ میں جلدی سے دروازے کے اندر ہوگیا۔ کسی نے کچن میں پیٹرومائٹ کا لیمپ جلادیا تھا۔ کچن کی کھلی کھڑکی کا رخ برآمدے کی طرف تھا۔ کھڑکی میں سے مجھے دو جاپانی سپاہی نظر آئے جو ادھر ادھر چیزوں کی تلاشی لے رہے تھے اور ساتھ ساتھ ہنس ہنس کر باتیں بھی کررہے تھے۔ میں وہیں سے واپس مڑا اور بیڈروم کے اندھیرے میں دبے پاؤں مگر تیز تیز چلتا سامنے والے برآمدے میں سے گزر کر سانپ والی کوٹھڑی میں آگیا۔ یہاں بھی اندھیرا تھا۔ زہریلی لڑکی اندر موجود تھی۔ اس نے سرگوشی میں پوچھا۔

”کیا ہوا؟“

میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

”جاپانی فوج اس علاقے میں داخل ہوگئی ہے کچن میں دو جاپانی سپاہی موجود ہیں۔ ہمیں یہاں سے ابھی بھاگ جانا چاہیے۔“

زہریلی لڑکی بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اس کوٹھڑی کے پیچھے برساتی نالا ہے۔ وہاں چٹانوں کے اندر ایک سرنگ ہے۔ میں نے وہ سرنگ دیکھی ہوئی ہے۔ ہم وہاں جاکر چھپ جاتے ہیں۔ جب یہ جاپانی یہاں سے چلے جائیں گے تو ہم باہر نکل آئیں گے۔“

اس وقت میری عقل پر بھی پردہ پڑ گیا۔ میں نے بھی یہی سمجھا کہ یہ دو جاپانی سپاہی شاید رات کی رات یہاں رکیں گے۔ صبح ہوتے ہی کسی دوسری طرف نکل جائیں گے۔ ان سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ نیچے برساتی نالے کی سرنگ میں جاکر چھپ جائیں۔ میں نے زہریلی لڑکی سے کہا۔

”نیچے کس طرف سے جائیں؟“

لڑکی نے میری کلائی پکڑلی اور مجھے کھینچتی ہوئی کوٹھڑی سے نکل کر برآمدے کی لکڑی کی سیڑھیاں اتر کر نیچے لے گئی۔ نیچے ڈاک بنگلے کے برآمدے کے چبوترے کے قریب ہی پتھر کی کچھ سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ہلکی بارش اور اندھیرے میں ہم ایک دوسرے کو پکڑ کر آہستہ آہستہ سیڑھیاں اتر گئے۔ نیچے برساتی نالا زور شور سے بہہ رہا تھا۔ اس کا پانی اندھیرے میں دھندلا دھندلا سا نظر آرہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

زہریلی لڑکی مجھے نالے کے کنارے چلاتی جھاڑیوں کو پکڑتی ایک پہاڑی کے نشیب میں لے آئی۔یہاں پہاڑی کے اندر ایک قدرتی سرنگ بنی ہوئی تھی۔یہ سرنگ کوئی پندرہ بیس فٹ لمبی تھی اور آگے جا کر بند ہوجاتی تھی۔زہریلی لڑکی پاروتی کو اس سرنگ کا پتا تھا۔مجھے یہی ڈر تھا کہ کوئی سانپ نہ نکل آئے۔جب میں نے پاروتی سے اپنے اس ڈر کا اظہار کیا تو اس نے کہا۔

”تم کیوں فکر کرتے ہو۔سانپ آیا تو میں اسے پکڑ کر کھاجاؤں گی۔مجھے اس کی بو پہلے سے آجاتی ہے۔“

میں نے پاروتی سے کہا۔

”ہمیں دن نکلنے سے پہلے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔جاپانی فوج اس طرف چلی آرہی ہے یہ جاپانی سپاہی یونہی ادھر نہیں آگئے۔“

زہریلی لڑکی کی باتوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ اسے جاپانیوں کی اتنی فکر نہیں ہے۔اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ اسے معلوم تھا کہ اگر وہ پکڑی بھی گئی تو جو جاپانی سپاہی اس پر تشدد کرنے کی کوشش کرے گا اس کے زہر سے زندہ نہ بچ سکے گا لیکن میں جاپانیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر ان کا جنگی قیدی بننا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں چاہتا تھا۔میں نے کلکتے میں جاپانیوں کے بارے میں سن رکھا تھا کہ وہ جنگی قیدیوں کے ساتھ انتہائی غیر انسانی سلوک کرتے ہیں۔چنانچہ میں وہاں سے نکل بھاگنا چاہتا تھا۔لیکن لگتا تھا کہ جاپانی اس سارے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں۔میں اگر اکیلا بھاگتا ہوں تو کسی بھی جگہ پکڑا جاسکتا تھا۔میرے لیے زہریلی لڑکی کی راہ نمائی بڑی ضروری تھی۔کیونکہ وہ کم از کم ان پہاڑیوں کے تمام نشیب وفراز سے واقف تھی۔جب میں نے اسے بتایا کہ میں کسی حالت میں بھی جاپانیوں کا قیدی نہیں بننا چاہتا تو وہ کہنے لگی۔

”میں بھی قیدی نہیں بنوں گی۔ہم سویرا ہونے سے پہلے یہاں سے فرار ہوجائیں گے۔یہ برساتی نالا آگے چٹانوں والی پہاڑیوں کی طرف جاتا ہے۔ان پہاڑیوں کے پیچھے ایک

دریا ہے۔ہم دریا پار کرکے آسام کی طرف نکل جائیں گے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سرنگ میں اندھیرا تھا۔ مچھر بہت تھے۔ میں مچھر مارتے مارتے تنگ آگیا تھا۔ میں نے زہریلی لڑکی سے پوچھا۔

"تمہیں مچھر نہیں کاٹتے؟"

اندھیرے میں اس لڑکی کی آنکھیں ہی مجھے چمکتی نظر آرہی تھیں مجھے اس کی ہنسی کی آواز آئی۔ کہنے لگی۔

"جو مچھر مجھے کاٹتا ہے وہ مرجاتا ہے۔"

سرنگ کے باہر بارش کی آواز بہت ہلکی ہوگئی تھی۔ برساتی نالے کا شور بھی تقریباً تھم گیا تھا۔ میں وہاں سے نکل جانے کو بے تاب تھا۔ میں نے زہریلی لڑکی سے کہا کہ ہوسکتا ہے کچھ دیر بعد یہاں اور بھی جاپانی سپاہی آجائیں۔ اس لیے ہمیں فرار ہوجانا چاہیے۔ وہ بولی۔

"اگر تم یہی چاہتے ہو تو چلو۔ نکل چلتے ہیں۔"

ہم سرنگ سے نکل کر برساتی نالے کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ زہریلی لڑکی میرے آگے آگے چل رہی تھی۔ میری آنکھیں بھی اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہوچکی تھیں۔ راستہ جنگلی جھاڑیوں اور چھوٹے بڑے پتھروں سے بھرا ہوا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھا۔ ہمارے ایک طرف پہاڑی تھی۔ دوسری طرف نیچے برساتی نالا بہہ رہا تھا۔ چھوٹی سی پگڈنڈی تھی جس پر ہم چل رہے تھے۔ نالا ایک طرف مڑ گیا۔ یہاں نالے کا پانی پگڈنڈی کے پتھروں تک آیا ہوا تھا۔ زہریلی لڑکی پاروتی نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے وہاں سے گزارا۔ تھوڑی دور چل کر پہاڑی پیچھے رہ گئی۔ ہم ایک کھلی جگہ پر آگئے۔ یہاں نالے کا پاٹ پھیل گیا تھا اور اس میں بڑی بڑی چٹانیں اور پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ سارا راستہ اس قدر دشوار گزار تھا کہ میں تھک گیا۔ زہریلی لڑکی پر تھکاوٹ کا ذرا سا بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ شاید یہ سانپوں کے زہر کا اثر تھا جن کا زہر اس کے جسم میں دوڑ رہا تھا۔ میں تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ پاروتی کو میں نے دیکھا کہ وہ اندھیرے میں ایک طرف منہ کیے کچھ سونگھنے کی کوشش کررہی تھی۔

میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا معلوم کرنا چاہتی ہے۔ اس نے کہا۔

"میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آگے جدھر ہم جارہے ہیں ادھر آدمی تو نہیں ہیں مگر ہوا ہمارے پیچھے سے آگے کی طرف چل رہی ہے۔ میں آدمیوں کی موجودگی کو محسوس نہیں کرسکتی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے پوچھا۔"کالی چٹانوں والی پہاڑی ابھی کتنی دور ہے؟"

وہ اندھیرے میں میرے قریب ہی کھڑی تھی۔مجھے اس کا سایہ سا نظر آرہا تھا۔ اس کا رخ ابھی تک شمال مغرب کی طرف تھا۔کہنے لگی۔

"یہ پہاڑی زیادہ دور نہیں ہے۔مگر ہمیں ہوشیار ہو کر چلنا ہوگا۔مجھے لگتا ہے کہ آگے کچھ گڑبڑ ہے۔"

میں اس زہریلی لڑکی کی چھٹی حس کی صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔مجھے یقین ہو گیا کہ آگے ضرور کوئی خطرہ ہے۔میں نے اسے مشورہ دیا کہ ہم برساتی نالا پار کرکے دوسری طرف نکل جاتے ہیں۔وہ کہنے لگی۔

"اس نالے کی دوسری طرف گئے تو ہم برما کی سرحد میں داخل ہوجائیں گے۔ وہاں تم کہتے ہو کہ جاپانیوں کا قبضہ ہے۔وہ تو ہمیں پکڑ لیں گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔یقین کریں اب میں پچھتانے لگا تھا کہ میں کلکتے سے کیوں نکل پڑا۔بنگالی لڑکی کاجل کا عشق جو بھوت بن کر میرے سر پر سوار ہو گیا تھا اب بھاگ چکا تھا۔مجھے بڑی شدت سے احساس ہونے لگا تھا کہ میں کاجل کی تلاش میں جو ان خطرناک جنگلوں میں نکل آیا ہوں یہ میری زندگی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کی شاید سب سے بڑی غلطی اور حماقت تھی۔اس میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا کہ اس سارے علاقے پر جاپانیوں کا قبضہ تھااور ہمارا کسی بھی مقام پر جاپانی سپاہیوں سے آمنا سامنا ہوسکتا تھا۔اس کے بعد ہم جاپانیوں کی قید میں آجاتے اور ہمارا جو حشر ہوتا اس سے میں بخوبی واقف تھا۔میں نے لمبا سانس بھر کر کہا۔

"تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ہم کس طرف جائیں؟ تھوڑی دیر میں دن کی روشنی ہوجائے گی۔پھر تو ہم ضرور پکڑے جائیں گے۔"

پاروتی یعنی زہریلی لڑکی میرے پاس ہی پتھروں پر بیٹھ گئی تھی۔اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔

"میں جانتی ہوں تم کاجل سے پریم کرتے ہو۔مجھ سے پریم نہیں کرتے۔مجھ سے تو کوئی پریم نہیں کرے گا۔میں اس لائق ہی نہیں رہی پھر بھی میں تمہیں اچھا سمجھنے لگی ہوں۔میں زندہ رہوں چاہے زندہ نہ رہوں۔مگر تمہیں اس خطرے والے علاقے سے ضرور نکال دوں گی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

زہریلی لڑکی کے ہاتھ مزدوروں کے ہاتھوں کی طرح کھردرے تھے۔میں سوچنے لگا کہ اس لڑکی کا دل کس قدر نرم ونازک ہے اور انسانی ہمدردی سے لبریز ہے۔اس بدقسمت لڑکی

کے ساتھ یہ کتنی بڑی ٹریجڈی ہوئی تھی کہ وہ دنیا کے کسی مرد سے محبت نہیں کرسکتی تھی۔اس کے زہریلے ہونٹوں کا ذرا سا لمس اس کے محبوب کو موت کی نیند سلانے کے لیے کافی تھا۔میں اس کی شکستہ دلی کی باتوں سے بڑا متاثر ہوا۔ میں نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

”پاروتی! اس جنگل میں ہماری ملاقات ہوئی ہے۔اگر میں یہاں سے زندہ بچ کر نکل گیا تو تمہیں اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک نہ بھلا سکوں گا۔“

مجھے ایسے لگا جیسے پاروتی نے ہلکی سی سسکی بھری ہو۔اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

”اب یہاں سے نکل چلو۔“

ہم برساتی نالے سے ہٹ کر بائیں جانب چلنے لگے۔اس طرف ناریل کے اونچے اونچے چھتریوں والے درختوں کے بڑے جھنڈ تھے۔ہم ان درختوں کے درمیان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے ہو کر گزر رہے تھے۔اس وقت آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں میں دھندلی دھندلی سی روشنی نمودار ہوناشروع ہوگئی تھی۔یہ پوپھٹنے کی روشنی تھی۔ اندھیرے میں سے درختوں جھاڑیوں اورپہاڑیوں کے خاکے ابھرنے لگے تھے۔ ہم ناریل کے جھنڈوں سے باہر آئے تو ناگ پھنی کی جھاڑیوں کے درمیان ایک راستہ آگے کو جاتا دکھائی دیا۔زہریلی لڑکی کہنے لگی۔

”ہم ٹھیک راستے پر جارہے ہیں۔یہاں سے آگے کالی چٹانوں کاسلسلہ شروع ہوجاتا ہے پھر وہ دریا آئے گا جس کے پار آسام کا صوبہ ہے۔“

مجھے اطمینان ہوا کہ ہم جاپانیوں سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ہم چھوٹے سے جنگلی راستے پر چل پڑے۔لگتاتھا کہ اس راستے پربیل گاڑیاں چلتی رہی ہیں۔دونوں جانب پہیوں کے گہرے نشان تھے اور درمیان میں گھاس اگی ہوئی تھی۔جیسے جیسے ہم آگے بڑھ رہے تھے دن کی سفیدی نمایاں ہوتی جارہی تھی۔ایک جگہ یہ جنگلی راستہ بائیں طرف مڑ گیا تھا۔جیسے ہی ہم بائیں طرف مڑے اچانک کسی موٹر انجن کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔پاروتی مجھے کھینچ کر ناگ پھنی کی جھاڑیوں کے پیچھے لے گئی۔موٹر گاڑی کی آواز قریب آرہی تھی۔پھرایک فوجی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ٹرک ہمارے سامنے سے گزر گیا جس میں جاپانی فوجی بیٹھے ہوئے تھے۔ٹرک کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔جب جاپانی فوجی ٹرک کافی آگے نکل گیا تو میں نے پاروتی سے کہا۔

”ہم کسی جاپانی فوجی کیمپ میں تو نہیں آگئے؟“

پاروتی بڑے غور سے ماحول کاجائزہ لے رہی تھی۔اس نے کچھ کہنے کے لیے میری طرف دیکھا ہی تھا کہ اچانک چار پانچ جاپانی فوجی جھاڑیوں سے نکل کر رائفلیں تانے ہمارے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔

یہ جاپانی فوجی خداجانے کہاں سے نکل آئے تھے۔

انہوں نے ہمیں پکڑ لیااور آگے لگا کر فوجی کیمپ میں لے آئے۔یہ عارضی فوجی کیمپ قریب ہی جنگل میں درختوں جھاڑیوں کو صاف کرکے بنایا گیا تھا۔چاروں طرف خاردار تار لگی تھی۔درمیان میں آمنے سامنے دو بارکیں بنی ہوئی تھیں۔ ایک طرف پتھروں کو جوڑ کر چبوترہ بنایا گیا تھا جس پرجاپانی جھنڈا لہرارہاتھا۔ دو تین فوجی گاڑیاں بھی کھڑی تھیں۔جاپانی سپاہی ایک جگہ پی ٹی کررہے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دن کی روشنی کافی نکل آئی تھی۔ان سپاہیوں نے ایک بارک میں لے جاکر ہمیں کیمپ کمانڈر کے آگے پیش کردیا۔

یہ جاپانی فوجی افسر تھا۔بعدمیں پتہ چلا کہ اس کا رینک کیپٹن کاتھا۔وہ بانس کی چھت اور بانس کی دیواروں والے چھوٹے سے کیبن میں میز کرسی لگائے فل وردی میں بیٹھا تھا۔کیبن کی بائیں جانب خاردار تاروں والا دروازہ تھا جس کے باہر مشین گن کامورچہ بناہواتھا۔جاپانی افسر نے اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے مجھے دیکھااور زہریلی لڑکی پاروتی کو گھور کر دیکھا۔اس کے ہا تھ میں بید کی چھڑی تھی۔مجھے اپنااور پاروتی کا دردناک انجام سامنے نظر آرہا تھا۔جاپانی افسر نے کرخت لہجے میں مگر صاف ہندوستانی زبان میں پوچھا کہ برٹش آرمی کے مورچے آگے کہاں کہاں ہیں۔ہمارا برٹش آرمی سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ہمیں کیا معلوم کہ اس کے مورچے جنگل میں کہاں کہاں ہیں۔ اگرچہ خوف کے مارے میرا حلق خشک ہورہاتھا لیکن میں نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے ہندوستانی زبان میں جواب دیا کہ ہم ہندوستانی شہری ہیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہمیں برٹش آرمی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔جاپانی افسر نے اپنا بید زور سے میز پر ماراور ہندوستانی میں ہی ہمیں گالی دے کر کہا۔

”تم جھوٹ بولتا ہے۔ہم کومالوم ہے تم لوگ برٹش ملٹری انٹیلی جنس کا آدمی ہے۔تم ہماری پوسٹوں کی جاسوسی کرنے ادھر آیا ہے۔اگر تم نے سیدھی طرح ہمیں نہ بتایا تو ہم کو تمہارے پیٹ سے راز باہر نکالنا آتا ہے۔“

میرے ساتھ زہریلی لڑکی بھی لکڑی کے فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔میں نے محسوس کیا کہ وہ میری طرح خوف زدہ نہیں تھی۔بالکل سیدھی ہو کر بیٹھی تھی اور بانس کی دیوار پر لگے ہندوستان کے نقشے کو دیکھ رہی تھی۔جاپانی افسر نقشے کی طرف اس کومتوجہ دیکھ کر کرسی سے اٹھ کر ہمارے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔اس نے بید کی چھڑی سے زہریلی لڑکی کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے کہا۔

”تم نقشے کو دیکھ رہی ہو۔تم کو ضرور معلوم ہوگا کہ برٹش آرمی کی پوزیشنیں کہاں کہاں ہیں۔بتاؤ‘ بولو۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

زہریلی لڑکی ہنسنے لگی۔جاپانی افسر نے زور سے اس کی پیٹھ پر بید کی ضرب لگائی۔زہریلی لڑکی کے حلق سے غصیلی ناگن کی پھنکار ایسی آواز نکلی۔ایک بار تو جاپانی افسر بھی دوقدم پیچھے ہٹ گیا۔اس نے فوراً ہولسٹر میں سے ریوالور نکال لیااور باہر کھڑے جاپانی گارڈ کو آواز دی۔جاپانی سپاہی نے دوڑ کر اند آتے ہی سلیوٹ کیا۔جاپانی افسر نے اپنی زبان میں اسے کچھ کہا۔جاپانی سپاہی نے زہریلی لڑکی کو بالوں سے پکڑ کر باہر کی طرف گھسیٹا۔میں نے ٹوٹی پھوٹی بنگلہ زبان میں زہریلی لڑکی سے کہا کہ بھگوان کے لیے سپاہی کو نہ کاٹنا۔یہ مر گیا تو ہم بھی مارے جائیں گے۔زہریلی لڑکی پاروتی اگر جاپانی سپاہی کو صرف اپنا ناخن چبھودیتی تو وہ وہیں مرجاتااور یقین کریں کہ وہ ایسا کرنے ہی والی تھی کہ میری بات سن کر وہیں اس نے ہاتھ پیچھے کرلیا۔دو اور جاپانی سپاہی اندر آگئے۔وہ مجھے اور زہریلی لڑکی پاروتی کو گھسیٹتے دھکیلتے گھونسے اور لاتیں مارتے سامنے والی بارک میں لے گئے او روہاں الگ الگ کوٹھڑیوں میں بند کردیا۔بانس کی کوٹھڑی کی کوئی کھڑکی نہیں تھی۔دروازہ بند تھا جس کے باہر سنتری فوجی انداز میں چل پھر کر پہرہ دے رہا تھا۔کوٹھڑی بالکل خالی تھی۔میں فرش

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ میرا انجام کیا ہونے والا ہے۔انجام ظاہر تھا۔اگر میں جاپانیوں کی قید سے فرار ہونے میں کامیاب نہیں ہوتا تو میرا انجام ایک المناک موت کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔مجھے پاروتی کی بھی فکر تھی۔جاپانی سپاہیوں کے بارے میں میں نے یہ بھی سن رکھا تھا کہ وہ جس علاقے میں قبضہ کرتے ہیں وہاں کی تمام خوب صورت عورتیں اپنے ساتھ فوجی بارکوں میں لے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ حیوانی سلوک کرتے ہیں۔پاروتی کی طرف سے مجھے صرف ایک تسلی تھی کہ اس پر اگر تشدد ہوا تو صرف ایک بار ہی ہوگا۔اس کے بعد اگر زہریلی لڑکی پاروتی خود زندہ نہ رہ سکی تو اس پر تشدد کرنے والا بھی زندہ نہیں رہے گا۔

تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ وہی جاپانی افسر دو سپاہیوں کے ساتھ میری بارک میں آگیا۔اس کے لیے باہر سے اسٹول لاکر رکھ دیا گیا۔وہ اسٹول پر بیٹھ گیا اور اس نے مجھ سے اس علاقے یعنی آسام میں برٹش آرمی کی پوزیشن کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کردی۔وہ بڑی صاف ہندوستانی بول لیتا تھا۔پہلے تو اس کا میرے ساتھ بڑا نرم رویہ رہا۔میں نے بار بار یہی کہا کہ میں برٹش

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

فوجوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور میں کاجل نام کی لڑکی کی تلاش میں ادھر آگیا تھا جسے سنتھالی سپیرے اٹھا کر لے گئے تھے۔جاپانی افسر نے اپنے سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ایک سپاہی کے ہاتھ میں رسی تھی۔اس نے رسی اچھال کر چھت کے ساتھ باندھی اور مجھے رسی کے ساتھ الٹا لٹکا دیا۔میرے دونوں پاؤں رسی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔وہ مجھے الٹا لٹکا کر چلے گئے۔میری حالت خراب ہونا شروع ہوگئی۔آنکھوں کے آگے تارے ناچنے لگے۔میں نے آنکھیں بند کرلیں تو سر چکرانے لگا۔بمشکل پانچ منٹ گزرے ہوں گے کہ مجھے ایسا لگا جیسے میری ٹانگوں میں سے جان نکل گئی ہے۔آنکھوں کے آگے لال لال اندھیرا چھا گیا۔میرے حلق سے بلبلاہٹ کی ڈراؤنی آوازیں نکلنے لگیں۔اس قسم کے تشدد کا مجھے اس سے پہلے کوئی تجربہ نہیں ہوا تھا۔میں بے اختیار ہو کر چیخنے لگا۔

دروازہ کھلا۔وہی جاپانی افسر سپاہیوں کے ساتھ اندر آیا۔مجھے یہ تینوں الٹے نظر آرہے تھے۔میں نے چلا کر کہا۔”مجھے نیچے اتاردو۔مجھے نیچے اتاردو۔تم جو پوچھو گے بتادوں گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اسی وقت مجھے نیچے اتار دیا گیا۔میں فرش پر بے سدھ ہو کر گر پڑا تھا۔جاپانی افسر نے میری پسلیوں میں فوجی بوٹ کی نوک مارتے ہوئے کہا۔

”بولو۔یہاں برٹش فوجیں کہاں کہاں ہیں؟“

میرے خون کی گردش نارمل ہوگئی تھی۔آنکھوں کے آگے جو لال لال تارے ناچ رہے تھے وہ غائب ہوگئے تھے۔ہاتھوں میں جو سوئیاں چبھنے لگی تھیں وہ ختم ہوگئی تھیں۔میں نے پانی مانگا ایک سپاہی میرے لیے پانی لے آیا۔ میں نے پانی ایک ایک گھونٹ کرکے پیا۔اس دوران میں نے فیصلہ کرلیا کہ مجھے کیا کہنا ہے اور کیا کرنا ہے۔میں نے کہا۔

”مجھے برٹش آرمی کے ایک یونٹ کمانڈر نے ادھر ایڈوانس کرتی جاپانی فوجوں کی جاسوسی کے لیے یہاں بھیجا تھا۔یہ لڑکی سپیرن ہے۔یہ مجھے جنگل میں ملی تھی۔یہ جاسوس نہیں ہے۔“

جاپانی افسر نے بالوں سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے میرا منہ اوپر کیا اور چیخ کر کہا۔

”برٹش فوجیں کہاں کہاں ڈیپلائے ہیں؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجھے اب جھوٹ بولنا تھا۔ایک جھوٹ میں نے بول دیا تھا۔آگے اب جھوٹ بولتے چلے جانا تھا۔جاپانی افسر کو یقین آئے چاہے نہ آئے۔اس کے سوا میرے سامنے دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔میں کاکسز بازار کے جس ساحلی گاؤں سے چلا تھا میں نے اس کا نام لے کر کہا کہ برٹش انڈیا کی فوج کا پورا ڈویژن وہاں پہنچ چکا ہے۔ایک جنگی جہاز سمندر میں بھی کھڑا ہے۔

”یہاں سے پیچھے جنگل میں برٹش آرمی نے کالی چٹانوں والی پہاڑیوں میں اپنا گریژن قائم کرلیا ہے۔ان ہی پہاڑیوں میں ایمونیشن اور پٹرول کا بھاری ذخیرہ بھی موجود ہے۔“

جاپانی افسر کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی تاثر نہیں تھا۔میں اندازہ نہ لگا سکا کہ اس کو میری باتوں پر یقین آرہا ہے کہ نہیں آرہا۔اس نے جاپانی سپاہی کو مخاطب کرکے تیز لہجے میں جاپانی زبان میں کچھ کہا۔جاپانی سپاہی نے ایڑیاں موڑ کر زور سے سیلوٹ مارا اور باہر نکل گیا۔اس کے جانے کے بعد جاپانی افسر بولا۔

”تم نے جو کچھ بتایا ہے ہمارے جاسوس اس کی پوری پوری چھان بین کریں گے۔اگر تمہارا بیان جھوٹ نکلا تو تمہیں اسی وقت شوٹ کردیا جائے گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جاپانی افسر دوسرے سپاہی کو ساتھ لے کر بارک سے نکل گیا۔میں سوچنے لگا کہ میرے جھوٹ کا پول ضرور کھل جائے گااور یہ جاپانی مجھے فوراگولی ماردیں گے۔پھر خیال آیا کہ کاکسز بازار وہاں سے کافی دور ہے۔ان کے سراغ رسانوں کو وہاں تک جانے میں کافی وقت لگ جائے گا۔اس دوران میں یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔یہ اپنے آپ کو جھوٹی تسلیاں دینے والی بات تھی۔جاپانیوں کی قید سے فرار ہونا اتنا آسان نہیں تھا۔جس کوٹھڑی میں میں قید تھا اس کے باہر ایک مسلح فوجی ہر وقت پہرے پر موجود رہتاتھا۔کیمپ کے چاروں طرف خاردار تار لگی تھی۔گیٹ پر مشین گن پوسٹ تھی اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مجھے یہ بھی گوارا نہیں تھا کہ میں زہریلی لڑکی پاروتی کو جاپانیوں کی قید میں چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔

میری چھوٹی بارک یا کوٹھڑی کا دروازہ ایک بار پھر کھلااور وہ جاپانی سپاہی جو سلیوٹ مار کر باہر چلا گیاتھا میرے لیے ایک ڈونگے میں کالے رنگ کی چائے اور آدھی ڈبل روٹی لے آیا۔اس نے تیز آواز میں کچھ کہااور ڈونگا اور ڈبل روٹی میرے پاس فرش پر رکھ کر چلا گیا۔ڈبل روٹی پتھر کی طرح سخت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی۔مگر مجھے اس وقت بھوک لگ رہی تھی۔میں اسے بہت بڑی نعمت سمجھ کر کھاگیا۔کالی کڑوی گرم چائے نے بھی میرے اعصاب کو کافی سکون پہنچایا۔اب میں سوچنے لگا کہ جب تک جاپانیوں پرمیرے جھوٹ کا پول نہیں کھلتا اس دوران مجھے فرار ہونے کی کیا کوشش کرنی چاہیے اور میں کیا کرسکتاہوں۔

یہ میری خوش قسمتی تھی کہ انہوں نے میرے ہاتھ پاؤں نہیں باندھے تھے۔میں اٹھ کر بانس کی دیواروں میں جھانکنے کی کوشش کرنے لگا۔موٹے موٹے بانسوں کو اس طرح جوڑا گیا تھا کہ ان کے درمیان کہیں ذرا سی بھی درز نہیں تھی۔میں دبے پاؤں چل کر دروازے کے پاس آگیا۔دروازہ بند تھا۔باہر برآمدے کے لکڑی کے فرش پر جاپانی سنتری کے فوجی بوٹوں کی آواز گونج رہی تھی۔وہ چابی والے کھلونے کی طرح نپے تلے قدم اٹھاتا اور دروازے کے آگے سے گزر کر چھ سات قدم بائیں جانب جاتا۔وہاں سے واپس مڑتا اور دروازے کے آگے سے گزرتا ہوا چھ سات قدم دائیں طرف چلاجاتا۔پھر وہاں سے واپس مڑ آتا۔باہر ہلکی ہلکی رم جھم ہو رہی تھی۔سامنے والی بارک کے برآمدے میں بھی دوجاپانی سنتری گارڈ ڈیوٹی پر کھڑے تھے۔بارک کے کونے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں ایک ٹرک میں سے کوئی سامان اتاراجارہاتھا۔جاپانی سپاہی سامان اتارتے ہوئے اونچی آواز میں آپس میںباتیں بھی کررہے تھے۔

میں پاروتی کے بارے میں سوچ رہاتھا۔جب ہمیں جاپانی فوجی افسر کے کمرے سے باہر نکالا گیاتھا تودو جاپانی سپاہی مجھے اس بارک میں لے آئے تھے اور دو سپاہی پاروتی یعنی زہریلی لڑکی کو لے کر اسی بارک میں آگے چلے گئے تھے۔ اس کامطلب تھا کہ پاروتی اسی بارک کے کسی اگلے کیبن یا کوٹھڑی میں بند تھی۔میں فرار کی تدبیریں سوچنے لگا۔یہ کوئی باقاعدہ جنگی قیدیوں کا کیمپ نہیں تھا۔آسام کی طرف ایڈوانس کرتی جاپانی فوجوںنے یہاں عارضی کیمپ بنایا ہوا تھا۔ یہاں سے فرار ہونے کے مواقع زیادہ تھے۔بشرطیکہ میں کسی طرح بارک سے نکل سکوں مگر سوال یہ تھا کہ میں پاروتی کو ساتھ کیسے لے جاسکتاتھا۔آخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ پاروتی کو اس کے حال پر چھوڑ دیاجائے۔وہ لڑکی ایسی تھی کہ دشمن کے لیے ہلاکت کا باعث بن سکتی تھی۔یہاں سے فرار ہونے کے لیے رات کاوقت ہی بہترین تھا۔یہاں جنگی قیدیوں کے کیمپ کی طرح مچان پر کوئی سرچ لائٹ بھی نہیں لگی تھی جو اندھیرے میںمجھے تلاش کرلیتی۔یہاں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

فرار ہونے کے لیے حالات بڑے سازگار تھے۔صرف باہر ایک گارڈ تھا۔دروازہ اگرچہ بانس کاتھا مگر میں نے محسوس کیاتھا کہ جب جاپانی سپاہی مجھے چائے کامگ دے کر واپس گیاتھا تو اس نے دروازہ بند کرکے باہر کوئی زنجیر سی چڑھائی تھی۔ظاہر ہے اس زنجیر نے دروازے کوبند کردیا ہوگا۔اگررات کے وقت میں کسی طرح بارک سے باہر نکل جاؤں تو آگے کیمپ کا خاردار تاروں والا دروازہ پار کرناتھا اوراس کے بعد میں جنگل میں گم ہوسکتاتھا لیکن خاردار تار والا دروازہ رات کو ضرور بند کردیاجاتا ہوگا اور اس کے آگے مشین گن کی پوسٹ بھی تھی جہاں دوسپاہی ہر وقت موجود رہتے تھے۔

ابھی مجھے یہاں آکر یہ اندازہ نہیں ہواتھاکہ رات کے وقت یہاں کی کیاکیفیت ہوتی ہے۔باہر بارکوں کے اوپر ضرور لائٹیں روشن ہوتی ہوں گی۔کیونکہ یہاں ان جاپانیوں کو برطانوی بمبار جہازوں کی بمباری کا خطرہ بالکل نہیں تھا۔سارے علاقے پر جاپانی پھیلے ہوئے تھے اور جب سے میں ان جنگلوں میں داخل ہواتھا میں نے برٹش ایئر فورس کاایک بھی بمبار طیارہ آسمان پر اڑتے ہوئے نہیںدیکھا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوپہر کو مجھے کھانے کو کچھ نہ دیا گیا۔رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تو بارک کے اندر ایک کمزور روشنی والا بلب اپنے آپ جل اٹھا۔مجھے بڑی بھوک اور پیاس محسوس ہو رہی تھی۔اتنے میں دروازے کی زنجیر کھلی۔وہی جاپانی سپاہی ٹین کی تھالی میں تھوڑے سے چاول لے کر آگیا۔ٹین کے ڈونگے میں پانی بھی تھا۔ میں نے صبر شکر کرکے پیٹ کی آگ بجھائی۔اس کے بعد ایک بار پھر بند دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا اور درز میں سے باہر کا جائزہ لینے لگا۔

برآمدے میں جاپانی سنتری باقاعدہ ٹہل رہا تھا۔میرا اندازہ درست تھا۔آمنے سامنے والی بارکوں اور کیمپ کے احاطے کے بڑے گیٹ کے اوپر کافی روشنی والے بلب روشن تھے۔ان کی تیز روشنی میں کیمپ کے اندر کی ہر شے صاف نظر آرہی تھی۔خاردار تار والا گیٹ بند تھا۔اس کے باہر بھی ایک سپاہی ڈیوٹی پر کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔اس دوران مجھ سے کسی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے پوچھ گچھ نہ کی۔میں نے برطانوی فوجوں کے بارے میں جھوٹی اطلاعات دی تھیں میرے خیال کے مطابق جاپانی کیمپ کمانڈر کو اس کی تصدیق یا تردید کی کوئی اطلاع نہیں پہنچی تھی۔یہ اطلاع صبح تک پہنچ سکتی تھی اوراس کے بعد مجھ پر اذیت ناک تشدد کا سلسلہ بھی شروع ہونے والا تھا۔

میں نے کافی غور کیا۔کئی تدبیریں سوچیں مگر وہاں سے فرار ممکن دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن میں ماحول کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔رات میں باہر گارڈ ڈیوٹی بدل گئی تھی۔پہلے والا جاپانی سنتری چلا گیا تھا اوراس کی جگہ دوسرا جاپانی آگیا تھا۔میں نے گارڈ ڈیوٹی بدلتے دروازے کی درز میں سے دیکھی تھی۔مگر اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔جیسا پہلے والا سنتری تھا ویسے ہی دوسرا سنتری آگیا تھا۔بانس کی بنی ہوئی کوٹھڑی میں حبس تھا۔مچھر بھی تھے۔میں کچھ دیر تک کوٹھڑی میں ادھر سے ادھر ٹہلتا اور سوچتا رہا پھر فرش پر لیٹ گیا۔مچھر سونے نہیں دیتے تھے۔میری جیبوں میں جو تھوڑے بہت پیسے او رایک چاقو تھا وہ جاپانیوں نے تلاشی لیتے وقت نکال لیا تھا۔میں آنکھیں بند کیے فرش پر پڑا تھا۔ایک ہاتھ سے مچھر بھی مار رہا تھا۔فضا میں گھٹن تھی۔نہ جانے رات کتنی گزر چکی تھی۔باہر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

خاموشی تھی۔صرف برآمدے کے فرش پر جاپانی سنتری کے بھاری بوٹوں کی آواز آرہی تھی۔

اچانک باہر شوربلند ہوا۔بہت سے سپاہی ایک دوسرے کو آوازیں دیتے برآمدے کے سامنے سے گزر گئے۔باہر جو سنتری پہرے پر تھا اس کے دوڑنے کی بھی آواز آئی۔میں جلدی سے اٹھ کر دروازے کی درز کے ساتھ لگ گیا۔باہر روشنی میں میں صرف سامنے ہی دیکھ سکتا تھا۔میرے سامنے والی بارک کے باہرایک ٹرک اور دو تین فوجی جیپیں کھڑی تھیں۔ایک جیپ تیزی سے بارک کے دوسرے کونے کی طرف نکل گئی۔اس طرف سپاہیوں کا کافی شور تھا۔کوئی حادثہ ہو گیا تھا۔مجھے کچھ معلوم نہ ہوسکا۔مجھے فوجی بوٹوں کی آوازیں اپنی کوٹھڑی کی طرف آتی سنائی دیں۔میں جلدی سے دروازے سے ہٹ کر کونے میں بیٹھ گیا۔دروازہ کھلا۔تین جاپانی سپاہی تیزی سے اندر داخل ہوئے۔انہوں نے آتے ہی مجھے زدوکوب کرنا شروع کردیا۔میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہاتھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔وہ مجھے گھونسے اور لاتیں مارتے ہوئے کھینچ کر کوٹھڑی سے باہر لے آئے اور اسی طرح زدوکوب کرتے سامنے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

والی بارک میں لے گئے۔وہاں انہوں نے مجھے ایک لوہے کی چارپائی کے ساتھ باندھ دیا۔ایک ناٹے قد کا جاپانی افسر اندرآیا۔اس کا چہرہ غصے سے لال ہو رہاتھا۔اس نے آتے ہی مجھے دو تین تھپڑ مارے اور ہندوستانی میں پوچھا۔

”تمہارے ساتھ جو لڑکی تھی وہ تمہیں کہاں ملی تھی؟“

میرا ماتھا ٹھنکا۔یعنی مجھے کچھ شک پڑا کہ ضرور زہریلی لڑکی نے اپنا کام کردکھایا ہے۔میرا سارا جسم درد کررہاتھا۔میں نے اپنا پہلے والا بیان دہرایا کہ وہ سنتھالی سپیرن تھی اور میری منگیتر کاجل کی تلاش میں میری راہ نمائی کے لیے میرے ساتھ ہوگئی تھی۔یہ پہلے والا جاپانی افسر نہیں تھا۔اس نے مجھے زور سے تھپڑ مارااور کہا۔

”تم بکتے ہو۔تم جھوٹ بولتے ہو۔تم دونوں برٹش آرمی کے جاسوس ہو۔“

اس نے ایک سپاہی کو اشارہ کیا۔اس نے میرے سارے کپڑے اتروا کر میرے کپڑوں کے علاوہ میرے جسم کی بھی تلاشی لی۔میرا منہ کھلوا کر دانتوں کے آگے پیچھے انگلیاں ڈال کر دیکھا۔خداجانے وہ کونسی چیز تلاش کررہے تھے۔جب انہیں اپنی مطلوبہ شے نہ ملی تو مجھے کپڑے پہننے کا حکم ہوا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے جلدی سے کپڑے پہن لیے۔جاپانی افسر نے اب باقاعدہ مجھ سے زہریلی لڑکی پاروتی کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کردی۔جب میں اپنے بیان پر قائم رہا تو جاپانی افسر نے مجھ سے پوچھا۔

"اس لڑکی کو زہر والا انجکشن کس نے دیا تھا؟"

ساری بات میری سمجھ میں آگئی تھی۔معلوم ہوا کہ وہی جاپانی افسر جس کے سامنے ہم دونوں کو پیش کیا گیا تھا زہریلی لڑکی پاروتی کے رات کے وقت بارک کے کونے میں واقع کمرے میں تھا کہ آدھی رات کے بعد اچانک اس کی چیخنے کی آواز آئی۔سپاہی دوڑ کر اندر گئے۔دیکھا کہ جاپانی افسر کا بدن کسی زہر کے اثر سے کالا پڑتا جارہا تھا اور لڑکی غائب تھی۔پاروتی کے ساتھ اس جاپانی افسر نے دست درازی کی کوشش کی ہوگی اور پاروتی نے اس کے جسم میں ذرا سا ناخن چبھو کر اس کا کام تمام کردیا تھا۔مجھے اس بات کی بڑی خوشی ہوئی کہ پاروتی فرار ہونے میں کامیاب ہوگئی تھی۔اگر وہ فرار نہ ہوتی تو یہ جاپانی اس کو جس طرح اذیت دے دے کر ہلاک کرتے اس کی شاید کہیں مثال نہ ملتی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پہلے والا جاپانی افسر مرگیا تھا۔اس کے بدن میں پاروتی نے ناخن چبھو کر ان تمام سانپوں کا تھوڑا تھوڑا زہر داخل کردیا تھا جو اس نے آج تک ڈسوائے تھے۔اب میری شامت آگئی۔باقی ساری رات اور دوسرے دن بھی مجھ پر تشدد ہوتا رہا۔جاپانی یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ لڑکی بھاگ کر کہاں گئی ہوگی۔میں نے انہیں سنتھالی سپیروں کا ٹھکانہ بتا بھی دیا تھا مگر انہیں یقین نہیں آرہا تھا۔ میرے کپڑوں اور جسم کی تلاشی انہوں نے اسی لیے لی تھی کہ کہیں میں نے بھی کسی جگہ زہر والا انجکشن تو نہیں چھپایا ہوا۔میں سارا دن بارک میں لوہے کی چارپائی کے ساتھ بندھا درد سے کراہتا رہا۔دوپہر کے وقت ایک جاپانی سپاہی آکر مجھے تھوڑے سے ابلے ہوئے باسی چاول اور پانی دے کر چلا گیا۔میرا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں رسی سے چارپائی کے ساتھ بندھا ہوا تھا اور میں چارپائی کے پاس ہی فرش پر بیٹھا تھا۔اسی طرح شام کا اندھیرا ہوگیا۔تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ دو مسلح جاپانی سپاہی اندر آئے۔انہوں نے مجھے کھولا۔باہر ایک ٹرک کھڑا تھا۔مجھے اس ٹرک میں دھکا دے کر ڈالا اور ٹرک کسی نامعلوم منزل کی طرف چل پڑا۔یہ ٹرک چاروں طرف سے ترپال سے ڈھکا ہوا تھا۔ایک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جاپانی سپاہی رائفل لیے میری نگرانی کے لیے ٹرک میں بیٹھ گیا تھا۔ٹرک پتھروں پر اچھلتا ہوا چلا جارہاتھا۔کہیں اترائی آجاتی' کہیں چڑھائی شروع ہوجاتی۔ مجھے شاید کسی جنگی قیدیوں کے کیمپ میں منتقل کیا جارہاتھا۔یہ سوچ کر مجھے کچھ اطمینان ہوا کہ کم از کم اب مجھ پر مزید تشدد نہیں کیا جائے گا اور میں دوسرے جنگی قیدیوں کے ساتھ رہوں گا۔

ساری رات ٹرک پہاڑی جنگلاتی علاقے میں چلتا رہا۔ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ ٹرک ایک موڑ مڑ کر کچھ دور جاکر رک گیا۔جو سپاہی میری نگرانی کررہاتھا اس نے اٹھ کرترپال کا پردہ ہٹادیا اور تیز لہجے میں مجھے باہر نکلنے کاحکم دیا۔میرے ہاتھ پاؤں کھلے تھے۔میں ٹرک سے نیچے کود گیا۔وہاں پہلے سے تین چار جاپانی فوجی کھڑے تھے۔کہیں کہیں روشنی ہو رہی تھی۔یہ کوئی بڑا فوجی کیمپ تھا۔کئی فوجی گاڑیاں کھڑی تھیں۔لمبی لمبی بارکیں تھیں۔مجھے کوارٹر گارڈ میں بند کردیاگیا۔صبح ہوئی تو مجھے ایک جاپانی فوجی افسر کے آگے پیش کیا گیا۔یہاں میرے بارے میں پوری رپورٹ پہلے سے پہنچ چکی تھی۔یہ جاپانی افسر شاید میجر کے رینک کا تھا۔اس کی عمر بھی زیادہ تھی۔سر گنجا تھا۔وہ میز پر اپنے آگے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لمبی سی تلوار رکھے بیٹھا تھا۔میری طرف گھور گھور کر دیکھتا رہا پھر تلوار لے کر اٹھا۔میرے پاس آیا۔میں فرش پر بیٹھا تھا۔تلوار میری گردن پر رکھی۔ میرا سانس خشک ہوگیا۔میں نے سن رکھاتھا کہ جاپانی جنگی قیدیوں کی گردنیں تلوار سے اڑاکر بڑے خوش ہوتے ہیں۔اس نے دو تین بار تلوار میری گردن کے ساتھ لگائی۔پھربڑے سکون کے ساتھ ٹہلتا ہوا واپس کرسی پر جاکربیٹھ گیا۔ میز پر چھوٹی سی گھنٹی پڑی تھی۔اس نے گھنٹی پر زور سے ہاتھ مار کر گھنٹی بجائی۔ایک جاپانی جلدی سے اندر آگیا۔جاپانی افسر نے اسے جاپانی زبان میں کچھ کہا۔سپاہی سلیوٹ مار کر باہر نکل گیا۔چند لمحوں کے بعد واپس آیا تواس کے ہاتھ میں ایک تھالی تھی۔تھالی میں سفید ابلے ہوئے چاول تھے۔چاولوں کے اوپر سالن بھی تھا۔جاپانی میجر نے میری طرف دیکھ کر ہندوستانی میں کہا۔

”کھاؤ۔“

میں خاموشی سے چاول کھانے لگا۔بھوک لگی ہوئی تھی۔سارے چاول کھاگیا۔ سپاہی ٹین کے ڈونگے میں میرے لیے پانی لے آیا۔میں نے پانی پیااور دل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں خدا کا شکر ادا کیا۔اس کے بعد جاپانی میجر کرسی کھینچ کر میرے پاس آگیااور اس نے مجھ سے پوچھ گچھ شروع کردی۔وہ بڑے شریفانہ انداز میں مجھ سے سوالات پوچھ رہاتھا۔سوال یہی تھا کہ زہریلی لڑکی کون تھی؟ اس کے پاس زہر والا انجکشن کہاں سے آیا تھا۔اور برٹش انڈیا کی فوجیں آسام کے بارڈر پر کہاں کہاں پر موجود ہیں؟ زہریلی لڑکی کے بارے میں میں نے اس کے آگے بھی یہی بیان دیا کہ وہ مجھے سنتھالی سپیروں کے ڈیرے پر ملی تھی۔مجھے کچھ معلوم نہیں کہ اس کے پا س زہریلا انجکشن کہاں سے آیا تھا۔اور برٹش انڈیا کی فوجوں کے متعلق بھی میں نے اپنی لاعلمی کااظہار کیا۔پہلے تو جاپانی میجر بڑے سکون سے میری باتیں سنتا رہا۔اچانک کرسی چھوڑ کر اٹھااور مجھ پر ٹھڈوں اور گھونسوں کی بارش کردی۔

جب وہ مجھے مارتے مارتے تھک گیا تو اس نے سپاہی کو بلا کر کچھ کہا۔سپاہی مجھے گھسیٹتے ہوئے بارک کے پیچھے جہاں جھاڑیاں اور درخت تھے لے گیا۔یہاں زمین میں چار فٹ اونچے بانس گاڑ کر ایک پنجرہ بنایا ہواتھا۔یہ تین فٹ چوڑ اتھا۔اس پنجرے میں مجھے بند کردیا گیا۔باہر زنجیر چڑھا دی گئی۔موٹے موٹے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بانس بالکل ساتھ ساتھ جوڑے گئے تھے۔میں نہ بازو پوری طرح کھول سکتاتھا نہ ٹانگیں پھیلا سکتاتھا۔باہر پھر بھی بارکوں کی دھندلی سی روشنی وہاں تک آرہی تھی مگر پنجرے کے اندر گھپ اندھیرا تھا اور میں گھٹنے سینے سے لگائے بیٹھا سوچ رہاتھا کہ کیا یہ اذیت میں زیادہ دیر تک برداشت کرسکوں گا

میں جانور کی طرح پنجرے میں بند تھا۔جانور پھر بھی پنجرے میں ٹہلتا رہتا ہے مگر میں تو ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتاتھا۔کچھ دیر تو بیٹھا رہاپھر گھٹنوں میں اینٹھن شروع ہوگئی۔میں پوری ٹانگیں نہیں پھیلا سکتاتھا۔عجیب مشکل میں پھنس گیاتھا۔لگتاتھا کہ یہ اذیت مجھ سے زیادہ دیر برداشت نہیں ہوگی۔کچھ پتہ نہیں تھا کہ جاپانی کب تک مجھے اس پنجرے میںبند رکھیں۔رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔شروع رات میں بارکوں کی طرف سے جاپانی سپاہیوں کی آوازیں آجاتی تھیں۔جیسے جیسے رات گزرتی گئی یہ آوازیں آنا بھی بند ہوگئیں۔پنجرے کے باہر جنگل کا سناٹا چھاگیا۔میں بے بسی کے عالم میں تھوڑی گھٹنوں کے اوپر رکھے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔آنکھیں اس لیے بند کی تھیں کہ شاید نیند آجائے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور کم از کم رات تو کٹے۔ صبح یہ لوگ شاید مجھے یہاں سے نکال کر دوسرے قیدیوں کے ساتھ کسی بارک میں بند کردیں۔

نیند کوسوں دور تھی۔ خدا کو یاد کرنے لگا۔ خدا سے دعا مانگی کہ یااللہ پاک مجھے اس مصیبت سے نجات دلا۔ بظاہر نجات کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آرہا تھا۔ خداجانے اسی طرح بیٹھے بیٹھے کتنی رات گزر گئی ہوگی کہ مجھے ایسی آواز سنائی دی کہ جیسے جھاڑیوں میں کوئی چل رہا ہے۔ میں سمجھا کہ ریچھ چیتا یا کوئی دوسرا جنگلی جانور ہوگا۔ میں سکڑ کر پنجرے میں بیٹھا رہا۔ نہ پنجرے کے اندر کچھ نظر آرہا تھا نہ پنجرے کے باہر کچھ نظر آرہاتھا۔ جھاڑیوں میں کسی کے چلنے کی آواز پنجرے کے قریب آکر رک گئی۔ میں نے موٹے بانسوں میں سے دیکھنے کی کوشش کی مگر وہاں کوئی ایسی درز نہیں تھی جس میں سے میں باہر دیکھ سکتا۔ پھر ایسا لگاجیسے کوئی زنجیر کھول رہا ہے۔ ضرور یہ جاپانی سپاہی ہے جو مجھے یہاں سے نکالنے آیا ہے۔ اتنے میں باہر سے کسی نے سرگوشی میں میرا نام لے کر کہا۔

”آواز نہ نکالنا میں پاروتی ہوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی کی آواز اور اس کانام سن کرمیرے جسم میں توانائی کی لہر دوڑ گئی۔ زہریلی لڑکی میری مدد کو پہنچ گئی تھی۔ خدا جانے وہ کہاں کہاں سے میرا پیچھا کرتی ہوئی یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ پنجرے کا چھوٹا سا دروازہ پیچھے ہٹ گیا۔ پاروتی نے سراندر ڈال کر آہستہ سے کہا۔

”باہر آجاؤ۔ جلدی کرو۔“

میں گھٹنوں کے بل چلتا پنجرے سے باہر آگیا۔

زہریلی لڑکی نے میرا ہاتھ پکڑااور مجھے کھینچتی ہوئی جھاڑیوں اور درختوں کے اندھیرے کی طرف دوڑ پڑی۔ میں بھی اس کے ساتھ لنگڑاتا ہوا دوڑنے لگا۔ صرف ایک ہی ڈر تھا کہ پیچھے سے مشین گن کافائر ہمیں بھون کر نہ رکھ دے۔ مگر جاپانی کیمپ پر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ پاروتی خود بھی جھاڑیوں میں دوڑرہی تھی اور مجھے بھی دوڑا رہی تھی۔ بارش کی وجہ سے جھاڑیاں گیلی تھیں۔ اس کے دوڑنے کے انداز سے معلوم ہوتاتھا کہ اسے پتہ ہے کہ کہاں جانا ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ بھی نیم پہاڑی علاقہ تھا۔اندھیرے میں درختوں کے ہیولے دھندلے دھندلے نظر آرہے تھے۔میں نے دوڑتے دوڑتے پاروتی سے پوچھا کہ ہم کہاں جارہے ہیں؟ آگے کہیں جاپانیوں کی کوئی پوسٹ نہ ہو۔پاروتی اب تیز تیز چل رہی تھی۔مجھے ڈانٹتے ہوئے بولی۔

"ابھی مت بولو' چپ رہو۔"

میں چپ ہو گیا۔بارش رکی ہوئی تھی۔جنگل میں اندھیرا اور سناٹا تھا۔جنگلی جھاڑیوں والی ڈھلان اترنے کے بعد کھلی جگہ آگئی۔اندھیرے میں کیلے کے درختوں کے جھنڈ ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔پیچھے سنبل کے درختوں کو میں رات کے اندھیرے میں بھی پہچان لیتا تھا۔ان درختوں کو آج بھی میں دور سے پہچان لیتا ہوں۔اب تو یہ درخت سمن آباد میں بھی لوگوں نے اپنے گھروں کے آگے لگا دیئے ہیں جو بہت بڑی غلطی ہے۔یہ درخت اوپر سے جتنا بڑا ہو کر پھیل جاتا ہے زمین کے نیچے اس کی جڑیں اس سے بھی زیادہ پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اور مکانوں کے فرشوں اور دیواروں کو اکھاڑ دیتی ہیں۔سندربن کے جزیروں میں بھی سنبل کے درختوں کے بے شمار ذخیرے ہیں۔یہ دو قسم کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

درخت ہوتے ہیں۔پہلی قسم کے درخت پر موٹے موٹے سرخ رنگ کے پھول لگتے ہیں۔دوسری قسم کے درخت پر لوکاٹ کے رنگ کے پھول لگتے ہیں۔دوسری قسم کے سنبل کے درخت جنگلوں میں بھی کم دیکھنے میں آتے ہیں۔بہرحال میں اس جنگلی لڑکی پاروتی کے پیچھے ان درختوں کے درمیان سے گزرتا آگے چلا جارہا تھا۔سنبل کے درختوں کا ذخیرہ ختم ہوا تو آگے ایک دریا آگیا۔

پاروتی نے مجھے دریا کنارے ایک جگہ بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور خود قریبی جھاڑیوں میں گھس گئی۔تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹی سی سمیان یعنی کشتی کو کھینچتی ہوئی کنارے پر لے آئی۔اس نے آہستہ سے کہا۔

"آجاؤ۔"

کشتی دریا کے کنارے پانی میں کھڑی ہچکولے کھا رہی تھی۔میں نے پاروتی کو پہلے بٹھانے کی کوشش کی تو اس نے میرا ہاتھ جھٹک کر کہا۔

"یہ باتیں رہنے دو کشتی میں بیٹھو'

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں کشتی میں بیٹھ گیا۔پاروتی نے کشتی کو پانی کے اندر تھوڑا سا دھکیلا اور پھر خود بھی چھلانگ لگا کر کشتی کے اندر آگئی۔کشتی میں دو چپو پڑے تھے۔وہ چپو چلاتے ہوئے کشتی کو کنارے سے دور لے گئی اور پھر کشتی پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ بہنے لگی۔

میں نے پاروتی سے پوچھا۔

"یہ کونسا دریا ہے؟"

اس نے کہا۔"یہ دریا کی ایک شاخ ہے۔اصل دریا تو یہاں سے کافی فاصلے پر ہے۔"

میں نے کہا۔"کیا اب میں بات کرسکتا ہوں؟"

پاروتی بولی۔"ابھی خاموش ہی رہو تو بہتر ہے۔جاپانی رات کو یہاں کسی نہ کسی طرف سے نکل آتے ہیں۔"

کوئی آدھے گھنٹے تک کشتی دریا کے رخ پر بہتی رہی۔اس کے بعد ایک جگہ پہنچ کر پاروتی نے کشتی کو دوسرے کنارے کی طرف چلانا شروع کردیا۔میں نے پاروتی کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کی تو پاروتی لڑکی کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"دریا کا بڑا زور ہے تم کشتی نہیں چلاسکو گے۔"

وہ بڑی مہارت سے چپو کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف چلاتی کشتی کو دوسرے کنارے کی طرف لے جانے لگی۔دوسرے کنارے پر اندھیرے میں گھنے درختوں کے جھنڈ سیاہ ٹیلوں کی طرح دکھائی دیتے تھے۔اس نے کشتی کو کنارے پر لاکر ایک جھاڑی کے قریب کیا۔ہم کشتی سے اتر پڑے۔اس نے کشتی کو اوپر ریت پر کھینچ لیا۔کشتی کو اوپر کھینچنے میں میں نے ضرور اس کی مدد کی۔

وہ مجھے ساتھ لے کر ایک بار پھر گھنے جنگل میں گھس گئی۔یہاں درخت ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ اگے ہوئے تھے۔ہم رک رک کر راستہ دیکھ کر اور کہیں راستہ بنا کر چل رہے تھے۔درختوں کے جھنڈ ختم ہوئے تو مجھے اندھیرے میں ایک بارہ دری سی نظر آئی۔یہ کسی بارہ دری کا کھنڈر تھا۔اس کے باہر ایک قطار میں کچھ بت زمیں سے آدھے باہر نکلے ہوئے تھے۔بارہ دری کے کھنڈر میں آکر ہم بیٹھ گئے۔میں اس بات پر بڑا حیران تھا کہ پاروتی اتنی جلدی سے جاپانی کیمپ سے نکل کر یہاں دوسرے بڑے کیمپ میں کیسے پہنچ گئی۔جبکہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دونوں کیمپوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا اور جس ٹرک میں مجھے بٹھا کر یہاں لایا گیا تھا وہ تقریباً ساری رات جنگل میں چلتا رہا تھا۔جب میں نے پاروتی سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے گردن موڑ کر میری طرف دیکھا۔اندھیرے میں اس کی آنکھوں میں مجھے سانپ کی آنکھوں والی سرخی اور چمک نظر آئی۔ کہنے لگی۔

”یہ ایک ایسا راز ہے جو میں تمہیں نہیں بتاؤں گی۔تمہیں بتایا بھی تو تم یقین نہیں کروگے۔اس لیے یہ سوال پھر نہ کرنا۔“

میں نے یہ سوال اس سے دوبارہ نہ پوچھا۔وہ مجھے بتانے لگی کہ وہ جاپانیوں کی قید سے کیسے فرار ہوئی۔ہوا یہ کہ جب ہمیں الگ الگ کوٹھڑی میں بند کردیا گیا تو رات کے وقت جاپانی کیپٹن پاروتی کی کوٹھڑی میں آگیا۔اس نے پاروتی کے ساتھ دست درازی کی۔پاروتی نے کوئی مزاحمت نہ کی۔اس نے صرف اتنا ہی کیا کہ اپنی ایک انگلی کا ناخن جاپانی کیپٹن کی گردن میں چبھودیا۔جاپانی فوجی نے کوئی خیال نہ کیا۔وہ یہی سمجھا کہ پاروتی پر ایک خاص کیفیت طاری ہوچکی ہے لیکن دوسرے ہی لمحے اس کا سانس اکھڑنا شروع ہوگیا۔یہ ایک سانپ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کا نہیں بلکہ سیکڑوں سانپوں کا زہر تھا جو پاروتی نے جاپانی کیپٹن کے خون میں شامل کردیا تھا سب سے پہلے اس کا گلابند ہوا۔وہ گلے کو پکڑ کر باہر کی طرف دوڑا مگر سانپوں کے زہر نے اسے اتنی مہلت نہ دی کہ وہ دروازے تک پہنچ سکے۔وہ دروازے کے ساتھ جاکر زور سے گرا۔اس وقت باہر ایک سنتری پہرا دے رہا تھا۔اس نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی تو دروازہ کھول کر اندر آگیا۔اس دوران پاروتی نے روشنی گل کردی تھی۔کوٹھڑی میں اندھیرا تھا۔جیسے ہی جاپانی سنتری اندر آیا پاروتی اندھیرے میں سانپ کی طرح رینگتی باہر نکل گی۔اس کا ایک بار کوٹھڑی سے باہر نکلنا ہی بہت تھا۔وہ بارک کے پیچھے سے ہو کر خار دار تاروں سے نکل کر جنگل میں گھس گئی اور اندھیرے جنگل نے اسے اپنے اندر چھپالیا۔جس طرح سانپ کو زمین جگہ دے دیتی ہے اسی طرح پاروتی کو بھی جنگل اپنے اندر چھپالیتا تھا۔اس کے بعد وہ وہیں جنگل میں کیمپ کے آس پاس منڈلاتی رہی۔کیونکہ وہ مجھے بھی وہاں سے نکالنا چاہتی تھی۔بقول اس کے صبح تک وہ کیمپ کے قریب ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھی رہی۔جب مجھے بارک سے نکال کر فوجی ٹرک میں سوار کرایا گیا تو وہ مجھے دیکھ رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس کے بعد وہ ٹرک کے تعاقب میں چل پڑی۔یہاں سے آگے پاروتی نے مجھے بالکل نہ بتایا کہ وہ میرا تعاقب کرتے ہوئے کس طرح موجودہ فوجی کیمپ تک پہنچی۔کہنے لگی۔

”جب اس فوجی کیمپ میں جاپانیوں نے تمہیں ایک کوٹھڑی میں بند کردیا تو میں تمہیں درختوں کے پیچھے چھپی دیکھ رہی تھی۔اس کے بعد میں جنگل میں سانپوں کی تلاش میں نکل گئی۔یہاں مجھے تین سبز رنگ کے سانپ مل گئے۔میں نے ان سے اپنے آپ کو ڈسوایا اور انہیں کھا کر اپنی بھوک مٹائی۔سانپوں سے ڈسوانے کے بعد مجھ پر ایک خاص قسم کی خماری چڑھ جاتی ہے میں وہیں جنگل میں گھاس پر سوگئی۔جس وقت آنکھ کھلی تو رات ہوگئی تھی۔میں دوڑ کر کیمپ کے قریب جو درخت تھے وہاں آگئی۔یہاں سے مجھے وہ بارک بجلی کے بلب کی روشنی میں صاف نظر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آرہی تھی جس کی ایک کوٹھڑی میں جاپانیوں نے تمہیں قید کیا تھا۔میں نے دیکھا کہ تمہیں کوٹھڑی سے باہر لایا جارہا ہے۔جاپانی سپاہی تمہیں بارک کے پیچھے لے گیا جہاں اس نے تمہیں بانس کے پنجرے میں بند کردیا۔میں نے رات گہری ہوجانے کاانتظار کیا۔پھر کیمپ کے گرد لگی ہوئی خار دار باڑ ہی کے نیچے ایک جگہ زمین کھود کر ایک گڑھا بنایااور اسی گڑھے میں سے گزر کر تم تک پہنچی اور تمہیں وہاں سے نکال لیا۔“

میں نے پاروتی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

”اگر تم مجھے وہاں سے نہ نکالتی تو پنجرے میں پڑے پڑے صبح تک میرا براحال ہوجاتا۔میں تو چلنے پھرنے کے قابل بھی نہ رہتا۔“

پاروتی چوکنی ہو کر اندھیرے میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔میں سمجھ گیا کہ اس کی سانپوں والی چھٹی حس اسے کسی خطرے سے آگاہ کررہی ہے۔میں نے آہستہ سے پوچھا۔

”کیا بات ہے پاروتی؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس نے میرا بازو پکڑااور مجھے اپنے ساتھ بارہ دری سے نکال کر ان بتوں کے پیچھے لے آئی جو آدھے باہر نکلے ہوئے تھے۔ہم ان مجسموں کی آڑ لے کر بیٹھ گئے۔یہ گول گول سروں والے کافی بڑے انسانی مجسمے تھے۔ان کے ارد گرد کافی گھنی جنگلی گھاس اگی ہوئی تھی۔

پاروتی بڑے غور سے بارہ دری کے کھنڈر کی طرف دیکھ رہی تھی۔میں بھی ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔مجھے اندھیرے میں کوئی خاص شے نظر نہیں آرہی تھی۔ اس خیال سے پاروتی سے بھی نہیں پوچھ رہا تھا کہ یہ پھر مجھے ڈانٹ دے گی کہ خاموش رہو۔اتنے میں مجھے ایک انسانی سایہ نظر آیا۔یہ سایہ درختوں سے نکل کر بارہ دری کے کھنڈر کے پاس آکر رک گیا۔یہ ایک آدمی تھا اندھیرے میں اس کا ہیولا صاف دکھائی دے رہا تھا۔وہ جھک کر بارہ دری کے باہر کچھ تلاش کرنے لگا۔میں نے محسوس کیا کہ پاروتی لمبے لمبے سانس لے رہی ہے۔ میں نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا وہ میرے پاس ہی بیٹھی تھی۔میں نے دیکھا کہ وہ ناک سے سانس لینے کی بجائے منہ کھول کر لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔انسانی ہیولا کھنڈر کے ارد گرد چکر لگانے لگا تھا۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کسی شے کی تلاش میں ہے۔پاروتی مسلسل منہ سے سانس لے رہی تھی۔ایک دو منٹ کے بعد انسانی ہیولا یا سایہ جس طرف سے آیا تھا اسی طرف درختوں میں چلا گیا۔اس کے جانے کے بعد کچھ دیر تک اسی طرح پاروتی منہ کھول کر سانس لیتی رہی پھر اس نے منہ بند کرلیااور بولی۔

”یہ میرا دشمن تھا۔میری بوپاکر ادھر آیا تھا۔“

میں نے آہستہ سے کہا۔

”تو پھر وہ یہاں کیوں نہیں آیا؟“

پاروتی نے کہا۔”میں نے اپنی بو روک لی تھی۔میری بومیرے جسم سے بہت کم اور اندر سے بہت زیادہ نکلتی ہے۔جب میں ناک کے ذریعے سانس لیتی ہوں تو میرے خون کی زہریلی بو بہت زیادہ مقدار میں باہر آتی ہے لیکن جب میں سانس لینا بند کرکے منہ سے سانس لیتی ہوں تو میرے خون کی بو اتنی دھیمی ہوجاتی ہے کہ کوئی آدمی پندرہ بیس فٹ کے فاصلے پر سے بھی میری بو نہیں سونگھ سکتا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں پاروتی کی اس قسم کی باتوں کا عادی ہو چکا تھا۔ میں نے صرف اتنا پوچھا کہ یہ تمہارا دشمن کون تھا اور تمہاری بو کے پیچھے کیوں لگا ہوا تھا؟ وہ سانس لے کر بولی۔

"انسان جس حال میں بھی ہو اس کے دشمن اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ میں دنیا والوں سے دور اس جنگل میں دربدر پھر رہی ہوں۔ یہاں بھی میرا کوئی نہ کوئی دشمن میری تلاش میں نکل آتا ہے۔ یہ جو شخص رات کے اندھیرے میں میری بو پا کر یہاں تک آیا تھا یہ مہاناگی سپیرا تھا۔ مہاناگی سپیرے تمام سپیروں کے سردار ہوتے ہیں۔ انہیں مجھ ایسی عورت کی تلاش رہتی ہے جو خود کو سانپوں سے ڈسوا ڈسوا کر زہریلی ناگن بن گئی ہو۔"

وہ کچھ دیر تک جھاڑیوں کے پیچھے بیٹھی جنگل کے درختوں کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی پھر اس نے رک رک کر سانس لیتے ہوئے فضا میں کچھ سونگھنے کی کوشش کی اور کہنے لگی۔

"وہ اب جنگل میں کافی دور نکل گیا ہے وہ میرا دشمن تھا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا تم اس کو ناخن چبھو کر ہلاک نہیں کر سکتی تھیں؟"

پاروتی نے کہا۔ "مہاناگی سپیرے پر دنیا کے زہریلے سے زہریلے سانپ کا زہر بھی اثر نہیں کر سکتا۔ اس علاقے میں شاید دو یا تین مہاناگی سپیرے ہوں گے۔ یہ لوگ بڑے چلے کاٹ کر اور بڑے بڑے زہریلے سانپوں سے اپنے آپ کو ڈسوا کر مہاناگی کا مقام حاصل کرتے ہیں۔ اگر وہ میرے بدن میں اپنا ناخن چبھو دیتا تو میں ہلاک ہو سکتی تھی۔ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔" میں نے پوچھا۔

"مگر ہم کس طرف جائیں گے؟ یہاں تو چاروں طرف لگتا ہے جاپانیوں کا قبضہ ہے جس طرف بھی جائیں گے خطرہ ہے کہ جاپانی ہمیں پکڑ لیں گے۔"

پاروتی بولی۔ "میں ان جنگلوں سے زیادہ واقف نہیں ہوں۔ لگتا ہے کہ ہم جنوبی آسام میں کافی دور نکل آئے ہیں۔ پھر بھی میرے اندازے کے مطابق اگر ہم اوپر کی طرف پہاڑیوں میں چلتے جائیں تو دو تین دنوں میں بنگال پہنچ جائیں گے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں خود بنگال یعنی کلکتے پہنچنے کے لیے بے چین تھا۔میں ان سپیرے سپیرنوں ناگ ناگوں اور جنگی قیدیوں کے کیمپوں سے دور نکل جانا چاہتا تھا۔مگر تقدیر مجھ پر ہنس رہی تھی۔کیونکہ میرے نامہ اعمال میں بھی ایسے ایسے سنسنی خیز اور خطرناک واقعات لکھے ہوئے تھے کہ آج ان کو یاد کرتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ میں زندہ کیسے بچ گیا۔

میں نے اور پاروتی نے طے یہی کیا کہ کسی نہ کسی طرح رات اسی جنگل میں گزار دی جائے اور صبح کا اجالا ہوتے ہی ان پہاڑیوں کی طرف چلنا شروع کردیا جائے جو اس کے اندازے کے مطابق بنگال کے جنگلوں کی طرف نکل جاتی ہیں۔مہاناگی سپیرا اگرچہ جاچکا تھا اور بظاہر اس کے واپس بارہ دری کے کھنڈر کی جانب آنے کا امکان نہیں تھا لیکن اس کے باوجود میں نے دیکھا کہ زہریلی لڑکی پاروتی پر اس کی دہشت ابھی تک چھائی ہوئی تھی۔کہنے لگی۔

”یہاں باقی رات گزارنی ٹھیک نہیں۔ہم یہاں سے آگے جاکر باقی رات گزارنے کا کوئی ٹھکانہ تلاش کرتے ہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجھے کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔چنانچہ ہم وہاں سے اٹھے اور دوسری طرف نیچے ڈھلان اتر کر ایک چھوٹی سی ندی کے پاس آگئے۔ندی رات کے اندھیرے میں خاموشی سے بہ رہی تھی۔بڑے غور سے دیکھنے پر اس کا پانی نظر آتا تھا۔ہم ندی کے ساتھ ساتھ اگے ہوئے درختوں میں چلتے رہے۔ایک جگہ ندی پر بانس کا چھوٹا سا پل بنا ہوا تھا۔ہم یہاں سے پل پار کرکے دوسرے کنارے پر آگئے۔کیونکہ پاروتی کے خیال میں بنگال آسام کو وہی راستہ جاتا تھا۔ایک جگہ بہت سے درختوں ستونوں کی طرح کھڑے تھے۔ان ستونوں کے اوپر درختوں نے چھت سی ڈال رکھی تھی۔یہاں ایک درخت کے نیچے ایک جھونپڑی دیکھی جس کا دروازہ غائب تھا۔ایک طرف سے ناریل کی شاخوں والی چھت اڑچکی تھی۔یہ کالی اور ویران جھونپڑی تھی۔پاروتی نے کہا۔

”بس یہاں رات بسر کرتے ہیں۔“

”میں نے کہا تم جھونپڑی میں سوجاؤ۔میں باہر سوجاتا ہوں۔“

پاروتی نے میرا بازو پکڑ کر مجھے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔”نہیں تم جھونپڑی کے اندر سوگے۔میں باہر سوں گی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں سمجھ گیا کہ اسے ابھی تک مہاناگی کا خطرہ لگا ہوا ہے کہ کہیں وہ اس کو تلاش کرتا ہوا ادھر نہ آجائے۔اس کے دل میں مہاناگی سپیرے کا جو ڈروخوف بیٹھا تھا اس سے لگتاتھا کہ وہ پاروتی کو اپنے قبضے میں کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔میں نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تم باہر ہی سوجاؤ۔"

اور میں جھونپڑی کے اندر چلا گیا۔یہاں سوائے اندھیرے زمیں پر سوکھے پتوں اور مچھروں کے اور کچھ نہیں تھا مگر اب جنگل کے مچھر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑتے تھے۔میرا جسم ان کاعادی ہو گیا تھا۔برسات کی وجہ سے جنگل کی رات مرطوب اور خشک تھی۔جبکہ جھونپڑی کے اندر ہلکی ہلکی گرماہٹ تھی۔میں خشک پتوں پر لیٹ گیا۔ایک طرح سے میں بھی جنگلوں میں پھرتے پھرتے آدھا جنگلی ہو گیاتھا۔پاروتی کے ساتھ دوڑ دوڑ کر چل چل کر تھک گیاتھا۔ مچھروں نے حملہ کردیا مگرمیں بڑی جلدی سو گیا۔مجھے کوئی خبر نہیں تھی کہ پاروتی باہر کہاں جاکرسوئی ہے۔سوئی بھی تھی یامہاناگی سپیرے کے ڈر سے کسی جگہ چھپ کربیٹھ گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میراخیال ہے میں بڑی مشکل سے آدھا گھنٹہ سویا ہوں گا کہ کسی نے مجھے بازو سے جھنجوڑ کر جگادیا۔میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔مجھے محسوس ہوا کہ جھونپڑی کے اندر اندھیرے میں میرے اوپر کوئی آدھا جھکا ہوا ہے۔میں نے اپنے حواس درست کرتے ہوئے کہا۔"کون ہو تم؟"

"چپ رہو۔"

یہ اس آدمی کی آواز تھی جومیری گردن پر ہاتھ رکھے ہوئے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔اس نے میری گردن کو چھوڑ کر میرے گریبان کو پکڑتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

"ناگن لڑکی کہاں ہے؟"

وہ مجھے گریبان سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا باہر لے آیا۔یہاں اندھیرے میں کچھ نہ کچھ نظر آرہاتھا۔میں اس آدمی سے زیادہ طاقتور تھا۔میں نے لپک کر دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن دبوچ لی۔اس نے بجلی ایسی تیزی کے ساتھ اپنا ہاتھ جیب میں ڈالااور جب باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں ایک سانپ تھا۔جس نے اپنا پھن کھول رکھا تھا۔اس نے سانپ میرے چہرے کے قریب کیاتو میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے ڈر کر اس کی گردن چھوڑ دی۔اس نے ایک ہاتھ سے میرا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا اور دوسرا سانپ والا ہاتھ میری آنکھوں سے کوئی ایک فٹ کے فاصلے پر لا کر بولا۔

”جلدی بتاؤ ناگن لڑکی کہاں ہے؟ نہیں تو یہ سانپ تمہاری زندگی ختم کردے گا۔“

میں واقعی ڈر گیا۔میں نے کہا۔”وہ میرے ساتھ تھی کہنے لگی تم جھونپڑی میں سوجاؤ میں باہر سوجاتی ہوں۔یہیں کہیں ہوگی۔“

مہاناگی نے ویسے ہی لمبے لمبے سانس لے کر فضا کو سونگھااور بولا۔”اس کی بو نہیں آرہی وہ کدھر گئی ہے۔جلدی بتاؤ۔“ اوراس نے سانپ کا پھن مزید میرے قریب کردیا۔میں سمجھ گیا کہ پاروتی کی بو اس لیے نہیں آرہی کہ وہ ناک بند کرکے سانس لے رہی ہوگی۔وہ ضرور آس پاس ہی موجود تھی۔میں نے کہا۔

”میں کچھ نہیں جانتا وہ کہاں ہے۔تم جاکر دیکھو وہ سامنے والے درختوں کے نیچے سو رہی ہوگی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ابھی یہ فقرہ میں نے ادا ہی کیا تھا کہ ایک چیخ کی آواز کے ساتھ پاروتی درختوں میں سے نکل کر سامنے آگئی۔اس کے منہ سے پھنکار ایسی آوازیں آرہی تھیں۔اس نے کہا۔

”اس کو چھوڑ مہاناگی میں ناگن پاروتی تمہارے سامنے آگئی ہوں۔“

مہاناگی سپیرے کی آنکھیں اندھیرے میں چمک اٹھیں۔اس نے میری گردن فوراً چھوڑ دی اور پاروتی کو بالوں سے پکڑ لیا۔پاروتی کے جسم میں جیسے جان ہی نہ رہی۔وہ نیم مردہ سی ہوگئی۔مہاناگی سپیرا اسے کھینچتا ہوا ایک طرف چل پڑا۔میں ان دونوں کو دیکھتا ہی رہ گیااور جنگل کے اندھیرے نے ان دونوں کو اپنے اندر گم کرلیا۔

جب سپیرا مہاناگی پاروتی کو لے کر جنگل کے اندھیرے میں میری نظروں سے اوجھل ہوگیا تو اچانک مجھے خیال آیا کہ اس لڑکی پاروتی نے محض میری جان بچانے کے لیے اپنے آپ کومہاناگی کے حوالے کردیا ہے۔اس کی مدد کرنامیرا فرض ہے۔میں احمقوں کی طرح یہاں منہ اٹھائے کس لیے کھڑا ہوں۔خدا جانے یہ سپیرااس کے ساتھ کیا کرنے والا ہے؟ کیونکہ پاروتی نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجھے بتایا تھا کہ مہاناگی بڑے چلے کاٹ کر اور بے شمار زہریلے سانپوں سے اپنے آپ کوڈسوا کر مہاناگی سپیرے کا مقام حاصل کرتے ہیں اور اگر وہ اپنا ناخن بھی میرے جسم میں چبھودے تو میں مرسکتی ہوں۔اس خیال کے آتے ہی میرے بدن میں بجلی کا کرنٹ سا دوڑ گیا۔میں فوراً جدھر مہاناگی گیا تھا ادھر چل پڑا۔

اس طرف جنگل بڑا گھنا تھا۔جھاڑیاں اور درختوں کی لٹکتی ہوئی شاخیں میرا راستہ روک رہی تھیں۔مگر میں دیوانہ وار آگے بڑھتا چلا گیا۔مشکل یہ تھی کہ پاروتی کو تو میری بو آجاتی تھی مگر مجھے اس کی بو نہیں آتی تھی۔بہت قریب سے میں اس کی بو محسوس کرلیتا تھا۔وہ بھی اس لیے کہ بے شمار سانپوں سے اپنے آپ کو ڈسوانے اور بے شمار سانپ کھانے کے بعد اس کے جسم نے ایک عجیب وغریب قسم کی بوچھوڑنی شروع کردی تھی۔میں کافی دیر تک جنگل میں چلتا رہا۔مگر مہاناگی سپیرے کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔میں تھک کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔مجھے ایک یہ بھی خطرہ تھا کہ کسی طرف سے جاپانی سپاہی سامنے نہ آجائیں۔یہ علاقہ جاپانیوں کے قبضے میں تھا۔وہ کم بخت مہاناگی پتہ نہیں پاروتی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کو لے کر کہاں غائب ہو گیا تھا۔میں نے ہمت نہ ہاری۔میں نے پاروتی کی مدد کرنے اور اسے مہاناگی سے چھڑانے کی قسم کھالی تھی۔میں نے کچھ دیر آرام کیااور اس کے بعد پھر چلنا شروع کردیا۔

جنگل میں یہی ایک راستہ چلنے کا تھا۔دوسرا کوئی راستہ بظاہر اندھیرے میں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔چلتے چلتے سامنے ایک چھوٹا سا ٹیلہ آگیا۔میں دبے دبے قدم اٹھاتا ٹیلے کے ساتھ ساتھ دوسری طرف گھوم گیا۔اس خیال سے کہ اگر مہاناگی یہاں کہیں چھپا ہو تو اسے میرے قدموں ک آہٹ ہوشیار نہ کردے۔ٹیلے کے دوسری جانب اندھیرے میں مجھے جھاڑیوں کے درمیان ایک راستہ نیچے کھڈ میں اترتا نظر آیا۔میں نے اندھیرے میں بڑے غور سے اسے دیکھا۔یہ ایک قدرتی پگڈنڈی تھی۔میں بڑی احتیاط سے نیچے اترنے لگا۔کوئی پچاس ساٹھ فٹ نیچے اترنے کے بعد مجھے پانی کے پتھروں سے ٹکرانے کی آواز سنائی دی۔جنگل میں جہاں پہاڑی چشمہ بہتا ہو تو اس کی ایک خاص قسم کی آواز آتی ہے۔جسے میں جنگلوں کاخانہ بدوش ہونے کی حیثیت سے بخوبی پہچانتا تھا۔میں مزید نیچے اتر گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اب میں نے دیکھا کہ ٹیلے کے دامن میں ایک جگہ چشمہ بہ رہا تھا۔یہ چشمہ پہاڑی نالے کی طرح تھا۔اندھیرے میں پانی پتھروں سے ٹکرا کر بہتا۔کسی کسی وقت ایک جھلک سی دکھا دیتا تھا۔چشمے کے دوسرے کنارے پر ایک اونچی جگہ پر ایک چھپر سا جھکا ہوا تھا۔میں نے غور سے دیکھا۔چھپر ایک کوٹھڑی کا تھا۔میں نے سوچا کہ چل کر دیکھنا چاہیے۔ہوسکتا ہے مہاناگ نے پاروتی کو اسی جگہ قید کر رکھا ہو۔پتھروں پر اندھیرے میں پاؤں رکھ رکھ کر میں نے چشمے کو پار کیا اور دوسری جگہ پر آکر اونچی جگہ پر چڑھ آیا۔کوٹھڑی کا مجھے کوئی دروازہ نظر نہ آیا۔ایک طرف دیوار کو جنگلی بیلوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔میں ان کی طرف بڑھا تو مجھے پاروتی کی دبی دبی آواز سنائی دی۔وہ کہہ رہی تھی۔

”بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دو۔“

آواز دیوار پر چڑھی ہوئی جنگلی بیلوں کے پیچھے سے آتی ہوئی معلوم ہوئی تھی۔ میں جلدی سے دیوار کی طرف آیا۔جنگلی بیلوں کو ہاتھ سے پرے ہٹایا۔تو وہاں دیوار میں ایک کھڑکی تھی۔جس کے کواڑ بند تھے۔میں نے بہت تلاش کیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مگر کھڑکی کے بند تختوں میں ذرا سی بھی درز نہیں تھی۔جہاں سے میں کوٹھڑی میں جھانکنے کی کوشش کرتا۔پاروتی کی آواز پھر آئی۔

”تم جو کہو گے میں کروں گی۔تم بے شک مجھے ناگن بنا کر پٹاری میں قید کرلو۔مگر میرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرنا۔‘

اب مہاناگ سپیرے کی آواز آئی۔اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں نے تمہیں اس لیے نہیں پکڑا کہ تم پر رحم کروں یا تمہیں پٹاری میں بند کرکے رکھ لوں۔یہ تو مجھ پر نگ دیوتا کی بڑی مہربانی ہوئی ہے کہ پورے ایک جنم کی تلاش کے بعد تمہارے ایسی زہریلی ناگن لڑکی میرے ہاتھ لگی ہے۔اب میں تمہارے ساتھ وہی کچھ کروں گا جس کے لیے میں نے تمہیں پکڑا ہے۔“

پاروتی کے رونے کی آواز آئی۔اس نے روتے ہوئے کہا۔

”یاد رکھ اگر تونے میرے ساتھ وہ سلوک کیا جو تم کرنے والے ہو تو تمہارا اگلا جنم بچھو کا ہوگا۔اور میں سورگ میں مہاناگ کے چرنوں میں ہوں گی اور تمہارے واسطے بددعائیں کروں گی پھر تمہارا ہر جنم مرنے کے بعد برے سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

برا ہوتا جائے گا۔یہاں تک کہ تم دھرتی کے ساتھ میں پاتال کی دلدل میں جنم جنم تک رینگتے رہوگے۔"

مہاناگی نے پھنکار ایسی آواز نکال کر کہا۔

"میں جانتا ہوں میرا انجام کیا ہوگا۔مگر میں تیرا انجام اسی طرح کروں گا جس طرح میں چاہتا ہوں۔اب میں ناگ دیوتا کی آشیرباد لینے جاتا ہوں۔چھری میں اسی جگہ تمہاری سامنے رکھ کر جارہاہوں تاکہ تمہیں تمہاری موت اسی جگہ نظر آتی رہے۔مجھے زیادہ دیر نہیں لگے گی۔تم خوب جانتی ہو کہ میں کس طرح یہاں سے جاؤں گا۔اور کتنی جلدی واپس آجاؤں گا۔"

اس کے ساتھ ہی کوٹھڑی کے اندر سے ایسی آواز آئی جیسے کہ سانپ نے زور سے پھنکار ماری ہو۔اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ایک منٹ دو منٹ تین منٹ جب تین چارمنٹ گزر گئے اور اندر سے نہ پاروتی کی آواز آئی اور نہ مہاناگی سپیرے کی تو میں حیران ہوا کہ یہ بات کیا ہے کیا دونوں مرگئے ہیں۔اتنے میں پاروتی کے سسکنے کی اور آہستہ آہستہ بولنے کی آواز سنائی دی۔وہ کہہ رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اے بھگوان میرے پاپ معاف کردے۔تو جانتا ہے میرا کوئی قصور نہیں ہے۔اگر سنتھال کے سپیرے مجھے کلکتے سے اغوا کرکے نہ لاتے تو میں کبھی اس حال تک نہ پہنچتی۔"

اور وہ سسکیاں بھرنے لگی۔مجھے ایسے لگا جیسے کوٹھڑی کے اندر پاروتی اکیلی ہے۔ مگر یہ کیسے ہوسکتا تھا میں نے مہاناگی کو کسی طرف سے بھی کوٹھڑی سے باہر نکلتے نہیں دیکھا تھا۔اول تو کوٹھڑی کا کوئی دروازہ ہی نہیں تھا۔چاروں طرف پتھر کی دیوار تھی۔صرف یہ ایک کھڑکی تھی جو چاروں طرف پتھروں سے بند کردی گئی تھی۔یہ کیا معمہ ہے۔کیا مہاناگی سپیرا سو گیا ہے؟

پاروتی کی آواز پھر سنائی دی وہ اپنے بھگوان کے آگے پرارتھنا کررہی تھی۔

"بھگوان مجھے اس دنیا سے اٹھالے۔جب تک مہاناگی واپس نہیں آتا مجھے موت دے دے۔"

میں چونک پڑا۔اس کامطلب تھا کہ سپیرا اندر نہیں تھا۔میں نے کھڑکی کے بند تختوں کوہاتھ سے بجاتے ہوئے کہا۔

"پاروتی! پاروتی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی بولتے ہوئے ایک دم رک گئی۔ پھر اس کی خوشی سے کانپتی ہوئی آواز آئی۔اس نے میرا نام لے کر کہا۔

”بھگوان کے لیے میری مدد کرو۔“

میں نے کہامیں اندر کس طرف سے آؤں؟ دروازہ کس طرف ہے؟“

پاروتی نے جواب دیا۔”اس کھڑکی کو توڑ کر اندرآجاؤ۔کوٹھڑی کا دروازہ کوئی نہیں ہے۔“

میں نے کھڑکی کے تختوں کومکے مار مار کر توڑ دیا اور کود کراندر چلا گیا۔اندر کوٹھڑی کامنظر یہ تھا کہ فرش پر موم بتی روشن تھی۔پاروتی فرش پر رسیوں سے جکڑی ہوئی اس طرح سیدھی پڑی تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں زمین میں ٹھکی ہوئی میخوں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں۔بال بکھرے ہوئے تھے اور جسم پر ساڑھی جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی۔میں نے رسی کھولتے ہوئے کہا۔

”پاروتی مجھے معاف کردینا میں تمہاری مدد کو دیر سے پہنچا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی بڑی گھبرائی ہوئی تھی اور باربار کھڑکی کی طرف دیکھ رہی تھی۔جس کے تختے ٹوٹ چکے تھے۔میں اس کے ہاتھ پاؤں کی رسیاں کھولنے میں مصروف تھا۔وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

”بھگوان کے لیے جلدی کھولو،مہاناگی آگیاتو ہم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔“

جب میں نے ساری رسیاں کھول ڈالیں تو پاروتی جلدی سے کھڑکی کی طرف دوڑی اور بولی۔

”جلدی سے باہر آجاؤ۔“

وہ کھڑکی سے دوسری طرف کو د گئی۔میں نے بھی اس کے پیچھے کھڑکی میں سے چھلانگ لگادی۔وہ چشمے کے ساتھ ساتھ اس طرف دوڑنے لگی جس طرف پانی کا بہاؤ تھا۔میں بھی اس کی پیچھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بھاگ رہا تھا۔ کھلی جگہ تھی اور رات کے اندھیرے کا رنگ سلیٹی سلیٹی تھا۔ درخت دور دور تھے۔ جھاڑیاں زیادہ گھنی نہیں تھیں۔ ان سب چیزوں کے خاکے اندھیرے میں نظر آرہے تھے۔ چشمہ آگے جا کر ایک ندی کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اور اس کے کنارے اونچے ہوگئے تھے۔ ایک جگہ پاروتی رک گئی۔ میں بھی اس کے پاس آکر رک گیا۔ میں تو ہانپنے لگا تھا مگر پاروتی کا ساس اتنا پھولا ہوا نہیں تھا۔ ایک بار اس نے مجھے بتایا تھا کہ سانپوں کے کھانے اور ڈسوانے کی وجہ سے اس کا سانس زیادہ نہیں پھولتا۔ وہ فضا میں منہ اٹھا کر کچھ سونگھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ظاہر ہے وہ مہانا گی سپیرے کی بو سونگھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جس طرف سے ہم بھاگ کر آئے تھے اس طرف منہ کر کے بولی۔

"مہانا گی کی بو اس طرف سے آرہی ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا وہ ہمارا پیچھا کر رہا ہے؟"

"نہیں۔" پاروتی بولی۔ "اس کی بو بہت دور سے آرہی ہے۔ ابھی وہ اس کوٹھڑی میں واپس نہیں آیا جہاں اس نے مجھے باندھ رکھا تھا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے پوچھا۔ "لیکن وہ تمہیں چھری سے کیوں کاٹنا چاہتا تھا؟ اور مہانا گی سپیرا کوٹھڑی سے باہر کیسے نکلا تھا؟ کوٹھڑی کا تو دروازہ بھی نہیں تھا۔ ایک کھڑکی تھی جو تختے جوڑ کر بند کی ہوئی تھی؟"

پاروتی نے میرا بازو پکڑ کر آگے کی طرف کھینچا اور بولی۔ "یہ باتیں پھر بتاؤں گی۔ ابھی یہاں سے بھاگ چلو۔"

ہم نے دوبارہ چشمے کی ندی کے اونچے کنارے پر دوڑنا شروع کر دیا۔ ندی جنگل میں ایک طرف گھوم گئی۔ ہم بھی اس کے ساتھ ہی اس طرف آگئے۔ یہاں ایک بار پھر ندی کے کنارے نیچے ہوتے ہوتے زمین کی سطح کے ساتھ لگ گئے۔ آگے پانی کے گرنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ پاروتی دوڑنے کی بجائے قدم قدم چلنے لگی۔ یہاں اس نے ایک دو بار پیچھے مڑ کر فضا کو سونگھا اور بولی۔

"اس کی بو نہیں آرہی۔ ہم خطرے سے نکل آئے ہیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رات کے سلیٹی رنگ کے اندھیرے میں میں نے آنکھیں پھاڑ کر آگے دیکھا مجھے ایسا لگا جیسے ندی کا چوڑا پاٹ کچھ دور جا کر غائب ہو گیا ہے۔پاروتی نے بھی پانی کے شور کی آواز سن لی تھی۔کہنے لگی۔

”آگے کوئی آبشار ہے میرے پیچھے پیچھے آنا۔“

ہم تھوڑی دور آگے گئے تو تھوڑی دور ندی کے چوڑے پاٹ کا پانی ایک کافی بڑی آبشار کی صورت میں نیچے گر رہا تھا۔نیچے کافی گہرائی تھی اور پانی کے گرنے کا کافی شور بلند ہو رہا تھا۔یہاں آگے جانے کا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ پاروتی وہاں کھڑی ہو کر غور سے نیچے دیکھنے لگی۔میں نے پوچھا۔

”یہاں سے آگے ہم کیسے جائیں گے؟ میرا خیال ہے بائیں جانب چلے چلتے ہیں۔“

وہ کہنے لگی۔”بائیں جانب گئے تو واپس مہاناگی کی منحوس کوٹھڑی میں پہنچ جائیں گے۔ہمیں اسی جگہ سے نیچے اترنا ہوگا۔“

اور وہ ادھر ادھر نیچے اترنے کا کوئی راستہ تلاش کرنے لگی۔وہ اندھیرے میں مجھ سے زیادہ دیکھ لیتی تھی۔سانپوں کی طرح اسے اندھیرے میں بھی نظر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آجاتا تھا۔آخر اس نے ایک راستہ تلاش کر ہی لیا۔یہ ایک بہت بڑا درخت تھا جس کی جڑیں زمین سے نکل کر نیچے کافی دور تک چلی گئیں تھیں۔یہ لمبی لمبی مضبوط جڑیں رسیوں کی طرح آبشار کے قریب ہی لٹک رہی تھیں۔پاروتی نے کہا۔

”ہمیں ان جڑوں کو پکڑ کر نیچے اترنا ہوگا۔کیا تم نیچے اتر سکو گے؟“

میں نے کہا۔”اگر تم اتر سکتی ہو تو میں بھی اتر جاؤں گا۔“

وہ ہنس پڑی اندھیرے میں اس کی چمکتی آنکھیں اور ہنستا ہوا چہرہ مجھے صاف نظر آیا۔

”تو پھر میرے پیچھے آجاؤ۔“

اس نے ساڑھی کے پلو کو کس کر باندھ لیا اور درخت کی ایک لمبی جڑ کو پکڑ کر نیچے اترنے لگی۔میں نے درخت کی ایک دوسری جڑ کو پکڑا اور اس کے ساتھ ہی دیوار سے پاؤں لگا کر نیچے اترنے لگا۔ہم پر آبشار کے گرتے پانی کی پھوار پڑ رہی تھی۔زمین کی دیوار گیلی تھی۔میرے پاؤں جمانے سے کیچڑ نیچے گرتا تھا۔کہیں کہیں دیوار میں سے پتھر باہر نکلے ہوئے تھے۔میں ان پتھروں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پرپاؤں جما کر اترہاتھا۔پاروتی میرے دائیں جانب نیچے اتر رہی تھی۔میں نے دائیں جانب سر گھما کر دیکھاوہ کافی نیچے تک چلی گئی تھی۔مجھے ڈر تھا کہ اگر درخت کی جڑ ختم ہوگئی تو کیا کرِں گا۔مگر درخت ک جڑ بہت لمبی تھی اور بالکل مضبوط رسے کی طرح تھی۔ہماری ایک جانب ندی کاپانی بڑی زور سے نیچے کی جانب گررہاتھا۔نیچے گہرائی میں جہاں پانی بڑے شور کے ساتھ نیچے گرتاتھا۔وہاں سفید دھند سی چھائی ہوئی تھی۔اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے ہاتھ میں جو جڑ ہے ختم ہو رہی ہے۔میں نے گھبرا کر پاروتی کی طرف نیچے دیکھا۔پاروتی زمین پر کھڑی تھی اور اوپر منہ کرکے کہہ رہی تھی۔

”چھلانگ لگادو ‘ زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔“

میں نے اندازہ لگایا۔میرے پاؤں سے زمین کچھ پندرہ فٹ کی گہرائی میں تھی۔میں نے درخت کی جڑ چھوڑ دی اور گیلی زمین پر پاؤں کے بل گرا۔پاروتی ہاتھ کے اشارے سے مجھے اس طرف بلارہی تھی۔جہاں آبشار کی گرتی ہوئی چادر کا کنارا تھا۔وہاں اس قدر شور تھا کہ ہمیں ایک دوسرے کی آواز سنائی نہیں دے سکتی تھی۔میں دیوار سے نکلی ہوئی جڑوں اور جھاڑیوں کو پکڑ پکڑ کر اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کی طرف بڑھا۔وہ میرے دیکھتے دیکھتے نیچے اتر گئی۔میں نے آگے بڑھ کر دیکھا۔نیچے پتھر کی سیڑھیاں تھیں۔پاروتی وہاں کھڑی مجھے نیچے آنے کااشارہ کررہی تھی۔میں پتھر کی سیڑھیاں اتر گیا۔پاروتی خدا جانے کس مٹی کی بنی ہوئی تھی۔اس کے نیچے آبشار کاپانی قیامت خیز شور کے ساتھ نیچے گہرائی میں گررہاتھا۔پاروتی نے رک کر میری طرف دیکھا۔اندھیرے میں مجھے تو اس کا سایہ ہی نظر آرہاتھا۔وہ شاید مجھے ہی دیکھ رہی تھی۔ہم دیوار کی طرف پشت کیے ہوئے دیوار کے ساتھ لگے آہستہ آہستہ آگے کھسک رہے تھے۔جب ہم آبشار کی گرتی ہوئی چادر کے عقب میں آدھے راستے تک پہنچے یہاں ایک شگاف تھا۔پاروتی شگاف کے اندر چلی گئی۔میں بھی اس کے پیچھے شگاف میں چلا گیا۔یہاں زمین اونچی نیچی اور سخت پتھر کی طرح تھی۔جگہ جگہ پانی کھڑا تھا۔یہ ایک سرنگ تھی جیسے جیسے ہم آگے بڑھ رہے تھے۔آبشار کا شور کم ہوتا جارہا تھا۔سرنگ کی چھت ہمارے سروں سے کوئی دو فٹ اونچی ہوگی۔چھت پر سے پانی ٹپک رہا تھا۔میں نے تنگ آکر پاروتی سے پوچھا۔

”ہم کہاں جارہے ہیں۔یہ سرنگ ہمیں کہاں تک لے جائے گی؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی نے اندھیرے میں اپنی ساڑھی بدن پر درست کرتے ہوئے کہا۔

”گھبراتے کیوں ہو میں تمہیں موت کے منہ سے نکال کر لے جارہی ہوں ۔چپکے سے چلتے آؤ۔“

سرنگ کہیں خشک ہوجاتی ،کہیں چھت سے لٹکتے ہوئے جالے ہمارے چہروں کے آگے آجاتے۔کہیں چھت سے پانی ٹپکنے کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوجاتا۔خدا خدا کرکے سرنگ ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں ایک کشادہ دالان بنا ہوا تھا۔ دیواریں پیچھے ہٹ گئی تھیں۔چھت بھی اونچی ہوگئی تھی۔یہاں بے حد حبس تھا۔میں تھک کر بیٹھ گیا۔پاروتی بھی میرے پاس ہی بیٹھ گئی۔مجھے ہلکی ہلکی گونج سی سنائی دے رہی تھی۔گونج کی اس آواز کو پاروتی بھی غور سے سن رہی تھی اس نے منہ چھت کی طرف اٹھا کر کچھ سونگھنے کی کوشش کی اور کہا۔

”میرا خیال ہے ہمارے اوپر سے کوئی دریا گزر رہا ہے۔میں پریشان ہو کر چھت کو دیکھنے لگا۔چھت میں سے کسی وقت پانی کے بوندوں کے ٹپکنے کی آواز آجاتی تھی۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”یہ گونج کی آوز کیسی ہے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ بولی۔”یہ ہمارے اوپر سے گزرنے والے دریا کی آواز ہے۔اسی آواز سے تو میں نے اندازہ لگایا ہے کہ ہمارے اوپر کوئی دریا بہہ رہا ہے۔“

میں نے ہمیشہ دریا کو اوپر سے دیکھاتھا اور اس کے اوپر ہی سیر کی تھی۔دریا کے نیچے آنے کا میرا یہ پہلا موقع تھا۔میں نے تشویش کے ساتھ پوچھا۔

”کہیں آگے جاکر دریا کاپانی اندر تو نہیں آجائے گا؟“

پاروتی ہنسنے لگی۔عجیب ناگن قسم کی عورت تھی۔جب وہ ہنستی تھی تو اس کے حلق سے مجھے پھنکارنے کی آوازیں نکلتی محسوس ہوتی تھیں۔ہوسکتا ہے یہ میرا مغالطہ ہو لیکن مجھے اس وقت یہی محسوس ہوتاتھا‘ کہنے لگی۔

”اگر دریا کاپانی کسی طرف سے سرنگ میں آگیا ہوتا تو یہ سرنگ پانی سے بھری ہوئی ہوتی۔خشک سرنگ کا مطلب ہے کہ یہ سرنگ دور کسی خشک جگہ پر نکلتی ہے۔“

”میں نے کہا لیکن ہم جا کس طرف رہے ہیں؟“

وہ بولی۔”اس کا مجھے بھی کچھ پتہ نہیں‘ چلو کافی آرام کرلیا ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم سرنگ میں کافی آگے چل پڑے۔کچھ پتہ نہیں ہم کتنی دیر سرنگ کے اندر چلتے ہے۔کتنے موڑ گھومے۔کتنی اترائیاں چڑھائیاں عبور کیں۔آخر ایک جگہ سرنگ ختم ہوگئی۔جہاں ہم سرنگ سے باہر نکلے وہاں دونوں جانب اونچی پہاڑیاں تھیں۔درمیان میں تنگ راستہ تھا۔اوپر آسمان پر پچھلے پہر کے نور کی روشنی جھلکنے لگی تھی۔یہ تنگ راستہ پہاڑیوں میں کافی دور تک چلا گیا تھا۔ پہاڑیاں ختم ہوئیں تو چھوٹے بڑے چوکور اور مخروطی چٹانوں کا منظر نظر آیا۔ پچھلے پہر کی نورانی روشنیوں میں ان چٹانوں کی چوٹیاں دھندلی دھندلی نظر آنے لگی تھیں۔میں نے پاروتی سے پوچھا کہ ہم کہاں آگئے ہیں؟ یہ کونسی جگہ ہے؟ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ایک جگہ پتھروں میں پانی بہہ رہا تھا۔یہ پانی ایک چٹان کے اندر سے آکر نیچے گر رہا تھا۔ہم نے منہ ہاتھ دھویا' پانی پیا اور تازہ دم ہو کر وہیں بیٹھ گئے۔

پاروتی کہنے لگی۔"مجھے خود نہیں معلوم کہ ہم کہاں نکل آئے ہیں۔دن کی روشنی ہوگی تو کچھ پتہ چل سکے گا۔'

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے پاروتی سے پوچھا کہ مہاناگی سپیرا اس سے کس قسم کا سلوک کرنے والا تھا۔وہ دہائی دے رہی تھی۔پاروتی نے میرے اس سوال کے جواب میں کہا۔

"تمہیں میں ساری باتیں اس لیے بتادیتی ہوں کہ تم میرے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔سنو مہاناگی سپیرا زندہ حالت میں میرا گوشت کھانا چاہتا تھا۔اگر تم عین وقت پر نہ آتے تو اس نے میرے جسم کے کسی حصے کا گوشت کاٹ کر کھانا تھا۔پھر میری گردن کاٹ کر میرا سر ساتھ لے جانا تھا۔جانتے ہو اس نے ایسا کیوں کرنا تھا؟ ایسا کرنے سے اس میں اتنی شکتی پیدا ہوجانی تھی کہ وہ آدمی سے سانپ کا روپ دھار سکتا تھا۔صرف اسی واسطے وہ میرے پیچھے لگا ہوا تھا۔تمہاری مہربانی سے میری جان بچ گئی۔"

میں اس قسم کی باتوں پر یقین نہیں رکھتا تھا۔میں نے اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور ایک بار پھر پوچھا کہ یہ جنگل کا کونسا علاقہ ہے؟ کیا یہاں سے ہم بنگال کلکتے کی طرف نکل سکتے ہیں؟"

پاروتی فضا میں کچھ سونگھ رہی تھی میں نے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیا مہاناگ کی بو سونگھنے کی کوشش کر رہی ہو؟“

وہ بولی۔”نہیں‘ اس کی بو تو غائب ہو چکی ہے۔یہ تو میں کسی سانپ کی بو لینے کی کوشش کر رہی ہوں۔مجھے بھوک لگ رہی ہے۔تمہیں بھوک نہیں لگ رہی؟“

میں نے کہا۔”بھوک ضرور لگ رہی ہے مگر یہاں تو کھانے کو سوائے سانپ اور بچھو کے کچھ نہیں ملے گا۔“

پاروتی ہنس کر بولی۔”میری مانو تو تم بھی سانپ اور بچھو کھانے شروع کردو۔ زندگی بڑی آسان ہوجائے گی۔“پھر وہ اچانک اٹھ کھڑی ہوئی۔

”اس طرف سے سانپ کی بو آرہی ہے۔میں ابھی آتی ہوں۔“

وہ چلی گئی واپس آئی تو بڑی خوش تھی کہنے لگی۔اکٹھے تین سانپ مل گئے تھے۔اس کو تھوڑا تھوڑا سانشہ چڑھا ہوا تھا۔یہ بقول اس کے سانپ کے زہر کا نشہ تھا۔اتنی دیر میں آسمان پر صبح کا اجالا پھیل گیا۔ہمارے ارد گرد کالی کالی چٹانیں ہی چٹانیں تھیں۔پاروتی کی ساڑھی کافی بوسیدہ ہوچکی تھی۔کہنے لگی۔

”یہاں کوئی گاؤں آیا تو میں کسی عورت کی نئی ساڑھی چرا کر پہنوں گی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔”پہلے یہ بتاؤ ہمیں جانا کدھر کو ہے؟“

اس نے مجھے آنکھیں نکال کر دیکھا اور ڈانٹتے ہوئے بولی۔

”کیوں پریشان ہوتے ہو؟تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔چلو اٹھو میرے ساتھ آؤ۔“

ہم چٹانوں سے باہر نکلے تو وہ فضا کو سونگھتے ہوئے بولی۔

”مجھے ادھر سے سمندر کی بو آرہی ہے کہیں سرنگ نے ہمیں سمندر کی طرف تو نہیں نکال دیا؟“

میں شکستہ دلی سے اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ پاروتی کا اندازہ درست نکلا۔ہم اونچی اونچی گھاس میں چل رہے تھے۔یہاں سے آگے آئے تو سامنے سمندر کا براؤن رنگ کا ریتلا ساحل دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ہم وہیں کھڑے سمندر کی لہروں کو دیکھ رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے سات آٹھ آدمی جنہوں نے سروں پر رومال باندھے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں پستول تھے نکل کر ہمارے سامنے آگئے۔

انہوں نے ہمیں گھیرے میں لے لیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اپنی وضع قطع اور چال ڈھال سے یہ لوگ جرائم پیشہ اور ڈاکو لگ رہے تھے۔ ان کے قد درمیانے مگر جسم بہت گھٹے ہوئے تھے اور وہ کوئی عجیب سی زبان بول رہے تھے۔پاروتی کوانہوں نے سب سے پہلے قابو کیا۔پاروتی نے اپنی بنگلہ اور سنتھالی پیروں کی زبان میں بہت شور مچایا مگر دو آدمیوں نے اسے قابو کرکے اس کے ہاتھ پیچھے باندھ دیئے اور گھسیٹتے ہوئے لے کر چل پڑے۔ میرے ہاتھ بھی پیچھے باندھ دیئے اور دھکے دے کرمجھے آگے چلانے لگے۔

پاروتی نے ایک آدمی کو دانتوں سے کاٹنے کی کوشش کی تو اس نے اسے زور سے تھپڑ مارا۔پاروتی کے منہ سے پھنکاریں سی نکلنے لگیں۔وہ سب لوگ اپنی زبان میں اس سے مذاق کرکے ہنسنے لگے۔میں نے انہیں ہندستانی زبان میں کہا کہ ہم لوگ جنگل میں راستہ بھول کر اوپر آگئے ہیں۔ہم واپس چلے جاتے ہیں۔ان میں سے ایک نے مجھے ٹوٹی ہوئی ہندوستانی زبان میں گالی دی اور کہا۔"ابھی تم کو معلوم پڑجائے گا۔سب معلوم پڑجائے گا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ آپس میں کسی ایسی زبان میں باتیں بھی کرتے جارہے تھے جو میری سمجھ سے باہر تھی۔ان میں سے دو آدمیوں کے کاندھوں سے چمڑے کے بڑے تھیلے لٹک رہے تھے اور تین آدمیوں نے کمر کے ساتھ خنجر بھی لگائے ہوئے تھے۔پاروتی نے ایک بار پھر ایک آدمی کو کاٹنے کی کوشش کی جس کے جواب میں پاروتی کومار کھانا پڑی۔میں نے بنگلہ زبان میں چلا کر کہا۔"پاروتی کوئی

ایسی ویسی حرکت نہ کرنا۔"

مجھے معلوم تھا کہ اگراس نے کسی آدمی کو دانتوں سے کاٹ کھایا تووہ آدمی وہیں اس کے زہر سے مرجائے گا۔اس کے بعد پاروتی کا زندہ رہنا ناممکن تھا۔ ہم سمندر کے کنارے ریت پر ناریل کے درختوں کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔یہاں کنارہ تکون کی صورت میں سمندر میں آگے تک چلا گیا تھا۔ہم اس تکون کوپار کرکے اگلی طرف آئے تو مجھے سمندر میں دور کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا بحری جہاز نظر آیا جس کی چمنی میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ساحل کی ریت پر تین چار چھوٹی ڈونگانما کشتیاں کھڑی تھیں۔ان لوگوں نے ہمیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کشتیوں میں بٹھایا۔ کشتیاں بحری جہاز کی طرف چل پڑیں۔ پاروتی دوسری کشتی میں تھی۔ میں سب سے آگے والی کشتی میں تھا۔

سمندری جہاز کا لنگر گراہواتھا۔ اس کے ڈیک پر اسی قسم کے پندرہ بیس جرائم پیشہ آدمی ریلنگ پر جھکے کشتیوں کواپنی طرف بڑھتا دیکھ رہے تھے۔ ڈیک پر سے رسی کی تین سیڑھیاں نیچے لٹک رہی تھیں۔ ہمیں سب سے پہلے جہاز پر چڑھایا گیا۔ پھر باقی کے لوگ بھی ڈیک پر آگئے۔ یہ ایک خستہ حال پرانا سمندری جہاز تھا جس کے سڑابورڈ کا رنگ اڑ چکاتھااور جگہ جگہ زنگ لگ چکا تھا۔ ڈیک کا لکڑی کا فرش صاف ستھرا تھا۔ ہمیں ایک ایسے آدمی کے سامنے پیش کیا گیا جس کی ایک آنکھ کانی تھی اوراس میں سے پانی بہہ رہا تھا جسے وہ رومال سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد صاف کرلیتاتھا۔ سر پرنیلا رومال بندھا تھا۔ کمر میں بیلٹ لگی تھی جس کے ساتھ ایک خنجر اور پستول لٹک رہا تھا۔ اس کے دونوں کانوں میں تانبے یا سونے کی چھوٹی چھوٹی بالیاں تھیں۔ اس نے مجھے اپنی ایک آنکھ سے گھور کر دیکھا پھر پیچھے کو دھکا دیامیں گرتے گرتے بچا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی کے پاس جاکر اس کے خوفناک چہرے پر ایک عجیب خونخوار قسم کی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

مجھے معلوم تھا کہ اگر پاروتی نے اس شخص کو اپنا ناخن ذرا سا بھی چبھودیاتوا س کی موت واقع ہوجائے گی۔ مجھے یہی خطرہ تھا کہ پاروتی کہیں یہ حماقت نہ کربیٹھے۔ کیونکہ اس کے بعد ہم دونوں کی موت یقینی تھی۔ مگر پاروتی نے بڑی سمجھداری سے کام لیا۔ اس کے دونوں ہاتھ کھول دیئے گئے تھے۔ وہ اپنی جگہ پر خاموش کھڑی خالی خالی نظروں سے اس آدمی کو تکتی رہی۔ اس وقت کسی نے ہندوستانی میں کہا

”کیپٹن ہم نے انہیں جنگل میں پکڑا ہے۔ یہ دونوں ہندوستانی ہیں۔“

کیپٹن کے حلق سے غراہٹ کی سی آواز نکلی۔ اس نے چٹکی بجا کر ایک طرف اشارہ کیا۔ اس کااشارہ ملتے ہی چار آدمی ہمیں دھکیلتے ہوئے جہاز کے لوئرڈیک میں لے آئے۔ یہاں انہوں نے ہمیں لوہے کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیااور ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کرتے اوپر چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی میں نے پاروتی سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پاروتی قسمت نے ہمیں ان ڈاکوؤں یا اسمگلروں کا قیدی بنادیا ہے مگر خدا کے لیے تم کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کرنا۔“

پاروتی کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ آدھ گھنٹہ پہلے اس نے جنگل میں تین سانپوں کا ناشتہ کیا تھا۔ کہنے لگی۔”میں ان میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“

میں نے اسے ڈانٹ دیا۔”خبردار! ایسی بے وقوفی نہ کرنا نہیں تو ہماری خیر نہیں۔ یہ لوگ تو قاتل اور ڈاکو ہیں۔ تم ان میں سے کسی کو مارو گی تو یہ ہمیں بھی مار ڈالیں گے۔“

پاروتی نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

”تو کیا میں اس کانے بندے کے ساتھ رہوں گی۔“

میں نے کہا خدا کے لیے عقل سے کام لو۔ ہمیں ان لوگوں کی قید سے فرار ہونا ہے۔ اس کے لیے ہمیں بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ کوئی اسکیم تیار کرنا پڑے گی۔“

پاروتی نے سر جھکالیا۔ کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اگر اس کانے کیپٹن نے میرا منہ چوما تو وہ میرے منہ کے زہر سے مرجائے گا۔ تب میں کیا کروں گی۔“

میں نے کہا۔” جس طرح بھی ہو تم ایسا مت کرنا۔“

وہ بولی۔”میں اسے کیسے روک سکتی ہوں وہ تو جانور ہے۔“

میں نے بے بسی کے انداز میں کہا۔

”تمہیں تمہارے بھگوان کا واسطہ ہے کوئی علاج سوچو ورنہ ہماری لاشیں سمندر کی مچھلیاں کھارہی ہوں گی۔“

پاروتی کچھ سوچنے لگی۔ لوئرڈیک میں پیاز اور گرم مصالحوں کی تیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ فضا مرطوب اور بوجھل تھی۔ چھت میں جو ہوادان لگا تھا صرف اس میں سے سمندر کی تازہ ہوا کسی وقت آجاتی تھی۔ ہمارا ایک ایک ہاتھ ہتھکڑی سے لوہے کے ستون کے ساتھ جکڑ دیا گیا تھا۔ پاروتی کہنے لگی۔

”اگر میں دو تین سگریٹ یا ایک سگار چبا کر کھاجاؤں تو تمباکو کے اثر سے کم از کم چوبیس گھنٹوں کے لیے میرے منہ کے زہر کا اثر ختم ہوجائے گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے جلدی سے کہا۔

"بس ٹھیک ہے اگر یہ کانا کیپٹن تمہیں رات کو اپنے کیبن میں لے گیا تو تم کہنا کہ مجھے رات کو تمباکو چبانے کی عادت ہے۔وہ کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔"

اتنے میں جہاز کا فرش کانپنے لگا۔ساتھ ہی گڑگڑاہٹ کی آواز شروع ہو گئی۔جہاز کے پرانے انجن چل پڑے تھے۔تھوڑی دیر بعد جہاز دائیں بائیں ہچکولے کھانے لگا۔پاروتی پریشان ہو رہی تھی کہنے لگی۔

"یہ ہمیں کہاں لے جارہے ہیں۔آخر انہوں نے ہمیں اپنا قیدی کیوں بنایا ہے؟" میں نے اسے حوصلہ دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"پاروتی یہ لوگ مجھے بحری ڈاکو یا سمگلر لگتے ہیں۔ان کا کام کھلے سمندروں میں سفر کرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے تجارتی جہازوں کو لوٹنا ہے۔یا یہ ساحلی علاقوں میں منشیات وغیرہ کی سمگلنگ کرتے ہیں۔جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں انہوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے ہمیں اس لیے پکڑا ہے کہ ہم نے انہیں دیکھ لیا تھا۔یہ لوگ روپوش رہ کر گھناؤنے جرائم کرتے ہیں۔انہیں ڈر تھا کہ ہم شہر جاکر پولیس کو ان کے حلیے اور وہ جگہ بتادیں گے جہاں یہ اترے تھے۔"

پاروتی نے ناامیدی کے ساتھ کہا۔"پھر تو یہ ڈاکو ہمیں کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ پھر تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے کہ ہم انہیں ماریں یہ ہمیں مار ڈالیں۔"

میں نے کہا۔"اگر ایسا وقت آگیا تو ہم ان کاڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔کم از کم تمہارے پاس تمہارے زہریلے ناخنوں کا ہتھیار تو ہروقت موجود رہتا ہے۔"

جہاز دائیں بائیں آگے پیچھے ڈولتا سمندر میں رواں دواں تھا۔لوئرڈیک سمندری جہاز کا سب سے نچلا ڈیک ہوتا ہے۔مسافر بردار جہاز میں بارش یا طوفان کے وقت اپرڈیک کی کلاس کے مسافر یہاں آجاتے ہیں۔مال بردار جہاز میں لوئرڈیک کو گودام کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے نیچے بھی ایک منزل ہوتی ہے جہاں جہاز کے انجن نصب ہوتے ہیں۔لوئر ڈیک میں ہوا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

صرف اوپر والے ہوادانوں سے آتی ہے۔یہاں سے سمندر دکھائی نہیں دیتا۔ اپرڈیک اور لوئرڈیک کو تھرڈ کلاس میں ہی شمار کیا جاتا ہے۔

ہمیں وہاں بیٹھے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دو آدمی آئے اور ہمیں کھول کر جہاز کی درمیانی منزل میں لے گئے۔یہاں ایک اتنی تنگ راہ داری تھی کہ اس میں سے صرف ایک آدمی ہی گزر سکتا تھا۔یہاں آمنے سامنے دو کیبن تھے۔ انہوں نے مجھے ایک کیبن میں دھکا دے کر داخل کیا اور باہر سے تالا لگا کر پاروتی کو ساتھ لے کر وہاں سے چلے گئے۔مجھے راہ داری میں دیر تک ان کے بوٹوں کی آواز آتی رہی۔اس کا مطلب تھا کہ پاروتی کو وہ اوپر والی منزل کے کسی کیبن میں لے جارہے تھے۔اور جہاز کے اوپر والا کیبن جہاز کے کپتان کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔میرے کیبن میں سوائے پلاسٹک کے بڑے بڑے تھیلوں کے اور کچھ نہیں تھا جو فرش سے چھت تک چلے گئے تھے۔وہاں صرف میرے لیٹنے کی جگہ ہی تھی۔میں فرش پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ میری زندگی کی کتاب نے ایک عجیب وغریب باب کھول دیا ہے۔دیکھیں آگے کیا ہوتا ہے۔میں تو ایڈونچر پسند طبیعت رکھتا تھا۔اس مہم جوئی میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

موت کئی بار میرے قریب سے ہو کر گزر گئی تھی۔موت سے آنکھ مچولی کھیلنے میں مجھے بڑا مزہ آتا تھا۔بس میری طبیعت ہی ایسی تھی۔اتنا ضرور تھا کہ کسی کا قیدی بن کر نہیں رہ سکتا تھا۔دل یہ چاہتا تھا کہ آزادی کے ساتھ دشوار گزار بارانی جنگلوں، کھلے سمندروں اور ناقابل عبور صحراؤں کی سیاحت کرتا رہوں۔ ان سمندری لٹیروں یا سمگلروں نے پاروتی کے ساتھ مجھے بھی پکڑ کر قید میں ڈال دیا تھا۔جو میرے مزاج کے خلاف تھا۔اور میں فرار کی ترکیبیں سوچنے لگا تھا۔

کیبن کے دروازے کا تالا کھول کر ایک بوڑھا آدمی اندر داخل ہوا۔اس کے ایک ہاتھ میں چاولوں سے بھری ہوئی تھالی اور دوسرے ہاتھ میں پانی کا ڈونگا تھا۔وہ گہرے سانولے رنگ کا آدمی تھا۔عمر ساٹھ کے قریب ہوگی۔ سمندری ہواؤں نے اس کے چہرے کو کرخت بنادیا تھا۔اس کے سر پر بھی نیلا رومال بندھا ہوا تھا۔چاول کی تھالی اور ڈونگا میرے آگے رکھ کر بولا۔

”اسے کھاؤ۔خبردار یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرنا۔چاروں طرف سمندر ہی سمندر ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے چالوں کی تھالی اپنے آگے کی اور میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا ”یااللہ تیرا شکر ہے۔“

اس جملے نے جیسے اس بوڑھے پر جادو کااثر کیا۔اس نے جلدی سے کیبن کادروازہ بند کیااور میرے پاس بیٹھ گیا۔وہ ہندوستانی بول لیتاتھا۔مگراس کا لہجہ جنوب مشرقی ایشیا کے خطے کا تھا۔کہنے لگا۔

”تم مسلمان ہو؟“

میں نے کہا۔”الحمداللہ مسلمان ہوں۔“

وہ مسکرایا۔اس کے دو تین دانت غائب تھے کہنے لگا۔”میں بھی مسلمان ہوں۔میں تھائی ہوں۔تھائی لینڈ کا رہنے والا ہوں۔جوانی میں کپتان ابرٹو کے ساتھ ہو گیاتھا۔اب بوڑھا ہو رہا ہوں۔“ پھر وہ میری طرف جھک کر رازداری سے بولا۔

”تمہارے ساتھ جو عورت تھی وہ تمہاری بیوی ہے کیا؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔”نہیں وہ میری بیوی نہیں۔جنگل میں مل گئی تھی۔سپیرے کی بیٹی ہے۔ماں باپ مرچکے ہیں۔وہ کلکتہ شہر جانا چاہتی تھی۔میں بھی کلکتے جانا چاہتاتھا۔ہم دونوں جنگل میں راستہ بھول گئے۔اور تم لوگوں نے ہمیں پکڑ لیا۔“

بوڑھا بڑے غور سے میری باتیں سنتا رہا۔پھراٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔’میرا نام عمر ہے۔یہاں مجھے سب عامو کہتے ہیں میں پھر آؤں گا۔“

وہ چلا گیا۔میں دل میں بڑا خوش ہوا کہ لٹیرے ڈاکوؤں کے جہاز میں ایک مسلمان مل گیا ہے۔جو قید سے فرار ہونے میں میری مدد کرسکتا ہے۔میں سارا دن کیبن میں پلاسٹک کے تھیلوں کے اسٹاک کے پاس پڑا رہا۔بیچ میں ایک آدمی آکرمیرا منہ ہاتھ دھلانے مجھے باتھ روم میں لے گیا جو کاریڈور کے کونے پر تھا۔جہاز ایک نپی تلی رفتار کے ساتھ دائیں بائیں تھوڑی تھوڑی رولنگ کرتا خداجانے کس طرف چلارہا تھا۔

مجھے یہ بھی پتہ نہ تھا کہ دن ہے یا رات۔کیبن میں ایک بتی جل رہی تھی دوسری بار بوڑھا عمر میرے لیے چاول لے کرآیا تو اس نے بتایا کہ رات

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہو گئی ہے۔وہ میرے لیے ابلے ہوئے چاولوں میں جھینگا مچھلی چھپا کر لے آیا تھا۔میرے پاس بیٹھ گیا کہنے لگا۔

”ہم پرسوں ایک جزیرے میں پہنچیں گے۔وہاں کپتان کو مال ایجنٹوں کے حوالے کرنا ہے۔دو دن جزیرے میں ٹھہریں گے۔وہاں جہاز میں پینے کا پانی اور خوراک وغیرہ سٹاک کی جائے گی۔“

میں نے پوچھا۔”کپتان کس قسم کا کاروبار کرتا ہے اوراس نے ہمیں کیوں پکڑا ہے؟“

عمر آہستہ سے بولا۔”ایسا سوال پھرنہ پوچھنا۔اس جہاز پر ہر قسم کا ناجائز کاروبار ہوتا ہے۔زیادہ تر ہم مختلف جگہوں سے ہیروئن اور حشیش لے کر ہانگ کانگ ‘کولون اور میکاؤ کے ایجنٹوں کو سپلائی کرتے ہیں۔آزاد پانیوں میں کوئی چھوٹا موٹا مال بردار جہاز مل جائے تو ہم اسے لوٹ بھی لیتے ہیں۔“

میں نے اس سے کہا۔”یہ تو گناہ ہے۔آپ تو مسلمان ہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

عمر بولا۔”پہلے تو مجھے بھی گناہ لگتا تھا اب نہیں لگتا۔میں نے سوچا پھر نہ جانے موقع ملے نہ ملے۔اس وقت موقع ہے اس شخص سے دل کی بات کہہ ہی ڈالنی چاہیے۔

میں نے کہا۔’آپ کو تو معلوم ہے کہ ہم دونوں بے قصور ہیں۔ہمیں یونہی پکڑ کر قید میں ڈال دیا گیا ہے۔کیا اس قید سے رہائی نہیں مل سکتی؟“

بوڑھے عمر نے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

”ایسی بات کبھی بھول کر بھی دل میں نہ لانا۔کپتان ابرٹو کے جہاز سے آج تک کوئی قیدی فرار نہیں ہوا۔جانتے ہو جو قید سے فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے اس کے ساتھ کیپٹن کیا سلوک کرتا ہے؟ایسے قیدی کو بوری میں بند کرکے سمندر میں پھینک دیا جاتا ہے۔میں کئی قیدیوں کا یہ عبرت ناک انجام دیکھ چکا ہوں۔“

میں نے جھنجلا کر پوچھا۔

”آخر تمہارے کپتان نے ہمیں کیوں پکڑا ہے وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟“

بوڑھا عمر بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”دو ایک دنوں میں تمہیں جہاز کی صفائی‘ میلے کپڑوں کی دھلائی اور جوٹھے برتنوں کے صاف کرنے کے کام پر لگادیا جائے گا اور اگر کیپٹن کو تمہارے اچھے دام مل گئے تو وہ تمہیں کسی فلپائن یا تھائی اسمگلروں کے ہاتھوں فروخت بھی کردے گا۔“

میں نے دل میں کہا کہ تمہارے کپتان کی ایسی تیسی۔میں تو ہر حالت میں فرار ہو جاؤں گا۔اگر پاروتی ساتھ نہ جاسکی تو میں اکیلا موقع پاتے ہی بھاگ جاؤں گا۔میں بوڑھے عمر سے اس سمندر کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم کیا سوچ رہے ہو۔یہ خیال دل سے نکال دو کہ اگر تم نے سمندر میں چھلانگ لگادی تو تیر کر کسی شہر پہنچ جاؤگے۔یہ سمندر ہزاروں میل تک پھیلا ہوا ہے۔اور خونخوار شارک مچھلیوں سے بھرا ہوا ہے۔اگر شارک مچھلیوں سے بچ بھی گئے تو ہزاروں میل کی وسعت میں پھیلا ہوا ہیبت ناک سمندر تمہیں بھوکا پیاسا ماردے گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجھے جاپانی بحری بیڑے کا خیال آیا جو ان سمندروں میں گشت کررہاتھا۔جب میں نے اس سے ذکر کیا کہ اگر ہمیں کوئی جاپانی جنگی جہاز مل گیا تو وہ تو ہمارے جہاز کو تباہ کردے گا۔تووہ حیران سا ہو کر بولا۔

”کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس علاقے سے سارے جاپانی بھاگ گئے ہیں۔جاوا‘ سماٹرا‘ تھائی لینڈ‘ برما‘ فلپائن یہ سارے علاقے جاپانیوں سے خالی ہوگئے ہیں۔ انگریزوں کے ساتھ امریکہ

بھی مل گیا ہے۔ان کے جنگی جہاز اب جاپان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔اور جنگ جاپان کے ساحلوں کے قریب ہو رہی ہے۔یہ سمندر تو ہمارے لیے بالکل خالی ہوگئے ہیں۔“

وہ خوش ہو کر ہنسنے لگا۔یہ بوڑھا مسلمان کبھی مجھے بڑا رحمدل لگتااور کبھی سفاک قاتل لگنے لگتا۔ایک بات ثابت ہوگئی تھی کہ میرے فرار میں یہ شخص کوئی مدد نہیں کرسکتاتھا۔اب مجھے اکیلے ہی فرار کی کوئی ترکیب نکالنا تھی۔رات گزر گئی۔دوسرے روز مجھے کیبن سے نکال کر عرشے کی صفائی پر لگادیا گیا۔صابن والے پانی سے بھری ہوئی پالٹی اور برش مجھے تھمادیا گیا۔اور میں نے گھٹنوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے بل جھک کر فرش کی صفائی شروع کردی۔دوپہر تک میں یہ مشقت کرتا رہا۔دوپہر کو مجھے تھوڑا بہت کھانے کو دیا گیا۔اس کے بعد باروچی خانے میں برتنوں کی صفائی کا کام دے دیا گیا۔اس دوران مجھے نہ تو کانا کپتان دکھائی دیا تھااور نہ ہی پاروتی نظر آئی تھی۔تیسرے پہر ڈیک کے دوسرے سرے پر میں نے جہاز کے کپتان کو دیکھا۔وہ دوربین لگائے اپنی ایک آنکھ سے دور کچھ دیکھ رہاتھا۔میں سمجھ گیا کہ پاروتی نے رات کو تمباکو چبائی ہے ورنہ اس وقت یہ کانا کپتان زندہ حالت میں نظر نہ آتا۔جہاز کچھ زیادہ ہی ڈولنے لگا تھا۔سمندر کی بپھری ہوئی موجیں دور دور سے آکر جہاز سے ٹکرارہی تھیں۔رات کو مجھے دوبارہ کیبن میںبند کردیا گیا۔

اس طرح سمندر میں سفر کرتے ہوئے دو دن گزر گئے۔تیسرے دن سمندر میں مشرق کی جانب دور سیاہ دھبے سے نظر آنے لگے۔میں عرشے کی صفائی اور فرش دھونے میں لگا ہواتھا۔حیرت کی بات تھی کہ اس دوران ایک بار بھی پاروتی مجھے جہاز پر نظر نہ آئی تھی لگتا تھا کہ کانے کپتان نے اسے کسی خاص کیبن میں بند کرکے رکھا ہوا ہے۔جیسے جیسے جہاز آگے بڑھتا گیا سیاہ دھبے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اونچے اونچے پہاڑوں میں تبدیل ہوتے گئے۔یہ کوئی جزیرہ تھا۔جہاز ساحل سے کچھ فاصلے پر سمندر میں کھڑا ہوگیالنگر ڈال دیا گیا۔چھوٹی کشتیاں سمندر میں اتار دی گئیں۔ان میں پلاسٹک کے تھیلے لادے جانے لگے۔

کشتیوں کے دوپھیروں میں یہ تھیلے ساحل پر پہنچائے گے۔اس دوران کپتان ابرٹو عرشے پر کھڑا کام کی نگرانی کرتارہا۔جب سارا مال جزیرے پر پہنچ گیا تو کپتان نے چند آدمیوں کو ساتھ لیااور کشتی میں بیٹھ کر جزیرے کی طرف روانہ ہوگیا۔اس وقت میں عرشے کے دوسرے سرے پر جہاں لنگر نیچے ڈالا گیا تھا اکیلا بیٹھا تھا۔مجھے جہاز کے دوسرے سرے پرجانے کی اجازت نہیں تھی۔ اگرچہ میرے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے نہیں تھے مگر مجھے جہاز کی دوسری منزل اور لوئرڈیک پرجانے کی اجازت نہیں تھی۔میں کپتان کے قریب بھی نہیں جاسکتاتھا۔اس وقت میں پاروتی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔پھرخیال آیا کہ اگرمیں کسی طرح سمندر میں چھلانگ لگاکرجزیرے کی طرف نکل جاؤں تو ان بحری ڈاکوؤں کی قید سے نجات مل سکتی ہے۔پاروتی کے بارے میں مجھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یقین ہو گیا تھا کہ کپتان اس پر لٹو ہو گیا ہے اور اسے اس نے اپنے کیبن میں ہی بند کر کے رکھا ہوا ہے۔

اتنے میں بوڑھا جہاز ران عمر ہاتھ میں تام چینی کا مگ پکڑے میری طرف آتا نظر آیا۔ وہ مجھ سے دو قدم کے فاصلے پر بیٹھ گیا اور ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ان لوگوں کے سامنے میں تم سے زیادہ بات چیت نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی آدمی ہمارے قریب سے گزرے تو خاموش ہو جانا۔"

ہم ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے۔ بلکہ دوسری طرف منہ کر کے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے بوڑھے عمر سے پاروتی کے بارے میں پوچھا تو وہ بولا۔

"اس کی تم فکر نہ کرو۔ وہ بڑے مزے میں ہے۔ کپتان کو وہ پسند آ گئی ہے۔"

میں نے کہا۔ "تمہاری بڑے مہربانی ہو گی مجھے صرف ایک بار اس سے ملا دو۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بوڑھے عمر نے پوچھا۔ "تم اس سے کس لیے ملنا چاہتے ہو؟ وہ تمہاری بیوی تو ہے نہیں پھر اپنی جان خطرے میں کیوں ڈال رہے ہو۔ جانتے ہو اگر کپتان کو پتہ چل گیا تو وہ تمہیں بوری میں ڈال کر سمندر میں پھینک دے گا۔"

میں نے کہا۔ "بابا مجھے اس سے ایک دو بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ صرف تھوڑی دیر کے لے مجھے اس کے پاس لے چلو۔ اس وقت کپتان بھی جہاز پر نہیں ہے اور آدھے سے زیادہ آدمی جزیرے پر جا چکے ہیں۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔"

بوڑھا عمر مسکرانے لگا۔ "معلوم ہوتا ہے تمہیں اس لڑکی سے محبت ہو گئی ہے۔ اچھا میں کوشش کرتا ہوں تم اسی جگہ بیٹھے رہو۔"

وہ دوسری طرف منہ کیے ہوئے پلٹا اور ان سیڑھیوں کی طرف چلا گیا۔ جو جہاز کی دوسری منزل کو جاتی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دوبارہ نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں بالٹی تھی۔ وہ میرے قریب سے ہوتا ہوا عرشے کی ریلنگ کے پاس گیا۔ بالٹی کا پانی سمندر میں پھینکا اور میرے قریب سے واپس جاتے ہوئے آہستہ سے بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اپنے کیبن میں جاؤ پاروتی وہاں تمہارا انتظار کر رہی ہے۔“

جہاز کا عرشہ تقریباً خالی تھا۔میں خاموشی سے اترااور دوسری طرف والی سیڑھیاں اتر کر جہاز کی تیسری منزل کی راہ داری سے گزرتا ہوا اپنے کیبن میں آگیا۔ پاروتی وہاں بیٹھی میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔اس نے نئی ساڑھی پہن رکھی تھی۔

میں نے کیبن کا دروازہ بند کرتے ہوئے پاروتی سے کہا۔

”معلوم ہوتا ہے تمہیں جہاز کا کانا کپتان پسند آگیا ہے؟“

پاروتی کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔کہنے لگی۔

”تم نے مجھے ہنستے دیکھ کر یہ اندازہ لگایا ہوگا۔ایسی بات نہیں ہے۔میرے چہرے پر تو مسکراہٹ تمہیں دیکھ کر آئی تھی۔آج پہلی بار مجھے یہ احساس ہونے لگا ہے کہ شاید مجھے تم سے پیار ہو گیا ہے۔“

میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”یہ باتیں چھوڑو۔مجھے بتاؤ کہ تم باہر کیوں نہیں نکلتیں؟ کیا تم نے کپتان کی ساتھ رہنے کا فیصلہ کرلیا ہے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس پر پاروتی کو غصہ آگیا۔مجھے بازو سے پکڑ کر جھنجوڑااور بولی۔

”تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟ کیا میں اس کے ساتھ رہ سکتی ہوں جس نے مجھے قیدی بنا رکھا ہے؟ یہ تو اس کی خوش قسمتی ہے کہ میں نے اس کے جسم میں اپنا زہر داخل کرکے اسے مار نہیں ڈالا۔وہ بھی اس لیے کہ تم نے مجھے منع کیا تھا۔“

میں نے کہا۔”پاروتی! ہمارے پاس وقت بہت تھوڑا ہے۔یہ بتاؤ کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ تم کسی طرح کپتان کو راضی کرلو کہ ہم دونوں جزیرے کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔ہمیں اجازت دے دے۔“

وہ کہنے لگی۔”یہ کانا ڈاکو کپتان بڑا وحشی درندہ ہے۔میرے ساتھ وہ درندوں ایسا سلوک کررہا ہے۔اسے میں صرف تمہاری وجہ سے برداشت کررہی ہوں نہیں تو میں اسے کبھی زندہ نہ چھوڑتی اس نے مجھے اپنے ساتھ والے کیبن میں بند کیا ہوا ہے۔یہ تو بوڑھے ملاح کی مہربانی سے میں تم سے ملنے آگئی ہوں۔اس نے مجھے دس منٹ سے زیادہ کی مہلت نہیں دی۔میں خود تم سے ملنے کو بے چین تھی۔یہ بتاؤ کہ ہم یہاں سے فرار کس طرح ہوسکتے ہیں؟میں تو کہتی ہوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کہ اسی وقت باہر نکل کر سمندر میں کود جاتے ہیں جہاز کے سارے لوگ جزیرے پر گئے ہوئے ہیں۔"

میں نے کہا۔"مگر کچھ ڈاکو پہرے پر موجود ہیں۔ان کے پاس سٹین گنیں اور رائفلیں ہیں۔وہ ہمیں وہیں بھون ڈالیں گے۔"

"تو پھر یہاں سے کیسے فرار ہوں؟ میں اس درندے کپتان کے ساتھ زیادہ دیر نہیں رہ سکتی۔آخر میں بھی ناگن عورت ہوں۔مجھے ذرا غصہ آگیا تو صبح کیبن میں کپتان کی لاش ہی ملے گی؟"

میں نے جلدی سے کہا۔

"نہیں نہیں پاروتی! بھگوان کے لیے ایسا بالکل نہ سوچنا۔ایسی حرکت نہ کرنا۔ میں یہاں سے فرار کی کوئی ترکیب سوچتا ہوں۔بوڑھا ملاح تو ہمارا ایک ہمدرد یہاں موجود ہے جیسے ہی میں نے کوئی ترکیب سوچی میں تمہیں بوڑھے عمر کے ہاتھ کہلوا بھیجوں گا۔"

پاروتی نے کہا۔

"یہ بوڑھا ملاح تو کپتان کا بڑا خاص آدمی ہے۔وہ اسے بتادے گا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔"میں اسے راضی کرلوں گا۔تم اس کی فکر نہ کرو۔اور کچھ دن کپتان کا ظلم برداشت کرلو اور بھگوان کے لیے اسے ہلاک نہ کرنا۔ورنہ ہم دونوں کی خیر نہیں۔"

پاروتی نے زیرلب بنگلہ زبان میں کپتان کو گالی دے کر کہا۔

"تمہاری خاطر مان لیتی ہوں۔"

کیبن کے بند دروازے سے بوڑھے عمر کی گھبرائی ہوئی آواز آئی۔

"لڑکی کو جلدی بھیجو' کپتان آرہا ہے۔"

پاروتی جلدی سے اٹھی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔اس کے جانے کے ایک منٹ بعد میں بھی کیبن سے نکلااور صفائی وغیرہ کا کام کرنے اوپر والے ڈیک پر آگیا۔میں نے جزیرے کے ساحل کی طرف دیکھا۔اسمگلروں سے بھری ہوئی کشتیاں جزیرے سے چل پڑی تھیں۔میں عرشے کے فرش کی صفائی میں لگ گیا۔بحری ڈاکوؤں کی پہلی کھیپ جہاز پر آگئی۔ان میں کپتان البرٹو بھی تھا۔اس کے بعد کشتیاں واپس جزیرے کی طرف چلی گئیں۔اب ان پر کھانے پینے کا سامان پھل' پانی سے بھرے ہوئے کنستر اور تیل کے ڈرم لاد کر جہاز

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں لائے جانے لگے۔دوپہر تک مال جہاز پر آتا رہا۔اس کے بعد جہاز کے عملے میں کھانا تقسیم کیا گیا۔میں بھی اپنی تھالی لے کر ڈیک کی ریلنگ کے پاس بیٹھ گیا۔شام سے ذرا پہلے جہاز کا لنگر اٹھایا جانے لگا۔مجھے ایک مسلح پہرے دار نیچے میرے کیبن میں لے آیا۔اب باہر سے کیبن کا دروازہ بند نہیں کیا جاتاتھا۔تھوڑی دیر بعد جہاز کے پرانے انجن گڑگڑاہٹ کے ساتھ اسٹارٹ ہوگئے اور جہاز

آہستہ آہستہ ہچکولے کھاتا سمندر میں رواں ہو گیا۔

تھائی لینڈ کے بوڑھے مسلمان ملاح عمر سے جہاز کے ڈیک پر ملاقات ہوجاتی تھی یا کبھی کبھی وہ خود میرے کین میں آجاتاتھا۔اب میں کھانا دوسرے ملاحوں کے ساتھ کچن میں بیٹھ کر ہی کھاتاتھا۔ملاحوں میں زیادہ تر لوگ فلپائن اور تھائی لینڈ کے تھے۔ایک دو ملاحوں کی بیویاں بھی ساتھ تھیں۔جنہیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ کچھ وقت کے لیے اپنے ساتھ رکھتے۔پھر انہیں واپس بھیجوادیتے کیونکہ کپتان البرٹو کاحکم تھا کہ کوئی سیلر اپنی بیوی یا کوئی دوسری عورت اپنے پاس زیادہ دن نہیں رکھ سکتا۔

ایک دن آسمان پر کالی گھٹائیں چھا گئیں۔تیز ہوا چلنے لگی۔بارش بھی شروع ہو گئی۔دیکھتے دیکھتے سمندر میں طوفان آگیا۔جہاز سمندری موجوں پر کھلونے کی طرح ادھر ادھر اچھلنے لگا۔سمندر کی موجیں عرشے پر شور مچاتی ہوئی آتیں اور جو چیز وہاں پر ہوتی اسے ساتھ بہا کر لے جاتیں۔میں نے پہلی بار سمندر کا طوفان دیکھاتھا۔ہم لوگ نیچے ڈیک میں چلے گئے تھے۔خدا خدا کرکے طوفان تھما۔اوپر والے ڈیک پر طوفان نے کافی توڑ پھوڑ کی ہوئی تھی۔دوسرے ملاحوں کے ساتھ مجھے بھی کام پر لگادیا گیا۔رات کو بادل چھٹ گئے اور آسمان پرچاند نکل آیا۔سمندر میں چاندنی رات کا منظربڑا خوبصورت ہوتا ہے۔چاروں طرف چاندنی ہی چاندنی تھی۔میں دن بھر کی مشقت سے فارغ ہوچکاتھا۔نیچے کیبن میں جانے کی بجائے میں وہیں عرشے پر ایک طرف لیٹ گیا۔تھوڑی دیر بعد مجھے نیند آگئی۔آنکھ اس وقت کھلی جب سورج نکل آیا تھا۔کیپٹن کے حکم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے مجھے لوئرڈیک کی صفائی پر لگادیا گیا۔یہاں بوڑھا عمر بھی موجود تھا۔میں فرش پر پھاوڑا چلا رہا تھا کہ وہ میرے پاس آکر بولا۔

”معلوم ہوتا ہے تمہارا دل لگ گیا ہے بس اسی طرح دل لگا کر کام کرتے رہے تو پھر کپتان تمہیں اپنے عملے میں شامل کرلے گااور تمہیں لوٹ مار کے مال سے حصہ بھی ملا کرے گا۔“

میں نے بوڑھے عمر سے کہا۔

”میں تو دن رات فرار کی ترکیبیں سوچتا رہتا ہوں بابا۔“

بوڑھا عمر ٹوٹے ہوئے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے ہنسنے لگا۔

”یہ خیال دل سے نکال دو۔“

اتنا کہہ کر وہ سیڑھیوں کی طرف چلا گیا۔

اسی طرح ایک ہفتہ سمندر میں گزر گیا۔آٹھویں دن جہاز ایک اور جزیرے کے ساحل سے جالگا۔یہ چھوٹا سا جزیرہ تھا اور اس میں بھورے اور سیاہ رنگ کی پہاڑیاں ہی پہاڑیاں نظر آرہی تھیں۔جہاز کے دوسرے آدمیوں کے ساتھ مجھے بھی اس جزیرے پر اترنے کی اجازت مل گئی۔یہاں بھی کپتان نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

منشیات کے کچھ تھیلے سمگلروں کے حوالے کرنے تھے۔یہ جزیرہ بظاہر بالکل ویران نظر آرہاتھا۔ساحل کے ساتھ درختوں کے نیچے دس بارہ ڈھلانی چھتوں والے مکان بنے ہوئے تھے۔دنیا جہان کے قیمتی سگریٹ اور مشروبات دستیاب تھے۔ریستوران میں ہمارے جہاز کے لٹیرے ملاح بھی جاکر بیٹھ گئے اور شراب پینے لگے۔میں بوڑھے عمر کے پاس کونے والی ٹیبل پر بیٹھ گیا۔

اس نے مجھے بتایا کہ پاروتی اس وقت جہاز پر چل پھر رہی ہوگی۔

”اس وقت اسے کیبن سے باہر نکلنے کی کھلی چھٹی ہے۔مگر ایک ڈاکو اس کی نگرانی کررہا ہوگا اگراس نے فرار ہونے کی کوشش کی تو اسے گولی مار دی جائے گی۔یہ کیپٹن کاحکم ہوتاہے۔“

بوڑھے عمر نے خود ہی فرار کا موضوع چھیڑ دیا تھا۔میں خود اس سے اس موضوع پر تفصیلی اور آخری بات کرنا چاہتاتھا۔جب میں نے اسے بتایا کہ میں پاروتی کو ساتھ لے کر ہرحال میں فرار ہونا چاہتا ہوں تو پہلے تووہ مجھے اس کے انجام سے ڈراتا رہا اور یہی کہتا رہا کہ یہ ناممکن ہے لیکن جب میں نے اسے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بابا! میں نے اور پاروتی نے فرار ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے۔چاہے ہمیں اس کے لیے اپنی جان ہی کیوں نہ قربان کرنی پڑے۔جان بچ گئی تو آزاد ہوجائیں گے۔اگر مر گئے تو بھی اس قید سے تو نجات مل ہی جائے گی۔“

اس پر بوڑھا عمر خاموش نظروں سے میری طرف تکنے لگا۔

”کیاواقعی تم نے جہاز سے بھاگنے کا فیصلہ کرلیا ہے اور تم اس کے لیے جان کی بازی لگانے پر بھی تیار ہو۔“

میں نے اس کابوڑھا مگر مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیااور بڑی عاجزی سے کہا۔

”بابا! تم بھی مسلمان ہو۔میں بھی مسلمان ہوں خدا کے لیے ہماری مدد کرو۔ ہمیں کوئی ایسی ترکیب بتاؤ کہ اس قید سے جان چھوٹے اور پاروتی تو مجھے اس روز کہہ رہی تھی کہ اگر میں یہاں سے بھاگ نہ سکی تو خودکشی کرلوں گی۔“

بوڑھا عمر سوچ میں پڑ گیا۔کہنے لگا۔

”تم اس کاذکر اس لڑکی سے مت کرنا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔”مجھے تو اس کی شکل تک نظر نہیں آتی میں اس سے کیسے بات کرسکتاہوں۔“

بوڑھا بولا۔

”تھوڑے دنوں بعد اسے دن کے وقت اوپر والی ڈیک پر چلنے پھرنے کی اجازت مل جائے گی۔“

میں نے اسے بتایا کہ پاروتی کے ساتھ کپتان بڑا وحشیانہ سلوک کررہا ہے اور وہ زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکے گی۔

”میں سوچ کر بتاؤں گا ابھی یہ بات اپنے تک ہی رکھنا۔“

رات ہونے سے پہلے پہلے ہمارا جہاز اس جزیرے سے بھی روانہ ہوگیا۔اب ایک بار پھر سمندر تھااور ہم تھے۔مزید ایک ہفتہ سمندر میں سفر کرتے گزر گیا۔ایک دن جبکہ آسمان پربادل چھارہے تھے اور میں کچن میں برتن مانجھ رہاتھا بوڑھا عمر کچن میں آیا۔ایک پیالہ صاف کرنے کے بہانے میرے پاس آکر آہستہ سے کہنے لگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”آج دوپہر کے وقت جہاز ایک جزیرے میں داخل ہو گا۔تم بیماری کا بہانہ بنا کر جہاز پر ہی رہنا۔پاروتی تو جہاز پر ہی ہوگی۔پھر بات کروں گا۔“

میرے دل میں امید کی کرن چمکی۔بوڑھے عمر نے ہمارے فرار کی کوئی ترکیب سوچ لی تھی۔

دوپہر کے وقت جہاز ایک آبنائے میں داخل ہو گیا۔دونوں جانب اونچی اونچی پہاڑیاں تھیں۔درمیان میں گہرا سمندر تھا جس میں ہمارا جہاز آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔آخر ایک جگہ ساحل کے قریب لنگر انداز ہو گیا۔کپتان اپنے ساتھ کافی آدمیوں کو کشتیوں میں بٹھا کر جزیرے کی طرف چلا گیا۔میں صبح سے بیماری کا بہانہ بنا کر اپنے کیبن میں ہی پڑا تھا۔جہاز کو رکے آدھ گھنٹہ گزر گیا تھا کہ بوڑھا عمر میرے کیبن میں میرے لیے چاول اور کافی کا ڈِونگا لے کر آ گیا۔ہنس کر بولا۔

”تم بیمار تو نہیں ہو پھر بھی تمہارا حال پوچھنے آ گیا ہوں۔“

میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔اس نے تھالی اور کافی کا مگ مجھے پکڑاتے ہوئے آنکھ مار کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تمہاری محبوبہ کو بھی ساتھ لایا ہوں مگر تمہیں صرف پانچ منٹ دے سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ وہ تمہارے پاس نہیں ٹھہر سکے گی۔“

یہ کہہ کر بوڑھا عمر کیبن سے باہر نکل گیا۔دوسرے لمحے پاروتی اندر داخل ہوئی۔اس نے نیلے رنگ کی نئی ساڑھی پہن رکھی تھی۔کانوں میں بندے تھے اور گلے میں سونے کا ہار بھی تھا۔میں نے کہا۔

”پاروتی! کپتان تو تمہاری بڑی خدمت کر رہا ہے۔“

وہ میرے پاس بیٹھ گئی۔اس کا چہرہ پہلے سے اترا ہوا تھا کہنے لگی۔

”تم مجھ سے مذاق نہ کیا کرو۔میرا تو تمباکو کھا کھا کر براحال ہو گیا۔ایک عرصے سے میں نے اپنے آپ کو سانپ سے نہیں ڈسوایا۔کھانے کو بھی سانپ نہیں ملا۔اگر اور کچھ دیر یہ حالت رہی تو میں زندہ نہ رہ سکوں گی۔“

میں نے اسے یہ کہہ کر تسلی دی کہ بوڑھا عمر آج ہمیں یہاں سے فرار ہونے کی کوئی ترکیب بتانے والا ہے۔اسی لیے تو میں بیماری کا بہانہ بنا کر کیبن میں ہی رہ گیا ہوں اور ملاحوں کے ساتھ جزیرے پر نہیں اترا۔

”تم سچ کہہ رہے ہو؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی نے خوش ہو کر کہا۔میں نے اسے مزید تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”بوڑھے عمر کے کہنے پر ہی میں جہاز پر رہ گیا ہوں۔“

اس کے چہرے پر رونق سی آگئی۔

”بھگوان کے لیے جتنی جلدی ہوسکے یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوچو۔نہیں تو میں ایک ایک کرکے جہاز کے سارے آدمیوں کومار ڈالوں گی۔“

میں نے اسے ہلکی سی ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا۔

”تم پاگل ہوگئی ہو کیا؟ تمہیں کہا نہیں کہ اگر تم نے اس قسم کی کوئی حرکت کی تو ہم زندہ نہ رہیں گے۔“

تھوڑی دیر میں پانچ منٹ گزر گئے اور بوڑھا عمر کیبن میں آگیا۔

”بس‘ اب باتیں ختم۔چلو لڑکی میرے ساتھ واپس چلو۔“

پاروتی اٹھ کر اس کے ساتھ جانے لگی تو بوڑھے عمر نے میری طرف دیکھ کر کہا۔”میں آرہاہوں۔“

پاروتی کو لے کر بوڑھاچلا گیا۔کوئی دس منٹ بعد واپس آیا اور میرے پاس بیٹھتے ہی بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تمہارے فرار کا یہی ایک موقع ہے۔اگر تم نکل گئے تو نکل گئے۔اگر جہاز والوں نے تمہیں پکڑلیا تو پھراپناخاتمہ سمجھو۔“

میں نے پوچھا۔”ہمیں کیا کرنا ہوگا۔جلدی بتائیں۔“

بوڑھا عمر کہنے لگا۔

”اس جزیرے پر جہاز تین دن رکے گا۔کیپٹن البرٹو اگلے جزیرے میں ہیروئن کا نیااسٹاک لینے گیا ہے۔اسے آنے جانے میں دو دن لگ جائیں گے۔“

میں نے بے چین ہو کر کہا۔

”کیا ہم اسی جزیرے سے فرار ہوجائیں؟“

”پہلے میری بات تو سن لو۔“ بوڑھے نے درشت لہجے میں کہا۔

”سنو! اس وقت ہمارا جہاز انڈونیشیا کے جنوب مشرق میں بحر جاوا کے آخری جزیروں میں کھڑا ہے۔اگر تم رات کے وقت یہاں سے اتر کر شمال کی طرف چلنا شروع کردو تو راستے میں سمندر کاچھوٹا سا ٹاپو آئے گا۔اس کی دوسری جانب ایک اور جزیرہ ہے۔اس جزیرے سے چھوٹے اسٹیمر بانس‘ ربر اور گرم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مسالے وغیرہ لے کر انڈونیشیا کی طرف جاتے ہیں۔وہاں سے تم کسی اسٹیمر میں سوار ہوجانا۔اگر تم اس میں کامیاب ہوگئے تو پھر تم سمجھ لینا کہ آزاد ہوگئے۔"

میری آنکھوں کے سامنے درزنداں کھل گیا۔میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا ہم آج رات ہی یہاں سے نکل جائیں؟"

"تم پوری طرح تیار رہو۔باقی فرار ہونے کا سگنل میں شام کو آکر دوں گا۔"

"پاروتی کومیں یہ سب کیسے بتاؤں گا؟"

میرے اس سوال پر بوڑھا عمر کہنے لگا۔

"اس کومیں سب کچھ بتادوں گا۔تم اس کی فکر نہ کرو تم اپنے کیبن میں ہی رہنا۔میں شام کو آؤں گا۔"

میں شام تک اپنے کیبن میں ہی رہا۔شام کے وقت بوڑھا عمر آگیا۔کہنے لگا۔

"تیاری پکڑلو۔تمہیں آج آدھی رات کے وقت جہاز سے فرار ہونا ہے۔"

اس خبر نے میرے جسم میں ایک نئی جان ڈال دی۔میں نے کہا۔

"میں بالکل تیار ہوں باباجان!"

عمر میرے پاس فرش پر بیٹھ گیا۔کہنے لگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر یہ سب کچھ کیا ہے اس لیے کہ تم مسلمان کے بچے ہو اور تم ان اسمگلروں کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتے۔ میں تمہیں اس حالت میں یہاں نہیں دیکھ سکتا تھا۔میں رات کے وقت آکر تمہیں لے جاؤں گا۔"

پھر اس نے اپنی پرانی جیکٹ کی جیب میں سے پندرہ بیس نوٹ نکال کر مجھے دیئے اور کہا۔

"یہ ڈیڑھ سو امریکی ڈالر ہیں۔ان علاقوں میں قدم قدم پر کرنسی بدل جاتی ہے مگر امریکی ڈالر ہر کوئی خوشی سے لے لیتا ہے۔یہ تم اپنے پاس رکھو راستے میں تمہارے کام آئیں گے۔"

وہ چلا گیا۔میرے جسم میں ایک نئی طاقت آگئی تھی۔مایوسی اور ناامیدی کے سارے خیالات رفوچکر ہوگئے تھے۔وقت کا مجھے کوئی احساس نہیں تھا۔بڑی مشکل سے وقت گزر رہا تھا۔آخر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آدھی رات کا وقت ہو گیا اور وعدے کے مطابق بوڑھا عمر بھی پہنچ گیا۔اس نے مجھے نیلے رنگ کی جیکٹ اور اسی رنگ کی پرانی سی پتلون پہننے کو دی اور کہا۔

"اسے جلدی سے پہن لو۔سب کچھ تیار ہے۔"

میں نے جلدی جلدی پتلون اور جیکٹ پہنی اور بوڑھے عمر کے ساتھ کیبن سے نکل آیا۔راہ داری سنسان پڑی تھی۔ہم سیڑھیاں چڑھ کر جہاز کے اوپر والے عرشے کے پچھلے حصے کی طرف نکل آئے۔یہاں بھی کوئی پہرے دار نظر نہ آیا۔ میں اندھیرے میں اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔جہاز کے عقبی حصے میں آکر مجھے نیچے جھانکنے کو کہا۔میں نے نیچے دیکھا۔مجھے سمندر کے پانی میں ایک چھوٹی کشتی جہاز کے پیندے کے ساتھ اوپر نیچے ہوتی نظر آئی۔میں نے بوڑھے سے کہا۔

"پاروتی کہاں ہے؟"

اس نے نیچے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ کشتی میں بیٹھی ہے۔اب تم بھی نیچے اتر جاؤ۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس نے رسی کی ایک سیڑھی نیچے پہلے ہی سے لٹکا رکھی تھی۔اس نیک دل بوڑھے مسلمان نے مجھے گلے سے لگایا اور کہنے لگا۔

"کشتی کو جہاز کے پیچھے سے نکال کر ساحل کے مشرقی کنارے کی طرف لے جانا۔اس طرف کوئی خطرہ نہیں ہے اور یاد رکھنا۔کنارے پر پہنچتے ہی بالکل سیدھ میں مشرق کی جانب ناریلوں کے درمیان چلتے جانا۔آگے سمندر کا ٹاپو آئے گا۔کنارے کنارے چلتے جانا۔آگے جا کر دونوں کنارے ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔اس کے بعد جب سمندر آیا تو وہاں تمہیں اسٹیمر مل جائے گا۔یہ اسٹیمر مال لے کر رات کو بھی چلتے رہتے ہیں۔جاؤ اب خدا کے حوالے..."

یقین کریں اس وقت میری آنکھوں میں آنسو چھلک اٹھے مگر وہ وقت آنسو بہانے کا نہیں عمل کرنے کا تھا۔میں اللہ کا نام لے کر رسی کی سیڑھی پر پاؤں جما کر نیچے اترنے لگا۔جب کشتی کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ پاروتی کشتی میں کھڑی مجھے پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔میں کشتی میں اتر گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اوپر دیکھا۔اوپر مجھے بوڑھے عمر کا چہرہ نظر نہ آیا۔کشتی میں دو چپو بھی تھے۔میں نے پاروتی کو خاموشی سے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا اور خود کشتی کو آہستہ آہستہ جہاز کے پیندے کے ساتھ ساتھ چلانے لگا۔میں اس طرح چپو چلا رہا تھا کہ آواز پیدا نہ ہو۔میں بوڑھے عمر کی ہدایت کے مطابق کشتی کو جہاز کے مشرق کی جانب لے گیا۔رات اندھیری تھی۔دور ساحل پر کہیں کہیں روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔ساحل وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔میں نے جہاز سے دور ہوتے ہی کشتی کی رفتار تیز کردی۔ساحل کے پاس سمندر میں پہاڑیاں ابھری ہوئی تھیں۔میں ان پہاڑیوں میں کشتی کو نکال کر ساحل پر لے آیا۔ساحل پر آتے ہی ہم نے کشتی کو وہیں سمندر میں چھوڑ دیا اور اپنا رخ مشرق کی جانب جو ناریل کے جھنڈ نظر آرہے تھے اس طرف کرکے دوڑنا شروع کردیا۔زمین ریتلی اور سخت تھی۔کہیں ریتلی ہوجاتی تھی تو کہیں پتھر کی طرح سخت ہوجاتی تھی۔آخر ہم ناریل کے جھنڈوں میں داخل ہوگئے۔اب ہم قدم قدم چل رہے تھے کیونکہ جھاڑیاں ہمارا راستہ روک رہی تھیں۔کافی دیر تک ہم ان جھاڑیوں اور درختوں میں چلتے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رہے۔پھر ہمیں درختوں کے درمیان کچھ فاصلے پر ستاروں کی روشنی میں پانی کی چمک سی نظر آئی۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”سمندر کا ٹاپو آگیا ہے۔ہم ٹھیک راستے پر جارہے ہیں۔خدا کا شکر ہے ہمیں جہاز کی مصیبت سے نجات مل گئی۔“

میں نے رک کر پیچھے اندھیرے میں دیکھا اور کہا۔

”کوئی بحری ڈاکو ہمارا پیچھا نہ کررہا ہو۔“

پاروتی نے غصے سے کہا۔

”اب تو اگر کانا کپتان بھی آگیا تو میں اسے زندہ نہ چھوڑوں گی۔تم بے فکر ہو کر چلو۔“

اور ہم اندھیرے میں سمندری ٹاپو کی طرف بڑھنے لگے۔

بہت جلد ہم اس جگہ پر پہنچ گئے جہاں سمندر جنگل کے اندر آگیا تھا۔ہم نے بوڑھے عمر کی ہدایت کے مطابق کنارے کنارے چلنا شروع کردیا۔یہ کنارا کچھ دور چلنے کے بعد دوسرے کنارے کے ساتھ جاکر مل گیا تھا۔اس طرح سمندر نے یہاں ایک جھیل سی بنائی ہوئی تھی۔اب ہمیں دوسری جانب اصل سمندر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تک پہنچنا تھا۔یہاں جنگل زیادہ گنجان نہیں تھا۔درختوں کے درمیان خالی جگہ تھی جہاں گھاس اگی ہوئی تھی۔ہم گھاس میں چل رہے تھے۔ایک جگہ اچانک پاروتی رک گئی۔میں نے پوچھا۔

”کیا ہوا؟“

وہ ایک طرف منہ کرکے فضامیں کچھ سونگھ رہی تھی۔میں سمجھ گیا۔کہنے لگی۔

”کتنے دن ہوگئے ہیں کھانے اور ڈسوانے کو کوئی سانپ نہیں ملا۔مجھے اس طرف سے سانپ کی بو آرہی ہے۔تم یہیں ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں...“

مجھے مجبوراً وہاں رکناپڑا۔پاروتی ایک طرف اگی ہوئی اونچی اونچی گھاس میں گھس گئی۔تھوڑی دیر بعد باہر نکلی تو اس کے ہاتھ میں سانپوں کا جوڑا لٹک رہا تھا۔وہ میرے پاس آکربیٹھ گئی۔اس نے دونوں سانپوں سے بار بار اپنے جسم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پر ڈسوایا۔پھر دونوں کو کھانا شروع کردیا۔میں نے منہ دوسری طرف کرلیا تھا۔

پاروتی ہنس کر کہنے لگی۔

”تم بھی کہتے ہوگے کس ناگن سے پالا پڑ گیا ہے۔“

میں نے کہا۔”اب جلدی سے چلو۔ہمیں آگے بھی جانا ہے۔“

سانپوں سے ڈسوانے اور انہیں کھانے کے بعد پاروتی کے بدن میں نئی طاقت آگئی تھی۔وہ تیز تیز چلنے لگی۔ہم کافی دیر تک جنگل میں چلتے رہے۔آخر سمندر کا ساحل آگیا۔یہاں ہمیں رات کے اندھیرے میں کہیں کوئی گھاٹ یااسٹیمر نظر نہیں آرہاتھا۔پاروتی کہنے لگی۔

”بوڑھے عمر نے یہی جگہ بتائی تھی ن ا؟“

میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔مجھے سمندری ساحل کے مغرب کی جانب روشنی جھلملاتی دکھائی دی۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”میراخیال ہے گھاٹ ادھر ہے۔آؤ چل کر دیکھتے ہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جب ہم گھاٹ پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک بڑی کشتی ساحل سے لگی کھڑی تھی۔اس پر ایک لالٹین روشن تھی۔کشتی پر پہلے ہی سے بہت سامان لدا ہواتھا۔دو آدمی اس پر بانسوں کے گٹھے لاد رہے تھے۔اندھیرے میں ہمیں ان کی شکلیں نظر نہیں آرہی تھیں۔ایک آدمی کشتی میں لالٹین کے قریب کھڑا انہیں اپنی زبان میں کچھ کہہ رہاتھا۔ہم ذرا آگے گئے تو اس آدمی نے ہماری طرف دیکھااور اپنی زبان میں کچھ پوچھا جو ہماری سمجھ میں نہ آیا۔

میں نے ہندوستانی میں کہا۔

”ہمیں جکارتہ جانا ہے۔ہمارے پاس امریکی ڈالر ہیں۔“

امریکی ڈالروں کا سن کر وہ آدمی کشتی سے اتر کر ہمارے پاس آگیا۔ناٹے قد کا سانولا گول مٹول آدمی تھا۔آنکھیں چھوٹی نتھنے چوڑے تھے۔وہ فلپینو لگ رہاتھا۔کہنے لگا۔

”کتنے ڈالر ہیں تمہارے پاس؟“

میں نے کہا۔”جتنا کرایہ لگے گا ہم دیں گے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اب دوسرے دوآدمی بھی ہمارے قریب آکر ہمیں گھور گھور کر دیکھنے لگے۔ فلپینو نے ہنس کر کہا۔

”کوئی بات نہیں۔تم جو چاہو دے دینا۔بیٹھ جاؤ کشتی میں۔ہم جکارتہ ہی جارہے ہیں۔“

میں نے محسوس کیا کہ رات کے اندھیرے اور لالٹین کی دھیمی روشنی میں اس کی آنکھیں پاروتی کے جسم کاجائزہ لے رہی تھیں۔ہم کشتی میں اتر گئے۔وہ ہمارے ساتھ آیا۔اس نے ہمیں کشتی میں بانس کے گٹھوں‘ بوریوں اور لکڑی کے شہتیروں کے درمیان ایک جگہ بٹھادیااور بولا۔

”آرام سے بیٹھو۔کوئی پرابلم نہیں۔ہم تمہیں کھانے کو بھی دیں گا۔“

میں نے پوچھا۔”ہم جکارتہ کب پہنچیں گے؟“

اس آدمی یعنی فلپینو نے جیکٹ کی جیب سے سگار نکال کر سلگایا اور بولا۔

”تین دن میں پہنچ جائیں گے۔کوئی پرابلم نہیں۔ہم ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہیں۔طوفان آیا تو کشتی کنارے پر لے جائیں گے۔ابھی تم ایسا کرو کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دو آدمیوں کا کرایہ پچاس ڈالر دے دو اس میں تمہارے کھانے پینے کا خرچہ نہیں ہے۔وہ جکارتہ پہنچ کر دے دینا۔"

میں نے جیب سے ڈالر نکال کر گنے اور پچاس ڈالر اس کے حوالے کردیئے۔ فلپینو نے جو کشتی کامالک لگتاتھا ڈالروں کی طرف اور پھر اپنے آدمیوں کی طرف دیکھا اور پچاس ڈالر اپنی جیکٹ میں رکھ لیے۔پھر اپنے آدمیوں کو کچھ کہا۔خود کشتی کے دوسرے سرے پر چلا گیا اور کشتی کی موٹر اسٹارٹ کرنے لگا۔یہ ایک بہت بڑی مال بردار کشتی تھی جس میں ایک موٹر لگی ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے بوڑھے عمر نے اسے سٹیمر کہا تھا۔دو تین بار رسی کھینچنے سے انجن چل پڑا۔اس کے ساتھ ہی کشتی بھی ساحل سے کھسکنے لگی۔پاروتی میرے قریب ہی بیٹھی تھی۔کہنے لگی۔

"مجھے ان آدمیوں کی نیت ٹھیک نہیں لگتی۔"

میں نے کہا۔"اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی تو نہیں۔اب جو ہوگا دیکھاجائے گا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کشتی ساحل سے دور ہوتی جارہی تھی۔جب ساحل سے کوئی ساٹھ ستر گز دور ہٹ گئی تو اس نے اپنا رخ کھلے سمندر کی طرف کرلیا او رایک خاص رفتار سے چلنے لگی۔

مجھے بھی ان لوگوں کی نیت پرشبہ تھا۔ایک تو ان لوگوں نے میرے پاس کافی تعداد میں امریکی ڈالر دیکھ لیے تھے۔دوسرے پاروتی کے کانوں میں سونے کے بندے اور گلے میں سونے کاہار بھی ضرو ردیکھ لیا ہوگا۔یہ دونوں تحفے جہاز کے کانے کپتان نے پاروتی کو عنایت کیے تھے اور وہ انہیں بھی ساتھ ہی لے آئی تھی۔مگر میں اس لیے مطمئن تھا کہ ان چاروں آدمیوں سے نمٹنے کے لیے اکیلی پاروتی ہی کافی تھی۔کیونکہ جس عورت کو محض ایک کمزور سی عورت سمجھ رہے تھے انہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ ایک زہریلی ناگن ہے۔

رات کے اندھیرے میں جزیرے کا ساحل دور ہوتے ہی سیاہ لکیر کی طرح نظر آنے لگا۔پھر یہ سیاہ لکیر بھی غائب ہوگئی اور کشتی کھلے سمندر میں آگئی۔کشتی کی شکل ایسی تھی کہ یہ تقریباً پچاس گز لمبااور پندرہ بیس گز چوڑا ایک پلیٹ فارم ساتھا جس کے ایک سرے پر چھوٹا سا انجن لگاتھااوردوسرے سرے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پر جھونپڑی نما چھوٹا سا کیبن بنا ہوا تھا۔اس کیبن کے باہر بانس کے ساتھ جلتی ہوئی لالٹین لٹک رہی تھی۔ کیبن کے اندر کشتی کا مالک فلپینو دو آدمیوں کیساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔وہ ساتھ ساتھ برانڈی بھی پی رہے تھے۔کسی وقت ان میں سے کسی کے قہقہے کی آواز آجاتی تھی۔ایک آدمی کشتی کے دونوں پہلوؤں پر چل پھر کر سامان اور بندھے ہوئے گٹھوں کی چیکنگ وغیرہ میں لگا ہوا تھا۔ آسمان پر تارے نکلے ہوئے تھے۔سمندر کی لہریں پرسکون تھیں اور مرطوب سمندری ہوا چل رہی تھی۔میں اور پاروتی سامان کے درمیان جس رخ پر بیٹھے تھے وہاں سے ہمیں کشتی کا کیبن اور کھلا سمندر نظر آتا تھا۔انجن بالکل اس طرح چل رہا تھا جس طرح موٹر سائیکل کی موٹر چلتی ہے۔سامان کی دیکھ بھال کرنے والا ملاح کبھی کبھی موٹر بھی آکر دیکھ جاتا تھا۔یہ موٹر ڈیزل سے چلتی تھی۔کشتی کے کنارے اونچے تھے اور سمندر کا پانی نیچے نظر آتا تھا۔

پاروتی کہنے لگی۔

”جکارتہ پہنچ کر تم کہاں جاؤ گے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں بھی تمہارے ساتھ کلکتے ہی جاؤں گا۔وہاں سے ہم کسی سمندری جہاز میں سوار ہو کر کلکتہ پہنچ جائیں گے۔“

پاروتی آخر کلکتے کی پڑھی لکھی لڑکی تھی۔اس نے ایک ایسی بات کی طرف اشارہ کیا جس طرف میرا دھیان ہی نہیں گیا تھا اور جو بہت اہم تھی۔کہنے لگی۔

”ہمارے پاس کوئی پاسپورٹ ویزا نہیں ہے جکارتہ کی پولی تو ہمیں پکڑ لے گی۔“

میں سوچ میں پڑ گیا۔واقعی اس نے ٹھیک کہا تھا جکارتہ ایک آزاد ملک تھا۔ ایک دوسرا ملک تھا۔انڈیا میں تو ہمیں پاسپورٹ وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ ابھی پاکستان بھی نہیں بنا تھا۔ہم کشمیر سے لے کر راس کماری تک جہاں چاہے بغیر پاسپورٹ ویزے کے آجاسکتے تھے۔لیکن جکارتہ پہنچ کر تو ہمیں ان چیزوں کی اشد ضرورت تھی۔اس کے بغیر تو ہم جکارتہ کے ساحل پر پہنچتے ہی گرفتار ہوسکتے ہیں۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔پولیس ہمیں پکڑ سکتی ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجھے خیال آیا کہ یہ لوگ کوئی جکارتہ کی بندرگاہ پر تھوڑی جائیں گے۔یہ تو بندرگاہ سے کسی جنگل کے کنارے گھاٹ پر کھڑے ہوں گے۔ہوسکتا ہے یہ بھی غیر قانونی طو رپر مال ادھر سے ادھر لے جاتے ہوں۔اس طرح ہمیں جکارتہ کے ساحل پر اترنے کاموقع مل جائے گا۔جب میں نے یہ بات پاروتی کو بتائی تووہ بولی۔

”ہاں ایسا ہوسکتا ہی۔ایک بار جکارتہ پہنچ گئے تو پھروہاں سے انڈیا بھی کسی نہ کسی طرح پہنچ جائیں گے۔“

میں نے کہا۔”یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے پاروتی کہ ہمیں ان بحری لٹیروں سے چھٹکارا ملا۔اگر بوڑھا عمر ہماری مدد نہ کرتاتو یقین کرو ان بحری ڈاکوؤں کی قیدسے نکلنا بہت مشکل تھا۔“

پاروتی بولی۔”وہ تمہارا مسلمان بھائی تھا۔وہ تمہارے کام آگیا۔“

میں نے کہا۔”وہ بڑا اچھا انسان تھا۔میں تو اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔“

پھرمیں نے موضوع بدلتے ہوئے پاروتی سے یونہی مذاق میں پوچھا۔

”تم نے کانے کپتان کو کیسے کہاتھا کہ تم تمباکو کھانا چاہتی ہو؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی مجھے اندھیرے میں ہنستی ہوئی نظر آئی۔بولی۔

”وہ تو بالکل اجڈ آدمی تھا۔وہ خود بھی کبھی کبھار تمباکو چبایا کرتاتھا۔کہنے لگا۔تم تمباکو کھاؤگی یاچباؤگی۔میں نے کہا میں دونوں کام کرتی ہوں۔وہ منہ پھاڑ کر ہنسنے لگا۔پھر اس نے مجھے ایک

بکس میں سے ایک سگار نکال کردیا جسے میں نے توڑ کر سارا تمباکو منہ میں ڈال لیااور اسے چبانے لگی۔اس گدھے کو کیا معلوم تھا کہ میں یہ سب کچھ اس کی جان بچانے کے لیے کررہی ہوں۔میں نے ایک سگار کاتمباکو تو اسی وقت کھالیا۔دوسرے سگار کا تمباکومنہ میں ڈال کر چباتی رہی۔بس اسی طرح ہر رات ایک سگار کھالیتی اور ایک سگار چباتی رہتی اور کانے بحری ڈاکوکی جان بچ گئی۔“

میں اس لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا کہ اس کی زندگی بھی کیا زندگی بن گئی ہے۔کہاں وہ کلکتے کے اسکول میں پڑھا کرتی تھی۔اس کاارادہ تھا کہ وہ مستقبل میںاسکول ٹیچر بنے گی۔اس کے ماں باپ اس سے کتنا پیار کرتے ہوں گے اور کہاں اب اس کی یہ حالت ہے کہ اب تک ہزاروں سانپ کھاچکی ہے۔ہزاروں سانپوں سے اپنے آپ کو ڈسواچکی ہے۔اس کے بدن کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ذرے ذرے میں اتنا زہر پیدا ہوچکا ہے کہ اگر کسی کو ذرا سا ناخن چبھودے کسی بچے کامنہ چوم لے تووہ اس کے زہر سے مر جائے گا۔

پاروتی بھی شاید اس وقت یہی کچھ سوچ رہی تھی۔چند لمحے خاموش رہنے کے بعد ٹھنڈی سانس بھر کر کہنے لگی۔

”میں بھی کتنی ابھاگن ہوں۔اگر کلکتے پہنچ بھی گئی تو کیا منہ لے کر اپنے ماتا پتا کے پاس جاؤں گی۔وہ تو مجھے پہچان بھی نہیں سکیں گے۔جب میں اپنے ماتا پتا سے جدا ہوئی تھی اور سنتھالی سپیرے مجھے اغوا کرکے لے گئے تھے تو میرا رنگ اتنا کالا نہیں تھا جتنا اب ہے میں سانولی ہوتی تھی۔میرے بال بڑے لمبے ہوتے تھے۔اب تومیرے بال بھی سانپوں کے زہر کی گرمی سے جھڑ جھڑ کرچھوٹے ہوگئے ہیں۔میرے ماتا پتا جی تو مجھے دیکھ کر بہت روئیں گے۔“

اور پھر رات کے اندھیرے میں مجھے پاروتی کی سسکیوں کی آواز سنائی دی۔میں بھی اداس ہوگیا۔واقعی اس لڑکی کے ساتھ بڑی ٹریجڈی ہوئی تھی۔انسان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسرے انسان پر جتنا ظلم کرتا ہے شاید اتنا ظلم ایک جانور بھی دوسرے جانور پر نہیں کرتا۔میں یونہی پاروتی کو جھوٹی تسلیاں دینے لگا۔

”جی ہلکا نہ کرو پاروتی! ایک بار تم اپنے گھر پہنچ گئی تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔ وہ لوگ تمہارا علاج کرائیں گے۔تمہاری کھوئی ہوئی صحت اور رنگ روپ واپس آجائے گا۔تم دوبارہ اسکول میں داخل ہوکرپڑھائی شروع کردینا۔ابھی تمہاری عمر ہی کتنی ہے۔“

پاروتی ٹھنڈا سانس بھر کر چپ ہوگئی۔

کشتی سمندر میں معمول کی رفتار کے ساتھ چلی جارہی تھی۔سمندری موجوں کی ہلکی ہلکی آواز پیدا ہو رہی تھی جس کو کشتی کے دوسرے سرے پر لگی ہوئی موٹر کے شور نے کافی حد تک دبادیاتھا۔میری نظریں جھونپڑی نما کیبن کی طرف اٹھ گئیں۔کیبن میں خاموشی چھائی تھی۔پہلے فلپینو اوراس کے ساتھیوں میں سے کسی کے قہقہے کی آواز سنائی دے جاتی تھی۔اب وہ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے فضا میں خطرے کی بو محسوس کی لیکن پھر سوچا کہ ایسی خطرے والی کوئی بات نہیں ہے ان لوگوں کو ہم پر حملہ کرکے کیا مل جائے گا۔یہی چند ڈالر اور سونے کاایک معمولی سا ہار اور بندے... مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ محض چند پیسوں کے لیے اجنبی مسافروں کا خون کردیا کرتے ہیں۔آخر وہی ہو کررہا جس کا مجھے ڈر لگا ہواتھا۔کشتی سمندر میں ہی چلی جارہی تھی۔آسمان پر صبح کے نور کااجالا پھیلنے لگا تھا۔چند لمحوں کے بعد صبح کاذب کی پہلی روشنی میں ہمیں کشتی میں لدا ہوا سامان اور سمندر کی نیلی موجیں صاف دکھائی دینے لگیں۔میں نے پاروتی کی طرف دیکھا۔وہ لکڑی کے شہتیروں کے ساتھ ٹیک لگائے ایک طرف کو جھکی سو رہی تھی۔

کیبن میں سے دو آدمی نکل کر ہماری طرف بڑھے۔ان میں سے ایک فلپینو تھا اور دوسرا اس کاساتھی تھا۔ان کے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے پستولوں نے ساری بات واضح کردی۔جب یہ لوگ ہمارے قریب آئے تو اس وقت باقی دو ملاح بھی کیبن میں سے نکل کر ہماری طرف بڑھنے لگے۔ان کے ہاتھوں میں خنجر تھے۔یہ لوگ ہمارے قریب آکر رک گئے۔فلپینو گردن ٹیڑھی کیے مکار

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نظروں سے میری طرف دیکھ رہاتھا۔میں نے ہندوستانی زبان میں اس سے پوچھا۔

”کیابات ہے بھائی؟کیا کچھ پیسے چاہئیں؟“

فلپینو نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔چاروں قہقہے لگاکرہنسنے لگے۔اتنی دیر میں پاروتی بھی جاگ پڑی۔اس نے یہ منظر دیکھا تو مجھ سے پوچھا۔

”کیابات ہے؟“

میں نے اسے خاموش رہنے کو کہا اور فلپینو سے دوبارہ پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ فلپینو کا چہرہ سنجیدہ ہوگیا۔کرخت آواز میں بولا۔

”ابھی بتاتاہوں میں کیا چاہتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی اس نے آگے بڑھ کر پاروتی کو بازو سے پکڑااور کھینچ کر اپنے ساتھ لگا کر پستول اس کی کنپٹی پررکھ کربولا۔

”تمہارے پاس جو کچھ ہے نکال کررکھ دو۔“

میں نے اپنی جیکٹ کی جیب میں سے سارے ڈالر نکال کر رکھ دیئے۔فلپینو نے اپنے ساتھیوں کواشار کیا۔انہوں نے ڈالر اٹھائے اور میری جیبوں کی تلاشی

لی۔ پھر مجھے نائیلون کی رسی سے شہتیروں کے ساتھ باندھ دیا۔اس دوران میں پاروتی کی طرف دیکھ رہا تھا۔میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ فلپینو کے جسم کے کسی بھی حصے میں ناخن چبھو کر اسے ہلاک کرے۔ کیونکہ اس طرح باقی تینوں آدمی اس کو کسی صورت میں بھی زندہ نہ چھوڑتے اوراسے فوراً گولی مار دیتے۔ ہوسکتا تھا کہ وہ مجھے بھی گولی سے اڑادیتے۔اس کے لیے ہمیں کسی حکمت عملی کی ضرورت تھی۔شاید یہ بات پاروتی بھی سمجھ گئی تھی۔اس نے کوئی مدافعت یا اپنی طرف سے حملہ نہ کیا۔

مجھے باندھنے کے بعد وہ لوگ پاروتی کو کھینچتے ہوئے کشتی کے کیبن میں لے گئے۔ کیبن کی لکڑی کی دیواریں تھیں اور میری طرف کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ مجھے کچھ نظر نہیں آرہاتھا کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔آدمیوں کے قہقہوں اور اونچی آواز میں باتیں کرنے کی آواز ضرور آرہی تھی۔مجھے ایک ہی فکر لگی تھی کہ دشمن چار ہیں‘ پاروتی انہیں کس طرح ہلاک کرے گی۔مگر پاروتی اس قسم کے مردوں کی جنسی کیفیات سے پوری طرح باخبر ہوچکی تھی۔اس نے وہی کام کیا جو اسے ایسے نازک حالات میں کرنا چاہیے تھا۔ کیبن میں ایک دم خاموشی

چھاگئی۔صرف کشتی کے انجن اور سمندری لہروں کی آواز آرہی تھی۔ کیبن پر کوئی دو تین منٹ تک ایک سکوت سا طاری رہا پھر کسی کے قہقہے کی آواز آئی۔اس کے بعد پھر خاموشی چھاگئی۔کوئی دس منٹ کے بعد دن کی روشنی میں پاروتی ساڑھی سنبھالتی ہوئی کیبن میں سے نکلی۔

میری جان میں جان آئی۔

میرے پاس آکر اپنے بالوں کا جوڑا بناتے ہوئے بولی۔

”سب کو ٹھکانے لگادیا ہے جاکر دیکھ لو۔“

میں نے کہا۔”پہلے میری رسی تو کھولو۔“

پاروتی نے مسکراتے ہوئے میری رسی کھول دی اور میں جلدی سے کیبن کے اندر چلا گیا۔ کیبن کے اندر کانقشہ یہ تھا کہ چاروں غنڈے مرچکے تھے اور فرش پر ادھر ادھر الٹے سیدھے پڑے تھے۔ان سب کے منہ سے سبز رنگ کی جھاگ نکل رہی تھی۔میں نے پہلا کام یہ کیا کہ جس آدمی نے میرے ڈالر جیب میں ڈالے تھے اس کی جیب میں سے ڈالر نکال کر اپنے قبضے میں کیے پھر پاروتی کے پاس آگیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پاروتی! تم نے بڑی عقل مندی سے کام لیا۔مجھے تو یہی فکر تھی کہ تم ان چاروں کو کس طرح ماروگی۔“

پاروتی لکڑی کے بڑے شہتیر پر بیٹھی اپنے کانوں میں سونے کے بندے ڈال رہی تھی۔اس کے گلے میں سونے کا ہار بھی موجود تھا وہ یہ ساری چیزیں بھی واپس لے آئی تھی۔کہنے لگی۔

”بس کچھ نہ پوچھو دو آدمیوں کی گردن کو چوما دو آدمیوں کے جسم میں چپکے سے ناخن چبھودیئے۔اس کے بعد بھلا وہ کیسے زندہ رہ سکتے تھے۔“

پھر وہ جلدی سے شہتیروں پر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور جس طرف سمندر میں کشتی جارہی تھی اس طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

”اب ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ ہم کدھر جارہے ہیں؟ کہیں ہم سمندر میں بھٹک نہ جائیں۔“

یہ پریشانی مجھے بھی تھی لیکن یہ اطمینان ضرور تھا کہ کشتی میں ہماری جانیں محفوظ ہیں۔میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”جس رخ پر ان لوگوں نے کشتی کو ڈال رکھا ہے ہم اسی رخ پر کشتی کو چلاتے جائیں گے پہلے ان بدمعاشوں کی لاشیں توٹھکانے لگائیں۔“

ہم کیبن میں آگئے۔چاروں بدمعاشوں کی لاشوں کو گھسیٹ کرباہر نکالااور سمندر میں پھینک دیا۔کیبن کے اندر ایک وہیل لگا تھا جس سے کشتی کے رخ کو کنٹرول کیا جاتاتھا۔کچھ گھسے پٹے پرانے گیئر بھی لگے ہوئے تھے جو میری سمجھ سے باہر تھے۔وہیل کو لوہے کی تار سے باندھا ہوا تھا۔جس سے وہیل حرکت نہیں کررہاتھا اور کشتی ایک ہی رخ پر بہے چلی جارہی تھی۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”یہ بالکل موٹر کار کی طرح ہے۔ابھی تو اس کا ڈرائیونگ وہیل ان لوگوں نے باندھا ہوا ہے جب دیکھیں گے کہ کشتی کا رخ ادھر ادھر ہو رہا ہے تو وہیل کی سمت درست کرلیں گے۔ہمیں سورج سے کشتی کے رخ کو قائم رکھنا ہوگا۔اس وقت سورج ہمارے پیچھے ہے۔اس کامطلب ہے کہ ہم شمال مغرب کی طرف جارہے ہیں اور ہمیں کشتی کو اسی طرف لے جانا چاہیے۔“

پاروتی کیبن کی پہلو والی کھڑکی میں سے سمند رکو دیکھ رہی تھی۔کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”سمندر کی لہریں کچھ زیادہ اوپر نیچے ہونے لگی ہیں۔“

یہ میں نے بھی محسوس کیا تھا کہ کشتی نے سمند کی موجوں پ زیادہ ہچکولے کھانے شروع کردیئے ہیں۔اب جو میں نے کیبن سے باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھا تو دور سے کالی سیاہ گھٹائیں امڈی چلی آرہی تھیں۔ان گھٹاؤں میں کسی وقت بجلی بھی لہراجاتی تھی۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”لگتا ہے سمندر میں طوفان آنے والا ہے۔“

”ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کہیں یہ کشتی الٹ نہ جائے۔“

میں نے دور بادلوں پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

”اتناخطرناک طوفان نہیں لگتا۔بہرحال ہمیں کیبن میں جاکر بیٹھ جانا چاہیے۔“

اتنی دیر میں ہوا تیز ہوگئی تھی۔سمندر کی موجیں کشتی کو زیادہ اوپر نیچے کرنے لگی تھیں۔کیبن میں آکر ہم نے ٹوٹا ہوا دروازہ بند کردیا۔ڈرائیونگ وہیل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کھولنے لگا تو پاروتی نے مجھے ایسا کرنے سے منع کردیا۔سیاہ گھٹائیں اب ہمارے اوپر پہنچ گئی تھیں۔بادل گرجنے لگے۔بجلی کڑکنے لگی اور پھر بارش شروع ہوگئی۔یہ سمندر کی بارش تھی۔طوفانی بارش تھی۔کشتی ہچکولے کھانے لگی۔ہواؤں کاشور بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔سمندر کا پانی کیبن کے دروازے سے ٹکرانے لگا۔پاروتی سہم کر کونے میں بیٹھ گئی۔

سمندر میں طوفان آیا ہوا تھا۔

طوفانی ہوائیں چیخ رہی تھیں۔زبردست بارش ہو رہی تھی۔کشتی کو سمندر کی بپھری ہوئی موجیں ادھر سں ادھر اچھالتی ہوئی لیے جارہی تھیں۔ایک بڑی موج کشتی کے اوپر آگئی اور ایک طرف کے سارے بانس اور شہتیر سمندر میں گرگئے۔موٹر کا انجن بند ہوچکاتھا۔میں نے وہیل کی رسی کھول لی تھی اوراسے اناڑیوں کی طرح یونہی ادھر سے ادھر گھمائے جارہاتھا۔اس خیال سے کہ شاید اسی طرح کشتی الٹنے سے بچ جائے۔کشتی ابھی تک اس لیے نہیں الٹی تھی کہ یہ ایک پلیٹ فارم کی طرح تھی جو تختوں کو جوڑ کر بنادیا گیا تھا۔پاروتی ڈر کر کیبن میں ایک طرف کو بیٹھی ہوئی تھی۔اس نے کچھ کہا مگر مجھے طوفان کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شور میں کچھ سمجھ نہ آیا۔پانی اور بارش کی بوچھاڑیں کیبن کی دیواروں سے ٹکرا رہی تھیں۔میں خدا سے دعائیں مانگ رہا تھا کہ یاخدا ہمیں اس طوفان سے بچالے۔طوفان تھمنے کا نام نہیں لیتا تھا۔میں خود بھی دل میں خوف زدہ ہو گیا تھا کہ اگر کشتی الٹ گئی تو ہمارا زندہ بچنا محال ہے۔اس قدر بپھری ہوئی سمندری موجوں میں بڑے سے بڑا تیراک بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

سمندر پر بارش نے دھند کی چادر سی پھیلادی تھی۔کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ ہم شمال کو جارہے ہیں یا جنوب کو جارہے ہیں۔ایک طرف سے سمندر کی بڑی موج نے کشتی کو اچھالا تو پاروتی چیخ مار کر مجھ سے لپٹ گئی۔وہیل میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔میں گر پڑا۔بڑی مشکل سے کیبن میں ٹھگی ہوئی ایک ہک کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے آپ کو سنبھالا۔پاروتی نے چیخ کر کہا۔

”میں مرنا نہیں چاہتی۔میں مرنا نہیں چاہتی۔“

اور پھر وہ زور زور سے رونے لگی۔زندگی کتنی پیاری چیز ہے موت کو سامنے دیکھ کر زندگی زیادہ پیاری لگنے لگتی ہے۔میں نے چلا کر پاروتی سے کہا۔

”روؤں نہیں، اپنے بھگوان سے تم بھی دعا کرو۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیبن کبھی ایک طرف سے اونچا ہوجاتا اور کبھی ایسے نیچے چلاجاتا جیسے اب اوپر نہیں اٹھے گا۔کیبن کی وجہ سے ہم سمندر کی طوفانی موجوں سے بچے ہوئے تھے۔وگرنہ موجیں کب کی بہا کر لے گئی ہوتیں۔نہ جانے اس حالت میں کتنا وقت گزر گیا۔مجھے محسوس ہوا کہ طوفان کی شدت میں کمی آنے لگی ہے۔

میں نے اٹھ کر وہیل کو پکڑ لیا اور کیبن کے شیشے میں سے سمندر کو دیکھا۔سمندر کے ہیجان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔چٹان ایسی موجیں ہیبت ناک انداز میں اوپر نیچے ہو رہی تھیں۔کشتی بھی ان کے ساتھ اوپر نیچے ہو رہی تھی۔مگر بارش رک گئی تھی اور ہوا کی تیزی بھی کم ہوگئی تھی۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”خدا نے ہماری دعا قبول کرلی ہے پاروتی طوفان تھم رہا ہے۔“

پاروتی گھٹنوں میں سر دیئے کونے میں بیٹھی تھی۔اس نے کوئی جواب نہ دیا۔بارش کے رکتے ہی دھند چھٹ گئی تھی اور سمندر نظر آنے لگا تھا۔جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی وہاں تک سمندر ہی سمندر تھا جس میں بڑی بڑی موجیں اٹھ رہی تھیں۔کشتی کا انجن خاموش ہوچکا تھا۔کشتی کے پیچھے لگا ہوا وہ تختہ بھی شاید

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ٹوٹ چکا تھا جس کو وہیل کنٹرول کرتا تھا اور اس کی وجہ سے کشتی کا رخ بدلا جاتا تھا کیونکہ وہیل میں وہ سختی نہیں رہی تھی اور آسانی سے دائیں بائیں گھوم جاتا تھا۔

ہماری کشتی اللہ کے بھروسے سمندر میں کسی نامعلوم منزل کی طرف چلی جارہی تھی۔یہی بہت غنیمت تھی کہ کشتی طوفان میں غرق نہیں ہوئی تھی اور ہماری جانیں بچ گئی تھیں۔جیسے جیسے وقت گزرتا گیا طوفان کم ہوتا گیا۔آخر طوفان آگے نکل گیا اور سمندر کسی حد تک پرسکون ہونے لگا۔پاروتی سر پکڑ کر بیٹھی تھی۔اس کا سر چکرا رہا تھا۔میں نے اسے تسلی دی اور کہا۔

”فکر نہ کرو پاروتی! طوفان نکل گیا ہے۔ہم بہت جلد کسی نہ کسی جزیرے پر پہنچ جائیں گے۔“

پاروتی نے اٹھنے کی کوشش کی مگر اسے چکر آگیا اور وہ دوبارہ جلدی سے سر تھام کر بیٹھ گئی۔سمندر اگر پرسکون بھی ہو تو بڑے سے بڑا جہاز بھی تھوڑا بہت ضرور ڈولتا ہے اور اس کے ڈولنے سے آدمی کی طبیعت خراب ہونے لگتی ہے۔اس کو سی سیک نیس یعنی سمندری علالت کہتے ہیں۔مگر بعض لوگوں کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سمندری سفر میں طبیعت بالکل ٹھیک رہتی ہے۔یہ میں نے سن رکھا تھا۔میری بھی طبیعت بالکل ٹھیک ٹھاک تھی۔پاروتی کو ضرور چکر آرہے تھے۔میری نظریں کیبن کے شیشے میں سے سمندر کو دور تک دیکھ رہی تھیں۔مگر سامنے کی جانب جس طرف کشتی بہتی چلی جارہی تھی کسی جزیرے کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔کشتی پر فلپینو جو مال لاد کر لے جارہا تھا وہ سارے کا سارا سمندر میں بہہ چکا تھا۔کشتی ایک ویران پلیٹ فارم کی طرح بالکل خالی ہوگئی تھی۔میں نے کیبن کے دروازے کی چٹخنی کھولی اور باہر نکل آیا۔کشتی اب اتنی زیادہ نہیں ڈول رہی تھی۔

میں نے چاروں طرف دیکھا۔چاروں طرف سمندر ہی سمندر تھا۔کسی طرف بھی زمین کی سیاہ لکیر نظر نہ آئی۔میں جلدی سے کیبن میں آکر پاروتی کے پاس بیٹھ گیا۔میں نے اسے کہا۔

”پاروتی! کشتی خدا کے بھروسے چلی جارہی ہے۔کہیں زمین نظر نہیں آئی۔“

پاروتی نے کسی حد تک اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔کہنے لگی۔

”بھگوان نے ہمیں بچالیا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اتنا کہہ کر اس نے اپنا سر گھٹنوں میں دے دیا۔میں کچھ دیر شکستہ کیبن میں پاروتی کے پاس بیٹھا رہا۔اس دوران سمندر کا ہیجان تقریباً ختم ہو گیا تھا اور کشتی معمول کے مطابق صرف اوپر نیچے ہوتی بہے جا رہی تھی۔میں اٹھ کر باہر آگیا۔میں نے آنکھیں سکیڑ سکیڑ کر چاروں طرف دیکھا۔کہیں زمیں کے آثار نہیں تھے۔میں دل میں سوچنے لگا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ طوفان نے ہمیں اس وسیع وعریض سمندر میں لاکر ڈال دیا ہے جو براعظم ایشیا اور براعظم امریکہ کے درمیان پھیلا ہوا ہے؟ اس خیال ہی سے میرے بدن میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔اگر ایسی بات تھی تو پھر ہمارا زندہ بچنا ناممکن تھا۔یہ سمندر ہمیں بہت جلدی بھوکا پیاسا مار دے گا۔مجھے بھوک بھی لگ رہی تھی اور پیاس بھی لگ رہی تھی۔سمندر کا پانی اس قدر کڑوا ہوتا ہے کہ آپ ایک گھونٹ بھی نہیں پی سکتے۔کشتی میں جو تھوڑا بہت راشن پانی رکھا ہوا تھا وہ سارے کا سارا سمندر کی نذر ہوچکا تھا۔

مجھے پاروتی کی آواز آئی۔میں نے پلٹ کر دیکھا۔وہ کیبن کے دروازے میں کواڑ کے سہارے کھڑی تھی۔میں جلدی سے اس کے پاس آگیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اب کیسی طبیعت ہے پاروتی؟“

اس نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہوں۔“

پھر وہ سمندر کی طرف دیکھنے لگی۔

”ہم کہاں آگئے ہیں؟“

میں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کچھ معلوم نہیں۔اب تو کشتی جہاں لے جائے لے جائے۔“

سمندری طوفان سے ہماری جان تو بچ گئی تھی مگر اب ہمیں ایک ایسی موت کا سامنا تھا جس نے آہستہ آہستہ ہمیں بھوک پیاس سے نڈھال کرکے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا کر مارنا تھا۔یہ بڑی خوف کی موت تھی۔میں نے ایسے کئی واقعات رسالوں میں پڑھے تھے کہ جہاز ڈوب گیا۔کچھ آدمی کشتی میں سوار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔پھر سمندر کا اذیت ناک سفر شروع ہو گیا۔بھوک پیاس نے انہیں نڈھال کردیا۔سورج کی تپش نے ان کے جسموں کو خشک کردیا۔وہ ایک دوسرے کو بھوکی نگاہوں سے دیکھتے رہے۔جب کوئی مرجاتا تو باقی اس کی لاش

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کو نوچ کر کھاجاتے۔میری روح اس تصور ہی سے کانپ اٹھی۔خدا نہ کرے کہ وہ وقت ہم پر آئے کہ ہمیں ایک دوسرے کی لاشوں کو کھاناپڑے۔دن گزر گیا' رات آگئی۔بھوک تو مجھ سے برداشت ہو رہی تھی مگر پیاس نے میری زبان کو لکڑی کی طرح سخت کردیاتھا۔پاروتی بھی ایک طرف نڈھال ہو کر پڑی تھی۔آسمان پر بادل اسی طرح چھائے ہوئے تھے۔میں بارش کی دعا مانگنے لگا۔بارش کا پانی پی کر ہم زندہ رہ سکتے تھے۔

آدھی رات کے وقت بارش ہونے لگی۔پاروتی اور میں دونوں آسمان کی طرف منہ کھول کر بیٹھ گئے۔ہم نے بالکل اسی طرح اپنے منہ کھول رکھے تھے جس طرح چڑیا کے بچے اپنی ماں کودانہ لاتے دیکھ کر گھونسلے میں منہ کھول کر بیٹھ جاتے ہیں۔

بارش کا پانی ہمارے حلق میں اتر رہاتھا اور ہماری جان میں جان پڑرہی تھی۔

بارش کے پانی میں اگرچہ وہ طاقت نہیں ہوتی جو زمین کے پانی میں ہوتی ہے لیکن اس وقت بارش کا پانی ہمارے لیے آب حیات تھا۔جی بھر کر پانی پی لینے سے ہمارے اندر طاقت سی آگئی۔ہم وہیں کیبن میں آکر لیٹ گئے۔خدا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جانے کب ہمیں نیند آگئی۔آنکھ کھلی تو کیبن کے ٹوٹے ہوئے شیشے میں سے دھوپ اندر آرہی تھی۔پاروتی سو رہی تھی۔میں اٹھ کرباہر آیا۔آسمان بالکل صاف تھا۔دھوپ سمندر پر چمک رہی تھی۔سمندر کی لہریں پرسکون تھیں۔میں نے ایک طرف نگاہ ڈالی تو مجھے ایک سیاہ لکیر مشرق سے مغرب کی طرف پھیلی ہوئی نظر آئی۔

یہ یقینا زمین کے آثار تھے۔کشتی اس طرف جارہی تھی'میں نے جلدی سے پاروتی کو جگا کر سیاہ لکیر دکھائی۔اس کے چہرے پر بھی رونق آگئی۔ہم وہیں بیٹھ گئے اور سیاہ لکیر کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے۔آہستہ آہستہ سیاہ لکیر سمٹنے لگی۔سمٹتے سمٹتے سیاہ لکیر ایک دھبہ سابن کر ابھرنے لگی۔سمندر میں درختوں کی کچھ جھاڑیاں بھی تیرتی نظر آئیں۔میں نے خوش ہو کر پاروتی سے کہا۔

"یہ ضرور جاوا سماٹرا کا کوئی جزیرہ ہوگا۔"

اتنے میں دور سے دو تین کچے ناریل لہروں پر تیرتے دیکھے۔جب وہ کشتی کے قریب آئے تو ہم نے انہیں اٹھالیا۔انہیں توڑ کر ان کامیٹھا پانی پیااورگودا کھا کر اپنی بھوک اور پیاس مٹائی۔در سے نظر آتاسیاہ دھبہ اب اونچی اونچی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پہاڑیوں کی شکل اختیار کر گیا تھا۔کوئی ایک گھنٹے بعد سمندر کی لہروں نے ہماری کشتی کو زمین کے ساحل پر چڑھادیا۔

ہم نے خدا کا شکر ادا کیا اور کشتی سے اتر کر وہیں پانی میں ریت پر بیٹھ گئے۔ پھر اٹھے اور پانی میں چلتے ساحل کی خشک ریت پر آکر دونوں جانب نگاہ دوڑائی۔یہ کسی جزیرے کا ساحل معلوم ہوتا تھا۔ریتلا ساحل دور ناریل کے درختوں تک چلا گیا تھا۔ہم درختوں کے نیچے آکر بیٹھ گئے۔

پاروتی کہنے لگی۔

”کیسے پتہ چلے گا کہ یہ کونسا جزیرہ ہے۔یہاں تو کوئی آبادی نظر نہیں آتی۔“

جزیرے کا وہ ساحل جہاں ہم بیٹھے تھے غیر آباد تھا۔نہ کہیں کوئی جھونپڑی تھی نہ کسی جگہ کوئی کشتی کھڑی تھی۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”ساحل کے ساتھ ساتھ چل کر دیکھتے ہیں شاید جزیرے کی دوسری طرف لوگ رہتے ہوں۔“

ہم ساحل کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔جزیرہ بڑا پراسرار تھا۔ساحل پر ناریل اور تاڑ کے درخت قطار در قطار لگے تھے۔جزیرے کے اندر چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ٹیلے تھے جن پر جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔بہت جلد ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ جزیرہ بڑا چھوٹا ہے اور سمندر میں گھرا ہوا ہے اور سب سے زیادہ پریشان کر دینے والی بات یہ تھی کہ اس جزیرے پر کوئی آبادی نہیں تھی۔کہیں کسی جنگلی قبیلے والوں کے بھی جھونپڑے نہیں تھے۔ہم نے سارا جزیرہ گھوم کر دیکھ لیا۔جزیرے کے اندر بھی کافی درخت تھے۔ان میں جنگلی کیلے کے درخت تھے۔ہم نے کیلے توڑ کر کھائے اور بھوک مٹائی۔پاروتی کہنے لگی۔

”میرا جسم ٹوٹ رہا ہے۔تم یہاں بیٹھو میں جنگل میں سانپ تلاش کرتی ہوں۔ یہاں سانپ ضرور ہوں گے۔“

میں نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر وہ درختوں کی طرف جا چکی تھی اور اونچی اونچی جھاڑیوں نے اسے چھپالیا تھا۔میں ناریل کے درخت کے نیچے گرے پڑے ناریل میں سے ایک ناریل کو اٹھا کر توڑنے لگا۔اسے توڑ کر وہیں بیٹھ گیا اور اس کا پانی پینے لگا۔

ناریل کا پانی اس قدر میٹھا اور عجیب سی پاکیزہ خوشبو والا تھا کہ میں خدا کی قدرت پر حیران رہ گیا۔اللہ میاں نے انسان کو کیسی کیسی نعمتوں سے نوازا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہے۔مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ میں زمین پر صرف ایک ہی انسان باقی رہ گیا ہوں اور یہ زمین کے درخت کا پہلا ناریل ہے۔تھوڑی دیر بعد پاروتی جھاڑیوں سے نکل کر آتی نظر آئی۔اس کے ہاتھ میں ایک بھورے رنگ کا سانپ تھا جس کو اس نے گردن سے پکڑ رکھا تھا۔میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔

”بڑی مشکل سے یہ سانپ ملا ہے۔اس سے میں نے دو مرتبہ ڈسوایا ہے۔اب اسے کھاجاؤں گی۔“

میں نے منہ دوسری طرف کرلیا۔پاروتی ہنسنے لگی۔

”کبھی تو مجھے سانپ کھاتے دیکھ لیا کرو۔“

میں نے کہا۔”میں چاہتا ہوں کہ تم یہ مکروہ عادت ترک کردو۔یہ شائستہ انسانوں کا کام نہیں ہے۔“

وہ بولی۔”کلکتے جاکر شاید یہ عادت چھوڑ دوں وہاں میں دوبارہ اسکول میں داخل ہوجاؤں گی بس ایک بار میں کلکتے پہنچ جاؤں۔“

ہم وہاں سے اٹھ کر ساحل سمندر پر آکر بیٹھ گئے۔میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ یہاں سے اگر نکلیں گے تو آگے کس طرف جائیں گے؟“

ہماری بڑی کشتی ابھی تک دور سمندر کے ساحل پر ایک طرف آدھی پانی میں اور آدھی ریت میں کھڑی تھی۔پاروتی کہنے لگی۔

”اس کشتی کو ہمیں کسی چیز سے باندھ دینا چاہیے۔اگر سمندری موجیں اسے کھینچ کر لے گئیں تو ہم اس جزیرے میں پھنس جائیں گے۔“

میں نے کہا۔”اس کی کیا ضرورت ہے۔اتنی بڑی کشتی ہے۔سمندر بھی پرسکون ہے۔کشتی کہاں چلی جائے گی۔“

ہمیں اس بات کی بالکل خبر نہیں تھی کہ سمندر کی لہریں جو کشتی تک آکر بار بار واپس چلی جاتی ہیں انہوں نے کشتی کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھسکانا شروع کردیا ہے۔اس وقت آسمان پر ایک طرف سے بادل آنے لگے تھے۔میں نے پاروتی سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”چلو جزیرے کی دوسری طرف چل کر دیکھتے ہیں شاید وہاں لوگ رہتے ہوں جن کی جھونپڑیوں پر ہماری نظر نہ پڑی ہو۔ میرا مطلب ہے کہ جزیرے کے دوسرے ساحل کاایک بار پھر جائزہ لیتے ہیں۔“

جنگلی کیلے اور ناریل کھانے کے بعد ہمارے جسموں میں طاقت واپس آچکی تھی۔ ہم اٹھ کر جزیرے کے دوسرے ساحل کی طرف چلنے لگے۔ ہم جزیرے کے اندر سے ہو کر جانے کے بجائے ساحل کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اب ہم بڑے غور سے جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان دیکھتے جارہے تھے۔ یہ جزیرے کامشرقی رخ تھا۔ بادل اس طرف سے امڈ امڈ کر آرہے تھے۔ اچانک تیز ہوا چلنے لگی۔ جزیرے کے اندر کی جانب درختوں کے نیچے ایک جھونپڑے کی چھت پر نظر پڑی۔ میں نے پاروتی کو وہ چھت دکھاتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے وہاں ضرور کوئی رہتا ہے۔ چلو چل کر معلوم کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیں ضرور بتادیں گے کہ یہ جزیرہ کس سمندر میں واقع ہے اور یہاں سے جاوا سماٹرا کا ملک کس سمت کو ہے۔“

پاروتی نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تم آگے آگے چلو میں کچھ فاصلہ ڈال کر تمہارے پیچھے آتی ہوں۔ ہوسکتا ہے یہ لوگ تم پر حملہ کردیں۔ اس صورت میں میں تمہیں بچا سکوں گی۔“

میں آگے آگے اور پاروتی کوئی سات آٹھ قدموں کا فاصلہ ڈال کر میرے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ میں جھونپڑے سے کوئی پندرہ بیس فٹ کے فاصلے پر پہنچ کر ایک درخت کے پیچھے ہو گیا اور غور سے جھونپڑے کی طرف دیکھنے لگا۔ جھونپڑا ویران لگتا تھا۔ میں نے نیچے سے ایک پتھر اٹھا کر جھونپڑے کے کھلے دروازے کے آگے پھینکا اس خیال سے کہ اگر کوئی جھونپڑے کے اندر ہوگا تو باہر ضرور نکلے گا۔ مگر کوئی باہر نہ نکلا۔ اس دوران پاروتی بھی میرے قرب پہنچ گئی۔ سرگوشی میں بولی۔

”کیا کررہے ہو؟“

میں نے کہا۔ ”لگتا ہے جھونپڑے میں کوئی نہیں رہتا۔ میں نے پتھر پھینکا تھا کوئی باہر نہیں نکلا۔“

پاروتی بولی۔ ”تم یہاں ٹھہرو میں جاکر پتہ کرتی ہوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں وہیں درخت کے پیچھے چھت کر کھڑا رہا۔پاروتی درخت کے پیچھے سے نکلی اور آہستہ آہستہ جھاڑیوں کو پیچھے ہٹاتی جھونپڑے کی طرف چلنے لگی۔میں سانس روکے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔پاروتی جھونپڑے کے پاس آکر ایک طرف ہوگئی۔ پھر اس نے زمین پر سے درخت کی ٹوٹی ہوئی ٹہنی اٹھا کر جھونپڑے کے دروازے میں پھینکی۔اندر سے کوئی نہ نکلا۔پاروتی آڑ چھوڑ کر جھونپڑے کے سامنے آگئی۔اس نے جھک کر جھونپڑے میں نظر ڈالی۔پھر میری طرف رخ کرکے بولی۔

"آجاؤ۔جھونپڑے میں کوئی نہیں ہے۔"

میں دوڑ کر اس کے پاس چلا گیا۔میں نے بھی جھونپڑے کو اچھی طرح سے دیکھا۔وہ خالی تھا۔زمین پر خشک پتوں کا فرش بچھا ہوا تھا۔میں نے پاروتی سے کہا۔

"اس جھونپڑے سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہاں کوئی آدمی ضرور رہتا ہے۔ ہمیں ایک طرف چھپ کر اس کی واپسی کاانتظار کرناچاہیے۔ہوسکتا ہے وہ ابھی آجائے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی نے جھونپڑے کے آگے جو خالی جگہ تھی اس پر نگاہ ڈال کر کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ یہ جھونپڑا مدتوں سے خالی پڑا ہے۔اگر یہاں کوئی آدمی رہ رہا ہوتا تو یہاں آگ جلانے کے کوئی نہ کوئی آثار ضرور ملتے۔مگر یہ جگہ تو بالکل صاف ہے۔"

میں نے کہا۔"ہوسکتا ہے یہ کوئی جنگلی آدمی ہو اور جانوروں پرندوں کے گوشت کو شکار کے بعد کچا ہی کھاجاتا ہو۔"

پاروتی نے کہا۔تو پھر تو یہ کوئی آدم خور قسم کا جنگلی آدمی ہوگا۔میں نے اپنی سکول کی کتاب میں پڑھا تھا کہ جزیروں میں جنگلی لوگ زندہ انسانوں کو پکڑ کر کھاجاتے ہیں۔"

میں نے ہنس کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”جاواسماٹرا کے علاقوں میں ایسے آدم خور جنگلی نہیں ہوتے۔ایسے لوگ تو افریقہ کے جنگلوں میں پائے جاتے ہیں۔“

ہم جھونپڑے کے پاس بیٹھ گئے تھے۔اس دوران ہوا نے آندھی کی شکل اختیار کرلی۔درختوں کے اوپر کے حصے جھولنے لگے۔ہم پر ان درختوں کے پتے اور خشک ٹہنیاں ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں۔پاروتی بولی۔

”طوفان پھر آرہاہے۔چلو واپس کسی جگہ چھپ جاتے ہیں۔“

میں نے کہا۔”ہاں تم ٹھیک کہتی ہو۔“

ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔درختوں اور جھاڑیوں کی وجہ سے ہوا کی شدت کا ہمیں زیادہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔جزیرہ کوئی اتنا وسیع بھی نہیں تھا۔جیسے ہی ہم درختوں سے نکل کر ساحل پر کھلے سمندر کے سامنے آئے تو ہمیں پتہ چلا کہ ہواآندھی کی طرح چل رہی ہے۔اتنے میں بارش بھی شروع ہوگئی۔سمندر کی موجیں دور سے ابھر ابھر کر ساحل کی طرف آرہی تھیں۔مجھے اچانک اپنی کشتی کا خیال آگیا۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”کہیں ہماری کشتی سمندر میں تو نہیں بہہ گئی؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی بھی فکرمند ہوگئی۔ہم اٹھ کر درختوں کے ساتھ ساتھ سمندر کی اس جانب دوڑنے لگے جدھر ہماری کشتی ساحل کی ریت پر کھڑی تھی۔جب ہم اس مقام پر پہنچے تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ہماری بڑی کشتی ساحل سے کھسک کر سمندر میں داخل ہوگئی تھی اور سمندر کی موجیں تیز ہواؤں میں اسے ایک طرف بہائے لیے جارہی تھیں۔

پاروتی اور میں بے بسی کے عالم میں کشتی کو اپنی پہنچ سے دور ہوتے دیکھتے رہ گئے۔اب کچھ نہیں ہوسکتاتھا۔سمندر کی ایک موج اسے ساحل کی طرف لاتی تھی اور دوسری موجیں واپس جاتے ہوئے کشتی کو ساحل سے مزید دور لے جاتی تھیں۔دیکھتے دیکھتے کشتی ہماری آنکھوں سے دور ہوگئی۔اور پھر دور ہی ہوتی چلی گئی۔بارش کی بوچھاڑیں ہم پرپڑرہی تھیں۔ہوا نے شور مچایاہواتھا۔ہم ایک دوسرے کاہاتھ تھام کر دوڑتے ہوئے جزیرے کے اندر آکر ایک ٹیلے کی اوٹ میں بیٹھ گئے۔ہمارے اوپر گھنے درختوں کی چھتریاں تنی ہوئی تھیں۔یہاں بارش کے پانی سے ہم محفوظ تھے۔پاروتی کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہماری کشتی تو سمندر میں بہہ گئی۔اب کیا کریں گے۔کہیں ہم جزیرے میں قید تو نہیں ہوگئے؟“

میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”گھبرانے کی ضرورت نہیں۔جزیرے میں کھانے کو پھل اور پینے کو ناریل کا پانی بہت ہے۔تمہارے واسطے سانپ بھی کہیں نہ کہیں سے مل جایا کریں گے۔کچھ وقت یہاں رہنا پڑے گا پھر یہاں سے جانے کی ترکیب بھی سوچ لیں گے۔“

کوئی ایک گھنٹے بعد طوفان تھم گیا۔

ہم اٹھ کر ساحل پر آگئے۔طوفان بادوباراں کی وجہ سے کئی درخت گرے ہوئے تھے۔کچھ دیر تک ہم سمندر کے کنارے پھرتے رہے۔اس کے بعد جزیرے کی دوسری طرف آگئے۔یہاں سرمئی اور سبز رنگ کی نوکیلی چٹانیں سمندر کے کنارے دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔میں نے پاروتی سے کہا کہ اس جزیرے میں ایک جھونپڑی کا موجود رہنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یہاں کوئی نہ کوئی آدمی ضرور رہتا تھا یا پھر کسی دوسرے جزیرے سے لوگ یہاں آئے تھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور پھر واپس چلے گئے۔پاروتی خاموش خاموش چل رہی تھی۔صاف لگ رہا تھا کہ ایک سانپ سے ڈسوانے سے اس کا کچھ نہیں بنا۔اس مزید سانپوں سے ڈسوانے کی ضرورت تھی۔میں اس کے مزاج سے کافی واقف ہوچکا تھا۔چلتے چلتے اس نے سمندر کی چٹانوں کی طرف منہ کرکے فضا کو سونگھتے ہوئے کہا۔

”اس طرف سے بہت سے سانپوں کو بو آرہی ہے۔تم یہاں ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں۔“

میں نے کہا۔”نہیں میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔“

وہ آگے آگے اور میں پیچھے پیچھے چل پڑا۔پاروتی چلتے چلتے ایک جگہ رک گئی۔میں بھی رک گیا۔پھر اس نے جھاڑیوں کو ہٹایا تو وہاں ایک سرخ سانپ پھن اٹھائے کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔اس کے سر پر سفید تاج تھا۔پاروتی نے سانپ پر نظریں جمائے آہستہ سے کہا۔

”اپنی جگہ سے مت ہلنا۔“

میں پاروتی کے پہلو میں ایک قدم پیچھے ہو کر کھڑا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سانپ بھی اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہلا تھا۔پاروتی اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔پھراس نے ہاتھ جوڑ کر سانپ کو نمسکار کیااوراس کے آگے جھک گئی۔ میں اس کی ہدایت کے مطابق اپنی جگہ پر بے حس وحرکت کھڑا رہا۔مجھے یہی ڈر تھا کہ یہ ہندو توہم پرست عورت تو اپنی پوجا پاٹھ میں لگ گئی ہے اگر سانپ نے اچھل کرمجھ پر حملہ کردیا تو میں اپنا بچاؤ نہیں کرسکوں گا۔پاروتی کسی منتر کا جاپ کرنے لگی۔منتر پڑھ کر وہ اپنے اوپر پھونک مارتی اور پھر منتر پڑھنے لگتی۔سانپ اسی طرح کنڈلی مارے بیٹھا رہا۔پاروتی ہاتھ جوڑے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتی گئی۔میں بھی اس کے ساتھ ہی پیچھے ہٹنے لگا۔ہم جھاڑیوں سے باہر نکلے تو پاروتی نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا۔

”ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ شودیوتا کے اندر ناگ کے درشن ہوگئے۔یہ اندر ناگ ہے جس کو یہ سانپ درشن دیتا ہے اس کے بگڑے ہوئے کام سنور جاتے ہیں۔“

میں نے کہا۔”تو اپنے اندر ناگ سے کہو کہ ہماری جو کشتی سمندری طوفان میں بہ گئی وہ واپس لادے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی بولی۔”ہوسکتا ہے کشتی شام تک واپس آجائے۔“

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اس قسم کے جاہلانہ عقیدوں کی وجہ سے تم اس حال تک پہنچی ہو۔اگر تمہارے ماتا پتا سنتھالی سپیروں کو اپنے گھر میں گھسنے ہی نہ دیتے تو آج تمہاری یہ حالت نہ ہوتی۔مگر وہ بھی دوسرے ہندوؤں کی طرح دیوی دیوتاؤں کو اپنا بھگوان مانتے تھے۔انہوں نے سنتھالی سپیروں کی دیوتاؤں کی طرح آؤ بھگت کی اور وہ بدمعاش سپیرے تمہیں اغوا کرکے لے گئے۔“

پاروتی نے مجھے گھور کر دیکھا۔کہنے لگی۔

”کبھی کبھی مجھے یہ دیوی دیوتا سب جھوٹ لگتا ہے لیکن میں ان عقیدوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکتی۔یہ میرے خون میں شامل ہوچکے ہیں۔“

میں نے کہا۔”خدا تمہیں سیدھا راستہ دکھائے۔اب یہ بتاؤ کہ شام ہو رہی ہے۔ رات کہاں گزارنی ہے؟ ‘مجھے خطرہ ہے کہ رات کو یہاں کوئی درندہ وغیرہ نہ کہیں سے نکل آئے۔“

پاروتی نے ار دگرد کے درختوں کو دیکھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہم ان درختوں پر بھی رات کو بسیرا کرسکتے ہیں۔ مگر یہ بڑے اونچے درخت ہیں۔ان پر چڑھنا آسان نہیں۔“

میں نے کہا۔”اور پھر ساحل پر جو چٹانیں ہیں وہاں چل کر دیکھتے ہیں۔شاید وہاں کوئی ایسا ٹھکانہ مل جائے جہاں رات بسر کی جاسکے۔“

پاروتی بولی۔”لیکن میرے لیے دو تین سانپوں سے ڈسوانا بڑا ضروری ہے۔“

میں نے اسے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

”یہ جو سانپ تھااس سے ڈسوالیتی۔اس سے کیوں نہیں ڈسوایا؟“

پاروتی نے زیرلب تبسم کے ساتھ کہا۔

”یہ اندر ناگ شودیوتا کا خاص سانپ تھا‘ اس نے بھی میرے جسم کی بوپالی تھی۔اسے بھی پتہ چل گیاتھا کہ میں آدھی سے زیادہ ناگن بن چکی ہوں۔وہ مجھے کبھی نہ ڈستا۔“

ہم اسی طرح باتیں کرتے ساحل پر سمندر میں دور تک پھیلی ہوئی چٹانوں میں آگئے۔سمندر کا پانی ان چٹانوں کے اندر تک چلا گیاتھا۔ہم پانی میں چلتے ان چٹانوں میں رات بسر کرنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کررہے تھے کہ پاروتی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوڑ کر ایک طرف گئی اس نے جھک کر پانی میں ہاتھ ڈالاور جب باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں ایک دھاری دار سانپ پیچ وتاب کھاتے ہوئے اس کی کلائی اور بازو پر بار بار ڈس رہاتھا۔پاروتی بڑے آرام سے کھڑی سانپ سے ڈسوارہی تھی۔میں چند قدم کے فاصلے پر کھڑا یہ تماشا دیکھ رہاتھا۔

جب سانپ میں مزید ڈسنے کی طاقت نہ رہی تو پاروتی نے اس کا سر منہ میں ڈال کر کھانا شروع کردیا۔میں نے منہ دوسری طرف کرلیا۔یہ مکروہ منظر میں نہیں دیکھ سکتاتھا۔اس کام سے فارغ ہو کر وہ میرے پاس آئی تو بڑی خوش نظر آرہی تھی۔کہنے لگی۔

”یہ سمندر کا سانپ تھا۔سمندر کے سانپ کا زہر ٹھنڈا ہوتا ہے۔“

میں نے کہا۔”پاروتی! میرا کہامانو اور تم سانپ کھانا چھوڑ کر مچھلیاں کھانا شروع کردو۔“

وہ سر جھٹک کر بولی۔

”کہاں مچھلی کہاں سانپ کہاں‘ راجہ بھوج اور کہاں گنگواتیلی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں سمجھ گیا کہ یہ عورت اب لاعلاج ہوچکی ہے۔تھوڑی دیر چٹانوں میں چلنے پھرنے کے بعد ہم نے ایک چٹان میں رات بسر کرنے کی جگہ تلاش کرلی۔ یہ ایک کھوہ تھی جو سمندری موجوں نے بنایا ہوا تھا۔میں تھک گیا تھا۔کھوہ میں چٹان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔پاروتی کھڑی تھی۔کہنے لگی۔

”تم نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا۔میں تمہارے لیے کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔“

اور وہ چلی گئی۔کوئی پندرہ بیس منٹ کے بعد آئی تو اس کے ایک ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے زرد کیلوں کا گچھا تھا اور دوسرے ہاتھ میں دو کچے ناریل تھے۔ میں کیلے اور ناریل کھاتے کھاتے تھک گیا تھا مگر وہاں اس کے سوا کھانے کو کچھ بھی نہیں تھا۔مچھلیاں سمندر میں دور دور تک تھیں اور اگر کوئی مچھلی ہم پکڑ بھی لیتے تو اس کو روسٹ کرنے کے لیے آگ کہاں سے جلاتے۔میرے پاس ماچس بھی نہیں تھی۔

دن کی روشنی کم ہونے لگی تھی۔ابر آلود آسمان کی وجہ سے سورج غروب ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔ہم کچھ دیر چٹانوں کے اندر بیٹھے جزیرے سے فرار کی ترکیبیں سوچتے رہے۔ہمارے سامنے ایک ہی ترکیب تھی کہ کسی طریقے سے گرے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پڑے دوچار درختوں کی شاخوں کو کاٹ کر انہیں آپس میں باندھ دیاجائے اور سمندر میں ڈال کر اس پر بیٹھ جائیں اس میں خطرہ بھی تھا۔درختوں کی شاخیں سمندری موجوں کے تھپیڑوں سے الگ الگ بھی ہوسکتی تھیں۔اس کے سوااور کوئی دوسرا طریقہ ذہن میں نہیں آرہا تھا۔

ابھی شام بھی نہیں ہوئی تھی۔ہمیں پوری رات اس چٹان میں گزارنی تھی۔ پاروتی کہنے لگی۔

”چلو چل کر جزیرے میں پھرت ہیں۔ہوسکتا ہے جھونپڑے میں کوئی آدمی آگیا ہو۔اگراس کی کشتی سمند رمیں نظر آگئی تو ہم اسے لے کرفرار ہوجائیں گے۔“

یہ ناقابل یقین باتیں تھیں۔پھر بھی میں وقت گزارنے کے لیے پاروتی کے ساتھ چٹانوں سے نکل کر جزیرے میں داخل ہوگیا۔جزیرے میں دھندلا دھندلا اندھیرا اترنے لگا تھا۔چھوٹا سا جزیرہ تھا۔دس پندرہ منٹ تک ہم جزیرے کے اندر سیدھ میں چلتے رہے۔اس کے بعد جزیرے کامشرقی ساحل آگیا۔ہم سخت بور ہو گئے تھے۔میں نے پاروتی سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اس سے تو یہی بہتر تھا کہ چٹان میں ہی بیٹھے رہتے۔یہاں کوئی نہیں آتا۔ جھونپڑی بھی خالی پڑی تھی۔“

پاروتی سمندر میں مشرق کی جانب دیکھ رہی تھی۔اچانک اس نے ہاتھ کے اشارے سے دور سمندر میں مجھے کچھ دکھاتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کوئی جزیرے کی طرف آرہا ہے۔“

میں نے سمندر پر نگاہ دوڑائی۔دور ایک کشتی جزیرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔میں نے کہا۔

” پاروتی ! کچھ لوگ کشتی میں بیٹھے اس طرف آرہے ہیں۔ہوسکتا ہے یہ جنگلی لوگ ہوں۔جلدی سی کسی جگہ چھپ جاتے ہیں اگر یہ کشتی یہاں چھوڑ کر دوسری طرف گئے تو ہم ان کی کشتی لے کر بھاگ جائیں گے۔“

”بالکل ٹھیک ہے۔اس درخت پر چڑھ جاتے ہیں۔“

ساحل کے ساتھ ساتھ ناریل کے درختوں کی جو قطار دور تک چلی گئی تھی اس میں ایک چھوٹے قد کا گھنا درخت بھی تھا۔اس کی شاخیں بڑی گھنی تھیں۔ہم جلدی جلدی درخت پر چڑھ کر شاخوں میں اس طرح چھپ کر بیٹھ گئے کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہمیں سمندر کا ساحل صاف نظر آرہا تھا۔کشتی آہستہ آہستہ قریب ہوتی جارہی تھی۔ہم دونوں درخت کی ٹہنیوں میں چھپے بڑے غور سے کشتی کو قریب آتے دیکھ رہے تھے جب کشتی مزید قریب آگئی تو اس میں بیٹھے ہوئے آدمی نظر آنے لگے۔یہ تین آدمی تھے۔ان میں ایک عورت بھی تھی۔ساحل پر آکر وہ کشتی سے اتر گئے۔اب ہم نے دیکھا کہ عورت دبلی پتلی لڑکی تھی۔آدمیوں کے جسم تقریباً عریاں تھے۔کمر کے ساتھ کیلے کے پتوں کی جھالریں سی باندھ رکھی تھیں۔جسم پر مختلف رنگ کی لکیریں پڑی تھیں۔ان میں سے ہر ایک کے کندھے سے تیر کمان لٹک رہا تھا اور ہاتھوں میں کلہاڑیاں تھیں۔لڑکی نے لمبا سا کرتہ پہنا ہوا تھا جو اس کے گھٹنوں تک چلا گیا تھا۔انہوں نے لڑکی کے دونوں ہاتھ رسی سے باندھے ہوئے تھے۔لڑکی ان سے اپنا آپ چھڑانے کی کوشش کررہی تھی او روہ لڑک کو گھسیٹتے ہوئے ساحل پر لارہے تھے۔پاروتی نے آہستہ سے کہا۔

”ہے بھگوان! یہ جنگلی لوگ تو لڑکی پر ظلم کریں گے۔“

میں نے کہا۔”اپنے بھگوان کے لیے خاموش رہو۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں یہ دیکھ رہا تھا کہ کشتی چرانے کاامکان کہاں تک ہے۔انہوں نے کشتی کو ریت پر کھینچ لیاتھااور وہ کشتی سے زیادہ دور نہیں تھے۔میں دل میں دعائیں مانگنے لگا کہ یہ لوگ لڑکی کو لے کر جزیرے کے اندر چلے جائیں تاکہ ہمیں کشتی میں بیٹھ کر فرار ہونے کاموقع مل جائے۔مگر وہ لوگ کچھ اور پروگرام بنا کر جزیرے پرلڑکی کو لائے تھے۔انہوں نے کشتی سے کوئی پچاس فٹ کے فاصلے پر لڑکی کے بازو کھول دیئے اور اسے زبردستی پکڑ کر ریت پر لٹادیا۔

ایک آدمی نے تھیلے میں سے لکڑی کی میخیں نکال لیں۔انہوں نے لڑکی کے چاروں طرف لکڑی کی میخیں ریت میں گاڑ دیں۔پھر لڑکی کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ان میخوں کے ساتھ

باندھ دیئے۔اب لڑکی بالکل جکڑی ہوئی زمین پر پڑی تھی۔وہ ہاتھ پیر بھی نہیں ہلاسکتی تھی۔صرف گردن ادھر ادھر ہلاتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور اپنی زبان میں بار بارکچھ کہہ رہی تھی۔میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

”یہ لوگ کیا کرنے لگے ہیں؟“

پاروتی نے دھیمی سرگوشی میں کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میرا خیال ہے یہ لڑکی کو قتل کرکے کھاجائیں گے۔“

دو آدمی لڑکی کے پاس بیٹھ گئے۔ایک آدمی کلہاڑی لے کر درختوں کی طرف چل پڑا۔وہ ہماری طرف ہی آرہا تھا۔میں نے پاروتی کے کان میں کہا۔

”بالکل نہ بولنا...“

ہم دونوں سانس روک کر شاخوں میں ساکت ہوگئے۔

جنگلی آدمی ہم سے چند فٹ کے فاصلے پر درختوں کے نیچے گری پڑی لکڑیاں اٹھانے لگا۔وہ خشک گھاس بھی کاٹ رہاتھا۔تین چار پھیرے لگا کر وہ ڈھیر ساری لکڑیاں اور خشک گھاس پھوس لے گیا۔ان جنگلی آدمیوں نے مل کر لکڑیاں اور گھاس پھوس زمین پر جکڑی ہوئی لکڑی کے چاروں طرف ڈھیریاں سی بنا کرڈال دیا۔ایک ڈھیری لڑکی کے سر کے بالکل قریب پیچھے کی جانب لگادی گئی۔

لڑکی اونچی آواز میں رونے اور اپنی زبان میں بار بار ایک ہی جملہ دہرانے لگی۔میں نے پاروتی سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہ لوگ لڑکی کو زندہ جلارہے ہیں۔ہمیں اس کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔“

پاروتی نے کہا۔”ہم ان کامقابلہ نہیں کرسکتے۔وہ تین آدمی ہیں۔ان کے پاس زہر میں بجھے ہوئے تیر ہیں۔میں زیادہ سے زیادہ ایک جنگلی کومار لوں گی۔اس کے بعد ہماری موت یقینی ہے۔“

پاروتی نے درست کہاتھا۔اس قسم کی حرکت ہم دونوں کو لڑکی سمیت موت کے منہ میں لے جاسکتی تھی۔ہمارے دیکھتے دیکھتے ان جنگلی آدمیوں نے گھاس پھونس اور درختوں کی شاخوں کی ڈھیریوں کو آگ لگادی اور لڑکی کے گرد اچھل اچھل کر چیخ چیخ کر چگر لگانے لگے۔وہاں دھواں اٹھنے لگا۔تینوں جنگلی ،لڑکی کو ارد گرد جلتی ہوئی آگ کے حوالے کرکے کشتی کی طرف دوڑ کر گئے۔کشتی کو کھینچ کر سمندر میں ڈالا ، اس میں بیٹھے اور تیزی سے چپو چلاتے دور ہونے لگے۔

مجھ سے نہ رہا گیا۔لڑکی کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔اگرچہ آگ براہ راست اس کے اوپر نہیں لگی تھی لیکن آگ اس کے چاروں طرف تھی اور آہستہ آہستہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آگ کے شعلے اس کی طرف بڑھ رہے تھے اور دھوئیں سے بھی اس کا دم گھٹ رہا تھا۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”جب تک جنگلی سمندر میں نظر آرہے ہیں تم درخت پر ہی رہنا۔میں لڑکی کو بچانے جاتا ہوں۔“

میں نے درخت سے نیچے چھلانگ لگادی اور زمین کے ساتھ لگ کر جھک جھک کر کچھ دوڑ کر کچھ رینگ کر جتنی جلدی پہنچ سکتاتھا لڑکی کے پاس پہنچ گیا۔میں نے ایک طرف سے آگ پر ریت ڈال کر اسے بجھانا شروع کردیا۔لڑکی کے سر کی طرف سے میں نے آگ بجھادی۔لڑکی پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔وہ چیخ چیخ کرمجھے اپنی زبان میں کچھ کہنے لگی۔میں نے جلتی ہوئی گھاس اور لکڑیوں کو پرے ہٹادیا۔اور جلدی جلدی لڑکی کے ہاتھ پیر کھول دیئے اور اسے لیٹے لیٹے بازوؤں سے پکڑ کر ریت پر اپنی طرف گھسیٹ لیا۔

لڑکی اٹھنے لگی تو میں نے اسے پکڑ کر وہیں لٹادیا اور اپنی زبان میں کہا۔

”لیٹی رہو۔اٹھو نہیں۔‘

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لڑکی سہمی ہوئی تھی۔میرے کھینچ کر نیچے بٹھانے سے ہی ریت پر پر میرے ساتھ پڑی رہی۔وہ لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔ہمارے اور سمند رکے درمیان آگ اور دھوئیں کی دیوار کھڑی ہو گئی تھی جس نے ہمیں سمندر میں واپس جاتے جنگلی لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل کردیاتھا۔میں نے اس دیوار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لڑکی کاہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایااور اسے کھینچتا اور اپنے ساتھ دوڑاتا ہوا درختوں میں لے آیا۔

اس دوران پاروتی بھی درخت سے نیچے اتر چکی تھی۔ہم نے لڑکی کو وہیں جھاڑیوں کے پاس بٹھادیا۔لڑکی کا رنگ گہرا سانولا ناک نقشہ انڈونیشیا کے علاقے والے لوگوں کی طرح ذرا چپٹا تھا۔وہ حیران ہو کر کبھی مجھے اور کبھی پاروتی کو دیکھتی۔میں نے لڑکی سے ہندوستانی میں پوچھا۔

”تمہارا نام کیاہے۔یہ کون تھے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔پاروتی نے بھی اس سے دو تین بار یہی سوال کیے۔مگر لڑکی یاتو ہماری زبان نہیں سمجھ رہی تھی یاابھی صدمے کے اثر سے باہر نہیں ہوئی تھی۔

سمندر پر جنگلیوں کی کشتی اب ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ہم لڑکی کو لے کر ساحل پر کھلی فضا میں لے آئے۔جہاں اسے لٹا کر آگ لگائی گئی تھی وہاں آگ ابھی تک لگی ہوئی تھی اور دھواں بھی اٹھ رہا تھا۔جب لڑکی کے ہوش وحواس ذرا بحال ہوئے تو اس نے ٹوٹی پھوٹی ہندوستانی زبان میں کہا۔

”میں مچھوا... یہ دشمن... میں بابا ماما... دور... میرا گھر...“

کافی دیر بعد اس کی ٹوٹی پھوٹی باتوں کو جوڑ کر ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ اپنے ماں باپ کے پاس ساتھ والے کسی قریبی جزیرے میں رہتی ہے۔یہ لوگ دشمن قبیلے کے آدمی تھے۔اسے ہلاک کرنے کے لیے یہاں لے آئے تھے۔اس کی باتوں سے یہ معلوم کرکے ہمیں بڑا حوصلہ بھی ہوا کہ کوئی دوسرا جزیرہ جہاں آبادی بھی ہے وہاں سے قریب ہی ہے۔اب سوال یہ تھا کہ لڑکی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کو جو اپنا نام مچھوا بتا رہی تھی اس کے جزیرے تک کس طرح پہنچایا جائے اور خود بھی وہاں کس طرح پہنچا جائے۔

رات ہم نے چٹان کی کھوہ میں گزاری۔دوسرے دن ہم اس جگہ پر آگئے جہاں رات کو لڑکی کو جانگلی آدمیوں نے زندہ جلانے کے لیے لٹایا تھا۔وہاں جلی بجھی راکھ کے سوااور کچھ نہیں تھا۔لڑکی نے چیخ چیخ کر کچھ کہا۔وہ سمندر کی طرف اشارہ کررہی تھی۔اشارہ کرتے ہی وہ درختوں کی طرف بھاگ گئی۔ہم نے سمندر کی جانب دیکھا۔دور سمندر میںایک کشتی ساحل کی طرف بڑھتی چلی آرہی تھی۔میں نے پاروتی سے کہا۔

"میراخیال ہے اس لڑکی کے دشمن قبیلے کے لوگ ہوں گے۔اسی لیے یہ لڑکی ان کو دیکھ کر بھاگ گئی ہے۔"

"تو پھر ہمیں بھی درختوں میں جاکر چھپ جاناچاہیے۔ہم اس بار انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

یہ کہہ کر پاروتی نے میرا ہاتھ پکڑا اور درختوں کی طرف بھاگی۔ہم ناریل کے جھنڈوں میں آئے تو جانگلی لڑکی وہیں جھاڑیوں میں چھپی سمندر کی طرف دیکھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رہی تھی۔ہم نے اس سے پوچھا کہ یہ کون لوگ آرہے ہیں؟ لڑکی نے ہمیں بڑی مشکل سے سمجھایا کہ یہ دشمن قبیلے کے لوگ ہیں اور اس کی جلی ہوئی ہڈیاں اور کھوپڑی لینے آئے ہیں۔ہم لڑکی کو وہاں سے دورلے گئے اوراسے جھاڑیوں کے پیچھے بٹھا کر اشاروں اور ٹوٹی پھوٹی زبان میں سمجھایا کہ وہ وہیں رہے اور کسی حالت میں بھی ساحل سے سمندر کی طرف نہ آئے۔میں اور پاروتی ساحل والے درختوں کی اوٹ میں بیٹھ گئے اور کشتی کو ساحل کی طرف آتے دیکھنے لگے۔کشتی اب قریب آگئی تھی۔اس میں صرف آدمی بیٹھے تھے۔انہوں نے ساحل پر آتے ہی کشتی سے چھلانگیں لگادیں اور کشتی کو ریت پر کھینچنے کے بعد اس مقام پر آکر غور سے نیچے ریت کو دیکھنے اور پاؤں سے جلی ہوئی شاخوں اور گھاس پھوس کی راکھ کو ادھر ادھر ہٹانے لگے۔پھروہ تعجب سے ادھر ادھر دیکھنے اور ایک دوسرے سے تیز تیز آواز میں باتیں کرنے لگے۔ صاف لگ رہاتھا کہ انہیں راکھ میں لڑکی کی ہڈیاں اور کھوپڑی نہیں ملی جس پر وہ حیران اور جھنجلائے ہوئے ہیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اچانک ایک آدمی نے زمین پر پاروتی اور لڑکی کے پاؤں کے نشان دیکھ کر چیخ ماری۔کلہاڑی والے ہاتھ کو بلند کیااور وہ نشان اپنے ساتھی کو بھی دکھانے لگا۔دونوں جھک کر نشان کو دیکھنے اور پاؤں کے نشانوں کے ساتھ ساتھ ہمارے والے درختوں کی طرف آنے لگے۔کیونکہ پاؤں کے نشان انہیں ہماری طرف ہی لارہے تھے۔پاروتی نے مجھے کندھے پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

”تم پیچھے ہٹ جاؤ۔میں ایک کو سنبھال لوں گی۔تم موقع دیکھ کر دوسرے کو پکڑ لینا۔“

اس سے پہلے کہ میں سمجھ سکوں کہ اس نے یہ کس قسم کا فیصلہ کیا ہے وہ دوڑ کر درختوں سے نکل کر ان جنگلی آدمیوں کے سامنے آگئی۔میں حیرت زدہ ہو کر درخت کی اوٹ میں سے اسے دیکھ رہاتھا۔دونوں جنگلی وہیں سیدھے ہو کر پاروتی کو غور سے دیکھنے لگے۔پاروتی نے لپک کر ایک آدمی کا بازو تھامااور اسے دوسری طرف لے گئی۔وہ جنگلی زور سے ہنس پڑا۔اس نے اپنی زبان میں اپنے ساتھی سے کچھ کہااور پاروتی کو وہیں ریت پر گرالیا۔شاید پاروتی یہی چاہتی تھی۔دوسرا آدمی وہیں کھڑاان دونوں کو تکتا رہا۔اس کی پیٹھ میری طرف تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی جنگلی آدمی کے ساتھ زمین پر گرتے ہی اپنا کام کرچکی تھی۔کیونکہ جنگلی زمین پر بے حس وحرکت پڑاتھا۔پاروتی نے اٹھ کر دوسرے آدمی کو بھی اشارے سے اپنی طرف بلایا۔دوسرا آدمی ڈرتا ڈرتا جھکا جھکا کلہاڑی ہاتھ میں لیے پاروتی کی طرف بڑھا۔پاروتی نے بلند آواز میں مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”باہر مت نکلنا۔میں اسے بھی نرگ میں پہنچارہی ہوں۔“

جیسے ہی دوسرا جنگلی پاروتی کے قریب آیا پاروتی نے اپنے دونوں بازو پھیلادیئے جیسے اسے اپنے قریب آنے کی دعوت دے رہی ہو۔جنگلی نے جھک کر اپنے ساتھی کو دیکھا جس پر پاروتی کے ناخنوں کا قاتل زہر اپنا کام کرچکاتھا۔جیسے ہی وہ جھکا پاروتی اس سے لپٹ گئی اور اس کی گردن میں انگلیوں کے سارے ناخن چبھودیئے۔دس انگلیوں کے ناخنوں کا زہر ایک دم سے جنگلی کے خون میں شامل ہوا تو اس پرسب سے پہلا اثر یہ ہوا کہ وہ اپنی جگہ پر ساکت ہوگیا۔اس کے ہاتھ سے کلہاڑی گر پڑی۔پاروتی نے جلدی سے کلہاڑی اٹھائی اور چارپانچ قدم پیچھے ہٹ گئی۔دونوں جنگلی ختم ہوچکے تھے۔

پاروتی دوڑ کر میرے پاس آگئی۔ہم جنگلی لڑکی کے پاس گئے۔اسے بتایا کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس کے دونوں دشمن ختم کردیئے گئے ہیں۔جب اسے دونوں کی لاشیں ریت پر پڑی ہوئی دکھائی دیں تو جنگلی لڑکی کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔یہ خوشی کی چیخ تھی۔وہ ہمیں سمجھانے لگی کہ کشتی ہمارے پاس موجود ہے۔میرے ماں باپ کے جزیرے پر چلو۔میں تمہیں وہاں لیے چلتی ہوں۔ہم کشتی میں سوار ہوگئے۔جنگلی لڑکی اور میں نے چپو سنبھال لیے اور کشتی سمندر میں اس جزیرے کی طرف چل پڑی جس جزیرے پر جنگلی لڑکی کے ماں باپ رہتے تھے۔

...☆☆☆...

ہم جنگلی لڑکی کے جزیرے پر پہنچ گئے۔

لڑکی ہمیں اس جگہ لے گئی جہاں ایک پہاڑی کے دامن میں جنگلی لوگوں کی جھونپڑیاں تھیں۔لڑکی کے ماں باپ نے لڑکی کودیکھا تو دوڑتے ہوئے آئے اوراسے گلے لگالیا۔دوسرے جنگلی بھی ہمارے ارد گرد جمع ہوگئے۔لڑکی نے اپنی زبان میں ماں باپ کو ہمارے بارے میں بتایا۔انہو ں نے ہماری بڑی آؤ بھگت کی۔ہمیں مچھلی اور پھل کھانے کو دیئے۔ایک دن اور ایک رات ہم نے ان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لوگوں کے پاس گزارے۔مشکل یہ پیش آئی کہ وہ ہماری زبان نہیں سمجھتے تھے۔

پاروتی نے بہت کوشش کرکے صرف اتنا معلوم کیا کہ یہ جزیرہ انڈونیشیا کے طویل ترین جزائر سماٹرا اور ملایا کے درمیانی سمندر یعنی خلیج ملاکا کے درمیان کا کوئی ویران جزیرہ ہے۔میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ ہم ہندوستان کے جنوب میں کافی نیچے آگئے ہیں اور اب ہمیں سب سے پہلے اس زمانے کے ملایااور آج کے ملائیشیا کی بندرگاہ کوالالم پور جانا ہوگااور وہاں سے ہندوستان تک کا سمندری سفرطے کرنا ہوگا۔جب یہ ساری صورت حال پاروتی کو بتائی تووہ کچھ پریشان ضرور ہوئی لیکن کہنے لگی۔

”کم از کم جاپانیوں اور بحری ڈاکوؤں سے تو نجات ملی۔اب ہم تعلیم یافتہ شہروں میں سفر کرکے انڈیا پہنچیں گے۔“

میں نے کہا۔”ہمارے پاس ان شہروں میں داخل ہونے کے لیے پاسپورٹ ویزانہ ہوا تو ہمیں پکڑ کر جیل میں بند کردیا جائے گا۔“

پاروتی نے بڑی عقل مندوں والی بات کی۔کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ان سارے ملکوں پر جاپانیوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔جنگ ختم ہو گئی ہے۔جاپانی بھاگ گئے ہیں۔یہاں پھر سے انگریزوں کی حکومت بن گئی ہے۔کسی نے پوچھا تو ہم کہہ دیں گے کہ ہم جنگ میں جاپانیوں کی قید میں تھے۔ہمارے پاس پاسپورٹ وغیرہ کچھ نہیں ہے۔“

میں بہت حد تک اس معاملے میں مطمئن ہو گیا۔اب سوال اس جزیرے سے نکلنے اور ملایا کی بندرگاہ کوالالم پور پہنچنے کا تھا۔جنگلی لوگوں نے ہمارے لیے ایک کشتی تیار کردی تھی جس میں چھ سات روز کا کھانے پینے کا سامان رکھ دیا۔وہ اپنی زبان میں اور اشاروں سے ہمیں سمجھاتے رہے کہ ہمیں سمندر میں کس طرف سفر کرنا ہوگااور کتنے دن کے بعد ہم ملایا کے ساحل پر پہنچیں گے۔میں سخت بیزار تھا۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”تم ہی ان کی جنگلی زبان سمجھو۔میرے تو کچھ پلے نہیں پڑرہا۔“

پاروتی میں ایک بات میں نے دیکھی تھی کہ وہ سخت مایوسی کی حالت میں بھی پرامید ضرور رہتی تھی۔شاید اس لیے کہ اس کا مزاج ہی ایسا ہو یا شاید یہ سانپوں کے زہر کا اثر ہو۔کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں سمجھ رہی ہوں۔تمہیں بھی سمجھادوں گی۔“

منہ اندھیرے ہماری کشتی جنگلیوں کے جزیرے سے سمندر میں روانہ ہو گئی۔سب لوگ ہمیں رخصت کرنے ساحل پر جمع تھے۔ہماری کشتی آہستہ آہستہ سمندر میں بہنے لگی۔میں اور پاروتی دونوں چپو چلارہے تھے۔ساحل پر سمندر کی موجیں واپس جاتے ہوئے ہماری کشتی کو بھی اپنے ساتھ سمندر میں دور تک لے گئیں۔جنگلی لوگوں نے جس طرف جانے کو کہا تھا ہم کشتی کو اس طرف چلارہے تھے۔سب سے بڑی نشانی ہمیں یہ دی گئی تھی کہ سورج ہمیشہ ہمارے عقب میں طلوع ہونا چاہیے۔بہرحال ہم ایک مرتبہ پھر کھلے سمندر میں تھے۔فرق صرف اتنا تھا کہ اس بار ہمارے پاس کھانے پینے کا کافی سامان بھی موجود تھا اور کشتی ایسی تھی کہ سمندری موجوں کے ساتھ ہی اوپر اٹھ جاتی اور ان موجوں کے ساتھ ہی نیچے آجاتی تھی۔یعنی سمندری موجیں ہماری کشتی سے ٹکرا کر اسے الٹ نہیں سکتی تھیں۔ہاں اگر سمندر میں طوفان آجائے تو پھر بچنا مشکل تھا۔میں دل ہی دل میں یہی دعا مانگ رہا تھا کہ یاخدا ہمیں سمندری طوفان سے محفوظ رکھنا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دن کے وقت ہم چلے تھے۔سارا دن سمندر میں کشتی بہتی رہی۔دھوپ اور بارش سے بچنے کے لیے جنگلیوں نے کشتی میں ایک طرف ترپال کی چھت ڈال دی تھی۔سمندر میں خاص طور پر جنوبی سمندروں میں جب دھوپ چمکتی ہے تو اس کی چمک اور گرمی ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ہم سائبان کے سائے میں آکر بیٹھ جاتے۔کشتی ایک ہی رخ پر جارہی تھی۔تھوڑی تھوڑی دیر بعد ہم سورج کی سمت دیکھ کر اندازہ لگالیتے تھے کہ ہم صحیح جانب جارہے ہیں یا نہیں۔ابھی تک ہم اپنے خیال میں درست سمت کو جارہے تھے۔

ایک دن گزر گیا۔پھر دوسرااور تیسرا دن بھی گر گیا۔چوتھے دن دوپہر کے قت ہمیں شمال مشرق کی جانب سمندر میں دور سیاہ لکیر دکھائی دی۔پاروتی نے وہ لکیر مجھے دکھائی اور کہا۔

”یہ دھرتی ماتا کی لکیر ہے۔“

میں نے لکیر کو غور سے دیکھا۔واقعی یہ زمین کی لکیر تھی۔میں نے خدا کا شکر ادا کیا لیکن اس لکیر کو جنگل کے درختوں کی شکل اختیار کرتے کرتے پورے دو دن لگ گئے۔ہم ایک جگہ ساحل پر کشتی سے اتر گئے۔اترتے ہی ہم زمین پر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چت لیٹ گئے اور آنکھیں بند کرلیں۔آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ جب آدمی تین چار دن سمندر میں بے یارومددگار ایک تنہا کشتی میں سفر کرنے کے

بعد زمین پر قدم رکھتا ہے تو اس کی جذباتی کیفیت کیا ہوتی ہے۔اس وقت زمین اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت محسوس ہوتی ہے۔ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ہم دوبارہ زندہ ہوگئے ہیں۔دیر تک ہم ساحل سمند کی ریت پر لیٹے رہے پھر اٹھے اور درختوں کی چھاؤں میں آکر بیٹھ گئے۔

سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا تھا کہ ہم واقعی ملایا کے ساحل پر پہنچے ہیں کہ کسی دوسرے ویران جزیرے پر آگئے ہیں۔کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہم درختوں کے نیچے ایک طرف چل پڑے۔درخت ناریل کے بھی تھے اور تاڑ اور دیودار کے بھی تھے۔آگے جاکر ربر کے درختوں کی قطاریں دیکھیں تو میں سمجھ گیا کہ یہ ملایا ہی ہے۔ایک جگہ ندی بہہ رہی تھی۔اس کا پانی میٹھا تھا۔سمندر میں ہم ناریل کا پانی ہی پیتے رہے تھے۔اتنے دنوں کے بعد ندی کا میٹھا پانی پیا تو طبیعت بشاش ہوگئی۔پھر ہم نے سب سے پہلے اپنے اپنے کپڑے ندی میں دھوئے۔خوب نہائے۔جب کپڑے سوکھ گئے تو انہیں پہنااور ایک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

طرف روانہ ہوگئے۔پاروتی کی بھوک تیز ہوگئی تھی۔میں نے تو جنگلی کیلے اور ناریل کھا کر پیٹ بھرلیاتھا مگر پاروتی کی بھوک نہیں مٹی تھی۔میں نے اسے بے چینی سے ادھر ادھر دیکھتے اور ناک اونچی کرکے سونگھتے دیکھا تو کہا۔

”تمہیں یہاں بہت سانپ مل جائیں گے فکر نہ کرو۔“

وہ ابھی تک فضا میں سانپوں کی بو سونگھنے کی کوشش کررہی تھی۔میری بات سن کر بولی۔

”اس طرف سے مجھے سانپوں کی بو آرہی ہے تم یہاں بیٹھو۔میں ابھی آتی ہوں۔“

مجبوراً مجھے وہیں بیٹھنا پڑا۔کوئی پندرہ منٹ کے بعد پاروتی درختوں میں سے میری طرف آئی تووہ بڑی خوش خوش تھی۔کہنے لگی۔

”یہاں کے سانپ بڑے زہریلے اور گرم ہیں۔“

میںنے کہا۔”اب مجھے یہ نہ بتانا کہ تم نے کتنے سانپوں سے اپنے آپ کو ڈسوایا ہے اور کتنے سانپ کھائے ہیں۔“

وہ مسکراتی ہوئی میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔میں نے اسے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پاروتی! ہم اب شہروں میں داخل ہورہے ہیں وہاں تمہیں اتنی آسانی سے سانپ نہیں ملیں گے۔وہاں کیا کروگی۔اس لیے میری بات مانو اور یہ بری عادت ترک کردو اور دوسرے انسانوں کی طرح زندہ رہنا سیکھو۔“

پاروتی اپنے بازو پروہ جگہ دیکھ رہی تھی جہاں اس نے سانپ سے ڈسوایا تھا۔وہاں مجھے تھوڑا تھوڑا خون نکلتا نظر آیا۔کہنے لگی۔

”تم میری فکر نہ کرو۔شہروں میں بھی سانپ مل جاتے ہیں۔سانپ جہاں ہوگا مجھے اس کی بو آجائے گی۔“

ہم نے کچھ دیر آرام کیااور اٹھ کر دوبارہ چلنے لگے۔

کوئی ایک گھنٹے بعد ہم ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچ گئے۔یہاں لوگوں سے معلوم ہوا کہ ہم واقعی ملایا کے ملک میں ہیں۔اس گاؤں کے لوگ ملائی مسلمان تھے۔جب انہیں معلوم ہوا کہ میں مسلمان ہوں تو وہ بڑے خوش ہوئے۔میں نے پاروتی کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

”یہ میری بیوی ہے۔ہم جاپانیوں کے جنگی قیدی کیمپ سے بھاگے ہیں۔بڑی مشکل سے یہاں پہنچے ہیں۔خدا کاشکر ہے کہ جاپانی یہاں سے دفع ہوگئے ہیں۔‘

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گاؤں کے ملائی مسلمانوں نے ہمیں کھانا کھلایا۔ہمیں نئے کپڑے پہننے کو دیئے۔میں نے کرتے کے اوپر دھوتی باندھ لی۔جس طرح ملایا کے دیہاتی مسلمان باندھا کرتے ہیں۔پاروتی کو بھی انہوں نے اسی قسم کا لباس دیا جو اس نے پہن لیا۔ہمیں نئے چپل بھی دیئے۔ہم دو دن وہاں ملائی مسلمانوں کے مہمان رہے۔انہوں نے ہمیں بتایا کہ سامنے والی پہاڑیوں کے پیچھے ہمیں ایک سڑک ملے گی جو ہمیں مغرب کی طرف ایک شہر میں پہنچادے گی وہاں ریلوے اسٹیشن ہے جہاں سے ہم گاڑی میں بیٹھ کر کوالا لم پور پہنچ سکتے ہیں۔

رخصت کرتے ہوئے ان نیک دل ملائی مسلمانوں نے ہمیں کچھ رقم بھی دی۔ ہم ان کا شکریہ ادا کرکے رخصت ہوئے اور سامنے والی پہاڑیوں کی طرف روانہ ہوگئے۔سارا دن چلتے رہے سورج غروب ہورہا تھا کہ ہم پہاڑیوں کی دوسری جانب سڑک پر اگئے۔یہ کشادہ اور پختہ سڑک تھی۔سڑک پر سے ٹرک اور فوجی گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ان فوجی گاڑیوں میں جاپانیوں کے بجائے انگریز فوجی بیٹھے نظر آتے تھے۔ہمیں ایک ٹرک والے نے اپنے ٹرک میں بٹھالیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شام کو ہم ایک شہر میں پہنچے جس کا نام میں اب بھول گیا ہوں۔اسٹیشن پرجاکر معلوم ہوا کہ کوالالم پور کو رات کے وقت گاڑی چلتی ہے۔ہم وہیں اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر ہی ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔پاروتی نے ملائی مسلمان عورتوں والا لباس پہن رکھا تھا۔میری طرف دیکھ کر بولی۔

”میں اس لباس میں کیسی لگتی ہوں؟“

میں نے کہا۔”اتنی بری نہیں لگتی ہو۔“

وہ بڑی لگاوٹ سے میرے قریب ہو کر بولی۔

”تم نے مجھے اپنی بیوی کہا ہے تو کیوں نہیں مجھ سے بیاہ کرلیتے؟ میں تمہاری بڑی سیوا کروں گی۔“

میں نے دل میں کہا تم سے شادی کرنے سے تو بہتر ہے کہ میں سانپوں سے بھرے ہوئے کنویں میں چھلانگ لگادوں۔میں نے اسے جواب دیا۔

”کوئی اوربات کرو پاروتی۔“

وہ انگلیاں چٹخاتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگی میں سمجھ گیا کہ وہ کیا چیز تلاش کررہی ہے۔میں نے کچھ نہ پوچھا اور خاموش رہا۔وہ کچھ بے چین ہونے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لگی میں پھر بھی جان بوجھ کر چپکا ہو کر بیٹھا رہا۔وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔میں نے پوچھا۔

”کیابات ہے؟“

وہ بولی۔”میں ذرا باتھ روم تک جارہی ہوں۔“

اگرچہ وہ تقریباً جنگلی لڑکی بن چکی تھی اس کے باوجود وہ ایک بڑے شہر کی رہنے والی تھی۔وہ شہر کے ادب آداب اور تمدن کو پوری طرح سمجھتی تھی۔مگر مصیبت یہ تھی کہ وہ شہر میں جنگل کی خوراک تلاس کرنے جارہی تھی۔قریب ہی ریفریشمنٹ روم تھا۔وہ اس کے اندر چلی گئی۔کوالالم پور کو جانے والی ٹرین کے آنے میں ابھی کافی دیر تھی۔پاروتی ریفریشمنٹ روم سے باہر آئی تو بدستور بے چین تھی۔میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔

میں نے کہا۔”تمہیں کہاتھا ناں کہ اپنی بری عادت چھوڑو۔شہر میں تمہیں اتنی آسانی سے سانپ نہیں ملیں گے۔“

پاروتی نے تڑپ کر میری طرف دیکھا۔اس کے منہ سے پھنکار کی سی آواز نکلی۔وہ بالکل جنگل والی لڑکی بن گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مل جائیں گے سانپ تم کیوں پریشان ہوتے ہو۔سانپ خود مجھے تلاش کرکے میرے پاس آجائیں گے۔“

میں اٹھ کر کاؤنٹر پر چلا گیا جہاں سگریٹ فروخت ہوتے تھے۔ایک پیکٹ سگریٹ خریدا۔سگریٹ سلگایا اور بنچ پر پاورتی کے پاس بیٹھ کر خاموشی سے سگریٹ پینے لگا۔دل میں تھوڑی سی تشویش بھی تھی کہ اگر پاروتی کو کوئی سانپ نہ ملا تو کہیں اسے کچھ ہو نہ جائے۔سانپ اس کے جسم کا‘ اس کی زندگی کا حصہ بن چکے تھے۔رات ہوچکی تھی۔اسٹیشن پر کافی رونق تھی۔

پاروتی نے اپنا چہرہ پلیٹ فارم کے جنوبی سرے کی طرف کیااور کچھ سونگھنے لگی۔پھر میرا بازو کھینچتے ہوئے بولی۔

”میرے ساتھ آؤ۔ایک سانپ مجھے اپنی طرف بلا رہا ہے۔“

میں نے دل میں کہا یاخدا خیر ہو۔یہ شہر ہے۔کہیں یہ عورت مجھے کسی مصیبت میں نہ پہنچادے۔مجبوراً اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا۔پاروتی کی حس اسے دھوکہ نہیں دے سکتی تھی۔مجھے یقین تھاکہ جس طرف وہ جارہی ہے ادھر کہیں نہ کہیں کوئی سانپ ضرور ہوگا۔ٹرین کے چلنے میں ابھی بہت وقت تھا۔میں نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سوچا کہ چلو یہ تماشہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔پلیٹ فارم جہاں ختم ہوتا تھا وہاں ایک طرف ایک کیبن بنا ہوا تھا۔شاید یہ ریلوے کا کوئی موڑ وغیرہ تھا۔پاروتی نے اس کیبن کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

"سانپ اس طرف ہے۔"

کیبن کے آگے تھوڑی سی جگہ تھی جہاں کیلے کے درخت اور گھاس وغیرہ لگی ہوئی تھی۔وہاں صرف ایک بلب جل رہا تھا۔زیادہ روشنی نہیں تھی۔ہم وہاں پہنچے تو ایک چوکیدار کہیں سے نکل کر آگیا۔اس نے ملائی زبان میں ہم سے کچھ پوچھا۔میں نے ٹوٹی پھوٹی ہندوستانی میں اسے بتایا کہ ہم نے یہاں ایک سانپ دیکھا ہے۔اس کو مارنا چاہتے ہیں تاکہ کسی مسافر کو نہ ڈس لے۔چوکیدار ہندوستانی زبان سمجھ لیتا تھا۔سانپ کا سن کر وہ بھی خوف زدہ سا ہو گیا۔کہنے لگا۔

"کہاں دیکھا تھا سانپ؟"

اس کے پاس ایک ڈنڈا تھا پاروتی نے کہا۔

"تم اس طرف جاکر بیٹھو۔ہم خود سانپ کو ڈھونڈھ کرماردیں گے۔کہیں سانپ تمہیں نہ کاٹ لے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چوکیدار پہلے ہی خوفزدہ تھا۔وہ جلدی سے گھاس اور درختوں میں سے نکل کر دور چلا گیا۔میں نے پاروتی سے کہا۔

"میں بھی ادھر چلاجاتا ہوں۔کہیں سانپ نے مجھے ڈس لیا تو میں ناحق میں مارا جاؤں گا۔"

پاروتی نے بڑے محبت بھرے انداز میں کہا۔

"کسی سانپ میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ میرے پیارے دوست کو کاٹے۔میں تو اسے کچا چباجاؤں گی۔"

میں نے کہا۔"وہ تو تم ویسے بھی اسے کچا چباجاؤگی۔میں اس طرف جاتاہوں۔"

میں بھی وہاں سے دور ہٹ گیا۔اچانک پاروتی ایک طرف کو جھکی جھکی دوڑ پڑی میں سمجھ گیا اس نے سانپ کو دیکھ لیا تھا۔وہ وہیں غائب ہوگئی۔جب اسے کافی دیر لگ گئی تو چوکیدار میرے پاس آکر کہنے لگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کہیں تمہاری عورت کو سانپ نے نہ کاٹ لیا ہو۔“

میں نے کہا۔”وہ سانپ کو ختم کرکے ہی آئے گی۔“

اور واقعی پاروتی سانپ کو پورے کا پورا ختم کرکے ہی آئی۔وہ خالی ہاتھ تھی اور بڑی ہشاش بشاش تھی۔کہنے لگی۔

”میں نے سانپ کو مار دیا ہے۔“

چوکیدار نے اطمینان کا سانس لیا۔“

ہم واپس پلیٹ فارم پر آگئے۔میں نے پاروتی سے پوچھا۔

”سانپ ایک تھا یادو۔“

وہ افسوس کے ساتھ بولی۔

”ایک ہی تھا۔کاش دو تین ہوتے۔لیکن کافی زہریلا سانپ تھا۔“

میں نے دل میں سوچا کہ شہر میں جانے سے ایک فائدہ تو ضرور ہوگا کہ وہاں کے سارے سانپ ایک ایک کرکے ختم ہوجائیں گے۔وہاں سے ہم آدھی رات کو ٹرین میں سوار ہوئے اور باقی کی ساری رات اگلا سار ادن اور اس سے اگلی رات کا سفر طے کرنے کے بعد تیسرے دن صبح سویرے ملایا کے سب

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے بڑے شہر کوالالم پور پہنچ گئے۔وہیں اسٹیشن پر ہم نے ناشتہ کیا۔پاروتی کو سانپوں کی تلاش تھی۔میں نے اسے کہا۔

”خدا کے لیے اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھو۔یہ شہر ہے یہاں اتنی جلدی سانپ نہیں ملیں گے۔“

یہاں سے ہمیں سمندری جہاز میں سوار ہو کر انڈیا جانا تھا۔یہ چھ ایک دن کا سمندری سفر تھا۔اس زمانے میں سمندری جہازوں کی رفتار زیادہ نہیں ہوا کرتی تھی۔ہمارے پاس کافی رقم تھی جو گاؤں کے ملائی مسلمانوں نے آپس میں چندہ کرکے ہمیں دی تھی۔ہم نے شہر کے ایک چھوٹے سے غریبانہ ہوٹل میں ایک کمرہ لے لیا۔ہم نے ایک دوسرے کو میاں بیوی ظاہر کیا۔میں پاروتی کو ہوٹل میں چھوڑ کر بندرگاہ کی طرف روانہ ہوگیا تاکہ پتہ کروں کہ ہندوستان کو جہاز کس روز روانہ ہوتا ہے۔معلوم ہوا کہ پرسوں ایک جہاز دوپہر کے بعد روانہ ہونے والا ہے۔اس کی ٹکٹ بندرگاہ کے ساتھ ہی ایک آفس میں فروخت ہوتے تھے۔میں نے وہاں سے جہاز کے تھرڈ کلاس کے کوالالم پور سے کلکتے تک کے دو ٹکٹ خرید لیے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دن بھر ہم شہر کی سیرو غیرہ کرتے رہے۔رات کو ہوٹل میں واپس آئے تو پاروتی کا جسم ایک بار پھر ٹوٹ رہاتھا۔کہنے لگی۔

”تم ہوٹل میں بیٹھو میں باہر جاکر اپنی خوراک تلاش کرتی ہوں۔“

میں نے کہا۔”پاگل ہوگئی ہو۔یہ شہر ہے جنگل نہیں۔“

وہ بولی۔’یہاں باغ بہت ہیں۔ان علاقوں کے باغوں میں سانپ بچھو اکثر مل جاتے ہیں۔میں ابھی واپس آجاؤں گی۔“

اور وہ تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

وہ کوئی دو گھنٹے بعد واپس آئی تو بڑی خوش تھی کہنے لگی۔

”مجھے کافی دور تک جاناپڑا۔ایک جگہ ربر کے درختوں کاذخیرہ تھا۔وہاں چار سانپ مل گئے۔دو میں نے وہیں کھالیے دو اپنے ساتھ لے آئی ہوں۔“

میں اچھل کر پلنگ پر چڑھ گیا۔

”ان کو یہاں کیوں لے آئی ہو؟“

وہ تیز لہجے میں بولی۔

”کل کیا کھاؤں گی۔کل کس سے اپنے کو ڈسواؤں گی تم سے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں چپ ہو گیا۔اس نے دونوں سانپ اپنی قمیص کے اندر چھپائے ہوئے تھے۔میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دونوں سانپ نکال کر ہاتھوں میں پکڑ لیے۔دونوں سیاہ رنگ کے ڈیڑھ بالشت لمبے سانپ تھے اور پاروتی کے ہاتھوں میں تڑپ رہے تھے۔ہوٹل کے کمرے میں ایک چھوٹی میز پر ایک تانبے کا گلاس پڑا تھا۔پاروتی نے دونوں سانپ میز پررکھ کر جلدی سے ان کے اوپر گلاس اوندھا رکھ دیا۔

”ہے بھگوان یہاں شہر کے باغوں کے ذخیروں کے سانپ بڑے زہریلے ہیں۔ دیکھو میرے بازو پر ان کے کاٹنے سے خون نکل آیا ہے۔“

وہ مجھے اپنا بازو دکھانے لگی۔میں نے منہ دوسری طرف کرلیا۔

”خدا کے لیے مجھے یہ منظر نہ دکھاؤ۔“

پاروتی بازار سے ایک چھوٹا سا تھیلاخرید لائی جس کے اوپر زپ لگی تھی۔زپ سے تھیلابند ہوجاتاتھا۔اس نے دونوں سانپ تھیلے میں ڈال کر زپ سے اس کامنہ بند کردیا۔

”اب دو دن کے لیے میرے پاس میری خوراک جمع ہوگئی ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دونوں دن پاروتی نے ایک ایک سانپ پر گزارہ کیا۔جس روز شام کو ہمیں کوالالم پور سے کلکتے کے لیے روانہ ہوناتھا اس روز پہر کے بعد پاروتی ربر کے ذخیروں اور شہر کے غیر آباد علاقوں کی طرف نکل گئی اور تھیلے میں اکٹھے چھ سات سانپ بھر کر لے آئی کہنے لگی۔

"جہاز میں میرے کام آئیں گے۔"

اس زمانے میں سمندری جہاز پر سوار ہوتے وقت سامان کی چیکنگ وغیرہ نہیں ہوتی تھی۔کسی نے نہ پوچھا اور پاروتی سانپوں کے تھیلے سمیت جہاز پر سوار ہوگئی۔شام کے وقت جہاز نے بندرگاہ سے لنگر اٹھادیا۔اسے ایک بڑا سٹیمر لوہے کی زنجیر سے کھینچتا ہوا گہرے پانیوں میں لے گیا۔وہاں جہاز کے انجن اسٹارٹ ہوگئے اور جہاز سمندر میں اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔جس روز ہم روانہ ہوئے اس روز بھی بارش ہو رہی تھی۔چنانچہ ہم نے اپر ڈیک کی بجائے لوئر ڈیک میں اپنے بستر لگالیے تھے۔سمندر میں کافی تموج تھا۔ساری رات سارا دن جہاز میں رولنگ ہوتی رہی۔پاروتی روزانہ دن کے وقت تھیلے میں سے ایک سانپ نکال کر اسے قمیص کے اندر چھپا کر جہاز کے باتھ روم میں ساتھ لے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جاتی اور اس سے اپنے آپ کو خوب ڈسوا کر اور اسے ہڑپ کرنے کے بعد منہ ہاتھ دھو کر ہشاش بشاش واپس آجاتی۔کوالالم پور سے چلے ہوئے ہم چار دن کے بعد رنگون پہنچے۔

جہاز پورا ایک دن رنگون کی بندرگاہ پر کھڑا رہا۔یہاں کچھ مسافر اتر گئے اور کچھ سوار ہوگئے۔ان میں بنگالی مسافروں کی تعداد زیادہ تھی۔میں بنگلہ زبان بول اور سمجھ لیتاتھا پاروتی تو تھی ہی بنگالن' ہمارے ڈیک پر بھی کچھ بنگالی کنبے اپنا سامان لے کر آگئے تھے۔میں نے پاروتی سے کہا کہ ان لوگوں سے زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کرنا مگر ایک مدت کے بعد اسے اپنے ہم زبان لوگ ملے تھے ایک بنگالی میاں بیوی ہمارے پاس ہی سامان لگا کر بیٹھے تھے۔ پاروتی اس کی بیوی سے بنگالی زبان میں خوب باتیں کرنے لگی۔یہ بنگالی جوڑا نوجوان ہی تھا مگر زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا۔پاروتی ان سے خوب گھل مل گئی۔میں نے سوچا کہ چلو اس کا دل لگا رہے گا۔اب اسے کچھ دنوں کے بعد تو اپنے ماتا پتا کے پاس پہنچ ہی جانا ہے۔میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ پاروتی کو کلکتے میں اس کے گھر چھوڑ کر میں بھی اپنے پنجاب کی طرف روانہ ہوجاؤں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گا۔مجھے بھی اپنے گھر سے نکلے کافی عرصہ گزر گیا تھا۔رنگون سے کلکتے پہنچنے میں جہاز نے پورے تین دن لگائے۔چوتھے روز دن کے وقت جہاز کلکتے کے دریائے ہگلی میں داخل ہو گیا۔پاروتی اپنے شہر کا ساحل اور ساحل کے درختوں اور اڑتے پرندوں کو دیکھ کر بچوں کی طرح خوش ہو رہی تھی۔ہم اوپر والے ڈیک پر جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑے تھے۔پاروتی کوئی بنگلہ گیت گنگنانے لگی۔وہ بڑی خوش تھی کہ ایک مدت کے بعد اپنے ماتا پتا کی شکل دیکھے گی۔ میری طرف دیکھ کر بولی۔

”وہ مجھے دیکھ کر کس قدر خوش ہوں گے۔کیا وہ مجھے پہچان لیں گے؟ کیوں نہیں۔مجھے میری ماتا جی میرے بابو جی ضرور پہچان لیں گے۔میں بڑی بدل گئی ہوں نا۔پہلے میرا رنگ کالا کہاں ہوتا تھا‘ اب میں بڑی کالی ہو گئی ہوں۔“

میں نے اس کو کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پاروتی! اپنے بھگوان کے لیے میری ایک بات مان لو اور گھر پہنچ کر سانپوں کی دوستی چھوڑ دینا۔ذرا سوچو۔تمہارے ماتا پتا کو جب پتہ چلے گا کہ تم سانپ کھاتی اورسانپوں سے اپنے آپ کو ڈسواتی ہو تو انہیں کتنا دکھ ہو گا۔“

پاروتی گہری سوچ میں پڑ گئی۔کہنے لگی۔

”تم شاید ٹھیک کہتے ہو۔میں گھر جانے کے بعد یہ عادت چھوڑ دوں گی۔“

تیسرے پہر جہاز کلکتے کی خضر پور جیٹی کے ساتھ جا کر لگ گیا۔ہمارے پاس کوئی سامان تو تھا نہیں۔بندرگاہ سے نکل کر ایک ٹیکسی لی اور پاروتی نے اسے اپنے محلے کا پتہ بتا کر وہاں چلنے کو کہا۔جب ہم اس محلے میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ پاروتی کے ماتا پتا تو ایک عرصہ ہوا مکان چھوڑ کر جا چکے ہیں۔پاروتی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اوروہ اپنے مکان کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

پاروتی کے مکان میں کوئی دوسرے کرایہ دار آ گئے تھے۔ہمسایوں میں سے بھی اکثر لوگ وہاں سے جا چکے تھے۔کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کہ پاروتی کے ماں باپ کس شہر میں نقل مکانی کر گئے ہیں۔پاروتی انتہائی غمزدہ ہو رہی تھی۔میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”شہر میں تمہارا کوئی رشتے دار ہے تو چلو وہاں چل کر پوچھ لیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے تمہارے ماتا پتا کا انہیں کچھ علم ہو۔“

پاروتی نے کہا۔”شہر میں ہمارا کوئی رشتے دار نہیں ہے۔“

میں بھی بڑی الجھن میں پڑ گیا تھا۔پاروتی کو میں اتنے بڑے شہر میں اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔یہ وہ زمانہ تھا جب پاکستان کے قیام کا اعلان ہوچکا تھا اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں ہنگامے شروع ہوچکے تھے۔کلکتہ شہر کی فضا بھی خراب تھی۔یہ سب کچھ ہمیں وہیں پاروتی کے پرانے محلے کے بنگالی ہندوؤں نے بتایا۔ایک بنگالی عورت نے پاروتی سے کہا کہ تم درگاماتا کے مندر میں چلی جاؤ۔رات وہاں گزار دو۔ صبح اپنے ماتا پتا کا شہر میں کھوج لگانا۔ پاروتی نے وہاں مجھے اپنا خاوند ہی ظاہر کیا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ لوگ مجھے بھی ہندو ہی سمجھ رہے تھے۔بعد میں پاروتی نے مجھے بتایا کہ وہ لوگ بتا رہے تھے کہ ایک روز پہلے ان کے محلے میں دو مسلمان آگئے تھے۔محلے کے ہندو بنگالیوں نے ان دونوں کو چھرے مار کر مار ڈالا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی ابھی تک اپنی گلی میں مکان کے باہر بیٹھی ہوئی تھی۔میں نے اس سے پوچھا کہ اب اس کا کیا ارادہ ہے۔اس نے اداس آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور بولی۔

”تم اپنے وطن جانا چاہتے ہو تو بے شک چلے جاؤ میں کسی نہ کسی طرح زندگی بسر کرلوں گی۔“

میرے دل پر اس جملے کا بڑا اثر ہوا۔اصل میں مجھے بھی پاروتی کے ساتھ ایک خاص انس سا پیدا ہو گیا تھا۔آخر ہم اتنی مدت تک مصیبتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ رہے تھے۔اب اس حالت میں چھوڑ کر جانا میں مناسب نہیں سمجھتا تھا۔میں بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔میں نے اسے کہا۔

”پاروتی! میں اس حالت میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔“

”میری خاطر اپنے آپ کو مشکل میں کیوں ڈالتے ہو؟“

میں نے کہا۔”بات صرف اتنی سی ہے کہ میں تمہیں بے یارومددگار نہیں چھوڑنا چاہتا اور کچھ نہیں تو کم از کم کسی اپنے رشتے دار کا ہی ٹھکانہ بتادو۔میں تمہیں وہاں چھوڑ آؤں گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ کہنے لگی۔"دلی میں میری ایک خالہ رہتی تھی۔شاید ماتاجی وہاں چلی گئی ہوں۔"

"تو چلودلی چلتے ہیں۔"

ہم گلی سے نکل کر بازار میں آگئے۔پاروتی کہنے لگی۔

"میں کلکتے میں ناگن ماتا کے مندر میں ایک بار درشن کے لیے ضرور جانا چاہتی ہوں تم میرے ساتھ چلو۔"

"یہ ناگن ماتا کا مندر کہاں ہے؟"

"زیادہ دور نہیں ہے۔میں ایک دو بار وہاں جاچکی ہوں۔یہاں سے رکشا لیتے ہیں۔"

ناگن ماتا کامندر کلکتہ شہرکے شمالی مضافات میں بانس اور ناریل کے جھنڈوں کے پاس ایک ندی کے کنارے پر تھا۔ایسا ہی مندر تھا جیسا کہ بنگال میں ہندوؤں کے مندر ہوتے ہیں۔کافی ہندو مرد عورتیں وہاں نظر آرہی تھیں۔ مندر کے بڑے دروازے پر ایک سانپ کا مجسمہ لگا تھا جس کا نچلادھڑ سانپ کااور اوپر والا دھڑ عورت کا تھا۔پاروتی نے بتایا کہ یہ ناگن ماتا کی مورتی ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجھے اس کی ناگن ماتا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔میں صرف یہ چاہتاتھا کہ پاروتی کواس کے رشتے داروں کے پاس پہنچا کر اپنے شہر میں امرتسر کی طرف روانہ ہوجاؤں۔مجھے یہ اطمینان ضرور ہونا چاہیے تھا کہ پاروتی محفوظ جگہ پر پہنچ گئی ہے۔میرا اس کااتنی دیر کا ساتھ تھا ہم نے بڑے مصیبتوں کے دن دیکھے تھے۔یہ ناممکن تھا کہ میں اسے بے یارومددگار چھوڑ کر چلا جاتا۔

پاروتی نے مجھے ہندو ظاہر کیا ہوا تھا۔وہ مجھے اپنے ساتھ مندر میں لے گئی۔ وہاں اسے ایک جوگن عورت ملی۔اس نے دور سے پاروتی کو دیکھا تو اس کے پاس آگئی۔عمر چالیس سے اوپر ہوگی۔رنگ اس کا بھی کالا تھا۔بال کھلے تھے۔ ماتھے پر سرخ تلک لگا تھا۔گیروی ساڑھی پہن رکھی تھی۔اس نے پاروتی کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بنگلہ زبان میں کہا۔

"میا! میرے ساتھ چل تجھے ناگن ماتا کا آشیرباد دلاؤں۔"

پاروتی نے مجھے ایک طرف بیٹھنے کااشارہ کیا اور خود اس جوگن کے ساتھ مندر کے بڑے کمرے میں داخل ہوگئی۔میں ایک طرف درخت کے نیچے چھوٹے سے چبوترے پربیٹھ گیا۔کافی دیر کے بعد پاروتی واپس آئی۔وہ بڑی خوش نظر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آرہی تھی۔میں نے سمجھا کہ شاید اسے اپنی ماتا پتا کا ٹھکانہ معلوم ہو گیا ہے۔ میرے پاس آئی تو میں نے پوچھا۔

"یہ جوگن کون تھی؟ کیااس نے تمہیں تمہارے ماتاپتا کے بارے میں کچھ بتایا ہے؟"

پاروتی نے میرا ہاتھ پکڑااور مجھے ایک طرف لے گئی۔کہنے لگی۔

"تمہیں ایک راز کی بات بتانا چاہتی ہوں۔مگر یہاں نہیں۔اس طرف آجاؤ۔ان درختوں کے نیچے چل کر بیٹھتے ہیں۔"

کچھ فاصلے پر گھاس کا چھوٹا سا قطعہ تھا جہاں ناریل اور املی کے درختوں نے چھاؤں ڈال رکھی تھی۔کلکتے کا آسمان اس روز ابر آلود تھا۔ہم ان درختوں کے نیچے جاکر بیٹھ گئے۔

"اب بتاؤ وہ راز کی بات کیا ہے؟"

راز کی بات جو مجھے پاروتی نے بتائی وہ بڑی ہیبت ناک اور ناقابل یقین تھی۔ جوگن جوپاروتی کومندر میں لے گئی تھی ناگن ماتا کی بھکشنی تھی۔اس نے پاروتی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا کہ یہ لڑکی سانپوں سے اپنے آپ کو ڈسواتی ہے اور سانپ کھاتی ہے او رایک عرصہ سے یہ کام کررہی ہے۔اس نے پاروتی کے آگے ایک حیرت انگیز انکشاف کیا۔اس نے پاروتی سے کہا کہ تم اپنی طاقت سے بے خبر ہو۔تم ایک مدت سے سانپ سے ڈسوا رہی ہو اور سانپ کھا رہی ہو۔تم کو معلوم نہیں کہ برما کے جنگلوں میں میں نے بے خبری میں ایک ایسا سانپ مار کر کھالیا تھا جو ناگن ماتا کے دشمن قبیلے کا سب سے بڑا سانپ تھا اور جس کانام پدم گری سانپ تھا۔اس سانپ نے تمہارے خون میں ایک ایسی طاقت پیدا کردی ہے کہ اگر تم تین راتیں ایک خاص چلہ کرو تو ناگ ماتا کی کرپا سے تمہارے اندر ایسی شکتی آجائے گی کہ تم جس وقت چاہو انسان سے ناگن کا روپ دھار سکوگی اور ناگن سے انسان کی شکل میں بھی واپس آسکوگی...

جوگن نے پاروتی کو یہ بھی بتایا کہ چونکہ تم نے ناگن ماتا کے دشمن سانپ کو ہلاک کرکے کھایا تھا اس وجہ سے ناگن ماتا تم سے بہت خوش ہے اور تین

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

راتوں کا چلہ کاٹنے کے بعد وہ تمہیں درشن بھی دے گی اور تمہیں انسان سے ناگن اور دوبارہ انسان کا روپ اختیار کرنے کی شکتی بھی دے دے گی۔

جب پاروتی مجھے ساری رام کہانی سناچکی تو میں نے مذاق میں کہا۔

”پاروتی! اس کامطلب ہے کہ اب تم خود سانپ بننے والی ہو۔دیکھنا سانپ بن کر کہیں مجھے نہ ڈس لینا۔“

پاروتی نے کہا۔

”تم اسے مذاق مت سمجھو۔جوگن میا نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ بھی ہوسکتا ہے۔ذرا سوچو اگر مجھے یہ طاقت مل گئی کہ میں جب چاہے انسان سے ناگن اور ناگن سے دوبارہ انسان بن جاؤں تو میری زندگی میں کتنا بڑا انقلاب نہیں آجائے گا۔میں دنیا کی سب سے انوکھی عورت بن جاؤں گی۔کیونکہ آج تک ایسی عورت کسی نے نہ دیکھی ہوگی۔“

مجھے اس کی باتوں پر ذرا بھی یقین نہیں آرہاتھا لیکن مجھے اس کی خوشنودی منظور تھی۔میں نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

”اچھا یہ بتاؤ کہ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی بولی۔”میں ناگن ماتا کے مندر میں تین راتوں کا چلہ کاٹوں گی۔“

میں نے کہا۔”ٹھیک ہے‘ اگر تمہاری خوشی اسی میں ہے تو چلہ کاٹ کر دیکھ لو۔میں اتنی دیر اپنے دوست کے ہاں چلاجاؤں گا اس کا فلیٹ لوئرچت پور روڈ پر ہے۔“

پاروتی نے میرے بازو کو تھام کر اپنا سر میرے ساتھ لگادیا۔

”تم میرے سچے دوست ہو۔بس میں آج رات ہی سے چلہ شروع کردوں گی۔ جوگن میری مدد کردے گی۔“

میں نے اسے کہا۔

”ذرا ہوشیار رہنا۔کہیں یہ اس جوگن عوت کی کوئی چال نہ ہو۔کہیں یہ بھی سنتھالی سپیروں کی کوئی پھوپی خالہ نہ ہو۔“

پاروتی نے گردن اونچی کرکے کہا۔

”اب میں وہ بیوقوف بھولی بھالی پاروتی نہیں ہوں۔میں سنتھالی سپیروں کے پورے خاندان کو ختم کرسکتی ہوں۔مجھے کوئی سپیرا ہاتھ لگا کر تو دیکھے...“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں پاروتی کو مندر میں چھوڑ کر لوئر چت پور روڈ اپنے پرانے دوست جان کے پاس آگیا۔وہ مجھے حیران ہو کر دیکھنے لگا۔

”تم اتنا عرصہ کہاں غائب رہے؟“

میں نے کہا۔”بمبئی میں تھااور کہاں جاتا۔بھئی ایکٹر بننے گیاتھا۔اتنی مدت مارا مارا پھرتا رہا۔کام نہ بنا۔واپس آگیا۔“

”اب کیاارادہ ہے؟ یہاں کلکتے میں تو فضا بڑی خراب ہو رہی ہے۔پاکستان بن گیا ہے۔میں تو پاکستان چلا جاؤں گا۔“

میں نے کہا۔”میں بھی پاکستان چلا جاؤں گا۔“

جان نے کہا ”بالکل ٹھیک ہے۔بمبئی وغیرہ کی طرف مت جانا۔وہاں بھی فسادات شروع ہوگئے ہیں۔پنجاب میں تو بڑے زبردست فسادات ہو رہے ہیں۔ میرا خیال ہے ہم یہاں سے رنگون چلے چلیں گے وہاں سے کسی سمندری جہاز میں بیٹھ کر کراچی پہنچ جائیں گے۔“

میں نے کہا۔”یہ بالکل صحیح پروگرام ہے۔میں تمہارے ساتھ ہوں۔کب پاکستان چلنے کاارادہ ہے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے دل میں سوچ رکھاتھا کہ تین راتیں چلہ پورا کرنے کے بعد میں پاروتی کو لے کراس کے رشتے داروں کے پاس دلی پہنچادوں گا اور جس طرح بھی ہوسکے گا خود دلی سے پاکستان پہنچ

جاؤں گا۔اپنے دوست کو میں نے یہ سب بالکل نہیں بتایا تھا۔اس لیے میں اس کی ہاں میں ہاں ملائے جاتاتھا۔

تین راتیں میں نے اپنے دوست کے فلیٹ پر گزاریں۔تین راتیں پاروتی ناگن ماتا کے مندر میں چلہ کاٹتی رہی۔اس نے مجھے کہہ دیا کہ میںاس دوران مندر میںنہ آؤں۔مجھے مندر میں جانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ویسے بھی مندر کی گھٹی گھٹی تنگ فضا میں ہمیشہ مجھے دم گھٹتا محسوس ہوتاتھا۔ ہندوؤں کے مندر تنگ گھٹے ہوئے اور حبس آلود ہوتے ہیں۔تنگ کوٹھڑیاں تنگ راہ داریاں اور نیچی نیچی چھتیں اور فضا میں پھیلی ہوئی لوبان کی تیز بو...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جب کہ مسلمانوں کی عبادت گاہیں فراخ کشادہ اور کھلی ہوتی ہیں۔اس سے دونوں قوموں کے کردار کااندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تین راتوں کے بعد صبح کے وقت میں ناگن والے مندر میں گیا۔پاروتی نے مجھے جس جگہ بیٹھ کرانتظار کرنے کو کہاتھا میں وہاں بیٹھ گیا۔میں نے پاروتی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔پہلی نظر میں میں نے اسے بالکل نہیں پہچانا۔اس نے گیرے رنگ کی ساڑھی پہنی ہوئی تھی۔سر کے بال شانوں پر کھلے تھے۔ہاتھ میں گیندے کے پھولوں کا ہار تھا۔قریب آئی تو میں نے اسے پہچانا۔وہ میری طرف دیکھ کر مسکرارہی تھی۔میں نے پوچھا۔

”چلہ کاٹ لیا پاروتی؟“

وہ میرے سامنے گھاس پر بیٹھ گئی۔اس کی آنکھوں میں ویسے تو ہر وقت ایک خاص قسم کی خوفناک سی چمک رہا کرتی تھی، مگر اس وقت اس کی آنکھیں ہلکی ہلکی سرخ بھی ہو رہی تھیں۔اس نے میرے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اس کاہاتھ گرم تھا۔کہنے لگی۔

”میرا چلہ کامیاب رہا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیامطلب؟ یعنی اب تم انسان سے ناگن اور ناگن سے انسان بن سکتی ہو؟“

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔پاروتی نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔

”تم مجھے بہت عزیز ہو۔تم نے ہر مصیبت میں میرا ساتھ دیا ہے۔میں تمہارے کردار کی عظمت سے بڑی متاثر ہوئی ہوں۔واقعی مسلمان کے کردار میں ایک خاص شرافت اور عظمت ہوتی ہے۔جس کامجھے تمہارے ساتھ رہ کر تجربہ ہوا ہے۔میں جانتی ہوں جب ت مجھے انسان سے سانپ اور سانپ سے واپس انسان بنتے دیکھو گے تو اسے بھی شعبدہ بازی ہی سمجھوگے۔یقین کرو یہ شعبدہ بازی ہی ہوگی لیکن عام آدمی کے لیے یہ ایک حقیقت ہوگی۔یہ علم جس کے منتروں کا چاپ کرکے میں نے انسان سے ناگن بن جانے کی شکتی حاصل کی ہے شیطانی علم ہے۔شیطان اس علم کی مدد سے انسانوں کو گمراہ کرتا ہے اور خدا سے انہیں دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے یوں سمجھ لو کہ میں اس علم کی طاقت کرنے کے ساتھ ہی شیطان کے گروہ میں شامل ہوگئی ہوں۔اتنا ضرور ہے کہ میرے اندر جو انسانیت ہے اس کااحساس زندہ ہے اور ناگن بن کر بھی زندہ رہے گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے پاروتی کی باتیں سن کر کہا۔

”پاروتی! تم کبھی کبھی سچائی کی باتیں کرتی ہو۔تم بہت تھوڑی ہندو ہو۔زیادہ مسلمانہ و۔پھر تم پوری مسلمان کیوں نہیں ہوجاتی؟“

پاروتی زمین کو تکنے لگی۔پھر میری طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھا اور بولی۔

”بہت ممکن ہے ایسا وقت بھی آجائے۔لیکن ابھی مجھے شیطان کے ساتھ رہ کر اس کی شکتی کی مدد سے اپنے دشمنوں سے بدلہ لینا ہے۔اپنے ماتا پتا کا سراغ لگانا ہے۔اس کے بعد مجھے لگتا ہے کہ میرا راستہ وہی۳ ہوگا جس پر تم چل رہے ہو۔“

میرے دل میں پاروتی کے لیے مزید احترام کے جذبات پیدا ہوگئے۔اس لڑکی نے فلسفے کی کتابیں نہیں پڑھی تھیں جتنی زندگی اس نے بسر کی تھی ساری کی ساری دکھوں مصیبتوں اور درد والام سے بھری ہوئی تھی۔ان مصیبتوں اور آفتوں نے پاروتی کو ایسا علم سکھادیا تھا جس نے اس کے دل کے ایک کونے کو ضرور روشن کردیا تھا۔یہی روشنی ایک دن پاروتی کے سارے دل کو روشن کرنے والی تھی۔یہ وہ عورت تھی جو مرنے کے لیے جنوبی بنگال کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جنگلوں میں اکیلی چھوڑ دی گئی تھی۔جس کے جسم کو سانپوں نے کاٹ کاٹ کر زہر بنادیا تھا مگر اس عورت کے اندر زندہ رہنے اور بہتر زندگی بسر کرنے کی جو تڑپ تھی اور س تڑپ نے اس کے ارادوں کو جو طاقت دی تھی اسے کوئی بھی نہ مار سکا تھا۔یہی وہ طاقت اور توانائی تھی جو پاروتی کو ایک نئی زندگی کی نئی منزل کی طرف لیے جارہی تھی۔

میں نے پاروتی کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

”چلو اب انسان سے سانپ بن کر دکھاؤ۔“

پاروتی ایک لمحہ کے لیے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے گھورتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں واقعی ایک نئی مقناطیسی کشش پیدا ہوگئی تھی۔

”یہاں نہیں ... میرے ساتھ مندر کے پیچھے آؤ۔“

وہ مجھے لے کر مندر کے پیچھے آگئی۔یہاں چھوٹا سا تالاب تھا۔پتھر کی سیڑھیاں تالاب کی سطح تک جاتی تھیں۔تالاب کے کونے میں ایک برجی تھی۔اس برجی کے ساتھ اونچی اونچی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔دن کا وقت تھا مگر اس طرف

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آتا تھا۔پاروتی نے ان جھاڑیوں کے درمیان مجھے اپنے سامنے بٹھالیا۔

”مجھے عورت سے سانپ بنتے دیکھ کر تم ڈر تو نہیں جاؤ گے؟“

میں نے کہا۔”ڈروں گا شاید نہیں مگر حیران ضرور ہوں گا لیکن پہلے تم سانپ تو بنو۔“

پاروتی کہنے لگی۔

”ایک بات یاد رکھنا جس وقت میں ناگن کے روپ میں ظاہر ہوگئی تو میں تمہاری بات تو سن لوں گی لیکن تم میری بات نہ سمجھ سکوگے کیونکہ میں اس وقت سانپوں کی زبان میں ہی با کرسکوں گی۔“

”کیا سانپوں کی بھی کوئی اپنی زبان ہوتی ہے؟“

پاروتی مسکرائی۔

”سانپ ہلکی ہلکی سسکاروں اوردھیمی دھیمی پھنکاروں کی زبان میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں۔اگر ہم کچھ دیر اور ایک دوسرے کے ساتھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رہے تو میں تمہیں یہ زبان بھی سمجھادوں گی... لو...اب مجھے ناگن کے روپ میں دیکھنے کے لیے تیار ہوجاؤ۔“

میرے دل میں یہ خیال بھی تھا کہ پاروتی مجھے بے وقوف بنارہی ہے۔یہ خیال بھی آجاتا تھا کہ اس کے پاس کوئی شیطانی منتر آگیا ہے اور شیطان کئی شکلیں بدل کر انسانوں کے سامنے ظاہر ہوجایا کرتا ہے۔ہوسکتا ہے یہ انسان سے سانپ بن جائے۔میں یقینی اور بے یقینی کے عالم میں پاروتی کے سامنے بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔اس نے آنکھیں بند کرلیں۔وہ جوگیوں کی طرح آلتی پالتی مار کربیٹھ گئی اور منہ ہی منہ میں کسی منتر کا جاپ شروع کردیا۔

آج بھی جب میں یہ سطریں لکھتے ہوئے اس وقت کو یاد کرتاہوں تو یقین نہیں آتا کہ جو کچھ دیکھا وہ واقعی وقوع پذیر ہوا ہو۔میراخیال ہے کوئی تین چار منٹ تک پاروتی منہ ہی منہ میں منتروں کا جاپ کرتی رہی۔پھراس کا جسم آگے پیچھے اور دائیں بائیں آہستہ آہستہ ہلنے لگا۔تھوڑی دیر بعد اس کے منہ سے سسکاریوں ایسی آوازیں نکلنے لگیں۔سچ کہہ رہا ہوں میں خوف زدہ ہوگیا۔سوچااٹھ کر بھاگ جاؤں۔پھر خیال آیا کہ یہ ہندو لڑکی کیا کہے گی کہ میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مسلمان کا بچہ ہو کر ڈر کے مارے بھاگ گیا۔میں اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔بمشکل مزید ایک منٹ گزرا ہو گا کہ پاروتی کے حلق سے پھنکار کی آواز نکلی اور وہ غائب ہو گئی۔میں جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔کیونکہ جس جگہ پر وہ بیٹھی ہوئی تھی اب وہاں سیاہ رنگ کا ایک سانپ کنڈلی مارے ' پھن کھولے بیٹھا جھوم رہا تھا۔خوف کے مارے ایک بار تو میرا حلق خشک ہو گیا۔مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا مگر سب کچھ میری آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔ایک عورت میری آنکھوں کے سامنے غائب ہو گئی تھی اور اس کی جگہ سانپ آگیا تھا۔

سانپ آہستہ آہستہ دائیں بائیں پھن لہرا رہا تھا اور اپنی دوشاخہ زبان باربار باہر نکال رہا تھا۔میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو یہ کہہ کر سنبھالا کہ ممکن ہے یہ پاروتی کے شیطانی منتروں کا اثر ہو اور ان منتروں نے میری نظر بندی کر دی ہو۔کیونکہ بہرحال دنیا میں جادو ٹونا تو اپنی جگہ پر موجود ہے اور سفلی عمل سے دوسروں کی نظر بندی بھی لوگ کرتے ہیں۔میں نے ہمت کر کے سانپ کی طرف گھور کر دیکھا اور پوچھا۔

"پاروتی ! کیا یہ تم ہو؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرے سامنے کنڈلی مار کر بیٹھے ہوئے سانپ نے آگے پیچھے پھن کو یوں ہلایا جیسے کہہ رہا ہو۔ہاں میں ہی پاروتی ہوں۔میں نے گھبراہٹ میں کہا۔

"پاروتی انسانی شکل میں واپس آجاؤ مجھے یقین آگیا ہے۔"

میں نے ابھی پلک بھی نہیں جھپکی تھی کہ میرے سامنے سانپ کی جگہ پاروتی بیٹھی تھی۔وہ مسکرا رہی تھی۔کہنے لگی۔

"جو کچھ تم نے دیکھا ہے یہ چلتر ہے۔نرگ ودیا ہے جس کو تم شیطانی عمل کہا کرتے ہو۔"

وہ اٹھ کر میرے دائیں جانب آکر بیٹھ گئی۔

"جانتے ہو یہ سب نظروں کی شعبدہ بازی ہے میرا یہ وشواش ہے کہ میں انسانی روپ میں ہی تھی لیکن دیکھنے والوں کو ناگن دکھائی دے رہی تھی۔تمہاری جگہ اگر کوئی خدا کا باعمل بزرگ بندہ ہوتا تو وہ مجھے انسانی روپ میں ہی دیکھتا ہم تم دنیا دار ہیں۔اور مایا کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ہم چیزوں کو ان کی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے محسوس کیا کہ پاروتی کی روح میں ایک نئی بیداری ایک نیا شعور پیدا ہورہاتھا۔میں نے اس سے پوچھا۔

”تم نے انسان سے ناگن بننے کی شکتی بہرحال حاصل کرلی ہے۔اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟“

پاروتی نے کہا۔”میں اپنی اس شکتی سے اپنے ان دشمنوں سے بدلہ لینا چاہتی ہوں جنہوں نے مجھے اغوا کیا۔میری زندگی کو جہنم بنایا اور میرے گھر کو تباہ کیااور میرے ماتا پتا کو مجھ سے جدا کردیا لیکن سب سے پہلے میں اپنے ماتا پتا کی تلاش میں دلی جانا چاہتی ہوں۔وہاں امار پور نام کی ایک آبادی ہے جہاں کبھی میری خالہ رہا کرتی تھیں ہوسکتا ہے میرے ماتا پتا وہیں ہوں۔“

میں نے کہا۔”تو پھر ہم آج ہی دلی کی کوئی ٹرین پکڑ لیتے ہیں۔“

پاروتی کہنے لگی۔”تمہارے پاس ٹکٹ کے پیسے ہوں گے؟میرے پاس تو اب کچھ بھی نہیں بچا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے جیب میں سے ساری رقم نکال لی۔یہ کل پندرہ روپے دس آنے تھے۔اگرچہ اتنے پیسے اس زمانے میں بڑی رقم ہوا کرتی تھی۔لیکن پاروتی نے کہا۔

”میرے اندر جو نئی طاقت پیدا ہوئی ہے اس کی وجہ سے مجھے دوسری کئی چھوٹی چھوٹی طاقتیں بھی حاصل ہوگئی ہیں۔مثال کے طور پر میں سانپوں کی زبان بول سکتی ہوں اور سمجھ سکتی ہوں۔میں سانپوں پر حکم چلا سکتی ہوں۔“ پاروتی مسکرائی ،کہنے لگی۔

”تم نے ضرور سن رکھا ہوگا کہ زمین کے اندر جو خزانہ دفن ہوتا ہے اس پر ایک سانپ بیٹھا ہوتا ہے جو خزانے کی حفاظت کرتا ہے۔“

”ہاں... کہانیوں میں پڑھا تھا۔“ میں نے بے نیازی سے کہا۔

پاروتی کہنے لگی۔”میں اس خزانے کے سانپ پر بھی حکم چلاسکتی ہوں۔میں اسے حکم دے سکتی ہوں کہ خزانے میں سے کوئی ہار، کوئی قیمتی ہیرا یا سونے کی اشرفیاں مجھے لاکردے اوروہ اسی وقت مجھے لادے گا۔“

میں نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پاروتی! تم الف لیلیٰ کی کہانیوں کی باتیں کرنے لگی ہو۔یہ سب خیالی باتیں ہیں۔"

وہ سنجیدہ ہوگئی۔مجھے بازو سے پکڑ کراٹھایا اوراپنے ساتھ مندر کے دروازے کی طرف چلاتے ہوئے بولی۔

"میرے ساتھ دریا پر چلو۔وہاں ایک پرانے محل کا کھنڈر ہے۔ماتاجی کہا کرتی تھیں کہ یہ کسی سورج بنسی خاندان کے راجہ کا محل ہوا کرتا تھا۔ہوسکتا ہے اس محل کے کھنڈر میں کوئی خزانہ دفن ہو۔"

میں نے دل میں کہا کہ چلو یہ تماشہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔کلکتے کے شمال کی جانب دریائے جمنا بہتا ہے جس کو وہاں دریائے ہگلی کہتے ہیں۔ہم ٹرام کار میں بیٹھ کر دریا کی طرف چل دیئے۔

دریائے ہگلی کے کنارے ایک کھنڈر تھا جس کی شکستہ دیواروں پر گھاس اگ رہی تھی۔ایک بھی چھت سلامت نہیں تھی۔جگہ جگہ پتھروں اینٹوں کے ڈھیر پڑے تھے۔گلہریاں ادھر ادھر پھر رہی تھیں۔یہ سورج غروب ہونے کاوقت تھا۔کلکتہ شہر کے آسمان پر دن کی روشنی مغرب کی طرف سمٹتے ہوئے نارنجی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رنگت اختیار کررہی تھی۔پاروتی میرے ساتھ چلتی کھنڈر کے پاس آکر کھڑی ہوگئی۔

"یہی کبھی راجہ کا محل تھا۔"

"اب تو یہاں سوائے اینٹ پتھر اورسوکھی گھاس کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں کہاں سے خزانہ ملے گا۔"

پاروتی بولی۔

"ایسی جگہوں پر ہی خزانے ہوا کرتے ہیں' چلو کھنڈر کے اندر چلتے ہیں۔"

ہم کھنڈر کی چاردیواری میں آگئے۔وہاں کافی جھاڑ جھنکاڑ تھا۔

میں نے کہا۔"یہاں کہیں سے کوئی سانپ بچھو نکل آیا تو میں تو مارا جاؤں گا۔"

پاروتی نے کہا۔

"میرے ہوتے ہوئے کسی سانپ بچھو کی مجال ہے کہ تمہیں کچھ کہے۔"

وہ جھک کر فضا میں کچھ سونگھتے ہوئے قدم قدم آگے بڑھ رہی تھی۔ایک جھاڑی کے پاس جاکر اس نے جلدی سے اندر ہاتھ ڈالا اور جب ہاتھ باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں نسواری رنگ کا سانپ بل کھا رہا تھا اوراس کی کلائی پر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ڈس رہا تھا۔پاروتی سانپ کو اسی طرح پکڑے کھڑی رہی۔جب سانپ نے کلائی پرڈستے ڈستے تھک کر گردن نیچے ڈال دی اور پاروتی نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"منہ دوسری طرف کرلو۔"

میں نے منہ دوسری طرف کرلیا۔جب تھوڑی دیر بعد گردن گھما کر پاروتی کو دیکھا تو اس کے ہاتھ میں سانپ نہیں تھا۔کہنے لگی۔

"اس کا گوشت کڑواتھا۔"

میں نے اسے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"خدا کے لیے آئندہ میرے سامنے یہ مکروہ حرکت نہ کرنا۔"

پاروتی نے میری بات کی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور جھکے جھکے قدم قدم جھاڑیوں اور پتھر کے ڈھیروں میں آگے بڑھتی رہی۔میں اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ وہ پتھروں کی ڈھیری کے پاس جاکر رک گئی۔جھک کر پتھروں کو سونگھا۔ گردن اٹھا کر کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہاں آؤ' یہاں کوئی خزانہ دفن ہے۔مجھے خزانے کے سانپ کی بو آرہی ہے۔"

میں نے خیال کیا کہ یہ بھی نظر بندی کا کوئی کھیل ہوگا۔آج کل کہاں دفن شدہ خزانے ملتے ہیں۔میں نے کندھے سکیڑتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا۔

"اگر یہاں تمہیں خزانے کاشبہ ہے تو پھر خود ہی زمین کھودو۔میں یہ مزدوری نہیں کرسکتا۔"

پاروتی مسکرانے لگی۔

"ہمیں زمین کھودنے کی کیا ضرورت ہے؟'

"تو پھر تمہیں جو خزانہ نظر آرہا ہے وہ باہر کون لائے گا؟ تمہارا تایا ابا؟"

"تمہیں ابھی تماشہ دکھاتی ہوں۔"

یہ سب کچھ مجھے اب تماشہ ہی لگتا تھا۔ہوسکتا ہے آپ بھی اسے تماشہ ہی خیال کرنے لگے ہوں لیکن ایک بات ضرور ہے' اس دنیا میں جہاں ہم آپ رہ رہے ہیں بعض اوقات ایسے واقعات رونما ہوجاتے ہیں کہ انسانی عقل حیران کھڑی رہ جاتی ہے۔ہم نے اپنی دنیا اور اس دنیا کے معمولات کو چند اصولوں اور ضابطوں میں تقسیم کرر کھا ہے جنہیں ہم حقائق کہتے ہیں۔ہم ہر واقعے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کو حقائق کے اصولوں پر پرکھتے ہیں جو ہمارے ان ضابطوں اور حقائق کے خود ساختہ اصولوں کے منافی ہوتا ہے تو ہم حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات میں ایسے ایسے سربستہ راز ہیں کہ جن کی بابت ہمیں علم تو کیا ان کا وہم و گمان تک نہیں ہے۔ قدرت نے ہمیں بہت کچھ دے کر بہت کچھ ہم سے چھپا لیا ہے۔ ہم اپنی طرف سے قدرت کے اسرار کا ایک پردہ اٹھا کر بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے نیچر کو تسخیر کر لیا ہے۔ ہمیں کیا معلوم کہ قدرت کی سٹیج پر ایک پردہ اٹھتا ہے تو پیچھے ایک پردہ گر بھی جاتا ہے۔ آج انسان ہوا میں اڑ رہا ہے کل تک ہوا میں اڑنے والے کو جادو گر یا بھوت پریت سمجھا جاتا تھا۔ کل کا جادو، کل کا طلسم آج کی سائنس بن کر ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ آج صرف جن بھوت غائب ہوتے ہیں، کیا معلوم کل انسان بھی غائب ہونا سیکھ جائیں اور جس طرح فیکس مشین میں ڈالی گئی تحریر ایک سیکنڈ میں ہزاروں میل کا سفر طے کر کے دوسرے براعظم کے شہر میں لگی فیکس مشین میں ظاہر ہو جاتی ہے اس طرح ہو سکتا ہے کل انسان بھی اسی طرح ایک شہر سے غائب ہو کر دوسرے شہر میں پہنچ جائے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی پتھروں کے پاس بیٹھ گئی۔ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ آسمان پر شام کی نارنجی روشنی آہستہ آہستہ قرمزی ہونے لگی تھی۔ پاروتی نے منہ ہی منہ میں کوئی منتر پڑھا اور پھر اس کے منہ سے سسکاریوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ سانپوں کی زبان میں خزانے کے سانپ سے مخاطب ہے۔ یہ بات آپ کو بھی بڑی عجیب لگے گی اور اس وقت مجھے بھی بڑی عجیب لگی تھی کہ ایک انسان سانپ سے باتیں کر رہا ہے لیکن جیسا کہ میں نے پہلے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے میں اب بھی یہی کہوں گا کہ سائنس کی بدولت وہ زمانہ بھی ضرور آجائے گا جب انسان جانوروں کی بولیوں اور جانور انسانوں کی زبان سمجھنے لگیں گے۔

پاروتی کوئی پندرہ سیکنڈ تک چھوٹی چھوٹی سسکاریوں کی کوڈ زبان میں کچھ بولتی رہی پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولی۔

”میں نے تمہیں غلط نہیں کہا تھا۔ نیچے ایک خزانہ موجود ہے۔ میں نے خزانے کے سانپ سے کہا ہے کہ وہ میرے لیے خزانے میں سے کوئی بھی چیز منہ میں ڈال کر لے آئے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔

”بھلا دیکھتا ہوں تمہارا خزانے والا سانپ زمین کے اندر سے کیا لاتا ہے۔“

میں بالکل صاف صاف بیان کروں گا‘ مجھے پاروتی کی باتوں پر آدھا یقین اور آدھی بے یقینی تھی۔یا یوں سمجھ لیں کہ پور اپورا یقین بھی تھااور پوری پوری بے یقینی بھی تھی۔کبھی خیال آتا کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا‘ کبھی خیال آتا کہ ہوسکتا ہے ایسا ہو بھی جائے۔اب تو مجھے پور اپورا یقین ہو گیا ہے کہ اس دنیا میں ہر چیز ممکن ہے‘ میں نے پاروتی سے کہا۔

”پتھر ہٹا کر سانپ کے لیے راستہ بنادیتے ہیں۔“

پاروتی نے مجھے منع کیا۔

”نہیں‘ اس کی ضرورت نہیں ہے۔سانپ اپنے لیے راستہ خود بنالے گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پھر میری آنکھوں نے ایک سفید سانپ کو دیکھا جس کی جلد شیشے کی طرح چمک رہی تھی۔وہ پتھروں کے درمیان سے باہر نکل کر پاروتی کے سامنے کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سانپ کے منہ میں سونے کی چھوٹی سی لڑی تھی جس میں ایک سرخ رنگ کا نگ چمک رہا تھا۔ پاروتی نے سونے کی لڑی سانپ کے منہ سے نکال کر اسے غور سے دیکھا۔پھر سانپ کی زبان میں سی سی کرکے اس سے دو تین باتیں کیں۔سانپ جدھر سے آیا تھا ادھر ہی کو واپس چلا گیا۔اس نے سونے کی لڑی مجھے دکھائی۔

”دیکھو۔یہ سونے کی ہے‘اس میں یہ عقیق بھی لگا ہوا ہے۔یہ ضرور بڑا قیمتی ہو گا۔“

سرخ رنگ کا عقیق انگوٹھے کے سائز کا تھا اور شام کی روشنی میں اس میں سے شعاعیں نکلتی محسوس ہو رہی تھیں۔میں نے کہا۔

”یہ تو ہمیں بازار میں لے جاکر بیچنا پڑے گا کہیں ہمیں پولیس چوری کے شبے میں نہ پکڑ لے۔اچھا تھا کہ تمہارا سانپ خزانے میں سے سونے کی اشرفیاں لے آتا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی بولی۔"سونے کی اشرفیاں بیچنے جاتے جب بھی لوگوں کو ہم پر شک پڑ سکتا تھا۔اس لڑی کے بارے میں تو میں سنار سے کہہ سکتی ہوں کہ ہمارے خاندانی ہار کی ایک لڑی باقی رہ گئی ہے اسے بھی فروخت کرنا پڑ رہا ہے۔"

میں نے اس سے کہا۔

"اب رات ہو رہی ہے ہم اس وقت کہاں اسے صرافہ بازار میں لے جا کر فروخت کرتے پھریں گے۔بہتر یہی ہے کہ ہم رات کی گاڑی سے اسے ساتھ ہی لے کر دلی چلے چلتے ہیں۔دلی جا کر اسے فروخت کر دیں گے۔"

"یہ خیال بھی ٹھیک ہے۔ہمارے پاس دلی جانے کا ریل کا کرایہ تو موجود ہی ہے۔"

"بالکل۔"

پاروتی نے سونے کی لڑی مجھے دیتے ہوئے کہا۔

"اسے تم اپنے پاس سنبھال کر رکھ لو۔چلو اب ریلوے اسٹیشن پر چل کر دلی جانے والی گاڑی کا پتہ کرتے ہیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دریا کے علاقے سے نکل کر ہم بڑی سڑک پر آئے۔وہاں سے ایک ٹیکسی پکڑی اور کلکتہ کے ہوزہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔معلوم ہوا کہ دلی جانے والی گاڑی رات کے سوا نو بجے چلے گی۔اس وقت ابھی شام کے سات ہی بجے ہوں گے۔ہم نے دلی تک کے دو تھرڈ کلاس کے ٹکٹ خریدے اور پلیٹ فارم پر آکر بیٹھ گئے۔کلکتے میں ابھی فضا اتنی خراب نہیں ہوئی تھی۔لوگ باتیں کر رہے تھے کہ پنجاب میں بہت خوب خرابہ ہو رہا ہے اور جالندھر امرتسر میں سخت فسادات ہو رہے ہیں۔مجھے اس لیے زیادہ پریشانی نہیں ہوئی کہ میرے گھر والے لاہور شہر میں تھے اور لاہور پاکستان میں تھا۔ امرتسر میں ہمارے کچھ رشتہ دار ضرور تھے۔کسی وقت ان کا خیال ضرور آجاتا تھا پھر سوچتا کہ وہ صدیوں سے وہاں آباد ہیں۔انہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا اور وقت آنے پر وہ آسانی سے نکل جائیں گے۔

میں نے کینٹین کے کاؤنٹر سے دو گلاس چائے کے لیے' ایک گلاس پاروتی کو دیا اور ہم دونوں پلیٹ فارم پر کاؤنٹر کے قریب ہی بینچ پر بیٹھ کر چائے پینے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور باتیں کرنے لگے۔پاروتی کے اندر ایک نئی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔اس کے بارے میں مجھے اس نے خود ہی بتایا۔

”جب سے میرے اندر انسان سے ناگن بن جانے کی شکتی پیدا ہوئی ہے مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اب مجھے سانپوں سے ڈسوانے اور سانپ کھانے کی حاجت نہیں رہی۔وہ حالت وہ کیفیت جو سانپ ڈسوانے کے بعد مجھ پر طاری ہوتی تھی اب اس کے بغیر بھی مجھ پہ طاری رہتی ہے۔“

میں نے کہا۔”خدا کا شکر ہے کم از کم اس مکروہ عادت سے تو تمہارا پیچھا چھوٹا۔“

پاروتی نے کہا۔

”اور سنو! اب مجھے بھوک بھی نہیں لگتی‘ میرا مطلب ہے میں کچھ نہ بھی کھاؤں تو لگتا ہے میرے اندر کمزوری پیدا نہیں ہوگی۔ایک طرح سے میرے اندر ایک سانپ کی ساری باتیں پیدا ہو رہی ہیں۔جانتے ہو سانپ صرف ایک بار کھاتا ہے اور پھر لمبے عرصے تک کچھ بھی نہیں کھاتا۔میں بھی دن میں ایک بار کھانا کھالوں تو پھر بھوک ہی نہیں لگتی۔اس وقت بھی مجھے بالکل بھوک نہیں ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے اسے کہا۔”تمہارا تو پیٹ کا مسئلہ حل ہو گیا اب تمہارا کھانا بھی میں خود کھایا کروں گا۔“

پاروتی نے چائے کا گلاس اپنے پاس بینچ پر رکھتے ہوئے کہا۔

”میری ایک بات سنو۔تمہیں ایک ضروری بات بتانا چاہتی ہوں۔اس کو ہمیشہ یاد رکھنا۔اس میں میری زندگی کا راز چھپا ہوا ہے۔“

پاروتی ایک لمحے کے لیے پلیٹ فارم کے فرش کو گھورنے لگی پھر میری طرف نگاہیں اٹھائیں اور کہا۔

”میری زندگی اب لمبی ہوگی۔تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکو گے۔میرے ایسی عورت جو کئی برسوں تک سانپوں سے اپنے آپ کو ڈسواتی رہی ہو اور سانپوں پر گزارہ کرتی رہی ہو جب وہ ناگن ماتا کا چلہ کاٹ کر انسان سے ناگن بننے کی طاقت حاصل کرتی ہے تو اس دنیا میں اس کی عمر بہت لمبی ہوجاتی ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ عام انسانوں کے برخلاف کھانے پینے سونے اور دوسری انسانی ضرورتوں اور کمزوریوں سے بے نیاز ہوجاتی ہے۔میں تمہیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بتاچکی ہوں کہ اب مجھے بھوک نہیں لگتی۔میں اگر چاہوں تو کھاپی لوں نہ کھاؤں تو مجھے کچھ نہیں ہوگا۔میں سانپ کھانے سے بے نیاز ہوگئی ہوں۔"

میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمہارے ساتھ کوئی حادثہ بھی تو ہوسکتا ہے۔تم گاڑی کے نیچے آسکتی ہو' تم پر کسی مکان کی چھت گر سکتی ہے۔فسادات میں تمہیں کوئی گولی مار سکتا ہے۔" پاروتی نے جواب دیا۔

"تم نے بالکل ٹھیک سوال کیے ہیں۔میرے ساتھ بھی دوسرے لوگوں کی طرح اس قسم کے حادثے گزر سکتے ہیں۔فرق صرف اتنا ہے کہ جب میرے سر پر کسی مکان کی چھت گرے گی جب میں کسی گاڑی کے نیچے آؤں گی اور جب بھی مجھے کوئی گولی مارے گا تو اس سے ایک سیکنڈ پہلے میں سانپ بن چکی ہوں گی۔"

میں نے کہا۔"لیکن سانپ کی شکل میں بھی تم مرسکتی ہو۔چھت گرنے سے بچ جاسکتی ہو۔گاڑی کے نیچے آنے سے تمہارے ٹکڑے ہوسکتے ہیں۔پستول کا فائر تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کرسکتا ہے پھر تو تم مرجاؤگی پھر کیسے زندہ رہ سکوگی؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی نے مسکرا کر کہا۔

"یہی وہ راز کی بات تھی جو میں تمہیں بتانے لگی تھی۔سنو ! اگر میرے ساتھ کبھی ایسا حادثہ پیش آجائے اور میرے جسم کے ٹکڑے ہوجائیں تو تمہیں میری زندگی کی خاطر ایک کام کرنا ہوگا۔تم میری لاش کے ٹکڑے اکٹھے کرکے کسی برتن میں بند کردینا۔کوہ ہمالیہ کے شمال میں وارجلنگ سے تین کوس اوپر کی جانب کیلاش پربت ہے۔وہاں ایک شومندر ہے' اس مندر کے پیچھے ایک تالاب ہے۔میرے جسم کے ٹکڑے کسی ایسے برتن یا ڈبے میں بند کرکے جس کے اندر پانی نہ جاسکے' اس تالاب میں ڈال دینا۔چھ دن کے بعد اس برتن کو نکال کر کھولوگے تو میرے جسم کے ٹکڑے جڑ گئے ہوں گے اور میں زندہ ہوچکی ہوں گی۔جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اسے یاتو اپنے پاس لکھ کر کر رکھ لینا' یااپنے ذہن میں اسے اچھی طرح یاد کرلینا۔کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا اورسانپ کی شکل میں میری لاش کے ٹکڑے وہیں پڑے رہنے دیئے تو میں واقعی مرجاؤں گی۔"

قدرتی طور پر ایک سوال میرے ذہن میں پیدا ہوا۔میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پاروتی! اس کا مطلب ہوا کہ مجھے تمہارا محافظ بن کر ساری زندگی تمہارے ساتھ رہنا پڑے گا۔یہ کیسے ممکن ہے‘ ایک نہ ایک دن تو میں تم سے جدا ہوجاؤں گا۔اس کے بعد تم کیا کروگی؟“

پاروتی بولی۔”جب تک تم میرے ساتھ ہو ٹھیک ہے مجھے تسلی ہوگی کہ اگر میرے ساتھ کوئی حادثہ گزرا تو تم مجھے مرنے سے بچالوگے۔جب تم مجھ سے جدا ہوجاؤگے تو پھر جوخدا کرے گا وہی ہوگا۔ہوسکتا ہے مجھے تمہارے ایسا کوئی اور دوست مل جائے۔“

میں نے کہا۔”ہاں‘ پھر ٹھیک ہے۔“

پاروتی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

”ابھی تو تم اس وقت تک میرے ساتھ رہوگے ناں جب تک میں ان سنتھالی سپیروں سے انتقام نہیں لے لیتی جنہوں نے میری زندگی برباد کی ہے۔“

میں نے یونہی کہہ دیا۔

”ہاں‘ اس وقت تک تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔خدا تمہارا بھلا کرے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی نے بے اختیار مجھے دعا دی۔میں نے محسوس کرلیا تھا کہ پاروتی نے کچھ عرصے سے بھگوان کی جگہ خدا کا نام لینا شروع کردیا تھا۔اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ہوسکتا ہے اس کے اندر کوئی خاص تبدیلی پیدا ہو رہی ہو۔ کیونکہ میں نے دیکھا تھا کہ وہ ہندو ازم اور ہندوؤں کے رسم ورواج سے برگشتہ ہورہی تھی۔کچھ میری صحبت کا بھی اثر تھا۔

پلیٹ فارم پر پندرہ بیس ہندو بنگالیوں کا ایک جلوس کانگریس کی جھنڈیاں لہراتا بندے ماترم اور ہندوستان زندہ باد کے نعرے لگاتا گزر گیا۔پاروتی نے پوچھا۔

”کیا ہندوستان آزاد ہوگیا ہے۔کیا انگریز یہاں سے چلا گیا ہے؟“

کلکتے آکر مجھے ہندوستان کی سیاسی صورت حال کا پورا علم ہوچکا تھا۔جہاں تک مجھے یاد ہے وہ جون جولائی کے دن تھے۔ابھی 14 اگست کا تاریخی دن نہیں آیا تھا۔اصولی طور پر ہندوستان اور پاکستان کی آزادی کا اعلان ہوچکا تھا۔اس دوران شمالی ہندوستان خاص طور پر مشرقی پنجاب اور دلی میرٹھ مراد آباد وغیرہ میں ہندو مسلم فسادات شروع ہوگئے تھے۔یہ ساری خبریں میں اخبار میں پڑھ لیتا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھا۔ہندو سکھوں کو مسلمانوں کی علیحدہ مملکت پاکستان بن جانے کا سخت غصہ تھا اور انہوں نے مسلمانوں کے گھروں کو ندر آتش کرنااور ان پر اکا دکا قاتلانہ حملے شروع کردیئے تھے۔

یہ ساری باتیں میں نے پاروتی کو بتائیں تووہ بولی۔

”آخر مسلمانوں کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہے۔میں نے ہندو گھرانے میں جنم لیا ہے۔میں تمہیں بتاتی ہوں کہ ہندو بہت تنگ دل ہوتا ہے اور مسلمان سے تووہ ہمیشہ سے نفرت کرتا آیا ہے۔“

میں نے پاروتی سے کہا۔”اسی لیے تو مسلمانوں نے اپنے لیے علیحدہ وطن پاکستان بنایا ہے۔میں نے بھی بچپن میں دیکھا ہے کہ ہم کبھی کسی ہندو کے گھر میں جاتے تھے تو ان کی عورتیں ہم سے دور بھاگ جاتی تھیں۔کہتی تھیں اگر ہم کسی مسلمان سے چھو گئیں تو ہم بھرشٹ ہوجائیں گی۔ہمیں سات بار گنگا میں اشنان کرناپڑے گا۔“

پاروتی کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”خدا نے مسلمانوں کے ساتھ پورا انصاف کیا ہے۔بڑااچھا ہوا کہ مسلمانوں کا وطن پاکستان بن گیا۔خدا نے چاہا تو میں ایک بار پاکستان دیکھنے ضرور جاؤں گی۔“

ہم باتیں کررہے تھے کہ ٹرین پلیٹ فارم پر آکر لگ گئی مسافروں میں ہلچل سی مچ گئی۔ہر کوئی ٹرین کی طرف دوڑا۔پتہ چلا کہ ہوڑہ میل ہے اور یہی ٹرین ہمیں دلی لے جائے گی۔اس زمانے میں عورتیں بھی تھرڈ کلاس میں اپنے مردوں کے ساتھ بیٹھ جاتی تھیں۔چنانچہ پاروتی بھی میرے ساتھ تھرڈ کلاس کے ایک ڈبے میں بیٹھ گئی۔

جس وقت ہم پلیٹ فارم پر بیٹھے باتیں کررہے تھے اس وقت آسمان پر کالی گھٹائیں چھانے لگی تھیں۔جب ٹرین کلکتہ کے ہوڑہ اسٹیشن سے چلی تو بارش شروع ہوگئی۔ایک بات کامجھے بڑا اطمینان ہوگیا تھا کہ اب پاروتی نہ توسانپوں سے ڈسوائے گی اور نہ انہیں اپنی خوراک بنائے گی۔بلکہ اب تو وہ کھانے پینے سے بالکل ہی آزاد ہوگئی تھی۔کہنے کو تو اس نے مجھے یہی کہا تھا‘اب دیکھنا یہ تھا کہ دلی تک کے سفر میں وہ کچھ کھانے پینے کومانگتی ہے یانہیں۔مجھے یقین

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں آرہا تھا کہ کچھ کھائے پیئے بغیر وہ زندہ رہ سکے گی ،لیکن عیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں قدرت کا نظام ایک سربستہ راز ہے۔یہاں کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ٹرین رات کے اندھیرے میں کلکتہ شہر کی جھلملاتی روشنیوں کو پیچھے چھوڑتی ہوئی بھاگی جارہی تھی۔ڈبے کی کھڑکیاں کھلی تھیں۔ٹھنڈی ہوا آرہی تھی۔کسی وقت بارش کی بوچھاڑ بھی اندر آجاتی تھی۔ہمارے ساتھ والے بنگالی مسافر نے بارش سے بچنے کے لیے کھڑکی کا شیشہ چڑھا دیا۔سفید سانپ نے کھنڈر کے خزانے میں سے جو عقیق کے نگ والی سونے کی لڑی ہمیں لاکر دی تھی وہ میں نے اپنے پاس بڑی اچھی طرح سے سنبھال کر رکھی ہوئی تھی۔

کلکتے سے دلی تک کا سفر بڑا لمبا سفر تھا۔

میں نے پاروتی سے کہا کہ میں اس کے سونے کے واسطے اوپر برتھ پر جگہ بنا لیتا ہوں۔وہ ہلکے سے تبسم کے ساتھ بولی۔

”مجھے سونے کی ضرورت نہیں ہے ‘ تم بھول گئے ہو کہ میں ...“

اوراس نے اپنے ہونٹ میرے کان کے پاس لاکر فقرہ مکمل کیا۔

”میں ناگن ہوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ٹرین نے مضافات کا کوئی چھوٹا اسٹیشن چھوڑا تو ریل کی پٹڑیوں نے بہت شور مچایا۔میں نے پاروتی سے کہا کہ مجھے تو ضرور نیند آجائے گی۔میں اپنے لیے جگہ بناتا ہو۔اوپر والے برتھ پر کسی مسافر کی گٹھڑیاں پڑی تھیں۔میں نے انہیں بڑی احتیاط سے ایک طرف کرکے اتنی جگہ بنالی کہ میں ٹانگیں سکیڑ کرلیٹ سکتا تھا۔میں واپس پاروتی کے پاس آکر بیٹھ گیا کہ جب نیند آئے گی تو اوپر برتھ پر چڑھ کر سوجاؤں گا۔پاروتی کھڑکی کے شیشے سے باہر گرتی بارش کے قطروں کو دیکھ رہی تھی۔کسی کسی وقت وہ مجھ سے ان جنگلوں کی بات کرلیتی جہاں سے گزر کر ہم آئے تھے۔اسے وہ جنگل بہت یاد آرہے تھے۔ہم اسی طرح کبھی خاموش اور کبھی باتیں کرتے رہے۔ڈبے میں دوسرے مسافر بھی اپنی اپنی باتوں میں لگے تھے۔کچھ مسافر سونے کی تیاریاں کررہے تھے۔ٹرین کلکتے سے بہت آگے نکل آئی تھی اور اندھیرے میں بنگال کے سرسبز کھیتوں میدانوں اور ندی نالوں پرسے گزرتی چلی جارہی تھی۔

مجھے نیند آنے لگی تو میں نے پاروتی سے کہا۔

”میں اوپر برتھ پر سونے جاتا ہوں۔تم کسی سٹیشن پر اترنابالکل نہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ ہنس دی۔

"اب مجھے اترنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں برتھ پر چڑھ کر لیٹ گیا۔ چلتی ٹرین میں مجھے بڑی جلدی نیند آگئی۔ ایک دھچکے سے میری آنکھ کھلی تو میں نے محسوس کیا کہ ٹرین رک گئی ہے۔ میں نے سر نیچے کرکے دیکھا۔ پاروتی اپنی سیٹ پر اسی طرح بیٹھی تھی۔ کھڑکی کا شیشہ اترا ہوا تھا۔ باہر پلیٹ فارم پر بڑی روشنیاں تھیں۔ میں نیچے اتر آیا۔ پاروتی نے کہا۔

"آسن سول کا اسٹیشن آیا ہے۔"

آسن سول سے صوبہ بہار کا علاقہ شروع ہوجاتا ہے۔ ہوڑہ ایکسپریس نے ہمیں شام کے وقت دلی پہنچادیا۔ وہاں سے ہم تانگہ لے کر پاروتی کی خالہ کے گھر پہنچے تو وہاں بھی تالا لگا تھا۔ معلوم ہوا کہ دلی میں فسادات کے ڈر سے وہ لوگ کسی دوسرے شہر چلے گئے ہیں۔ پاروتی بولی۔

"اب کیا کریں؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔ "واپس اسٹیشن پر چل کر رات گزارتے ہیں صبح سوچیں گے کہ اب کیا کرنا ہے؟"

ہم اسی ٹانگے میں واپس دلی سٹیشن کی طرف چل پڑے۔ اندھیرا ہو گیا تھا۔ ایک چوک میں اچانک ہندو بلوائیوں نے ہمیں گھیر لیا۔ ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے اور چھرے تھے۔ پاروتی نے کہا۔ ہم ہندو ہیں 'کلکتے جارہے ہیں۔ ایک ہندو نے میری طرف گھور کر دیکھا اور کہا۔

"یہ ہمیں مسلمان لگتا ہے۔ ہم اس کا معائنہ کریں گے۔"

میرا رنگ اڑ گیا۔ کیونکہ اب بلوائیوں سے میرا بچنا مشکل تھا۔

...☆☆☆...

پارورتی بڑی جرات کرکے میرے آگے آگئی ' کہنے لگی۔

"یہ میرا پتی ہے۔ میں ناگ دیوتا کی بھکشنی ہوں اگر تم نے میرے پتی کو ہاتھ لگایا تو ناگ دیوتا تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ہندو بلوائی ذرا ٹھٹک گئے لیکن ایک ہندو نے للکار کر کہا۔

"یہ بھی مسلمان ہے' اس کو بھی مار ڈالو۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں بھول گیا تھا کہ کلکتے سے چلتے وقت پاروتی نے ایک سانپ اپنی قمیص کے اندر چھپا کر رکھ لیا تھا۔چونکہ اب اسے سانپ کھانے کی ضرورت نہیں تھی اس لیے یہ سانپ اس کی قمیص کے اندر محفوظ پڑا تھا۔جیسے ہی بلوائی مجھے ہلاک کرنے کے لیے آگے بڑھا پاروتی نے اونچی آواز میں ناگ دیوتا کا کوئی منتر پڑھااور قمیص کے اندر سے سانپ نکال کر بلوائیوں پر اچھال دیا۔سانپ اور چور کی بڑی دہشت ہوتی ہے۔جیسے ہی سانپ بلوائیوں کے اوپر گرا وہ سر پر پاؤں رکھ کر ایک طرف کو بھاگے۔پاروتی نے کوچوان کو آواز دی۔

”تانگہ یہاں سے نکال کر لے چلو“

مگر کوچوان وہاں سے خدا جانے جان بچا کر کہاں غائب ہوچکا تھا۔میں نے پاروتی سے کہا۔”تانگے میں بیٹھو۔جلدی کرو۔“

وہ تانگے میں بیٹھی، میں نے گھوڑے کی باگیں سنبھالیں اسے سانٹا رسید کیا گھوڑا ذرا بدکااور پھر سڑک پر اسٹیشن کی طرف دوڑ پڑا۔اس سے پہلے میں نے کبھی تانگہ نہیں چلایا تھا۔اس روز مجھے معلوم ہوا کہ تانگہ چلانا کوئی مشکل کام

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں ہے۔کیونکہ کوچوان کو صرف باگیں ٹھیک طرح سے سنبھالنی ہوتی ہیں۔ تانگے کو گھوڑا سنبھالتا ہے۔

اس کے باوجود ایک آباد سڑک پر آکر ہم نے تانگہ چھوڑ دیا۔کیونکہ سڑک پر ٹریفک جاری تھی اور یہاں حادثے کا ڈر تھا۔میں نے پارورتی سے کہا۔

”اگر عین وقت پر تم سانپ نکال کر ان پر نہ پھینکتیں تو میرا بچنا ناممکن تھا۔“

پاروتی نے بڑے پیار سے کہا۔

”تمہاری طرف کوئی آنکھ اٹھا کر تو دیکھے۔“

رات کے نو دس بجے کا وقت ہوگا۔دلی میں فسادات کی اکا دکا وارداتوں کے شروع ہوجانے سے سڑک بے رونق تھی۔کسی وقت کوئی گاڑی تیزی سے گزر جاتی تھی۔کوئی رکشہ ٹیکسی بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ہم سڑک پر چلنے لگے۔ آگے چوک آگیا۔یہاں ہمیں ایک رکشا مل گیا جس نے ہمیں ریلوے اسٹیشن پہنچادیا۔ہم نے باقی ساری رات ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر گزار ی۔دن

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کی روشنی ہوئی تو میں نے پاروتی سے پوچھا کہ اب اس کا کیا پروگرام ہے۔ پاروتی کہنے لگی۔

”مجھے ماتا پتا کی بہت یاد آرہی ہے۔خدا جانے میرے بغیر ان کا کیا حال ہو رہا ہوگا۔میں صرف ایک بار ان سے مل کر انہیں بتادینا چاہتی ہوں کہ میں زندہ ہوں۔اس کے بعد میں سنتھالی سپیروں سے انتقام لینے بنگال کے جنوبی جنگلوں کی طرف نکل جاؤں گی۔تمہاری مرضی ہے تم میرے ساتھ چلنا یا نہ چلنا۔“

میں نے کہا۔”مگر تمہارے ماتا پتا تو جھانسی میں ہیں اور ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ وہ وہاں کس جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔“

پاروتی کچھ سوچ کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پتاجی کبھی اپنے جھانسی کے ایک دوست کا ذکر کیا کرتے تھے۔وہ ان کا کلاس فیلو تھا۔اور اب جھانسی میں کسی سینما ہاؤس کا مالک ہے۔اس کا نام کچھ نریندر کمار یا نرمل کمار قسم کا تھا۔اگر ہم جھانسی جائیں تو اس آدمی کا پتہ چل سکتا ہے۔کیا تم میرے ساتھ جھانسی چلوگے؟“

میں نے دل میں عہد کیا ہوا تھا کہ اس بے یارومددگار اور مصیبت زدہ لڑکی کو جب تک محفوظ ہاتھوں میں نہیں پہنچاؤں گا اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ جھانسی جانے پر تیار ہوگیا۔میں نے جیب سے رقم نکال کر گنی۔ایک روپے ہی باقی رہ گئے تھے۔اس رقم سے ہم ٹرین کے ذریعے جھانسی نہیں پہنچ سکتے تھے۔پاروتی نے کہا۔

”کیوں نہ یہاں خزانے والا ہار بازار میں لے جاکر بیچ دیں۔اس سے ہمیں کافی رقم مل جائے گی۔ہم نئے کپڑے اور نئے جوتے بھی خرید لیں گے۔“

میں بھی اس ہار یا سونے کی لڑی سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔میں نے کہا۔”چلو دلی کے صرافہ بازار میں چلتے ہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم نے وہیں اسٹیشن سے صرافہ بازار کا پتہ معلوم کیا اور ٹرام میں بیٹھ کر چل پڑے۔ ہمیں قلی نے بتایا تھا کہ تیسرے چوک میں جا کر ٹرام سے اتر جانا۔ پھر بائیں ہاتھ کو بازار میں مڑو گے تو صرافہ بازار میں پہنچ جاؤ گے۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے چوک پر ٹرام رکی تو ہم ٹرام سے اتر کر بائیں طرف بازار میں مڑ گئے۔ یہ ایک تنگ سا بازار تھا۔ سناروں کی کتنی ہی دکانیں تھیں۔ الماریوں میں زیورات سجے ہوئے تھے۔ پولیس بھی وہاں پر موجود تھی۔ ہم ایک دکان میں آ گئے۔ یہ ایک ہندو لالے کی دکان تھی۔ گدی پر ایک موٹا لالہ بیٹھا بیڑی پی رہا تھا۔ پیچھے دیوار پر رام اور سیتا کی تصویر لگی تھی۔ ہمارے کپڑے معمولی سے تھے۔ لالہ جی نے پہلے تو ہمیں مشکوک نظروں سے دیکھا اور پوچھا۔

”کیا بات ہے؟“

میں نے قمیص کے اندر سے سرخ عقیق والی سونے کی لڑی نکال کر اسے دی تو وہ اسے غور سے دیکھنے لگا۔ سونے کی لڑی کے منکوں کو اس نے کسوٹی پر رگڑا۔ پھر عقیق کو عینک لگا کر الٹ پلٹ کر دیر تک دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے لڑی ایک طرف رکھ دی اور پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہ تمہیں کہاں سے ملی ہے؟“

پاروتی نے کہا۔

”ہمارے حالات ٹھیک نہیں رہے۔ یہ میرا شادی کا ہار تھا۔ اس کی لڑیاں توڑ توڑ کر بیچتے رہے ہیں۔ یہ آخری لڑی رہ گئی تھی۔ اسے بھی بیچنے آئے ہیں۔“

لالہ نے پوچھا۔

”پہلی لڑی جہاں بیچی تھی اس نے کیا دیا تھا؟“

پاروتی نے بڑی ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے کہا۔

”لالہ تم بتاؤ اس کا کیا دو گے؟“

لالہ جی کا چہرہ بتا رہا تھا کہ بڑا قیمتی عقیق ان کے ہاتھ لگ گیا ہے لیکن وہ ظاہر کر رہا تھا کہ یہ معمولی سے ہار کی لڑی ہے۔ کہنے لگا۔

”پتھر مصنوعی ہے۔ سونا ٹھیک ہے میں تمہیں اس کے پانچ سو روپے دے سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ ایک پائی بھی نہیں دوں گا۔“

پانچ سو روپے کی رقم 1947ء میں بہت کافی رقم ہوا کرتی تھی۔ پاروتی نے میری طرف دیکھا۔ میں نے اسے اشارہ کیا کہ ٹھیک ہے۔ پاروتی بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ٹھیک ہے لالہ جی لڑی رکھ لیں اور ہمیں پانچ سو روپے دے دیں۔"

لالہ جی نے تجوری میں سے سو سو کے پانچ نوٹ نکال کر ہمیں دیے دیئے۔یہ انگریزی کرنسی تھی۔میں نے کہا۔

"اب تو ہندوستان آزاد ہو گیا ہے کیا انگریزی نوٹ لوگ لے لیں گے؟"

لالہ جی بولے۔"ہندوستان آزاد ضرور ہو گیا ہے مگر ابھی یہاں انگریزی نوٹ ہی چلتے ہیں جاؤ اب اپنا راستہ ناپو۔"

میں نے سوسو روپے کے پانچوں نوٹ اپنی قمیص کی جیب میں سنبھال کر رکھ لیے۔پاروتی نے کہاکہ اب اسٹیشن پر چل کر معلوم کرتے ہیں کہ جھانسی کی گاڑی کب جائے گی۔ہم صرافہ بازار

سے نکلے اور چوک میں آگئے۔یہاں سے ہمیں ٹرام کار میں بیٹھ کر ریلوے اسٹیشن پہنچنا تھا۔ہم اسٹاپ پر ٹرام کاانتظار کررہے تھے کہ پولیس کے دو سپاہی ہمارے پاس آگئے۔ان میں ایک سکھ تھا۔اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"کون ہو بھئی تم؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے اسے بتایا کہ ہم کلکتہ سے دلی آئے تھے یہاں ہمارے رشتے دار ہمیں نہیں ملے اب ان کی تلاش میں جھانسی جارہے ہیں۔سکھ سپاہی نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"گوپال داس یہ تو جھانسی جارہے ہیں۔"

دوسرا سپاہی جوہندو تھا اس نے میرا بازو پکڑ لیااور کہنے لگا۔

"اور جو چوری کا مال تم ابھی ابھی بیچ کر آرہے ہو اس کا پہلے حساب کتاب تو چکاؤ' چلو ہمارے ساتھ تھانے..."

میں اور پاروتی انہیں کہتے ہی رہ گئے کہ ہم نے جو سونے کی لڑی فروخت کی ہے وہ ہماری اپنی تھی۔ہمارے پاس پیسے ختم ہوگئے تھے۔مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور ہمیں پکڑ کر تھانے لے آئے جو قریب ہی تھا۔وہاں ایک موٹاسکھ تھانیدار بیٹھاتھا۔اس نے بھی ہم پر چوری کا الزام لگایا اور میری جیب سے پانچ سوکے نوٹ نکال کر اپنے قبضے میں کرلیے اور حوالدار سے کہا۔

"ان کوحوالات میں بند کردو۔کل عدالت میں ان کا چالان پیش کریں گے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

صورت حال ایک دم سے پلٹ گئی تھی۔ کہاں ہم جھانسی جارہے تھے اور کہاں ہمیں حوالات میں بند کیا جارہاتھا۔میں نے پاروتی کی طرف دیکھا۔وہ سخت غصے میں تھی۔میں نے اسے آہستہ سے کہا۔

”خدا کے لیے ذرا صبر کرنا۔کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کربیٹھنا۔میں تھانیدار سے خود بات کرتاہوں۔“

میں سکھ تھانیدار کو سمجھانے لگا کہ ہم چور نہیں ہیں سونے کی لڑی میری پتنی کی ماتاجی کی تھی۔اس نے ہم دونوں کو پنجابی میں گالی دی اور حوالدار سے کہا۔

”میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔بند کردو انہیں حوالات میں۔“

حولات سامنے ہی تھی۔سلاخوں والے دروازے کے باہر سنتری رائفل لیے کھڑا تھا۔ہمیں اندر بند کرنے لگے تو پاروتی نے کہا۔

”مجھے باتھ روم جانا ہے۔“

سکھ تھانیدار نے پاروتی کوگالی دی اور فحش مذاق کیا۔پاروتی کا میں نے چہرہ دیکھا۔وہ غصے سے سرخ ہو رہاتھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”وہ سامنے باتھ روم ہے۔“

کونے میں غسل خانے کا دروازہ تھا۔پاروتی غسلخانے میں چلی گئی۔مجھے حوالات میں بند کردیا گیا۔تھانے میں ایک سکھ تھانیدار تھا۔ایک سنتری حوالات کے باہر کھڑا تھااور دونوں سپاہی جو ہمیں پکڑ کروہاں لائے تھے وہ ہمیں تھانیدار کے حوالے کرکے باہر چلے گئے تھے۔

میں حوالات کے فرش پر سلاخوں کے پاس بیٹھ گیا۔مجھے معلوم تھا کہ ابھی کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔پاروتی یونہی غسل خانے میں نہیں گئی تھی۔سکھ تھانیدار رجسٹر پر جھکا کچھ لکھ رہاتھا۔چھت کاپنکھا چل رہاتھا۔جب پاروتی کو غسل خانے میں گئے دس پندرہ منٹ ہوگئے تو سکھ تھانیدار نے چپڑاسی سے کہا۔

”اوئے شبراتی! دیکھ اوئے! یہ تیری ماسی اندر کیا کررہی ہے۔پیٹ دے دروازہ۔“

چپڑاسی شبراتی ساتھ والے کمرے میں سے نکل کر آیا اور اس نے جاتے ہی غسل خانے کا دروازہ کھول دیا۔اس نے کہا۔

”سردار جی اندر تو کوئی نہیں ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سکھ تھانیدار نے چونک کر غسل خانے کی طرف دیکھا۔میں بھی دیکھ رہا تھا۔ غسل خانہ خالی تھا۔سکھ تھانیدار جلدی سے اٹھااور غسل خانے کی طرف لپکا۔ابھی اس نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ لڑکھڑایااور گر پڑا۔حوالات کا سنتری اس کی طرف دوڑا۔چپڑاسی نے سکھ تھانیدار کو اٹھانے کی کوشش کی تووہ بھی ایک طرف گر گیا۔

اب میں نے نسواری رنگ کے اس سانپ کو دیکھ لیا تھا جو اصل میں پاروتی ناگن کے روپ میں تھی۔اس نے سکھ تھانیدار اور چپڑاسی دونوں کو ڈس لیاتھا۔حوالات والا سنتری قریب جاکر تھانیدار پرجھکا توپاروتی نے اسے بھی ڈس دیا۔وہ بھی وہیں ڈھیر ہوگیا۔میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھااور باہر دروازے کی طرف دیکھتا رہا کہ کوئی دوسرا سپاہی تو اندر نہیں آتا۔کیونکہ کسی کے اندر آجانے سے سانپ کی زندگی کو خطرہ تھا۔وہ ضرور اسے مار ڈالتا۔پاروتی نے ناگن بن جانے کے بعد ان تینوں کو کچھ اس طرح ڈسا تھا کہ ان کی آواز تک نہیں نکلی تھی۔جیسے ان کے گلے بند ہوگئے ہوں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی سانپ کے روپ میں تیزی سے رینگتی ہوئی میرے قریب آگئی۔قریب آتے ہی اس نے انسانی شکل اختیار کرلی اور بولی۔

”حوالات کو تالا لگا ہے۔اس کی چابی سنتری کی پیٹی سے لگی ہوگی۔میں لاتی ہوں۔“

میں نے اسے کہا۔

”تھانیدار نے ہمارے پانچ سوکے نوٹ اپنی جیب میں رکھ لیے تھے وہ بھی نکال لانا۔“

پاروتی دوڑ کر تینوں بے ہوش یامرے ہوئے آدمیوں کے پاس گئی۔سنتری کی پیٹی میں سے چابیوں کا گچھانکالا۔اس کے بعد تھانیدار کی جیب میں سے پانچ سو کے نوٹ نکالے۔بھاگ کرمیرے پاس آئی۔چوتھی چابی لگانے سے حوالات کا تالا کھل گیا۔اس نے نوٹ میری قمیض کی جیب میں ڈالے اور بولی۔

”تھانے کے دروازے پر وہی دونوں سپاہی ہوں گے۔پیچھے سے جاتے ہیں۔ پیچھے ضرور کوئی دروازہ ہوگا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم ایک کمرے سے نکل کر تھانے کے پیچھے احاطے میں آئے۔یہاں ایک آدمی چارپائی پر بیٹھا اپنے بدن پر تیل کی مالش کررہاتھا۔ہم بڑے اطمینان سے اس کے قریب سے گزر گئے۔سامنے احاطے کا چھوٹا دروازہ تھا۔اس دروازے سے نکل کر ایک گلی میں آگئے۔گلی میں مکان کے باہر دو عورتیں بیٹھی باتیں کررہی تھیں۔بھاگنے سے انہیں شک پڑسکتاتھا۔ہم تیز تیز چلنے لگے۔گلی آگے جا کر ایک طرف مڑ گئی۔آگے پھر ایک گلی تھی۔اس گلی نے ہمیں دوسرے بازار میں پہنچادیا۔ایک خالی رکشا قریب سے گزرا۔میں نے اسے ہاتھ دیا۔وہ رکا۔ہم اس میں گھس گئے۔میں نے کہا۔

”نئی دلی کی طرف چلو۔“

پاروتی نے میری طرف دیکھا۔میں نے اسے آہستہ سے کہا۔

”اب ہم ریلوے اسٹیشن نہیں جاسکتے۔“

رکشا تیزی سے نئی دلی کی طرف روانہ ہوگیا۔

نئی دلی وہاں سے کافی دور تھی۔راستے میں ہم نے کوئی بات نہ کی۔دلی اور نئی دلی کی تھوڑی بہت مجھے پہچان تھی۔میں نے رکشا ڈرائیور سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہمیں بارہ کھمبا پر اتار دینا۔“

بارہ کھمبا پر اتر کر میں نے رکشا کا کرایہ ادا کیااور ایک طرف فٹ پاتھ پر چلنے لگے۔پاروتی نے کہا۔

”ادھر تم کہاں جارہے ہو؟“

میں نے کہا۔”تم نے سکھ سپاہی کو کہاتھا کہ ہم جھانسی جارہے ہیں۔چنانچہ جب تھانے میں ہمارے فرار کاپتہ چلے گااور سپاہیوں کویہ بھی معلوم ہوگا کہ ہم تین پولیس والوں کو ہلاک کرکے فرار ہوئے ہیں تو پولیس ہماری تلاش میں سیدھی ریلوے اسٹیشن پہنچ جائے گی۔“

پاروتی کہنے لگی۔”میں نے ان تینوں آدمیوں کے جسم میں صرف اتنا زہر داخل کیا ہے جس سے وہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بے ہوش رہیں گے۔وہ مریں گے نہیں۔“

میں نے کہا۔”خواہ کچھ بھی ہو۔بہرحال ہم چوری کے الزام میں پکڑے گئے تھے۔پولیس نے ہمیں حوالات میں بند کیا تھااور ہم حوالات توڑ کر بھاگے ہیں یہ کوئی کم جرم نہیں ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پھر اب کیا کریں؟“

پاروتی کے اس سوال کے جواب میں میں نے کہا۔

”ہم جھانسی ضرور جائیں گے لیکن ٹرین دلی یا نئی دلی کے اسٹیشن سے نہیں بلکہ آگرہ سے پکڑیں گے اور آگرہ تک ہم بس میں سفر کریں گے۔“

ناشتہ ہم نے سٹیشن پر ہی کرلیا تھا۔ہمارا زیادہ دیر دلی میں رکنا ہمارے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔میں نے ایک دکاندار سے پوچھا کہ یہاں سے آگرہ کو بسیں کہاں سے چلتی ہیں۔اس نے بتایا کہ بسوں کا اڈہ بستی نظام الدین میں ہے وہاں سے ہمیں بس مل جائے گی۔ہم نے ٹیکسی پکڑی اور بستی نظام الدین کے لاری اڈے پر پہنچ گئے۔معلوم ہوا کہ یہاں سے آگرہ کو سیدھی کوئی بس نہیں جاتی۔شہر کوسی اور متھرا کو بسیں چلتی ہیں۔وہاں سے ہمیں آگرہ جانے والی بس مل جائے گی۔

میں اب بڑ اچوکس تھا۔پولیس کا سپاہی نظر آتا تو میں پاروتی کو لے کر فوراً ایک طرف ہوجاتا۔لاری اڈے پر کافی رش تھا۔دلی میں گڑبڑ شروع ہوجانے کی وجہ سے بعض لوگ شہر چھوڑ کر جارہے تھے۔ہمیں بھی کوسی جانے والی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک لاری میں جگہ مل گئی۔دوپہر کو لاری کوسی کی چھوٹے سے شہر میں پہنچی۔ یہاں ہم نے لاری اڈے پر ہی روٹی کھائی اور دوسری لاری میں بیٹھ کر متھرا کے شہر میں آگئے۔یہ ہندوؤں کا مشہور شہر ہے۔یہاں بڑے مندر ہیں یہاں فسادات تو نہیں ہو رہے تھے مگر فضا میں کافی تناؤ تھا۔مسلمانوں کی بہت تھوڑی آبادی تھی جو سہمی ہوئی تھی۔ہر طرف

کانگریس کے جلوس نکل رہے تھے۔گھروں پر آزادی کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔یہ کانگریس کے جھنڈے تھے۔کوسی میں بھی ہم نے یہی سماں دیکھا تھا۔

متھرا سے ہمیں کوئی دو گھنٹے بعد آگرہ جانے والی بس ملی۔اس بس نے ہمیں شام کے قریب آگرہ پہنچایا۔آگرہ میں بھی ہندوؤں کے جلوس نکلے ہوئے تھے۔ہندوستان زندہ باد۔بھارت ماتا کی جے کے نعرے ہر طرف سنائی دے رہے تھے۔اگرچہ یہاں مسلمان کافی تعداد میں آباد تھے مگر وہ کچھ خوفزدہ سے لگ رہے تھے۔دو دن پہلے یہاں ایک محلے میں ہندوؤں نے چار مسلمانوں کو شہید کردیا تھا۔

پاروتی کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہندوؤں کو آزادی مل گئی ہے اب تم دیکھ لینا یہ مسلمانوں کا جینا حرام کردیں گے۔یہ تو پہلے ہی مسلمانوں سے نفرت کرتے تھے اب تو آزاد ہوگئے ہیں۔“

میں نے کہا۔

”اسٹیشن پر چل کر جھانسی والی گاڑی پکڑتے ہیں۔“

پاروتی نے میرے ساتھ لگ کر کہا۔

”تم گھبرانا بالکل مت۔میرے ہوتے ہوئے کسی نے تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو میں اسے وہیں مار ڈالوں گی۔اگر میں ناگن بن کر کسی کو پوری طرح سے ڈس دوں تو اس کا جسم اسی وقت پھٹ جائے گا۔“

ہم ابھی تک آگرہ کے لاری اڈے پر ہی بیٹھے تھے۔وہیں ہم نے ٹی سٹال سے چائے کا ایک ایک گلاس لے کر پیا۔ابھی سورج پوری طرح سے غروب نہیں ہوا تھا۔دن کی روشنی ہلکی ہلکی سنہری ضرور ہونے لگی تھی۔ہم لاری اڈے کے سائبان تلے بنچ پر بیٹھے تھے۔دوسرے مسافر بھی ادھر ادھر اپنے اپنے سامان کو لیے بیٹھے تھے۔ان مسافروں میں ایک گہرے سانولے رنگ کا دبلا پتلا ادھیڑ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

عمر دیہاتی ٹائپ کا آدمی بھی تھا جو اپنی گٹھڑی سامنے رکھے فرش پر بیٹھا تھا۔ چائے کا گلاس اس کے دونوں ہاتھوں میں تھا اور وہ اسے پھونکیں مار مار کر پی رہا تھا۔اس مسافر کی طرف میرا دھیان اس لیے گیا کہ میں نے محسوس کیا کہ وہ ہمیں گھور کر دیکھ رہا تھا۔میں نے ایک دوبار نظریں دوسری طرف کرنے کے بعد جب دوبارہ نظریں اس پر ڈالیں تو وہ مجھے اور پاروتی کو گھورتا ہوا نظر آیا۔نظریں ملتے ہی اس نے آنکھیں دوسری طرف کرلیں۔میں نے سوچا کہ یہ کوئی متعصب ہندو ہے۔اور اسے معلوم ہوگیا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ایک ہندو عورت کے ساتھ سفر کررہا ہوں۔مگر میں نے پاروتی سے اس کا ذکر نہ کیا۔آگرہ سے آگے دھول پور پر اور گوالیار تک کوئی لاری نہیں جاتی تھی۔ہم نے بھی فیصلہ کیا کہ آگرہ سے جھانسی تک ریل گاڑی میں سفر کیا جائے۔ہمیں دلی پولیس کا زیادہ خطرہ بھی نہیں رہا تھا۔ہم دلی سے کافی دور نکل آئے تھے۔چائے پینے کے بعد پاروتی کہنے لگی۔

”چلو ریلوے اسٹیشن پر چلتے ہیں۔وہاں سے معلوم کرتے ہیں کہ جھانسی کو گاڑی کس وقت نکلتی ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم نے تانگہ لیا اور متھرا کے ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہوگئے۔ میری نگاہ اس دیہاتی پر تھی جو ہمیں بار بار گھورتا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ متھرا کے بازاروں میں بھی ہندوستان کے آزاد ہونے کی خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ دکانوں پر کانگریس کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اس شہر میں ویسے بھی ہندوؤں کی آبادی زیادہ تھی۔ تانگہ ایک آبادی سے گزرا جہاں خاموشی چھائی تھی۔ کوچوان ہندو تھا کہنے لگا۔

"یہاں مسلمان رہتے ہیں۔ کل تک یہ پاکستان زندہ باد کے نعرے لگاتے تھے۔ آج خاموش ہیں۔ اب یہ ہمارے غلام ہیں۔ ہم ان کو ایسا سبق سکھائیں گے کہ یہ یاد رکھیں گے۔"

میں نے آنکھیں بند کرکے دل میں دعا کی یااللہ یہاں کے مسلمانوں کو یہاں کے متعصب ہندوؤں سے بچانا۔ اسٹیشن پر بھی کانگریس کے جلوس نکلے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا جھانسی کوجانے والی گاڑی رات کو جاتی ہے۔ ہم وہیں مسافر خانے میں ایک جگہ پر بیٹھ گئے۔ کچھ ہندو آزادی کی خوشی میں مٹھائی بانٹ رہے تھے۔ وہ ہمارے پاس بھی آئے۔ انہوں نے مجھے بھی ہندو سمجھ کر تھوڑی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سی مٹھائی دی۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک طرف سے ایک تانگہ آکر اسٹیشن کے سامنے رکا۔ اس میں کچھ برقع پوش مسلمان خواتین دو مرد اور بچے سوار تھے۔ ابھی تانگہ رکا ہی تھا کہ چوک کی طرف سے ہندو غنڈوں کاایک گروہ چھرے اور ڈنڈے لیے نعرے لگاتانمودار ہوا۔ وہ مسلمانوں کے خلاف نعرے لگارہے تھے۔ یہ گروہ تانگے کی طرف بڑھا۔ کوچوان نے فوراً گھوڑے کو دوڑادیا۔ ہندوغنڈے تانگے میں بیٹھی مسلمان عورتوں کو قتل کرنے کے لیے تانگے کے پیچھے دوڑے مگر خوش قسمتی ہوئی کہ تانگہ ان کی پہنچ سے نکل گیا۔ میں نے پاروتی سے کہا۔

"یہاں تو بلوہ شروع ہوگیا ہے۔"

وہ کہنے لگی۔ "گھبراؤ نہیں میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گی۔"

مگر اندر سے میں خوفزدہ ہوگیاتھا۔ پاروتی ناگن بن کرزیادہ سے زیادہ ایک دو حملہ آور ہندوؤں کوہلاک کرسکتی تھی۔ وہ مجھے ہندوؤں کے ہجوم سے نہیں بچاسکتی تھی۔ میں ابھی یہ سوچ ہی رہاتھا کہ وہی دیہاتی آدمی جو لاری اڈے پر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بیٹھا چائے پی رہا تھا ایک طرف سے نکل کر ہمارے پاس آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

”ریلوے اسٹیشن پر ہندو غنڈوں کا حملہ ہونے والا ہے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ آپ مسلمان ہیں۔ میں بھی مسلمان ہوں میں آپ کو بچانے کے لیے آیا ہوں۔ میں گوالیار کا رہنے والا ہوں۔ یہاں آکر میں بھی پھنس گیا ہوں۔“

پاروتی اور میں اس کی طرف دیکھنے لگے۔ میں نے پوچھا۔

”تمہیں کیسے پتہ چلا کہ ہم مسلمان ہیں؟“

وہ بولا۔ ”ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو پہچان لیتا ہے۔ آپ مجھ سے بحث نہ کریں۔ اگر زندگی پیاری ہے تو میرے ساتھ آجائیں۔ یہاں رہے تو قتل ہوجائیں گے۔ مندر چوک میں ہندوؤں نے مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگادی ہے۔ وہاں کتنے ہی مسلمان شہید ہوگئے ہیں۔“

پاروتی نے مجھ سے کہا۔

”میرا خیال ہے یہ آدمی میرا ہمدرد ہے۔ ہمیں اس کے ساتھ چلنا چاہیے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس وقت میں بھی گھبرایا ہوا تھا۔ میں نے ہندو غنڈوں کو مسلمانوں کے تانگے پر حملہ آور ہوتے دیکھ لیا تھا۔ ہم اس دیہاتی کے ساتھ چل پڑے۔ اس آدمی نے گٹھڑی بغل میں دبا رکھی تھی۔ وہ ہمارے آگے آگے چلنے لگا۔ اس نے ہمیں کہہ دیا تھا کہ ہم زیادہ ادھر ادھر نہ دیکھیں۔ وہ ہمیں اسٹیشن کے عقب میں لے آیا۔ یہاں ایک طرف مکانوں کے پچھواڑے تھے اور ایک جانب کھیت تھے۔ ہم کھیتوں میں چلنے لگے۔ راستے میں ایک پیپل کا گھنا درخت آیا۔ جس کے تلے میں رام سیتا لچھمن کی مورتیاں بنی ہوئی تھیں اور ایک سادھو بیٹھا پوجا پاٹھ کر رہا تھا۔ ہم اس کے قریب سے ہو کر گزر گئے۔ کھیت ختم ہوئے تو ریلوے لائن آگئی۔ ریلوے لائن کے پار میدان تھا۔ میدان میں سے گزرنے کے بعد وہ پراسرار دیہاتی ہمیں مٹی کے ٹیلے کے پاس لے آیا۔ جہاں کسی حویلی کا ویران کھنڈر تھا۔ پراسرار دیہاتی کہنے لگا۔

”یہاں ہم بالکل محفوظ ہیں۔“

میں نے کہا۔ ”لیکن ہمیں تو جھانسی کی رات والی گاڑی پکڑنی ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پراسرار دیہاتی بولا۔"رات کو میں خود تم لوگوں کے ساتھ اسٹیشن پر جاؤں گا۔ مجھے بھی گوالیار جانا ہے۔"

پاروتی نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا کام کرتے ہو اور متھرا میں کیسے آئے ہو؟"

دیہاتی کہنے لگا۔"بہن جی میں مسلمان ہوں۔ میرا نام عبداللہ ہے۔ میں گوالیار کے ایک گاؤں میں رہتا ہوں۔ چوڑیاں پراندے چل پھر کر بیچتا ہوں۔ مہینے میں ایک بار چوڑیاں پراندے اور رنگدار دوپٹے خریدنے متھرا آتا ہوں اور رات اسی کھنڈر میں بسر کرتا ہوں۔ اس بار آیا ہوں تو متھرا میں فسادات شروع تھے۔ لاری اڈہ پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ کیا کروں کہ آپ لوگوں کو دیکھا۔ آپ کے چہرے مہرے سے میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ آپ بھی مسلمان ہیں۔ میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ اب ایسا ہے کہ ہم لوگ یہاں رات ہونے تک آرام کریں گے۔ میں نے پتہ کرلیا تھا گوالیار جھانسی کو گاڑی رات گیارہ بجے کے بعد جائے گی۔ اب تم لوگ یہاں بیٹھو میں ساتھ والے گاؤں سے کھانے کو کچھ لاتا ہوں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پراسرار دیہاتی ہمیں ویران حویلی کے کھنڈر میں بٹھا کر چلا گیا۔ اس کی گٹھڑی ہمارے پاس ہی پڑی تھی۔ ہم نے کھول کر دیکھا اس میں کانچ کی چوڑیاں اور رنگدار دوپٹے پراندے تھے۔

پاروتی نے پراسرار دیہاتی کی گٹھری باندھ کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"میری چھٹی حس کہتی ہے کہ اس آدمی کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ آخر اس نے صرف تمہاری شکل دیکھنے سے کیسے اندازہ لگالیا کہ تم مسلمان ہو؟"

تھوڑا بہت شک میرے دل میں بھی تھا لیکن میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص نے فساد زدہ علاقے میں ہم دونوں کو ایک طرف سہمے بیٹھا ہوا دیکھ کر قیاس لگایا ہو کہ ہم مسلمان ہیں اور چونکہ وہ خود مسلمان ہے اس لیے اسے ہم سے ہمدردی پیدا ہوگئی ہو۔ جب میں نے اس خیال کا اظہار پاروتی سے کیا تو وہ بولی۔

"تم بہت سیدھے سادے آدمی ہو۔ میرے ساتھ رہ کر اتنی مصیبتیں اٹھانے کے بعد بھی تمہیں آدمی کی پہچان نہیں آئی۔ بہرحال ہمیں اس آدمی سے ہوشیار رہنا ہوگا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”وہ تو ہم ضرور ہوشیار رہیں گے۔“

پاروتی نے مجھے مشورہ دیا کہ میرے پاس جو رقم ہے وہ میں جیب سے نکال کر وہیں کھنڈر میں کہیں چھپادوں۔رات کو جاتی مرتبہ وہاں سے نکال لیں گے۔ اس کا یہ مشورہ مجھے پسند آیا۔میں نے جیب سے رقم نکال کر دیکھی سو سو کے چار نوٹ اور اوپر کچھ ریزگاری اور کچھ روپے کے نوٹ تھے۔میں نے انہیں ایک رومال میں باندھ کر وہیں کونے میں ایک پتھر کے نیچے رکھ دیا پھر ہم آپس میں باتیں کرنے لگے۔تھوڑی دیر کے بعد پراسرار دیہاتی بھی آگیا۔اس کے ہاتھ میں لفافہ تھا کہنے لگا۔

”متھرا شہر کے پرانے علاقے میں کرفیو لگ گیا ہے۔یہ پوری کچوریاں میں قریبی گاؤں سے لایا ہوں۔وہاں ایک آدمی بتا رہاتھا کہ پرانے شہر میں ہندوؤں نے کئی مسلمانوں کو شہید کردیا ہے۔ایک مسجد کو بھی آگ لگادی ہے۔“

پاروتی ہندوؤں کی ذہنیت کے بارے میں باتیں کرنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مسلمانوں نے کئی سو سال تک ہندوؤں پر حکومت کی ہے۔ہندو اب ہندوستان کے مسلمانوں سے اس کا بدلہ لے رہے ہیں۔“

پراسرار دیہاتی نے کہا۔”ہندو شروع ہی سے مسلمانوں کا دشمن رہا ہے۔ ہندوستان کا کون سا ایسا شہر ہے جہاں ہولی اور شب برات کے موقع پر فساد نہیں ہوتا۔ہندو تو مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچانے کے بہانے ڈھونڈتا رہتا ہے۔“

اس دوران پراسرار دیہاتی نے لفافے میں سے پوریاں ‘ کچوریاں اور آلو کی بھاجی نکال کر ہمارے سامنے رکھ دی۔یہ خاص ہندو کھانا تھا۔جو کبھی بھی مجھے اچھا نہیں لگا تھا مگر اس وقت مجھے بڑی بھوک لگی ہوئی تھی۔میں نے پاروتی سے کہا۔”کیا تم نہیں کھاؤ گی؟“

مجھے معلوم تھا کہ ناگن بن جانے کی شکتی حاصل کرلینے کے بعد پاروتی کھانے پینے اور سونے سے آزاد ہوچکی ہے۔وہ بولی۔”مجھے بھوک نہیں ہے تم لوگ کھاؤ۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بیٹی یہ کھا کر دیکھو۔یہ تو خاص متھرا کا تحفہ ہے۔یہ میں مسلمان کی دکان سے لایا ہوں۔“

پاروتی نے مجبوراً کچوری لے کر کھالی۔کچوریاں بڑی مصالحہ دار تھیں۔میں تین چار کھا گیا۔میں نے دیکھا کہ پراسرار دیہاتی صرف پوریاں کھا رہا ہے۔کچوری کو اس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔جب میں نے اسے کچوریاں کھانے کو کہا تو وہ بولا۔

”مجھے حکیم جی نے کچوریاں کھانے سے منع کر رکھا ہے۔مجھے شوگر کی بیماری ہے۔“

پراسرار آدمی یہ کہہ کر باہر نکل گیا کہ میں پانی لاتا ہوں۔اس کے جانے کے بعد میں نے پاروتی سے کہا۔

”ہم خواہ مخواہ اس پر شک کر رہے تھے۔یہ تو بڑا نیک دل آدمی ہے۔“

پاروتی نے جمائی لی۔میں نے کہا۔

”تمہیں تو نیند آ رہی ہے۔یہ کیسے ہو گیا؟“

پاروتی نیند بھری آواز میں بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”معلوم نہیں، بڑی نیند آ رہی ہے۔“

اور وہ وہیں ایک طرف کو لڑھک گئی۔میں نے آگے بڑھ کر اسے سیدھا کیا۔وہ یا تو سو رہی تھی یا بیہوش ہو گئی تھی۔میں یہ سوچ رہا تھا کہ اچانک میرا سر چکرایا اور اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔جب ہوش آیا تو میرے آس پاس گھپ اندھیرا تھا۔میرا سر ابھی تک بھاری تھا۔میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اندھیرے میں آنکھیں کھولنے کی

کوشش کی۔مجھے کچھ نظر نہ آیا۔میں نے پاروتی کو آواز دی۔کوئی جواب نہ ملا۔اب مجھے اندھیرے میں دھندلا دھندلا دکھائی دینے لگا تھا۔میں نے دیکھا کہ وہاں نہ پاروتی تھی نہ ہی وہ پراسرار دیہاتی تھا۔میں نے ہاتھوں سے ٹٹول کر دیکھا۔زمین پر پوری اور کچوریوں کے خالی پتے اور لفافہ پڑا تھا۔

اچانک مجھے خیال آیا کہ پراسرار دیہاتی نے کچوریوں میں بیہوشی کی دوا ملائی ہوئی تھی جس کی وجہ سے میں اور پاروتی بیہوش ہو گئے۔وہ ضرور کوئی خاص قسم کا سانپوں کا ماہر سپیرا تھا۔جس نے پاروتی کو پہچان لیا تھا کہ اس عورت میں ناگن بن جانے کی شکتی ہے۔اسی لیے وہ ہمارے تعاقب میں لگ گیا تھا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور ایک خاص منصوبہ بنا کر و پاروتی کے بیہوش ہوجانے کے بعد اسے اٹھا کر لے گیا۔ذرا میرا سر ہلکا ہوا تو میں کھنڈر سے باہر آیا۔آسمان پر تارے چمک رہے تھے۔دور دور تک اندھیرااور سناٹا چھایا ہوا تھا۔مجھے اپنی چھپائی ہوئی رقم کا خیال آگیا۔میں دوڑ کر کھنڈر میں آیا۔کونے میں پتھر ہٹا کر دیکھا۔وہاں رومال میں بندھی ہوئی ساری رقم موجود تھی۔نوٹ اور ریزگاری رومال میں سے نکال کر اپنے کرتے کی اندر والی خاص جیب میں رکھی اور سوچنے لگا کہ مجھے اس پراسرار دیہاتی کو کہاں تلاش کرنا چاہیے۔ظاہر ہے اس نے سب جھوٹ بولا تھا کہ وہ گوالیار جارہا ہے۔اور وہاں گاؤں گاؤں پھر کر چوڑیاں اور عورتوں کے سنگھار کی چیزیں فروخت کرتا ہے۔مجھے پراسرار دیہاتی کی گٹھری یاد آگئی۔میں واپس کھنڈر میں گیااور جھک کر پاؤں ادھر ادھر چلاتے ہوئے اندھیرے میں اس کی گٹھری تلاش کرنے لگا۔وہ مجھے ایک طرف پڑی ہوئی مل گئی۔میں اسے باہر لے آیا اسے ایک بار پھر کھول کر دیکھا۔ستاروں کی مدہم روشنی میں مجھے گٹھری میں سوائے کانچ کی چوڑیوں اور دوپٹوں کے اور کچھ بھی نہ ملا۔میں نے گٹھڑی کووہیں ایک طرف پھینک دیا اور سوچنے لگا کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس آدمی نے ہمیں دوپہر کے وقت کچوریاں کھلا کربے ہوش کیا تھااور اس وقت رات ہو رہی تھی۔اس کامطلب تھا کہ وہ تو اب تک بے ہوش پاروتی کو لے کر کہیں کا کہیں نکل چکا ہوگا۔ظاہر ہے پاروتی بے ہوش ہی ہوگی۔ہوش میں آنے کے بعد تو وہ ناگن بن کر ایک سیکنڈ میں میں اس آدمی کو ہلاک کرسکتی تھی اور واپس بھی آجاتی۔اگر وہ اب تک کھنڈر میں واپس نہیں آئی تو اس کامطلب ہے کہ یا تووہ ابھی تک بے ہوش ہے یا اس آدمی نے اسے مزید بے ہوشی کی کوئی دوائی پلادی ہوگی یاانجکشن لگا دیاہوگا۔اگر مجھے رات کے وقت ہوش آیاتھا تو یقینا پاروتی کو بھی اس وقت ہی ہوش آیا ہوگا۔اگر پراسرار دیہاتی پاروتی کومزید دوائی یاانجکشن لگا کر بے ہوش نہیں کرسکا تو پاروتی ضرور اب تک ناگن بن کر اسے ہلاک کرچکی ہوگی اور ممکن ہے کہ میرے پاس واپس کھنڈر میں چلی آرہی ہو۔مگر وقت کافی نکل گیاتھا۔کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس وقت وہ آدمی بے ہوش پاروتی کو کسی لاری یا ریل گاڑی میں ڈال کر کہاں پہنچ چکاہو۔وہ لاری یا ریل گاڑی کے مسافروں کو یہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کہہ کر مطمئن کرسکتا تھا کہ یہ میری بیمار بیٹی ہے۔بے ہوش ہوگئی ہے۔اسے دوسرے شہر کسی خاص اسپتال میں علاج کے لیے لے جارہا ہوں۔

میں ایک دوراہے پر آکر کھڑا ہوگیا تھا۔کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس طرف جاؤں۔آخر یہی فیصلہ کیا کہ مجھے کھنڈر میں کچھ دیر رک کر پاروتی کاانتظار کرلینا چاہیے۔ہوسکتا ہے اس نے ہوش میں آنے کے بعد ناگن بن کر پراسرار دیہاتی کو ہلاک کرڈالا ہو اور اب ناگن کے روپ میں یا عورت ہی کی شکل میں کھنڈر کی طرف واپس چلی آرہی ہو تاکہ مجھ سے دوبارہ آکر مل جائے اور مجھے اپنی روداد سنائے۔پاروتی کے ساتھ جو گزری تھی وہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔بعد میں جب پاروتی نے مجھے سارا قصہ سنایا تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

میں ماورائیت کی دنیا میں داخل ہوچکا تھا اور اب عقل کو حیران کردینے والے واقعات سامنے آرہے تھے۔میں وہیں کھنڈر کے باہر ایک طرف بڑے سے پتھر پر بیٹھ گیا۔رات بڑی حبس آلود تھی ذرا سی ہوا بھی نہیں چل رہی تھی۔ چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ویسے بھی مجھے اس وقت فساد زدہ شہر کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

طرف جاتے ہوئے خوف محسوس ہو رہا تھا۔کچھ معلوم نہیں تھا کہ شہر کے کس حصے میں کرفیو لگا ہے کہاں نہیں لگا ہوا۔سوچا رات اسی کھنڈر میں گزارنی چاہیے دن نکلے تو واپس لاری کے اڈے پر جاکر معلوم کروں گا کہ یہ پراسرار آدمی کون تھا۔شاید وہاں ایک آدھ ایسا آدمی مل جائے جو اسے جانتا ہو۔ کیونکہ اب میرا جھانسی کی طرف جانا بیکار تھا۔پاروتی کے بغیر میں جھانسی جاکر کیا کرتا۔

کسی نہ کسی طرح کبھی اونگھ کر کبھی اٹھ کر ٹہلتے ہوئے میں نے رات گزار دی۔آسمان پر صبح کی روشنی پھیلنا شروع ہوئی تو میں کھنڈر سے نکل کر متھرا شہر کی طرف چل پڑا۔جس طرف سے وہ آدمی ہمیں لے کر آیا تھا میں اسی راستے سے ہوتا ہوا ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔یہاں دیکھا کہ اسٹیشن کے باہر اور اندر سیکڑوں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے ہجوم کی شکل میں بیٹھے تھے۔معلوم ہوا کہ یہ متھرا شہر کے مسلمان ہیں جو بلوائی ہندو سکھوں سے کسی طرح جانیں بچا کر گھروں سے بھاگ کر اسٹیشن پر آگئے ہیں اور دوسرے شہروں کا رخ کررہے ہیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سڑکوں پر ہندوؤں کی ٹولیاں راشٹریہ گیت گاتی گزر رہی تھیں۔میں نے ایک رکشا والے سے کہا۔

”بھیا مجھے گوالیار والے لاری اڈے پر پہنچادو۔“

وہ بولا۔”دس روپے لوں گا۔“

میں نے جیب سے دس روپے کانوٹ نکال کر اسے دیااور رکشے میں بیٹھ گیا۔

وہ کہنے لگا۔

”شہر کے اندر بلوہ ہو رہا ہے۔باہر سے لے کر جاناہوگا۔“

وہ شہر کے باہر والی سڑک پر سے ہوتا ہوا خداجانے کون کون سے راستوں سے رکشا نکال کر آخر اسی لاری اڈے پر پہنچ گیا جہاں میں نے پہلی بار اس پر اسرار آدمی کو دیکھا تھا۔لاری اڈے پر بھی مسافروں کاکافی رش تھا۔ظاہر ہے یہ سب مسلمان تھے جو جان بچا کر ہندوؤں کے متعصب ترین شہر متھرا سے جانیں بچا کر دوسرے شہروں کو بھاگ رہے تھے۔میں اس جگہ پر آگیا جہاں وہ پراسرار آدمی بیٹھا گلاس میں چائے پی رہا تھا۔قریب ہی چائے کا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کھوکھا تھا جہاں پان سگریٹ بھی بکتے تھے۔اوپر ہندی اور اردو میں لکھاتھا۔

”جمنا داس پان سگریٹ شاپ۔“

میں نے ہندو بن کر کھوکھے والے کونمسکار کیااور کہا۔

”مہاراج! کل یہاں ایک آدمی زمین پر بیٹھا چائے پی رہاتھا۔اس کے پاس ایک گٹھری بھی تھی۔کیا آپ کو پتہ ہے وہ کون آدمی تھا؟“

میں نے یونہی اللہ توکل اس سے یہ سوال پوچھ لیا تھا۔کیونکہ لاری اڈے پر دن میں سیکڑوں آدمی چائے پینے آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔دکاندار کس کو یاد رکھ سکتا ہے۔میری توقع کے خلاف کھوکھے والے ہندو لالے نے گالس میں چمچ ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”تمہیں اس سے کیا کام ہے بھیا؟“

مجھے امید کی کرن نظر آئی۔میں نے یونہی کہہ دیا۔

”مہاراج! بات یہ ہے کہ کل میں نے اسی لاری اڈے پر اس آدمی سے اپنی پتنی کے لیے چاندی کی چار چوڑیاں خریدی تھیں۔گھرجاکر معلوم ہوا کہ وہ تو لوہے کی چوڑیاں ہیں۔ان پر چاندی کا پانی پھرا ہوا ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کھوکھے والا ہنس کر بولا۔

”وہ بڑا نوسرباز چلتر باز ہے۔ بھیا تم مارے گئے۔ اب وہ تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔“

میں نے لہجہ بڑا عاجزانہ بنا کر کہا۔

”مہاراج! وہ مجھ سے دھوکہ کرکے پچاس روپے لے گیا ہے اگر آپ اس کا کوئی اتہ پتا بتادیں تو میں اس سے ایک ایک پائی وصول کرلوں گا۔“

کھوکھے والا ایک گاہک سے بھی گفتگو کررہاتھا۔ میری طرف تھوڑی دیر کے لیے متوجہ ہو کر بولا۔

”بھیا! اس کا نام رام داس ہے۔ وہ پہلے شہر کی گلیوں میں سانپوں کا تماشا دکھایا کرتاتھا۔ یہ دھندا نہ چلا تو وہ اصلی نقلی چوڑیاں گلی گلی بیچنے لگا۔ مجھے اس کے ٹھکانے کا پتہ نہیں۔ تم ایسا کرو کہ یہاں سے کوسی پور کو جو سڑک جاتی ہے اس کے دسویں یا گیارہویں میل پر ایک ڈھکا ہوا کنواں آتا ہے۔ وہاں گنیش جی کا چھوٹا سا مندر ہے۔ اس کے پجاری سے رام داس کا پوچھ لینا شاید وہ تمہیں اس چلتر باز کا کوئی اتہ پتہ بتادے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرے لیے یہ کافی سے زیادہ معلومات تھیں۔ میں نے لاری اڈے پر ہی چائے اور پوریوں کاناشتہ کیااور پوچھتا پوچھتا متھرا سے جو کوسی پور کو سڑک جاتی تھی اس پر آگیا۔ یہ چھوٹی پختہ سڑک تھی۔ دونوں طرف درخت تھے۔ ان کے پیچھے آبادیاں تھیں۔ دس گیارہ میل کا سفر تھا۔ میں نے ایک تانگہ کرالیااور اللہ کانام لے کر چل پڑا۔ آسمان صاف تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ تانگہ سڑک پر ایک خاص رفتار سے چلا جارہاتھا۔ یہ تانگہ لاہور کے تانگوں کی طرح کانہیں تھابلکہ یکہ تھا جس پرسفر کرنا اپنے آپ کومصیبت میں ڈالنے کے برابر تھا لیکن سڑک پختہ تھی اس لیے ہچکولے زیادہ نہیں لگ رہے تھے۔

دسویں گیارہویں میل کے درمیان ڈھکا ہوا کنواں آگیا۔ یہ ایک بڑا سا گول کنواں تھا جس پر چھت ڈالی ہوئی تھی۔ ایک طرف سے اس کامنہ تھوڑا سا کھلا تھا۔ وہاں گدی بچھا کر ایک ہندو لالہ بیٹھا لوگوں کو پانی پلاتاتھا۔ قریب ہی برگد کے گنے درخت کے پہلو میں چھوٹا سا مندر تھا۔ مندر کے باہر کئی ایک جٹادھاری جوگی جسم پر راکھ مل کر بیٹھے سلفہ وغیرہ پی رہے تھے۔ عورتیں ان

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کی حلوہ پوری سے سیوا کر رہی تھیں۔ان میں سے دو ایک سادھو بالکل ننگے تھے۔میں مندر کے پجاری کا پوچھ کر اس کے

پاس پہنچا۔میں نے وہاں اپنے آپ کو ہندو ظاہر کیا۔پجاری کی توند واقعی بہت موٹی اور مٹکے کی طرح پھولی ہوئی تھی۔وہ پیتل کی لٹیا پاس رکھے مورتی کے پاس بیٹھا پوجا کرنے والوں سے پیسے وصول کر کے انہیں گیندے کا ایک ایک پھول دیتا جاتا تھا۔جب میں نے اسے ذرا فارغ دیکھا تو اس کے پاس جا کر ہندوؤں کی طرح نمسکار کیا اور کہا۔

"مہاراج! میں گوالیار سے آیا ہوں۔رام داس چوڑی والے کو ملنا چاہتا ہوں۔ میرے پتاجی سخت بیمار ہیں۔رام داس چوڑی والے کے بارے میں سنا ہے کہ اس کے پاس جوڑوں کے درد کی بڑی اچھی دوائی ہے۔مجھے اس کا پتہ بتادیں۔ آپ کی بڑی کرپا ہوگی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پجاری نے گول گول آنکھیں گھما کر مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔پھر مورتی کے اوپر رتن جو کے پھولوں کا ہار چڑھاتے ہوئے کہا۔

"اسی رام داس کا پوچھتے ہو جو ناگی بھی ہے؟"

ناگی سے اس کا مطلب سپیرے سے تھا۔میں نے جلدی سے کہا۔

"ہاں مہاراج اسی رام داس کا پوچھ رہا ہوں۔"

پجاری نے کہا۔

"اس کا کوئی ٹھکانہ تو ہے نہیں۔کبھی کبھار ادھر سے گزرتا ہے تم ایسا کرو بھیا' یہاں سے اتر کی طرف جاؤ۔آگے سڑک کی بائیں جانب مڑ جانا۔رانی کی حویلی آئے گی۔وہاں سپیروں کے کچھ جھونپڑے ہیں۔رام داس تمہیں وہیں ملے گا۔"

میں نے پجاری کو دھنہار کہہ کر اس کا شکریہ ادا کیا اور سڑک پر آ کر شمال کی طرف چل پڑا۔تھوڑی دور چلا ہوں گا کہ حبس کی وجہ سے پسینے میں شرابور ہو گیا۔وہیں درخت کے سائے میں بیٹھ گیا۔ایک سواریوں والا یکہ ادھر سے گزرا تو اس میں سوار ہو گیا اور کوچوان سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بھیاجی! مجھے رانی کی حویلی کے پاس اتار دینا۔“

دیہاتی ٹائپ کی سواریوں نے مجھے غور سے دیکھا۔خداجانے رانی کی حویلی میں کون سی پراسرار بات تھی۔یکہ ٹک ٹک کرتا سڑک پر رواں تھا۔میں اگلی سیٹ پر دو سواریوں کے درمیان سمٹ کر بیٹھا تھا۔کوئی آدھے گھنٹے بعد مجھے بائیں جانب ویران سے علاقے میں کچھ درختوں کے درمیان ایک پرانی عمارت نظر آئی۔یکے والے نے یکہ روک دیا اور کہا۔

”وہ سامنے رانی کی حویلی ہے بھیا۔“

میں یکے سے اتر کر درختوں کے اس جھنڈ کی طرف چلا جن کے درمیان پرانی عمارت نظر آرہی تھی۔پجاری نے کہا تھا کہ اس حویلی کے پاس کچھ جھونپڑیاں ہیں وہیں پراسرار دیہاتی یعنی رام داس آتا جاتا ہے۔حویلی کھنڈر بن چکی تھی۔بارش اور دھوپ نے شکستہ دیواریں سیاہ کردی تھیں۔بڑے دروازے کے دونوں پٹ غائب تھے اور دیواروں کے ساتھ ساتھ اونچی گھاس اگ رہی تھی۔میں حویلی کے قریب سے گزرا تو اندھیری ڈیوڑھی میں سے ایک کالی بلی نکل کر درختوں کی طرف بھاگ گئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

حویلی کے پیچھے مجھے نیم کے درختوں کے نیچے تین چار جھونپڑیاں دکھائی دیں۔قریب گیا تو ایک بوڑھی جھونپڑی کے باہر بیٹھا ناریل پی رہا تھا۔ذرا پرے دو عورتیں برتن دھو رہی تھیں۔یہ لوگ خانہ بدوش قسم کے تھے۔میں نے بوڑھے کو نمسکار کیا۔اس نے بھویں اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

”کیابات ہے بابو کس سے ملنا ہے؟“

میں نے رام داس کانام بتایا تو بوڑھے نے حویلی کی طرف اشارہ کیا۔

”وہاں حویلی میں دیکھو۔وہ کل آیا تھا۔حویلی میں تھوڑی دیر رہا پھر چلا گیا۔کیوں کیا بات ہے؟رام داس تو سپیرا ہے۔اس سے تمہیں کیا کام پڑ گیا بابو؟“

میں نے کہا۔”بس ایک ضروری کام پڑ گیا تھا۔کچھ معلوم ہے وہ کدھر گیا ہو گا؟“

بوڑھے نے سر ہلایا۔”کچھ معلوم نہیں۔“

میں نے پوچھا۔”وہ اکیلا آیا تھا یااس کے ساتھ کوئی عورت بھی تھی؟“

بوڑھا مزے سے ناریل پی رہا تھا۔بولا۔

”اکیلا تھا۔عورت اس کے پاس کہاں سے آئے گی؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے سوچا کہ حویلی کے کھنڈر میں چل کر دیکھنا چاہیے۔شاید وہاں پاروتی کا کوئی سراغ مل جائے۔میں حویلی کی طرف چل پڑا۔حویلی جتنی باہر سے خستہ حال تھی اس سے زیادہ اندر سے بوسیدہ اور ویران تھی۔میں صرف اس خیال سے وہاں چلا آیا تھا کہ پراسرار دیہاتی اگر یہاں آیا تھا تو پاروتی بھی بے ہوشی کی حالت میں اس کے پاس ہی ہوگی۔ہوسکتا ہے وہاں کوئی کھوج مل جائے۔حویلی کی کوٹھریوں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔کسی کوٹھری کا دروازہ سلامت نہیں تھا۔ایک طرف سیڑھیاں اوپر کی منزل کوجاتی تھیں۔میں بڑے غور سے جائزہ لیتا سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل میں آگیا۔یہاں ایک دالان تھا۔فرش اکھڑا ہوا تھا۔ایک طرف برآمدہ تھا۔پیچھے دوکوٹھریاں نظر آئیں جن میں سے ایک کا دروازہ غائب تھا۔دوسری کوٹھری کا دروازہ بند تھا۔دروازہ کھولا تو اندر سے لوبان کی تیز خوشبو آئی۔کوٹھری میں اندھیرا تھا۔دروازہ کھولنے سے دالان کی تھوڑی سی روشنی اندر پڑی۔کوٹھری میں داخل ہوگیا۔کوٹھری میں مٹی کے دومٹکوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔یہ مٹکے درمیانے سائز کے تھے او ران کے منہ کپڑا لپیٹ کر بند کیے ہوئے تھے۔میں ایک مٹکے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے پاس آکر اسے جھک کر دیکھنے لگا۔مٹکے کے منہ پر کپڑا خوب کس کرباندھا گیاتھا۔اس کے گرد رسی باندھ کر اسے مزید مضبوط کردیا گیا تھا۔میں نے مٹکے کوہلایا کہ کہیں اس کے اندر کوئی پرانا خزانہ نہ ہو۔مگر اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔میں دوسرے مٹکے کے پاس آگیا۔اسے بھی ہلاجلا کر دیکھا۔اندر سے مٹکے خالی لگتے تھے۔اگر اندر کوئی شے ہوتی تو ہلانے جلانے سے ضرور آواز پیدا ہوتی مگر کوئی آواز پیدا نہیں ہوئی تھی۔میں کوٹھری سے نکل کر واپس دالان میں آیا تو مجھے سیڑھیوں میں دو آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز آئی۔ دونوں آدمی باتیں کرتے اوپر آرہے تھے۔وہاں چھپنے کے لیے سوائے مٹکوں والی کوٹھری کے اور کوئی جگہ نہیں تھی۔میں دوڑ کر کوٹھری میں آگیا۔

کوٹھری میں اوپر چھت کے ساتھ چھوٹی سی دوچھتی بنی ہوئی تھی۔میں نے دروازہ بند کردیا اور اچھل کر دوچھتی پر چڑھ کر اس کے اندر سمٹ سمٹا کر بیٹھ گیا۔میرا خیال تھا کہ دونوں آدمی دالان میں سے گزر کر اوپر حویلی کی چھت کی طرف چلے جائیں گے۔مگر وہ سیدھے اسی کوٹھری کی طرف آئے جس کی دوچھتی میں میں چھپا ہوا تھا۔کوٹھری کا دروازہ کھلا۔دالان کی روشنی میں میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے دو دیہاتی قسم کے کالے رنگ کے آدمیوں کو دیکھا جنہوں نے سروں پر گیروے صافے باندھ رکھے تھے۔ کندھوں پر سپیروں والے جھولے لٹک رہے تھے۔ایک کے ہاتھ میں بین تھی۔دونوں سپیرے لگ رہے تھے۔وہ کوٹھری کے اندر آکر مٹکوں کے پاس بیٹھ گئے۔ایک نے کہا۔

"دروازہ تو بند کردو۔"

دوسرے سپیرے نے اٹھ کر دروازہ بند کردیا۔دروازہ بند کرنے سے دالان کی روشنی جو اندر آرہی تھی رک گئی اور کوٹھری میں اندھیرا چھا گیا۔میں بہت آہستہ آہستہ سانس لے رہاتھا۔مجھے ڈر بھی محسوس ہونے لگا تھا کہ اگر ان لوگوں کو میری موجودگی کا علم ہو گیا تو خدا جانے میرے ساتھ کیا سلوک کریں۔ دونوں سپیرے ہٹے کٹے تھے۔مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کوٹھری میں کیا کرنے آئے ہیں۔اندھیرے میں اب وہ مجھے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اتنے میں ایک سپیرے نے دوسرے سے کہا۔

"ارے گنگوادیا تو جلالے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پھر ماچس کی تیلی جلانے کی آواز آئی۔کوٹھری میں جلتی ہوئی دیا سلائی کی روشنی ہو گئی۔سپیرے نے چراغ نکال کر سامنے رکھ لیا تھا۔اس نے چراغ روشن کردیا۔میں سانس روکے یہ ساری کارروائی خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جس سپیرے نے چراغ جلایا تھا وہ بین کو کپڑے سے صاف کرنے لگا۔ دوسرے سپیرے نے پہلے ایک مٹکے کا منہ کھولا۔اندر ہاتھ ڈالا تو سانپ کی پھنکار کی آواز نے میرے رونگٹے کھڑے کردیئے۔اس نے ہاتھ مٹکے سے باہر نکالا تو ایک کالے رنگ کا سانپ اس کی کلائی سے لپٹا ہوا تھا۔اسی طرح اس نے دوسرے مٹکے کا منہ کھول کر اندر ہاتھ ڈالااور اس میں سے بھی سانپ نکال لیا۔پھر دونوں سانپوں کو اس نے زمین پر چھوڑ دیا۔دونوں سانپ زمین پر آتے ہی کنڈلی مار کر ایک دوسرے کے قریب ہو کر بیٹھ گئے۔پہلے سپیرے نے بین بجانی شروع کردی۔دوسرا سپیرا رومال سے دونوں سانپوں کو چھیڑنے لگا۔دونوں سانپوں نے پھنکارتے ہوئے اپنے پھن کھول دیئے اور بین کی آواز یابین کے ادھر ادھر لہرانے پر جھولنے لگے۔سانپ جھومتے ہوئے کبھی ایک دوسرے کے ساتھ لگ جاتے' کبھی ایک سانپ دوسرے سانپ کے گرد چکر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لگانے لگ جاتا۔یہ کھیل کوئی دس پندرہ منٹ تک جاری رہا۔مجھے دوچھتی میں گھس کر بیٹھے بیٹھے پسینہ آنے لگا تھا۔اب میں پہلے سے زیادہ خوف زدہ تھا۔ کیونکہ پکڑے جانے کی صورت میں یہ لوگ مجھ پر سانپ چھوڑ سکتے تھے اور وہاں میری لاش کو بھی کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔

جب سانپوں کو نچانے اور رجھانے کا کھیل ختم ہوااور سپیرے نے بین بجانی بند کردی اور دوسرے سپیرے نے سانپوں کو اٹھایااور باری باری مٹکوں میں بند کرکے

اوپر کپڑا لپیٹ دیا پھر دونوں جلتے ہوئے دیئے کے پاس بیٹھ گئے اور بیڑیاں نکال کر پینے لگے۔ایک سپیرے نے کہا۔

”چھجو بھائی! رام داس قسمت کابڑا دھنی نکلا۔سنا ہے ناگن ماتا کی کوئی ناگن عورت اس کے ہاتھ لگ گئی ہے۔“

دوسرے سپیرے نے بیڑی کا کش لگا کر کہا۔

”سنا تو میں نے بھی ہے۔پر یقین نہیں آیا۔کہاں رام داس چور اچکا سپیراور کہاں ناگن ماتا کی ناگن عورت...“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پہلے سپیرے نے کہا۔

”ارے رام داس تو مہیشور میں اہلیا بائی کی چھتری والی سمادھی میں چلہ کاٹ رہا ہے‘ کہ ناگن عورت کی شکتی اس میں آجائے۔“

میرے کان کھڑے ہوگئے۔مجھے کبھی یقین نہیں تھا کہ اس ویران حویلی کی دوچھتی میں چھپے چھپے گوہر مراد مل جائے گا اور پراسرار دیہاتی سپیرے اور پاروتی کا سراغ معلوم ہوجائے گا۔میں ہمہ تن گوش ہو کر ان کی باتیں سننے لگا۔مگر اس کے بعد وہ کچھ دیر بیٹھ کر دوسرے سپیروں کی باتیں کرتے رہے اور پھر دیا بجھا کر دروازہ کھول کر باہر نکل گئے۔وہ دروازہ بند کرگئے تھے۔میں دوچھتی سے نیچے اتراور سوچنے لگا کہ یہ مہیشور کہاں ہے جہاں اہلیا بائی کی چھتری والی سمادھی ہے کیونکہ پاروتی کی تلاش میں اب مجھے وہاں جانا تھا۔

میں حویلی سے نکلا اور متھرا کو جانے والی سڑک پر آکر کھڑا ہو گیا۔یہاں سے ایک سواریوں والے یکے میں بیٹھ کر متھرا شہر واپس آگیا۔اب میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مہیشور نام کا شہر کہاں ہے جہاں اہلیابائی کی چھتری والی سمادھی ہے۔یہ معلومات مجھے ریلوے اسٹیشن سے ہی مل سکتی تھیں۔چنانچہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں متھرا کے ریلوے اسٹیشن پر آگیا۔وہاں انکوائری سے مجھے جو معلومات حاصل ہوئیں وہ یہ تھیں کہ پہلے مجھے کھنڈوہ جانا پڑے گا۔وہاں سے کھر گون جانا ہوگا۔کھرگون میں دریائے نربدا کے کنارے سے ریاست بلکر کی سرحد شروع ہوجاتی ہے۔ریاست کی سرحد پر پہلا شہر مہیشور آتا ہے۔اسی شہر کے باہر ایک پہاڑی پر اہلیا بائی کی چھتری والی سمادھی ہے۔یہاں ایک پرانا قلعہ بھی ہے۔ریلوے کے انکوائری کلرک نے بتایا کہ کھنڈوہ جانے والی گاڑی شام کو پیچھے دلی سے آئے گی۔جتنی معلومات کی مجھے ضرورت تھی وہ مجھے مل گئی تھیں۔سب سے پہلے مجھے کھنڈوہ جانا تھا۔ست پڑا کے جنگلاتی علاقے میں واقع یہ شہر میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔میں وہیں اسٹیشن پر ہی بیٹھ گیا۔دوپہر کا کھانا بھی اسٹیشن پر ہی کھایا۔اسٹیشن پر اب قدرے امن و امان تھا۔فسادات کی وجہ سے شہر کے جو مسلمان خاندان گھر بار چھوڑ کر اسٹیشن پر آگئے تھے وہ دوسرے شہروں کو جاچکے تھے۔

اسٹیشن پر بیٹھے بیٹھے شام ہوگئی۔ٹکٹ والی کھڑکی کھل گئی۔میں نے متھرا سے کھنڈوہ تک کا تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے لیااور جس پلیٹ فارم پر گاڑی کو آنا تھا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہاں آکر گاڑی کاانتظار کرنے لگا۔کم بخت گاڑی ایک گھنٹہ لیٹ تھی۔میں بیٹھا رہا۔آخر شام کے کوئی سات سوا سات بجے گاڑی آئی۔گاڑی میں بہت زیادہ رش تھا۔دلی میں بھی فسادات شروع ہوچکے تے۔وہاں سے اور آس پاس کے علاقوں سے مسلمان بھاری تعداد میں بمبئی کی طرف ہجرت کررہے تھے۔میں بھی ایک ڈبے میں گھس کربیٹھ گیا۔متھرا سے کھنڈوہ تک کابڑا لمبا سفر تھا۔راستے میں گوالیار آیا۔جھانسی آیا' بھوپال آیا' ہوشنگ آباد آیا۔اس طرح سفر کرتے کرتے گاڑی ایک رات اور ایک دن کے سفر کے بعد دوسرے دن رات کے ایک بجے جاکر کہیں کھنڈوہ پہنچی۔اس طرف حالات بڑے پرسکون تھے۔مشرقی پنجاب دلی اور متھرا کے مقابلے میں یہاں کافی امن امان تھا۔اگرچہ ہندوستان کے آزاد ہوجانے کی یہاں بھی خوشیاں منائی جارہی تھں' مجھے ہندوستان اور اس کی آزادی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی میں تو پاروتی کی تلاش میں وہاں آیا تھا اور اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ خدا کرے جہاں میں جارہا ہوں وہ مل جائے۔اسٹیشن پر سے ہی میں نے کھرگون اور مہیشور شہر کے بارے میں معلوم کیا کہ وہاں سے کتنے فاصلے پر ہیں۔مجھے ساری معلومات مل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گئیں۔مجھے کھنڈوہ سے بس میں سفر کرکے کھرگون اور وہاں سے مہیشور پہنچنا تھا۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔

میں وہیں مسافر خانے میں ایک طرف پڑ کر سو گیا۔صبح کافی دن چڑھے آنکھ کھلی۔ریلوے کے ریفریشمنٹ روم کے غسل خانے میں جاکر نہایا۔اسٹیشن کی کینٹین پر آکر تھوڑا بہت کھایا پیااور پتہ کرتے کرتے اس لاری اڈے پر آگیا جہاں سے کھرگون اور مہیشور کو بسیں جاتی تیں۔یہ پرانی قسم کی کھڑکھڑاٹائپ کی لاریاں تھیں ان کی چھتوں پر بھی مسافر بیٹھ جاتے تھے۔ایک بس کھرگون قصبے کی طرف جارہی تھی۔میں اس میں بیٹھ گیا۔آدھ گھنٹے بعد کھرگون پہنچا۔وہاں سے ایک دوسری بس پکڑی اور دریائے نربدا کے کنارے پرآباد مہیشور پہنچ گیا۔

یہ ریاست بلکر کاایک بڑا قصبہ تھا۔شہر نہیں تھا۔کچے پکے مکان تھے۔آبادی ٹیلوں پر اور ٹیلوں کے دامن میں پھیلی ہوئی تھی۔وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ قصبہ اپنے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پرانے قلعوں اور محلوں اور باولیوں کے کھنڈرات کی وجہ سے بہت مشہور ہے اور سارا سال سیاح یہاں آتے رہتے ہیں۔میں نے اہلیابائی کی سمادھی کاایک آدمی سے پوچھا۔اس نے دور ایک پہاڑی کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

”وہ چھتری دیکھ رہے ہو ناں۔بس وہی اہلیابائی کی چھتری والی سمادھی ہے۔“

یہ سمادھی ایک پہاڑی پر واقع تھی اور راستہ درختوں کھیتوں میں سے ہو کر جاتا تھا۔میں اسی وقت سمادھی کی طرف چل پڑا۔چھوٹے چھوٹے ٹیلوں پر بنے ہوئے مکانوں کی چھتیں ٹین کی تھیں۔کہیں کہیں سرخ کھپریل کی ڈھلواں چھتیں بھی نظر آرہی تھیں۔میں پیدل چلا جارہاتھا۔کھیت ختم ہوئے تو جنگلی جھاڑیاں شروع ہو گئیں پھر درختوں کے جھنڈ آگئے۔ان کے آگے دریائے نربدا بہہ رہاتھا۔اس دریا کو وہاں نربدا ندی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔دریا کا پاٹ ہمارے پنجاب کی کسی بڑی نہر جتنا ہی تھا۔اس دریا کو وہاں نربدا ندی کہہ کرپکارا جاتا ہے۔دریا کا پاٹ ہمارے پنجاب کی کسی بڑی نہر جتنا ہی تھا۔اوپر ایک پل بنا ہوا تھا۔ایک طرف گھاٹ بھی تھا جہاں سے کشتیاں دوسرے کنارے پرجاتی تھیں۔میں پل پر سے ہو کر دریا کے دوسرے کنارے پہنچا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہاں سے اس پہاڑی کی چڑھائی شروع ہوجاتی تھی جس کے اوپر اہلیابائی کی سمادھی تھی۔پہاڑی کی چوٹی پر سمادھی کی چھتری دکھائی دے رہی تھی۔

پہاڑی چھوٹی تھی۔کوئی آدھ گھنٹے میں میں اوپر پہنچ گیا۔یہ سمادھی وہاں کے لوگوں کے مطابق راجہ بلکر کی بیوی کی تھی مگر اس کی حالت اتنی اچھی نہیں تھی۔یہ صدیوں پرانی عمارت تھی۔عمارت کی ایک جانب چھوٹا سا میوزیم بھی تھا جہاں شیشے کے شوکیسوں میں نوادرات رکھے ہوئے تھے۔سیاح ان کی تصویریں اتار رہے تھے۔میں بہت محتاط ہو کر چل پھر رہا تھا۔اگر پراسرار دیہاتی سپیرا یہاں موجود تھا تو وہ مجھے دیکھ کر وہاں سے فرار بھی ہوسکتا تھا اور پاروتی جس حالت میں بھی اس کے ساتھ تھی وہ اسے اپنے ساتھ بھگا کر لے جاسکتا تھا۔میں سیاحوں کے درمیان چہرہ چھپانے کی کوشش کرتا ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہاں سوائے غیر ملکی سیاحوں اور دو ایک گارڈز کے اور کوئی آدمی نظر نہیں آرہا تھا۔

میں سوچنے لگا کہ اگر پراسرار سپیرا رام داس یہاں آچکا ہے تو وہ کہاں ہوگا؟ یہاں کونسی جگہ ایسی ہے کہ جہاں وہ پاروتی کی طاقت حاصل کرنے کے لیے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چلہ کاٹ رہا ہے؟ یہ سوال بار بار میرے ذہن میں گردش کررہے تھے اور ان کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔بہرحال مجھے پراسرار سپیرے کو ہرحالت میں تلاش کرنا اور اس کے قبضے سے پاروتی کو آزاد کرانا تھا۔میں عمارت کی پچھلی طرف آگیا۔یہاں پہاڑی کی ڈھلان کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹا سا گلی نما راستہ سمادھی کی عمارت کے شمال کی طرف کسی قلعے کے کھنڈر کی طرف جاتا تھا۔اس راستے کی دونوں جانب پتھر کی مورتیاں استادہ تھیں۔یہ ساری کی ساری مورتیاں بڑی ڈراؤنی تھیں۔ان کی شکلیں غیر انسانی تھیں۔ایک مورتی کی پتھر کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔میرے دل میں اس مورتی کو توڑنے کی شدید خواہش پیدا ہوئی۔میں وہیں رک گیا۔میں نے دائیں بائیں دیکھا کہ وہاں کوئی مجھے دیکھ تو نہیں رہا۔یہ تنگ راہ داری ساری خالی پڑی تھی۔میں نے مورتی کی زبان کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا۔مگر وہ تو پتھر کی تھی' اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہلی۔فرش پر ایک جگہ پتھر پڑا تھا۔میں نے پتھر اٹھالیا۔سوچا سب سے پہلے اس کافر مورتی کی زبان توڑتا ہوں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے پتھر زور سے مورتی کی زبان پر مارا۔مورتی کی زبان اس ضرب سے تھوڑی سی ٹوٹ گئی۔میں دوسری ضرب لگانے لگا تو اچانک مورتی کے پاؤں کے نیچے پتھر کی دیوار کی ایک سل اپنی جگہ سے گڑگڑاہٹ کے ساتھ اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔پہلے تو میں ڈر کر پیچھے ہٹ گیا پھر غور سے اس چوکور روشندان کی طرح کے سوراخ کو دیکھنے لگا جو دیوار میں فرش سے تھوڑا اوپر نمودار ہو گیا تھا۔میں نے جھک کر سوراخ کے اندر دیکھا۔اندر سیڑھیاں نیچے اترتی تھیں اور وہاں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔اچانک مجھے خیال آیا کہ ہوسکتا ہے نیچے کوئی تہہ خانہ ہوجہاں پاروتی بے ہوش یا قید میں پڑی ہو۔یہ خیال قدرت کی طرف سے میرے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔میں نے اللہ کانام لیااور سوراخ میں داخل ہو کر دیوار کو پکڑ پکڑ کر دو تین سیڑھیاں نیچے اتر گیا۔جیسے جیسے نیچے اترہا تھا اندھیرا گہرا ہوتاجاتا تھا۔سیڑھیاں بھی نیچے اترتی جارہی تھیں میں نے ہمت نہ ہاری۔ دل کو مضبوط کیا۔دل میں کلمہ شریف پڑھا اور ساری سیڑھیاں اتر گیا۔میرے پاؤں فرش کے ساتھ ٹکرائے۔اندھیرا اتنا گہرا تھا کہ واقعی مجھے اپنے ہاتھ بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔میں ٹٹول کر دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اندھیرے میں جتنی آنکھیں کھول سکتا تھا کھول کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا مگر مجھے کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔سوچا خواہ مخواہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤں۔مجھے واپس چلے جانا چاہیے۔اوپر دیکھا' سیڑھیوں کے اوپر جو روشندان نما چوکور سوراخ تھا وہ شاید اپنے آپ بند ہو گیا تھا۔کیونکہ اس میں سے دن کی روشنی اندر نہیں آرہی تھی۔میں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف مڑنے لگا تو مجھے ایسی آواز آئی جیسے کسی نے سسکی بھری ہو۔

میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے مگر میں اندھیرے میں تہہ خانے کی دیوار کے ساتھ لگ کر وہیں کھڑا رہا۔اچانک دوسری بار پھر سسکی بھرنے کی آواز آئی۔میں نے

سانس روک لیا اور اپنے کان آواز پر لگادیئے۔اندھیرا اتنا تھا کہ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔میں سوچ رہا تھا کہ یہ سسکی کس کی ہوسکتی ہے۔تیسری بار سسکی کی آواز سسکار میں بدل گئی۔تھوڑی تھوڑی دیر بعد جیسے کوئی سی سی کررہا ہو۔پھر سسکاروں کے درمیان پھنکار کی آواز سنائی دی۔

دہشت کے مارے مجھے پسینہ آگیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ یقینا کوئی زہریلا سانپ تھا جس نے اندھیرے میں مجھے دیکھ لیا تھ ااور اب سسکارتا پھنکارتا میری طرف بڑھ رہاتھا۔میں تیزی سے اندازہ لگا کر سیڑھیوں کی طرف لپکا۔عین اسی وقت مجھے کسی کے گہرا سانس بھرنے اور کسی کو پکارنے کی آواز سنائی دی۔میرے قدم وہیں رک گئے۔میں نے آواز پہچان لی تھی۔یہ پاروتی کی آواز تھی۔میں نے فوراً بلند آواز میں کہا۔

”پاروتی! تم کہاں ہو؟“

اس اندھیرے تہہ خانے کی چھت یقینا اونچی تھی۔کیونکہ میری آواز نے کافی گونج پیدا کی تھی۔دوسری جانب سے مجھے پاروتی نے کمزور اور نحیف آواز میں میرا نام لیا۔

”انور! انور یہاں آؤ۔“

اب میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ میں نے پاروتی کو اپنانام انور بتایا ہوا تھا۔حالانکہ یہ میرانام نہیں ہے۔محبت‘ جنگ اور پردیس میں آدمی کو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔

پاروتی کی آواز نے مجھے ایک دم شیر دل بنادیا۔میں نے بلند آواز میں پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تم کہاں ہو؟“

پاروتی کی آواز آئی۔

”آجاؤ... آجاؤ... تہہ خانے میں۔“

وہ رک رک کر بول رہی تھی جیسے اسے بڑی کوشش کرکے بولنا پڑ رہا ہو۔آواز بھی کسی کنوئیں سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔اس کامطلب تھا کہ آگے کوئی دوسرا تہہ خانہ بھی تھا۔میں دیوار کوہاتھوں سے ٹٹولتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ایک جگہ دیوار ختم ہوگئی۔میں وہیں بیٹھ کر ہاتھوں سے ٹٹولنے لگا۔نیچے ایک اور سیڑھی تھی۔میں سیڑھیاں اتر گیا۔یہ پتھر کی سیڑھیاں تھیں اور چار پانچ ہی تھیں۔سیڑھیاں ختم ہوئیں تو آگے پتھریلا فرش تھا۔

پاروتی کی سسکار کی آواز برابر آرہی تھی اور میں اسی آواز کی سمت آگے بڑھ رہا تھا۔میں اندھیرے میں تہہ خانے کے فرش پر پاؤں کے بل بیٹھاتھا۔میں نے آواز دی۔

”پاروتی! تم کہاں ہو؟ میں تہہ خانے میں پہنچ گیا ہوں۔“

ایک لمبی سسکار کے ساتھ پاروتی کی کمزور اور رکتی ہوئی آواز آئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں پٹاری میں بند ہوں۔میں ناگن کی شکل میں ہوں۔“

میرے خدایا۔بے اختیار میرے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اندھیرے میں دیوار کو تلاش کرکے اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا۔ میرے پاؤں فرش پر رکھی کسی چیز سے ٹکرائے۔میں وہیں بیٹھ گیا اور ہاتھوں کو بڑھا کو ٹٹولا۔یہ پٹاری تھی جس کے اوپر پتھر کی سل رکھی ہوئی تھی۔

”پاروتی! کیا اسی پٹاری میں تم قید ہو؟“

”ہاں۔“ پاروتی نے آہ بھر کر کہا۔

میں نے سل کو ہٹادیا۔پٹاری کے اندر ہاتھ ڈالا۔میری انگلیاں ایک سانپ کے لچکیلے جسم سے ٹکرائیں۔ساتھ ہی پاروتی کی آواز آئی۔

”آہ انور! بھگوان نے تمہیں میری مدد کے لیے بھیج دیا۔مجھے یہاں سے نکال کر لے چلو۔جلدی کرو۔سپیرا آگیا تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔“

میں نے سانپ کو جو اصل میں پاروتی ناگن کے روپ میں تھی پٹاری میں سے نکال کر اپنی کلائی کے گرد لپیٹااور اندھیرے میں دیوار کا سہارا لیے راہ بناتا پہلے ایک تہہ خانے سے نکلا پھر دوسرے تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھنے لگا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرے آخری سیڑھی پر قدم رکھتے ہی سوراخ کا دروازہ خود بخود کھل گیا میں مورتی والے چوکور سوراخ میں سے باہر روشنی میں آگیا۔تنگ گلی بالکل خالی تھی۔میں نے دن کی روشنی میں پاروتی کو دیکھا۔وہ نسواری رنگ کے سانپ کے روپ میں تھی اور نڈھال نظر آرہی تھی۔اس کا پھن سمٹا ہوا تھا۔میں نے کہا۔

”خدا کا شکر ہے پاروتی کہ میں عین وقت پر آگیا۔میں اسی دن سے تمہاری تلاش میں تھا جب سے تم رانی کی حویلی میں سے غائب ہوئی ہو؟“

پاروتی کہنے لگی۔”یہ میری تم سے محبت ہے جس نے مجھے اتنی طاقت عطا کردی ہے کہ میں ناگن بن کر بھی تم سے انسانی آواز میں بات کر سکتی ہوں۔ ورنہ شروع میں مجھے بڑی دقت پیش آرہی تھی۔اب یہاں سے نکل چلو۔“

میں نے اس سے کہا۔

”تم انسانی شکل میں واپس کیوں نہیں آجاتیں۔تم تو عورت سے ناگن اور ناگن سے عورت بن سکتی ہو۔“

ناگن پاروتی نے سرد سسکار بھر کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میری یہ طاقت اس سپیرے نے ختم کردی ہے۔“

”یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟“ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔”اس کا مطلب ہے کہ تم اب کبھی انسانی شکل میں واپس نہیں آسکوگی۔“

پاروتی کی آواز آئی۔

”یہ ساری باتیں تمہیں پھر کسی وقت بتاؤں گی پہلے یہاں سے بھاگ چلو۔اور مجھے چھپالو۔“

ناگن پاروتی سانپ کی شکل میں فٹ ڈیڑھ فٹ سے زیادہ لمبی نہیں تھی۔میں نے اسے قمیص کے اندر ڈال کر قمیص کے بٹن بند کرلیے۔پاروتی میری کمر کے گرد لپٹ گئی تھی۔وہاں سے اہلیا بائی کی سمادھی والی عمارت کی طرف آنے کی بجائے میں پتھر کی مورتیوں والی گلی میں آگے چل پڑا۔آگے ایک پرانے قلعے کا کھنڈر نظر آرہا تھا۔وہاں سے ڈھلان پر بنی ہوئی پتھریلی سیڑھیاں پہاڑی سے نیچے جارہی تھیں۔میں ان سیڑھیوں پر سے نیچے اترنے لگا۔اس وقت آسمان پر بادل جمع ہونا شروع ہوگئے تھے۔لگتا تھا کہ بارش ہونے والی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہے۔میں جس مقصد کی خاطر مہیشور آیا تھا وہ مقصد پورا ہوگیا تھا۔اب وہاں میرا کوئی کام نہیں تھا۔

پاروتی نے قمیص کے اندر سے پوچھا۔

”یہ کونسی جگہ ہے؟“

میں نے اسے بتایا کہ ہم اس وقت کھنڈر سے کافی دور دریائے نربدا کے کنارے آباد مہیشور نام کے شہر میں ہیں اور سپیرے نے اسے پہاڑی پر واقع اہلیا بائی کی سمادھی کے کھنڈر کے ایک تاریک تہہ خانے میں قید کیا ہوا تھا۔

پاروتی نے کمزور آواز میں کہا۔

”میرے خدا نے مجھے بچالیا انور! تمہارا خدا اب میرا خدا بھی ہے۔میں نے ہندوؤں کے بھگوان کو چھوڑ دیا ہے۔“

میرے لیے یہ بڑی خوشی کی بات تھی۔میں نے اسے کہا۔

”خدا تمہیں سیدھی راہ پر ضرور لے آئے گا۔تم مظلوم اور بے گناہ عورت ہو۔“

میں ساتھ ساتھ پہاڑی پر بنی ہوئی بے ترتیب سیڑھیاں بھی اترتا جارہا تھا۔میں نے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیا تمہیں اس ذلیل سپیرے نے ناگن بنادیا ہے اگر تم اپنی مرضی سے ناگن بنی ہو تو انسانی روپ میں کیوں نہیں آتیں؟“

پاروتی نے نقاہت بھری آواز میں کہا۔

”میری روح تھکی ہوئی ہے انور! ابھی مجھ سے خدا کے لیے کچھ نہ پوچھو۔سب سے پہلے مجھے کسی جگہ تھوڑا سا دودھ لے کر پلاؤ۔مجھ پر سپیرے کے منتروں کا بہت شدید اثر ہے۔“

”فکر نہ کرو۔میں دودھ کا بندوبست کرتا ہوں۔“

پہاڑی سے نیچے اترنے کے بعد میں اس جانب چلنے لگا جدھر مہیشور نامی قصبے یا چھوٹے شہر کی آبادی نظر آرہی تھی۔خود مجھے بھی بھوک اور پیاس محسوس ہو رہی تھی۔میں آبادی کے ایک چھوٹے سے بازار میں آگیا۔یہاں دکانیں کھلی تھیں۔ایک جگہ مجھے ایک دکان کے باہر ویشنو بھنڈار لکھا ہوانظر پڑا۔یہ چھوٹا سا ویشنو ہوٹل تھا جہاں صرف دال سبزیاں ہی پکتی تھیں۔اس وقت ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہوگئی تھی۔ہوٹل ایک دکان کی طرح کا تھا۔اندر تین میزیں بچھی تھیں۔میں کونے والی میز پر جا کر بیٹھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گیا۔اپنے لیے چاول اور سبزی منگوائی اور پاروتی کے لیے دودھ کا ایک کپ بھی منگوایا۔ہوٹل کے ملازم نے مجھ سے پوچھا۔

”صاحب آپ کھانے کے ساتھ دودھ پیئے گا۔“

میں نے کہا۔”ہاں یہ میری عادت ہے۔“

نوکر ایک تھالی میں ابلے ہوئے چاول اور سبزی ڈال کر لے آیا۔ساتھ ایک کپ میں دودھ لاکر اس نے میز پر رکھ دیا۔دکان میں صرف ایک گاہک اس وقت بیٹھا کھانا کھا رہا تھا جس کی پیٹھ میری طرف تھی۔میں نے دودھ کا کپ فرش پر میز کے قریب ہی رکھا اور پاروتی سے آہستہ سے کہا۔

”میں نے دودھ کا کپ نیچے رکھ دیا ہے۔“

اور موقع دیکھ کر پاروتی کو قمیص کے اندر سے نکالا اور چپکے سے نیچے میز کے پاؤں کے پاس رکھ دیا۔پارتی کے سانپ نے اپنا منہ کپ میں ڈالا اور دودھ پینا شروع کردیا۔میں چاول کھانے لگا۔خدا کا شکر ہے کہ جتنی دیر تک پاروتی دودھ پیتی رہی ہوٹل کا کوئی ملازم ادھر نہ آیا۔جب دودھ کا کپ خالی ہوگیا تو میں نے ایک ہاتھ نیچے ڈال کر سانپ کو اٹھایا اور اپنی قمیص کے اندر ڈال کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

خاموشی سے چاول کھانے میں مصروف ہو گیا۔سانپ اپنے آپ میری کمر کے گرد لپٹ گیا۔پاروتی کی آواز آئی۔

”اب مجھے اپنے اندر کچھ توانائی محسوس ہونے لگی ہے۔“

میں نے آہستہ سے کہا۔

”اس وقت میں تم سے کوئی بات نہیں کرسکتا۔نوکر ادھر آرہا ہے۔“

ہوٹل کاملازم میرے پاس آکر بولا۔

”صاحب کچھ اور چاہیے؟“

میں نے کہا۔ ’نہیں...“

ملازم ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

”صاحب دودھ کا کپ کہاں چلا گیا؟“

میں نے جلدی سے نیچے فرش پر سے کپ اٹھا کر میز پر رکھ دیا۔

”لے جاؤ‘ میں نے دودھ پی لیا ہے۔“

نوکر حیران ضرور ہوا کہ آخر مجھے دودھ پینے کے بعد خالی کپ فرش پر رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔میں نے کھانا کھا کر ہاتھ دھوئے۔ہوٹل والے کو بل ادا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیااور باہر سڑک پر آگیا۔بوندابانڈی اسی طرح ہو رہی تھی۔پاروتی نے میری قمیص کے اندر سے پوچھا۔

”کیامینہ پڑنے لگا ہے؟ مجھے بارش کے پانی کی خوشبو آرہی ہے؟“

سڑک پر لوگ آجارہے تھے۔میں نے موقع دیکھ کر پاروتی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یہاں لوگ ہیں۔کچھ دیر کے لیے خاموش رہو۔“

وہ چپ ہو گئی۔بوندا باندی اتنی زیادہ نہیں تھی۔میں سیدھا بسوں کے اڈے پر آگیا۔یہاں سے بس میں بیٹھااور کھنڈوہ کی طرف روانہ ہو گیا۔یہ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کا سفر تھا۔اس دوران بس راستے میں دو دفعہ رکی۔میں بس سے اتر کر تنہا جگہ دیکھ کر پاروتی سے دوچار باتیں کرلیتا۔وہ بار بار یہی کہتی کہ جس طرح بھی ہوسکے اس علاقے سے نکل جاؤ۔سپیرا ضرور ہماری تلاش میں ہو گا۔کھنڈوہ میں بھی بوندا باندی ہو رہی تھی۔یہ بوندا باندی سارا رستہ جاری ری تھی۔ریلوے اسٹیشن پر آکر میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔یہاں میرے آس پاس کوئی نہیں تھا۔میں نے پاروتی سے پوچھا کہ اب ہمیں کس طرف جاناچاہیے۔وہ بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہاں سے مجھے ناگ پور لے چلو۔وہاں چل کر تمہیں بتاؤں گی کہ سپیرے نے مجھ پر جو منتر پھونکا ہے اس کا توڑ کیا ہوگا اور میری طاقت کیسے واپس آئے گی۔“

ناگ پور کو گاڑی دو گھنٹے بعد جاتی تھی۔یہ وقت میں نے وہیں اسٹیشن پر گزارا۔ مجھے ٹرین کا ایک ہی ٹکٹ لینا تھا۔میں ٹکٹ لے کر ٹرین میں بیٹھ گیا۔ناگ پور وہاں سے کافی فاصلے پر تھا۔ٹرین نے دوسرے روز مجھے ناگ پور پہنچایا۔ اسٹیشن کے پاس ہی ایک چھوٹے سے ہوٹل میں میں نے ایک کمرہ لے لیا۔یہاں میں نے قمیص کے اندر

سے ناگن پاروتی کو نکال کر پلنگ پر رکھ دیا۔وہ نسواری رنگ کے سانپ کی شکل میں تھی۔ کنڈلی مار کر بیٹھ گئی۔یہاں ایک بار پھر اس نے دودھ منگوا کر پیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے کہ اس کی طاقت اسے واپس مل جائے۔

پاروتی نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اس شہر کے جنوب میں ایک شمشان گھاٹ ہے۔تم وہاں جا کر پتہ کرو کہ وہاں کسی مردے کو کب جلایا جائے گا۔میں اس کمرے میں ہی رہوں گی۔“

میں نے اسے تاکید کی وہ کسی جگہ چھپ کر بیٹھے۔اس کے بعد میں ہوٹل سے نکلا اور شہر کے جنوب کی طرف نکل گیا۔پوچھتا پوچھتا میں شمشان گھاٹ پہنچ گیا۔وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ رات کو ایک مردے کو جلایا جائے گا۔میں نے واپس آ کر پاروتی کو بتا دیا۔وہ کہنے لگی۔

”مجھے ساتھ لے کر رات کے وقت شمشان گھاٹ چلنا ہوگا۔“

مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔اس دوران میں ہوٹل کے کمرے میں ہی رہا۔جب رات ہو گئی تو میں پاروتی کو قمیص کے اندر چھپا کر شمشان گھاٹ کی طرف چل پڑا۔وہاں پہلی سے ایک مردے کو جلایا جا رہا تھا۔چتا میں سے شعلے نکل رہے تھے۔دو آدمی لمبی لمبی سلاخوں سے جلتی ہوئی لکڑیوں کو ہلا جلا رہے تھے۔میں نے پاروتی کو اپنی کلائی پر لپیٹ رکھا تھا۔وہ گردن اٹھا کر چتا کے شعلوں کو تک رہی تھی۔کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”جب یہ دونوں آدمی جلتی ہوئی لاش کے قریب سے چلے جائیں تو مجھے چتا کے پاس لے چلنا۔“

میں شمشان گھاٹ میں ایک جگہ اندھیرے میں درختوں کے نیچے بیٹھ گیا اور انتظار کرنے لگا کہ وہ آدمی کب چتا سے الگ ہوتے ہیں۔چتا کے شعلے آہستہ آہستہ مدھم پڑنے لگے تھے۔تب دونوں آدمی وہاں سے چلے گئے۔پاروتی بھی میری کلائی سے لپٹی چتا کی طرف دیکھ رہی تھی کہنے لگی۔

”آگ کو مدھم ہولینے دو۔“

کوئی ایک گھنٹے بعد چتا کی آگ صرف انگاروں کی شکل میں باقی رہ گئی۔پاروتی نے کہا۔

”اب مجھے چتا کے پاس مردے کے سرہانے کی طرف لے چلو۔“

میں چتا کے پاس مردے کے سر کی جانب کوئی دس پندرہ فٹ کے فاصلے پر آکر بیٹھ گیا۔پاروتی کہنے لگی۔

”تمہیں ایک کام کرنا ہوگا۔چتا کے پاس جاؤ اور وہاں سے تھوڑی سی راکھ کسی چیز میں رکھ کر لے آؤ۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہاں کوئی برتن وغیرہ تو تھا نہیں راکھ گرم تھی۔میں نے پاروتی کو وہین زمین پر رکھ دیا اور اندھیرے میں جھک کر ایک گرا ہوا درخت کا چوڑا پتا اٹھایا اور جھک کر چلتے ہوئے چتا کے پاس آگیا۔یہاں آگ کی بڑی گرمی تھی۔جس طرح سے بھی ہوسکا میں نے چتا کی تھوڑی سی راکھ پتے پر رکھی او رپاروتی کے پاس لے آیا۔پاروتی بولی۔

”اسے زمین پر رکھ دو۔“

میں نے راکھ والا پتا زمین پر رکھ دیا۔ہمارے ارد گرد اندھیرا اور خاموشی تھی۔صرف چتا کے آس پاس انگاروں کی ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔پاروتی نے جو سانپ کی شکل میں تھی راکھ والے پتے کے گرد چکر لگانے شروع کردیئے۔میں اندھیرے میں ایک طرف بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔کوئی پندر بیس منٹ تک وہ راکھ کے گرد چکر لگاتی رہی۔اس کے بعد اس نے پھن کھول دیا اور راکھ کے پاس منہ لے جاکر زور سے پھنکاری ماری راکھ اڑ کر اس کے جسم پر پڑی۔پاروتی راکھ میں لوٹ پوٹ ہونے لگی۔پھر وہ رینگتی ہوئی میرے پاس آئی اور انسانی آواز میں بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مجھے میری طاقت واپس مل گئی ہے۔“

اس کے ساتھ ہی وہ ناگن سے انسانی شکل میں واپس آگئی۔

...☆☆☆...

پاروتی انسانی شکل میں میرے سامنے کھڑی تھی۔

اندھیرے میں وہ مجھے پوری طرح نظر نہیں آرہی تھی۔میں نے کہا۔

”خدا کا شکر ہے کہ تم انسانی شکل میں واپس آگئیں۔“

وہ اپنے کھلے بالوں کو باندھتے ہوئے بولی۔

”اب ہمیں اس قسم کے سپیروں سے بڑا محتاط رہنا ہوگا۔یہ کوئی معمولی سپیرا نہیں تھا۔اس کے پاس منتروں کی زبردست طاقت تھی۔“

میں نے کہا۔”تمہیں ناگن بن کر ہوٹل میں میرے ساتھ جانا ہوگا۔میں نہیں چاہتا کہ ہوٹل والوں کو معلوم ہوجائے کہ میرے ساتھ ایک عورت بھی ہوٹل میں آئی ہے۔“

پاروتی کہنے لگی۔”تم نے ٹھیک سوچا ہے۔میں ناگن کی شکل میں ہی تمہارے ساتھ جاؤں گی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسرے لمحے پاروتی نے دوبارہ ناگن کی شکل اختیار کرلی۔میں نے اسے قمیص کے اندر چھپایااور ہوٹل میں واپس آگیا۔کمرے میں آکر میں نے دروازے کو اندر سے چٹخنی لگائی۔بتی جل رہی تھی۔میں نے پاروتی کو نکال کر پلنگ پر رکھ دیا۔وہ اسی وقت اپنی اصلی شکل میں واپس آگئی۔میں اس کے قریب ہی کرسی پر بیٹھ گیا۔وہ کہنے لگی۔

”تم نے میری خاطر بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔تم نے میرے ساتھ دوستی کا پورا حق نبھایا ہے مگر اب میں نہیں چاہتی کہ تم میری خاطر اپنے آپ کو کسی مصیبت میں ڈالو۔“

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”تو پھر تم کیا چاہتی ہو؟“

وہ بولی۔”میں چاہتی ہوں کہ تمہیں تمہارے شہر میں پہنچا کر میں واپس بنگال کے جنگلوں کی طرف نکل جاؤں۔میں اکیلی ہی سنتھالی سپیروں سے انتقام لوں گی۔تمہیں اب میرے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دل تو میرا بھی یہی چاہتا تھا کہ واپس اپنے شہر اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کے پاس پاکستان چلا جاؤں۔پاکستان بن چکا تھا۔میں نئی اسلامی مملکت کی خوشیوں میں شریک ہونا چاہتا تھا لیکن پاروتی کے ساتھ ایک طویل عرصہ گزارا تھا۔اسے اکیلا چھوڑنے کو دل بھی نہیں چاہتا تھا۔میں نے اس سے کہا۔

"پاروتی! میں تو کسی بھی وقت تم سے الگ ہو کر اپنے نئے وطن پاکستان جاسکتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ زیادہ نہیں تو کم از کم تمہیں سنتھالی سپیروں کے علاقے میں چھوڑ کر واپس جاؤں۔"

پاروتی نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"نہیں انور! تمہیں اپنے ماں باپ سے بچھڑے ایک عرصہ ہو گیا ہے۔اور اب تو آزاد اسلامی ملک پاکستان بھی بن چکا ہے۔میں چاہتی ہوں کہ تم پاکستان اپنے ماں باپ کے پاس چلے جاؤ اور نئے اسلامی ملک پاکستان کی ترقی کے واسطے کام کرو۔"

میں نے اسے کہا کہ میرا بھی دل یہی چاہتا ہے کہ ہمارا نیا اسلامی ملک پاکستان بن گیا ہے میں وہیں جا کر اپنے نئے ملک کی ترقی اور خوشحالی کے واسطے جو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کچھ بھی کرسکتا ہوں کروں مگر تمہیں اکیلا چھوڑنا بھی مجھے اچھا نہیں لگتا۔" اس کے جواب میں پاروتی کہنے لگی۔

"تم میری فکر نہ کرو۔میں اب اکیلی نہیں ہوں۔میرے پاس خدا کی دی ہوئی ایک طاقت بھی ہے جو مصیبت کے وقت میرے کام آئے گی۔"

"مگر جس طرح اس پراسرار دیہاتی سپیرے نے تمہیں اپنے قبضے میں کرلیا تھا اسی طرح کوئی اور طاقتور سپیرا بھی تمہیں اپنے پھندے میں پھنسا سکتا ہے۔پھر تم کیا کروگی؟"

پاروتی نے کہا۔

"اب ایسا نہیں ہوگا۔کم از کم کسی انسان سپیرے میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اب مجھے قابو کرسکے۔یہ تو کوئی دیوتا ہی ایسا کرسکتا ہے اور میں ہندوؤں کے دیوتاؤں پر یقین نہیں رکھتی۔کوئی دیوتا وغیرہ نہیں ہوتا۔"

میں نے کہا۔

"پاروتی! اگر تم دیوی دیوتاؤں اور مورتی پوجا وغیرہ کو نہیں مانتی ہو تو پھر تم اسلام قبول کیوں نہیں کرلیتی؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ میری طرف دیکھ کر بولی۔

”میرے اندر ایک زبردست تبدیلی آچکی ہے۔ ہوسکتا ہے میں اندر سے مسلمان ہو گئی ہوں لیکن میں زبان سے اس کا اعتراف ایک خاص وقت آنے پر کروں گی۔ اب تم سو جاؤ مجھے تو نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں جاگ کر تمہاری حفاظت کروں گی۔“

پاروتی صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ میں پلنگ پر لیٹ گیا۔ میں نے اسے تاکید کی کہ صبح ہوٹل کا کوئی ملازم وغیرہ آئے تو خود دروازہ نہ کھولے۔ مجھے جگا دے۔ میں واقعی سخت تھک چکا تھا اور مجھے نیند آرہی تھی۔ پاروتی نے بتی بجھا دی۔ میں نے آنکھیں بند کیں اور پھر گہری نیند سو گیا۔ آنکھ اس وقت کھلی جب پاروتی مجھے کندھے سے ہلاتے ہوئے جگا رہی تھی۔ ساتھ ہی میں نے دروازے پر دستک دینے کی آواز سنی۔ میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پاروتی نے کہا۔ ”کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔“

”میرا خیال ہے ہوٹل کا ملازم ہو گا۔ تم باتھ روم میں جا کر چھپ جاؤ۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی باتھ روم میں چلی گئی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ باہر ہوٹل کا ملازم لڑکا چائے کا گلاس لیے کھڑا تھا۔ کہنے لگا۔

”صاحب جی! آپ کے لیے چائے لایا ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ صبح صبح چائے ضرور پیتے ہوں گے آپ شہر کے بابو ہیں نا؟“

میں نے چائے اس سے لے لی اور کہا۔

”میرا ناشتہ اوپر ہی لے آنا اور سنو۔ دودھ کا گلاس بھی لانا۔ میں ناشتے میں دودھ ضرور پیتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے صاحب۔“

لڑکا چلا گیا۔ میں نے دروازہ بند کر کے چٹخنی لگا دی اور پاروتی کو آواز دی۔

”باہر نکل آؤ۔ لڑکا چلا گیا ہے۔“

پاروتی غسل خانے سے نکل کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ کہنے لگی۔

”تمہارے پاس اگر کچھ پیسے بچے ہوں تو بازار سے میرے لیے ایک نئی سوتی ساڑھی اور اور اپنے لیے قمیص پتلون لے آؤ۔ تمہارے کپڑے بھی پرانے ہو گئے ہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے جیب سے پیسے نکال کر گنے۔ابھی ڈیڑھ پونے دوسو روپے موجود تھے۔میں نے کہا۔

”پیسے تو ہیں مگر میرا خیال ہے ہمیں تھوڑی کنجوسی سے کام لینا چاہیے۔مجھے پاکستان بھی پہنچنا ہے اور یہ بڑا لمبا سفر ہے۔“

پاروتی نے کہا۔”اس کی تم فکر نہ کرو۔ضرورت پڑنے پر پیسوں کا انتظام ہوجائے گا۔“

مجھے معلوم تھا کہ وہ ایسا کر سکتی ہے۔چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔پاروتی سے چائے کا پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے اب کسی شے کی حاجت نہیں رہی۔اگر چاہو تو پی سکتی ہوں۔ناشتے پر تم نے دودھ منگوایا ہے۔وہ پی لوں گی۔میں چائے پیتا رہا۔پاروتی میرے سامنے بیٹھی مجھ سے باتیں کرتی رہی۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کس راستے سے پاکستان جاؤں گا۔میں نے کہا۔

”سیدھا راستہ تو یہی ہے کہ یہاں سے دلی‘ دلی سے میرٹھ انبالہ اور جالندھر لدھیانہ سے ہوتا ہوا امرتسر اور پھر وہاں سے سرحد پار کرکے پاکستان پہنچ جاؤں گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی نے کہا۔

”مگر پنجاب میں تو بڑے فسادات ہو رہے ہیں۔تم نے خود ہی تو مجھے بتایا تھا کہ مشرقی پنجاب سے مسلمان مہاجرین کے جو قافلے پاکستان کو جاتے ہیں ان پر ہندو سکھوں کے جتھے حملے کر رہے ہیں اور مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔“

میں نے کہا۔

”تو پھر دوسرا تو کوئی راستہ نہیں ہے۔“

اس وقت میرے ذہن میں نہیں آیا تھا کہ میں بمبئی سے کسی بحری جہاز کے ذریعے بھی پاکستان پہنچ سکتا ہوں۔لیکن قسمت میں جو لکھا تھا اور جو رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات آگے چل کر میرے ساتھ پیش آئے انہیں بھی تو کوئی نہیں مٹا سکتا تھا۔پاروتی نے گردن اٹھا کر کہا۔

”لیکن میں بھی تو تمہارے ساتھ ہوں گی۔میرے ہوتے ہوئے تم پر کوئی ہاتھ اٹھا کر تو دیکھے۔ایسا بدلہ لوں گی کہ ساری عمر نہیں بھولے گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس رات ناگ پور کے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے ہوئے ہم نے طے کرلیا کہ پاروتی مجھے پاکستان پہنچانے کے بعد واپس جنوبی بنگال کے جنگلوں میں اپنے دشمن سنتھالی

سپیروں سے انتقام لینے کے لیے واپس چلی جائے گی اور میں پاکستان اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ جاؤں گا۔اس وقت مجھے اس حقیقت کا بھی کوئی اندازہ نہیں تھا کہ مشرقی پنجاب میں کس قدر ہولناک حالات ہیں اور ہندو سکھ کتنے وحشیانہ انداز میں مسلمانوں کا قتل عام کررہے ہیں۔انڈیا کے اخباروں میں مسلمانوں کے قتل عام کی خبریں صحیح طور پر شائع نہیں ہوتی تھیں۔

چونکہ پاروتی کو اب کسی بھی سپیرے کا خوف نہیں رہا تھا اور اس کے اندر اتنی طاقت پیدا ہوچکی تھی کہ کوئی بھی دنیا وی طاقت رکھنے والا سپیرا اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا اس لیے اس نے میرے ساتھ انسانی شکل میں سفر کرنے کا فیصلہ کیا۔دوسرے دن ہم اسٹیشن پر آگئے۔ناگ پور ہندوستان کے بالکل وسط میں واقع ہے اور یہاں بمبئی حیدرآباد دکن اور مدراس سے آنے والی ساری گاڑیاں آتی ہیں اور یہ بہت بڑا جنکشن ہے اس لیے ہمیں کوئی ایک گھنٹے بعد

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دلی جانے والی گاڑی مل گئی۔یہ شہر دلی سے بہت دور ہے۔ہم جس ریل گاڑی میں سوار ہوئے وہ جبل پور الہ آباد کانپور، لکھنو، شاہجہان پور،بریلی اور مراد آباد سے ہوتی ہوئی کوئی تیسرے دن رات کے دس بجے دلی پہنچی۔میں تو ٹرین میں سفر کرتے کرتے تنگ آگیا۔راستے میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔پاروتی نے بڑے سکون اور خاموشی سے سفر طے کیا۔

دلی سے ہمیں مشرقی پنجاب کے لیے ٹرین تبدیل کرنی تھی۔

معلوم ہوا کہ صبح صبح ایک گاڑی جالندھر امرتسر جارہی ہے۔مجھے لاہور جانا تھا۔ انکوائری کلرک نے بتایا کہ چونکہ پاکستان بن گیا ہے اور پاکستان مسلمانوں کا ایک آزاد ملک ہے اس لیے انڈیا سے کوئی گاڑی لاہور نہیں جاتی۔صرف جالندھر یازیادہ سے زیادہ امرتسر تک گاڑیاں جاتی ہیں۔پاروتی نے مجھے کہا۔

”امرتسر تک کے دو ٹکٹ لے لو۔آگے دیکھا جائے گا۔وہاں سے شاید لاہور کے لیے کوئی لاری وغیرہ مل جائے۔“

مجھے یہاں کے اس وقت کے خونیں حالات کا بالکل علم نہیں تھا۔میں نے کہا۔”ٹھیک ہے۔“ چنانچہ ہم نے دلی سے امرتسر تک کے دو ٹکٹ لے لیے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور وہیں پلیٹ فارم پر ایک طرف بیٹھ گئے۔گاڑی کے چلنے میں ابھی پوری رات پڑی تھی۔اس وقت رات کے دس بج رہے تھے اور گاڑی نے صبح پانچ بج کر دس منٹ پر روانہ ہونا تھا۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”تم تو نیند اور کھانے پینے سے بے نیاز ہوچکی ہو مگر مجھے تو بھوک بھی لگتی ہے۔نیند بھی آتی ہے۔مجھ سے یہاں ساری رات نہیں بیٹھاجائے گا۔“

”تو پھر کیا کریں؟ تم ہی بتاؤ۔“

میں نے مشورہ دیا۔”کیوں نہ شہر چلتے ہیں۔چاندنی چوک کے کسی مسلمان ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔پھر وہیں چائے پئیں گے اور واپس آجائیں گے...“

پاروتی کو میرا مشورہ پسند آیا۔پھر کچھ سوچ کر بولی۔

”مگر تم نے ہی کہاتھا کہ دلی میں بھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔یہاں بھی مسلمانوں کے گھروں کو لوٹ کر ہندو آگ لگا رہے ہیں۔“

میں رک گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہ تو ہے، لیکن آخر ایسا بھی کیا ہے۔ہم دشمن کامقابلہ کرسکتے ہیں۔چل کر دیکھ لیتے ہیں۔اگر حالات اچھے ہوئے توچاندنی چوک میں کھانا کھائیں گے۔ حالات خراب ہوئے اور دکانیں ہوٹل بند ہوئے تو واپس آجائیں گے۔“

پاروتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

”بالکل ٹھیک ہے چلو۔“

دلی اسٹیشن کے باہر مجھے محسوس ہوا کہ وہ رونق نہیں ہے کچھ ویرانی ویرانی سی تھی۔لوگ بھی کم نظر آرہے تھے۔زیادہ تر ہندو سکھ پولیس کے سپاہی دکھائی دے رہے تھے۔پاروتی نے بھی اس فرق کو محسوس کیا اور بولی۔

”دلی اسٹیشن کے باہر تو لگتا ہے کرفیو لگا ہوا ہے۔“

میں چاندنی ہوٹل کے مسلمان ہوٹل میں کھانا ضرور کھانا چاہتاتھا۔میں نے کہا۔

”کرفیو نہیں لگا ہوا۔ویسے رات کو آج کل لوگ کم ہی نکلتے ہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک ٹیکسی والے نے کہا کہ چاندنی چوک کے دس روپے لوں گا۔میں نے کہا۔بھائی دس روپے تو بہت زیادہ ہیں۔دوچار روپے کی بات کرو۔وہ بولا۔"بھائی صاحب

وہاں پیدل جاکر تو دکھائیں۔"

میں ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

"چلو بھائی دس روپے ہی لے لینا۔"

پاروتی پہلے ہی ٹیکسی میں سوار ہوچکی تھی۔ٹیکسی چاندنی چوک کی طرف چل پڑی۔اسٹیشن سے نکلنے کے تھوڑی دیر بعد ہی محسوس ہوا کہ یہ وہ دلی شہر نہیں ہے جہاں آدھی آدھی رات تک لوگ سیریں کرتے تھے۔سڑکیں تقریباً خالی تھیں۔کوئی کوئی گاڑی یا تانگہ گزرجاتاتھا۔میں نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"کیا یہاں کرفیو لگا ہے؟"

ڈرائیور نے کہا۔"کرفیو تو نہیں لگا۔کل تک لگ جائے گا کیونکہ سبزی منڈی میں بڑ اخون خرابہ ہوا ہے۔"

اس نے رک کر ہم سے پوچھا کہ ہم مسلمان ہیں؟ میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"الحمداللہ ہم مسلمان ہیں۔"

ٹیکسی ڈرائیور بھی مسلمان تھا کہنے لگا۔

"بابو جی دلی میں ہندو سکھوں نے مسلمانوں کا بڑا قتل عام کیا ہے۔مسلمانوں نے بھی ڈٹ کرمقابلہ کیااور کررہے ہیں مگر ہندو سکھوں کے ساتھ ان کی اپنی پولیس اور فوج ہے۔مسلمان پولیس سے تو ایک ہفتہ پہلے اسلحہ لے لیا گیا تھا۔ آپ کہاں سے آرہے ہیں بابوجی؟"

میں نے کہا۔"ناگ پور سے۔"

"میری مانیں بابوجی! آپ چاندنی چوک نہ جائیں واپس اسٹیشن پر چلے چلیں۔ چاندنی چوک میں حالات ٹھیک نہیں ہیں۔"

میں نے کہا۔"بھائی اگر وہاں کرفیو نہیں لگا تو کوئی بات نہیں جو ہوگا دیکھاجائے گا۔اللہ مالک ہے۔"

ٹیکسی ڈرائیور بڑے غور سے سڑک پر دائیں بائیں اور سامنے دیکھتا ہوا گاڑی چلا رہاتھا۔بولا۔

"اچھا بابوجی جو اللہ کومنظور۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔"زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

میں نے پاروتی کی طرف دیکھا۔وہ مسکرا رہی تھی۔اسے واقعی کوئی ڈر خوف نہیں تھا۔مجھے معلوم نہیں ٹیکسی کن سڑکوں پر سے گزرتی ہوئی جب چاندنی چوک کے قریب پہنچی تو ڈرائیور نے گاڑی ایک طرف لے جا کر کھڑی کردی۔سڑک خالی تھی۔سامنے چوک بھی خالی خالی تھا۔کچھ دکانیں ضرور کھلی ہوئی تھیں۔ٹیکسی ڈرائیور جو مسلمان تھا کہنے لگا۔

"بابوجی ! واپس چلے چلیں۔عورت بھی ساتھ ہے۔کہیں کوئی ایسی ویسی بات نہ ہو جائے۔"

میں نے دور سے دکانوں کی روشنی دیکھ کر اس سے پوچھا۔

"کیا وہ چاندنی چوک ہے؟"

وہ بولا۔"ہاں جی، مگر وہاں جو دکانیں آپ کو کھلی نظر آرہی ہیں وہ ہندوؤں کی دکانیں ہیں۔"

میں اور پاروتی ٹیکسی سے باہر نکل آئے۔میں نے ڈرائیور کو دس روپے کا نوٹ دیتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بھائی ہم تو چاندنی چوک کے کسی مسلمان ہوٹل میں کھانا کھانے آئے ہیں۔ اب تو کچھ کھاپی کر ہی واپس جائیں گے۔تم بے شک واپس چلے جاؤ۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے کرایہ لے کر جیب میں رکھا اور بادل نخواستہ ٹیکسی اسٹارٹ کرکے واپس چلا گیا۔پاروتی کہنے لگی۔

"اگر وہاں کوئی مسلمان ہوٹل کھلا ہوا نہ ملا تو ہم واپس اسٹیشن کس طرح پہنچیں گے یہاں تو کوئی سواری بھی نہیں ملے گی۔"

میں نے کہا۔"دیکھا جائے گا۔تم میرے ساتھ آؤ۔"

ہم چلنے لگے تو پاروتی نے میرا بازو تھام کر مجھے روک لیا اور بولی۔

"میرا خیال ہے مجھے انسانی شکل میں تمہارے ساتھ نہیں جانا چاہیے۔میں ناگن بن کر تمہارے ساتھ ساتھ سڑک پر چلتی ہوں اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی تو کم از کم میں تمہاری مدد تو کرسکوں گی۔"

میں نے کہا۔"اور اگر تمہیں دیکھ کر کسی نے تمہیں اینٹ پتھر سے کچل دیا تو پھر کیا ہوگا؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس نے کہا۔"میں اندھیرے میں چلوں گی۔ویسے بھی میں اپنی حفاظت کرنا جانتی ہوں۔"

یہ کہہ کر دوسرے لمحے پاروتی میرے پاس کھڑی کھڑی غائب ہوگئی۔میں نے جھک کر سڑک پر دیکھا۔پاروتی نسواری رنگ کے سانپ کی شکل میں کنڈلی مار کر بیٹھی تھی۔کہنے لگی۔

"تم آگے آگے چلو۔میں اندھیرے میں تمہارے ساتھ ساتھ چلتی رہوں گی۔"

میں چاندنی چوک کی طرف چل پڑا۔چوک میں بڑی بے رونقی تھی۔اکثر دکانیں بند تھیں۔دوچار دکانیں کھلی تھیں۔ان دکانوں کے باہر تین پولیس والے رائفلیں پاس رکھے اسٹولوں پر بیٹھے تھے۔ان میں دو سکھ تھے۔ظاہر ہے تیسرا سپاہی ہندو ہی ہوگا۔ٹیکسی ڈرائیور نے بتایا تھا کہ دلی کی مسلمان پولیس سے اسلحہ لے کر انہیں نہتا کرکے گھروں کو بھیج دیا گیا ہے۔میں فٹ پاتھ پر جگت سینما کی طرف جارہاتھا۔میں نے بائیں جانب دیکھا۔مجھ سے تھوڑے فاصلے پر پاروتی بھی سانپ کی شکل میں فٹ پاتھ پر رینگتی ہوئی چلی جارہی تھی۔میں نے جھک کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اس سے تو اچھا تھا کہ تم انسانی شکل میں میرے ساتھ چلتیں۔"

مجھے پاروتی کی آواز آئی۔

"تم خاموشی سے چلتے جاؤ۔ادھر کس طرف جارہے ہو؟"

میں نے کہا۔"مجھے یاد ہے جگت سینما کے ساتھ والی سڑک پر مسلمانوں کاایک ہوٹل ہے۔شاید مغل ہوٹل اس کا نام ہے۔وہیں جارہاہوں۔"

میں پولیس والوں کے سامنے سے کچھ فاصلے پر سے گزرا تو سکھ سپاہی نے آواز دے کر پوچھا۔

"کون ہو بھئی؟ کدھر جارہے ہو؟"

میں نے کہا۔"سردار جی ہوٹل میں چائے پینے جارہاہوں۔"

"اچھا وقت نکالاہے تم نے چائے پینے کے لیے۔" سکھ سپاہی نے طنزاً کہا۔

"جاؤ چائے پیو اور اگر بچ جائے تو ہمارے لیے بھی چائے لیتے آنا۔"

پاروتی مجھ سے ایک قدم کے فاصلے پر اندھیرے میں تھی۔کہنے لگی۔

"لگتا ہے ادھر کوئی خطرہ ہے۔"

میں نے کہا۔"اب میں واپس تو جانے سے رہا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور میں چوک میں سے گزر کر جگت سینما کے پہلو والی چھوٹی سڑک کی طرف آگیا۔جگت سینما بند تھا۔سڑک ویران تھی۔سڑک پر صرف ایک ہی اسٹریٹ لیمپ روشن تھا۔میں نے ذرا آگے جاکر دیکھا ایک دکان کے اوپر مغل ہوٹل لکھا تھا۔یہی وہ ہوٹل تھا جو مجھے یاد رہا تھا۔مگر افسوس کہ ہوٹل بند پڑا تھا۔

میں نے پاروتی سے کہا۔

”پاروتی! ہوٹل تو بند پڑا ہے۔میرا خیال ہے واپس اسٹیشن پر چل کر ہی چائے پیتے ہیں۔“

”اچھا خیال ہے۔چلو واپس چلو۔“

واپسی پر میں پولیس کے سپاہیوں کے پاس سے گزرنے لگا تو سکھ سپاہی نے طنز کی۔

”پی آئے چائے؟“

میں نے کہا۔”سردار جی ہوٹل تو بند ہے۔“

دوسرا سپاہی جو یقینا ہندو تھا کہنے لگا۔

”وہ ہوٹل تو مسلمان کا ہوٹل ہے۔تم کون ہو بھئی کیا مسلمان ہو؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔”ہاں! میں مسلمان ہوں۔“

تینوں سپاہی اسٹول پر سے اٹھ کر میرے قریب آگئے۔انہوں نے ایک طرح سے مجھے گھیرے میں لے لیا۔سکھ سپاہی نے میری گردن پکڑ کر کہا۔

”مجھے لگتا ہے تم یہاں ہندوؤں کی دکانوں کو آگ لگانے آئے تھے۔کیوں اوئے۔بتا پیچھے کہاں آگ لگا کر آئے ہو؟“

میں نے سکھ سپاہی کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا۔

”میں کوئی آگ واگ لگانے نہیں آیا۔میں تو مغل ہوٹل میں کھانا کھانے گیا تھا۔“

میں نے ایک طرف نظر گھما کر دیکھا۔پاروتی مجھ سے کوئی پندرہ فٹ کے فاصلے پر اسٹول کے پیچھے اندھیرے میں فٹ پاتھ پر موجود تھی اور ہماری طرف دیکھ رہی تھی۔سکھ سپاہی میرے ہاتھ جھٹکنے سے غصے میں آگیا۔اس نے میری گردن دبوچ لی اور بولا۔

”چل اوئے تھانے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسرے سپاہی بھی مجھے تھپڑ مارنے لگے۔سکھ سپاہی مجھے گھسیٹنے لگا۔اس کے بعد مجھے سانپ کی پھنکار سنائی دی اور جس سکھ سپاہی نے مجھے گردن سے دبوچ رکھا تھا اور مجھے گھسیٹ کر لیے جارہاتھا اس کی گرفت اچانک میری گردن پر ڈھیلی پڑگئی اور وہ دھڑام سے فٹ پاتھ پر گرپڑا۔دوسرے سپاہی اس کو اٹھانے لگے تو ایک ایک کرکے وہ بھی وہیں ڈھیر ہوگئے۔پاروتی نے اپنا کام کردیاتھا۔مجھے پاروتی کی آواز آئی۔

”اب یہاں سے بھاگ چلو۔میری فکر نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔“

تینوں سپاہی فٹ پاتھ پر بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔چوک خالی ہونے کی وجہ سے کسی نے یہ ڈرامہ ہوتے نہیں دیکھا تھا۔میں سڑک پر جس طرف سے آیا تھا اس طرف دوڑ پڑا۔

...☆☆☆...

میں فٹ پاتھ پر دوڑتاچلاجارہاتھا۔میرا خیال تھا کہ پاروتی ضرور پیچھے رہ گئی ہوگی۔مجھے معلوم نہیں تھا کہ سانپ آدمی سے زیادہ تیز دوڑتا ہے۔جب میں چوک سے کافی آگے نکل گیا تو میں دوڑنے کی بجائے تیز تیز چلنے لگا۔میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے چلتے چلتے اپنی دائیں بائیں جانب دیکھا۔اندھیرے میں مجھے سانپ کہیں نظر نہ ؟آیا مگر سانپ نے مجھے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔سانپ کو اندھیرے میں بھی نظر آجاتا ہے۔مجھے پاروتی کی آواز ائی۔

”فکرنہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔“

میں نے تیز تیز چلتے ہوئے ایک نظر پیچھے گردن موڑ کر دیکھا۔چاندنی چوک میں بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔میں نے پاروتی سے پوچھا۔

”تم نے ان کو مار تو نہیں دیا؟“

پاروتی نے جواب دیا۔

”دو آدمی تمہیں تھپڑ مارہے تھے۔ایک سکھ تمہیں گھسیٹ رہا تھا۔میں انہیں کیسے زندہ چھوڑ سکتی تھی۔میں نے انہیں ڈس کر پورا زہر ان کے خون میں شامل کردیا اب تک تو ان کے جسم پانی بن کر بہہ گئے ہوں گے۔“

میرے بدن میں خوف کی لہر دوڑ گئی مگر پاروتی انہیں کبھی معاف نہیں کرسکتی تھی۔ویسے بھی جب سے اس نے سنا تھا کہ پاکستان بن جانے کے بعد ہندو اور سکھ مل کر مسلمانوں کو قتل کرکے ان کے گھروں کو آگ لگارہے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہیں وہ ہندو اور سکھوں کی دشمن ہوگئی تھی۔وہ مجھے اکثر کہا کرتی تھی کہ ہندو اور سکھ بنیادی طور پر بزدل ہوتے ہیں اس لیے وہ ظالم ہوتے ہیں اور ظلم کرتے ہوئے وہ گھٹیا سطح پر اتر آتے ہیں۔اس کے مقابلے میں مسلمان ایک بہادر اور کشادہ دل قوم ہے۔مسلمان دشمن کو معاف بھی کردیتا ہے اور عورتوں اور بوڑھوں اور بچوں پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھاتا۔

اس قسم کی باتیں پاروتی کے ذہن میں پیدا ہونا شروع ہوچکی تھیں۔خدااسے سیدھی راہ پر لارہاتھا۔میں اب تیز تیز نہیں چل رہاتھا۔دوڑتے اور تیز تیز چلنے سے میں تھک گیا تھا اور سانس بھی چڑھ گیا تھا۔میں فٹ پاتھ پر ایک بند دکان کے پھٹے پر بیٹھ گیا۔پاروتی بھی اندھیرے میں سے نکل کر رینگتی ہوئی میرے قریب آکربیٹھ گئی۔میں نے کہا۔

”یہاں کوئی سواری بھی دکھائی نہیں دیتی۔اور مجھے اسٹیشن کا راستہ معلوم نہیں ہے۔“

پاروتی نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تمہیں اتنی جلدی کیسے معلوم ہوگیا؟“

پاروتی کی آواز آئی۔

”سانپ جس راستے سے ایک بار گزر جاتا ہے وہ راستہ اسے ہمیشہ کے لیے یاد ہوجاتا ہے۔“

مجھے سڑک پر دور سے ایک تانگہ آتانظر آیا۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”شاید یہ تانگہ خالی ہے۔میں اسے روکتاہوں۔“

وہ کہنے لگی۔”اگر خالی نہ بھی ہواتو تم اس پر سوار ہوجانا کم از کم اس علاقے سے تو نکل جائیں گے۔“

تانگہ قریب آیا تووہ خالی تھا۔میں نے ہاتھ دیا۔کوچوان نے تانگہ روکتے ہوئے کہا۔

”صرف اسٹیشن تک جاؤں گابابو۔“

میں نے کہا۔”مجھے بھی اسٹیشن پرہی جاناہے۔“

میں جلدی سے تانگے میں بیٹھ گیا۔تانگہ خالی سڑک پر دوڑنے لگا۔اس سے پہلے میں نے پاروتی سانپ کو اٹھا کر اپنی کمر کے گرد لپیٹ لیا تھا۔دلی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ریلوے اسٹیشن کے سامنے ایک باغ ہوا کرتا تھا۔تانگہ اس باغ کے قریب پہنچا تو میں نے کوچوان کو پیسے دیئے اور وہیں اتر پڑا۔میں ایک طرف اندھیرے میں آگیا۔میں نے پاروتی کو قمیص کے اندر سے نکال کر کہا۔

”پاروتی! میرا خیال ہے اب تمہیں سانپ بن کر میرے ساتھ سفر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔بہتر ہے کہ اپنی انسانی شکل میں آجاؤ۔کم از کم ایک دوسرے سے سب کے سامنے بات تو کرسکیں گے۔“

پاروتی اسی وقت انسانی شکل میں آگئی۔ہنس کر بولی۔

”تم تو اب اپنے ماں باپ کے پاس پاکستان جارہے ہو۔وہاں میں نہیں ہوں گی تو کس سے باتیں کروگے؟ خیروہاں تو تمہارے گھر والے ہوں گے بہن بھائی ہوں گے۔تم تو مجھے بھول جاؤگے۔“

میں نے کہا۔”نہیں پاروتی! ایسی بات نہیں ہے۔ہمارا اتنا عرصہ ساتھ رہا ہے۔اور پھر ہم ایک دوسرے کے گہرے دوست بھی ہیں۔میں تو تمہیں پاکستان جاکر ضرور یاد کیا کروں گا۔ہوسکتا ہے تم مجھے بھول جاؤ۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم آہستہ آہستہ ریلوے اسٹیشن کی عمارت کی طرف جارہے تھے۔پاروتی نے اداس آواز میں کہا۔

”نہیں انور! میں بھی تمہیں نہیں بھلاسکوں گی۔تم نے میرے اندر پیار کی جو جوت جگادی ہے وہ ہمیشہ روشن رہے گی۔“

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔اگرچہ مجھے بھی پاروتی سے ایسا ہی پیار ہوچکا تھا مگر میں پیار محبت کے ڈائیلاگ بول کر اس تصویر میں مزید رنگ نہیں بھرنا چاہتا تھا۔اسے آخر ایک روز مٹ جانا تھا۔میں نے اس سے کہا۔

”تم بھی میرے ساتھ پاکستان چلی چلو۔وہاں تمہیں بہادر‘ مہمان نواز اور کشادہ دل لوگ ملیں گے تم بڑی خوش رہوگی۔“

پاروتی نے آہستہ سے کہا۔

”میں نے تمہیں کہا تھا ہوسکتا ہے میں کبھی نہ کبھی تمہیں ملنے پاکستان آجاؤں۔ میں اب بھی یہی کہوں گی کہ مجھے مسلمانوں کے ملک پاکستان جاکر بڑی خوشی ہوگی۔تم مجھے اپنا پتہ دیتے جانا۔میں تمہیں ملنے کم از کم ایک بار پاکستان ضرور آؤں گی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے اس سے کہا۔

”میں تمہیں امرتسر میں اپنا ایڈریس ضرور لکھوادوں گا۔ بلکہ یاد کرادوں گا۔“
پاروتی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میں تو بھول ہی گئی تھی۔ت مجھے اپنا ایڈریس بتاؤ چاہے نہ بتاؤ مگر میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی تمہاری خوشبو مجھے تمہارے پاس لے آئے گی۔شاید تمہیں معلوم نہیں سانپ اگر ایک بار کسی کے لباس یا اس کے جسم کی بو سونگھ لے تو وہ سات سمندر پار کرکے بھی اس شخص کے پاس پہنچ جاتا ہے۔“

ہم باتیں کرتے ریلوے اسٹیشن کی عمارت کے اندر آگئے۔یہاں عجیب ویرانی سی چھائی ہوئی تھی۔پلیٹ فارم پر بھی بہت کم مسافر نظر آرہے تھے۔زیادہ تر ہندو سکھ ہی تھے۔پولیس کے سپاہی بھی سکھ ہی تھے۔پاروتی اور میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ٹرین کا کچھ پتہ نہیں تھا کب روانہ ہوگی۔پاروتی نے دلی کی دہشت زدہ فضا کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں نے تمہیں کہا تھا ناں کہ ہندو اور سکھ ہندوستان کے مسلمانوں کے دشمن ہیں۔انہیں موقع ملا تووہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گے۔دیکھ لو‘ ہندوستان میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔خدامسلمانوں کو اس قوم سے محفوظ رکھے۔“

میں نے کہا۔”مشرقی پنجاب میں بھی مسلمانوں پربڑا ظلم ہو رہا ہے۔“

پاروتی نے فکرمند ہو کر کہا۔

”میں تمہیں انڈیا کا بارڈر کراس کراکرہی واپس آؤں گی۔تمہیں امرتسر میں اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔“

”جو میرے خدا کو منظور۔“میں نے آہستہ سے کہا۔

رات کے دوڈھائی بجے کہیں امرتسر جانے والی ٹرین پلیٹ فارم پر آکر لگی۔وہ پہلے ہی مسافروں سے بھری ہوئی تھی۔میں اور پاروتی ایک ڈبے میں کسی نہ کسی طرح گھس کر بیٹھ گئے۔کافی انتظار کروانے کے بعد‘ ٹرین روانہ ہوئی۔ٹرین جس وقت انبالے پہنچی تو صبح ہوچکی تھی۔میں نے انبالے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر برقعہ پوش مسلمان عورتوں کو ایک ہجوم کی شکل میں اپنے بال بچوں اور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مردوں کے ساتھ بے کسی کے عالم میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔یہ انبالے کے مسلمان مہاجرین تھے جو شاید کسی سپیشل ٹرین کے انتظار میں تھے۔

انبالے سے ہماری گاڑی چلی تو راستے میں کوئی اسٹیشن ایسا نہ تھا جہاں مسلمان مہاجرین سینکڑوں کی تعداد میں بے سروسامانی کے عالم میں بیٹھے ہوئے ہوں۔مشرقی پنجاب شروع ہوا تو کھیتوں پر موت کاسناٹاچھایا ہواتھا۔دور کہیں کہیں دھواں اٹھتا نظر آجاتاتھا۔ظاہر ہے یہ مسلمانوں کے گھر تھے جنہیں ندر آتش کیا جارہاتھا۔گاڑی جالندھر اسٹیشن پر رکی تو پلیٹ فارم پرہر طرف سکھ ہی سکھ نظر آرہے تھے جو تلواریں' بندوقیں لیے پھررہے تھے۔پاروتی نے میرا ہاتھ تھام لیااور آہستہ سے کہا۔

"یہاں تو حالات بہت خراب ہیں۔"

جالندھر سے ٹرین چلی تو ایک جگہ ریلوے لائن کے ساتھ کٹی ہوئی بے شمار لاشیں ادھر ادھرپڑی تھیں۔کھیتوں میں گھروں کاسامان بکھرا پڑاتھا۔یہاں مسلمانوں کے کسی قافلے پر سکھوں کے جتھے نے حملہ کردیاتھا۔ٹرین امرتسر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شہر کے مضافات میں داخل ہوچکی تھی۔اس شہر کے گلی کوچوں بازاروں سے میں اچھی طرح واقف تھا۔

ٹرین امرتسر کے پلیٹ فارم پر آکر رک گئی۔

پلیٹ فارم پرہندو سکھ کرپانیں اور اسلحہ لیے دندناتے پھررہے تھے۔وہ ہر ڈبے میں داخل ہو کرپوچھتے۔یہاں کوئی مسلمان تو نہیں ہے؟ دوسکھ کرپانیں ہاتھوں میں لیے ہمارے ڈبے میں بھی آگئے۔ایک سکھ نے پوچھا۔

"یہاں کوئی مسلمان تو نہیں ہے؟"

مسافر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ایک مسافر نے کہا۔

"سردار جی یہاں مسلمان کا کیا کام؟"

سکھ نے میری طرف گھور کر دیکھا۔

"تم مجھے مسلے لگتے ہو۔نکل آؤ باہر۔"

پاروتی نے کہا۔

"یہ میرا پتی ہے میں ہندو ہوں۔میرا نام پاروتی ہے۔"

سکھ نے مجھے بازو سے پکڑ کر کھینچا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ابھی اس کے ختنے دیکھ کر پتہ چل جائے گا کہ یہ ہندو ہے کہ مسلہ۔“

دونوں سکھ مجھے کھینچتے ہوئے ڈبے سے باہر لے آئے۔پاروتی بھی باہر نکل آئی۔وہ بار بار کہہ رہی تھی۔

”یہ میرا پتی ہے۔میں ہندو ہوں۔ہم مسلمان نہیں ہیں۔“

وہاں تین چار اور سکھ آگئے۔ان کے پاس بھی تلواریں تھیں۔”چلواوئے اس کواندر لے جاکر دیکھو مسلمان ہے کہ ہندو۔“

وہ مجھے سامنے والے کمرے میں لے گئے۔دوسرے لمحے ان پر یہ راز کھل گیا کہ میں مسلمان ہوں۔پاروتی بھی دوڑتی ہوئی کمرے میں آگئی یہ پلیٹ فارم پر ریلوے کا کوئی دفتر تھا۔بالکل خالی پڑا تھا۔دونوں سکھوں نے مجھے پکڑ کر فرش پر گرایا۔ایک سکھ کے پاس کرپان تھی۔اس نے کرپان میری گردن پر چلانی چاہی۔میں تڑپ کر اس کے نیچے سے نکل گیا۔دوسرے سکھ نے تلوار والا ہاتھ اٹھایا کہ ایک ہی وار سے میری گردن الگ کردے مگر اب پاروتی میری مدد کو وہاں پہنچ چکی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی نے سکھ پر چھلانگ لگادی۔اور اسے اپنے ساتھ ہی دوسری طرف گرالیا۔میں نے دوسرے سکھ کے کرپان والے ہاتھ کو پکڑ لیا۔اس دوران پاروتی پہلے سکھ کی گردن میں ناخن چبھو کراسے ہلاک کرچکی تھی۔پاروتی نے دوسرے سکھ کی گردن پر دونوں ہاتھ زور سے مارے اور اپنی انگلیوں کے ناخنوں سے اس کی گردن نوچنے لگی۔

بس اتنا ہی کافی تھا۔خدا جانے اس کے ناخنوں میں ایسا ہلاکت خیز زہر کہاں سے آگیاتھا۔دوسرا سکھ وہیں دہراہو کر بے حس ہو کرمنہ کے بل فرش پر گر پڑا۔اب باہر سے سکھوں کے اندر آجانے کا زبردست خطرہ تھا۔پاروتی نے ہاتھ کوجھٹک کر کہا۔

”ان کی لاشیں اس طرف کردو۔جلدی کرو۔“

ہم نے دونوں سکھوں کی لاشوں کو میز کے نیچے دھکیل دیا۔باہر سے دوسرے سکھ غنڈوں کی آواز آئی۔

”باہر نکل نہام سنگھا۔اندر کیا کررہے ہو؟“

میں نے پاروتی سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اب کیا کریں؟"

پاروتی کا خیال تھا کہ باہر سکھ ادھر ادھر ہوگئے ہوں گے اور وہ یہ کہتی ہوئی مجھے لے کرباہر نکل جائے گی کہ میرا خاوند ہندو ہے۔تمہارے ساتھیوں کو پتہ چل گیا ہے مگر سکھ باہر ہمارے نکلنے کاانتظار کررہے تھے۔دیوار میں دروازہ تھا۔میں نے اسے کھولا تو وہ غسل خانہ تھا۔غسل خانے میں بھی ایک چھوٹا دروازہ تھا۔پاروتی نے اسے کھولا دوسری طرف احاطہ تھا جہاں گائے بندھی تھی۔ہم تیزی سے نکل کر احاطے میں آئے اور دوڑتے ہوئے اسٹیشن کی عقبی سڑک پر نکل گئے۔یہاں چھوٹے سے باغیچے میں ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی تھی جس کو سکھوں نے توڑ پھوڑ دیاتھا۔

ہمیں پلیٹ فارم پر سکھوں کے نعروں کی آوازیں سنائی دیں۔شاید انہیں اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کا پتہ چل گیا تھا۔پاروتی نے کہا۔

"کسی طرف کو بھاگ چلو۔میں تمہیں دشمنوں کے اتنے ہجوم سے نہیں بچاسکوں گی۔بھاگو۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم نے دوڑتے ہوئے سڑک پار کی۔سامنے لکڑیوں کا ٹال تھا۔اس کی بغل سے ایک راستہ کھیتوں کی طرف جاتاتھا۔ہم دوڑتے ہوئے کھیتوں میں آگئے۔یہاں فصل کھڑی تھی۔ہم نے فصل کے درمیان جو پگ ڈنڈی تھی اس پر جتنی تیزی سے بھاگ سکتے تھے بھاگنا شروع کردیا۔کھیت ختم ہوگئے۔ایک چھوٹا سامیدان آگیا جہاں خالی تانگے کھڑے تھے۔ہم وہاں سے بھی بھاگتے ہوئے گزر گئے۔آگے کسی احاطے کی اونچی دیوار آگئی۔ہم دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگتے ہوئے ریالٹو سینما کے عقب میں آگئے۔یہ سینما میرا جانا پہچانا تھا۔

وہاں آکر ہم ٹاہلی کے درخت کے نیچے بے دم سے ہو کر گر پڑے۔پاروتی کا سانس اتنا نہیں پھولا تھا۔مگر میرا سانس بہت پھول گیا تھا۔بعد میں پاروتی نے مجھے بتایا کہ ناگن ہونے کی وجہ سے اس کا دم زیادہ نہیں پھولا تھا۔جب ذرا میرے اوسان بحال ہوئے تو میں نے پاروتی سے کہا کہ ہمیں اب اسٹیشن کی طرف ہرگز نہیں جانا چاہیے۔

اس نے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تم اس شہر سے واقف ہو۔یہ کونسا علاقہ ہے اور یہاں سے پاکستان کی سرحد کس طرف ہے کیونکہ میں چاہتی ہوں کہ تمہیں جتنی جلدی ہوسکے پاکستان کی سرحد کے اندر پہنچادوں۔“

میں نے کہا۔

”ہم سکھوں سے کافی دور نکل آئے ہیں مگر پاکستان کو جو سڑک جاتی ہے اس پر ایک بہت بڑا گوردوارہ ہے۔شہر کی جو حالت دیکھ رہاہوں اس کے پیش نظر وہاں میرا بچ کر نکلنا ممکن نہیں لگتا۔“

”ہم سڑک چھوڑ کر کھیتوں کھیت بارڈر کی طرف چلتے ہیں۔ابھی دونوں ملک نئے نئے آزاد ہوئے ہیں بارڈر پر کوئی فوج وغیرہ نہیں ہوگی۔“

اس کا یہ مشورہ بڑا اچھا تھا۔میں نے سوچا کہ اگر ہم یہاں سے خالصہ کالج کی طرف چلتے جائیں تو آگے کھیتوں کھیت چھ ہرٹہ کا گوردوارہ پار کرکے اسی طرح کھیتوں میں چلتے لاہور پہنچ سکتے ہیں۔اس وقت تک مجھے معلوم نہیں تھا کہ امرتسر شہر مسلمانوں سے خالی ہوچکا ہے اور جس طرف ہم جانے والے ہیں اس طرف سکھ غنڈے کھیتوں میں کئی مسلمانوں کو قتل کرچکے ہیں اور ان کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لاشیں وہیں پڑی ہیں اور سکھ آس پاس کے کھیتوں میں چھپے ہوئے مسلمانوں کو تلاش کررہے ہیں۔

میں نے پاروتی کو ساتھ لیا اور کھیتوں میں خالصہ کالج کی طرف چل پڑا۔فضا میں ایک دہشت ناک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔شہر کی طرف دو تین جگہوں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔میں نے پاروتی کو دھوئیں کے بادل دکھاتے ہوئے کہا۔

”یہ مسلمانوں کے مکان جل رہے ہیں۔“

کھیت میں فصل اونچی تھی۔فصل ختم ہوئی تو بائیں جانب کچھ فاصلے پر امرتسر کے دائم گنج کی آبادی کے مکان دکھائی دیئے۔ان مکانوں پر بھی ایک سکوت طاری تھا۔آگے کھیت میں کسی فصل کی دیوار آگئی۔ہم اس دیوار کی اوٹ میں چل رہے تھے۔یہ کھیت ختم ہوا تو آگے چھوٹا سا چھپڑ آگیا۔یہاں کٹی ہوئی دو انسانی لاشیں پڑی تھیں۔پاروتی نے میرا بازو تھام لیا۔یہ مسلمانوں کی لاشیں تھیں اور آگے گئے تو کھیتوں میں جگہ جگہ انسانی لاشیں پڑی تھیں جن کا خون ابھی تک بہہ رہا تھا۔پاروتی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اچانک ایک طرف سے آدمیوں کے دوڑنے کی آوازیں اٹھیں۔ہم وہیں بیٹھ گئے۔فصل ہمارے چہروں تک آتی تھی۔ہم نے چار پانچ سکھوں کو بلم اور تلواریں لیے دائم گنج کی آبادی کی طرف دوڑتے دیکھا۔ہم وہیں دبک کر بیٹھے رہے۔جب سکھ ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئے تو ہم پھر چھ ہرٹہ کی طرف تیز تیز قدموں کے ساتھ چلنے لگے۔خالصہ کالج کی عمارت بائیں جانب پیچھے رہ گئی تھی۔کھیتوں میں ایک طرف تین چارمکان تھے۔ادھر سے ایک بوڑھا آدمی ہمیں دیکھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر اس طرح ہلانے لگا جیسے ہمیں رک جانے کااشارہ کررہا ہو۔پاروتی نے کہا۔

"یہ بوڑھا کیا کہہ رہا ہے؟"

میں نے کہا۔"کچھ بھی ہو۔ہمیں رکنا نہیں چاہیے۔"

ہم تیز تیز چلتے گئے۔بوڑھا کھیت میں سے گزر کر ہمارے سامنے آگیا وہ سکھ نہیں تھا۔مجھے دیکھتے ہی اس نے اونچی آواز میں کہا۔

"السلام علیکم!"

میں وعلیکم السلام کہہ کر رک گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بابا تم مسلمان ہو؟"

بوڑھے کی عمر زیادہ نہیں تھی مگر جسم کمزور تھا۔سر پر اس نے صافہ باندھ رکھا تھا۔کہنے لگا۔

"ہاں بیٹا میں مسلمان ہوں۔خدا کاشکر ہے کہ تم بھی مسلمان نکلے۔سکھوں نے یہاں مسلمانوں کو بہت قتل کیا ہے۔میں نے طے کرلیا تھا کہ اب کسی مسلمان کاخون نہیں بہنے دوں گا۔بستی میں جو کوئی بچا کھچا مسلمان ملا اسے یہاں سے نکال کر اپنے ساتھ پاکستان لے جاؤں گا۔بیٹااس طرف آجاؤ آگے بڑا خطرہ ہے۔جلدی کرو۔سکھوں کا جتھا ادھر کو آرہا ہے۔"

ہم پہلے ہی ڈرے ہوئے تھے۔ایک مسلمان کو دیکھا تو کچھ حوصلہ ہوا۔ہم اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔وہ ہمیں کھیتوں میں جو مکان تھے اس طرف لے گیا۔راستے میں وہ بولتا جارہاتھا۔

"امرتسر میں مسلمانوں پربڑا ظلم ہوا ہے۔ہندو سکھوں نے ڈوگرہ فوج کے ساتھ مل کرمسلمانوں کابڑا خون بہایا ہے۔جلدی چلوبیٹا۔"

وہ ہمیں ایک مکان میں لے آیا۔مکان خالی پڑا تھا۔کہنے لگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں دائم گنج میں نان بائی کی دکان کرتا تھا۔سکھوں نے حملہ کیا تو یہاں آکر چھپ گیا۔تم یہاں بیٹھو‘ میں باہر جاکر معلوم کرتا ہوں کہ سکھوں کا جتھا ادھر تو نہیں آرہا۔ہاں دروازہ اندر سے بند کرلینا۔“

یہ کہہ کر وہ بوڑھا مکان سے باہر چلا گیا۔اس کے جاتے ہی میں نے دروازہ بند کرلیا۔میں نے پاروتی کی طرف دیکھا۔

”یہ تو کوئی فرشتہ ہمیں مل گیا ہے۔نہیں تو ہمیں سکھوں کے جتھے نے زندہ نہیں چھوڑنا تھا۔“

یہ مکان کا چھوٹا سا کمرہ تھا جو بالکل خالی تھا۔صرف ایک پرانی چارپائی دیوار کے ساتھ بچھی ہوئی تھی۔بوڑھے کو گئے بمشکل دس منٹ گزرے ہوں گے کہ باہر کچھ آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز آئی۔یہ آواز قریب آئی تو میں نے دروازے کے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا۔میں نے دیکھا کہ وہی بوڑھا آدمی جو ہمیں مکان میں چھوڑ کر گیا تھا دو سکھوں کے ساتھ کسی بات پر جھگڑتا ہوا کمرے کی طرف آرہا تھا۔دونوں سکھوں میں سے ایک سکھ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔دوسرے کے ہاتھ میں ہاکی تھی۔بوڑھا کہہ رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ایک عورت بھی ساتھ ہے۔جوان عورت ہے۔میں زیادہ پیسے لوں گا۔“

تلوار والے سکھ نے جھومتے ہوئے اسے گالی دی۔

”اوئے نٹھ جالالا نہیں تو تیری گردن اڑادوں گا۔جتنے پیسے دیئے ہیں ٹھیک ہیں۔“

بوڑھا کہنے لگا۔

”سردارا‘ بڑی مشکل سے گھیر کر دونوں مسلمان مرد عورت کو لایا ہوں دس روپے ہی دے دو۔“

دوسرے سکھ نے اسے فحش گالی دے کر ہاکی اٹھائی تو وہ بوڑھا جو اصل میں ہندو تھااور جس کا کام اس آبادی کے بچے کھچے مسلمانوں کو گھیر کرلاناتھا‘وہاں سے چلا گیا۔

میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔میں نے گھبراہٹ میں پاروتی سے کہا۔

”پاروتی! ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔وہ بوڑھا ہندو تھا۔اس نے ہمیں سکھوں کے حوالے کردیا ہے۔دو سکھ ہماری طرف آرہے ہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اتنے میں سکھوں نے دروازے کو زور سے دھکیلا۔دروازہ اندر سے بند تھا۔ سکھوں نے دروازے پرہاکی اور لاتیں برسانا شروع کردیں۔کمرے میں نہ کوئی کھڑکی تھی نہ کوئی روشدان تھا۔دروازہ ٹوٹنے لگا۔میں نے پاروتی سے کہا۔

"پاروتی! کچھ کرو۔لگتا ہے اب بچنا مشکل ہے۔"

پاروتی نے مجھے دروازے سے ایک طرف کرتے ہوئے کہا۔

"تم ادھر ہوجاؤ۔"

میں کونے میں جاکر بیٹھ گیا۔دروازے کی چٹخنی اکھڑ گئی۔دروازہ کھل گیا اور دونوں سکھ بڑکیں مارتے ہوئے کمرے میں آگئے۔اس دوران پاروتی ناگن کا روپ اختیار کرچکی تھی۔جیسے ہی دونوں سکھ اندر آئے اور میری طرف بڑھے پاروتی نے ان دونوں کواچھل کرڈس دیا۔یہ کچھ ایسے عتاب کازہر تھا کہ دونوں سکھ اپنی جگہ پر ساکت ہوگئے۔پاروتی نے ایک غلطی کی وہ پھنکارتے ہوئے پھن پھیلا کر ان کے سامنے آگئی۔

جس سکھ کے ہاتھ میں تلوار تھی اس میں ابھی کچھ سکت باقی تھی دوسرا سکھ گر پڑا تھا۔پہلے سکھ نے گرتے گرتے تلوار والا ہاتھ سانپ پر مارا۔میری آنکھوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے سامنے تلوار پاروتی کو لگی اور اس کے دو ٹکڑے ہوگئے۔اس کے ساتھ ہی دوسرا سکھ بھی ڈھیر ہوگیا۔

ایک لمحے کے لیے تو میں جہاں بیٹھا تھا وہیں بیٹھا رہا۔پاروتی ناگن کے روپ میں تھی اور اس کے دوٹکڑے ہوچکے تھے۔دونوں ٹکڑے فرش پرپڑے تھے۔ اوپر والے

ٹکڑے کا پھن سکڑ گیا تھا۔میں نے جلدی سے اٹھ کرپاروتی ناگن کے دونوں ٹکڑے اٹھائے۔گردن سے ذرا نیچے تلوارنے سانپ کو کاٹ دیا تھا۔خون ذرا سا بھی نہیں بہاتھا۔میں نے سانپ کے دونوں ٹکڑے جیب میں ڈالے اور کھلے دروازے سے نکل کرباہر آیا۔باہر کوئی نہیں تھا۔میں دوڑ کر مکان کے پیچھے چلا گیا۔پیچھے باجرے کا کھیت تھا۔ایک پگڈنڈی بارڈر کی جانب جو علاقہ تھا اس طرف جارہی تھی۔مگر اب مجھے اس طرف نہیں جانا تھا۔مجھ پر ایک بھاری ذمے داری عائد ہوچکی تھی۔مجھے پاروتی کی زندگی پھر سے واپس لانے کے لیے کوہ ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے میں واقع کیلاش پربت جاناتھا۔میں نے وہیں سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اپنا رخ اس سڑک کی طرف کرلیا جو امرتسر شہر کے قریب سے گزرتی ہوئی آگے جالندھر لدھیانہ انبالے کی طرف جاتی تھی۔

...☆☆☆...

میرا خیال تھا کہ میں جس چھوٹی سڑک پر جارہا ہوں یہ جالندھر لدھیانے کی طرف ہی جاتی ہوگی لیکن میرا خیال غلط تھا۔یہ کچی سڑک امرتسر کی جیل کے قریب جاکر دائیں جانب ایک برساتی نالے کے پل کی طرف چلی گئی تھی۔میں نالے کے پل پر سے گزر کر دوسری طرف آیا تو میرے سامنے کمپنی باغ کے درختوں کی قطاریں تھیں۔امرتسر جیل کی طرف میں پہلی بار آیا تھا۔سڑک اور کھیتوں پر ایک دہشت طاری تھی۔کہیں کہیں سوائے ملٹری کے سپاہیوں کے اور کوئی انسان نظر نہیں آتاتھا۔میں ان سے بھی چھپ کرآگے نکل گیا۔صرف اس ڈر سے کہ اگر انہوں نے پکڑ کرمیری تلاشی لی اور میری جیب سے کٹاہوا سانپ نکلے گا جس کو وہ زمین پر پھینک کر کچل ڈالیں گے اور پھر شاید میں پاروتی کی زندگی کبھی نہیں بچاسکوں گا۔اس کے علاو ہ یہ خیال بھی تھا کہ یہ ساری ملٹری ہندو ڈوگرہ اور گورکھوں پر مشتمل ہے انہیں جب معلوم ہوگا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کہ میں مسلمان ہوں تو وہ مجھے کبھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ہندو ملٹری نے بھی امرتسر میں سکھوں کے ساتھ مل کر سیکڑوں مسلمانوں کوشہید کیا تھا۔

امرتسر کے کمپنی باغ کی ایک ایک سڑک میری دیکھی ہوئی تھی۔یہاں سے مجھے جالندھر انبالے کی طرف جانے والی جی ٹی روڈ کا راستہ بھی آتاتھا۔میں باغوں باغ جی ٹی روڈ پر نکل جاناچاہتاتھا۔امرتسر شہر کی طرف جانے کا سوچ بھی نہیں سکتاتھا۔اوپر سے شام ہو رہی تھی۔میں کمپنی باغ والی مال روڈ کی طرف جانے کی بجائے اس سڑک پر آگیا جو ریالٹو سینما اور پوسٹ آفس کی عمارت کے آگے سے ہو کربڑے اسپتال کی طرف جاتی تھی۔یہ کمپنی باغ کی مشرقی سڑک تھی۔بالکل خالی پڑی تھی۔میں کپڑوں سے ہندو ہی معلوم ہوتاتھا۔تنگ موری کی پتلون تھی اور ماتھے پر ہندوؤں کی طرح میں نے ایک لال بندی بھی لگائی ہوئی تھی۔یہ اگست1947ء کے آخری دن تھے۔فضا میں بڑا حبس تھا۔کمپنی باغ کے درخت شام کے اندھیرے میں دھندلے ہو رہے تھے۔ریالٹو سینما والی سڑک جس پر میں جارہا تا دور تک خالی پڑی تھی۔میں ریالٹو سینما سے ذرا پہلے چوک میں سے کمپنی باغ کی طرف ہو گیا۔کیونکہ مجھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ڈر تھا کہ آگے ملٹری نہ ہو۔ کچنی باغ ویران پڑا تھا۔ میں الیگزینڈرا گراؤنڈ میں سے ہوتا ہوا کچنی باغ کے اس حصے میں آگیا جہاں اس کا رام باغ والا گیٹ تھا۔ یہاں سے میں چھوٹی نہر پر چڑھ گیا۔ یہ چھوٹی سی نہر دو مونہی کی طرف سے آتی تھی اور کچنی باغ کو سیراب کرتی تھی۔ نہر کے کنارے چلتا چلتا میں دو مونہی پر جا کر بائیں جانب ہنسلی کے اوپر چلنے لگا۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے شام کا اندھیرا کافی گہرا ہو گیا تھا۔ یہ ہنسلی دراصل اسی نالے کی چھت تھی جس میں سے نہر کا تازہ پانی امرتسر کے دربار صاحب والے تالاب میں جا کر گرتا تھا۔

آگے ریلوے لائن آگئی۔ میں ہنسلی سے اتر کر ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ میرا رخ جالندھر انبالے کی طرف تھا مگر میں وہاں تک پیدل نہیں جاسکتا تھا۔ کوئی ریل گاڑی بھی ملنی مشکل تھی۔ کیونکہ اس وقت پاکستان سے ہندو سکھ شرنارتھیوں سے بھری ہوئی ٹرینیں ہی آتی تھیں اور ان کا بھی کوئی وقت نہیں تھا کہ کب آجائیں۔ ویسے بھی ان میں بیٹھنا خطرناک تھا۔ ہوسکتا تھا کہ ہندو سکھ شرنارتھیوں کو مجھ پر مسلمان ہونے کا شک پڑجائے۔ میں اللہ توکل ریلوے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لائن کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ امرتسر کے چالیس کنوئیں بھی گزر گئے۔ اس کے بعد رات کا اندھیرا پوری طرح چھا گیا۔

یہ فسادات کی خون آلود رات تھی۔ ہر طرف وحشت طاری تھی۔ اگست کی حبس آلود رات کی فضا میں آگ اور خون کی بو رچی ہوئی تھی۔ ریلوے لائن سے دور ایک گاؤں میں لگی ہوئی آگ نظر آئی۔ ست سری اکال کے نعرے بھی سنائی دیئے۔ میں موت کے منہ میں چلا جارہا تھا۔ خیال آیا کہ یہاں کسی جگہ چھپ کر رات گزار دینی چاہیے۔ صبح کی روشنی میں آگے چلوں گا تاکہ معلوم تو ہو کہ میں کہاں جارہا ہوں۔ لیکن پھر سوچا کہ رات کے اندھیرے میں تو میں پھر بھی خطرناک علاقے سے گزر جاؤں گا۔ دن کی روشنی میں سکھوں کے قابو آگیا تو پاروتی کے ساتھ میں بھی ختم ہوجاؤں گا۔

میرے پاس اتنے پیسے موجود تھے کہ میں بڑی آسانی سے کیلاش پربت پہنچ سکتا تھا۔ کیلاش پربت پہنچنے کے لیے مجھے جالندھر سے انبالے جانا تھا جہاں سے گاڑی بدل کر کے مراد آباد اور پھر گورکھپور کی طرف نکل جانا تھا۔ اس کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آگے شمال کی جانب ہمالیہ کا پہاڑی سلسلہ شروع ہوجاتا تھا۔ہمالیہ کی پہاڑیوں میں ہی کیلاش پربت نام کی

ایک پہاڑی تھی۔یہ سب کچھ مجھے پاروتی نے سمجھادیا تھا۔اس پہاڑی کے دامن میں کوئی مندر تھا۔مندر کے صحن میں ایک تالاب تھا۔اس تالاب میں مجھے پاروتی ناگن کے جسم کے ٹکڑے کسی ڈبے میں بند کرکے چھ دن تک رکھنے تھے۔ساتویں دن پاروتی کے جسم کے ٹکڑوِں نے آپس میں جڑجانا تھا اور پاروتی نے سانپ کے روپ میں پھر سے زندہ ہوجانا تھا۔

یہ بڑا لمبا سفر تھا مگر جان کا خطرہ صرف مراد آباد تک ہی تھا۔اخبارات کے ذریعے معلوم ہوتا تھا کہ آگے گورکھپور کے علاقے میں اتنے زیادہ فسادات نہیں ہو رہے۔

بہرحال مجھے کسی نہ کسی طرح کیلاش پربت پہنچنا ہی تھا۔سوال یہ تھا کہ جالندھر انبالے تک کیسے پہنچا جائے۔پاروتی کے ساتھ امرتسر کی طرف سفر کرتے ہوئے میں نے دیکھ لیا تھا کہ ان دونوں شہروں میں ہندو سکھ مسلمانوں کا قتل عام کررہے تھے اور ان شہروں میں ایک بھی مسلمان نہیں بچا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھا۔سب سے پہلے مجھے جالندھر پہنچنا تھا۔میں وہاں تک پیدل نہیں جاسکتا تھا۔ریلوے لائن کے ساتھ چلتے چلتے میں تھکا تو نہیں تھا مگر اندھیرے میں میرے پاؤں بار بار پتھروں پر پڑرہے تھے۔وہاں کوئی روشنی وغیرہ بالکل نہیں تھی۔دونوں جانب اندھیرے میں ڈوبے ہوئے کھیتوں کا سلسلہ تھا۔

میں نے غلطی کی جو شام کے وقت اس طرف نکل آیا۔مجھے چاہیے تھا کہ میں کچنی باغ میں کسی جگہ درختوں میں چھپ کر رات گزار دیتا۔بار بار یہی افسوس ہو رہا تھا مگر اب واپس کچنی باغ بھی نہیں جاسکتا تھا۔بہت ممکن تھا کہ شہر میں کرفیو لگ گیا ہو۔چلتے چلتے مجھے ایک طرف کھیتوں میں کچھ فاصلے پر جھلملاتی ہوئی روشنی دکھائی دی۔

میں رک کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔یہ کسی گاؤں کی روشنی نہیں ہوسکتی تھی۔اگر گاؤں کی روشنی ہوتی تو اس کے ساتھ دو تین اور روشنیاں بھی ضرور نظر آتیں یہ ایسی روشنی تھی جیسے کسی نے درختوں کے اندھیرے میں کوئی چراغ جلا رکھا ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرے قدم بے اختیار اس روشنی کی طرف اٹھ گئے۔میں اونچی ریلوے لائن سے نیچے اتر کر روشنی کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ بڑے گھنے سیاہ تاریک درخت ہیں۔ان کے نیچے ایک جگہ چراغ جل رہا ہے میں پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا دوسری طرف سے درختوں کے پاس آگیا۔میں نے ایک جھونپڑی دیکھی جس کے آگے چوکور مٹی کا چبوترا تھا۔چبوترے کی اینٹوں پر دیا روشن تھا۔ جھونپڑی کا کوئی دروازہ نہیں تھا اس پر کوئی بوریا بھی نہیں لٹک رہا تھا۔وہاں کوئی آدم زاد بھی نظر نہیں آتا تھا۔میں چبوترے کے قریب آکر رک گیا۔مجھے ایک جانب دیئے کی مدھم روشنی میں ایک کنوئیں کی چرخی نظر آئی۔یہاں ایک کنواں بھی تھا۔شاید یہ کوئی تکیہ تھا۔فسادات کی وجہ سے یہاں جو ملنگ درویش وغیرہ رہتے تھے وہ یا تو قتل ہوگئے تھے یا بھاگ کر پاکستان چلے گئے تھے۔میں نے سوچا کہ جھونپڑے کے اندر دیکھنا چاہیے اگر جھونپڑا خالی ہوا تو یہاں بڑے آرام سے میں رات بسر کرسکوں گا۔

جیسے ہی میں جھونپڑے کی طرف بڑھا۔پیچھے سے کسی مرد کی بھاری آواز آئی۔

"کون ہے تو؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرے قدم وہیں رک گئے۔میں نے پلٹ کر دیکھا۔دیئے کی روشنی میں مجھے ایک آدمی نظر آیا جس کا سرمنڈا ہوا تھا۔بدن پر درویشوں والا سیاہ لمبا کرتہ اور تہمد تھا۔اندھیرے میں اس کی آنکھیں چیتے کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔اس نے مجھ سے پنجابی میں بات کی تھی۔میں نے پنجابی میں ہی جواب دیا۔

"مسافر ہوں۔پیاس لگی تھی پانی پینے آگیا ہوں۔"

"یہاں بیٹھ جامیں تمہیں پانی پلاتا ہوں۔"

چبوترے پر صف بچھی ہوئی تھی۔میں صف پر بیٹھ گیا۔وہ آدمی جھونپڑی کے اندر گیااور میرے لیے کسی مٹکے میں سے مٹی کے آبخورے میں پانی بھر کر لے آیا۔

اس نے آبخورہ میری طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"تم کہاں سے آرہے ہو؟"

میں نے پانی پیااور آبخورہ صف پر رکھتے ہوئے کہا۔

"بس راستہ بھول گیا تھا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں اسے یہ بتاتے ہوئے ڈ ر رہا تھا کہ میں مسلمان ہوں یا ہندو ہوں۔مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ یہ پراسرار فقیر ہندو ہے یا مسلمان... اس لیے میں نے گول مول بات کہہ دی تھی۔وہ میرے سامنے صف پر بیٹھ گیا۔اس نے کرتے کی جیب میں سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر کھولا۔اسے میری طرف بڑھا کر کہا۔

”سگریٹ پیتے ہو؟“

میں نے کہا۔”جی نہیں شکریہ۔“

”لے لو۔میں جانتا ہوں تم سگریٹ پیتے ہو ڈرو نہیں۔یہاں تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔تم مسلمان ہو یا ہندو ہو تو اپنے گھر ہوگے۔یہاں بے فکر ہو کر بیٹھو۔سگریٹ لگاؤ۔“

سگریٹ کڑوا اور سخت تھا۔مجھے پہلے ہی کش کے ساتھ کھانسی آگئی۔وہ آدمی بولا۔

”گلے کو اتنا نازک کیوں بنا رکھا ہے؟ میرے پاس تو تمہیں یہی تارکا سگریٹ ملے گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تارمارکہ سگریٹ اس زمانے میں دنیا کا سب سے گھٹیا سگریٹ تھا۔اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس میں تمباکو کی بجائے سڑکوں کی مٹی اور گھاس بھری ہوتی تھی۔مجھے دوسرا کش لگانے کی ہمت نہ ہوئی۔اس آدمی نے پوچھا۔

”کیانام ہے تمہارا؟“

میں نے نام بتایا تووہ ہنس کر بولا۔

”مسلمان ہو۔موت سے چھپتے پھر رہے ہوگے۔“

میں اس کی بات پر اس کامنہ تکنے لگا۔اس کی آنکھوں میں کچھ ایسی چمک اور مقناطیسی کشش تھی کہ میں زیادہ دیر اس کی طرف نہ دیکھ سکا۔میں نے نظریں جھکا لیں اور کہا۔

”مجھے آپ بھی مسلمان لگتے ہیں۔“

”ہاں میں بھی مسلمان ہوں مگر تمہاری طرح موت سے چھپتا نہیں پھرتا۔“

مجھ سے رہانہ گیا۔میں نے اس سے پوچھا۔

”کیاآپ رات کے وقت یہاں آتے ہیں یا دن کے وقت بھی آتے ہیں؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ بولا۔"رات اور دن میں کیا فرق ہوتا ہے؟ میں دن کے وقت بھی اسی جگہ رہتا ہوں رات کو بھی یہیں رہتاہوں۔"

میں نے کہا۔"آپ کے چاروں طرف ہندو سکھ مسلمانوں کا قتل عام کررہے ہیں۔آپ کسی قافلے کے ساتھ پاکستان کیوں نہیں چلے جاتے؟"

وہ بولا۔"کیا پاکستان میں کوئی اور خدا ہے؟اگر خدا نے مجھے بچانا ہے تو یہاں بھی بچالے گا۔یہاں بھی وہی خدا ہے۔"

اس آدمی کی باتیں میری سمجھ سے بالا تھیں۔میں نے کہا۔

"مجھے انبالے جانا ہے۔کیا یہاں آگے کسی جگہ سے مجھے انبالے جانے والی کوئی گاڑی مل سکے گی؟"

وہ سگریٹ کے لمبے لمبے کش لگانے لگا۔پھر بولا۔

"تمہیں آگے کرتارپورے کے اسٹیشن سے ہی جالندھرانبالے جانے والی کوئی گاڑی مل سکتی ہے۔"

میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مگر ساری گاڑیاں پاکستان سے آنے والے ہندو سکھ شرنارتھیوں کی ہیں اور میں مسلمان ہوں۔مجھے وہاں جان کاخطرہ ہے۔"

"جان کا خطرہ تو ہر جگہ ہوتا ہے۔آدمی کو کہیں معلوم ہوجاتا ہے کہ یہاں جان کا خطرہ ہے اور کہیں معلوم نہیں ہوتا کہ یہاں بھی جان کا خطرہ ہے۔تم کس خطرے کی بات کررہے ہو؟"

یہ پراسرارآدمی پھرمعرفت کی باتیں کرنے لگا تھا جو میری سمجھ میں نہیں آسکتی تھیں۔میں نے کہا۔

"اچھا آپ یہ بتائیں کہ کرتارپورے کا اسٹیشن یہاں سے کتنی دور ہے؟"

وہ کہنے لگا۔"رات یہاں پڑے رہو۔صبح بتادوں گا تم کو بھوک لگی ہوگی تمہارے لیے کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔مجھے مہمان زہر لگتے ہیں اور مہمانوں کی خدمت کرنا

تو بہت ہی زہر لگتا ہے مگر تم مجھ پر مصیبت بن کرنازل ہوگئے ہو تو تمہیں کچھ نہ کچھ کھلانا ہی پڑے گا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ کہہ کر وہ جھونپڑی میں چلا گیا۔تھوڑی دیر بعد باہر نکلا تو اس کے ہا تھ میں تھالی تھی جس میں گرم گرم کابلی چنوں کا پلاؤ تھا۔پلاؤ میں سے خوشبو اٹھ رہی تھی۔خدا جانے اندر کونسی دیگ پک رہی تھی کہ جہاں سے وہ گرم گرم پلاؤ نکال کر لے آیا تھا۔

”لو کھاؤ۔“

اس نے تھالی میرے ہاتھوں میں تھمادی۔

”اب تمہارے لیے پانی بھی اندر سے لانا پڑے گا۔بڑی مصیبت ہے۔“

میں حیران ہو رہا تھا کہ یہ کس قسم کا آدمی ہے۔جب میں کھانا کھاچکا تو اس نے مجھ سے کہا۔

”تمہیں ڈر لگا ہے کہ کہیں رات کو سکھ آکر تمہیں مار نہ ڈالیں اس لیے تم جھونپڑی میں جاکر سوجاؤ۔میں باہر سوجاؤں گا۔“

جھونپڑی میں ایک جھلنگا چارپائی پڑی تھی جس پرنہ کوئی بستر تھا نہ تکیہ‘باہر سے اس آدمی کی آواز آئی۔

”تکیے کی جگہ بے شک باہر سے ایک اینٹ لے جاؤ۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

خدا جانے یہ بات اس آدمی نے طنز کے انداز میں کہی تھی یا واقعی وہ چاہتاتا کہ میں اینٹ کا سرہانہ بنا کر سوؤں۔بہرحال میں نے جھونپڑی کے حبس اور گرمی میں رات کاٹ دی۔صبح اٹھا تو وہ آدمی چبوترے کی صف پر ایک طرف بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔مجھے دیکھ کر بولا۔

”نہانا ہے تو کنوئیں پر بوقے نکال کر نہالو۔“

میں نے صرف منہ ہاتھ ہی دھویا پھر میں اس کے پاس آکر صف پر بیٹھ گیا۔میں نے اس سے پوچھا۔

”کرتارپورہ یہاں سے کتنی دور ہوگا؟“

”دس بارہ میل تو ہوگا۔سو چ لو۔پیدل جاؤگے تو راستے میں تمہیں سکھ مار ڈالیں گے۔“

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

”اچھا میں تمہارے لیے چائے لاتاہوں۔“

وہ جھونپڑی کے پیچھے درختوں میں چلا گیا۔واپس آیا تو ہاتھ میں ٹین کاڑے تھا۔جس میں چائے کی چینک ‘ دو پیالیاں اور ایک بن پڑاتھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہ لو ناشتہ کرلو۔میں تو صرف چائے پیوں گا۔“

میں بڑا حیران ہو رہا تھا کہ یہ شخص گرم گرم چائے کہاں سے لے آیا ہے۔ پیچھے درختوں میں مجھے تو کوئی چائے کی دکان نظر نہیں آرہی تھی۔اگر اس نے چولہے پر خود بنائی تھی تو اتنی جلدی وہ چائے نہیں بناسکتا تھا۔جتنی جلدی وہ چائے لے کر آیا تھا۔رات کو بھی جھونپڑے سے وہ کابلی چنے کا پلاؤ لے آیا تھا۔میں نے جھونپڑی میں صبح کی روشنی میں اچھی طرح دیکھا تھا وہاں کوئی پلاؤ کا دیگچہ وغیرہ نہیں تھا۔پانی کا مٹکا بھی نہیں تھا۔میں نے بن کے ساتھ چائے پی۔اس نے مجھ سے پوچھا۔

”تم انبالے کیالینے جارہے ہو؟“

میں نے یونہی کہہ دیا۔

”وہاں میرے کچھ رشتے دار پھنسے ہوئے ہیں‘ انہیں نکالنے جارہا ہوں۔“

وہ ہنسنے لگا۔سگریٹ کا کش لگا کربولا۔

”جھوٹ بولنے سے تمہیں کیا مل گیا ہے؟“

میں نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیاپاکستان سے آنے والی ہندو سکھوں کی ریفیوجی ٹرین کرتار پورے ٹھہرتی ہے؟“

”کیوں نہیں ٹھہرے گی۔یہ شرنارتھیوں کی بلائیں تو جگہ جگہ اتر رہی ہیں۔“

ابھی دھوپ زیادہ تیز نہیں ہوئی تھی۔میں چاہتا تھا کہ زیادہ گرمی ہونے سے پہلے پہلے کرتار پورے کے جتنا نزدیک پہنچ سکتا ہوں پہنچ جاؤں۔میں اس آدمی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس سے ہاتھ ملانے لگا تو اس نے اپنا ہاتھ آگے نہ بڑھایا۔

”ٹھیک ہے‘ ہاتھ ملانے کی کوئی ضرورت نہیں‘ اب تم جاؤ نہیں تو سکھ آجائیں گے۔سکھ آگئے تو میں تو بڑے آرام سے مرجاؤں گا۔تم بڑا شور مچاؤ گے۔“

میں وہاں سے آگے روانہ ہو گیا۔

میں کھیتوں کھیت چلتا ایک بار پھر ریلوے لائن پر آگیا۔ریلوے لائن پر چلنا زیادہ محفوظ تھااور اس طرح میں راستے سے بھٹک بھی نہیں سکتا تھا۔دھوپ نکلی ہوئی تھی۔گرمی بڑھ گئی تھی۔مجھے پسینہ آرہا تھا۔اردگرد بڑی ویرانی تھی۔کھیتوں میں کوئی آدمی نظر نہیں آتا تھا۔دوردور کہیں کہیں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔فضا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں موت کا خوف طاری تھا۔مجھے لائن پر کچھ دور ریلوے کا سگنل دکھائی دیا۔یہ کوئی اسٹیشن تھا۔میں چلا جارہاتھا کہ جھاڑیوں میں مجھے ایک انسان کی لاش نظر آئی۔میں ذرا آگے گیا تو لائن کے آس پاس کتنی ہی کٹی پھٹی لاشیں دکھائی دیں۔پرانے کپڑے اور سامان بکھرا پڑا تھا۔میں ڈر کر ریلوے لائن سے نیچے اتر آیا اور جھاڑیوں سے ہٹ کر چلنے لگا۔

کیکر کے درخت پر میں نے دو چھ چھ سات سات مہینوں کے معصوم بچوں کی ننگی لاشیں لٹکتی دیکھیں تو میں مارے خوف کے تیز تیز چلنے لگا۔یہ مسلمان مہاجرین کا کوئی قافلہ ہوگا جس پر سکھوں نے حملہ کرکے مسلمان مہاجروں کو قتل کردیاتھااوران کے بچوں کے سینے میں برچھیاں مار کر ان کی لاشیں درختوں سے لٹکادی تھیں۔وہاں عورتوں کی کٹی ہوئی لاشیں بھی تھیں یہ ساری عورتیں ادھیڑ عمر اور بوڑھی تھیں۔ظاہر ہے جوان عورتوں کو اغوا کرلیا گیاہوگا۔

آج اتنی مدت کے بعد جب میں اس دل ہلادینے والے منظر کو اپنی آنکھوں کے سامنے لاتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ ہمارے بزرگوں نے کتنی قربانیاں دی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھیں پاکستان کے لیے اور ہم نے پاکستان کو کس حال تک پہنچادیا ہے۔مجھے اپنے پیچھے ریل کے انجن کی سیٹی سنائی دی۔میں نے پلٹ کر دیکھا۔دن کی روشنی میں دور سے ایک ٹرین آتی دکھائی دی۔چھوٹاسا اسٹیشن تھوڑی دور تھا۔ اس کے پلیٹ فارم کا جنگلا مجھے نظر آرہا تھا۔مجھے جان کا خوف بھی تھا۔میں اس ٹرین پر بھی سوار ہونا چاہتاتھا۔پلیٹ فارم خالی پڑاتھا۔مجھے اس چھوٹے سے اسٹیشن کا نام یاد نہیں رہا۔میں ایک طرف چھپ کر بیٹھ گیا۔ٹرین آکر کھڑی ہوگئی۔یہ پاکستان سے آنے والی ہندو سکھ شرنارتھیوں کی ٹرین تھی۔چھت پر بھی لوگ اپنا سامان لادے بیٹھے تھے۔لوگ اترنے لگے۔ان میں زیادہ تعداد سکھوں کی تھی۔وہ جلدی جلدی اپناسامان اتاررہے تھے۔اس کامطلب تھا کہ پاکستان سے جو ہندو سکھ انڈیا آرہے تھے وہ اپنا سامان بھی ساتھ لارہے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔رواداری مسلمان کے خون میں شامل ہے۔وہ معاف کرنا بھی جانتا ہے اور دشمن سے انتقام لینا بھی جانتا ہے۔مسلمان کے دل میں خدا کا خوف ہوتا ہے جبکہ میں اس حقیقت کاشاہد ہوں یعنی گواہ ہوں کہ سن 47ء کے فسادات میں سکھوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو بڑی بے دردی سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

شہید کیا تھا۔ بچوں تک کو معاف نہیں کیا تھا۔ میں نے درختوں پر معصوم بچوں کی ٹنگی ہوئی لاشیں دیکھی ہیں۔ میں یہ لاشیں پاکستان کی نئی نسل کے ان نوجوانوں کو دکھانا چاہتا ہوں جو انڈیا کی فلمیں اور انڈیا کے گانے نہ صرف گھروں میں لے جا کر دیکھتے اور سنتے ہیں بلکہ ان گانوں پر ڈانس بھی کرتے ہیں۔ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ وہ انڈیا کے گانوں پر نہیں بلکہ اپنے آباؤاجداد کی لاشوں پر رقص کر رہے ہیں جنہیں انڈیا کے ہندو سکھوں نے قتل کر دیا تھا۔

مجھے اس ٹرین میں بیٹھنا تھا کیونکہ یہ ٹرین آگے جا رہی تھی۔ میں ایک ڈبے میں گھس کر فرش پر بیٹھ گیا۔ کیونکہ وہاں کوئی دوسری جگہ نہیں تھی۔ ٹرین تھوڑی دیر بعد چل پڑی۔ ایک سکھ نے مجھے گھور کر دیکھا اور پنجابی میں پوچھا۔

"کہاں سے آئے ہو تم؟"

میں نے پنجابی میں کہا۔

"جی میں لاہور سے آرہا ہوں۔"

"وہاں کہاں رہتے تھے؟" سکھ نے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے محسوس کیا کہ اسے مجھ پر کچھ شک ہو رہا ہے کہ میں ہندو نہیں ہوں۔ خدا جانے شاید میری شکل پر لکھا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ میں لاہور کی ایک ایک گلی ایک ایک بازار سے واقف تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ کونسے محلے میں ہندوؤں کی اور کونسے علاقے میں سکھوں کی آبادی زیادہ ہے۔ میں نے کہا۔

"سنت نگر میں ہمارا مکان تھا جی مسلمانوں نے اسے آگ لگا دی۔ میرے ماتا پتا جی بھی میرے ساتھ ہی نکلے تھے۔ اسٹیشن کی طرف جاتے ہوئے وہ مجھ سے بچھڑ گئے۔"

سکھ مجھے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایک پوٹلی کھول کر ٹین کا ڈبہ نکالا۔ اس میں دال کے نمکین لڈو تھے۔ "یہ لو تم بھی کھاؤ۔"

میں ایک لڈو لے کر کھانے لگا۔ ٹرین آہستہ آہستہ جا رہی تھی۔ سکھ کے ساتھ اس کی فیملی اور دوسرے ہندو سکھ شرنارتھی بھی بیٹھے تھے۔ وہ سب پاکستان کے خلاف باتیں کر رہے تھے۔ اگر کوئی ان میں سے میری طرف دیکھتا تو میں ان کی ہاں میں ہاں ملا دیتا۔ بس یوں سمجھ لیں کہ اس طرح ٹرین کبھی تیز کبھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آہستہ چلتی کبھی رکتی رات کے وقت انبالے پہنچی۔یہاں سے مجھے مراد آباد کے لیے گاڑی بدلنی تھی۔میں ڈبے سے اتر گیا۔سانپ کی شکل میں پاروتی کی کٹی ہوئی لاش یعنی سانپ کے جسم کے دونوں ٹکڑے رومال میں بندھے میری جیب میں تھے۔مراد آباد میں بھی بڑے خوفناک فسادات ہوئے تھے۔اسٹیشن پر ویرانی برس رہی تھی۔اتنا ضرور تھا کہ یہاں سے کلکتہ اور اوپر گورکھپور کی جانب ٹرینیں چل رہی تھیں۔میں نے ایک قلی سے پوچھا کہ گورکھپو جانے والی ٹرین کس وقت روانہ ہوتی ہے۔اس نے مجھے بتایا کہ مجھے مراد آباد سے لکھنو جانا ہوگا' لکھنو سے مجھے گورکھپور جانے والی گاڑی ملے گی۔

میرے پاس پیسے موجود تھے۔میں نے سب سے پہلے اسٹیشن پر ہی تھوڑا بہت کھانا کھایا اور پلیٹ فام کے ایک کونے میں بیٹھ کر لکھنو جانے والی گاڑی کاانتظار کرنے لگا۔اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ساڑھے دس بجے ایک گاڑی آئی۔میں اس میں بیٹھ گیا۔اس گاڑی نے مجھے آدھی رات کے وقت گورکھپور پہنچایا۔گورکھپور میں کچھ امن وامان کی صورت تھی۔یہاں سے کوہ ہمالیہ کی چڑھائی شروع ہوتی تھی۔پاروتی نے ایک بار مجھے سمجھاتے ہوئے بتایا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھا کہ گورکھپور میں بیرگنج جانے والی چھوٹی لائن کی ریل گاڑی میں سوار ہوں گا۔بیرگنج سے ایک پہاڑی سڑک اوپر کیلاش پربت کے مندر کو جاتی ہے۔

گورکھپور اتر کر وہیں اسٹیشن کے مسافر خانے میں ایک جگہ بیٹھ گیا۔یہاں اتنی گرمی نہیں تھی جتنی پنجاب کے میدانی علاقے میں تھی۔حبس بھی نہیں تھا۔رات کاایک بج رہاتھا مسافر خانے میں کافی لوگ تھے۔خدا جانے یہ مسافر تھے یا شرنارتھی تھے۔مجھے اب ہر جگہ اپنے آپ کو ہندو ہی ظاہر کرناتھا۔کیونکہ میں ہندو اکثریت کے علاقے میں سفر کررہاتھا اور ہندوؤں کے مندر میں جارہاتھا۔

میں نے وہیں رات گزار دی۔یہ میں نے معلوم کرلیاتھا کہ بیرگنج کوایک میٹرگج یعنی چھوٹی ریلوے لائن والی ٹرین دوپہر کوجائے گی۔مجھے یہ وقت اسٹیشن پر ہی گزارناتھا۔اگرچہ لوگوں کی زبانی معلوم ہوگیاتھا کہ شہر میں امن وامان ہے اور کرفیو بھی اٹھالیا گیا ہے مگرمیں شہر میں جاکر اپنے آپ کوخطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔دوپہر کے وقت میں نے مسافر خانے میں ہی تھوڑا بہت کھانا کھایا۔پھر بیرگنج جانے والی چھوٹے ڈبوں کی ریل گاڑی میں سوار ہوگیا۔گاڑی تقریباً خالی تھی۔میں اپنے ڈبے میں کونے والی سیٹ پر کھڑکی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے پاس بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا اوپر میں جہاں جارہا تھا ادھر کوہ ہمالیہ کی پہاڑیوں کے دامن میں ہندوؤں کے بڑے مندر تھے۔ گاڑی میں کئی سادھو لوگ بھی بیٹھے تھے۔ وہ بڑے مزے سے چوکڑیاں مار کر سیٹوں پر بیٹھے تھے۔ لوگ ان کی خاطر تواضع کررہے تھے۔ میرے ڈبے میں سادھو کوئی نہیں تھا۔ مندروں کی یاترا کرنے والے یاتری ہی تھے۔ یہ لوگ اپنے ساتھ مندر کی مورتیوں پر چڑھانے کے لیے پھولوں کے ہار اور خداجانے کیا کیا کچھ لے جارہے تھے۔

گاڑی چلنے لگی تو ایک بوڑھی عورت ڈبے میں آگئی۔ اس کے سفید بال رسیوں کی طرح کے تھے۔ اس نے ایک گٹھری اٹھائے ہوئے تھی۔ وہ سیدھی میرے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ اس عورت کی عمر ساٹھ ستر کے قریب ہوگی۔ رنگ کالا تھا۔ جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ اس نے گیروے رنگ کی میلی سی ساڑھی پہنی ہوئی تھی۔ گٹھری اس نے پاس ہی رکھ دی۔ میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگی۔ اس کے منہ میں چند ایک دانت ہی باقی رہ گئے تھے۔ بولی۔

”بیٹا میں غریب بھکشنی ہوں۔ کیلاش ماتا کے درشن کرنے جارہی ہوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں مسکرا کر خاموش رہا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

گارڈ نے جھنڈی ہلائی۔ انجن نے سیٹی دی اور گاڑی جھپک جھپک کرتی پلیٹ فارم پر کھسکنے لگی۔ بوڑھی عورت نے گٹھری میں ہاتھ ڈال کر ایک پوٹلی نکالی۔ پوٹلی میں سے نسواری رنگ کا سفوف نکال کر ہتھیلی پر رکھا اوپر دوسری ہتھیلی آہستہ سے ماری اور پھر سفوف کا پھکا منہ میں ڈال لیا۔ کہنے لگی۔

”میرے دانت نہیں ہیں۔ بھنگ تمباکو پیس کر کھالیتی ہوں تم بھی کیلاش ماتا کی یاترا کو جارہے ہو بیٹا؟“

میں نے گول مول سا جواب دیا۔

”ہاں ماتاجی‘ وہیں ایک جگہ جارہاہوں۔“

وہ اپنا پوپلا سامنہ چلارہی تھی کہنے لگی۔

”کیلاش ماتا کے مندر کی یاترا کرنے میں ہر سال جاتی ہوں۔ پہلے ماتاجی کی مورتی کے درشن کرتی ہوں پھر ناگ دیوتا کے مندر میں جاکر ناگ پوجا کرتی ہوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں پھر بھی کچھ نہ بولا۔اتنا مجھے پتا چل گیا تھا کہ یہ عورت کیلاش پربت کے سارے مندروں اور خاص طور پر ناگ دیوتا کے مندر سے بھی واقف ہے۔مجھے اصل میں اسی ناگ مندر میں جانا تھا۔پہلے میں نے سوچا کہ اس سے ناگ مندر کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنی چاہیے پھر خیال آیا کہ اس کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے۔میں رازداری سے کام لینا چاہتا تھا۔یہ بات میرے خواب وخیال میں بھی نہیں تھی کہ یہ بوڑھی عوت بڑی زبردست سپیرن ہے اور وہ ناگن پاروتی کی بوپا کرہی میرے ڈبے میں آئی تھی اور جان بوجھ کر اس نے ناگ دیوتا کی باتیں شروع کی تھیں۔

بوڑھی عورت ناگ دیوتا کے بارے میں بتانے لگی۔

”ناگ دیوتا بڑے شکتی مان دیوتا ہیں بیٹا کیا تم نے ان کے درشن کیے ہیں؟“

مجھے ناگ دیوتا کے درشن کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔بلکہ اگر مجھے ناگ دیوتاسانپ کے روپ میں کہیں مل جائے تو میں اینٹ مار کر اسے وہیں ہلاک کردیتا۔میں نے نفی میں سرہلاتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”نہیں۔“چ“

بوڑھی عورت ایسی چالاکی سے باتیں کررہی تھی کہ آخر مجھے اس سے پوچھنا ہی پڑا کہ ناگ دیوتا کامندر کس جگہ پر ہے۔وہ کہنے لگی۔

”بیٹا تم کیوں فکر کرتے ہو۔میں تمہیں خود وہاں لے جاکر ناگ دیوتا کے درشن کراؤں گی۔یہ مندر پہاڑیوں کے درمیان بڑی خطرناک جگہ پر ہے۔وہاں تو کوئی کوئی یاتری ہی جاتا ہے۔مگر میں تمہیں خود ساتھ لے کر جاؤں گی۔اکیلے جاؤگے تو راستہ بھول جاؤگے۔کیلاش پربت کی پہاڑیوں میں اگر کوئی راستہ بھول جائے تو اس کا کچھ پتا نہیں چلتا۔کئی یاتری ان پہاڑیوں میں بھٹک کر گم ہوچکے ہیں۔“

اس مکار عورت نے مجھے کچھ ایسا ڈرایا کہ مجھے کہنا ہی پڑا۔

”ماتاتم مجھے اپنے ساتھ ہی ناگ دیوتا کے مندر میں لے جانا۔“

وہ بڑی خوش ہوئی۔کہنے لگی۔

”تمہارا کیا نام ہے بیٹا؟“

میری زبان پر ہندوانہ ایک ہی نام آیا۔میں نے کہہ دیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میر نام موہن لال ہے۔میں امرتسر سے آیا ہوں۔میرے پتاجی بیمار ہیں کسی نے کہا ہے کہ ناگ دیوتا کے مندر کے تالاب کاپانی لاکر انہیں پلایا جائے۔یہ بالکل ٹھیک ہوجائیں گے۔میں مندر کے تالاب کا پانی لینے جارہاہوں۔“

بوڑھی سپیرن جھوم اٹھی۔سر کو دائیں بائیں ہلاتے ہوئے ہاتھ باندھ کر خداجانے کس زبان میں منتر پڑھنے لگی۔وہ منتر پڑھتے پڑھتے مجھ پر پھونکیں بھی مارتی جارہی تھی۔میں دل میں ہنس رہاتھا کہ یہ کیسی احمق عورت ہے۔اسے معلوم ہی نہیں کہ میں ہندو نہیں ہوں اور اس کے ناگ دیوتا کے وجود ہی کو نہیں مانتا اور اگر میرا بس چلے تو میں ہمالیہ کی پہاڑیوں کے سارے مندروں کے

بت پاش پاش کردوں۔بوڑھی سپیرن منتر ختم کرچکی تھی کہنے لگی۔

”بیٹا! ناگ دیوتا کے تالاب کا جل امرت ہے چاہے کوئی روگ لگا ہو تالاب کے امرت جل کاایک گھونٹ پلادو۔سارے روگ جاتے رہیں گے۔“

کوئی دو اڑھائی گھنٹے کے سفر کے بعد ٹرین بیرگن کے چھوٹے سے پہاڑی اسٹیشن پرآکررک گئی۔بوڑھی سپیرن مجھے اپنے ساتھ لے کر ڈبے سے اتری۔وہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرے ساتھ بالکل شفیق ماں ایسا سلوک کررہی تھی۔میں اپنی غرض کی وجہ سے اس کے ساتھ ہوگیا تھا کہ یہ عورت مجھے میری منزل تک پہنچادے گی ورنہ مجھے ناگ مندر تک پہنچنے میںکافی پریشانی اٹھانا پڑتی۔کیونکہ وہاں کوئی شخص میری راہ نمائی کرنے والا نہیں تھا۔عورت مجھے بے ضرر بھی لگ رہی تھی۔ہم اسٹیشن سے باہر آگئے۔باہر دو تین یکے کھڑے تھے۔یہ علاقہ ایسا تھا کہ کہیں زمین اونچی اور کہیں نیچی تھی۔دور دور تک پہاڑی سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔

میرا خیال تھا کہ میں اس عورت سے ناگ دیوتا کے مندر کاپتا معلوم کرنے کے بعد بیرگنج کے کسی ہوٹل میں ٹھہرجاؤں گا۔جب میں نے بوڑھی سپیرن سے کہا کہ مجھے ناگ مندر کاپتا سمجھادو۔میں خود ہی چلاجاؤں گا تو وہ بولی۔

”رام رام کروبیٹا! تم اکیلے وہاں کبھی نہیں پہنچ سکتے۔یہ مندر تو کیلاش پربت کے اوپر بڑی خطرناک جگہ پر ہے۔ایک سرنگ میں سے بھی گزرناپڑتا ہے۔تم میرے ساتھ جاؤگے۔میں بھی ادھر ہی جارہی ہوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے دل میں سوچا کہ بہتر یہی ہے کہ میں اس عورت کے ساتھ ہی چلوں۔ اس طرح آسانی سے ناگ دیوتا کے مندر میں پہنچ جاؤں گا۔میں نے سپیرن سے کہا۔

”ماتا میں توکل ناگ مندر جاؤں گا۔میں سفر سے بڑا تھک گیا ہوں۔اب میں کسی ہوٹل میں جاکر آرام کروں گا۔“

بوڑھی سپیرن منہ اوپر نیچے چلاتے ہوئے کہنے لگی۔

”جیسے تمہاری مرضی بیٹا۔تم مجھے اپنا ہوٹل دکھادو۔میں تمہیں صبح وہیں سے لے لوں گی۔“

”اچھا ماتا میرے ساتھ آؤ۔“

بیرگنج ایک نیم پہاڑی قصبہ تھا۔وہاں ایک ہی معقول ہوٹل تھا۔یہ ایک منزلہ مکان تھا جس کو ہوٹل میں تبدیل کردیا گیاتھا۔کمرے کا کرایہ معمولی تھا۔میں نے بوڑھی سپیرن سے کہا۔

”ماتاجی! میں اسی ہوٹل میں ہوں ‘کل صبح کے نوبجے تم آجاؤ۔پھر چل پڑیں گے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ٹھیک ہے بیٹا‘ ایسا ہی کرتے ہیں۔تم آرام کرو۔میں کل صبح آؤں گی۔“

بوڑھی عورت یعنی بوڑھی سپیرن چلی گئی۔ابھی تک مجھے بالکل معلوم نہیں تھا کہ یہ عورت بڑی مکار سپیرن ہے اور وہ ایک خاص مقصد دل میں رکھ کرمیرے ساتھ لگی ہوئی ہے۔جب وہ چلی گئی تو میں نے ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا کھایا اور اپنے کمرے میں جاکر جیب میں سے رومال نکال کر کھولا۔ پاروتی کے سانپ کی روپ میں دونوں ٹکڑے اسی طرح موجود تھے۔میں نے سوچا کہ ان ٹکڑوں کو کسی چھوٹے سے ڈبے میں بند کرکے رکھنا چاہیے پھر وہی ڈبہ میں اسی طرح کیلاش مندر کے تالاب میں ڈال دوں گا۔میں نے ہوٹل کے نوکر سے ٹین کاایک چھوٹا ڈبہ منگوایا اور پاروتی سانپ کے جسم کے دونوں ٹکڑے اس میں ڈال کر ڈبے کوبند کردیا۔یہ ڈبہ اتنا چھوٹا تھا کہ میری جیب میں آسانی سے آجاتاتھا۔جس رومال میں میں نے پاروتی کے سانپ کے ٹکڑوں کو پہلے باندھ کر رکھاہواتھا وہ رومال میں نے اپنی دوسری جیب میں رکھ لیا۔رات میں نے ہوٹل میں گزاری۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسرے دن سورج نکلنے کے تھوڑی دیر بعد ہی بوڑھی سپیرن آگئی۔میں تھوڑی دیر پہلے سو کر اٹھاتھا اور نیچے ہوٹل میں بیٹھا ناشتہ کررہاتھا۔میں نے بوڑھی سپیرن کو بھی ناشتہ کرایا۔آخر وہ میری بے غرض مدد کررہی تھی۔مجھے اس کی اتنی خاطر داری تو ضرور کرنی چاہیے تھی۔میں نے اس سے کہا۔

”ماتا! میں اوپر جاکر تیار ہوتا ہوں تم یہیں بیٹھ کر چائے پیو۔“

وہ مجھے دعائیں دیتی ہوئی بولی۔

”بیٹا!بھگوان تیرا سات جنموں میں بھلا کرے تو میری بڑی خدمت کررہا ہے۔فکر نہ کر میں بھی تجھے ناگ دیوتا کے مندر میں پہنچا کر واپس آؤں گی۔“

مجھے تیار کیاہوناتھا۔بس منہ ہاتھ دھویا۔پاروتی کے سانپ کے ٹکڑوں والا ڈبہ سنبھال کر جیب میں رکھ لیا۔بوڑھی سپیرن نیچے میرے انتظار میں بیٹھی تھی۔گٹھری اس کے ساتھ ہی تھی۔کہنے لگی۔

”بیٹا یہاں سے یکہ لے لیں گے‘ اوپر ڈیروگڑھ تک یکے جاتے ہیں۔آگے پہاڑیوں میں پیدل سفر شروع ہوگا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک یکہ ہم نے کرالیااور نیچے نیچے نیم میدانی کھیتوں میں سے گزرتے ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد ڈیروگڑھ کے گاؤں میں پہنچے۔یہاں سے ہمارا پیدل سفر شروع ہوگیا۔یہ بالکل ایسا علاقہ تھا جس طرح ہمارے کوہ مری جاتے ہوئے تربٹ کے مقام سے پہاڑیاں شروع ہوجاتی ہیں۔ایک بڑی ہری بھری وادی میں ہم جارہے تھے۔میں نے بوڑھی عورت سے کہا۔

”ماتا تم تھک تو نہیں جاؤگی؟ہمیں کتنا پیدل چلنا پڑے گا؟“

وہ کہنے لگی۔

”ارے بیٹا میری تو ساری عمر ان پہاڑیوں میں آتے جاتے گزر گئی ہے۔ہر سال ناگ دیوتا کی یاترا کو آتی ہوں۔ہر مہینے میں ایک بار درشن کرنے بھی ضرور آجاتی ہوں۔بس ہمیں ایک دن ایک رات لگ جائے گی مندر تک پہنچتے پہنچتے۔“

میل دو میل چلنے کے بعد چڑھائی شروع ہوگئی۔یہ ہمالیہ کی ترائی کے ٹیلے تھے۔راستے میں کہیں کہیں کوئی چھوٹا سا گاؤں بھی آجاتا۔چھوٹے چھوٹے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جھونپڑی نمامکان ہوتے جن کے آگے مٹی اور پتھروں کے چبوترے بنے ہوئے ہوتے۔

اس وقت آسمان پربادل جمع ہونے لگے۔بوڑھی سپیرن نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

”زور کامینہ برسے گا۔یہ تو بارش کا طوفان لگتا ہے۔ہمیں کہیں رک جاناہوگا۔“

بادل اتنے گہرے نہیں تھے مگر میں نے ست پڑا کے جنگلوں کے بادل دیکھے تھے۔میں نے سوچا شاید ہمالیہ کی ترائی میں ایسے ہی بادل طوفانی بارش لاتے ہوں‘ میں اس بوڑھی عورت کی ایک ایک بات پر یقین کرتا جارہاتھا جو مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔مگر یہ میری بے وقوفی تھی اور بیوقوف آدمی ضرور مار کھاتا ہے۔قدرت کے اصول اور ضابطے عقل مند آدمی کا ساتھ دیتے ہیں۔ کیونکہ قدرت خود اصول اور ضابطے کی پابند ہے۔

میں نے اس عورت سے کہا۔

”آگے کوئی گاؤں ہوگا۔وہاں کسی جھونپڑے میں پناہ لے لیں گے۔“

وہ بولی۔”ہاں آگے ایک گاؤں آرہا ہے۔مجھے یاد ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بادل اتنے گہرے سیاہ نہیں تھے لیکن آپس میں گھل مل گئے اور لگتا تھا کہ بارش ہوگی۔ایک ٹیلے کا چکر کاٹ کر ہم آگے بڑھے تو کھپریل کی چھتوں والے چھ سات بوسیدہ سے مکان دکھائی دیئے۔بوڑھی سپیرن نے ایک عورت سے آگے جاکر بات کی اور پھر مجھے اشارے سے بلایا۔

”یہ بڑے دھرمی لوگ ہیں۔یاتریوں کی بڑی سیوا کرتے ہیں۔انہیں دوچار روپے دے دو۔“

میں نے عورت کو چار روپے دیئے۔وہ روپے لے کر بڑی خوش ہوئی۔اس نے ایک مکان کا دروازہ کھول دیا۔اندر پیاز کی بوپھیلی ہوئی تھی۔کونے میں پیازوں کاڈھیر لگا تھا۔عورت کے آدمی نے اندر دوچارپائیاں ڈال دیں اور ہمارے لیے مٹی کے گلاسوں میں چائے بنا کر لے آیا۔اتنے میں بارش شروع ہوگئی۔کھپریل کی ڈھلواں چھت پر بارش کی آواز آنے لگی۔بوڑھی سپیرن چارپائی پربیٹھ کر اپنی گٹھری کھولنے لگی۔

”بیٹا! اس میں میرے دوچار کپڑے‘ تمباکو اور تھوڑا ساگڑ ہے۔یہ گڑ کالی ماتا کے مندر کاپرشاد ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اوراس نے پوٹلی میں سے گڑ کی ڈالی نکال کر تھوڑا سا گڑ توڑ کر مجھے دیا۔گڑ کا رنگ سنہری تھا۔اس کے ساتھ تل اور بادام بھی لگے تھے۔وہ کہنے لگی۔

”اسے کھاؤ۔یہ پرشاد ہے۔انکار نہ کرنا کالی ماتا ناراض ہوگی۔“

مجھے کالی ماتا کی ناراضگی کی کوئی پروا نہیں تھی لیکن گڑ کی رنگت اور تل بادام دیکھ کر میرا جی للچا گیا۔میں نے گڑ کا ٹکڑا لے کر منہ میں ڈال لیا۔واقعی گڑ بڑا لذیذ تھا۔بوڑھی سپیرن گٹھری میں سے نکالے ہوئے پرانے کپڑوں کو جھاڑ کر تہہ کر رہی تھی اور بولے بھی جا رہی تھی۔

”تم بڑے بھاگ وان ہو جو ناگ دیوتا کے درشن کرنے جا رہے ہو۔تمہاری جو خواہش ہوگی وہ ضرور پوری ہو جائے گی۔وہاں سے کوئی سوالی خالی نہیں جاتا...“

بوڑھی سپیرن باتیں کیے جا رہی تھی۔میں دوسری چارپائی پر بیٹھا اسے باتیں کرتا دیکھ رہا تھا کہ مجھے اچانک ایک چکر سا آیا اور مجھے اتنا یاد ہے کہ میں پیچھے کو گرا تھا۔اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہوش اس وقت آیا تو میں باہر برآمدے میں فرش پر پڑا تھا۔مکان کا مالک اور اس کی پہاڑن بیوی میرے پاس بیٹھے مجھے ہوش میں لانے کی تدبیریں کر رہے تھے۔میں نے ہوش میں آتے ہی پوچھا۔

”مجھے کیا ہو گیا تھا؟“

پہاڑن عورت نے کہا۔”پتا نہیں کیا ہوا تھا؟“

اس کا خاوند کہنے لگا۔

”ہم تو تمہارے لیے کھانا تیار کرنے میں لگے تھے کہ تمہاری ماتا جی مکان کا دروازہ بند کر کے میرے پاس آئی۔کہنے لگی۔میرا بیٹا سفر کرتے کرتے بہت تھک گیا ہے۔اب وہ گہری نیند سو رہا ہے۔اسے جگانا مت۔میں اس کے لیے جنگل سے ایک جڑی بوٹی لینے جا رہی ہوں۔وہ چلی گئی۔ہم نے تمہیں نہ جگایا۔جب شام ہونے لگی تو ہمیں تمہاری فکر لگی۔ہم نے جا کر دیکھا کہ تم بے ہوش پڑے تھے...“

میں نے جلدی سے اٹھ کر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔میرا بٹوا جس میں پیسے تھے اور وہ ڈبی جس میں ناگن پاروتی کے ٹکڑے رکھے تھے غائب تھی۔میں نے اپنا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سر پکڑ لیا۔یہ عورت اسی لیے میرے پیچھے لگی ہوئی تھی۔اسے ناگن پاروتی کے جسم کے ٹکڑے چاہیے تھے او روہ انہیں اڑا لے جانے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میری آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا۔

...☆☆☆...

اس وقت رات کااندھیرا پھیل چکا تھا۔

پہاڑی مکان کے برآمدے میں مٹی کے تیل کی لالٹین ستون کے ساتھ لگی جل رہی تھی۔میں نے مکان کے مالک سے پوچھا کہ بوڑھی عورت کو گئے کتنی دیر ہوگئی ہے۔اس نے کہا۔

”وہ تو دن کے وقت ہی چلی گئی تھی۔“

اس کامطلب تھا کہ میں سارا دن بے ہوش پڑا رہا تھا۔کاش میں اس عیار عورت کاگڑنہ کھاتا۔اس میں بے ہوشی کی دوائی ملی ہوئی تھی۔اب کیا کروں؟ میں سوچ میں پڑ گیا۔مجھ سے پاروتی چھین لی گئی تھی۔یقینا یہ بوڑھی عورت کوئی سپیرن تھی اوراس نے میری جیب میں پڑے ہوئے پاروتی کے ٹکڑوں کی بو سونگھ لی تھی اور وہ اسے ہتھیانے کے لیے میرے پیچھے لگ گئی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی نے کئی بار مجھے کہا تھا کہ اب جب کہ مجھ میں اتنی طاقت پیدا ہوگئی ہے کہ انسانی شکل سے سانپ کی شکل اختیار کرسکتی ہوں تو میں دشمن سپیروں کے لیے بڑی قیمتی ہوگئی ہوں۔اگر کوئی سپیرا مجھے اپنے قبضے میں کرلیتا ہے اور اسے ناگ دیوتا کے وہ خفیہ منتر بھی آتے ہیں جن کے پڑھنے سے میری یادداشت گم ہوسکتی ہے تووہ مجھ سے بڑے خطرناک کام لے سکتا ہے۔اس لیے اگر کبھی میرے ساتھ کوئی حادثہ ہوگیا اور کسی انسان نے مجھے معمولی سانپ سمجھ کر ماردیاتو میری لاش کو بہت سنبھال کر رکھنااور کیلاش پربت کے مندر تک جاتے ہوئے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے کہ تم ناگن پاروتی کے سانپ کی لاش لے جارہے ہو۔

افسوس میں بوڑھی عورت سے دھوکا کھاگیا جو ضرور بڑی خطرناک سپیرن تھی۔ وہ پاروتی ٹکڑے مجھے بے ہوش کرکے لے جانے میں کامیاب ہوگئی تھی اور خداجانے اب وہ اسے اپنے قبضے میں کرکے اس سے کیسے کیسے برائی کے کام لے گی۔میرا فرض ہوگیا تھا کہ میں اس مکار بوڑھی عورت کا کھوج لگا کر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس سے پاروتی کی لاش کے ٹکڑے کسی طرح واپس لوں۔میں نے پہاڑی آدمی سے پوچھا۔

"ماتایہاں سے کس طرف گئی تھی؟"

میرا خیال تھا کہ وہ اوپر ناگ دیوتا کے مندر کی طرف گئی ہوگی مگر پہاڑیا کہنے لگا۔

"میں رسوئی میں اپنی عورت کے پاس کھڑا تھا۔میں نے رسوئی کی کھڑکی سے تمہاری ماتا کو دیکھاتھا۔وہ نیچے وادی میں شہر کی طرف جارہی تھی۔کیا تمہیں وہ بتا کر نہیں گئی تھی؟ تم بے ہوش کیسے ہوگئے تھے؟ کیا تم نے زیادہ دارو پی لیاتھا؟"

میں نے اسے تو کوئی جواب نہ دیا۔اپنی پتلون کی پچھلی جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا۔یہاں میں نے سو روپے کاایک نوٹ تہہ کرکے چھپا کررکھا ہوا تھا کہ اگر بٹوہ چوری ہوگیا تو یہ روپے میرے کام آسکتے ہیں۔سو کا تہہ کیا ہوا نوٹ مجھے مل گیا۔اسی جیب میں وہ رومال بھی تھا جس میں میں نے پاروتی کے سانپ کے روپ میں کٹے ہوئے ٹکڑے باندھے تھے اور پھر اس میں سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نکال کر ٹین کے ڈبے میں بند کرلیے تھے۔میں یہ رومال پھینکنے لگا۔پھر سوچا کہ یہ پاروتی کی نشانی ہے اور میں نے رومال کو نکال کر تہہ کرکے پچھلی جیب میں سو روپے کے نوٹ کے ساتھ ہی سنبھال کررکھ لیا۔میں نے دیہاتی آدمی سے کہا۔

"میں واپس بیرگنج جاؤں گا۔کیا یہاں سے کوئی خچر وغیرہ مل جائے گاجو مجھے بیرگنج لے جائے۔"

وہ کہنے لگا۔

"ہمارے پاس تو ایک گائے ہی ہے وہ ہم تمہیں نہیں دے سکتے۔کیونکہ گئو ماتا پر ہم سواری نہیں کرتے مگر رات کے اندھیرے میں تمہیں نہیں جانا چاہیے۔ترائی کے جنگل میں رات کو بھالواور چیتے نکل آتے ہیں۔"

میں مکار سپیرن کو جلد سے جلد پکڑنا چاہتاتھا۔میں نے کہا۔

"تم مجھے وہ راستہ بتا دو جوبیرگنج کوجاتا ہے۔ہم جس راستے سے آئے تھے وہ مجھے یاد نہیں رہا۔"

آدمی نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اگر تم ضرور جانا چاہتے ہو تو میرے ساتھ آؤ۔“

اس نے لالٹین اتار کر ہاتھ میں پکڑلی اور میرے آگے آگے چلنے لگا۔ڈھلان سے اتر کر ہم ایک پہاڑی پگڈنڈی پر آگئے۔یہ پگڈنڈی دوچار موڑ گھومنے کے بعد ایک کچے راستے پر نکل آئی۔پہاڑیا بولا۔

”یہ راستہ بیرگنج کو جاتا ہے۔میں ایک بار پھر تمہیں یہی کہوں گا کہ رات کے اندھیرے میں جنگل میں سفر کرنے میں بڑا خطرہ ہے۔ادھر رات کو بھالو چیتے نکل آتے ہیں۔“

میں نے کہا۔”تمہارا دھنوار بھائی...“

اور میں بیرگنج کوجانے والے کچے ر استے پراللہ کانام لے کر چل پڑا۔یہ پہاڑی راستہ تھا۔دونوں جانب جھاڑیاں تھیں جن میں اندھیرا چھایاہواتھا۔ارد گرد چھوٹے بڑے ٹیلے تھے جو رات کے اندھیرے میں بڑے ڈراؤنے لگ رہے تھے۔میں چلتا گیا۔راستہ اترائی کا تھا۔اس لیے میری رفتار تیز تھی۔اتنامجھے معلوم تھا کہ بیرگنج وہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔کیونکہ جب مکار عورت مجھے ساتھ لے کربیرگنج سے چلی تھی تو کوئی آدھ گھنٹہ چلنے کے بعد ہم چھوٹے سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پہاڑی گاؤں میں آگئے تھے جہاں اس سپیرن نے مجھے بے ہوش کیا تھا لیکن رات کی تاریکی کی وجہ سے مجھے رک رک کر چلناپڑ رہاتھا۔ذرا کسی طرف سے کوئی کھڑکاہوتا تو میں رک جاتا کہ کہیں کوئی بھالو یا چیتا نہ ہولیکن خدا کا کرم شامل حال رہا۔مجھے راستے میں کوئی چیتا یا ریچھ نہ ملااور ایک جگہ اترائی اترتے ہوئے مجھے بیرگنج کی ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں نظر آنے لگیں۔

میں بیرگنج پہنچ گیا۔یہاں میں اسی ہوٹل میں آگیا جہاں میں نے رات گزاری تھی۔یہ ہوٹل جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکاہوں ایک شکستہ سا پرانا دومنزلہ مکان تھا جس کوہوٹل بنادیا گیاتھا۔میں نیچے ہوٹل کی دکان میں ہی بیٹھ گیا۔میں نے پانی پیا۔بھوک لگ رہی تھی۔چاول دال منگوا کر کھائے۔ہوٹل کالڑکامجھے بوڑھی سپیرن کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔وہ پانی کا جگ لے کر آیاتو مجھ سے پوچھنے لگا۔

”صاحب تمہاری ماتاجی بھی دوپہر کو یہاں آئی تھی۔بھوجن کرکے چلی گئی تھی۔“

میں نے چونک کر لڑکے کی طرف دیکھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"وہ کس وقت آئی تھی؟"

لڑکے نے میری طرف حیرانی سے دیکھا اور کہا۔

"بارش ہو رہی تھی۔دن کے نو دس بجے آئی تھی۔وہ بارش میں میں بھیگ رہی تھی۔یہاں اس کمرے میں اس نے دوسری ساڑھی پہنی اور بھوجن کیا تھا پھر شہر کی طرف چل دی۔"

میں نے اندازہ لگایا کہ آگے بڑا شہر گورکھپور ہی ہے۔بیرگنج سے وہ سیدھی گورکھپور گئی ہوگی۔گورکھپور ایک بڑا شہر تھا۔میں اسے وہاں کہاں تلاش کروں گا؟وہ کہاں مل سکے گی؟ کہیں وہ گورکھپو سے بھی آگے تو نہیں نکل گئی ہوگی؟ مجھے یہی سوال پریشان کررہے تھے۔اس وقت رات کے نوسوانو بجے کا وقت ہوگا۔بارش رکی ہوئی تھی۔میں نے لڑکے سے پوچھا۔

"اس وقت بیرگنج سے کوئی لاری یا ریل گاڑی گورکھپور کو جاتی ہے؟"

لڑکے نے کہا۔

"لاری تو کوئی نہیں جاتی۔ریل گاڑی شاید مل جائے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کھانے کا اور کمرے کا جو تھوڑا بہت بل بنتا تھا ادا کیا اور سیدھا بیرگنج کے اسٹیشن پر آگیا۔رات کے بارہ بجے کہیں جا کر مجھے ایک گاڑی ملی جو گورکھپور سے ہوتی ہوئی پٹنہ کو جاتی تھی۔کوئی دو بجے رات گورکھپور پہنچا۔اگرچہ گورکھپور کے بارے میں یہی پتا چلا تھا کہ یہاں شروع شروع میں ہندو مسلم فساد ہوئے تھے مگر اس کے بعد امن امان ہو گیا تھا لیکن اسٹیشن پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ شہر میں رات کا کرفیو لگا ہوا ہے جو صبح نو بجے کھلے گا۔پلیٹ فارم پر بہت سے مسافر رکے ہوئے تھے۔ان میں مسلمان بھی تھے اور ہندو بھی۔اس علاقے میں اب مجھے ہندو مسلم کی پہچان ہو گئی تھی۔اگرچہ بظاہر دیکھنے میں دونوں کے روپ ایک سے ہوتے تھے مگر مسلمان کے کندھے پر ڈالے ہوئے سرخ خانے دار پرنے کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے لیکن فسادات کی وجہ سے اب مسلمانوں نے پرنے رکھنے چھوڑ دیئے تھے۔اب صرف داڑھی سے پتا چلتا تھا کہ یہ مسلمان ہے۔میں بھی پلیٹ فارم پر ایک طرف بیٹھ گیا۔میرے ماتھے پر جو سرخ بندیا لگی تھی وہ میں نے اتار کر پھینک دی تھی۔یہ میں نے اس وقت لگائی تھی جب میں پاروتی کی لاش کے ٹکڑے لے کر کیلاش پربت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کو ہندو بن کر جارہاتھا۔اب مجھے ہندو بنے رہنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی کیونکہ گورکھپور میں مسلمانوں کی کافی آبادی تھی۔

رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔گورکھپور کے اسٹیشن پر بتیاں روشن تھیں۔یہ کافی بڑ اشہر تھا۔میں پلیٹ فارم پر کتابوں رسالوں کے ایک بند کھوکھے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ظاہر ہے عیار سپیرن اس وقت تک نہ جانے کہاں کی کہاں نکل چکی ہوگی۔مجھے کوئی منصوبہ بندی کرکے اس کی تلاش شروع کرنی تھی۔اس کا سراغ مجھے سپیروں سے یا کسی ایسے ہندو سے ہی لگ سکتا تھا جہاں ناگ دیوتا کی پوجا ہوتی ہے۔خدا جانے گورکھپور میں کوئی ایسا مندر تھا بھی یا نہیں۔یہ معلومات مجھے شہر میں صبح کرفیو کھلنے کے بعد ہی مل سکتی تھیں۔اس بات کا ڈر بھی تھا کہ اگر یہاں رات کا کرفیو لگا ہے تو ضرور شہر میں بلوہ ہوا ہوگا۔میں شہر سے ناواقف تھا۔کھلے بندوں شہر میں جاناخطرے کاباعث بھی ہوسکتا تھا۔

میں اسی الجھن میں بیٹھا سوچتا رہا۔میرے قریب ہی ایک فیملی بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک عمر رسیدہ مرد تھا۔جس کی داڑھی تھی۔چارخانے کی دھوتی اور بنیان پہنی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہوئی تھی۔اس کے ساتھ دو تین عورتیں اور دو بچے تھے۔یہ مسلمان فیملی لگتی تھی۔میراجی چاہا کہ ان سے شہر کے حالات کے بارے میں کچھ معلوم کروں۔ میں اٹھ کران کے پاس گیا۔عمر رسیدہ بزرگ کوالسلام علیکم کہا اور وہیں بیٹھ گیا۔

بزرگ نے وعلیکم السلام کہہ کرمجھے گہری نظروں سے دیکھااور منہ دوسری طرف کرکے اپنی عورتوں سے دبی زبان میں باتیں کرنے لگا۔میں نے اس سے کہا

”بھائی صاحب میں مسلمان ہوں۔پنجاب کارہنے والا ہوں۔بیرگنج اپنے ایک عزیز سے ملنے گیاتھا۔یہاں آکر پھنس گیاہوں۔کیاشہر میں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے؟“

اس آدمی نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔

”میاں! ہمیں تو کچھ معلوم نہیں۔ہم تو لکھنو سے آئے ہیں۔کان پور جانے والی گاڑی کاانتظار ہے۔کہتے ہیں صبح جائے گی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔ ”مجھے جانا تو اصل میں پاکستان ہے۔ میں پاکستان کے شہر لاہور کا ہی رہنے والا ہوں مگر سنا ہے پنجاب میں ہندو سکھ مسلمانوں کے قافلوں اور ریل گاڑیوں پر حملے کر رہے ہیں اور مسلمان مہاجرین کو قتل کر رہے ہیں۔ اس لیے اب یہی سوچا ہے کہ یہاں سے کلکتے چلا جاؤں۔ وہاں سے بمبئی جاؤں اور وہاں سے سمندری جہاز میں سوار ہو کر کراچی کی طرف نکل جاؤں۔“

”ہاں میاں تمہارے لیے یہی راستہ مناسب رہے گا۔ مشرقی پنجاب میں تو ہر طرف آگ لگی ہے۔ سکھ ہندو مل کر مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگا رہے ہیں۔ انہیں قتل کر رہے ہیں۔ مہاجرین کی جو ریل گاڑیاں پاکستان جاتی ہیں ان کو راستے میں ہی روک کر کاٹ ڈالتے ہیں۔“

یہ ساری باتیں مجھے معلوم تھیں۔ میں گورکھپور شہر کے بارے میں ان سے پوچھنا چاہتا تھا کہ یہاں ہندوؤں کی آبادی کتنی ہے اور کیا یہاں کوئی ایسا مندر بھی ہے جہاں سانپوں کی پوجا ہوتی ہے۔ جب میں نے بڑے طریقے سے یہ باتیں ان سے پوچھیں تو وہ بزرگ کہنے لگے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میاں ان ہندوؤں کے مذہب میں تو ہر جانور کی پوجا ہوتی ہے۔ یہ کوئی مذہب نہیں ہے گورکھپور میں مسلمان بھی رہتے ہیں مگر اس شہر میں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ سنا ہے یہاں ایک مندر ہے جہاں سانپ دیوتا کی پوجا ہوتی ہے لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟“

میں نے جلدی سے کہا۔

”یونہی پوچھ رہا تھا۔ بھلا مجھے ان ہندوؤں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟“

اس بزرگ سے گورکھپور میں ایک ایسے مندر کا سراغ مجھے مل گیا تھا جہاں ناگ کی پوجا ہوتی تھی۔ اب مجھے اس مندر میں جا کر اس مکار بوڑھی سپیرن کا سراغ لگانا تھا کہ کہیں وہ وہاں تو نہیں آئی۔ میری تفتیش اسی طرح ایک ایک قدم ایک ایک مرحلہ کر کے آگے بڑھ سکتی تھی۔ کیونکہ وہ عورت میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ اب میں سوچ سمجھ کر منصوبہ بندی کے مطابق چل کر ہی اس کا کوئی کھوج لگا سکتا تھا۔ کسی نہ کسی طرح رات گزر گئی۔ دن نکلا تو پلیٹ فارم پر کچھ رونق نظر آنے لگی۔ مسافر چائے کی کینٹین پر جا کر اپنے لیے اور اپنے بال بچوں کے لیے ناشتے کا سامان خریدنے لگے۔ میں نے بھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہیں پلیٹ فارم پر ناشتہ کیااور کرفیو کھلنے کاانتظار کرنے لگا۔میں اس پلیٹ فارم پر آگیا جس کے گیٹ میں سے باہر شہر کابازار نظر آرہا تھا۔بازار خالی پڑا تھا۔ اسٹیشن کے بالکل سامنے ایک چھوٹے سے پلاٹ میں فوارہ لگا تھا جو بند تھا۔ پولیس کے کچھ سپاہی ہاتھ میں ڈنڈے لیے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔

کرفیو کھلنے کا سائرن بجاتو بازار میں رکشے یکے اور لوگوں کی آمدورفت شروع ہوگئی۔خداجانے لوگ کہاں کہاں سے نکل کر سڑک پر آگئے تھے۔میں بھی اسٹیشن سے باہر آگیا۔مجھے اب ہندو بن کر یعنی اپنے آپ کو ہندو ظاہر کرکے ناگ پوجا والے مندر کاپتا معلوم کرناتھا۔تانگہ اسٹینڈ پر تین چار یکے خالی کھڑے تھے۔ایک کوچوان شکل صورت سے ہندو لگتاتھا۔اسے صرف میں ہی پہچان سکتاتھا۔میں نے اس کے قریب جاکرپوچھا۔

”بھیا شہر میں کچھ شانتی ہوئی کیا؟“

وہ بولا۔”شانتی کیوں نہیں ہوگی بابوجی۔مسلمانوں کومار دیا ہے یا نکال دیا ہے شہر سے۔تم کہاں سے آرہے ہو؟“

میں سمجھ گیا کہ کوچوان ہندو ہے۔میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بھیا کیلاش پربت ناگ دیوتا کے درشن کو گیاتھا۔اب گورکھپور کے ناگ مندر میں بھی پوجا کا خیال ہے۔پھر واپس اپنے شہر رامپور چلاجاؤں گا۔کیامجھے ناگ مندر لے چلوگے؟“

”ناگ جی کے مندر کا کہہ رہے ہو؟“

”ہاں ہاں وہی...“

”بیٹھ جاؤ۔“

میں یکے میں بیٹھ گیا۔یکہ شہر کی سڑک پر چل پڑا۔کرفیو کھلتے ہی دکانیں بھی کھل گئی تھیں۔لوگ سودا سلف لینے گھروں سے نکل آئے تھے۔ان میں اکثریت ہندوؤں کی تھی جو اپنی وضع قطع سے صاف پہچانے جاتے تھے۔یکہ دو مندروں کے سامنے سے بھی گزرا۔آخر کوچوان نے مجھے ایک بازار کے کونے پر لے آیا۔کہنے لگا۔

”یہ رہا ناگ جی کامندر بابو۔“

یہ مندر بھی ویسا ہی تھا جیسا اکثر بڑے شہروں میں چھوٹے مندر میں نے دیکھے تھے۔احاطہ تھا‘ احاطے میں پیپل اور نیم کے درخت تھے۔کونے میں بہت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بڑا چبوترہ تھا جس کے اوپر مخروطی مینار والی مندر کی عمارت کھڑی تھی۔مینار کے اوپر زعفرانی رنگ کا جھنڈا لہرا رہاتھا۔صبح کا وقت تھا۔کرفیو کھلا ہی تھا۔ بہت سے ہندو پوجا پاٹھ کرنے وہاں آرہے تھے۔ان میں عورتیں بھی تھیں۔ مندر کے اندر گھنٹیاں اور سنکھ بج رہے تھے۔میں نے احاطے میں ایک طرف کھڑے ہو کرچاروں طرف غور سے دیکھا۔یہاں بھی درختوں کے نیچے کہیں کہیں سادھو دھونی رمائے بیٹھے تھے اور لوگ ان کے آگے پوری کچوری کے دونے رکھ رہے تھے۔سادھو لمبی جٹائیں چھوڑے چلم منہ سے لگائے چرس مدک پی رہے تھے۔یہاں مجھے وہ عیار سپیرن کہیں نظر نہ آئی۔میں نے سوچا کہ اندر چل کر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیے۔

میں سیڑھیاں چڑھ کرمندر میں آگیا۔ہندوؤں کے دوسرے مندروں کی طرح یہاں بھی ایک تنگ سا کمرہ تھا جس میں دم گھٹ رہا تھا۔لوبان اور ہرمل کی بو سے فضا سخت بوجھل ہو رہی تھی۔دیوار میں پتھر کا ایک سیاہ رنگ کے سانپ کابت بنا ہوا تھا جس نے پھن کھول رکھا تھا۔اس کے پھن کے اوپر دو دیئے جل رہے تھے۔سانپ کے پھن پر سیندور کا پوپا پھیرا ہواتھا۔ہندو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

عورتیں اور مرد اس کے آگے سجدے کررہے تھے۔میں نے سانپ کے بت کی طرف ایک نظر دیکھا۔عورتوں پر نگاہ ڈالی جس شکل کی مجھے تلاش تھی وہ شکل وہاں نظر نہیں آئی تو میں مندر سے باہر نکل آیا۔میں چبوترے کی سیڑھیاں اتر رہاتھا کہ میں نے دو آدمیوں کو دیکھا جو قریب ہی ایک درخت کے پاس کھڑے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ان میں سے ایک آدمی کو میں نے پہلے بھی دیکھا تھا۔یہ آدمی جب میں مندر میں داخل ہواتو اس کے گیٹ کے ایک طرف کھڑا تھا۔اس نے مجھے غور سے دیکھا تھا اور جب میں مندر کے چبوترے کی طرف جارہاتھا تو میں نے یونہی پلٹ کر دیکھا تو یہ آدمی میرے پیچھے آرہاتھا۔اس کا سرمنڈا ہوا تھا۔ہٹا کٹا آدمی تھا۔رنگ کالا تھا۔ گردن بھینسے کی طرح موٹی تھی اور سر کے درمیان سے بودی باہر نکلی ہوئی تھی۔اب یہی آدمی اپنے کسی ساتھی کو لے کر وہاں آگیا تھا۔غالباً اسے مجھ پرشک ہواتھا کہ میں ایک اجنبی ہوں اور مندر میں آیاہوں۔ہونہ ہو میں ضرور مسلمان ہوں گا۔مجھے یکے والے ہندو نے بھی بتایا تھا کہ ان مندروں میں کسی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مسلمان کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔اگر کوئی مسلمان غلطی سے مندر میں آ جائے تو پجاری کے آدمی اسے زندہ نہیں چھوڑتے شاید ان آدمیوں کو میرے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا تھا۔انہیں مجھ پر کچھ نہ کچھ شک ضرور پڑچکا تھا۔شہر کی فضا فسادات کی وجہ سے پہلے ہی کشیدہ تھی۔

میں نے وہاں سے نکل جانے کا فیصلہ کرلیا لیکن تقدیر میں کچھ ایسی باتیں کاتب تقدیر لکھ دیتا ہے کہ وہ پوری ہو کر ہی رہتی ہیں۔انسان لاکھ ہاتھ پاؤں مارے وہ ہو کر ہی رہتی ہیں۔جب میں نے مندر سے نکل جانے کا فیصلہ کیا تو ساتھ ہی مجھے یہ خیال بھی آگیا کہ مندر کے پیچھے بھی ایک نظر دیکھ لینا چاہیے۔ہوسکتا ہے عیار سپیرن وہاں نظر آجائے۔کیونکہ وہ عورت کیلاش پربت سے اتر کر اسی طرف آئی تھی۔میں وہیں سے چبوترے کی دیوار کے عقب کی طرف گھوم گیا۔یہ مندر کا پچھواڑہ تھا۔یہاں نیم کے درخت ادھر ادھر اگے ہوئے تھے۔جگہ جگہ جھاڑیاں تھیں۔کونے میں ایک کچا کوٹھا تھا جس کے باہر بندھی ہوئی بکری مے مے کررہی تھی۔دیوار کی ایک جانب گائے بندھی ہوئی تھی۔یہاں سپیرن تو کجا کسی انسان کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں واپس جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ اچانک مجھے کسی نے پیچھے سے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔میں بوکھلا گیا۔میں نے ان دیکھے آدمی کے بازوؤں سے نکلنے کی کوشش کی تو مزید دوآدمی آگئے اور انہوں نے آتے ہی میرے منہ میں کپڑا ٹھونسنا شروع کردیا۔میں نے پہچان لیا ان میں دوآدمی وہی تھے جو میرا پیچھا کررہے تھے۔جس نے مجھے جکڑ رکھا تھا وہ وہی بودی والا کالا کلوٹا ہندو تھا۔میں نے شور مچانے کی بڑی کوشش کی مگر میرا منہ کپڑا ٹھونس کر بند کردیا گیا تھا۔اس دوران ایک ہندو نے میرے ختنے دیکھ لیے۔وہ چلا کر بولا۔

”ارے مسلا ہے مسلا‘ اسے لے چلو۔تم نے ٹھیک کہاتھا بھیکو۔“

بھیکو اس کالے کلوٹے بھینسا نما ہندو کانام تھا جس نے سب سے پہلے پیچھے سے آکر مجھے دبوچا تھا۔دیکھتے دیکھتے انہوں نے میرے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھے اور مجھے اٹھا کر سامنے کونے میں جو کوٹھا تھا اس کے اندر لے گئے اور زمین پر پھینک کر باہر سے کنڈی لگادی۔کسی نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پجاری جی سے کہو۔ مسلمان پکڑا ہے۔ آج اماوس کی رات ہے‘ شو بھگوان ناگ جی نے خود ہے اپنی بھینٹ کے لیے مسلمان بھیج دیا ہے۔“

میرا خون خشک ہو گیا۔ یہ لوگ مجھے اپنے ناگ دیوتا پر قربان کرنے والے تھے۔ میں نے اللہ سے دعا مانگی۔

”اللہ پاک! مجھے ان کافروں سے بچالے۔“

...☆☆☆...

میرے ہاتھ پیر رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔

میں اندھیری کوٹھری میں فرش پر ایک طرف منہ کر کے پڑا تھا۔ میرے ہاتھ انہوں نے پیچھے باندھے تھے جس کی وجہ سے میں سیدھا نہیں لیٹ سکتا تھا۔

یاخدا! یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں لیکن میں جس راستے پر چل پڑا تھا وہاں میرے ساتھ یہی کچھ ہونا تھا۔ کہاں بمبئی جارہا تھا اور بغیر ٹکٹ پکڑا گیا۔ ٹی ٹی نے مجھے اندھیری رات کو جنگل میں اتار دیا۔ اس کے بعد واقعات کیسی کیسی خوفناک شکلیں اختیار کرتے چلے گئے اور میں پھنستا ہی چلا گیا۔ لیکن ابھی تو میں رسیوں سے بندھا کوٹھری میں بند تھا اور جیسا کہ ان ہندوؤں نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کہا تھا یہ لوگ ناگ دیوتا پر میری بھینٹ چڑھانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

ہندوستان کے کونے کونے میں پھر کر شہروں‘ دیہاتوں اور جنگلوں میں آوارہ گردی کر کے اور ہر قسم کی مصیبتوں میں مبتلا ہو کر مجھے ہندوؤں کی بہت سی باتوں کا علم ہو گیا تھا۔ ان کے مذہب میں میں نے ایسی ایسی باتیں دیکھی تھیں کہ جو نہ صرف درندگی کی حد تک پہنچی ہوئی تھیں بلکہ تہذیب وشائستگی سے گری ہوئی اور کراہت انگیز بھی تھیں۔ مثال کے طور پر راجستھان میں کالی ناتھ کا مندر ہے جہاں چوہوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ اس مندر میں بڑے پلے ہوئے موٹے موٹے چوہے چاروں طرف بڑی آزادی سے چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ لوگ ان کے آگے دودھ حلوہ اور مٹھائیاں رکھتے ہیں۔ کراہت کی بات یہ ہے کہ وہاں بیٹھ کر لوگ جس تھالی میں مٹھائی یا دال چاول کھاتے ہیں چوہے بھی اسی تھال کے کناروں پر بیٹھ کر ساتھ ساتھ کھاتے رہتے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پوجا کرنے والے چوہوں کے منہ سے لڈو لے کر خود بڑے مزے سے کھالیتے ہیں ذرا غور کریں۔ دنیا کا کوئی ایسا آدمی جس میں ذرا سی بھی عقل ہوگی کبھی یہ مکروہ حرکت نہیں کر سکتا لیکن راجستھان

کے اس مندر میں پوجا پاٹھ کرنے آنے والے لوگ چوہوں کو اپنے کھانے کی تھالی میں بٹھا کر ان کے ساتھ کھاتے اور ان کا جوٹھا دودھ بڑے شوق سے پیتے ہیں۔یقین کریں پاکستان کا قیام ایک قدرتی عمل تھا۔مسلمان اور ہندو میں زمین آسمان کا فرق ہے اور یہ بھی یقین کریں کہ اگر مسلمانوں میں صادق اور جعفر ایسے غدار وطن پیدا نہ ہوئے ہوتے تو پاکستان سلطان ٹیپو کے زمانے میں ہی بن چکا ہوتا۔

اگر آپ کے دونوں ہاتھ رسی سے پیچھے بندھے ہوئے ہوں اور پاؤں بھی رسی سے بندھے ہوں تو آپ زیادہ دیر تک پہلو پر لیٹے نہیں رہ سکتے۔میرا کندھا شل ہو گیااور میں اوندھا ہو کر لیٹ گیا۔اس طرح تھوڑا سکون ضرور ملا مگر کبھی میں چہرہ ایک پہلو پر کرتا کبھی دوسری طرف کرلیتا۔اس قسم کی مصیبت بھی مجھ پر پہلے نہیں پڑی تھی۔دروازہ کوئی باہر سے کھول رہا تھا۔میں نے

دروازے پر نظریں جمادیں۔دروازے کے کھلتے ہی دن کی روشنی بھی تین آدمیوں کے ساتھ اندر آئی تھی۔انہوں نے فوراً دروازہ بند کردیا۔ان لوگوں کی

آوازوں سے میں نے پہچان لیا۔یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے مجھے یہاں باندھ کر پھینکا تھا۔

سب سے پہلے انہوں نے میری آنکھوں پر کس کر پٹی باندھ دی۔پھر مجھے ڈولی ڈنڈا کرکے اٹھایااور باہر لے گئے۔مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔باہر اور اندر کا صرف اتنا فرق تھا کہ کوٹھڑی کے گھپ اندھیرے میں جب انہوں نے میری آنکھوں پر پٹی باندھی تو اندھیرے میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ باہر چونکہ دن کی روشنی تھی اس لیے صرف اتنا فرق پڑاتھا کہ آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی کچھ روشن روشن ہوگئی تھی مگر نظر پھر بھی نہیں آرہاتھا۔یوں لگا جیسے انہوں نے مجھے کسی اسٹریچر پر ڈال دیا ہے۔پھریہ اسٹریچر چل پڑا۔کچھ دور جانے کے بعد اسٹریچر ڈھلان پر اترتا محسوس ہوا۔مجھے ان لوگوں کے قدموں کی آواز ساتھ سنائی دے رہی تھی۔اس کے بعد ان میں سے ایک آدمی بولا تو اس کی گونج سی پیدا ہوئی۔معلوم ہوا کہ مجھے زمین کے نیچے کسی جگہ لے جایا جارہا تھا۔فضا بھی تھوڑی گرم ہوگئی تھی۔میں زندگی سے مایوس تو نہیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہوا تھا کیونکہ زندگی اور موت تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔لیکن لگ یہی رہا تھا کہ میری موت کا جو وقت مقرر ہوا تھا وہ وقت آن پہنچا ہے۔

اسٹریچر ایک طرف کو مڑنے کے بعد سیدھا ہو گیا پھر آہستہ آہستہ رینگنے لگا اور پھر رک گیا۔مجھے لوبان اور ہرمل کی تیز بو آنے لگی۔سب سے پہلے میرے ہاتھ پاؤں کی رسیاں کھول دی گئیں لیکن دو آدمیوں نے دائیں بائیں سے میرے بازوؤں کو پکڑے رکھا۔میری آنکھوں کی پٹی بھی کھول دی گئی۔سب سے پہلے میں نے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی مشعل کو دیکھا۔ان طرح کی تین چار مشعلیں دیوار کے ساتھ لگی جل رہی تھیں۔یہ ایک بڑا تہہ خانہ تھا جس کے درمیان میں پھن دار سانپ کا بت نصب تھا۔بت کے آگے گول دائرے میں بنا ہوا گڑھا تھا گڑھے کے کنارے اونچے تھے۔پہلے میں اسے کنواں سمجھا مگر گڑھے میں ایک آدمی چل پھر رہا تھا اس کا صرف سر مجھے نظر آتا تھا۔وہی تین آدمی جو مجھے لے کر وہاں آئے تھے۔انہوں نے مجھے چمڑے کی پیٹی سے اسٹریچر کے ساتھ باندھ دیا۔اسٹریچر ایک طرف دیوار کے ساتھ لگا دیا۔میں نے آواز کو ذرا رعب دار بناتے ہوئے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تم لوگ مجھے یہاں کس لیے لائے ہو؟“

”ابھی پتا چل جائے گا کہ تمہیں یہاں کیوں لائے ہیں؟“

فرش پر سامنے والی دیوار کے ساتھ دری بچھی تھی۔دری پر لال رنگ کے بڑے بڑے تکیے پڑے تھے۔تینوں آدمی دری پر جا کر بیٹھ گئے اور آپس میں سر جوڑ کر بڑی راز داری سے باتیں کرنے لگے۔تہہ خانے کا ایک دروازہ بھی تھا مگر اس دروازے کے پٹ نہیں تھے۔دروازے پر لال رنگ کا پردہ گرا ہوا تھا۔تہہ خانے میں اترائی اتر کر آنا پڑتا تھا۔مجھے آدمیوں کی آوازیں آئیں۔تینوں آدمی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔پردہ ہٹا اور مزید تین آدمی اندر آ گئے۔ان میں دو آدمی دبلے پتلے تھے او رایک آدمی گول مٹول اور موٹا تھا۔اس کی توند باہر کو نکلی ہوئی تھی۔ان سب نے دھوتی بنیان پہنی ہوئی تھی۔صرف موٹے آدمی نے کندھے پر زعفرانی پٹکا ڈال رکھا تھا۔اس کے ماتھے پر سرخ رنگ کی تین لکیریں کھینچی ہوئی تھیں۔یہ مندر کا بڑا پجاری لگتا تھا۔

وہ آتے ہی دری پر درمیان والے بڑے تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔باقی لوگ اس کے دائیں بائیں ادب سے بیٹھ گئے کچھ دیر تک وہاں خاموشی چھائی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رہی۔میں سوچنے لگا کہ یہ لوگ شاید یہاں خاموشی کا کوئی چلہ کاٹنے آئے ہیں۔بڑے پجاری نے ہاتھ کااشارہ کیا۔ایک آدمی جلدی سے اٹھ کر تہہ خانے سے نکل گیا۔کوئی تین منٹ گزرے ہوں گے کہ وہ اپنے ساتھ تین عورتوں کو لے کر آگیا۔ان عورتوں نے بھڑکیلے رنگوں کی ساڑھیاں پہنی ہوئی تھیں۔ بالوں میں سرخ پھولوں کے گجرے تھے۔اور چہروں پر زبردست میک اپ کیا ہوا تھا۔تینوں عورتیں باری باری موٹے پجاری کے پاس گئیں۔جھک کر اس کے پاؤں چھو کرماتھے پر لگائے اور بڑے ادب سے ایک طرف ہو کربیٹھ گئیں۔تینوں نے ہاتھ جوڑے ہوئے تھے۔بڑے پجاری نے اپنا ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"پاربتی جی کاناچ شروع ہو۔"

شودیوتا کوہندو تباہی بربادی کا دیوتامانتے ہیں۔اس دیوتا کے سر پر بالوں کا جوڑا بندھا ہوتا ہے اور جوڑے میں ایک سانپ پھن کھولے بیٹھا دکھایاجاتا ہے۔وہ سانپ شودیوتا کے بازوؤں سے اور ایک سانپ اس کی گردن سے بھی لپٹا ہوا دکھایا جاتا ہے۔پاربتی اس دیوتا کی بیوی کا نام ہے انڈیا میں سانپوں کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پوجا کرنے والے شو کوہی اپنا بڑا دیوتا مانتے ہیں اور دور دراز دیہات اور جنوبی ہند کے علاقوں میں آج بھی سانپ دیوتا کے آگے زندہ عورتوں اور بچوں کی قربانی دی جاتی ہے۔

پجاری کااشارہ پاکر تینوں عورتیں انہیں اور درمیان میں سانپ کا جو بڑا سا بت رکھا ہوا تھا اس کے گرد ڈانس کرنے لگیں۔وہ ساتھ ساتھ خدا جانے کس زبان کا کوئی گیت بھی گارہی تھیں۔میں اسٹریچر پر تقریباً نیم جان پڑا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔یہ ساری تیاریاں میری موت کی تیاریاں تھیں۔یہ لوگ خدا جانے مجھے کیسی اذیت ناک موت مارنے والے تھے۔بس میں دل میں

خدا کے حضور دعائیں مانگ رہاتھا۔رقص جاری تھا کہ دری پر بیٹھے ہوئے آدمیوں میں سے دو آدمی اٹھے۔سانپ کے بت کے پیچھے گئے اور وہاں پڑے ہوئے دو ڈمرو اٹھا کر لے آئے اور ڈمرو بجاتے ہوئے وہ بھی رقص کرنے والی عورتوں میں شامل ہوکرسانپ کے بت کے گرد چکر لگانے لگے۔دس پندرہ منٹ کے بعد رقص کرنے والی عورتیں اور ڈمرو بجانے والے مرد سانپ کے مجمعے کے آگے جو اونچی منڈیر والا گڑھا کھدا ہوا تھا اس کی ایک جانب

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

قطار بنا کر کھڑے ہوگئے۔آدمی ڈمرو بجا رہے تھے مگر عورتیں رقص کرنے کی بجائے گانا گارہی تھیں اور ہاتھ باندھ کر دائیں بائیں جھوم رہی ہیں۔اب موٹا پجاری اٹھا۔وہ آہستہ آہستہ چلتاسانپ کے بت کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔گیت اور ڈمرو کی آواز تھم گئی۔پجاری نے ہاتھ باندھ کر سانپ کے بت پر نگاہیں جما کراشلوک پڑھنے شروع کردیئے اس دوران باقی آدمیوں نے سب سے پہلے میرے ہاتھ ایک بار پھر پیچھے رسی سے کس کر باندھ دیئے۔پیٹی کھول کر مجھے اسٹریچر سے اتاراور بازوؤں سے پکڑ کر سانپ کے بت کے سامنے گڑھے کی منڈیر کے پاس لے آئے۔

جیسے ہی میں گڑھے کی منڈیر یا دیوار کے پاس آیا ڈمرو بجانے والوں نے زور زور سے ڈمرو بجانا اور عورتوں نے دوبارہ گانا شروع کردیا۔ایک بار پھر وہاں شور مچ گیا۔اسی شور میں دو آدمیوں نے مجھے پیچھے سے اٹھا کر گڑھے میں پھینک دیا۔میں گڑھے میں مٹی کے ڈھیر پر گرا۔جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔میرا سر منڈیر سے تھوڑا اونچا تھا مگر میں باہر نہیں نکل سکتا تھا۔میں ان لوگوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کا منہ تک رہا تھا جو مشعلوں کی روشنی میں عورتوں کے ہاتھ پکڑ کر دیوانہ وار ڈانس کررہے تھے۔پجاری میرے سامنے کھڑا زور زور سے اشلوک پڑھ رہا تھا۔

پھرایک دم سے شور تھم گیا۔

پجاری نے ہاتھ اوپر اٹھایا۔فوراً تین آدمی دیواروں پر سے مشعلیں اتار کر لے آئے اور یہ مشعلیں گڑھے کی دیوار پر لگے ہوئے کنڈوں میں پھنسادی گئیں۔ان کی روشنی گڑھے میں بھی پڑنے لگی۔میں نے دیکھا۔گڑھے میں مٹی ہی مٹی تھی اور کچھ نہیں تھا۔میں نے یہی سمجھا کہ یہ لوگ مجھے گڑھے میں پھینک کر چلے جائیں گے۔ان کامقصد یہ ہوگا کہ میں یہاں بھوکا پیاسا رہ کر اپنے آپ مرجاؤں لیکن میری یہ خوش فہمی فوراً ہی دور ہوگئی۔دو آدمی گڑھے میں اتر گئے۔انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر گڑھے کی دیوار کے ساتھ لگا کر زبردستی بٹھادیا اور پیچھے دیوار میں لوہے کی ہک لگی تھی، مجھے رسی سے اس ہک کے ساتھ اس طرح باندھ دیا کہ میں اٹھ نہیں سکتا تھا۔دونوں آدمی گڑھے میں سے باہر نکل گئے۔میں اوپر دیکھ رہا تھا۔باہر خاموشی چھاگئی تھی۔پر کسی نے گڑھے کی دیوار کے اوپر بڑا سا ٹوکرا لاکر رکھ دیا۔میں نے مشعلوں کی روشنی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں ایک آدمی کو دیوار پر چڑھتے دیکھا۔وہ ٹوکرے کے پاس کھڑا ہو گیا۔اس نے کوئی نعرہ لگایا۔جس کے جواب میں دوسرے آدمیوں نے بھی نعرے لگانے شروع کردیئے۔نعروں کے شور میں دیوار پر کھڑے آدمی نے ٹوکرے کا ڈھکنا اٹھا کر پرے پھینکااور ٹوکرا میرے اوپر الٹ دیا۔میری چیخیں نکل گئیں۔

ٹوکری میں سانپ تھے جو میرے اوپر آگرے اور پھنکاریں مارنے لگے۔ میری چیخوں کی آواز پرباہر عورتوں اور مردوں نے اونچی آوازوں میں اشلوک پڑھنے شروع کردیئے۔باہر پھر ایک شور مچ گیا۔ایسے معلوم ہو رہاتھا کہ یہ لوگ گڑھے کے گرد چکر لگا رہے ہیں لیکن گڑھے میں کوئی نہیں جھانک رہا تھا۔گڑھے کے اندر میرے ساتھ ایک عجیب بات ہوگئی۔مجھ پر سانپوں کا جو ٹوکرا پھینکا گیا تھا اس میں چھوٹے بڑے کتنے ہی سانپ تھے۔سانپ مجھ پر گرتے ہی پھنکارنے اور میری گردن کندھوں اور بازوؤں پر چڑھنے لگے لیکن فوراً ہی خداجانے کیا بات ہوئی کہ ایک ساتھ سارے کے سارے سانپ میرے جسم سے اتر گئے۔ان کی پھنکاریں خاموش ہو گئیں۔میں یہ دیکھ کر حیران رہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گیا کہ سارے کے سارے سانپ جو بیس پچیس ضرور تھے مجھ سے پانچ فٹ کے فاصلے پر اکٹھے ہو کر کنڈلیاں مار کربیٹھ گئے اور میری طرف پھن اٹھا کر دیکھنے لگے۔

میں کچھ نہ سمجھ سکا کہ یہ کیا ہوا ہے۔شاید خدا نے میری فریاد سن لی تھی اور سانپوں کومجھ سے الگ کردیاتھا۔پھر یہ خیال آیا کہ شاید سانپ باری باری آگے آئیں گے اور مجھے ایک ایک کرکے کاٹتے چلے جائیں گے۔پجاری نے شاید انہیں اسی طرح سدھایا ہوا ہو مگر ایسی بھی کوئی بات نہ ہوئی۔ایک منٹ دو منٹ گزر گئے اور سانپ اپنی جگہ پر بیٹھے مسلسل میری طرف تکتے رہے۔اس دوران باہر ڈمرو اورعورتوں مردوں کے اونچی اونچی اشلوک پڑھنے کی آوازیں تیز ہوتی گئیں شاید وہ مجھے اس وقت دیکھنا چاہتے تھے جب سارے سانپ نے مجھے کاٹنے کے بعد میرا جسم نوچ نوچ کر ادھیڑ چلے ہوں۔

اچانک کسی مرد نے اونچی آواز میں نعرہ بلند کیا۔

اس کے ساتھ ہی گانے اور ڈمرو کی آواز خاموش ہوگئی۔میں نے اوپر گڑھے کی منڈیر کی طرف دیکھا۔وہاں کتنے ہی انسانی چہرے مجھے اس طرح بندھا ہوا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بیٹھااورسانپوں کو ایک جگہ کنڈلی مارے پھن کھولے بیٹھا دیکھ کر حیران تھے۔وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے گڑھے میں مجھے اورسانپوں کو دیکھ رہے تھے۔ پجاری نے ایک آدمی کو زور سے بازوہلا کر کہا۔

”سلاخ چلاؤ۔جلدی کرو۔وقت نکلا جارہا ہے۔“

ایک آدمی نے لمبی سلاخ گڑھے میں ڈالی۔سلاخ آگے سے مڑی ہوئی تھی۔ اس نے سلاخ سے ایک سانپ کو پکڑااور میرے اوپر ڈال دیا۔سانپ نے پھنکار ماری اور جیسے میرے جسم سے خوف زدہ ہو کر جلدی سے بھاگ کر دوسرے سانپوں کے پاس جاکربیٹھ گیا۔یہ بات میری سمجھ سے بھی باہر تھی کہ آخر سانپ مجھ سے خوف کھا کر کیوں بھاگا ہے۔پجاری اوپر سے دوسرے آدمیوں اور عورتوں کے ساتھ گردن نکالے یہ سارا تماشہ دیکھ رہا تھا۔اس نے سلاخ والے آدمی کوغصے میں کہا۔

”سارے سانپ اس مسلے کے اوپر ڈال دو۔“

سلاخ کی مدد سے باری باری دودو تین تین کرکے میرے اوپر سانپ پھینکے گئے مگر ہربار یہی ہوا کہ جیسے ہی سانپ میرے جسم پر گرتا وہ تڑپ کر ایک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

طرف کو چھلانگ لگاتااور تیزی سے رینگتے ہوئے دیوار کے پاس جاکربیٹھ جاتا۔ اب پجاری اوراس کے آدمی حیران ہونے کے ساتھ کچھ خوف زدہ بھی ہوگئے تھے۔ادھر مجھے یقین ہوگیا تھا کہ وجہ جو بھی ہو لیکن یہ سانپ مجھے کاٹیں گے نہیں۔میں نے سوچا اس موقع سے فوراً فائدہ اٹھاناچاہیے۔کوئی پتا نہیں کچھ دیر کے بعد ان سانپوں کا خوف دور ہوجائے اوریہ مجھ پرحملہ کردیں۔میں نے چہرہ اوپر اٹھا کر رعب دار آوازمیں کہا۔

”تم دیکھ رہے ہو کہ ان سانپوں نے مجھے کچھ نہیں کہااور میرے غلام بن گئے ہیں۔نیچے آکر میری رسیاں کھول دو نہیں تو میں ان سانپوں کو حکم دوں گا اور تم سب کو اوپر آکر ڈس لیں گے۔“

بڑا پجاری، اس کے ساتھی اور عورتیں پہلے ہی مجھ سے بے حدمتاثر ہوچکی تھیں۔کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ سانپوں نے مجھے کچھ نہیں کہااور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔جب میں نے رعب دار آواز میں انہیں اپنی رسیاں کھولنے کا حکم دیا تو فوراً ایک آدمی سیڑھی لگا کر گڑھے میں اتر آیا۔اس نے میری رسیاں کھول دیں اور ہاتھ جوڑ کربولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”شما کردیں مہاراج!“

میں گڑھے سے باہر نکلا تو سب ہاتھ جوڑ کر ادب سے کھڑے تھے۔بڑے پجاری نے کہا۔

”مہاراج! آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ آپ شو دیوتا کے داس ہیں۔“ میں نے کہا۔

”اگر میں پہلے بتادیتا تو اس کا یہ اثر نہ ہوتا جو اب ہوا ہے۔تم میں سے کسی نے میری بات کا یقین نہیں کرنا تھا۔“

پجاری نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

”مہاراج! آپ تو مسلمان ہیں پھر شو مہاراج کے اتنے پوتر داس کیسے بن گئے؟“ میں نے اسے ڈانٹ دیا۔

”خبردار موٹے پجاری! ایسی باتیں مت پوچھو۔یہ راز ہے جس کو تم نہیں سمجھ سکتے۔فوراً میرے اشنان اور بھوجن پانی کا بندوبست کیا جائے۔“

وہ لوگ بڑے احترام کے ساتھ مجھے تہہ خانے سے نکال کر مندر کے ایک خاص کمرے میں لے گئے جہاں فرش پر قالین بچھا تھا۔تکئے لگے تھے۔میں نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

غسل کیا۔کھانا کھایا اور بڑے مزے سے ٹانگیں پسار کر گاؤ تکیے کے سہارے نیم دراز ہو گیا۔ایک آدمی میرے بازو اور دو آدمی میرے پاؤں دبا رہے تھے۔یہ راز بعد میں کھلا کہ ٹوکرے کے سانپ مجھ سے خوف زدہ ہو کر یا میرا ادب کرتے ہوئے ایک طرف ہٹ کر کیوں بیٹھ گئے تھے۔یہ سارا کرشمہ اس رومال کا تھا جس میں میں نے پاروتی کی لاش کے دونوں ٹکڑے پہلے باندھے ہوئے تھے۔خدا کا شکر ہے کہ سانپ کے ٹکڑے ٹین کے ڈبے میں بند کرتے وقت یہ رومال میں نے پھینکا نہیں تھا۔اس رومال میں پاروتی کے جسم کی بو رچی ہوئی تھی ان سانپوں کو مجھ سے پاروتی کی بو آئی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا تھا۔پاروتی بہت بڑی طاقت بن چکی تھی اور سارے سانپ اس کا احترام کرتے تھے۔اب میں آسانی سے عیار پیرن کا سراغ لگا سکتا تھا۔

...☆☆☆...

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مندر کا بڑا پجاری میرے آگے بچھا جارہاتھا۔میری بہت زیادہ ٹہل سیوا کررہاتھا۔میں نے سوچا کہ عیار سپیرن کااسی سے کھوج لگوانا چاہیے۔میں نے اپنی آواز میں جلال پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”تم لوگوں نے مجھے رسیوں سے باندھا۔مجھے سانپوں کے گڑھے میں پھینکا۔تم اندھے اور بہرے ہو۔تم جھوٹے پجاری ہو۔میری شکل صورت سے تم لوگ یہ اندازہ بھی نہ لگاسکے کہ میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں۔بلکہ شودیوتا کا خاص اوتار ہوں۔موٹا پجاری ہاتھ باندھ کر دوزانو بیٹھ گیا۔عاجزی سے بولا۔

”مہاراج شما کردیں۔ہم سے بھول ہوگئی۔“

میں نے کہا۔”تم سے تو اس مندر کے سانپ اونچا درجہ رکھتے ہیں۔جنہوں نے مجھے فوراً پہچان لیااور ادب سے ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہوگئے۔تم جھوٹے پجاری ہو۔تمہیں تمہاری غلطی کی سزا ضرور ملے گی۔“

موٹا پجاری گڑگڑانے لگا۔میں نے اپنی آواز بلند کر تے ہوئے کہا۔

”نہیں صرف ایک صورت میں معافی مل سکتی ہے۔“

”کیا مہاراج۔“ پجاری نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔”اس شہر گورکھ پور میں اس وقت ایک مکار سپیرن موجود ہے۔ہم پاروتی دیوی کا پجاری سانپ لے کر کیلاش پربت کوجارہے تھے کہ اس مکار سپیرن نے وہ سانپ چرالیا ہے۔ہم جانتے ہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے لیکن ہم تمہیں بھی سزا دینا چاہتے ہیں۔فوراً اس کا کھوج لگاؤ اور اسے پکڑ کر ہمارے سامنے پیش کرو۔“

جب میں نے موٹے پجاری کو سپیرن کاحلیہ بتایا تو وہ پکار اٹھا۔

”مہاراج یہ ضرور دھنوتی سپیرن ہے۔وہ بڑی مکار ہے مہاراج۔مجھے معلوم ہے اس کا ڈیرہ کہاں ہے۔میں ابھی اسے پکڑ کر لاتاہوں۔“

مجھے کچھ اطمینان ہوا کہ پاروتی مجھے مل جائے گی۔موٹے پجاری کومیں نے اسی وقت سپیرن کی تلاش کے لیے روانہ کردیا۔کوئی آدھے گھنٹے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عیار سپیرن کوپکڑے چلا آرہا ہے۔اس نے سپیرن کو میرے بارے میں ضرور بتادیاہوگا کہ میں شودیوتا کا ایک روپ ہوں اورسانپ مجھے سجدہ کرتے ہیں۔کیونکہ سپیرن مجھے پہچاننے کے باوجود آتے ہی میرے قدموں پر گر پڑی اور معافیاں مانگنے لگی۔میں نے زور دار آواز میں کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پاروتی دیوی کا پجاری سانپ کہاں ہے؟“

اس نے قمیص کے اندر سے تھیلی نکال کر میرے قدموں میں رکھ دی اور ہاتھ باندھ کر بولی۔

”مہاراج سانپ اس میں موجود ہے۔“

میں نے تھیلی کھول کر دیکھا۔اس میں پاروتی ناگن کے ٹکڑے موجود تھے۔اسی وقت تھیلی میں نے اپنے قبضے میں کرلی اور موٹے پجاری سے کہا۔

”اس چور سپیرن کو لے جاکر تین دن کے لیے اندھیری کوٹھری میں بند کردو۔“

پجاری کے داس اسی وقت سپیرن کو پکڑ کر لے گئے۔اب میرا وہاں کوئی کام نہیں تھا۔اس سے پہلے کہ وہاں میرا راز کھل جاتا یعنی پاروتی کا وہ رومال جس کی وجہ سے سانپ میری پوجا کرتے تھے گم ہوجاتا مجھے وہاں سے نکل کر کیلاش پربت کی طرف روانہ ہوجانا چاہیے تھا۔چنانچہ میں نے موٹے پجاری سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہم صبح صبح کیلاش کی طرف روانہ ہوجائیں گے۔ہمارے لیے سواری کابندوبست کیاجائے۔“

رات میں نے موٹے پجاری کے کمرے میں گزاری۔صبح کواٹھا تو باہر تین خچر موجود تے۔ایک خچر پر کھانے پینے کاسامان لدا ہواتھااور دوسرے خچر پر ایک نوکر سوار تھا۔اس نوکر کومیرے ساتھ محافظ کے طور پر سفر کرناتھا۔ میں اپنے خچر پربیٹھ گیا۔سارے پجاری مجھے الوداع کہنے کے لیے باہر موجود تھے۔میں بڑی شان سے وہاں سے روانہ ہوگیا۔

مندر سے نکلنے کے بعد میں نے اپنا رخ گورکھ پور کے ریلوے اسٹیشن کی طرف کردیا۔ریلوے اسٹیشن پرپہنچ کر میں خچر سے اتر گیااور نوکر سے کہا کہ وہ بیر گنج کے مندر کے باہر میراانتظار کرے اور اسے کہا۔”اگر میں پہلے پہنچ گیا تو میں وہاں تمہارا انتظار کروں گا۔“

نوکر دونوں خچر لے کر چل پڑا۔گورکھ پور سے بیرگنج تک نیم پہاڑی علاقہ تھا۔ اور وہا ں بہت شارٹ کٹ یعنی مختصر فاصلے والے راستے بھی تھے۔بیرگنج سے آگے کیلاش پربت تک دشوار گزار پہاڑی سفر شروع ہوتاتھا۔چنانچہ میں ریل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گاڑی میں بیٹھ کر بیرگنج جانا چاہتا تھا' میں ٹکٹ لے کر گاڑی کا انتظار کرنے لگا۔ گاڑی آئی تو میں اس میں سوار ہو گیا۔

بیرگنج پہنچ کر بڑے مندر میں آگیا۔ نوکر ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ دوپہر کے وقت نوکر بھی آگیا۔ وہاں سے ہمارا پہاڑی سفر شروع ہو گیا۔ یہ کافی مشکل سفر تھا۔ کوئی باقاعدہ سڑک نہیں تھی۔ راستے میں بے شمار گھاٹیاں اور ندی نالے آئے۔ خچروں کی وجہ سے ہمارا سفر آسانی سے کٹتا چلا گیا۔ راستے میں ہی ہمیں رات آگئی۔ بارش بھی شروع ہو گئی۔ ایک ٹیلے کے دامن میں ایک چھوٹا سا مندر نظر پڑا۔ ہم خچروں کو لے کر وہاں چلے گئے۔ وہاں پر کوئی پجاری نہ تھا۔ نہ کسی دیوی دیوتا کا بت ہی تھا۔ ایک خالی کوٹھڑی تھی جس کی شکل مندر کی طرح کی تھی۔ ساری رات موسلادار مینہ برستا رہا۔ صبح ہوئی تو ہم کیلاش پربت کی طرف چل پڑے۔ بارش ختم ہو چکی تھی۔ پہاڑوں کی بارش ایسی ہوتی ہے کہ کہیں پانی وغیرہ کھڑا نہیں ہوتا۔ صرف درخت' جھاڑیاں اور گھاس گیلی تھی۔

درختوں کے نیچے سے گزرتے تو شاخوں پر رکا ہوا پانی ٹپ ٹپ ہم پر گرتا۔ سارا دن سفر کرتے رہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نوکر کو کیلاش پربت کے ناگ مندر کا راستہ معلوم تھا۔ سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے ہمیں دور اوپر ایک جگہ پہاڑیوں میں مندر کے عکس دکھائی دیئے۔ نوکر نے مجھے وہ عکس دکھاتے ہوئے کہا۔

"مہاراج وہ ہے کیلاش پربت کا ناگ مندر۔"

میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ پاروتی کا ناگن کے روپ میں کٹا ہوا جسم تھیلی میں بند میرے پاس تھا۔ کیلاش پربت کے مندر کے احاطے میں آکر ہم خچروں سے اتر پڑے۔ وہاں کوئی آدمی دکھائی نہ دیا۔ نوکر کہنے لگا۔

"مہاراج سردیوں میں یہاں یاتری نہیں آتے۔ صرف بڑا پجاری موجود ہوتا ہے۔ میں اسے جا کر بلاتا ہوں۔"

میں نے اسے جانے دیا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ پجاری کے آگے میری بڑھ چڑھ کر تعریف کرے گا۔ تھوڑی دیر میں ایک گول مٹول توند والا ناٹے قد کا پجاری نوکر کے ساتھ مندر کے برآمدے میں نمودار ہوا۔ اس نے آتے ہی میرے قدم چھوئے اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"ہمارے دھن بھاگ مہاراج کہ آپ ہمارے مندر میں تشریف لائے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے بڑی شان سے گردن اونچی کرتے ہوئے کہا۔

”ہمارے لیے ایک علیحدہ کمرے کاانتظام کردو۔ہم کچھ روز یہاں رہ کر شودیوتا کی پوجا کریں گے۔“

”تشریف لائیے مہاراج۔“

مجھے اسی مندر میں ایک کمرہ دے دیا گیا۔جوشاید وہاں سب سے آرام دہ کمرہ تھا۔کیلاش پربت کی ان پہاڑیوں میں کافی سردی تھی۔مجھے پہننے کے لیے پجاری نے ایک اونی فرغل بھی دیا۔کمرے میں بڑا سا آتشدان تھا۔اس میں آگ روشن کردی گئی۔نوکر کومیں نے وہیں سے واپس جانے کاحکم دے دیا تھا۔وہ میرے پاؤں چھو کر واپس چل دیا۔پجاری میرے لیے کھانا اور گرم قہوہ لے کر آگیا۔میں کھانا کھاتا رہااور وہ میرے سامنے ادب سے ہاتھ باندھے بیٹھا رہا۔

میرابستر لگادیاگیاتھا۔آتشدان میں جلتی ہوئی آگ کی وجہ سے کمرے میں ہلکی سی گرمائش تھی۔میں کھانا کھانے کے بعد قہوہ پینے لگا۔پجاری بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مہاراج اگر آپ کاحکم ہو تو میں رات کو سونے سے پہلے دیوتاؤں کا رس پیش کروں۔“

میں سمجھ نہ سکا کہ دیوتاؤں کا رس کیا ہوتا ہے۔میں سمجھا کوئی خاص قسم کا قہوہ ہوگا۔میں نے کہا۔

”ہاں! تمہیں اجازت ہے اب تم جاسکتے ہو۔“

پجاری چلا گیا۔اس کے جاتے ہی میں نے بڑے تھیلے میں سے پاروتی کے جسم کے ٹکڑوں والی تھیلی نکالی۔اسے کھول کرسانپ کے ٹکڑو ں کوغور سے دیکھا۔ان کا رنگ سیاہ ہوتا جارہاتھا۔مجھے ان ٹکڑوں کو جتنی جلدی ہوسکے کسی ڈبے میں بند کرکے اس مندر کے تالاب میں ڈبو دینا اور پھر دس روز تک وہاں انتظار کرنا تھا۔پجاری سے میں نے پوچھ لیا تھا۔تالاب جسے کیلاش سردور بھی کہتے تھے مندر کے پیچھے تھا۔رات ہوگئی تھی۔مندر میں چراغ روشن ہوگئے تھے۔ایک بڑا چراغ میرے کمرے میں بھی جل رہاتھا۔میں کمرے سے نکل کر اونی فرغل کوجسم کے گرد لپیٹے تالاب کے مشاہدے کے لیے چل پڑا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مندر کے پیچھے ایک لمبا چوڑا برآمدہ تھا۔اس برآمدے کے آگے سنگ مرمر کا ایک چھوٹا سا تالاب بنا ہوا تھا۔جس میں کنول کے پھول بھی کھلے تھے اور مچھلیاں بھی کناروں پر جلتے چراغوں کی روشنی میں تیرتی نظر آرہی تھیں۔سردی بڑی شدید تھی۔اوپر ہمالیہ کی برف پوش پہاڑیاں دن کے وقت مجھے صرف نظر آئی تھیں۔میں اپنے کمرے میں آگیا۔میں نے یہی سوچا کہ رات کے پچھلے پہر جب مندر کے سارے آدمی گہری نیند سو رہے ہوں گے تو پاروتی کے جسم کے ٹکڑوں کو ڈبے میں بند کرکے تالاب میں ڈبودوں گا۔مجھے کسی ایسے ڈبے کی تلاش تھی جس میں تالاب میں ڈوبنے کے بعد پانی داخل نہ ہوسکے۔ کمرے میں مجھے کچھ شیشے کی بوتلیں پڑی تو مل گئیں مگر ڈبہ نہ ملا۔میں نے سوچا کہ سانپ کے ٹکڑوں کو کسی بوتل میں بند کرکے تالاب میں ڈال دیتا ہوں مگر مشکل یہ تھی کہ بوتل ڈوب نہیں سکتی تھی۔فوراً تالاب کی سطح پر آجاتی۔

اس کامیں نے ایک حل تلاش کرلیا۔میں نے سوچا کہ بوتل کے ساتھ ایک پتھر باندھ دوں گا۔پھر خیال آیا کہ پاروتی نے بوتل کانہیں کہا تھا۔اس نے کہا تھا کہ مجھے کسی ڈبے میں بند کرکے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تالاب میں ڈالنا مگر وہاں ڈبہ کہیں سے نہیں مل رہا تھا۔میں بستر پر کمبل اوپر کرکے بیٹھ گیا۔آتشدان میں آگ مدھم پڑ گئی تھی۔کمرہ خوب گرم ہو گیا تھا۔ اتنے میں دروازے پر کسی نے آہستہ سے دستک دی۔

"کون ہو تم؟" میں نے رعب سے پوچھا۔

کسی عورت کی آواز آئی۔"مہاراج میں ہوں رکمنی۔"

میں نے سوچا مندر کی نوکرانی ہے۔پجاری نے میرے لیے کوئی مٹھائی وغیرہ بھیجی ہوگی۔میں نے کہا۔"اندر آجاؤ۔"

دروازہ کھلا اور ایک نوجوان عورت ہاتھوں میں طشت لیے سر جھکائے بڑے ادب سے چلتی داخل ہوئی۔میرے پلنگ کے پاس آکر اس نے طشت پتھر کی تپائی پر رکھ دیا اور ہاتھ باندھ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

میں نے پوچھا۔"یہ کیا لائی ہو؟"

وہ بولی۔"مہاراج جی نے سوم رس بھیجا ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سوم رس؟ میں سوچنے لگا۔اف میرے خدایا! پجاری نے جو دیوتاؤں کا رس بھجوانے کے لیے کہا تھا' وہ یہ سوم رس ہی تھا۔سوم رس اس علاقے کی دیسی شراب تھی۔میں نے رکمنی سے کہا۔

"رکمنی ہم جب یاترا پر آتے ہیں تو سوم کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔اسے واپس لے جاؤ۔"

"جو حکم مہاراج۔"

وہ طشت اٹھا کر واپس دروازے کی طرف گئی تو میں نے کہا۔

"رکمنی ہمیں شودیوتا کی چتا کے بال رکھنے کے لیے ٹین کے بند ڈبے کی ضرورت ہے۔کہیں سے ہمیں ٹین کا ڈبہ لادو۔"

رکمنی نے گردن جھکا کر کہا۔"جو حکم مہاراج۔"

وہ چلی گئی۔تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ٹین کا گول ڈبہ تھا۔ میں نے ڈبہ لے کر چراغ کی روشنی میں دیکھا۔یہ لپٹن چائے کا ڈبہ تھا۔مجھے ایسے ہی ڈبے کی ضرورت تھی۔میں نے رکمنی سے کہا۔"اب تم جا سکتی ہو رکمنی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

وہ ادب سے سر جھکا کر واپس چلی گئی۔میں نے دروازے کو اندر سے کنڈلی لگالی۔پلنگ پر آکر بیٹھ گیا۔ڈبے کو کھول کر دیکھا۔اس کا ڈھکنا ایسا تھا کہ ایک بار بند ہونے کے بعد مشکل سے کھلتا تھا۔میں نے سانپ کے ٹکڑوں والی تھیلی کھول کر اس میں سے پاروتی کے جسم کے ٹکڑے نکال کر بڑی احتیاط سے رکھ دیئے اور کہا۔

"پاروتی مجھے یقین نہیں آتا کہ تم دوبارہ زندہ ہو کر انسانی شکل میں واپس آسکو گی۔"

مجھے تو اس وقت تک یہ بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ ناگن سے عورت اور عورت سے پھر ناگن بن جاتی ہے۔میں اس وقت بھی اور آج بھی اسے اپنی آنکھوں کا فریب سمجھتا ہوں۔بہرحال جب آدمی گھر سے ایڈونچر کرنے نکلتا ہے اور خاص کر ہندوستان کے جنوبی جنگلوں میں سفر کرتا ہے تو اس کے ساتھ عجیب وغریب واقعات پیش آتے ہیں۔یہ وہ جنگل ہیں جہاں قدم قدم پر توہمات اور پراسرار اور ناقابل یقین واقعات سے واسطہ پڑتا ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے پاروتی کے ٹکڑوں کو ڈبے میں اچھی طرح سے بند کر کے اپنے سرہانے کے نیچے رکھ لیا۔اس کے بعد سو گیا۔ صبح صبح میری آنکھ کھل گئی۔یہ بات میں نے تجربہ کر کے دیکھی تھی کہ اگر آدمی کو صبح صبح اٹھنا ہو اور وہ اپنے آپ سے یہ کہہ کر سو جائے کہ میں صبح چار بجے اٹھ بیٹھوں گا تو ٹھیک چار بجے اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔رات کو میں بھی اپنے دل سے یہی کہہ کر سویا تھا کہ میں منہ اندھیرے جاگ جاؤں گا۔

اس وقت ابھی رات کا اندھیرا چاروں طرف چھایا ہوا تھا۔میرے کمرے کا چراغ بجھ چکا تھا۔آتشدان کی آگ بھی اتنی مدھم پڑ گئی تھی کہ لکڑی کے انگاروں پر سفید راکھ کی تہہ چڑھ چکی تھی۔میں نے پاروتی کے ٹکڑوں والا ٹین کا چوکور ڈبہ فرغل کے اندر چھپایا۔سر پر چادر ڈالی اور آہستہ سے کنڈی کھول کر کمرے سے نکل گیا۔باہر سخت سردی تھی۔یہ ہمالیہ کے پہاڑوں کی سردی تھی۔تیز ہوا نہیں چل رہی تھی مگر ہوا ایسے لگتا تھا جیسے سردی کی وجہ سے جم گئی ہے۔پہاڑیوں کی ڈھلانوں پر کہر کے بادل اترے ہوئے تھے۔میں دبے پاؤں چلتا مندر کے عقبی برآمدے میں آگیا۔تالاب دھندلا دھندلا نظر آرہا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے باریک رسی رات کو ہی سنبھال کر رکھ لی تھی۔تالاب کے پاس جا کر میں نے ایک بڑے سے پتھر کو رسی کے ساتھ باندھ کر ٹین کے ڈبے کے سات

مضبوطی سے باندھ دیا اور کونے میں اسے تالاب کے پانی میں اتار دیا۔پتھر نیچے گیا اور ٹین کے ڈبے کو بھی ساتھ ہی نیچے لے گیا۔میرا مقصد اور میرا فرض پورا ہو گیا تھا۔اب مجھے دس دن تک وہاں رہ کر پاروتی کے دوبارہ زندہ ہونے کا انتظار کرنا تھا۔جس کے بارے میں مجھے بالکل یقین نہیں تھا لیکن مجھے ہر حالت میں وہاں رہ کر اپنا فرض پور ا کرنا تھا۔دوسری بات یہ بھی تھی کہ مجھے پاروتی سے دلی محبت ہو گئی تھی اور میں دل سے یہی چاہتا تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ ہو جائے۔میرا ایمان تھا کہ اگر خدا چاہے گا تو پاروتی دوبارہ زندہ ہو کر انسانی شکل میں واپس آجائے گی۔

میں تالاب کے پاس بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ یہاں دس دن خیریت سے گزر جائیں۔کسی کو معلوم نہ ہو کہ میں نے یہاں ٹین کا ڈبہ تالاب میں ڈالا ہے اگر کسی نے ڈبہ نکال لیا تو پاروتی نے مجھے بتادیا تھا کہ پھر میں کبھی اس دنیا میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

واپس نہ آسکوں گی۔پہلے میں نے سوچا کہ میں یہیں کسی جگہ گیان دھیان کرنے کے بہانے بیٹھ کرڈبے کی نگرانی کرنا شروع کردوں لیکن جب سردی کاخیال آیا تو یہ خیال دل سے نکال دیا۔اس علاقے میں واقعی بے حد سردی تھی میں اٹھ کر واپس اپنے کمرے کی طرف چلا۔ابھی برآمدے میں ہی قدم رکھا تھا کہ ایک ستون کے پیچھے سے اچانک کوئی عورت نکل کر میرے سامنے آگئی۔یہاں کچھ دور ستون کے طاق میں جلتے چراغ کی ہلکی روشنی آرہی تھی۔ میں نے عورت کو پہچان لیا۔یہ رکمنی تھی جو رات کو میرے لیے دیوتاؤں کا رس لے کرآئی تھی اور جس نے مجھے ٹین کاڈبہ بھی لاکر دیا تھا۔

میں نے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ یونہی سیر کرتاادھر آگیا تھا کہا۔

”یہاں صبح کاسماں بڑااچھا ہوتا ہے۔جی چاہتا ہے یہاں گیان دھیان کروں۔“

رکمنی مسکرارہی تھی۔ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔

”مہاراج! رشی منی لوگ یہیں بیٹھ کر گیان دھیان کیا کرتے تھے۔“

مجھے شک ہوا کہ کہیں اس نے مجھے تالاب میں ڈبہ ڈالتے دیکھ نہ لیا ہو۔میں نے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تم یہاں اس وقت کیا کررہی ہو؟“

رکمنی نے کہا۔

”مہاراج! میں تو روز منہ اندھیرے اٹھ کرناگ مندر کے سات چکر لگاتی ہوں۔پرانے شاستروں میں لکھا ہے کہ جو دیوداسی دو مہینے منہ اندھیرے اٹھ کر ناگ مندر کے سات پھیرے لگائے گی اسے سورگ میں جگہ ملے گی۔“

میرا شک دور ہوگیا۔رکمنی کوبالکل معلوم نہیں ہوا تھا کہ میں وہاں کیا کرنے آیا تھا یامیں نے تالاب میں کوئی ڈبہ ڈالا ہے۔میں نے کہا۔

”اچھا رکمنی سکھی رہو۔“

میں اسے آشیرباد دے کر اپنے کمرے کی طرف آگیا۔کمرے کی گرم فضا میں آتے ہی مجھے سکون نصیب ہوا۔کمرے کی فضا باہر کی کڑاکے کی سردی کے مقابلے میں گرم اورپرسکون تھی۔گورکھ پور کے مندر کے نوکر نے کیلاش پربت کے اس ناگ مندر کے پجاری کومیرا تعارف کراتے ہوئے یہی بتایا تھا کہ میں دیوتا شو کا اوتار ہوں اورمجھے سانپ سجدہ کرتے ہیں۔دوسرے دن پجاری میرے ساتھ بیٹھا کھانا کھارہاتھا کہ اس نے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مہاراج! کیا یہ سچ ہے کہ ناگ آپ کی پوجا کرتے ہیں؟“

میں نے کہا۔

”ہاں‘ اس لیے کہ میں شودیوتا کااوتار ہوں۔سانپ مجھے دیکھتے ہی ادب سے سر جھکادیتے ہیں۔اگر تمہیں یقین نہیں تو تجربہ کرکے دیکھ لو۔“

پجاری بولا۔

”مہاراج! ویسے تو مجھے آپ کے اوتار ہونے کا پورا وشواش ہے مگر میرا دل چاہتا ہے کہ میں سانپوں کو آپ کی پوجا کرتے دیکھوں۔“

میں سمجھ گیا کہ یہ مکار پجاری یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ میں کہیں فراڈ یا تو نہیں ہوں۔مجھے کیا اعتراض ہوسکتاتھا۔وہ رومال میرے پاس موجود تھا جس میں پاروتی کے جسم کی بو رچی ہوئی تھی اور جس کی وجہ سے سانپ میرے قریب نہیں پھٹکتے تھے بلکہ ادب سے دور کھڑے ہوجاتے تھے۔میں نے پجاری سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اس میں دیر کس بات کی ہے۔ابھی تمہیں یہ چمتکار دکھائے دیتاہوں۔کہیں سے سانپ لے آؤ۔“

پجاری کے پاس اس وقت اس کی چہیتی دیوداسی رکمنی بھی کھڑی تھی۔اس نے رکمنی کواشارہ کیا۔رکمنی اسی وقت گئی اور سانپوں کی پٹاری لے کرآگئی۔اس وقت یہ لوگ میرے کمرے میں بیٹھے تھے۔پجاری نے سانپوں کی پٹاری درمیان میں رکھ دی پھراس کامنہ کھول دیا۔

پٹاری کے اندر سے تین سیاہ کالے سانپ پھنکارتے ہوئے باہر نکل آئے۔میں اپنی جگہ پربڑے اطمینان سے بیٹھار ہا۔مجھے معلوم تھا کہ ابھی یہ سانپ مجھے دیکھ کر فوراً ایک طرف ہٹ جائیں گے اور پھر ادب سے پھن اٹھا کر اس طرح کھڑے ہوجائیں گے جیسی میری تعظیم بجالارہے ہوں مگر میں یہ دیکھ کر کچھ بے چین ساہو گیا کہ سانپ میری طرف دیکھ کر ابھی تک پھنکار رہے تھے۔ان میں سے ایک سانپ میرے قریب بھی آگیااور اس نے مجھے ڈسنے کی بھی کوشش کی۔میں نے جلدی سے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور یہ دیکھ کر میرا جسم خوف کے مارے سرد ہو گیا کہ میری جیب میں پاروتی کارومال نہیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھا۔اچانک مجھے یاد آگیا کہ پاروتی کارومال میری دوسری پتلون میں ہے جو غسل خانے میں ٹنگی ہوئی ہے۔میں ایک دم اٹھااور یہ کہہ کر غسل خانے میں گھس گیا کہ ”میں ابھی آتا ہوں۔“

جلدی سے اپنی دوسری پتلون سے رومال نکال کراپنی پتلون میںڈالا اور باہر آکر اسی طرح بیٹھ گیا جیسے ہی میں بیٹھا تینوں سانپ ڈر کر ایک طرف ہوگئے۔پھر وہ ایک قطار میں کھڑے ہوگئے۔انہوںنے اپنے پھن کھول لیے اور جیسے باربار پھن جھکاجھکا کر میری تعظیم بجالانے لگے۔

پجاری بڑا عیار آدمی تھا اس کی شکل بتارہی تھی کہ وہ سمجھ گیا ہے کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے سانپ میرے قریب نہیں آتے۔پہلے وہ چیز میرے پاس نہیں تھی۔میں غسل خانے سے وہ چیز لایاہوں۔مگر اوپر سے اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مجھ سے بڑا متاثر ہوا ہے۔ہاتھ باندھ کربولا۔

”مہاراج! آپ سچ مچ اوتار ہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جب وہ اور رکمنی چلے گئے تومیں نے خدا کاشکر ادا کیااور دل میں فیصلہ کیا کہ اب پاروتی کارومال ہمیشہ اپنی جیب میں رکھا کروں گا۔مگر آگے جو کچھ میرے ساتھ ہونے والا تھا اس کی مجھے کوئی خبر نہیں تھی۔

...☆☆☆...

مجھے دس دنوں کاحساب رکھنا تھا۔وہاں کوئی کلینڈر وغیرہ تو نہیں تھا کہ اسے دیکھ کر معلوم کرتا کہ آج کون سادن ہے اور کل کونسا دن ہوگا۔میں نے دیوار پرایک جگہ کوئلے سے نشان لگانے شروع کردیئے۔ایک دن گزر جاتاتو ایک نشان لگالیتا۔میں اس ناگ مندر میں صرف پاروتی کی خاطر ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کے سوا مجھے وہاں مندر کے پجاری اس کی دیوداسیوں اور سانپوں کی پوجا پاٹھ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔دن بھر میں وادیوں گھاٹیوں میں ادھر ادھر آوارہ گردی کرتا رہتا۔رات کوتھوڑی دیر کے لیے مندر میں آکر آنکھیں بند کرکے بیٹھ جاتا۔پجاری کو میں یہ ظاہر کرتا کہ میں گیان دھیان میں مصروف ہوں۔حقیقت میں میں سوچ رہاتھا کہ پاروتی اگر واقعی دوبارہ انسانی شکل میں واپس آگئی تو میں اسے ساتھ لے کرکلکتے اس کے کسی رشتے دار کے ہاں چھوڑ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کر اپنے نئے آزاد وطن پاکستان چلا جاؤں گا اور پھر کبھی ان علاقوں میں آنے کا نام نہیں لوں گا۔ میں نے ان علاقوں میں بڑی تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائی تھیں۔

پجاری برابر میری خدمت کر رہا تھا۔ صبح شام مجھے اعلیٰ قسم کا کھانا میرے کمرے میں پہنچ جاتا تھا۔ کبھی نوکر لے کر آجاتا' کبھی دیوداسی رکمنی کھانا لے کر آجاتی رکمنی کی عمر تیس برس کے قریب تھی۔ اس کی شکل سے ذہانت ٹپکتی تھی۔ وہ عام طور پر خاموش رہتی تھی۔ میں بات کرتا تو وہ بھی کوئی بات کر لیتی۔ مگر اس کی آنکھوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی گہرے راز کو دل میں چھپائے ہوئے ہے۔ ایک ایسا راز جس کو وہ مجھ سے چھپانا بھی چاہتی ہے اور مجھے بتانا بھی چاہتی ہے۔ اپنی آوارہ گردیوں کے دوران مجھے قسم قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑا تھا اور میں لوگوں کے چہروں کو تھوڑا تھوڑا پڑھ لیتا تھا۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ رکمنی کس راز کو چھپائے ہوئے ہے۔ ایک روز شام کو وہ میرے لیے کھانا لے کر آئی تو میں اس سے کیلاش پربت کی پہاڑیوں اور موسموں کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ پھر اس نے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"رکمنی! تم اتنی مدت سے یہاں رہ رہی ہو۔ کبھی تم نے کسی ایسے سادھو جوگی یا سپیرے کو دیکھا ہے جو سانپ کا روپ دھار لیتا ہو؟"

رکمنی مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی۔

"مہاراج! میں نے ایسا کوئی سپیرا سنیاسی یا سادھو نہیں دیکھا۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ کیا آپ نے کوئی ایسا آدمی دیکھا ہے؟"

میں نے کہا۔

"نہیں' میں نے بھی نہیں دیکھا۔ لیکن میں نے رشیوں سے سنا ہے کہ اگر کوئی سانپ سو سال تک زندہ رہے تو اس میں ایسی شکتی پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ جب چاہے انسان کی شکل بدل سکتا ہے۔"

رکمنی میری بات بے توجہی سے سن رہی تھی۔ اس نے دو ایک بار دروازے کی طرف اس انداز سے دیکھا کہ جیسے اسے شک ہو کہ کوئی ان کی باتیں سن رہا ہے۔ کہنے لگی۔

"مہاراج! میں نے بھی سنا ہے مگر ابھی تک اتنی شکتی والا سانپ نہیں دیکھا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔اس کے جانے کے بعد میں اس عورت کے بارے میں کچھ دیر غور کرتا رہا۔یہ دیوداسی مجھے پراسرار لگ رہی تھی۔دن گزرتے چلے گئے' میرے حساب سے جب نودن گزر گئے اور دس تاریخ کی رات آئی تو میں ساری رات جاگتا رہا کیونکہ پاروتی کے جسم والے ٹین کے ڈبے کو تالاب میں پڑے دس دن ہوگئے تھے اور اب مجھے اسے رات کے پچھلے پہر تالاب سے نکالنا تھا۔یہ بات واضح نہیں تھی کہ آیا پاروتی خود بہ خود ڈبے میں سے انسانی شکل اختیار کرکے باہر آجائے گی یا میں اس کے جسم کے ٹکڑوں کو جوڑوں گااور اس کے بعد وہ انسانی شکل اختیار کرکے اٹھ کھڑی ہوگی۔جو بھی تھا مجھے رات کے پچھلے پہر سب سے پہلے پاروتی کے ڈبے کو تالاب سے باہر نکالناتھا۔ میں نے ڈبے کو رسی سے باندھ کر تالاب کے کونے میں ڈال رکھا تھااور رسی کو جھاڑیوں میں چھپا کر اوپر پتے اور گھاس ڈال دی تھی۔

مندر میں رات کے پچھلے پہر گھنٹیاں بجنے لگتی تھیں۔میں ان کے بجنے کاانتظار کررہاتھا۔جب گھنٹیاں بجنا شروع ہو گئیں تو میں اونی لبادہ پہن کر کمرے سے خاموشی سے نکل کر تالاب پر آگیا۔میں نے گھاس پتے ہٹا کر رسی کو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اندھیرے میں پکڑنے کی کوشش کی مگر رسی میرے ہاتھ نہ آئی۔میں نے اسے ادھر ادھر ٹٹولا۔رسی وہاں نہیں تھی۔میں نے تالاب کے کنارے کوجھک کر دیکھا۔اوپر سے کوئی رسی تالاب میں نہیں جارہی تھی۔

میرا دل دھک سے رہ گیا۔کیا کوئی پاروتی کے ٹکڑوں والا ڈبہ نکال کر لے گیا تھا ایسا ہی ہواتھا۔رسی اپنے آپ تالاب میں نہیں جاسکتی تھی۔میں نے اسے جھاڑی کے ساتھ باندھ کر رکھا ہوا تھا۔یہ کیسے ہوسکتا ہے۔کیا کسی نے مجھے تالاب میں ڈبہ ڈالتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور وہ آدمی ڈبہ نکال لے جاچکاتھا؟ یہ کیسے ہوسکتاتھا۔میں نے ایک رات پہلے دیکھا تھا۔رسی موجود تھی۔اس کامطلب تھا کہ یہ واردات دس تاریخ کی رات کو ہی ہوئی ہے۔جس آدمی نے بھی ڈبہ چرایا تھا وہ ان دنوں کے پورے ہونے کاانتظار کررہاتھا۔اس کامطلب بھی واضح طور پر نکلتاتھا کہ جس شخص نے ڈبہ نکالا ہے وہ جانتاتھا ڈبے میں کسی ایسے سانپ کے ٹکڑے بند ہیں جس نے دس دن گزرنے کے بعد انسانی شکل اختیار کرنی ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں قدرتی طور پر اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ کام کسی بھیدی کا ہے اور وہاں اس راز کو جاننے والا سوائے ناگ مندر کے بڑے پجاری کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ مجھے پجاری پر ہی شک پڑا۔ میں چپکے سے واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ میں سخت پریشان تھا۔ دن چڑھا اور رکمنی میرے لیے دودھ لے کر آئی تو میں نے اس سے پوچھا۔ "اس مندر میں پجاری کے علاوہ اور کون کون رہتا ہے؟"

میں نے کہا۔ "میرا مطلب ہے ان دنوں باہر سے کوئی جوگی یا سپیرا تو نہیں آیا؟"

رکمنی نے کہا۔

"کوئی نہیں آیا مہاراج! اس موسم میں باہر سے سادھو جوگی لوگ نہیں آتے۔"

رکمنی چلی گئی۔ اس کے چہرے کی پراسراریت بہت زیادہ نمایاں تھی۔ میں سخت بے چین تھا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہ کام سوائے مندر کے بڑے پجاری کے اور کسی کا نہیں ہے۔ مجھے یہ احساس بھی تھا کہ پجاری پر میرے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چمتکاروں یعنی کرامت کا گہرا اثر ہے۔ اگر میں نے اسے تھوڑا سا بھی ڈرایا دھمکایا تو وہ مان جائے گا کہ تالاب میں سے ڈبہ اسی نے نکالا تھا۔

میں نے دودھ کا پیالہ جلدی جلدی پیا اور پجاری کے کمرے کی طرف تیز تیز چل پڑا۔ پجاری اپنے کمرے میں آتشدان کے پاس ہرن کی کھال پر بیٹھا وید سامنے رکھے پڑھ رہا تھا۔ وہ اکیلا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا اور بولا۔

"مہاراج! آپ نے کیوں تکلیف کی۔ مجھے بلا لیا ہوتا۔"

میں اس کے سامنے بیٹھ گیا اور کہا۔ "پجاری جی! میری ایک بڑی قیمتی شے چوری ہو گئی ہے۔ مجھے شک ہے کہ اسے مندر کے کسی آدمی نے چرایا ہے۔"

پجاری نے وید کی کتاب بند کر دی اور میری طرف پوری طرح متوجہ ہو کر بولا۔

"مہاراج! یہاں کبھی کسی کی کوئی شے غائب نہیں ہوئی۔ آپ کی کونسی چیز چوری ہوئی ہے؟"

میں نے ایک منٹ کے لیے سوچا۔ پھر اسے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں نے مقدس گنگا کے پانی والا ڈبہ تپسیا کے لیے مندر کے تالاب میں ڈال رکھا تھا۔آج صبح میں نے جاکر دیکھا تو ڈبہ وہاں نہیں تھا۔میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ جس کسی نے میرا ڈبہ چرایا ہے اسے ڈبے سمیت میرے سامنے پیش کیاجائے۔“

پجاری بڑی عاجزی سے کہنے لگا۔”مہاراج! میں ابھی سارے مندر کی آپ کے سامنے چھان پھٹک کرتاہوں۔یہاں ہمارے علاوہ دو تین دیوداسیاں ہی ہیں۔ ابھی ان سے پوچھ گچھ کرتا ہوں۔آپ فکر نہ کریں اگر آپ کی چیز یہاں ہوئی تو وہ آپ کوضرور مل جائے گی۔“

پجاری کی ان باتوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا کہ ڈبہ اس نے چوری نہیں کیا۔میں نے کہا۔

”میراخیال ہے یہاں یاتوباہر سے کوئی چور آیا ہے یاپھر کسی دیوداسی نے تالاب میں سے ڈبہ نکال کر چھپالیا ہے؟“

پجاری نے اسی وقت ساری دیوداسیوں کو بلالیا۔یہ کل چار دیوداسیاں تھیں۔ان میں رکمنی بھی شامل تھی۔پجاری نے بڑی سختی سے ان کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کہا کہ اگر ان میں سے کسی نے پوتر گنگا جل کاڈبہ تالاب سے نکالا ہے تو بتادے نہیں تو ان سب کو ناگ دیوتا کا شراپ بھگتنا پڑے گا۔

ساری دیوداسیاں رونے لگیں۔انہوں نے ہاتھ باندھ کر کہا کہ ہم نے گنگا جل کا ڈبہ دیکھا تک نہیں۔ہم بے قصور ہیں۔ہمیں معاف کیاجائے۔میں نے بھی یہی اندازہ لگایا کہ ان میں سے کسی نے ڈبہ نہیں چرایاتو پھر آخر وہ کہاں چلا گیا۔ظاہر ہے کسی بھیدی نے اسے تالاب میں سے عین دسویں دن نکالا ہے۔میں نے اپنے طور پر سراغ رسانی کا فیصلہ کیا اور اپنے کمرے میں آگیا۔دوپہر تک کمرے میں پیچ وتاب کھاتا اور سوچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔مجھے بار بار پجاری کاہی خیال آتا۔اسی پرشک پڑتا کہ یہ کام اس کے سوااور کسی کانہیں ہوسکتا۔میں نے اس کی کڑی نگرانی کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

دن کے وقت تو پجاری سب کے سامنے رہتاتھا۔صرف رات کووہ اپنے کمرے میں بند ہوجاتاتھا اور رکمنی کے کہنے کے مطابق وہ ساری رات گیان دھیان میں مشغول رہتاتھا۔میں نے سوچا کہ رات کے وقت کسی طریقے سے چھپ کر اس کی نگرانی کرنی چاہیے مگر میں اس کے بند کمرے میں نہیں جاسکتاتھا۔اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے کمرے کی صرف ایک ہی کھڑکی تھی جو مندر کے عقبی صحن کی طرف کھلتی تھی۔یہ کھڑکی دن کے وقت بھی اور رات کے وقت بھی بند رہتی تھی۔ ہوسکتا ہے کھڑکی میں کوئی سوراخ یا درز ہو۔میں اس میں سے پجاری کو دیکھ سکتا تھا۔

دن میں نے اپنے کمرے میں ہی گزار دیا۔جب رات ہوگئی اور چاروں طرف اندھیرا خاموشی چھاگئی تو میں دبے پاؤں اپنے کمرے سے نکل کر پجاری کے کمرے کی عقبی کھڑکی کے پاس آگیا۔کھڑکی بند تھی۔میں آنکھ لگا کر ادھر ادھر کوئی سوراخ یادرز تلاش کرنے لگا۔ایک جگہ چھوٹی سی درز تھی۔میں نے اس کے ساتھ آنکھ لگا دی۔مجھے پجاری کمرے کے وسط میں ہرن کی کھال پر آلتی پالتی مارے آنکھ بند کیے بیٹھا نظر آیا۔وہ واقعی گیان دھیان میں مصروف تھا۔میں دیر تک کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر پجاری کا تھوڑی تھوڑی دیر بعد مشاہدہ کرتا رہا۔وہ اسی طرح بیٹھا تھا۔مجھے سردی لگنے لگی۔سردی وہاں بہت زیادہ تھی اوپر پہاڑی کی طرف سے آتی ہوئی ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں مایوس ہو کر کمرے میں آگیا۔سوچنے لگا کہ اب کیا کروں؟ پاروتی کے جسم کے ٹکڑوں کے ڈبے کا غائب ہوجانا میرے لیے بہت بڑا حادثہ تھا۔ پاروتی کے بغیر کیلاش پربت سے واپس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مجھے ہر حالت میں پاروتی کے ڈبے کا کھوج لگانا تھا۔میرے دل میں اچانک خیال آیا کہ دیوداسی رکمنی سے پوچھنا چاہیے۔وہ پراسرار دیوداسی ہے۔ہوسکتا ہے اسے کچھ معلوم ہو۔صبح کے وقت جب رکمنی میرے لیے دودھ لے کر آئی تو میں نے سب سے پہلے تو رکمنی کی تعریف شروع کردی کہ وہ سب دیوداسیوں سے بڑھ کر خوب صورت اور عقل مند دیوداسی ہے۔رکمنی اپنی تعریف سن کر خوش بھی ہوئی اور کچھ شرما بھی گئی۔اس لیے کہ ایک قدرتی بات تھی۔جب میں نے اس سے کہا کہ گنگا جل والا پوتر ڈبہ میری زندگی کی سب سے قیمتی چیز ہے اور میں اس کے بغیر واپس نہیں جاسکتا تو وہ خاموش نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔اس کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔میں نے کہا۔

”رکمنی! تم مجھے مندر کی ساری دیوداسیوں سے بڑھ کر اچھی لگتی ہو۔میری بات کا وشواش کرو کہ اگر مجھے میرا ڈبہ نہ ملا تو میں زندہ نہ رہ سکوں گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رکمنی نے بند دروازے کی طرف ایک نگاہ ڈالی۔ جیسے اسے شک ہو کہ باہر کوئی ہماری باتیں سن رہا ہے۔ میں نے کہا۔ ”بے فکر رہو۔ ہماری باتیں کوئی نہیں سن رہا۔ اگر تمہیں کسی راز کا پتا ہے تو بے دھڑک مجھے بتادو۔ میں کسی سے اس کا ذکر نہیں کروں گا۔ بلکہ تمہارا احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گا۔“

دیوداسی رکمنی مسلسل مجھے سنجیدہ نظروں سے دیکھے جارہی تھی۔

جب میں نے اپنی بات ختم کی تو اس نے آہستہ سے ایک ایسا سوال کردیا جس نے مجھے سر سے پاؤں تک چونکا دیا۔ اس نے میرے چہرے پر نظریں جمائے پوچھا۔

”مہاراج! اس ڈبے میں اگر گنگا جل ہوتا تو اسے چور اٹھا کر نہیں لے جاسکتا تھا۔“

میں اس کا منہ تکنے لگا۔ وہ بولی۔

”آپ خود ہی بتادیں کہ ڈبے میں اگر گنگا جل نہیں تھا تو پھر کیا تھا؟“

میں نے رکمنی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”رکمنی! اگر تم مجھے یہ بتادو کہ ڈبہ کس نے چرایا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا کہ ڈبے میں کیا تھا؟“

رکمنی نے آہستہ سے ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا۔ ”مہاراج! معلوم نہیں کیوں آپ مجھے اچھے لگ رہے ہیں۔ آپ جس روز یہاں آئے تھے اسی وقت سے مجھے اچھے لگ رہے ہیں۔“

میں بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس دیوداسی کو سارا راز معلوم ہے۔ میں اس کی تعریف کرکے اس سے یہ راز اگلوانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔

”رکمنی! وشواش کرو۔ جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا تو تم بھی بڑی اچھی لگی تھیں۔ تم بہت خوب صورت ہو۔“

میرے نے کچھ ایسی باتیں کیں کہ رکمنی کا چہرہ شرم سے سرخ ہوگیا۔ میں نے جب دیکھا کہ لوہا گرم ہے تو اس پر ضرب لگاتے ہوئے کہا۔

”رکمنی! اگر تم مجھے بتادو کہ میرا ڈبہ کس کے پاس ہے تو میں بھگوان شوجی کے آگے تمہارے لیے بڑی پرارتھنا کروں گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیوداسی رکمنی کہنے لگی۔"مہاراج! اس ڈبے میں آکاش کی کوئی اپسرا سانپ کے روپ میں بند تھی۔میں سچ کہہ رہی ہوں؟"

میں نے کہا۔"ہاں رکمنی تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔اب جلدی سے یہ بھی بتادو کہ وہ ڈبہ کس کے پاس ہے؟"

دیوداسی رکمنی نے مجھے سے ایک رونگٹے کھڑے کردینے والی داستان بیان کی۔ اس نے کہا۔

"مہاراج! بڑے پجاری کاایک گرو دیو ہے جس کوسب راج گرو کہتے ہیں۔آج رات وہ اچانک کیلاش پربت والے اپنے مندر سے اتر کر پجاری کے پاس آگئے۔میں ایک طرف کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی۔راج گرو نے کہا یہاں ایک شخص آیا ہے جس کے پاس ایک ایسی ناگن ہے جو انسانی شکل بدلتی رہتی ہے۔اس ناگن کو سانپ کے روپ میں کسی نے مار ڈالا تھا۔یہ شخص اس کی لاش کے ٹکڑے ڈبے میں بند کر کے لایا ہے اوراس نے ڈبے کومندر کے تالاب میں دس دنوں کے لیے ڈال دیا ہے۔اگر وہ ڈبہ ہمارے ہاتھ لگ جائے تو ہماری قسمت بدل سکتی ہے۔راج گرو نے پجاری سے کہا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کہ دس دن کے بعد یہ ناگن انسانی روپ میں ظاہر ہوجائے گی۔میں اسے اپنے خاص منتر سے اپنے قبضے میں کرلوں گا۔یہ ناگن زبردست طاقت کی مالک ہے۔ہم اس کی مدد سے بھارت ورش کے سارے ناگ مندروں کو اپنے قبضے میں کرکے سب کے مہاپجاری بن سکتے ہیں۔یہ سن کرہمارے پجاری کو بھی لالچ آگیا۔اس نے کہا راج گرو ہم ابھی جاکر تالاب سے ناگن کاڈبہ نکال لاتے ہیں۔وہ اسی وقت تالاب پر گئے اور ڈبہ نکال کر لے آئے۔رات گرو نے ڈبے کو سونگھ کر کہا۔اس میں سے ناگ کی بو آرہی ہے۔میں اسے اپنے ساتھ اوپر پہاڑوں پر اپنے مندر میں لے جارہاہوں۔وہاں جا کرمیں اس پر منتر پڑھ کر پھونکوں گا۔پھر یہ ہمارے قبضے میں ہوگی۔اسے سورج نکلنے کے بعد کھولوں گا۔"

دیوداسی رکمنی یہ داستان سنارہی تھی اور میں حیرانی سے سن رہاتھا۔وہ کہنے لگی۔

"راج گرو ناگن کاڈبہ لے کر اوپر اپنے پہاڑی مندر میں چلا گیا ہے۔"

میں پریشان ہوکر کمرے میں ادھر ادھر پھرنے لگا۔میں نے رکمنی کابازو پکڑ کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”رکمنی! کیا تم مجھے اس مندر کا پتا بتا سکتی ہو جہاں راج گرو ناگن کا ڈبہ لے کر گیا ہے؟“

رکمنی نے کہا۔”مہاراج! میں نے وہ مندر دیکھا نہیں ہے لیکن اتنا معلوم ہے کہ یہاں سے دو پہاڑیاں چھوڑ کر اوپر ایک راستہ جاتا ہے۔آدمی اس راستے پر ایک دن ایک رات سفر کرلے تو ایک جھیل آجاتی ہے۔میں نے سنا ہے کہ راج گرو کا مندر اسی جھیل کے آس پاس کسی جگہ ہے۔“

میں نے کہا۔”میں ابھی اس چور راج گرو کی تلاش میں جاتا ہوں۔“

رکمنی بولی۔”مہاراج! راج گرو سورج نکلنے سے پہلے یہاں سے چل دیا تھا اور وہ گھوڑے پر سوار تھا۔آپ اسے راستے میں نہیں پکڑ سکیں گے۔راج گرو ضرور کسی خفیہ راستے سے جارہا ہوگا ہوگا۔مجھے معلوم ہے ان لوگوں نے اس قسم کے کاموں کے واسطے پہاڑوں میں خفیہ ٹھکانے اور خفیہ راستے بنا رکھے ہیں۔“

میں نے رکمنی کا شکریہ ادا کیا اور اسے تاکید کی کہ وہ یہ بات کسی کو نہ بتائے کہ میں کہاں گیا ہوں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں بہت جلد اپنی چیز لے کر تمہارے پاس واپس آجاؤں گا۔“

پجاری سے اس بارے میں کوئی بات کرنے کی اب کوئی ضرورت نہیں تھی۔ڈبہ اس کے ہاتھ سے نکل کر راج گرو کے قبضے میں جاچکا تھا۔یہ راج گرو یقینا کوئی بڑا جادوگر قسم کا آدمی تھا جس کو اوپر پہاڑوں میں یہ معلوم ہوگیا تھا کہ کیلاش پربت کے مندر میں کوئی شخص بڑی شکتی والی ناگن کی لاش لے کر آیا ہوا ہے۔

رکمنی کہنے لگی۔”مہاراج! اوپر پہاڑوں میں برف جمی رہتی ہے وہاں بڑی سردی ہوتی ہے۔میں آپ کو گرم کپڑے لادیتی ہوں۔“

رکمنی چلی گئی۔میں نے پاروتی کے جسم کی بو والا رومال سنبھال کر اپنے پاس رکھ لیا۔رکمنی میرے سر اور گردن کو ڈھانپ دینے والی اونی ٹوپی اور روئی کی بنڈی لائی تھی۔میں نے اسے پہن لیا۔میرے پاؤں میں چمڑے کے جوتے تھے۔اندر میں نے گھٹنوں تک گرم جرابیں بھی پہن رکھی تھیں جو میں نے بیرگنج میں خریدی تھیں۔میں نے رکمنی سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اب میں جاتا ہوں۔پجاری پوچھے تو کہہ دینا کہ میں کسی کام سے نیچے بیرگنج گیا ہوں اسے ہر گزپتا نہ چلے کہ میں راج گرو کے تعاقب میں اوپر پہاڑوں پر گیا ہوں۔“

رکمنی نے کہا۔”میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔آپ جلدی واپس آجانا۔“

اس کی آنکھوں میں عجیب سی اداسی تھی۔مجھے اس وقت اس کی آنکھوں کی اداسی پرغور کرنے کی واقعی فرصت نہیں تھی۔رکمنی کہنے لگی۔”نیچے اصطبل میں خچر بندھے ہوئے ہیں۔ان میں سے ایک خچر لے جائیں۔پیدل آپ نہیں جاسکیں گے۔“

میں نے رکمنی کاشکریہ ادا کیااور خچروں کے اصطبل کی طرف چل دیا۔

ایک خچر کو کھول کر میں اس کے اوپر بیٹھ گیا اور دیوداسی رکمنی نے مجھے جو راستہ بتایا تھا خچر کو اس راستے پر ڈال دیا۔آسمان صاف تھا۔دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ہوا بند تھی مگر سردی بہت تھی۔شروع شروع میں راستہ دشوار گزار نہیں تھا۔زمین غیر ہموار تھی مگر دونوں جانب جوار کے کھیت تھے اور پگڈنڈی بھی کشادہ تھی۔جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا۔پگڈنڈی سمٹتی گئی۔کھیتوں کا سلسلہ بھی ختم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہو گیا۔اب کہیں کہیں کسی ڈھلان پر کوئی کھیت نظر آجاتا تھا۔پہلے دونوں جانب پہاڑیاں دور دور تھیں۔اب وہ قریب آرہی تھیں۔میں ایک پہاڑی دریا میں سے گزرا جس کا پاٹ کافی چوڑا تھا۔ہر طرف پتھر بکھرے ہوئے تھے۔پانی صرف درمیان میں ایک ندی کی شکل میں بہہ رہا تھا۔میں نے اتر کرپانی میں ہاتھ ڈالا۔وہ برف کی طرح ٹھنڈا یخ تھا۔دوپہر کے وقت میں ایسے علاقے میں سے گزر رہا تھا جہاں گھاٹیاں ‘برساتی نالے اور بڑی بڑی چٹانیں جگہ جگہ کھڑی تھیں۔یہاں پہاڑیاں خشک بنجر اور نسواری رنگ کی تھیں۔چٹانوں کے پتھر دھوپ میں چمک رہے تھے۔ہرے بھرے جنگل پیچھے رہ گئے تھے۔کافی بلندی پر پہاڑیوں کی ڈھلانیں اوپر برف پوش چوٹیوں تک چلی گئی تھیں۔یہ کوہ ہمالیہ کی برف پوش پہاڑیاں تھیں۔

ابھی تک راستے میں کہیں کہیں کوئی پہاڑی گاؤں آجاتا تھا۔چھوٹے چھوٹے پتھر کی سلوں کی ڈھلواں چھتوں‌والے جھونپڑانما مکان تھے۔بیچ میں ایک تنگ سا بازار ہوتا۔دوچار دکانیں ہوتیں۔ایک گاؤں آیا تو میں نے خچر کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا۔ایک دکان کے باہر بیٹھ کر روٹی کھائی۔چائے پی۔اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوران خچر بھی گھاس وغیرہ چر کر تازہ دم ہو گیا تھا۔ گاؤں والوں سے آگے مندر کا راستہ پوچھا اور سفر پر روانہ ہو گیا۔ یہ ایک دن اور ایک رات کا سفر تھا۔ رکمنی نے مجھے راج گرو کے مندر کی یہ نشانی چلتے وقت بتائی تھی کہ جب مندر قریب آتا ہے تو برف پوش پہاڑیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ ابھی یہ پہاڑیاں دور اوپر مجھ سے کافی فاصلے پر تھیں۔ میں اونی ٹوپی اور اونی فرغل کی وجہ سے کافی گرم ہو کر خچر پر بیٹھا تھا۔ خچر آرام آرام سے پہاڑی راستوں پر چل رہا تھا۔ یہ ساری کی ساری چڑھائی تھی، مگر اتنی اونچی اور مشکل چڑھائی نہیں تھی۔

شام کے وقت ایک بنجر ٹیلے کی ڈھلان اتر کر ایک چھوٹی سی وادی آ گئی۔ یہاں تین چار سرسبز کھیتوں میں سرو کی طرح کے اونچے چھریرے درخت کھڑے تھے۔ ایک پتھر کا چھوٹا سا مکان بھی نظر آ رہا تھا۔ راستے میں خچر کو پلانے کے واسطے پانی کہیں نہیں ملا تھا۔ ان کھیتوں میں ایک جگہ چھوٹی سی پہاڑی ندی بہہ رہی تھی۔ میں یہاں خچر سے اتر پڑا۔ خچر پانی پینے لگ گیا۔ میں نے بھی تھوڑا سا پانی پیا۔ پانی بہت سرد تھا۔ اتنے میں پتھر کے مکان میں سے ایک دیہاتی نکل کر میری طرف آیا۔ اس نے پہاڑی لہجے میں پہاڑی زبان میں مجھ سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پوچھا کہ میں اوپر کہاں جا رہا ہوں۔ میں نے اسے راج گرو کے مندر کا بتایا تو وہ بولا۔

"وہ تو بہت دور برفانی پہاڑیوں کے اندر ہے۔ تم وہاں کیوں جا رہے ہو؟"

میں نے کہا۔ "یاترا کرنے جا رہا ہوں۔"

دل میں کہا۔ "راج گرو کی گردن توڑنے جا رہا ہوں۔ مجھے تمہارے مندروں کی یاترا سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ دیہاتی میرے لیے جوار کی روٹی اور دودھ لے آیا۔ دودھ کا رنگ سرخی مائل تھا۔ میں نے پوچھا۔

"یہ کس کا دودھ ہے۔ یہاں مجھے کوئی گائے تو نظر نہیں آ رہی۔"

وہ بولا۔ "یہ گھوڑی کا دودھ ہے۔"

میں نے دودھ کا پیالہ اسے واپس کرتے ہوئے کہا۔ "شکریہ دوست! میں روٹی کے ساتھ دودھ نہیں پیا کرتا۔"

وہ دودھ واپس لے گیا اور میرے لیے گڑ لے آیا۔ میں نے گڑ کے ساتھ بڑے مزے سے جوار کی روٹی کھائی۔ ٹھنڈا پانی پیا، دل میں خیال آیا کہ یہیں رات بسر کرنی چاہیے پھر سوچا کہ ابھی کافی دن باقی ہے۔ جتنا سفر طے ہو جائے اتنا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہی اچھا ہے۔میں نے دیہاتی کا شکریہ ادا کیااور خچر پر سوار ہو کر آگے روانہ ہوا۔

اب کوئی باقاعدہ پگڈنڈی یاراستہ نہیں بنا ہواتھا۔بس سامنے والی برفانی پہاڑیوں کونظر میں رکھ کرسفر کررہاتھا۔ایک پہاڑی کاموڑ گھوم کر اپنے راستے سے ہٹ جاتا تو اوپر والی برف پوش پہاڑیوں کو دیکھ کر پھر راستہ درست کرلیتا۔

جب سورج مشرقی برفانی پہاڑی چوٹیوں کے پیچھے چلا گیا تو وادی میں اور پہاڑیوں کے نشیب میں اندھیرا سا چھانے لگا۔اس وقت مشرق کی جانب آسمان پر سیاہ کالے بادل نمودار ہوئے۔یہ بادل میدانوں کے بادلوں سے بالکل مختلف تھے۔میدانوں کے بادل تو اوپر اوپر سائبان کی طرح پھیلے ہوتے ہیں لیکن یہاں ہمالیہ کی بلندیوں پر بادل بالکل سامنے سے چلے آرہے تھے۔تھوڑی دیر میں میں اور خچر بادلوں کی لپیٹ میں آگئے۔مجھے ایسا لگا جیسے میں کسی اندھیری سرنگ میں داخل ہوگیاہوں۔بادل اس قدر ٹھنڈے اور گیلے تھے کہ میرے کندھے سردی کی وجہ سے کپکپانے لگے۔ایک تو ویسے ہی سورج غروب ہوچکاتھا اوپر سے بادلوں نے مجھے گھیر لیا تو اور بھی اندھیرا چھاگیا۔خچر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دو ایک بار پریشان ہو کر اچھلااور رک گیا۔میں جلدی سے اتر پڑااور خچر کی باگ پکڑ کر وہیں پتھر پر بیٹھ گیا۔بادل سیاہ دھند کی طرح چھائے ہوئے تھے۔ سردی سے میرے دانت بج اٹھے۔مجھے ایسا لگا جیسے بادل میرے جسم کے اندر سے ہو کر گزر رہے ہیں۔جب بادل نہ چھٹے اور میرے ارد گرد اسی طرح سیاہ دھند چھائی رہی تو میں نے خچر کی باگ پکڑلی اور اسے کھینچتے ہوئے جس پہاڑی راستے پر چل رہاتھا اسی پر آگے چلنے کی کوشش کرنے لگا۔پندرہ بیس منٹ تک راستہ ہموار رہا۔پھر چڑھائی شروع ہوگئی۔کچھ دور تک چڑھائی چڑھنے کے بعد میں بادلوں سے باہر نکل آیا۔میں نے شام کے گہرے ہوتے اندھیرے میں نیچے دیکھا۔مجھ سے کچھ ہی فاصلے پر سیاہ کالے بادل وادیوں پر ایسے پھیلے ہوئے تھے جیسے کسی نے وادیوں کوبادلوں سے بھردیا ہو۔میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور خچر پر بیٹھ کرپہاڑ کی چڑھائی چڑھنے لگا۔تھوڑی دیر بعد اوپر بھی بادلوں کے جمگھٹے آگئے۔آسمان پر جو غروب ہونے کے بعد سورج کی لالی سیاہ رنگ اختیار کرتی جارہی تھی وہ ان بادلوں میں غائب ہوگئی۔یہ بادل بہت گھنے تھے۔ ان میں رہ رہ کر بجلی چمک رہی تھی اور ہلکی ہلکی گرج سنائی دینے لگی تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے سوچا کہ کوئی ایسی جگہ جلدی سے تلاش کرنی چاہیے جہاں بارش کا یہ جو طوفان آرہا ہے اس سے پناہ مل سکے۔

اپنی بائیں جانب تھوڑا اوپر آڑھی ترچھی کھڑی چٹانوں کے درمیان مجھے ایک شگاف دھندلادھندلا سا نظر پڑا۔میں نے خچر کو اسی طرف ڈال دیا۔ابھی میں چٹانوں کے قریب ہی پہنچا تھا کہ بجلی چمکی اور بادل بڑے زور سے گرجے پھر موٹی موٹی بارش کی بوندیں گرنے لگیں۔میں خچر سے اترااور اسے کھینچتے ہوئے چٹانوں کے درمیان سے ہو کر شگاف تک آگیا۔یہ شگاف اصل میں ایک قدرتی غار تھا۔قدرت نے مجھے ایک بڑی اچھی پناہ گاہ عطا کردی تھی۔غار کافی کھلااور کشادہ تھا۔زمین پر چھوٹے چھوٹے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔اصل میں یہ ایک دریا تھا جو پہاڑوں کے اندر سے بہتا ہوا یہاں نکل آیا تھا مگر سردیوں کے موسم کی وجہ سے خشک ہو رہا تھا۔میں نے زمین کو چھو کر دیکھا۔زمین دریا کے پاٹ کی طرح گیلی تھی۔خچر بھی میرے ساتھ غار میں آگیا۔

اتنی دیر میں موسلادھار بارش شروع ہوگئی۔سرد ہوا بھی چلنے لگی۔مگر غار میں ہلکی ہلکی گرمائش تھی۔میں ہاتھ بغلوں میں دے کرغار کی دیوار کے ساتھ لگ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کر بیٹھ گیا۔غار کے دہانے پر اوپر پتھر باہر کو نکلے ہوئے تھے جن کی وجہ سے بارش کی بوچھاڑیں اندر نہیں آتی تھیں۔میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب رات بھی اسی غار میں بسر کروں گا۔میں کافی دیر تک بیٹھا اندھیرے میں بارش کی آواز سنتا رہا۔کافی تیز بارش ہو رہی تھی۔کچھ وقت گزرنے کے بعد بڑا تیز شور سنائی دینے لگا۔میں نے کان لگا کر سنا۔یہ کوئی برساتی نالا تھا جس میں بارش کا ریلا اچانک آگیا تھا اور بڑے زور وشور سے پانی بہنے لگا تھا۔جہاں میں بیٹھا تھا وہاں بارش کا پانی تو نہیں آرہا تھا مگر سرد ہوا کے جھونکے بڑے تیز تھے۔میں نے خچر کو وہیں چھوڑا اور خود اٹھ کر غار کے اندر چلا گیا۔میں سونے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنے لگا۔غار میں اندھیرا تھا مگر محسوس ہوتا تھا کہ غار کافی کشادہ ہے اور اس کی چھت بھی اونچی ہے۔میرے پاؤں تلے جو پتھر آجاتے تھے ان کی آواز سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ غار کی چھت اونچی ہے۔میں دیوار کے ساتھ غار کے منہ سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گیا۔یہاں اتنی سردی نہیں تھی۔ بارش اور برساتی نالے کاشور بھی زیادہ سنائی نہیں دیتا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اندھیری اور طوفانی بارش والی لمبی رات مجھے وہیں بسر کرنا تھی۔کچھ دیر تک اسی طرح دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا پاروتی کے بارے میں سوچتا رہا کہ راج گرو پجاری نے پاروتی کو انسانی شکل میں لانے کے بعد منتر پڑھ کر اپنے قبضے میں کرلیا ہوگا۔اور پاروتی کی یادداشت غائب کردی ہوگی۔یہ بات پاروتی نے مجھے ایک بار بتائی تھی کہ اگر کوئی زبردست طاقت والے سپیرے نے مجھے پکڑ لیا اور اسے شیش ناگ کامنتر بھی آتا ہوگا تووہ مجھے اپنے قبضے میں کرسکتا ہے پھر میری یادداشت بھی غائب ہوجائے گی اور میں جن لوگوں کو پہلے دیکھ چکی ہوں، جن لوگوں سے پہلے مل

چکی ہوں ان کوبالکل نہ پہچان سکوں گی۔یہ بڑی خطرناک بات تھی۔ایسی حالت میں پاروتی مجھے بھی نہیں پہچانے گی۔پاروتی نے اتنی بات تو مجھے بتادی تھی مگر آگے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کاتوڑ کیا ہوگااور کس طریقے پر عمل کرنے سے اس کی یادداشت واپس آسکے گی۔یہی بات مجھے سخت پریشان کیے ہوئے تھی جس کی وجہ سے میری نیند غائب تھی لیکن نیند آنا ایک قدرتی بات ہے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور نوجوانی میں آدمی کوبڑی جلدی نیند آجاتی ہے۔مجھے بھی رات کے کسی پہر نیند آگئی۔

آنکھ اس وقت کھلی جب میرا خچر زمین پر پاؤں مار رہاتھا۔میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا' غار کے دہانے میں سے دن کی روشنی اندر آرہی تھی۔میں نے لیٹے لیٹے غار کی چھت کو دیکھا۔یہ کسی مکان کی چھت نہیں تھی۔پہاڑ کے اندر غار کی چھت تھی جس میں سے نوکیلے پتھر باہر نکلے ہوئے تھے اور جگہ جگہ سوراخ تھے۔دیوار بھی کہیں باہر کو نکلی ہوئی تھی اور کہیں اندر کو دھنسی ہوئی تھی۔میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔زمین پرپانی کے بہنے کا نشان صاف نظر آرہا تھا۔یہ کوئی ایسا دریا یاپہاڑی نالا تھا جس کا دہانہ اوپر برفانی چوٹیاں پر تھا اور برف پگھلنے کے بعد اس میں پانی آتا ہوگا۔اگر یہ برساتی نالہ ہوتاتو اب تک جتنی بارش ہوئی تھی اس میں سیلاب آچکا ہوتا۔

میں‌غار کے دہانے پر بندھے ہوئے خچر کے پاس گیا۔اسے تھپکی دی۔ باہربارش بالکل نہیں ہو رہی تھی۔کہیں کوئی درخت نہیں تھا۔کسی پرندے کے چہچہانے کی آواز نہیں آرہی تھی۔آسمان پربادل اسی طرح چھائے ہوئے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجھے خود بھی تھوڑا بہت کھانا پینا تھا اور خچر کو بھی کھلانا پلانا تھا۔یہی فیصلہ کیا کہ غار سے نکل کر آگے چلاجائے۔ہوسکتا ہے کہ آگے کوئی گاؤں آجائے۔خچر کھول کر میں اس پر بیٹھ گیا۔اسے آہستہ آہستہ چلاتے ہوئے غار سے باہر نکلا اور جس پہاڑی راستے سے میں اوپر جارہاتھا اسی راستے پر روانہ ہوگیا۔بارش کے بعد ٹھنڈ زیادہ ہوگئی تھی۔یہ بات بڑی غنیمت تھی کہ ہوا تیز نہیں چل رہی تھی۔

یہ ساری چڑھائی ہی چڑھائی تھی۔آس پاس بھی بڑی چٹانوں کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔میراخچر ان پتھروں کے درمیان سے ہو کر قدم قدم چل رہاتھا۔یہ اس علاقے کا خچر تھااور اسے پہاڑوں پرچڑھنے کی بڑی مہارت تھی۔میں کسی ایک پہاڑی کی چڑھائی نہیں چڑھ رہا تھا۔بلکہ یہ بہت سے پہاڑوں کی ڈھلانوں سے مل کر ایک وسیع وعریض ڈھلان بنی ہوئی تھی۔اس ڈھلان میں کہیں خچر گہری کھائی میں اتر جاتا' کبھی چٹانوں کے درمیان بنے ہوئے تنگ راستے سے گزرتا۔اب اوپر اور دائیں بائیں کہیں کہیں سفید برف پتھروں سے چمٹی ہوئی نظر آنے لگی تھی۔کافی دیر تک چڑھائی چڑھنے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے بعد ایک کشادہ جگہ آگئی۔یہاں برف کے بڑے بڑے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔کشادہ جگہ سے آگے پہنچے تو نشیب میں سیڑھیوں کی طرح بنے ہوئے دو تین ہرے بھرے کھیت دیکھ کر دل کو تسکین ہوئی کہ یہاں کسی نہ کسی دیہاتی کا مکان ضرور ہوگا۔میں نے خچر کو کھیتوں کی طرف ڈال دیا۔یہاں بھی کھیتوں کے قریب ہی اونچائی پر ایک گھربناہواتھا۔میں اس طرچ چلنے لگا۔خچر کی پتھروں پر ٹاپوں کی آواز سن کر مکان میں سے ایک آدمی نکل آیا۔اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا حقہ تھا۔

اس آدمی نے میری بڑی خاطر داری کی۔روٹی کھلائی۔میرے خچر کے آگے چارہ ڈالا اور میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ جس ناگ مندر میں میں جارہاہوں وہ ابھی اوپر کافی فاصلے پر ہے۔اس نے کہا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے برفانی علاقہ شروع ہوجائے گا۔اس علاقے میں ایک جگہ مجھے تین برف پوش نوکیلی چٹانیں ساتھ ساتھ کھڑی نظر آئیں گی۔ناگ مندر ان چٹانوں کے پیچھے ہے۔یہ معلومات میرے لیے کافی تھیں۔اس دیہاتی نے مجھے چار روٹیوں پراچار ڈال کر ساتھ دے دیا۔میں نے اس کا شکریہ ادا کیااور سفر پر چل پڑا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیہاتی نے سورج غروب ہونے سے پہلے برفانی پہاڑیوں کے شروع ہوجانے کا کہا تھا مگر دوپہر کے بعد ہی برف پوش ٹیلوں اورچٹانوں کاسلسلہ شروع ہو گیا۔سورج غروب ہونے سے پہلے تک میں برف پوش پہاڑیوں میں داخل ہوچکاتھا۔اب میرا خچر برف پر چل رہاتھا۔آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں کی وجہ سے سورج دکھائی نہیں دے رہاتھا لیکن دن کی روشنی ماند پڑتی جارہی تھی۔سفر اب اس طرح کٹ رہاتھا کہ کہیں چڑھائی آجاتی اور کہیں برف پوش چٹانوں کے درمیان تھوڑی سی اترائی آجاتی۔دور اوپر کسی وقت پہاڑوں کی برف پوش چوٹیاں بھی نظر آجاتی تھیں۔میرے چاروں طرف اب برف ہی برف تھی۔یہ برف نرم نہیں تھی۔جمی ہوئی تھی جس کی وجہ سے خچر سنبھل سنبھل کر قدم اٹھا رہا تھا۔یہاں اتنی سردی نہیں محسوس ہو رہی تھی جتنی سردی نیچے تھی۔

جس وقت میں ایک برف پوش پہاڑی درے میں سے گزر کر دوسری طرف گیا تو شام کا ہلکا سرمئی اندھیرا پھیلنے لگاتھا۔میں نے برفانی ٹیلوں کا جائزہ لیا تو مجھے اوپر ایک جانب تین برف پوش چٹانیں دکھائی دیں۔یہ چٹانیں ساتھ ساتھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کھڑی تھیں۔میں اپنی منزل پر پہنچ گیاتھا۔یہی وہ چٹانیں تھیں جن کے دوسری طرف پجاری راج گرو کا مندر تھا۔مجھے وہیں جانا تھا۔میں نے اندازہ لگایا کہ وہاں تک پہنچتے پہنچتے رات کااندھیرا ہوجائے گااور راستہ تلاش کرنے میں دشواری ہوگی۔میں نے سوچا کہ بہتر یہی ہے کہ میں کسی جگہ رک کر رات گزار لوں اور اگلے روز دن کی روشنی میں ان چٹانوں کی طرف چلوں۔وہاں برف ہی برف تھی۔رات بسر کرنے کا کوئی ٹھکانہ بظاہر نظر نہیں آتاتھا۔میں نے خچر کو ایک طرف ڈال دیا۔خچر ایک ٹیلے کی دیوار کے ساتھ ساتھ چل رہاتھا۔ٹیلے کے دوسری جانب پہنچ کر میں نے اوپر نگاہ ڈالی تو میں نے خچر کو وہیں روک لیا۔سامنے ایک پہاڑی کا چبوترہ سا باہر کو نکلا ہوا تھا۔چبوترے پر لکڑی کا چھوٹا سا ڈبہ نما کیبن بنا

ہواتھا۔قدرت نے مجھے رات گزارنے کے لیے بڑی اچھی جگہ عنایت کردی تھی۔میں خچر کو لے کر پہاڑی چبوترے کی طرف چلنے لگا۔یہاں بڑے بڑے پتھر راستہ روک رہے تھے۔میں خچر سے اتر پڑا۔اس کی باگ تھام کرپیدل چل پڑا۔ تھوڑی سی چڑھائی چڑھنے کے بعد میں چبوترے کے سامنے آگیا۔چبوترے پر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور لکڑی کے کیبن کی چھت پر برف کی موٹی تہہ جمی ہوئی تھی۔دو تین سیڑھاں بنی ہوئی تھیں۔یہ سیڑھیاں بھی برف پوش تھیں۔میں نے خچر کو وہیں چھوڑااور سیڑھیاں چڑھ کر لکڑی کے کیبن کا جائزہ لیا۔خدا جانے یہ کیبن کس نے اور کس مقصد کے لیے یہاں بنایا تھا۔کیبن کا لکڑی کادروازہ بند تھا۔کھڑکیاں بھی بند تھیں۔دروازے کے آگے چھوٹا سا برآمدہ تھا جس کے اوپر کیبن کی ڈھلانی چھت دو تین ستون پر کھڑی تھی۔

دروازے پر کوئی تالا نہیں پڑاتھا۔شام کااندھرا رات کے اندھیرے میں داخل ہو رہا تھا۔میں نے دروازے کو دھکیلا ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔میں اندر داخل ہو گیا۔فرش لکڑی کا تھا جس پر ایک طرف سوکھی گھاس کا ڈھیر پڑا تھا۔لکڑی کی ایک بڑی چوکی تھی۔چوکی پر لکڑی کا گول تھال رکھا تھا۔اس تھال میں مٹی کا ایک دیا سلائی کابکس پڑا تھا۔اس کے سوا وہاں کچھ نہیں تھا۔جس دیہاتی نے مجھے دو روٹیاں دی تھیں۔اس نے مجھے ایک تام چینی کا پیالہ بھی دیاتھا کہ اگر پیاس لگے تو اس میں پانی ڈال کر پی لوں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ سوکھی گھاس کا گٹھا سا بنا کرباہر لے آیااور خچر کے آگے ڈال دیا۔خچر بڑے مزے سے گھاس کھانے لگا۔کیبن میں آکر میں نے چراغ روشن کردیاوہاں پینے کاپانی کہیں نہیں تھا۔میں نے ایک جگہ سے تھوڑی سی برف توڑ کرتام چینی کے پیالے میں ڈالی اور دووں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے چراغ کی لو پر گرم کرنے لگا۔دو منٹ کے بعد برف پگھل کرپانی بن گئی۔میں نے پیالہ جلتے ہوئے دیئے کے پاس ہی رکھ دیااور روٹی نکال کر کھانے لگا۔روٹی کھانے کے بعد میں باہر آگیا۔خچر ساری گھاس کھاگیاتھا اور اب برف پرمنہ ماررہاتھا۔شاید وہ اپنی گرم زبان اور سانس کی گرمی سے برف میں سے پانی نکال کر پی رہا تھا۔میں اسے چبوترے پر لے آیا اور برآمدے میں ستون کے ساتھ باندھ دیا۔خود کیبن میں آکر سوکھے گھاس کے ڈھیر میں گھس کر سمٹ سمٹا کر بیٹھ گیا۔گھاس نے مجھے گرم کردیا۔میں نے دیا بجھا دیااور وہیں گھاس پر اکٹھا ہو کر سو گیا۔

کچھ معلوم نہیں میں کتنی دیر سویاہوں گا کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔کچھ ایسا خیال آرہا تھا کہ خچر نے زور سے برآمدے کے فرش پرپاؤں مارے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھے۔ می نے کان لگادیئے۔ خچر نیایک بار پھر فرش پر پاؤں مارے۔ میں آہستہ سے اٹھااور بند دروازے کوذرا سا کھول کر باہر دیکھا۔باہر سفید برف کی وجہ سے رات اتنی اندھیری نہیں تھی جتنی میدانی علاقوں میں ہوتی ہے۔میں نے ایک انسانی سایہ برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر ڈھلان کی طرف جاتے دیکھا۔پہلے تو مجھے خوف محسوس ہوا کہ یہ کوئی ڈاکو یا قاتل قسم کا آدمی نہ ہو پھر خیال آیا کہ اگر وہ ڈاکویاقاتل ہوتا تو مجھے مار ڈالتا اور میرا خچر کھول کر لے جاتا لیکن اس نے دونوں میں سے ایک بھی کام نہیں کیاتھا۔سایہ جومجھے نظر آیا تھاوہ بالکل انسان کی طرح تھا پھر یہ کون تھا اور برآمدے میں کس غرض سے آیا تھا؟

پہلے تو میں نے سوچا کہ اس کاپیچھا کروں اور معلوم کروں کہ یہ کون تھا پھر یہ سوچ کر وہیں کھڑا رہا کہ خواہ مخواہ مجھے کسی مصیبت میں پڑنے کی کیاضرورت ہے پہلے سے ہی میں جس مصیبت میں پھنسا ہوا ہوں میرے لیے کافی ہے۔میں نے دروازہ بند کرکے کنڈی لگائی اور خشک گھاس کی ڈھیری میں آکر گھس گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا لیکن کچھ تجسس اور کچھ خوف کے مارے اب مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ میرا ذہن بار بار اس انسانی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سائے کی طرف جاتا جو مجھے برآمدے سے اتر کر نشیب میں جاتا دکھائی دیاتھا۔ آخر یہ کون تھا؟ ضرو رکوئی بھوت پریت ہوگا۔

یہی سوچتے سوچتے میں اونگھنے لگا۔مجھے شروع ہی سے اونگھنا پسند نہیں رہا۔مجھے بیداری اچھی لگتی ہے یانیند اچھی لگتی ہے لیکن اونگھنا جوبیداری اور نیند کی درمیانی حالت ہے سخت بری لگتی ہے۔اس حالت میں ایک تو آدمی کو اپنے اوپر کنٹرول نہیں رہتا دوسرے گردن انتہائی بے بسی کے عالم میں کبھی ادھر کو گرنے لگتی ہے کبھی ادھر کو اپنے آپ جھک جاتی ہے۔اونگھنے کی حالت میں انسان عجیب عجیب مضحکہ خیز شکلیں بناتا ہے۔میں اونگھنے کی بجائے گھاس پر دراز ہوگیا اور آنکھیں بند کرلیں تاکہ سوجاؤں اور اونگھنے کی کیفیت سے نجات ملے۔نیند مجھے اپنی آغوش میں لینے ہی والی تھی کہ برآمدے میں میرے خچر نے زور زور سے پاؤں مارے۔اس کے شور سے میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔جلدی سے دروازہ کھول کر دیکھا۔خچر اب اطمینان سے کھڑا تھا۔ایک آدھ منٹ میں دروازے میں کھڑا سفیدی مائل برفانی رات کے اندھیرے میں جائزہ لیتا رہا اس دفعہ مجھے وہ انسانی سایہ نظر نہیں آرہاتھا۔میں دروازہ بند کرکے گھاس کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ڈھیری پر آکر بیٹھ گیا۔اب نیند بالکل غائب تھی۔یہ جگہ مجھے کچھ پراسرار اور آسیبی لگنے لگی تھی۔دیا بجھا ہوا تھا کیبن میں اندھیرا تھا۔میں گھاس کی ڈھیری میں گھس کر خاموش بیٹھا تھا۔

اچانک مجھے شوں شوں کی دو آوازیں سنائی دیں۔خوف کے مارے میرے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔

اس سنسان برفانی پہاڑیوں میں رات کے سناٹے میں یہ آواز ایسی خوفناک لگی کہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ باہر جاکر معلوم کروں کہ یہ آواز کس چیز کی ہے۔جب تھوڑے وقفے کے بعد ایک بار پھر وہی آواز سنائی دی تو مجھے شک پڑا کہ باہر کوئی جنگلی ریچھ خچر کو کھانے نہ آگیا ہو اور یہ اس کی آواز نہ ہو۔میں آہستہ سے اٹھا اور دروازہ کھول کر برآمدے میں نظر ڈالی۔

برآمدہ سنسان پڑا تھا۔خچر سر جھکائے ایک جگہ ایسی حالت میں کھڑا تھا جیسے کھڑے کھڑے سو گیا ہو۔میں ہمت کرکے خچر کے پاس آگیا۔خچر میری بو پاکر ذرا سا خرخرایا اور پھر اپنی جگہ پرساکت ہوگیا۔خچر زندہ تھا۔وہاں کوئی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جنگلی درندہ وغیرہ بھی نظر نہ آیا۔سردی اتنی زیادہ تھی کہ میرے ہاتھ ٹھٹھرنے لگے پھر بھی میں برآمدے میں ایک طرف ہو کر کھڑا ہوگیا کہ دیکھوں کہیں درندہ مجھے دیکھ کر ادھر ادھر نہ ہوگیا ہو لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔شاید خچر نے ہی شوں شوں کی تھی۔میں واپس کیبن میں آکر گھاس پر لیٹ گیا۔خشک گھاس اس برفانی رات میں میرے لیے بستر سنجاب وسمور سے کم ثابت نہیں ہو رہی تھی۔بیٹھے بیٹھے جب مجھے اونگھ آئی تو میں نے اونگھ سے بچنے کے لیے یہی مناسب سمجھا کہ سب خیریت ہے اب مجھے سوجانا چاہیے۔چنانچہ میں میں سو گیا۔

آخر رات گزر ہی گئی۔دن نکل آیا ہر طرف روشنی ہی روشنی ہوگئی۔سورج ابھی تک بادلوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔یہی بڑی غنیمت تھی کہ بارش رکی ہوئی تھی۔مجھے خیال آیا کہ میں پہاڑوں میں جس بلندی پر پہنچ گیا ہوں وہاں اب بارش نہیں ہوگی بلکہ برف گرے گی۔میں نے جلدی جلدی رات کی بچی ہوئی روٹی کھائی۔پیالے میں تھوڑی سی برف ڈال کر اسے چراغ کی لو کے اوپر رکھ کر اس کا پانی بنایا اور پی کر خدا کا شکر ادا کیا۔کیبن سے گھاس لاکر میں نے خچر کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آگے ڈال دی تھی جسے وہ بڑے مزے سے کھا رہا تھا۔جب خچر میری طرح تازہ دم ہو گیا تو ہم دونوں نے اوپر کی جانب اپنا سفر شروع کر دیا۔دو پہاڑیوں کی ڈھلانیں جہاں آکر ملتی تھیں وہاں برف پر ایک قدرتی پگ ڈنڈی بن گئی تھی۔خچر اسی پگڈنڈی پر چلا جارہا تھا۔میں خچر پر بیٹھا تھا اور میری نگاہیں اوپر ان تین برف پوش چٹانوں پر لگی تھیں جہاں مجھے پہنچنا تھا۔پہاڑیوں میں برفانی راستوں پر سفر کرتے ہوئے کبھی یہ چٹانیں میری نظروں سے اوجھل ہو جاتیں اور کبھی اچانک سامنے آجاتی تھیں۔اسی طرح سفر کرتے کرتے آخر میں اس پگڈنڈی پر آگیا جو سیدھی اوپر چٹانوں کی طرف جاتی تھی۔

میں نے اپنے دل میں سوچ لیا تھا کہ مجھے اوپر راج گرو کے پاس جا کر کیا کرنا ہو گا اور اس سے کیا کہنا ہو گا۔یہ حقیقت میرے پیش نظر تھی کہ اگر وہاں پر پاروتی موجود ہو گی تو راج گرو نے اپنے خاص منتر کی مدد سے اس کی یادداشت گم کر کے اسے اپنے قبضے میں کر رکھا ہو گا اور وہ مجھے دیکھ کر بھی نہیں پہچان سکے گی کہ میں اس کا ساتھی اور دوست ہوں۔خچر آہستہ آہستہ برفانی پگڈنڈی کی چڑھائی چڑھ رہا تھا۔تینوں چٹانیں قریب آتی جارہی تھیں۔جب خچر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور میں ان چٹانوں کے نیچے پہنچ گئے تو میں خچر سے اتر پڑا۔اس کی باگ تھام لی اور برف پر احتیاط سے چلتا ہوا چٹانوں کے پیچھے آیا تو سامنے ایک چھوٹا سا مکان نظر آیا جس کی مخروطی چھت کے اوپر پیتل کا جھنڈا لگا ہوا تھا۔یہ اس بات کی نشانی تھی کہ یہ کوئی مندر ہے۔یہ مکان نما مندر بھی پتھروں کے ایک چبوترے پر بنا ہوا تھا اور اس کے آگے بھی چھوٹا سا برآمدہ تھا۔آدمی کوئی نہیں تھا۔

ایک بات میرے حق میں بڑی اچھی ہوئی تھی کہ مندر میں راج گرو نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔اسے یہ تو پتا چل گیا تھا کہ ایک نوجوان ناگن عورت کی لاش کے ٹکڑے لے کر مندر میں آیا ہے جس نے لاش کے ٹکڑے ڈبے میں ڈال کر تالاب میں لٹکا رکھے ہیں لیکن اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ نوجوان میں ہوں۔بقول رکمنی کے راج گرو نے اپنے گیان دھیان سے میرے بارے میں پتا چلا لیا تھا اور وہ آدھی رات کے وقت وہاں پہنچا تھا اور پجاری سے مل کر لاش والا ڈبہ تالاب سے نکال کر اسی رات منہ اندھیرے وہاں سے واپس روانہ ہو گیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ میں بے دھڑک اوپر جارہا تھا کہ اگر راج

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گرونے مجھے دیکھ بھی لیا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔تھا۔جہاں تک پاروتی کا سوال تھا تو اس کی یادداشت راج گرونے منتر پڑھ کر ضرور غائب کردی ہوگی۔دوسری صورت میں وہ اس کے قابو آہی نہیں سکتی تھی اور یادداشت گم ہوجانے کی وجہ سے پاروتی کے لیے میں بھی اجنبی ہی ہوں گا۔میں نے خچر کو ایک طرف چھوڑ دیا اورخود چبوترے کی سیڑھیاں چڑھ کرراج گرو کے مندر کے برآمدے میں آگیا۔سامنے صحن میں پتھر کے سانپوں کے دو مجسمے بنے ہوئے تھے جن پر برف جمی ہوئی تھی۔

مندر کا دروازہ بند تھا۔میں نے آہستہ سے دستک دی۔تین چار بار دستک دینے سے ایک عورت نے دروازہ کھول کر مجھے گھور کر دیکھا۔

"کون ہو؟ کیا کام ہے؟"

یہ عورت تبتی کی لگتی تھی۔اس کی آنکھیں چھوٹی اور نتھنے کشادہ تھے۔درمیانی عمر کی عورت تھی۔اس نے گرم لہنگا اور اونی چغہ پہنا ہوا تھا۔وہ اردو ٹھیک ٹھاک بول رہی تھی۔میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"راج گرو کے درشن کرنے بڑی دور سے چل کر آیا ہوں۔میرا نام بھیکو ہے۔"

عورت نے کوئی جواب نہ دیا اور دروازہ بند کردیا۔میں وہیں کھڑا رہا۔سردی بہت تھی مگر مجبور تھا۔عورت مجھے کچھ کہے بغیر دروازہ بند کرکے چلی گئی تھی۔ مگراس کی شکل سے میں نے اندازہ لگایاتھا کہ وہ اندر سے کسی کو بلانے گئی ہے۔تھوڑی دیر بعد اسی عورت نے دوبارہ دروازہ کھولا اور مجھے اپنے پیچھے آنے کااشارہ کیا۔اندر ایک نیم روشن ڈیوڑھی تھی۔آگے ایک دالان تھا جس کے فرش پر چھت نہ ہونے کی وجہ سے برف جمی ہوئی تھی۔سامنے ستونوں والا پرانی ٹائپ کا دالان تھا۔عورت دالان کے کونے والے کمرے یا کوٹھری کے دروازے پر جاکر رک گئی۔اس نے دروازے کے باہر لٹکی ہوئی تانبے کی چھوٹی سی گھنٹی کوہاتھ سے بجایا۔اندر سے کسی کی بھاری مگر کرخت آواز آئی۔

"دروازہ کھلا ہے۔"

میں اس عورت کے ساتھ اندر داخل ہواتوسامنے تخت پوش پر ایک موٹا بھاری بھرکم آدمی اونی چغہ اونی ٹوپی اور اونی لہنگا پہنے بیٹھا سگار پی رہاتھا۔پہلی نظر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں وہ مجھے برفانی بھالو لگا۔کمرے میں مٹی کے تیل کا بڑا لیمپ روشن تھا۔ دیواروں پر سانپوں کے بت بنے ہوئے تھے۔جس تخت پر وہ بھالو نما انسان بیٹھا تھا اس کے پیچھے بھی دیوار پر پتھر کاایک سیاہ سانپ پھن کھولے ہوئے تھا۔

میں نے جاتے ہی ہندوؤں کے طریقے سے ہاتھ جوڑ کرپرنام کیا۔وہ آدمی جو یقینا پجاری راج گروہی تھا میری طرف اپنی زرد چمکیلی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

”کیانام ہے تمہارا؟“

”بھیکو مہاراج۔“

”کہاں سے آئے ہو؟“

”مہاراج! دھنبار کا ر ہنے والا ہوں۔وہاں ایک ناگ مندر میں آپ کی بڑی تعریف سنی اور دل میں چاہ پیدا ہوئی کہ جاکر آپ کے چرن چھوؤں اور آپ کی خدمت کروں۔“

وہ سگار کاکش لگا کربولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”جاؤ جاؤ۔یہاں تمہارے واسطے کوئی جگہ نہیں ہے۔دفع ہوجاؤ۔یہاں سے... کانچی اسے یہاں سے نکال دو۔“

کانچی اس تبتی عورت کانام تھا۔وہ مجھے بازو سے پکڑ کردروازے کی طرف چلی۔ میرے ساتھ وہ بھی راج گرو کے کمرے سے باہر آگئی۔اس نے دروازہ بند کردیااور میرے آگے آگے برآمدے میں چلنے لگی۔میں اس کے پیچھے چل رہاتھا اور سوچ رہاتھا کہ مجھے کونسی ترکیب لڑانی چاہیے۔اس پجاری راج گرو نے تو مجھے مندر میں گھسنے نہیں دیا۔برآمدے کے آگے صحن تھا۔صحن کے برفانی فرش پر چلتے ہوئے کانچی مکان یا مندر کی ڈیوڑھی میں آئی تو میں نے کانچی سے کہا۔

”کانچی! میں راج گرو جی کی سیوا کرنے یہاں آیا تھا۔اگراس کی سیواکیے بغیر مرگیاتو میری آتما کو شانتی نہیں مل سکے گی۔“

کانچی نے ڈیوڑھی کے دروازے کو کھولنے کے بعد میری طرف دیکھا اور سر سے اشارہ کیا جس کامطلب تھا کہ میں باہر نکل جاؤں۔میں اس تبتی عورت کا دل موم کرنا چاہتاتھا۔میں نے بڑی عاجزی کے ساتھ کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"کانچی جی! ذرا سوچو ان برفانی پہاڑوں میں میں کہاں جاؤں گا۔یہاں تو باہر سردی سے ٹھٹھر کر مرجاؤں گا۔"

جب میں نے دیکھا کہ کانچی کے چہرے پر میرے ساتھ ہمدردی کے تاثرات نمایاں ہو رہے ہیں تو میں نے بڑی مشکل سے اپنی آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔

"کانچی دیوی! بھگوان کے لیے میری مدد کرو۔میں مندر میں بیٹھ کر ناگ دیوتا کی بھی سیوا کرنا چاہتا ہوں۔"

تبتی عورت کے دل میں میرے بارے میں ہمدردی کے جذبات پیدا ہوچکے تھے اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہاں ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں۔"

میں جلدی سے درازے کے ایک طرف ہو گیا۔کانچی واپس چلی گئی۔شاید وہ راج گرو کو یہ کہنے گئی تھی کہ مجھے ایک کام یاد آگیا ہے تھوڑی د یر بعد آؤں گی۔یا خداجانے کیا کرنے گئی تھی۔بہرحال اس نے میری مدد کرنے کی ہامی بھرلی تھی۔واپس آئی تو یہ کہہ کر میرے آگے چل پڑی۔"میرے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ساتھ آجاؤ۔" اس مندر کے بازو میں تیسری چٹان کے عقب میں تیلوں کی برفوں کے درمیان ایک راستہ جاتاتھا۔وہ مجھے ساتھ لے کر اس راستے پر آگئی۔ آگے جاکر ٹیلے کے دامن میں لکڑی کی ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی جس کی ڈھلواں چھت برف میں چھپی ہوئی تھی۔کانچی دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ میں باہر کھڑا رہا۔کانچی نے پلٹ کر میری طرف دیکھااور کہا۔

"وہاں کھڑے کھڑے کیا کررہے ہو؟ اندر کیوں نہیں آتے؟"

میں جلدی سے اندر چلا گیا۔یہاں بھی فرش لکڑی کا تھا۔جس پر خشک گھاس کا بستر بچھا ہواتھا۔ایک جانب چھوٹا سا آتشدان تھا۔کانچی نے دروازہ بند کرنے کے بعد مٹی کے تیل والا لیمپ روشن کردیا۔کہنے لگی۔

"مجھے تم پر ترس آگیا ہے بھیکو۔تم یہاں ٹھہرو۔میں کسی طرح راج گرو پجاری کومنالوں گی کہ تمہیں مندر میں نوکر رکھ لے۔"

میں نے کانچی کاہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں سے لگالیا۔

"کانچی جی! تم دیوی ہو..."

وہ بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"لیکن اس جگہ سے باہر مت جانا۔بہت ہی ضرورت پڑے تو پیچھے گھاٹی میں چلے جانامگر اس وقت تک مندر کی طرف مت آنا جب تک کہ میں پجاری راج گرو سے تمہاری نوکری کی بات پکی نہیں کرلیتی۔"

میں بغلوں میں ہاتھ دیئے خشک گھاس پر بیٹھا تھا۔

"تمہیں کھانے پینے کو میں یہاں دے جایا کروں گی۔"

میں نے کہا۔"میرے خچر کا کیا بنے گا؟ وہ مندر کے باہر تھا۔تم نے اسے ضرور دیکھا ہو گا۔"

کانچی کہنے لگی۔

"نیچے مندر کاایک اصطبل ہے جہاں مندر کی گائے اور پجاری کے خچر بندھے رہتے ہیں۔میں تمہارا خچر بھی وہیں لے جاؤں گی۔"

کانچی ساتھ والے کمرے میں گئی اور وہاں سے ایک بڑا لحاف نکال کر لے آئی۔لحاف گھاس کے بستر پر ڈالتے ہوئے بولی۔

"اس کمرے میں کوئی کھڑکی نہیں ہے۔دروازہ بند کرنے سے اندھیرا ہوجاتا ہے۔اس لیے میں دن کے وقت آتی ہوں تو لیمپ جلالیتی ہوں۔اوپر صرف

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

روشن دان ہے۔ساتھ والے کمرے میں غسل خانہ بھی ہے۔تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

میں کانچی کے اس فیاضانہ سلوک پرخوش بھی ہوااور حیران بھی ہو رہاتھا کہ آخر وہ مجھ پر اچانک اتنی مہربان کیوں ہوگئی ہے۔شاید اسے مجھ پر ترس آگیا تھا کہ میں اتنی دور سے وہاں گیان دھیان کرنے آیا ہوں اور پجاری نے مجھے دھتکار دیا ہے۔کانچی کی باتوں سے میں نے یہ اندازہ بھی لگایا کہ وہ اندر سے پجاری راج گرو کے خلاف ہے اور اسے پسند نہیں کرتی۔مجھے نہ تو وہاں کوئی گیان دھیان کرناتھا اور نہ نوکری چاکری کرنی تھی میں تو وہاں پاروتی کی تلاش میں آیا تھااور مجھے کچھ دیر وہاں رہ کرپاروتی کا سراغ لگانا تھا۔میرا یہ مسئلہ کانچی نے حل کردیاتھا۔پھر بھی میں نے اسے اصرار کے ساتھ کہا کہ جس طرح بھی ہو وہ مجھے راج گرو کی اجازت سے مندر میں کوئی کام دلادے۔کانچی نے وعدہ کیا کہ وہ ضرور کوشش کرے گی۔مکان سے جاتے ہوئے کانچی مجھے کہہ گئی کہ میں وہاں سے باہر کہیں نہ جاؤں اور جب تک وہ واپس نہیں آجاتی میں کمرے میں ہی رہوں۔اس نے آتشدان میں دوچار موٹی لکڑیاں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جلادی تھیں۔ کانچی کے جانے کے بعد میں آتشدان کے قریب ہو کر گھٹنوں پر لحاف ڈال کر بیٹھ گیا۔ جیب سے پاروتی کا رومال نکال کر اسے دیکھا۔ سونگھا۔ مجھے تو اس میں سے پاروتی سانپ کی کوئی بو نہیں آرہی تھی لیکن میں انسان تھا اس بو کو صرف سانپ ہی محسوس کرسکتے تھے۔ رومال کو تہہ کرکے میں نے جیب میں رکھ لیا۔

شام ہوگئی۔ میں کمرے میں ہی رہا۔ جب باہر اندھیرا ہونے لگا تو کانچی آگئی۔ مندر میں وہ راج گرو اور دو تین پجاریوں کے لیے کھانا وغیرہ بھی بناتی تھی۔ آتی دفعہ وہ میرے لیے چاول رومال میں ڈال کر لے آئی۔ یہ نمکین چاول تھے۔ وہ آتشدان میں لکڑیاں ڈال کر آگ تیز کرنے لگی۔ میں چاول کھانے لگا۔ پھر دوسرے کمرے میں گئی اور میرے لیے قہوہ بنا کر لے آئی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ راج گرو سے اس نے میرے بارے میں کوئی بات تو نہیں کی۔ کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”آج موقع نہیں ملا۔ کل ضرور کروں گی۔ ویسے بھی تمہارا مندر میں نوکر بن کر رہنا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر تم میرے ہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکو گے۔ سب کو پتہ چل جائے گا۔“

اس نے بتایا کہ پجاری راج گرو نے ہر قسم کے سانپ پال رکھے ہیں جن کی وہ پوجا کرتا ہے۔

”اس نے مجھے بھی ایک سانپ دیا تھا۔ میں تمہیں وہ دکھاتی ہوں۔ یہ سانپ شیش ناگ دیوتا کی پیڑھی سے ہے۔“

کونے میں ایک مٹی کا بڑا سا مٹکا رکھا ہوا تھا۔ وہ مٹکے میں سے ایک چھوٹی پٹاری نکال کر لے آئی۔ پٹاری سامنے رکھ کر اسے کھولا تو اس میں سے سنہری رنگ کا ایک بالشت بھر کا سانپ پھنکارتا ہوا باہر نکل آیا۔ کانچی نے سانپ کو پکڑ لیا اور کہنے لگی۔

”یہ بڑا زہریلا سانپ ہے۔ پجاری کہتا ہے اس میں ایک ہزار سانپوں کا زہر ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس دوران ایک عجیب بات ہوئی۔یہ میرے لیے عجیب نہیں تھی مگر کانچی کے لیے بڑی حیران کردینے والی بات تھی۔سنہری سانپ نے اپنا چھوٹا سا پھن کھول کر میری طرف دیکھا۔پھر کانچی کی کلائی سے اتر کر میرے قریب آیا اور کنڈلی مار کر سامنے بیٹھ گیا اور اپنا پھن جھکادیا۔

کانچی حیرت زدہ سی ہو کر کبھی مجھے اور کبھی سانپ کو دیکھتی۔اس نے ساری زندگی ناگ مندر میں گزاری تھی۔ سمجھ گئی کہ میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھیں مجھ پر جماتے ہوئے اس نے پوچھا۔

”تم کون ہو؟ مجھے بتادو۔میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔“

مجھے اس عورت سے پاروتی کے بارے میں مفید معلومات حاصل ہو سکتی تھیں۔ قدرت نے اس عورت کااعتماد حاصل کرنے کا ایک موقع دے دیا تھا۔میں نے اسے یہ تو نہ بتایا کہ میرے پاس پاروتی

ناگن کا رومال ہے جس کی وجہ سے سنہری سانپ میرے آگے جھک گیا ہے۔ میں نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کانچی! اب جبکہ میری طاقت کاراز تم پر اس سانپ نے کھول دیا ہے تو میں تمہیں اتنا ضرور بتادینا چاہتا ہوں کہ میں شیش ناگ کا اوتار ہوں۔سانپ میری تعظیم کرتے ہیں۔“

سنہری سانپ ابھی تک اپنا پھن میرے آگے جھکائے بیٹھا تھا۔میں تو ڈر کے مارے اسے ہاتھ نہیں لگا رہاتھا۔اس نے ہاتھ جوڑدیئے اور کہنے لگی۔

”مہاراج! آپ شیش ناگ دیوتا کے اوتار ہیں تو آپ کو یہاں نوکری کرنے کی کیا ضرورت ہے؟“

میں نے کہا۔”کانچی یہ بڑی لمبی کہانی ہے۔دو لفظوں میں بات کروں گا۔میں اپنی ایک دیوداسی ناگن کے ساتھ پرلوک سے دھرتی پر سیر کرنے آیا تھا۔ دیوداسی ناگن کے روپ میں میرے ساتھ تھی۔گورکھپور شہر میں اچانک وہ میری کلائی سے اتر کرباغ میں پھرنے لگی ایک آدمی نے اسے دیکھاتو لاٹھی مار کر اسے ہلاک کردیا۔مجھے بڑا صدمہ ہوا۔میں نے ناگن کی لاش کے ٹکڑوں کو ڈبے میں بند کیااور کیلاش پربت لے آیا۔کیونکہ لاش کے ٹکڑوں والے ڈبے کو کیلاش پربت کے تالاب میں دس روز لٹکائے رکھنے کے بعد دیوداسی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کو پھر سے زندہ ہوجاناتھا۔میں نیچے مندر میں ڈبے کو تالاب میں ڈبو کر دس دن تک بیٹھا رہا مگر تمہارے پجاری راج گرو نے اپنی طاقت کے زور سے دیوداسی ناگن کاپتا چلالیا۔بس وہ آخری رات کومندر میں آیا اور پجاری سے مل کر دیوداسی والا ڈبہ نکال کر لے گیا۔مجھے شیش ناگ دیوتا نے ساری بات بتادی۔چنانچہ اب میں اپنی دیوداسی کی تلاش میں راج گرو کے پیچھے یہاں آیا ہوں۔میں چاہتا ہوں کہ تم دیوداسی کا سراغ لگاؤ اور پتہ کرو کہ پجاری راج گرو نے اسے یہاں کس جگہ رکھا ہوا ہے۔میں تمہیں اس کے عوض شیش ناگ کا سب سے اونچا منتر بتادوں گا اور تم سب سے بڑی پجارن بن جاؤ گی۔"

کانچی بڑے غور سے میری گفتگو سن رہی تھی۔اس کے چہرے پر مسرت وانبساط کی کیفیت تھی۔سنہری سانپ اسی طرح پھن جھکائے میرے سامنے بیٹھا تھا۔میں نے کانچی سے کہا۔

"سانپ کوپٹاری میں بند کردواور مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا سوچا ہے؟"

کانچی نے سانپ پٹاری میں بند کردیااور میرے پاؤں کو چھو کربولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مہاراج! میں آج سے آپ کی داسی ہوں آپ جو کہیں گے میں ویسے ہی کروں گی۔مجھے صرف اتنا پتہ ہے کہ راج گرو نیچے مندر میں کسی خاص چیز کی تلاش میں گیا تھا اور جب وہ واپس آیا تو بڑا خوش تھا اور اسی روز وہ اپنی گپھا میں چلا گیا تھا۔

"اس کی گپھا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

کانچی نے کہا۔"یہ مندر میں کسی پجاری' کسی دیوداسی کو معلوم نہیں ہے۔مگر میں سب معلوم کرلوں گی۔آپ مجھے صرف دو دن کی مہلت دے دیں۔"

میں نے کہا۔"نہیں' دو دن زیادہ ہیں۔میں تمہیں کل کے دن کی مہلت دیتاہوں۔تمہیں ایک دن میں ساری جاسوسی کرنی ہوگی۔کیا تمہیں منظور ہے؟"

مجھے یہ خطرہ تھا کہ راج گرو کہیں اتنی دیر میں پاروتی کو یہاں سے کسی دوسری جگہ نہ پہنچادے۔کانچی کومیری وجہ سے سب سے بڑی پجاری بننے کاموقع مل رہاتھا کہنے لگی۔

"جو حکم مہاراج! میں کل تک ساری باتیں معلوم کرلوں گی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رات گزر گئی۔دوسرے روز کانچی نے جاتے ہوئے بڑے احترام سے میرے پاؤں چھوئے اور کہا۔

”مہاراج! میں جاتی ہوں۔“

کانچی چلی گئی۔اس بات کامجھے اندازہ ہو گیاتھا کہ کانچی اس مکار پجاری راج گرو کی بڑی چہیتی دیوداسی ہے اور وہ اس کے دل کاراز معلوم کرلے گی۔صبح کی گئی کانچی دوپہر کو بھی نہ آئی۔شام ہوگئی۔پھر رات کااندھیرا چھاگیا۔اس وقت کانچی آگئی۔اس کا چہرہ بتارہاتھا کہ وہ کوئی خاص بات معلوم کرکے آئی ہے۔ آتے ہی اس نے کمرے کا دروازہ بند کرکے کنڈی لگادی۔میرے پاؤں چھوئے اور سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔

”مہاراج! میں نے آپ کی دیوداسی ناگن کا سراغ لگالیا ہے۔“

میں نے بے تاب ہو کر پوچھا۔

”کہاں ہے وہ؟“

کانچی کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ راج گرو نے پاروتی کو اوپر برف پوش پہاڑیوں کے ایک زمیں دوز تہہ خانے میں بند کرر کھا ہے۔جو اس کی گپھا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہے۔اس سے صاف ظاہر ہوتاتھا کہ اس عیار شخص نے پاروتی کے زندہ ہوجانے کے بعد اس پر اپنا منتر پڑھ کر اسے اپنے قبضے میں کیا ہواتھااوریہ بات بھی یقینی تھی کہ پاروتی کی یادداشت گم ہوچکی ہوگی۔کانچی کہنے لگی۔

”اس بات کا سوائے راج گرو کے اور کسی کو علم نہیں ہے میں ہی جانتی ہوں کہ میں نے یہ راز راج گرو سے کیسے اگلوایا ہے۔“

میں نے کانچی سے کہا۔

”شاباش! تب تم یہ معلوم کرو کہ راج گرو کی گپھا پہاڑوں میں کس جگہ پر ہے۔“

کانچی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مہاراج! میں یہ بھی معلوم کر آئی ہوں۔“

میں نے کانچی کی ذہانت کی تعریف کی اور کہا۔

”اب مجھے اس گپھا تک لے چلو۔جب میں دیوداسی کودیکھ لوں گا تو تمہیں وہ خاص منتر بتادوں گا جس کو پڑھنے کے بعد تم سب پجاری اور پجارنوں کی رانی بن جاؤگی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسرے دن جب رات آدھی گزر چکی تھی تو کانچی اور میں دو خچروں پر سوار اس گپھاہ کی طرف جارہے تھے جس کے تہ خانے میں پاروتی موجود تھی۔

...☆☆☆...

ہم برف پوش پہاڑیوں میں چلے جارہے تھے۔کانچی خچر پر سوار میرے آگے آگے تھی۔میرا خچر اس کے پیچھے تھا۔پتھریلی پگڈنڈی پر برف جمی ہوئی تھی اگرچہ آدھی رات کا وقت تھا مگر اندھیرے میں برف کی سفیدی صاف نظر آرہی تھی۔ہوا نہیں چل رہی تھی اس وجہ سے سردی ناقابل برداشت نہیں تھی۔ہمالیہ کے برفانی پہاڑوں میں جب تیز ہوا چلتی ہے تو سردی ناقابل برداشت ہوجاتی ہے۔ہم کوئی ایک گھنٹہ خچروں پر بیٹھے سفر کرتے رہے۔اس دوران ہم کئی برف پوش ٹیلوں اور گھاٹیوں میں سے گزرے آخر اس مقام پر پہنچ گئے جہاں بڑی بڑی برف پوش چٹانیں آمنے سامنے کھڑی تھیں۔ان کے درمیان ایک گلی سی بن گئی تھی۔یہاں آکر کانچی نے خچر روکا اور نیچے اتر آئی۔اس نے مجھے بھی خچر سے اترنے کااشارہ کیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

خچروں کوچٹان کی دیوار کے پاس لے جاکر ایک پتھر سے باندھ دیا۔میں سامنے والی چٹان کے نیچے کھڑا تھا۔کانچی میرے پاس آئی اور آہستہ سے بولی۔

”ہم راج گرو کے تہہ خانے کے قریب آگئے ہیں۔“

میں نے پوچھا۔”یہ تہہ خانہ کہاں ہے؟“

”جہاں یہ سامنے والی چٹان ختم ہوتی ہے وہاں چٹان کے اندر ایک شگاف ہے اس شگاف میں سے ایک راستہ نیچے پجاری کی تہہ خانے والی گپھا کو جاتا ہے۔مجھے یقین ہے مہاراج! آپ کی ناگن دیوداسی وہاں موجود ہوگی۔“

میں نے کانچی سے کہا۔

”تم خچروں کے پاس میرا انتظار کرو میں پہلے خود تہ خانے میں جاتاہوں۔“

کانچی خچروں کے پاس جاکر بیٹھ گئی۔میں چٹان کے ساتھ ساتھ ہو کر آگے چلنے لگا۔برفانی راستہ اونچے نیچے پتھروں کی وجہ سے غیر ہموار تھا۔میں سنبھل سنبھل کر چل رہاتھا چٹان جہاں ختم ہوئی وہاں کانچی کے بتانے کے مطابق اندر کی جانب ایک گہرا شگاف بنا ہوا تھا۔میں جھک کر اس کے اندر چلا گیا اندھیرے میں مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔میں نے دیواروں کو ہاتھوں سے ٹٹولا۔

ایک جگہ چٹان کے شگاف کی دیوار پر ٹاٹ کا بھاری پردہ پڑا ہوا تھا۔میں نے اسے آہستہ سے اوپر اٹھایا تو مجھے نیچے ہلکی ہلکی روشنی میں پتھر کا زینہ دکھائی دیا۔یہ روشنی کسی چراغ کی تھی جو نیچے تہہ خانے میں روشن تھا۔اس کی روشنی زینے پر پڑ رہی تھی۔

میں دبے پاؤں زینہ اترنے لگا۔چھ سات سیڑھیاں ہوں گی۔آخری سیڑھی کے قریب پہنچا تو ایسی آواز سنائی دینے لگی جیسے کوئی عورت دھیمی آواز میں منتر پڑھ رہی ہو۔میں زینے کی دیوار کے ساتھ لگ کر آخری سیڑھی پر آگیا اور گردن آگے کر کے دیکھنے لگا۔یہ ایک چھوٹا سا تہہ خانہ تھا۔سامنے والی دیوار پر سانپ کا بت بنا ہوا تھا۔اس کے آگے چوکور پتھر پر پیتل کی تھالی میں دو چراغ جل رہے تھے۔ان کے پاس ایک عورت بیٹھی دونوں ہاتھ زانوں پر رکھے کچھ پڑھ رہی تھی۔اس کے بال کمر تک کھلے تھے۔اس کی پشت میری طرف تھی۔میں نے پاروتی کے بال فوراً پہچان لیے۔یہ پاروتی ہی تھی۔میں زینے سے ہٹ کر تہہ خانے کے فرش پر دو قدم چلا ہوں گا کہ پاروتی نے چونک کر میری طرف دیکھا۔اس نے بڑے غصے سے پوچھا۔

”کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟“

افسوس... اس مکار راج گرو پجاری نے پاروتی پر منتر پڑھ کر اس کی یادداشت معطل کر دی تھی۔پاروتی میری طرف دیکھ رہی تھی اور مجھے بالکل نہیں پہچان رہی تھی۔اس کے باوجود میں نے کہا۔

”پاروتی میں ہوں۔تمہارا پرانا ساتھی۔کیا تم نے مجھے پہچانا نہیں؟“

پاروتی غصیلی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور دو قدم پیچھے ہٹ کر اس نے دیوار کے سوراخ میں ہاتھ ڈال کر ایک سانپ باہر نکال لیا اور بولی۔

”اگر تم یہاں سے باہر نہ گئے تو میں سانپ سے ڈسوادوں گی۔یہ اتنا زہریلا سانپ ہے کہ تم کھڑے کھڑے پگھل جاؤ گے۔“

پاروتی کا رومال میرے پاس تھا۔میں نے رومال جیب سے نکال لیا اور کہا۔

”پاروتی! یہ دیکھو۔یہ وہ رومال ہے جس میں میں تمہاری لاش کے ٹکڑے ڈال کر کیلاش پربت کے تالاب پر لایا تھا۔اس میں تمہارے جسم کی بو ہے۔تم بے شک سانپ مجھ پر پھینک دو۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں پاروتی کی طرف بڑھا تو اس نے سانپ مجھ پر پھینک دیا۔سانپ میرے سینے سے ٹکرا کر نیچے گرا۔میں نے رومال اس کی طرف کردیا۔سانپ اسی وقت کنڈلی مار کر ادب سے میرے سامنے بیٹھ گیا۔میں نے پاروتی سے کہا۔

”یہ دیکھو۔یہ تمہارے جسم کی بو کا کرشمہ ہے کہ سانپ نے مجھے کچھ نہیں کہا۔ میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ تم پاروتی ہو۔راج گرو نے تم پرجادو کرکے تمہاری یادداشت غائب کردی ہے۔“

مگر پاروتی پر میری کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہواتھا۔میں اس کے لیے بالکل اجنبی بن چکا تھا۔اس نے سانپ کو جھک کر پکڑ لیااور بولی۔

”تم کوئی مکار سپیرے ہو۔یہ میرا رومال نہیں ہے۔تم نے اس پر کوئی منتر پڑھ کر پھونکا ہے جس کی وجہ سے سانپ تمہارے آگے جھک گیا ہے۔یہاں سے نکل جاؤ نہیں تو راج گروپجاری تمہیں جلا کر راکھ کردے گا۔“

میں نے سوچا پاروتی کو اس حالت میں قائل کرنے کی کوشش کرنا بیکار وقت ضائع کرنے اور حالات کومزید خطرناک بنانے کے مترادف ہوگا۔مجھے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کوئی دوسرا طریقہ سوچنا چاہیے۔میں نے رومال جیب میں رکھ لیااور پاروتی سے کہا۔

”شما کرنا دیوی جی! مجھ سے غلطی ہوگئی۔میں تمہیں اپنا دوست سمجھ بیٹھا تھا۔ اصل میں تمہاری شکل میری دوست پاروتی سے بہت ملتی ہے۔معافی چاہتاہوں۔“

یہ کہہ کرمیں الٹے پاؤں گپھا سے نکل گیا۔باہر آکر میں نے ساری بات کانچی کو سنائی۔وہ کہنے لگی۔

”میں جانتی تھی کہ تم راج گرو کے منتر کا توڑ نہیں کرسکوگے۔“

میں نے کہا۔”کانچی! مجھے کوئی ترکیب بتاؤ جس سے میری دیوداسی کی یادداشت واپس آجائے اور میں اسے لے کر یہاں سے چلاجاؤں۔“

کانچی نے کہا۔”مہاراج! کیا آپ کے پاس ایسا کوئی منتر نہیں ہے جس سے آپ کی دیوداسی کی یادداشت واپس آجائے؟“

میں نے جواب دیا۔

”اگر میرے پاس کوئی ایسا منتر ہوتاتو میں تمہیں کیوں کہتا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کانچی خچروں کی رسی کھولنے لگی۔

”مہاراج! اس وقت یہاں سے چلے چلیں۔مندر میں جاکر کچھ سوچیں گے۔پیچھے پجاری راج گرو کو پتہ چل گیا کہ میں غائب ہوں تو معاملہ خراب ہوجائے گا۔“

ہم خچروں پر سوار ہوگئے اور برفانی راستوں سے ہوتے ہوئے مندر واپس آگئے۔دوسرا دن بھی گزر گیا۔میں اس کے مکان پر ہی رہا۔رات کووہ میرے لیے کھانا لے کر آئی تو کچھ پریشان تھی۔کہنے لگی۔

”راج گرو تمہاری دیوداسی کوناگن بنا کر اپنے ساتھ ناگ پور لے جارہا ہے جہاں وہ پاروتی کی مدد سے بڑے مندر میں جمع کیا ہوا سارا سونا نکلوا کر اپنے قبضے میں لے گا۔اس طرح وہ آگے ترچناپلی کے ناگ مندر میں جاکر وہاں بھی جتنا سونا اور ہیرے جواہرات ہیں وہ اپنے قبضے میں کر لے گا۔یہ مہاپاپ ہے۔ میں یہ پاپ نہیں ہونے دوں گی۔“

مجھے ناگ مندر یاترچنا پلی کے مندروں کے سونے اور ہیرے جواہرات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ان مندروں کے خزانے چاہے چور لے جائیں یا راج گرو لے جائے۔میں تو صرف پاروتی کو وہاں سے کسی طرح نکال کر اپنے ساتھ لے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جانا چاہتا تھا تاکہ شہر جاکر اس کاعلاج کرواؤں کہ شاید اس کی یادداشت واپس آجائے۔اس وقت کانچی بھی پاروتی کو وہاں سے فرار کرانے میں میری مدد کرنے پر مجبور تھی۔اسے یہ ڈر تھا کہ اگر ان مندروں کاسارا خزانہ راج گرو نکال کر لے گیا تو دیوتااس سے ناراض ہو کر اسے بددعا دیں گے کہ اس نے یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ راج گرو پجاری ان مندروں کا خزانہ چرانے والا ہے اس کو روکنے کا کوئی جتن نہیں کیا۔میں نے کانچی سے کہا۔

”اب تو پاروتی دیوداسی کا یہاں سے غائب کرنا بہت ضروری ہوگیا ہے۔“

کانچی سخت پریشان تھی کہنے لگی۔

”میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔پجاری دولت کی ہوس میں پاگل ہوگیا ہے۔اگر میں نے ان مندروں کی دولت کو نہ بچایا تو مجھ کو دیوتاؤں کی بددعا لگ جائے گی۔“

میرااندازہ بالکل صحیح تھا۔میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تو پھر پاروتی کو غائب کرنے کی کوئی ترکیب سوچو۔اس کو ہوش میں ہم نکال کر نہیں لے جاسکتے۔اسے کسی طرح بے ہوش کرنا پڑے گااور یہ کام تم کر سکتی ہو۔“کانچی کچھ سوچ کر کہنے لگی۔

”نالنگا دیوداسی پاروتی کے لیے رات کا کھانا لے کر جاتی ہے۔وہ میری سہیلی ہے۔میں اسے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتی ہوں۔“

میں نے کہا۔”اس سے کیا ہوگا؟“

کانچی بولی۔”میں اس کے ساتھ مل کر پاروتی کے کھانے میں ایک ایسا سفوف ملا دوں گی جس کے بعد وہ کھانا کھاتے ہی بے ہوش ہوجائے گی۔“

میں نے کہا۔”یہ تو تم نالنگا دیوداسی کو اپنے ساتھ ملائے بغیر بھی کر سکتی ہو۔ اس کواعتماد میں لینے کی کیاضرورت ہے۔اگر اس نے راج گرو کو بتادیا اور وہ کھانا پاروتی کو نہ دیاتو تمہاری خیر نہیں ہوگی۔“

کانچی غور کرنے لگی۔بولی۔

”تم ٹھیک کہتے ہو۔یہ کام میں نالنگا کوبتائے بغیر بھی کر سکتی ہوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے پوچھا۔”راج گرو پاروتی کو یہاں سے ناگ پور کب لے جانے والا ہے؟“

اس نے بتایا کہ پرسوں رات کووہ اسے لے کر یہاں سے نکل جائے گا۔میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔تم وہ سفوف تیار رکھو۔کل رات ہوتے ہی جب نالنگا پاروتی کے لیے کھانا لے کر جائے تو موقع پاکر کھانے میں سفوف ملا دینا۔اس کے بعد ہم یہاں سے نکل کر گپھا پر پہنچ جائیں گے اور بے ہوش پاروتی کواٹھا کرفرار ہوجائیں گے۔“

کانچی کہنے لگی۔

”ہاں‘ تمہارے ساتھ مجھے بھی یہاں سے بھاگناپڑے گا۔کیونکہ پجاری کو ضرور میری سازش کا پتہ چل جائے گا اوروہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔“

ہم نے سارا پروگرام طے کرلیا۔ایک فالتوخچر اصطبل میں پہلے سے تیار کرلیا۔اس پر دو کمبل بھی ڈال دیئے۔رات کو کانچی نے مجھے آکر یہ خوش

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

خبری سنائی کہ نانگا کھانا لے کر پاروتی کی گپھا میں چلی گئی ہے اوراس نے کھانے میں بے ہوشی کا سفوف ملا دیا ہے۔"

میں نے پوچھا۔

"مجھے یہ بتاؤ کہ اس سفوف کا اثر کتنی دیر تک رہے گا۔کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ پاروتی دو تین گھنٹوں کے بعد ہی ہوش میں آجائے۔ہم راستے میں ہوں گے۔اسے سنبھالنا مشکل ہوجائے گا۔وہ شور مچا کر بھاگ جائے گی اور واپس راج گرو کے پاس پہنچ جائے گی۔"

کانچی نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔بے ہوشی کے سفوف کااثر ساری رات اور سارا دن رہے گا۔اتنی دیر میں ہم ان پہاڑیوں سے نکل کر نیچے کسی شہر یا قصبے میں پہنچ گئے ہوں گے۔"

میں نے کہا۔"تم سفوف اپنے پاس ہی رکھنا۔اگر راستے میں پاروتی کو ہوش آنے لگا تو ہم یہ سفوف پانی میں گھول کر اس کے حلق میں ٹپکادیں گے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کانچی بولی۔"تم نے ٹھیک کہا ہے۔میں بے ہوشی کا سفوف اپنے پاس رکھ لیتی ہوں۔ایسا کرو تم تھوڑی دیر انتظار کرو۔میں سفوف کی ڈبی لے کر ابھی آتی ہوں۔"

کانچی چلی گئی۔تھوڑی دیر بعد آئی اور کہا۔

"میں سفوف کی ڈبی لے آئی ہوں۔چلو اب اوپر گپھا کی طرف چلتے ہیں۔"

کیلاش پربت سے یہ میرے فرار کی رات تھی۔

ہم دونوں خچروں پر سوار ہو کر اوپر گپھا کی طرف چل پڑے ایک خالی خچر ہمارے ساتھ تھا جس پر ہمیں بے ہوش پاروتی کوڈال کر لے جانا تھا۔جب ہم گپھا کی چٹانوں کے پاس پہنچے تو کانچی خچر سے اتر آئی کہنے لگی۔

"تم یہاں خچروں کو لے کر ایک طرف کھڑے رہو۔میں گپھا میں جاکر صورت حال کا پتہ کرتی ہوں۔"

میں وہیں خچروں کے پاس کھڑا ہو گیا۔کانچی برف پوش چٹانوں کے درمیان جاکر میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ نمودار ہوئی۔آتے ہی کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ناگن دیوی بے ہوش پڑی ہے جلدی سے خچر لے آؤ۔“

میں خچر کی باگ پکڑ کر کانچی کے پیچھے پیچھے گپھا کے شگاف کے پاس آیا۔خچر کوباہر چھوڑا اور ہم دونوں گپھا میں آگئے۔دیکھا کہ چراغ جل رہاتھا اور پاروتی بے ہوش پڑی تھی۔ہم اسے اٹھا کر باہر لے آئے۔اسے خچر پر بڑے آرام سے اس طرح بٹھادیا جیسے وہ ہوش میں ہو اور خود بیٹھی ہوئی ہو۔کانچی نے کہا۔

”مجھے اس کے ساتھ بیٹھنا پڑے گا۔ورنہ یہ راستے میں گر پڑے گی۔“

اس کا خیال ٹھیک ہے۔کانچی بے ہوش پاروتی کے پیچھے اس طرح بیٹھ گئی کہ اس نے اسے ایک ہاتھ سے تھام کر اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔دوسرے ہاتھ میں خچر کی باگ تھام لی۔میں دوسرے خچر پر بیٹھ گیا۔تیسرے خالی خچر کو ہم نے وہیں چھوڑنے کی بجائے ساتھ ہی لے لیااور یوں ہمارا قافلہ کیلاش پربت کی پہاڑیوں سے نیچے کی طرف چل پڑا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

باقی ساری رات ہم برفانی راستوں پر چلتے رہے۔صبح کی سفیدی نمودار ہوئی تو ہم کافی نیچے اتر آئے تھے۔اب برف اتنی زیادہ نہیں تھی اور ننگی پہاڑیاں شروع ہوگئی تھیں۔کانچی نے یہاں پہنچ کر راستہ تبدیل کردیا۔کہنے لگی۔

”صبح کو اگر پجاری کو ہمارے فرار کا پتہ چل بھی گیااور وہ ہمارے پیچھے آیا تو جس راستے پر اب میں تمہیں لے جارہی ہوں اس طرف وہ کبھی نہیں آئے گا۔“

یہ نیا پہاڑی راستہ بہت دشوار گزار تھا۔جگہ جگہ گھاٹیاں اور خشک نالے تھے۔ خچر آہستہ آہستہ سنبھل سنبھل کر چل رہے تھے۔راستے میں ہم نے ایک جگہ بیٹھ کر میٹھی روٹی سے ناشتہ کیا۔پاروتی کو ہم نے وہیں پتھروں پر لٹادیاتھا۔وہ بالکل بے ہوش تھی۔میں نے کانچی سے کہا۔

”کانچی! تمہارے خیال میں ہمیں اسے کہاں لے جانا چاہیے جہاں اس کاعلاج بھی ہوسکے اور اس کی یادداشت واپس آجائے۔“

کانچی کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”نیچے بیروگنج میں ایک بوڑھا سپیرا رہتا ہے۔میں اسے جانتی ہوں۔وہ تبت میں دالائی لامہ کا علاج بھی کیا کرتا تھا۔میرا خیال ہے وہ ناگن دیوی کو ٹھیک کردے گا۔“

مجھے کچھ حوصلہ ہوا۔میں نے کہا۔

”تو پھر چلو ہم اسی بوڑھے کے پاس چلتے ہیں۔“

”میں نے اسی کے پاس جانے کا سوچ رکھا تھا ایک بار ناگن دیوی کی یادداشت واپس آگئی تو پجاری کے منتر کااثر اپنے آپ اتر جائے گا اور مندروں میں دیوتاؤں کے خزانے محفوظ ہوجائیں گے۔“

ناشتہ کرنے کے بعد ہم پھر آگے چل پڑے۔اسی طرح نئے اور دشوار گزار پہاڑی علاقے میں سفر کرتے کرتے ہم شام کے وقت بیروگنج پہنچ گئے۔کانچی وہاں سے مجھے سیدھا بوڑھے تبتی کے گھر لے گئی۔

ایک چھوٹی سی جھالری سفید داڑھی والا بوڑھا اپنی کوٹھری میں صف پر لیمپ جلائے بیٹھا کوئی پرانی کتاب پڑھ رہاتھا۔آگے چائے کی چینک اور پیالی پڑی تھی۔اس نے کانچی کو دیکھ کرمسکراتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بیٹی! بہت دنوں کے بعد تم سے ملاقات ہوئی۔کیلاش پربت سے کب آئی ہو؟ یہ کون ہے؟ اور یہ بے ہوش لڑکی کون ہے؟“

کانچی نے بوڑھے تبتی سے میرا تعارف کرایا پھر پاروتی کے متعلق اسے سارا قصہ بیان کردیا۔بوڑھے نے کتاب ایک طرف رکھ دی۔پاروتی کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا پھر اس کی آنکھیں کھول کر غور سے ان کامعائنہ کیااور بولا۔

”اس پر تمہارے پجاری نے سنگرینی منتر پڑھا ہے۔میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں۔“

بوڑھے نے پاروتی کی ہتھیلی کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔آنکھیں بند کرلیں اور اونچی آواز میں کوئی منتر پڑھنا شروع کردیا۔تین چار منٹ تک وہ منتر پڑھتا رہا ‘اس کے بعد اس نے بے ہوش پاروتی کے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیااور بولا۔

”سنگرینی! سنگرینی! میں تاپتی کالامہ ہوں۔تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس عورت کے جسم سے نکل جا۔میں تمہیں حکم دیتاہوں کہ اس عورت کے جسم سے نکل جا۔“

اس کے ساتھ ہی پاروتی کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلنے لگے۔جیسے کوئی بات کہہ رہی ہو۔بوڑھے نے اس کے ہونٹوں کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ساتھ اپنا کان لگادیا۔وہ کچھ سن رہا تھا۔کان پیچھے ہٹا کر بوڑھے نے کانچی کی طرف دیکھا اور بولا۔

"کانچی بیٹی! سنگرینی نے کہا ہے کہ میں اس عورت کا جسم چھوڑ کر جارہی ہوں مگر اس کو اپنی پچھلی زندگی کی باتیں یاد نہیں آسکیں گی۔"

میں نے کہا۔"بابا! اس کا کیا فائدہ ہوا۔ہم تو چاہتے ہیں کہ اس کی یادداشت واپس آجائے۔"

بوڑھے نے کہا۔

"یہ بات شاید تم دونوں کو معلوم نہیں کہ سنگرینی پر جو منتر پھونکا گیا تھا وہ آتشی ناگ کا منتر تھا۔سنگرینی اسی منتر کی آتشی دیوی ہے۔ایک سال کے بعد اس منتر کی آگ نے اس عورت کو جلا کر راکھ کردینا تھا۔میرے کہنے سے سنگرینی اس کے جسم سے نکل گئی ہے۔اب اس عورت پر منتر کی آگ حرام ہوگئی ہے۔اس کی یادداشت واپس لانا میرے بس کی بات نہیں ہے۔یہ ہوش میں آنے کے بعد تم لوگوں کو بھی نہیں پہچانے گی۔اسے یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ اس پرراج گرو پجاری نے منتر پھونکا تھا اور یہ اس کے پاس رہ رہی تھی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ ایک اچھی بات ہوئی تھی مگر میں پاروتی کی یادداشت واپس لانا چاہتا تھا۔میں اسے پھر سے پاروتی کی حالت میں نارمل دیکھنا چاہتا تھا۔کانچی نے بوڑھے سے پوچھا۔

"بابا! کیا کسی طریقے سے اس عورت کی یادداشت بھی واپس آسکتی ہے؟"

بوڑھے نے کہا۔"ایک منٹ ٹھہرو۔"

اس نے صندوق میں سے ایک پرانی کتاب نکالی اور لیمپ کی روشنی میں اس کے ورق الٹنے شروع کیے۔ایک جگہ اس نے انگلی رکھ کر کچھ سطریں غور سے پڑھیں اور بولا۔

"ایک طریقہ ہوسکتا ہے۔"

"وہ کیا ہے بابا؟" کانچی نے جلدی سے پوچھا۔

بوڑھے تبتی نے کتاب بند کرکے ایک طرف رکھ دی اور بولا۔

"اس عورت کو لے کر بنارس شہر جاؤ وہاں چتر ویدی نام کا ایک پنڈت رہتا ہے۔وہ سنگرینی منتر کا توڑ جانتا ہے۔اگر وہ راضی ہوگیا تو اس عورت کو وہی پنڈت ٹھیک کرسکتا ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم نے وہ رات وہاں رہنے کی بجائے بیروگنج سے ریل گاڑی پکڑی اور بنارس کی طرف روانہ ہوگئے۔

...☆☆☆...

ریل گاڑی گورکھپور پہنچی تو پاروتی کو ہوش آگیا۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔مجھے خطرہ تھا کہ وہ ہوش میں آتے ہی شور مچادے گی کہ تم مجھے کہاں لیے جارہے ہو؟ میں پجاری راج گرو کی داسی ہوں۔مجھے اس کے پاس پہنچاؤ۔اس طرح لوگ اکٹھے ہوجاتے اور یہی سمجھتے کہ ہم ایک عورت کواغوا کرکے لے جارہے ہیں۔ وہ ہمیں پولیس کے حوالے کردیتے او ر میں ایک نئی مصیبت میں پھنس جاتا مگر ایک عجیب بات ہوگئی۔ہوش میں آتے ہی پاروتی نے آنکھیں کھول کر پہلے مجھے دیکھا۔پھر کانچی کو دیکھا۔پھر گاڑی کے ڈبے میں بیٹھے ہوئے مسافروں کو دیکھااور آہستہ سے کہا۔

”مجھے بھوک لگی ہے۔مجھے پیاس لگی ہے۔“ کانچی نے اس وقت تھیلے میں سے میٹھی روٹی نکال کر اسے دی۔ایک مسافر کی صراحی میں سے پانی پیالے میں ڈال کر اسے دیا۔پاروتی بڑے آرام سے روٹی کھانے لگی۔میں اسے غور دیکھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رہاتھا۔پاروتی کی اب پجاری راج گرو والی یادیں بھی اس کے ذہن سے غائب ہوگئی تھیں۔اسے یہ بھی یاد نہیں رہاتھا کہ پجاری کے پاس اوپر گپھا میں رہتی تھی۔وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔وہ مجھے بالکل ایک نئی عورت لگ رہی تھی جس کو کچھ بھی یاد نہیں تھا۔روٹی کھانے کے بعد پاروتی نے پانی پیااور بولی۔

”مجھے نیند آرہی ہے۔“

اور وہ جہاں پہلے لیٹی ہوئی تھی وہیں لیٹ گئی اور سوگئی۔کانچی کہنے لگی۔

”یہ بڑی اچھی بات ہوئی ہے کہ اسے مکار پجاری راج گرو بھی یاد نہیں رہا۔“ میں نے کہا۔”ہاں اور سب سے اچھی بات یہ ہوئی ہے کہ اس کی زندگی سنگرینی کے منتر کی آگ سے محفوظ ہوگئی ہے۔اس کمینے پجاری نے یہی سوچاتھا کہ جتنا عرصہ میں اس کی مدد سے مندروں اور خزانوں کی دولت سمیٹ سکتا ہوں سمیٹ لوں اس کے بعد اگر سنگرینی منتر کی وجہ سے اس کاجسم جل کرراکھ ہوجاتا ہے تو بے شک راکھ ہوجائے۔“

کانچی کہنے لگی۔”اب بھگوان کرے کہ بنارس والا پنڈت اس کو ٹھیک کردے۔ اس کی پرانی یادداشت واپس آجائے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔"اور یہ پجاری کو بھی بھول جائے۔"

"پرانی یادداشت واپس آگئی تو پجاری کو یہ اپنے آپ بھول چکی ہوگی۔"

کانچی نے یہ کہہ کر پاروتی کی طرف غور سے دیکھا پھر کہنے لگی۔

"تم پہلے کبھی بنارس گئے ہو؟"

میں نے کہا۔"شہر کے اندر کبھی نہیں گیا۔ریل گاڑی میں ایک بار شہر کے قریب سے گزرا ضرور تھا۔"

کانچی بولی۔"میں نے بنارس میں ایک سال گزارا ہے۔میں اس شہر کے سارے گلی کوچوں سے واقف ہوں۔یہ پنڈت چترویدی ضرور کوئی مشہور پنڈت ہوگا۔بنارس شہر میں ایسے پنڈتوں کی کمی نہیں ہے۔وہاں سے ہمیں اس کے گھر کا پتہ چل جائے گا۔"

میں اس اعتبار سے مطمئن ہوگیا تھا کہ پاروتی کو ہوش آگیا ہے اور ہوش میں آنے کے بعد وہ مکار پجاری کی ساری یادیں بھول چکی ہے۔ورنہ وہ شور مچا کر ہم سب کوحوالات میں بند کراسکتی تھی۔یہ بہت ہی سخت مرحلہ تھا جو آسانی سے گزر گیا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس کے لیے میں آج بھی جبکہ میں پاروتی ناگن کی کہانی لکھ رہا ہوں اس بوڑھے تبتی کا شکر گزار ہوں۔

گورکھپور سے ہم نے ٹرین بدلی اور بنارس جانے والی ریل گاڑی میں سوار ہو گئے۔اس دوران پاروتی جاگ پڑی تھی اور چپ چاپ اپنی سیٹ پر بیٹھی خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔وہ کسی کو بھی نہیں پہچانتی تھی۔اس کے لیے سارا ماحول اجنبی تھا۔وہ کوئی بات بھی نہیں کرتی تھی۔جس وقت بات کرنے کی بہت سخت ضرورت ہوتی تو صرف ایک بات کرتی اور خاموش ہوجاتی۔

جب ہم گورکھپور کے اسٹیشن پر

بنارس جانے والی گاڑی میں بیٹھ گئے تو میں نے پاروتی سے کہا۔

"پاروتی! کیا تم مجھے پہچانتی ہو؟"

وہ میری طرف خالی خالی نظروں سے تکنے لگی۔میں نے اسے ماضی کے کئی ایک واقعات یاد دلائے۔مگر پاروتی کے چہرے پر کسی قسم کا تاثر نہ ابھرا۔اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔جب میں نے اپنی بات ختم کی تووہ کھڑکی میں سے باہر دیکھنے لگی۔جیسے اس نے میری کوئی بات نہ سنی ہو۔کانچی نے مجھے آنکھ کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اشارے سے خاموش رہنے کو کہا اور میں نے اس کے بعد پاروتی سے کوئی بات نہ کی۔

ٹرین دوپہر کے بعد بنارس پہنچی۔پاروتی جاگ رہی تھی۔اس نے نہ مجھ سے پوچھا نہ کانچی سے پوچھا کہ یہ کونسا شہر ہے۔ہمارے ساتھ خاموشی سے ڈبے سے اتر کر اسٹیشن سے باہر آگئی۔وہ اپنے آپ ہمارے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں وہ بھاگ نہ جائے لیکن بھاگنا تو دور کی بات ہے وہ ہم سے الگ بھی نہیں ہوتی تھی۔کانچی کے ساتھ لگ کر چل رہی تھی۔کانچی نے ایک دو بار اس سے بات بھی کی لیکن پاروتی نے کوئی جواب نہ دیا۔

بنارس پہنچنے کے بعد کانچی ہمیں ایک محلے میں لے گئی جس کی ایک تنگ سی گلی میں اس کی ایک سہیلی رہتی تھی۔وہاں ہم تھوڑی دیر ٹھہرے۔کانچی نے اس سے پنڈت چترویدی کے بارے میں پوچھا۔اس کی سہیلی نے کہا۔

”یہ پنڈت تو سانپوں کے ساتھ رہتا ہے۔تم اس کے پاس کیوں جارہی ہو؟“

کانچی نے پاروتی کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہ میرے دوست کی بیوی ہے۔اس کو بیماری لگ گئی ہے یا کسی نے اس پر جادو کردیا ہے۔یہ کسی کو نہیں پہچانتی۔کسی سے بات نہیں کرتی۔پنڈت جی سے ہم اس کا علاج کرانے آئے ہیں۔“

کانچی کی سہیلی نے بڑے غور سے پاروتی کو دیکھا اور کہا۔

”یہ پنڈت شہر سے باہر دریا کی ساتویں گھاٹ کے پیچھے ایک جھونپڑی میں رہتا ہے۔وہ کسی سے ملتا جلتا نہیں۔بس جھونپڑی میں ہی سارا دن گزار دیتا ہے۔لوگ کہتے ہیں وہ رات کے اندھیرے میں دریا پر جاتا ہے اور ٹانگ دریامیں کھڑی کرکے کوئی چلہ کاٹتا ہے۔“

میرے لیے یہ باتیں کوئی انوکھی نہیں تھیں۔بھارت میں میں نے تقریباً ہر سادھو جوگی سنیاسی کو اس قسم کی واہیات حرکتیں کرتے دیکھا تھا۔کانچی کو بھی کوئی حیرانی نہ ہوئی تھی۔سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے ہم پاروتی کو لے کر دریا گنگا کے ساتویں گھاٹ پر آگئے۔بنارس کے باہر دریائے گنگا کے کنارے کئی گھاٹ ہیں۔ہر گھاٹ کو کسی نہ کسی جوگی نے سنبھال رکھا ہے وہیں ضعیف الاعتقاد ہندو مرد اور عورتیں اس جوگی کے پاس آکر اس کو اپنی دنیاوی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مشکلیں بیان کرتی ہیں اور جوگی ان سے روپے پیسے لے کر ان کی مشکلات کے الٹے سیدھے حل بتادیتا ہے جن کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔اگر ان میں سے کسی ایک عورت یا مرد کی مشکل اس کی اپنی کوشش کے نتیجے میں حل ہوجاتی ہے تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ جوگی سادھو کی وجہ سے اس کی مشکل آسان ہوئی ہے اور یوں جوگی کی مشہوری ہوتی رہتی ہے۔

ساتواں گھاٹ دریا کے جنوب میں درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب تھا۔ان درختوں میں ہمیں ایک جھونپڑی نظر آئی۔کانچی نے کہا۔

”ضرور یہی پنڈت جی کی جھونپڑی ہوگی۔چلو چل کر پتہ کرتے ہیں۔“

پاروتی خاموش کھڑی یوں ہماری باتیں سن رہی تھی جیسے اسے ہماری باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔جیسے ہم کسی ایسی زبان میں باتیں کررہے ہیں جو اس کی سمجھ سے باہر ہے۔ہم جھونپڑی کی طرف آگئے۔یہاں ایک بوڑھا ہمیں دریا کی طرف جاتا ملا۔کانچی نے اس سے پوچھا۔

”بابا !پنڈت چترویدی کی جھونپڑی یہی ہے؟“

بوڑھے نے کان کوہاتھ لگا کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہی ہے۔“

اور یوں تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا آگے نکل گیا جیسے خوف زدہ ہوگیا ہو۔

پنڈت کی جھونپڑی کے آگے ٹاٹ کا پردہ گرا ہوا تھا۔آس پاس کوئی بھی نہیں تھا۔میں نے ذرا اونچی آواز میں کہا۔

”پنڈت جی پرنام!“

اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔میں نے دوسری بار آواز دی۔پھر بھی کوئی جواب نہ آیا۔میں نے کانچی سے کہا۔

”معلوم ہوتا ہے پنڈت جی اندر نہیں ہیں۔“

اب کانچی نے آواز دی تو اندر سے کسی نے غصیلی آواز میں جھڑک کر کہا۔

”کون ہو تم جو مجھے تنگ کرنے آگئے ہو۔چلے جاؤ یہاں سے۔“

میں نے کہا۔”پنڈت جی! ہم بڑی دور سے آپ کے درشن کو آئے ہیں۔“

کانچی نے بھی کہا۔”گورودیو! ہم کیلاش پربت سے چل کر آئے ہیں۔“

کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔اس کے بعد پنڈت جی کی آواز آئی۔

”آجاؤاندر۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں کانچی او ر پاروتی پردہ ہٹا کر جھونپڑی میں داخل ہوگئے۔ جھونپڑی میں لوبان جل رہاتھا۔ایک طرف سانپوں کی پٹاریاں قطار میں پڑی تھیں۔ایک موٹا تازہ بھاری توند والا آدمی صرف دھوتی باندھے' شانوں پر گرم چادر ڈالے چوکڑی مار کر اس طرح بیٹھا تھا جیسے گیان دھیان میں مصروف ہو۔اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔رنگ گہرا سانولا تھا۔بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔یہ پنڈت چترویدی تھا۔اس نے ہماری طرف بے نیازی سے دیکھا۔ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ہم وہیں بیٹھ گئے۔میں نے پاروتی کی طرف دیکھا۔وہ یوں چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی جیسے اس کااس ماحول سے کوئی تعلق نہ ہو۔

پنڈت نے پوچھا۔

"کس لیے آئے ہو۔جلدی بتاؤ۔"

کانچی نے بات شروع کی۔اس نے پنڈت کو بتایا کہ پاروتی میری چھوٹی بہن ہے۔اس کے سر پر درخت گرنے کی وجہ سے چوٹ لگ گئی تھی۔تب سے یہ چپ ہوگئی ہے۔بہت کم بات کرتی ہے اور اسے کچھ یاد نہیں رہا کہ یہ کون ہے۔اس کی یادداشت غائب ہوگئی ہے۔پنڈت چترویدی نے پاروتی کو اپنے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

قریب بلایا۔پاروتی خاموشی سے اٹھ کر پنڈت کے سامنے جاکر بیٹھ گئی۔پنڈت نے پاروتی کے ہاتھ کی لکیروں کو غور سے دیکھا پھر اس کے ہاتھ کو ناک کے پاس لے جاکر سونگھا۔میں پنڈت کے چہرے کو تک رہا تھا۔میں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر اچانک ایک تبدیلی رونما ہوگئی تھی۔

پنڈت نے پاروتی کو بے نیازی سے کہا۔

"پیچھے ہٹ کر بیٹھ جاؤ۔چلو۔"

پاروتی ہمارے پاس آکر سر جھکا کر بیٹھ گئی۔پنڈت نے ایک پوتھی نکالی۔اس کو غور سے پڑھا۔پھر خالی کاغذ پر چند ایک لکیریں ڈال کران لکیروں کو بڑے غور سے دیکھنے لگا۔میں اور کانچی چپ چاپ بیٹھے تھے۔پنڈت نے پوتھی ایک طرف رکھ دی اور کانچی کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"تمہاری بہن پر کسی نے جادو کیا ہوا ہے۔اس کی یادداشت درخت کے گرنے کی وجہ سے گم نہیں ہوئی۔"

میں نے فوراً کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مہاراج! آپ بہت بڑے گیانی ہیں۔ میری پتنی کو ٹھیک کردیں۔ ہم یہی آس لگا کر اتنی دور سے آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ ہی اسے ٹھیک کرسکتے ہیں۔“

پنڈت نے آنکھیں بند کرلیں۔ گہرا سانس لیا۔ ایک اور گہرا سانس لیا۔ آنکھیں کھول کر پاروتی کی طرف دیکھا اور بولا۔

”میں نے اس بچی پر کئے گئے جادو ٹونے کا توڑ معلوم کرلیا ہے۔“

ہم بڑے خوش ہوئے۔ پنڈت نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”لیکن اس کے لیے مجھے اس پرخاص چلہ کرنا ہوگا۔ یہ چلہ تین راتوں کا ہوگا۔“

میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کانچی نے جھٹ کہہ دیا۔

”ٹھیک ہے مہاراج! آپ یہ چلہ ضرور کریں ہماری بہن کو کسی طرح اچھا کردیں۔ اس کی یادداشت واپس آجائے۔ ہم آپ کی بڑی سیوا کریں گے۔“

پنڈت نے ایک بار پھر دو گہرے سانس لیے اور بولا۔

”آج رات تم اس بچی کو میری جھونپڑی میں چھوڑ کر خود دریا کے گھاٹ پر چلے جاؤ۔ دوسری رات بھی ایسا ہی کرنا۔ تیسری رات بھی یہی عمل دہرایا جائے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گا۔ بھگوان نے چاہا تو تیسری رات کے بعد تمہاری بہن کی یادداشت واپس آجائے گی۔ چلو جاؤ۔ اب یہاں سے دفع ہوجاؤ۔ مجھے گیان دھیان کرنا ہے۔“

پنڈت نے ہمیں جھڑک کر جھونپڑی سے باہر نکال دیا۔ میں تذبذب میں تھا۔ کانچی کہنے لگی۔

”تم دیکھ لینا اب پاروتی دیوی بالکل ٹھیک ہوجائے گی۔ یہ پنڈت بڑا گیانی لگتا ہے۔“

میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میں رات کے وقت اس پنڈت کے پاس پاروتی کو اکیلا چھوڑوں مگر دوسرا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔ اوپر سے کانچی کا بھی مجھ پر دباؤ تھا۔ یہ خیال بھی آیا کہ ہوسکتا ہے یہ پنڈت اپنے جنتر منتر سے پاروتی پر پجاری نے جو سنگرینی منتر پھونکا ہوا ہے اس کا جادو توڑ دے اور پاروتی پھر سے نارمل حالت میں آجائے۔ دل نہیں چاہتا تھا لیکن میں نے اپنے دل کے اشاروں پر عمل نہ کرتے

ہوئے پاروتی کو پنڈت کی جھونپڑی میں تین راتیں بسر کرنے کی اجازت دے دی۔ رات کے وقت ہم بنارس شہر سے نکل کر پنڈت کی جھونپڑی پر آگئے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لگتا تھا کہ وہ پہلے سے ہمارا انتظار کر رہا تھا۔اس نے پاروتی کو ہمارے سامنے جھونپڑی کے فرش پر بچھی ہوئی ہرن کی کھال پر آلتی پالتی مار کر بٹھادیا۔ پیتل کی تھالی میں لوبان سلگادیا اور خود بھی اس کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا اور ہمیں کہا کہ ہم دریا کے گھاٹ پر چلے جائیں اور سورج نکلنے کے بعد آکر پاروتی کو لے جائیں۔ہم پاروتی کو پنڈت کی جھونپڑی میں اکیلا چھوڑ کر دریا کے گھاٹ پر آکر ایک خالی چبوترے پر بیٹھ گئے۔یہاں سے ہمیں دور گھنے درختوں کے نیچے جھونپڑی کا دروازہ نظر آرہا تھا۔میں تھوڑی دیر بعد جھونپڑی کے دروازے کو دیکھ لیتا تھا۔جھونپڑی پر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

دریا کے اس ساتویں گھاٹ پر دن بھر مسافروں سے بھری ہوئی کشتیاں آتی جاتی رہیں۔ہم نے ایک کھوکھے کے باہر بیٹھ کر دوپہر کو تھوڑا بہت کھانا کھایا۔سورج غروب ہو رہا تھا۔گنگا کی سطح سنہری ہو رہی تھی۔بنارس شہر کی عمارتوں پر بھی ڈوبتے سورج کی سنہری کرنیں پڑ رہی تھیں۔سورج کی روشنی آہستہ آہستہ رات کے اندھیرے میں گھل مل گئی۔میں اور کانچی دونوں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چبوترے پر بیٹھے تھے۔کسی کسی وقت ہم پنڈت کی جھونپڑی پر نگاہ ڈال لیتے تھے۔جھونپڑی رات کے اندھیرے میں بے معلوم سی نظر آرہی تھی۔میری طبیعت کو نہ جانے کیوں ایک بے چینی سی لگ گئی تھی۔میں اٹھ کر ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔کانچی نے پوچھا۔

”کیابات ہے تم مجھے پریشان لگ رہے ہو۔“

میں آکر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

”کانچی! یہ پنڈت کہیں کوئی بدمعاش آدمی تو نہیں ہے؟“

کانچی نے نفی میں سرہلایااور بولی۔

”یہ آدمی اگر ایسا ہوتا تو سارے بنارس میں بدنام ہو گیا ہوتا لیکن ایسی بات نہیں ہے۔میری سہیلی نے بھی اس کے بارے میں بری رائے نہیں دی تھی۔“

”مگر جو بوڑھا ہمیں راستے میں ملا تھا اس نے تو پنڈت کی جھونپڑی کی طرف اشارہ کرکے کانوں کو ہاتھ لگایا تھا۔“

کانچی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ پنڈت نے قسم قسم کے زہریلے سانپ پال رکھے ہیں اور وہ کسی سے نہیں ملتا۔اس لیے لوگ اس سے ڈرنے لگے ہیں۔اس کے سوا کوئی بات نہیں ہے۔بے فکر ہو کر بیٹھو۔تم دیکھ لینا پاروتی بالکل ٹھیک ہوجائے گی۔پھر پجاری راج گرو کامنتر اس پر کبھی نہیں چل سکے گا اور ناگ پور ترچناپلی کے مندروں کے خزانے محفوظ ہوجائیں گے۔“

کانچی کواپنے مندروں کے خزانوں کی پڑی تھی اور مجھے پاروتی کی فکر لگی تھی کہ پنڈت اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کربیٹھے۔پاروتی نے تو آگے سے کچھ بولنا ہی نہیں تھا۔کبھی خیال آتا کہ یہ پنڈت چھٹا ہوا بدمعاش ہے اور کبھی خیال آتا کہ نہیں۔پنڈت بڑا پارسا اور پاکباز آدمی ہے۔اسی کشمکش میں کبھی اٹھ کھڑا ہوتا‘ دو قدم دریا کے کنارے ٹہلتا اور کبھی کانچی کے پاس آکر بیٹھ جاتا۔کانچی نے پریشان ہو کر پوچھا۔

”آخر تمہیں کونسی چیز اتنی پریشان کررہی ہے؟“

میں نے صاف صاف کانچی کو اپنے دل کی کیفیت بیان کردی۔اس نے مجھے ڈانٹ کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”خبردار پنڈت بڑا رشی منی ہے۔اس کے بارے میں ایسے خیال دل میں مت لاؤ۔اس کی شہرت ایسی نہیں ہے۔“

اسی الجھن میں رات آدھی سے زیادہ گزر گئی۔گھاٹ پر بھی خاموشی طاری تھی۔دریا کاپانی بڑے سکون سے بہہ رہا تھا۔رات کے اندھیرے میں دریا کے دوسرے کنارے پر بنارس شہر کے مکانوں کی روشنیاں کہیں کہیں جھلملا رہی تھیں۔ان کاعکس بھی دریا کے پانی میں جھلملا رہاتھا۔

جب آسمان پر پچھلے پہر کی نیلی روشنی پھیلنے لگی تو مجھ سے نہ رہا گیا۔میں نے کانچی سے کہا۔

”مجھے مت روکنا۔میں پاروتی کو دیکھنے جھونپڑی میں جارہا ہوں۔“

اور میں اٹھ کر تیز تیز قدموں سے جھونپڑی کی طرف چلنے لگا۔کانچی بھی میرے پیچھے پیچھے چل پڑی۔وہ مجھے روک رہی تھی۔مگر میں نے اس کی بالکل پروا نہ کی اور جھونپڑی کے پاس جاتے ہی ٹاٹ کا پردہ اٹھادیا۔جھونپڑی خالی پڑی تھی۔دیا جل رہاتھا۔تھالی میں لوبان سلگ سلگ کر ختم ہوگیا تھا۔وہاں نہ پنڈت تھا اور نہ پاروتی... میں نے غصے میں چلا کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کانچی! جھونپڑی خالی ہے۔ تمہارا رشی مٹی پنڈت پاروتی کو لے کر بھاگ گیا ہے۔“

کانچی بھی جھونپڑی میں آگئی۔ حیران نظروں سے خالی جھونپڑی کو دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی۔

”ایسا نہیں ہوسکتا۔ وہ ضرور باہر چلہ کررہا ہوگا۔“

ہم نے دیکھا کہ جھونپڑی کی عقبی دیوار کا گھاس پھوس ایک جگہ سے ہٹا ہوا تھا اور وہاں ایک سوراخ بنا ہوا تھا۔ میں نے پنڈت کو گالی دے کر کانچی سے کہا۔

”وہ یہاں سے پاروتی کو بھگا کر لے گیا ہے سامنے سے اس لیے نہیں گیا کہ ہم اسے دیکھ لیں گے۔“

ہم دیوار کے شگاف میں سے نکل کر جھونپڑی کی دوسری طرف آگئے۔ رات کے اندھیرے میں وہاں گہرا سناٹا تھا۔ کسی طرف کوئی نہیں تھا۔ میں نے پاروتی کو دو تین آوازیں دیں۔ حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ پاروتی میری آواز کا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جواب نہیں دے گی لیکن میں سخت غصے اور پریشانی کی حالت میں تھا۔ میں نے کانچی سے کہا۔

”وہ حرامی پنڈت زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔ ہمیں اس کا پیچھا کرنا چاہیے۔ آؤ میرے ساتھ۔“

کانچی بھی حیران و پریشان تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ پنڈت پاروتی کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔ جھونپڑی کے پیچھے اندھیرے میں کہیں کہیں درخت تھے۔ دور شاید سڑک کی بتیاں تھیں جو روشن تھیں۔ میں نے کانچی سے کہا۔

”وہ کوئی سڑک معلوم ہوتی ہے۔ جلدی سے آؤ۔“

ہم تیز تیز چلتے درختوں اور اونچے نیچے ٹبوں سے گزرتے سڑک پر آگئے۔ سڑک خالی پڑی تھی۔ میرا دماغ کھول رہا تھا۔ میں سخت طیش کی حالت میں تھا کہ پنڈت کہیں مل جائے تو میں اس کی گردن اتار دوں۔ مگر میں مجبور تھا۔ اتنے میں ایک طرف سے کسی گاڑی کی روشنیاں نظر آئیں۔

یہ ایک بس کی روشنیاں تھیں جو ہمارے قریب آکر کھڑی ہوگئی۔ ہم بس اسٹاپ پر کھڑے تھے۔ میں نے کانچی سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اس بس میں بیٹھ جاتے ہیں۔پنڈت آگے گیا ہو گا۔“

بس میں مزدور پیشہ لوگ بیٹھے اونگھ رہے تھے۔یہ بس صبح منہ اندھیرے مزدوروں کو لے کر کارخانوں کی طرف جارہی تھی۔

کانچی نے کہا۔”نہیں نہیں۔ہم آگے نہیں جائیں گے۔“

بس بمشکل ایک دو سیکنڈ رکی اور آگے چل دی۔کانچی کہنے لگی۔

”ہمیں سب سے پہلے شہر چل کر پنڈت کو تلاش کرنا ہو گا۔وہ اتنی جلدی یہاں سے باہر نہیں جائے گا۔“

میں نے کہا۔”ہمیں کیا معلوم کہ وہ پاروتی کو لے کر کب کا یہاں سے نکل پڑا ہے؟“

کانچی نے میرا بازو پکڑا اور مجھے کھینچتے ہوئے دریا کے گھاٹ کی طرف چلنے لگی۔

”ہم شہر میں اپنی سہیلی کے پاس جا کر معلوم کرتے ہیں۔اسے پنڈت کے ٹھکانوں کا ضرور علم ہو گا کہ وہ کہاں کہاں جا سکتا ہے؟“

ہم ایک گھاٹ پر کشتی میں بیٹھ گئے۔دریا پار کر کے بنارس شہر میں داخل ہوئے۔شہر کی گلیوں کے مندروں کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔لوگ پوجا پاٹھ کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لیے گھروں سے نکل کر دریا کی طرف چل پڑے تھے۔کانچی کی سہیلی بھی جاگ رہی تھی۔جب ہم نے اسے بتایا کہ بدمعاش پنڈت پاروتی کو اغوا کر کے فرار ہو گیا ہے تو اسے یقین نہ آیا۔کہنے لگی۔

”اس سے پہلے ہم نے پنڈت کے بارے میں ایسی کبھی کوئی بات نہیں سنی۔آپ لوگوں کو ضرور کوئی مغالطہ ہوا ہے۔وہیں جا کر تلاش کرو۔پنڈت دریا پر کہیں ہو گا۔“

جب میں نے اسے بتایا کہ پنڈت کی جھونپڑی کی عقبی دیوار میں شگاف پڑا ہوا ہے اور وہ وہیں سے پاروتی کو لے کر فرار ہوا ہے تو وہ سوچ میں پڑ گئی، کہنے لگی۔

”ہم نے سنا ہے کہ پنڈت کبھی کبھی ناگ پور کے مہاناگ مندر میں یاترا کرنے جایا کرتا تھا۔وہ ضرور وہیں گیا ہو گا۔“

بھارت کے ملک میں اپنی آوارہ گردیوں اور جنگل جنگل شہر شہر پھرنے کے دوران مجھے کافی شہروں سے واقفیت ہو گئی تھی۔میں نے کہا۔

”ناگ پور تو یہاں سے بہت دور ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کانچی کی سہیلی نے کہا۔

”میرا من کہتا ہے کہ پنڈت ضرور پاروتی کو لے کر ناگ پور ہی گیا ہوگا۔اس کی ایک دوسری وجہ بھی ہے۔“

”وہ کیا؟“ کانچی نے پوچھا۔

اس کی سہیلی کہنے لگی۔

”ناگ پور کے مہاناگ مندر میں ایسی دیوداسیاں رکھی جاتی ہیں جو سانپوں کی پوجا کرتی ہیں۔یہ دیوداسیاں مندر کے پجاری دوسرے شہروں سے عورتوں کواغوا کرکے لاتے ہیں۔عام طور پریہ ایسی عورتیں ہوتی ہیں جن کا کوئی والی وارث نہیں ہوتا۔مندر کاپجاری ایسی عورتوں کوبھاری رقم دے کر خرید بھی لیتا ہے۔ ہوسکتا ہے پاروتی کو دیکھ کر پنڈت کے دل میں خیال آگیا ہو کہ کیوں نہ اسے ناگ پور کے مندر میں

لے جاکر فروخت کردیاجائے۔“

کانچی کی سہیلی نے کوئی یقینی بات نہیں کہی تھی لیکن ہمارے سامنے کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔جب میں نے کانچی کی سہیلی سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ پنڈت یہیں کسی جگہ چھپا ہوا ہو؟“

اس کے جواب میں وہ عورت بولی۔

”کسی عورت کو اغوا کرکے وہ اس شہر میں کبھی نہیں رہے گا۔میری مانو تم لوگ ناگ پور جاؤ۔وہ تمہیں وہیں ملے گا۔اب یہ میں نہیں بتاسکتی کہ تمہاری پاروتی بھی اس کے پاس ہوگی یا نہیں؟“

کانچی کو بھی معلوم تھا کہ ناگ پور بنارس سے بہت دور ہے اور ہمارے پاس پیسے بھی نہیں تھے۔اس نے اپنی سہیلی سے کچھ روپے ادھار مانگے تو وہ بولی۔

”میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ میں کسی کو ادھار بھی دے سکوں۔“

ہم مایوس ہوگئے۔اس کی سہیلی نے کانچی سے کہا۔

”کانچی! تم تومندر کی دیوداسی ہو۔تمہیں تومعلوم ہی ہے کہ بھارت کی ریل گاڑیوں میں سفر کرنے والے سادھو جوگی اور جوگنوں سے کوئی ٹکٹ نہیں پوچھتا۔تم لوگ جوگی جوگن بن کر ناگ پور کیوں نہیں جاتے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کانچی کی سہیلی نے بڑااچھا مشورہ دیا تھا۔اس طریقے سے ہمارا حلیہ بھی بدل جاتا اور پنڈت اگر وہاں ہواتووہ ہمیں پہلی نظر میں پہچان کر فرار ہونے کی بھی کوشش نہیں کرے گا۔میں نے کانچی سے کہا۔

”کانچی تمہاری سہیلی نے بڑا اچھا مشور دیا ہے۔ہم جوگی جوگن بن کر سفر کریں گے۔اس طرح پنڈت بھی ہمیں اتنی جلدی نہیں پہچان سکے گا۔“

کانچی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔“

کانچی کے گھر میں ہی ہم نے جوگی جوگنوں والا لباس پہن لیا۔کانچی نے گیروے رنگ کی ساڑھی پہن لی۔بال کھول لیے۔گلے میں ریٹھوں کی مالا پہن لی۔جب ہم کانچی کی سہیلی کے گھر سے نکلے تو دن کافی نکل آیا تھا۔ہم دونوں جوگی اور جوگن بنے ہوئے تھے۔ہاتھوں میں کرمنڈل تھے۔میرے ہاتھ میں ترشول بھی تھا۔ماتھے پر راکھ مل کر کر لال تلک لگایا ہوا تھا۔

ہم وہاں سے سیدھا ریلوے اسٹیشن پر آگئے۔یہاں ایک بابو سے پوچھا کہ ناگ پور کو کونسی گاڑی جاتی ہے۔اس نے دیوار پرلگے ہوئے بورڈ کوپڑھ کر بتایا کہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ناگ پور کو گاڑی ایک گھنٹے بعد جائے گی۔ٹکٹ ہم نے نہیں لیے تھے۔کیونکہ جیسا کہ کانچی کی سہیلی نے بتایاتھا اور میرا بھی تجربہ تھا بھارت میں ریل گاڑیوں میں سفر کرنے والے فقیر‘ جوگی‘ سادھو اور نابینا لوگ ٹکٹ نہیں خریدتے۔انہیں ریلوے ٹکٹ معاف ہوتا ہے۔ہم پوچھتے پوچھتے اس پلیٹ فارم پر آگئے جہاں سے ناگ پور جانے والی گاڑی نی چلنا تھا۔پلیٹ فارم پر بہت سے مسافر اپنے اپنے سامان کے پاس بیٹھے تھے۔ٹرین ابھی نہیں آئی تھی۔ہم دونوں بھی ایک طرف بیٹھ گئے۔

گاڑی نے پیچھے کلکتہ جبل پور سے آناتھا۔اپنے وقت پر گاڑی چھک چھک کرتی پلیٹ فارم میں داخل ہو کر رک گئی۔وہاں شور مچ گیا۔مسافروں میں دھکم پیل شروع ہو گئی۔ہم ایک ڈبے میں داخل ہوئے۔وہاں بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ہندو لوگ جوگی جوگنوں کی بڑی عزت کرتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان سے ڈرتے ہیں کہ کہیں کوئی بددعا نہ دے دیں۔ان کا عقیدہ ہے کہ جوگی کی بددعا کبھی خالی نہیں جاتی۔چنانچہ کوئی جوگی کسی کے گھر چلا جائے تو اس کی خوب آؤ بھگت ہوتی ہے۔ہمیں کھڑے دیکھ کر دو مسافر اپنی جگہ سے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اٹھ کھڑے ہوئے اور ہمیں بڑی عزت و تکریم کے ساتھ اپنی سیٹوں پر بٹھادیا۔ ہم بھی بڑے مزے سے بیٹھ گئے۔سادھو اور جوگی لوگ ہندوستان میں ہر جگہ مل جائیں گے۔اسی طرح گائے اور بیل بھی بھارت کے شہروں میں عام چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ہمارے ہاں ایسے آوارہ بیل نظر آجائیں تو لوگ فوراً اسے ذبح کرکے کھاجائیں۔مگر ہندو لوگ ایسا نہیں کرتے۔وہ گائے کو گئوماتا اور بیل کو وشنو بھگوان کا اوتار سمجھتے ہیں۔چنانچہ نندی بیل وسطی ہند میں ہندوؤں کا ایک دیوتا بھی مانا جاتا ہے جس کی پوجا ہوتی ہے۔

ٹرین چل پڑی۔بڑا لمبا سفر تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ ہمیں ان مسافروں کی وجہ سے راستے میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔یہ ایک رات' ایک دن اور پھر پوری ایک رات کا سفر تھا۔دوسری رات کی صبح کو معلوم ہوا کہ ناگ پور قریب آرہا ہے۔سارا رستہ مسافروں نے ہمیں خوب کھلایاپلایا۔پہلے مسافر اتر جاتے تو دوسرے مسافر آکر ہماری خدمت شروع کردیتے۔آخر گاڑی ناگ پور پہنچ گئی۔ناگ پور بھارت کے وسط میں واقع ہے۔یہاں کے ناگ پوری سنگترے کسی زمانے میں بڑے مشہور تھے۔لیکن پاکستان کے کنوؤں نے اس کی شہرت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ختم کردی ہے۔ہندو سکھ پاکستان آتے ہیں توپاکستان کے کینو سوغات کی طرح ٹوکروں میں بھر کر ساتھ لے جاتے ہیں اور بھارت میں جاکر دوستوں رشتے داروں کو بطور تحفہ دیتے ہیں۔

ناگ پور کا اسٹیشن کافی وسیع تھا۔شہر بھی کافی بڑا تھا۔گاڑی پلیٹ فارم پر رکی تو میں اور کانچی باہر آگئے۔میں نے کانچی سے کہا۔

"اب ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ یہاں مہاناگ مندر کس جگہ پر ہے۔"

ہم نے اسٹیشن پر ہی معلوم کرلیا کہ مہاناگ مندر بھاگیری ندی کے دوسرے کنارے پر سرخ چٹانوں کے درمیان واقع ہے۔ٹرین میں ہی مسافروں نے ہمیں زبردست ناشتہ وغیرہ کروادیاتھا۔ہمیں بالکل بھوک نہیں تھی۔ناگ پور میں رکشے چل رہے تھے۔یہ سائیکل رکشے تھے۔ابھی وہاں موٹر رکشے نہیں آئے تھے۔ہمارے پاس تھوڑے پیسے تھے۔ہم نے ایک رکشے والے کو روک کر کہا کہ ہمیں مہاناگ مندر جانا ہے۔کتنے پیسے لوگے۔وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"مہاراج! میں تو آپ کا سیوک ہوں۔بیٹھئے میں مندر لیے چلتاہوں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس نے ہمیں ناگ مندر پہنچادیااور ایک پیسہ بھی نہ لیا۔ہم نے دور سے ایک اونچی جگہ پر سرخ چٹانوں کے درمیان مندر کے کلس کو دیکھا تو وہیں اتر گئے۔ہمارا ارادہ مندر کی پچھلی جانب سے داخل ہونے کا تھا۔تاکہ اگر پنڈت مندر میں گیٹ کے پاس کہیں موجود ہو تو ہمیں نہ دیکھ لے۔یہ جگہ غیر آباد تھی۔سرخ چٹانوں کاسلسلہ دور تک پھیلا ہواتھا۔زمین اونچی نیچی تھی۔کہیں کہیں تاڑ کے درخت بھی تھے۔مندر کے ارد گرد املی کے کچھ درخت کھڑے تھے۔

مندر کے عقب میں ایک صحن تھا جہاں جگہ جگہ سانپوں کے بت بنا کر چھوٹے چھوٹے چبوتروں پررکھے ہوئے تھے۔یاتری اور پوجا کرنے والے مرد اور عورتیں آکر ان بتوں پر پھول چڑھاتیں اور ماتھا ٹیکتیں۔سامنے مندر کا عقبی دروازہ تھا۔دروازے کے آگے ایک چھوٹا سا تالاب تھا جس کی سیڑھیوں پر مجھے کچھ عورتیں اور مرد نہاتے ہوئے نظر آئے۔عورتوں نے باریک ساڑھیاں پہنی ہوئی تھیں۔ان لوگوں کو ایک دوسرے سے کوئی شرم وحیا محسوس نہیں ہو رہی تھی۔میں نے کانچی سے کہا۔

”کیاخیال ہے ہمیں مندر میں داخل ہونا چاہیے یا باہر بیٹھ کر جائزہ لینا چاہیے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کانچی بولی۔”میرا خیال ہے ہم یہاں ایک طرف تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے ہیں۔“

وہاں اور بھی کئی سادھو وغیرہ دھونی رما کر بیٹھے ہوئے تھے۔ہم نے دھونی تو نہ رمائی۔بس ویسے ہی ایک درخت کے پاس بیٹھ گئے۔ہم دیر تک بیٹھے رہے۔تب کانچی کہنے لگی۔

”اس طرح کب تک بیٹھے رہیں گے۔تم ٹھہرو میں اندر جاکر حالات کا جائزہ لیتی ہوں۔“

کانچی مندر کے عقبی دروازے سے اندر چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد ایک ادھیڑ عمر عورت اپنے ادھیڑ عمر مرد کے ساتھ میرے پاس آئی۔دونوں نے ہاتھ باندھ کر پرنام کیا۔باری باری میرے پاؤں چھوئے اور میرے سامنے زمین پر بیٹھ گئے۔میں سمجھ گیا کہ یہ مجھے جوگی سمجھ کر آگئے ہیں۔میں نے بھی جوگیوں کے انداز میں پوچھا۔

”کیابات ہے بچہ ... میرے پاس کس لیے آئے ہو؟“

مرد نے ہاتھ باندھ کر عاجزی سے کہا۔

”مہاراج! ہم پر بڑی بپتا آن پڑی ہے۔ہماری مدد کریں۔“

میں نے سوچا یہ خواہ مخواہ بپتا سنا کر میرے کان کھائے گا میں خود بپتا میں پڑا ہوا ہوں۔میں نے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے کہا۔

”جاؤ بابا جاؤ کسی دوسرے سادھو کو جا کر اپنی بپتا سناؤ۔“

وہ بولا۔”مہاراج! میری بپتا یہاں کوئی نہیں سنتا۔جو سنتا ہے اسے یقین نہیں آتا۔“

مجھے تھوڑی سی دلچسپی پیدا ہوئی۔میں نے پوچھا۔

”کیا ہے تمہاری بپتا؟“

وہ کہنے لگا۔

”مہاراج! میرا ایک ہی جوان بیٹا ہے۔اس کا نام رامو ہے مہاراج... وہ شہر کے سب سے بڑے سیٹھ کی کوٹھی میں ملازم تھا۔سیٹھ نے اس پر چوری کا جھوٹا الزام لگا کر حوالات میں بند کرادیا ہے۔مہاراج میرا بیٹا بے گناہ ہے۔“

میں نے بیزاری سے کہا۔

”جا کر کسی وکیل سے بات کرو۔میں تمہاری کیا مدد کرسکتا ہوں۔“

وہ بولا۔”مہاراج! اصلی چور کو میں جانتا ہوں۔میں نے اسے چوری کرتے بھی دیکھا ہے۔مگر میری بات کا کسی کو یقین نہیں آتا۔“

میں نے تعجب سے کہا۔

”کیسے پاگل آدمی ہو۔اگر اصلی چور کو جانتے ہو اور تم نے اسے چوری کرتے بھی دیکھا ہے تو تھانیدار کے پاس کیوں نہیں جاتے۔جا کر اسے کہو کہ اصلی چور کو گرفتار کرلے اور تمہارے بیٹے کو چھوڑ دے۔“

وہ آدمی بولا۔”مہاراج! اصلی چور ایک سانپ تھا۔نیلے رنگ کا سانپ۔اسے اب کون پکڑے گا۔وہ تو چوری کرکے نکل گیا تھا۔“

میرے تھوڑے سے کان کھڑے ہوئے۔میں نے پوچھا۔

”اس نیلے سانپ نے کیا چیز چوری کی تھی؟ بھلا سانپ بھی کبھی چوری کرتا ہے؟“

اب اس آدمی نے مجھے جو کہانی سنائی وہ یہ تھی۔جس مال دار سیٹھ کے ہاں اس کا بیٹا ملازم تھا وہ شہر کا بڑا امیر آدمی تھا۔اس کی ایک انگوٹھی تھی جس میں ایک انمول ہیرا جڑا ہوا تھا۔اس ہیرے کی قیمت کروڑوں روپے میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی۔شہر ناگ پور میں اس ہیرے کا بڑا چرچا تھا۔شہر میں سب کی زبان پر تھا کہ سیٹھ رام داس کی انگوٹھی میں ایک ایسا ہیرا جڑا ہوا ہے جس کی قیمت برطانیہ کا بادشاہ بھی ادا نہیں کرسکتا۔وہ ہیرا آج تک کوئی چور اچکا بھی چوری نہیں کرسکا تھا۔کیونکہ سیٹھ سارا دن انگوٹھی پہنے رکھتا تھا۔صرف رات کے وقت ہیرے والی انگوٹھی اتار کر اپنے کسی نوکر کے کوارٹر میں رکھ دیتا تھا کہ غریب نوکر کے بارے میں کون یقین کرے گا کہ اس کے پاس اتنی قیمتی انگوٹھی ہوگی۔ایسا وہ چوروں ڈاکوؤں کو دھوکا دینے کے لیے کرتا تھا۔وہ ہیرے والی انگوٹھی باری باری اپنے گیارہ ملازموں کے کوارٹر میں چھپا دیتا تھا اور نوکروں کو اس نے خبردار کر رکھا تھا کہ اگر ان کے ہاں سے انگوٹھی چوری ہوئی تو وہ انہیں ساری عمر کے لیے جیل بھجوادے گا۔ایسا وہ اس خیال سے کہتا تھا کہ اگر کسی نوکر کے دل میں خیال آجائے کہ وہ کسی چور ڈاکو کے ساتھ مل کر انگوٹھی چوری کروادے تو وہ اس ارادے سے باز رہے۔اس کے ساتھ ہی سیٹھ نے کچھ ہٹے کٹے باڈی گارڈ ملازم رکھے ہوئے تھے جو رات کوارٹر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے باہر چھپ کر پہرہ دیتے تھے کہ کوئی چور انگوٹھی چرانے کے لیے وہاں نہ آجائے۔

اس آدمی نے داستان سناتے ہوئے کہا۔

”مہاراج! آج صبح صبح منہ اندھیرے کی بات کرتا ہوں۔آج رات کو سیٹھ کی قیمتی ہیرے کی انگوٹھی ہمارے کوارٹر میں رکھی گئی تھی۔میرے بیٹے نے اسے گتے کی ایک ڈبی میں بند کرکے اپنے سرہانے کے پاس رکھ دیا تھا۔اس رات ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ ساری رات جاگ کر گزاریں گے۔میں میری بیوی اور میرا اکلوتا بیٹا ہم ساری رات جاگتے رہے اور چوکی پر رکھی اس ڈبی کی حفاظت کرتے رہے جس میں سیٹھ رام داس کی قیمتی انگوٹھی بند تھی۔تھوڑی تھوڑی دیر بعد ہم اسے نکال کر دیکھ بھی لیتے تھے۔جس وقت رات کا پچھلا پہر ہوا تو ایک عجیب بات ہوئی۔میری بیوی سو گئی تھی۔میں اور میرا بیٹا جاگ رہے تھے کوٹھری میں بجلی کا بلب روشن تھا۔ہیرے کی انگوٹھی والی ڈبی چوکی پر ہمارے سامنے پڑی تھی کہ اچانک مجھے سرسراہٹ کی آواز آئی۔میں نے کوئی خیال نہ کیا۔پھر ہلکی سی پھنکار کی آواز آئی۔میں نے پلٹ کر دیکھا کہ ایک نیلے رنگ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کا لمبا سانپ پھن اٹھائے ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔میں اور میرا بیٹا اٹھ کر پرے ہٹ گئے۔میں نے بیٹے سے کہا۔اسے مار ڈالو' سانپ ہے' وہ کوئی ڈنڈا وغیرہ تلاش کرنے لگا۔اتنے میں نیلے سانپ کے منہ سے ایک شعلہ سا نکلا۔ہم ڈر کر دیوار کے ساتھ لگ گئے۔سانپ ہماری طرف آنے کی بجائے چوکی کی طرف گیا جس پر ہیرے کی انگوٹھی والی گتے کی ڈبی پڑی تھی۔سانپ نے ہمارے دیکھتے دیکھتے انگوٹھی والی ڈبی کو منہ کھول کر پکڑا اور جدھر سے آیا تھا ادھر کو واپس چلا گیا۔ہم سہمے ہوئے سانپ کو تکتے ہی رہ گئے۔جب ذرا ہوش آیا تو ہم نے باہر نکل کر شور مچادیا کہ سانپ سیٹھ صاحب کی انگوٹھی لے کر بھاگ گیا ہے۔کوارٹر کے پاس سیٹھ کے جو خفیہ باڈی گارڈ چھپے ہوئے تھے وہ بھی نکل آئے۔کوارٹر کے دوسرے ملازم بھی جاگ پڑے۔کسی نے میری بات کا یقین نہ کیا۔سب یہی کہتے تھے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔مہاراج! یہ میری بپتا ہے جو میں نے آپ کو سنادی۔سیٹھ کو پتہ چلا تو اس نے میرے اکلوتے بیٹے کو حوالات میں بند کروادیا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اپنی عجیب وغریب کہانی سنانے کے بعد وہ آدمی اور اس کی بیوی آنسو بہانے لگے۔اگر میری جگہ کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو وہ بھی اس کی بات پر یقین نہ کرتا اور یہی کہتا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔سیٹھ کی قیمتی انگوٹھی تم دونوں باپ بیٹے نے چرالی ہے لیکن میں سوچ میں پڑ گیا۔یہ واردات ناگ پور شہر میں ہوئی تھی۔پنڈت چترویدی پاروتی کو اغوا کرکے اسی شہر میں لایا تھا۔پاروتی میں یہ طاقت تھی کہ یہ عورت سے ناگن بن جاتی تھی اور ناگن سے دوبارہ عورت کے روپ میں آجاتی تھی۔مجھے یاد ہے کہ جب وہ ناگن بنتی تھی یعنی سانپ کا روپ بدلتی تھی اس سانپ کا رنگ نیلا ہوتا تھا۔مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ پنڈت سانپوں کے علم کا ماہر ہے۔اسے معلوم ہو گیا ہوگا کہ جس عورت پاروتی کو ہم اس کے پاس علاج کے لیے لے کر آئے ہیں اصل میں وہ بڑی طاقت والی عورت ہے مگر اس کی طاقت کچھ وقت کے لیے یادداشت کے ساتھ غائب ہوگئی ہے۔پنڈت نے اپنے علم کے زور سے یہ بھی معلوم کرلیا ہوگا کہ یہ عورت ناگن ہے اور ناگن کا روپ بدل سکتی ہے اور اس سے ناگن کے روپ میں بڑے کام لیے جاسکتے ہیں۔چنانچہ وہ اسے اغوا کرکے ناگ پور لے آیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیونکہ ناگ پور کامہاناگ مندر اپنی دولت ہیرے جواہرات کے خزانے کے لیے سارے ہندوستان میں مشہور تھا۔پنڈت نے اسکیم بنائی ہوگی کہ وہ پاروتی کو اپنے خاص منتروں کی مدد سے سانپ کے روپ میں بدل لے گا اور شہر میں کسی خفیہ جگہ ٹھکانہ بنا کر اس کے ذریعے ناگ مندر کے تمام قیمتی ہیرے جواہرات چوری کرلے گا۔مہاناگ مندر کی دولت چرانے سے پہلے اس نے بطور امتحان پاروتی کو ناگن کے روپ میں سیٹھ کی قیمتی ہیرے کی انگوٹھی چرانے کا فیصلہ کیا ہوگا۔پنڈت نے معلوم کرلیا ہوگا کہ سیٹھ ہررات اپنی انگوٹھی کسی نوکر کے گھر میں رکھتا ہے اور آج رات وہ اپنی انگوٹھی اس بدنصیب آدمی کے کواٹر میں رکھنے والا ہے جومیرے پاس بیٹھا مجھے اپنی کہانی سنا کرآنسو بہارہاتھا۔چنانچہ پنڈت نے رات کے پچھلے پہر پاروتی ناگن کو سانپ کے روپ میں نوکر کے کوارٹر میں بھیجا۔سانپ انگوٹھی منہ میں ڈال کر پنڈت کے پاس لے گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

واقعات کی کڑیاں آہستہ آہستہ کھلتی چلی گئی تھیں اور میرے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ بدمعاش پنڈت اسی شہر میں کسی خفیہ جگہ پرموجود ہے۔کم از کم وہ اس مندر میں نہیں ہے اور پاروتی ایک سانپ کی شکل میں اس کے پاس ہی ہے۔اس دوران کانچی بھی واپس آگئی۔اس نے میرے پاس ایک بوڑھی عورت اور مرد کوبیٹھے ہوئے دیکھا تو کوئی خاص خیال نہ کیا۔مجھے کہنے لگی۔

”میں نے سارا مندر چھان مارا ہے۔وہ آدمی جس کی ہمیں تلاش ہے کہیں نہیں ہے۔“

میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”جس آدمی کی ہمیں تلاش ہے اس کاسراغ مل گیا ہے۔“

کانچی حیرت سے مجھے تکنے لگی۔

”کہاں ہے وہ؟“

”بیٹھو تمہیں سب کچھ بتاتا ہوں۔“

کانچی حیرت سے مورت بنی میرے پاس بیٹھ گئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں کانچی کو وہ ساری کہانی سنانے لگا جو مجھے اس بوڑھے آدمی نے سنائی تھی تو مجھے خیال آیا کہ ان لوگوں کے سامنے مجھے پاروتی کے بارے میں بات نہیں کرنی چاہیے۔میں نے دونوں بوڑھے میاں بیوی سے کہا۔

”تم سامنے والے درخت کے نیچے جا کر بیٹھ جاؤ۔میں ابھی تمہیں بلاؤں گا۔“

دونوں بے چارے میرے اور کانچی کے پاؤں چھو کر اٹھے اور سامنے والے درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔میں نے جس طرح ان لوگوں کی بپتا سنی تھی اور جس قسم کے ان سے سوال پوچھے تھے اس سے دونوں بوڑھے میاں بیوی کو امید پیدا ہو گئی تھی کہ میں ان کے دکھ کا علاج کر سکوں گا۔

تب میں نے نیلے سانپ کے ہیرے کی انگوٹھی چرا کر لے جانے کی ساری کہانی کانچی کو بیان کر دی۔وہ بڑے غور سے سنتی رہی کہنے لگی۔

”ہو نہ ہو یہ تمہاری ناگن دیوی ہی سانپ کے روپ میں انگوٹھی چرانے ان لوگوں کے کوارٹر میں گئی تھی۔اس کا مطلب ہے کہ وہ مکار پنڈت بھی اسی شہر میں ہے اس مندر میں میں نے سارا دیکھ لیا ہے۔وہ مندر میں نہیں ہے۔“

میں نے کانچی سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”سب سے پہلے ہمیں پنڈت کی بجائے پاروتی کا کھوج لگانا ہو گا۔“

کانچی نے پوچھا۔

”ناگن دیوی تو سانپ کے روپ میں ہو گی اس کا سراغ ہمیں کیسے ملے گا؟“

میں نے جیب سے وہ رومال نکال کر اسے دکھایا جس میں سے پاروتی کے جسم کی بو آتی تھی۔میں نے کہا۔

”یہ پاروتی کا رومال ہے۔اس میں اس کی بو رچی ہوئی ہے۔“

میں نے کانچی کو پاروتی کے بارے میں اصل واقعات بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔کانچی نے رومال کو پکڑ کر سونگھا۔کہنے لگی۔

”مجھے تو اس میں سے کوئی بو محسوس نہیں ہوئی۔“

میں نے اسے بتایا کہ اس بو کو صرف کوئی سانپ ہی محسوس کر سکتا ہے۔

”اور اگر ہمیں کوئی سانپ مل جائے تو ہم اسے رومال کو بو سنگھا کر پاروتی کا کھوج لگا سکتے ہیں۔کیونکہ مجھے یقین ہے کہ سانپ اس رومال میں سے ناگن پاروتی کی بو سونگھ کر اس کی تلاش میں چل پڑے گا۔“

”یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا کہ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میں پاروتی دیوداسی کی طاقت سے واقف ہوں۔

"اور پھر میں سانپ کو حکم دوں گا کہ اس رومال میں سے جس ناگن کی بو آرہی ہے اس کی تلاش میں نکل پڑے۔"

کانچی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ ایسا ہوسکے گا۔ مگر اس کو بھی دوسرا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا۔ کیونکہ مکار پنڈت کو اتنے بڑے شہر ناگ پور میں تلاش کرنا تقریباً ناممکن تھا اور اگر فرض کرلیا جائے اگر ہم اس کو ڈھونڈھ بھی لیتے ہیں تو وہ پاروتی ناگن کو جو یقینا سانپ کے روپ میں ہوگی چھپادے گا اور کبھی ہمارے حوالے نہیں کرے گا۔ اس لیے سب سے بہتر ترکیب یہی تھی کہ مکار پنڈت کی بجائے ناگن پاروتی تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ میں نے کانچی سے کہا۔

"ہمیں کوئی ایسا سانپ حاصل کرنا ہوگا جس کی عمر دوسرے سانپوں کے مقابلے میں زیادہ ہو۔"

کانچی کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہاں مہاناگ مندر میں بڑے بڑے پرانے سانپ ہیں چل کر دیکھتے ہیں۔ ہمیں کوئی نہ کوئی بوڑھا سانپ مل جائے گا۔"

دونوں بوڑھے میاں بیوی کچھ فاصلے پر درخت کے نیچے بیٹھے ہمیں باتیں کرتے دیکھ رہے تھے۔ کانچی نے کہا۔

"ان دونوں کو تم نے کس لیے بٹھا رکھا ہے؟"

میں نے کہا۔ "ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے اشارے سے دونوں بوڑھے میاں بیوی کو بلایا۔ وہ ہاتھ باندھے جلدی سے ہمارے پاس آکر ادب سے بیٹھ گئے۔ میں نے بوڑھے سے پوچھا۔

"تم یہاں ٹھہرو۔ ہم تمہارے ساتھ تمہارے کوارٹر میں جاکر وہ جگہ دیکھیں گے جہاں سے نیلے سانپ نے ہیرے کی انگوٹھی چرائی تھی۔"

"جو حکم مہاراج!"

ہم دونوں میاں بیوی کو وہیں چھوڑ کر مہاناگ مندر کی طرف چلے۔ مندر میں یاتریوں اور پوجا کرنے والوں کا تانتا بندھا تھا۔ ہم دونوں جوگیوں کے بھیس میں تھے۔ کانچی مجھے مندر کے پیچھے جو صحن تھا وہاں لے گئی۔ یہاں پتھروں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے سانپوں کے بڑے بڑے مجسمے لگے تھے جن کے درمیان ہر قسم کے سانپ رینگ رہے تھے۔کانچی کہنے لگی۔

”مہاراج! تمہیں سانپ کچھ نہیں کہتے۔تم کوئی سانپ جو ذرا زیادہ عمر کا ہو پکڑ لو۔ اگرچہ اس مندر کے سانپوں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ کسی کو نہیں ڈستے مگر پھر بھی مجھے ڈر لگتا ہے۔“

پاروتی کا رومال میرے پاس تھا۔میں ایک ایسی جگہ پر آگیا جو ایک اونچے پتھر کی اوٹ میں تھی۔یہاں قسم قسم کے رنگوں اور سائز کے سانپ ادھر ادھر رینگ رہے تھے۔میں نے ایک سانپ کو دیکھا جو سب سانپوں سے الگ چھوٹے سے پتھر کے پاس کنڈلی مار کر بیٹھا تھا۔مجھے یونہی محسوس ہوا کہ یہ سانپ باقی سارے سانپوں سے سمجھدار اور سنجیدہ سانپ ہے۔یقینا اس کی عمر بھی زیادہ ہوگی۔اسی لیے یہ سب سے الگ بیٹھا ہے۔میں اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا اچانک سانپ نے اپنی گردن اونچی کی۔پھر ہلکی سی پھنکار مار کر اپنا پھن کھول دیا۔میں اسے دیکھتا رہا۔سانپ نے آہستہ سے اپنا پھن میرے آگے کر کے جھکادیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سانپ نے ناگن پاروتی والے رومال کی بو محسوس کرلی تھی۔میں نے ہاتھ بڑھا کر سانپ کو پکڑا اوراسے اپنی کلائی کے گرد لپیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا۔کانچی دو قدم پیچھے کھڑی تھی۔کہنے لگی۔

”یہ سانپ ٹھیک رہے گا ناں؟“

میں نے کہا۔”میرا خیال ہے یہ ان سب سانپوں کا جوگی سانپ ہے۔سب سے الگ گیان دھیان میں لگا تھا۔چلو اب دونوں میاں بیوی کے ساتھ ان کے گھر چلتے ہیں۔“

سانپ کو میں نے کلائی کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔یہ زیادہ لمبا سانپ نہیں تھا۔ہم مندر کے صدر دروازے والے صحن میں درخت کے پاس آگئے۔دونوں ادھیڑ عمر میاں بیوی ہمیں دیکھ کر ادب سے اٹھ کھڑے ہوئے۔میں نے بوڑھے سے کہا۔

”چلو۔ہمیں اپنے کوارٹر میں لے چلو۔“

اس کا کوارٹر مہاناگ مندر سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر تھا۔یہ شہر کے شمال کا علاقہ تھا۔کھیتوں کے پاس غریبانہ سے سات کوارٹر تھے۔دونوں میاں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بیوی ہمیں اپنے کوارٹر میں لے گئے اور کوٹھری میں وہ چارپائی دکھائی جس کے پاس وہ چوکی پڑی تھی۔جہاں سے سانپ نے ہیرے کی انگوٹھی والی ڈبی اٹھائی تھی۔

اس کوٹھری میں پاروتی کی بو ابھی تک موجود تھی۔یہ ہمیں محسوس نہیں ہواتھا مگر میری کلائی کے ساتھ لپٹے ہوئے سانپ کو فوراً محسوس ہو گیا۔وہ میری کلائی سے اترنے کی کوشش کرنے لگا۔میں نے سانپ کی یہ کیفیت دیکھ کر کانچی سے کہا۔

”کانچی اس سانپ نے پاروتی کی بو محسوس کرلی ہے۔یہ رومال والی بو کے مقابلے میں زیادہ تیز ہے۔کیونکہ پاروتی نیلے سانپ کے روپ میں پچھلی رات کو یہاں آئی تھی۔“

وہ بولی۔”تو پھر اپنا عمل شروع کردو۔“

میں نے سانپ کو نیچے چوکی کے پاس اتار دیا اور اس کی طرف ذرا سا جھک کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اگر تم میری زبان سمجھ رہے ہو تو سنو! یہاں تمہاری دیوی رات کو آئی تھی۔ یہاں اس کی بو تم نے سونگھ لی ہے۔ہمیں اس کے پاس لے چلو۔“

کہنے کو تو میں نے یہ کہہ دیا لیکن مجھے بالکل یقین نہیں تھا کہ سانپ نے میرے الفاظ سمجھے ہوں گے۔مگر میں حیران رہ گیا جب سانپ نے چوکی کے ساتھ اپنا منہ لگا دیا۔جیسے وہ چوکی کو سونگھ رہا ہو۔اس کے بعد کوٹھڑی کے صحن میں نکل گیا۔میں اور کانچی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔دونوں میاں بیوی پر میرے اس عمل کا بہت اثر ہوا۔وہ ہاتھ باندھے ایک طرف کھڑے تھے۔

میں نے انہیں کہا کہ وہ اپنے کوارٹر میں

ہی رہیں اور ہمارے ساتھ نہ آئیں۔

”سانپ ہمیں وہاں لے جارہا ہے جہاں سیٹھ کے ہیرے کی انگوٹھی چرانے والا سانپ رہتا ہے۔ہم انگوٹھی لے کر تمہارے پاس آجائیں گے۔“

دونوں میاں بیوی ہمیں دعائیں دیتے وہیں بیٹھ گئے۔اس دوران سانپ کوارٹر کے صحن میں سے گزر کر باہر نکل چکا تھا۔کانچی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔اس نے مجھے اشارے سے بلایامیں تیز تیز قدموں سے چلتا اس کے پاس آگیا۔ہم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے دیکھا کہ سانپ کوارٹروں کے آگے جو کچا راستہ تھا اس کے کنارے کنارے چل رہا تھا۔رات کو پاروتی نیلے سانپ کے روپ میں قیمتی انگوٹھی لے کر اسی راستے سے گزری تھی۔ہمارا سانپ اسی راستے پر پاروتی کی بو لیتا چلا جارہا تھا۔

دوسرے کوارٹروں میں سے کچھ مرد عورتیں اور بچے باہر نکل کر یہ تماشہ دیکھنے لگے کہ ایک سانپ زمین پر رینگتا ہوا آگے آگے جارہا ہے اور ایک جوگی اور جوگن اس کے پیچھے پیچھے جارہے ہیں۔سانپ ایک جگہ پہنچ کر کھیتوں میں اتر گیا۔ہم بھی اس کے پیچھے کھیتوں میں اتر گئے۔کچھ دور تک تماشہ دیکھنے والے مرد اور بچے ہمارے ساتھ آئے پھر وہ واپس چلے گئے۔اس وقت سانپ کھیتوں میں سے نکل کر ایک کھلے میدان میں آگیا تھا۔سانپ آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا۔ہم بھی اس کے پیچھے آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔کانچی کہنے لگی۔

”اب مجھے پورا وشواش ہے کہ یہ سانپ ہمیں ناگن دیوی کے پاس لے جائے گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں بھی بہت حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔

سانپ میدان میں سوکھی گھاس اور جھاڑیوں میں سے گزرتا چلا جارہا تھا۔میدان ختم ہوا تو سامنے ریلوے لائن آگئی۔سانپ ریلوے لائن پر چڑھ گیا۔اس وقت ایک ٹرین ناگ پور ریلوے اسٹیشن کی طرف آرہی تھی۔انجن ڈرائیور نے لائن کے قریب ہمیں دیکھ کر زور سے وسل دیا۔سانپ ریل کی پٹڑی پر چڑھ گیا تھا۔لگتا تھا کہ وہ ریلوے لائن عبور کرکے دوسری طرف جانا چاہتا ہے۔مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ گاڑی کے نیچے نہ آجائے۔کیونکہ گاڑی بہت قریب آگئی تھی۔اتنا وقت نہیں تھا کہ ہم دونوں لائن پار کرتے۔ہم وہیں ریلوے لائن سے چند قدم دور زمین پر بیٹھ گئے۔ہماری نظریں ریل کی پٹڑی پر لگی تھیں۔میں نے سانپ کو لائن کے اوپر سے بڑی تیزی سے گزرتے دیکھا۔اتنے میں ٹرین آگئی اور شور مچاتی دھڑدھڑاتی ہمارے سامنے سے گزرنے لگی۔ریل گاڑی کے گزرتے ہی ہم نے دوڑ کر ریلوے لائن پار کی اور سانپ کو تلاش کرنے لگے۔ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ سانپ لائن کی دوسری طرف نیچے ایک جھاڑی کے پاس کنڈلی مار کر یوں بیٹھا تھا جیسے ہمارا انتظار کررہا ہو۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم اس کے قریب آئے تو وہ آگے چل پڑا۔میں نے کانچی سے کہا۔

”کانچی! لگتا ہے سانپ کو پتہ چل گیا ہے کہ ہمیں ناگن دیوی کی تلاش ہے۔“

کانچی پہلے ہی توہم پرست تھی کہنے لگی۔

”مہاراج! یہ سانپ ضرور کوئی رشی منی ہے۔اس سے کوئی پاپ ہو گیا ہو گا کہ اس نے سانپ کے روپ میں جنم لیا۔“

میں ان باتوں پر یقین رکھتا تھا نہ مجھے ان سے کوئی دلچسپی تھی۔ہم سانپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔سانپ کھیتوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔کبھی کبھی وہ کسی جگہ رک جاتا۔گردن اٹھا کر اپنی زبان بار بار باہر نکالتا۔اتنا مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ سانپ اپنی زبان کے ذریعے فضا کو سونگھتا ہے۔اس کے بعد وہ پھر آگے چل پڑتا۔اسی طرح سانپ کے پیچھے پیچھے چلتے جب ہمیں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا تو ہم تھک گئے۔ہم ناگ پور شہر کے جنوب کی جانب کافی دور نکل آئے تھے۔آہستہ آہستہ شہر ناگ پور کی آبادیاں پیچھے پیچھے رہتی جارہی تھیں۔کانچی بہت تھک گئی تھی۔کہنے لگی۔

”سانپ کو پکڑ لو۔میں بہت تھک گئی ہوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے آگے بڑھ کر سانپ کو پکڑ لیا اور وہیں بیٹھ گئے۔سانپ کو میں نے کلائی کے گرد لپیٹ لیا تھا۔وہ اپنا سر اٹھائے منہ سامنے کی طرف کیے بار بار زبان باہر نکال رہا تھا۔اس کا مطلب تھا کہ اسے سامنے کی جانب سے پاروتی کی مسلسل بو آرہی تھی۔میں نے کہا۔

”معلوم ہوتا ہے وہ بدمعاش پنڈت پاروتی کو لے کر شہر سے بہت دور نکل گیا ہے۔“

کانچی نے خدشہ ظاہر کیا۔

”کہیں وہ اور آگے نہ نکل جائے؟“

مجھے بھی فکر لگی کہ اگر پنڈت ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو ہماری ساری محنت رائیگاں چلی جائے گی۔چنانچہ تھوڑی دیر سانس لینے کے بعد میں نے سانپ کو چھوڑ دیا۔سانپ تیزی سے آگے چل پڑا۔ہم اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔آگے ایک ندی آگئی۔ندی پر پل بنا ہوا تھا۔ہم پل پر سے گزر کر ندی پار کر گئے۔آگے ایک میدان تھا۔میدان میں کہیں کہیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پڑے تھے۔ہم میدان سے بھی گزر گئے۔اس کے بعد ویران علاقہ شروع

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہو گیا۔ہماری بائیں جانب کچھ کارخانوں کی چمنیاں آہستہ آہستہ ہم سے دور ہوتی چلی گئیں۔ایک کچا راستہ تھا جس پر کچھ آدمی سائیکلوں پر سوار جارہے تھے۔ ایک بیل گاڑی گزر گئی۔سانپ اس کچے راستے کوپار کر کے سامنے کی جانب جارہاتھا۔جدھر جھاڑیاں تھیں اور دور درختوں کے جھنڈ نظر آرہے تھے۔

سانپ رکنے کانام نہیں لیتاتھا۔کچھ دور جانے کے بعد دو تین مکان تھے۔سانپ ان کے قریب سے نکل گیا۔ہمیں سانپ کے پیچھے پیچھے چلتے مزید ایک گھنٹہ گزر گیا۔ایک اونچی جگہ تھی جیسے کسی نے بند باندھا ہوا ہو۔اس کی دوسری جانب آئے تو دیکھا کہ سامنے درختوں کے جھنڈ تھے۔یہ وہی جھنڈ تھے جو ہمیں دور سے نظر آرہے تھے۔کانچی کہنے لگی۔

”میراخیال ہے آگے کوئی جنگل ہے۔“

مجھے بعد میں پتہ چلا کہ ناگ پور کے جنوب میں آگے جاکر گھنا جنگل آجاتا تھا۔ یہ جنگل اس قدر گھنا اور ویران تھا کہ دن کے وقت بھی ادھر لکڑیاں کاٹنے والے چھ سات آدمیوں کی ٹولی بنا کرجاتے تھے کہ اگر کوئی جنگلی درندہ حملہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کردے تو اس کا مقابلہ کرسکیں۔سانپ درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو گیا تھا۔ کانچی کاسانس چلتے چلتے پھول گیا تھا۔کہنے لگی۔

”سانپ کو روک لو۔مجھ سے اب چلا نہیں جاتا۔“

میں نے دوڑ کر سانپ کوزمین پر سے اٹھالیا۔ہم ایک بار پھر وہیں بیٹھ کر آرام کرنے لگے۔ہم اونچے اونچے گھنے درختوں کے نیچے بیٹھے تھے۔اس جنگل کے درختوں کی یہ پہلی قطار تھی۔آگے اونچی اونچی جنگلی جھاڑیاں اور گھاس اگی ہوئی تھی۔کانچی کے چہرے پر فکرمندی کے آثار تھے۔کہنے لگی۔

”مجھے تو اس جنگل میں جاتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے۔“

میں نے کہا۔”لیکن سانپ اندر جارہا ہے۔مجھے تو اس کا پیچھا کرنا ہی پڑے گا۔ ایسا کرتے ہیں۔تم ان درختوں کے نیچے بیٹھ کرمیرا انتظار کرو۔میں سانپ کے ساتھ جاتا ہوں۔میرا خیال ہے وہ مکار پنڈت نے اس جنگل میں ہی کہیں ٹھکانہ بنایا ہوا ہو گا۔“

کانچی نے دائیں بائیں ایک نگاہ ڈالی اور کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”نہیں نہیں۔میں تمہارے ساتھ ہی جاؤں گی میں یہاں اکیلی نہیں ٹھہر سکتی۔ یہاں مجھے بہت ڈر لگے گا۔“

دس پندرہ منٹ تک ہم وہاں بیٹھے رہے۔اس کے بعد میں نے سانپ کو چھوڑ دیا اوراس کے پیچھے چلنے لگے۔آگے اونچی اونچی گھاس تھی۔سانپ کو نگاہ میں رکھنا مشکل ہورہاتھا۔ہمیں سانپ کے بالکل ساتھ لگ کر چلنا پڑرہا تھا۔خطرہ تھا کہ سانپ ایک بار نظروں سے اوجھل ہوگیاتو گھنی گھاس میں وہ پھر دکھائی نہیں دے گا۔

ہم گھاس کو ادھر ادھر ہٹا کر سانپ پر نگاہ رکھے آگے بڑھ رہے تھے۔جنگل میں عجیب دہشت ناک قسم کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔کسی درخت پر سے پرندے کی بھی کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔جیسے جیسے ہم جنگل میں آگے جارہے تھے جنگل زیادہ سنسان اور گھنا ہوتا جا رہا تھا۔کانچی نے ہانپتے ہوئے کہا۔

”کہیں یہ سانپ بھی ہمیں دھوکہ تو نہیں دے رہا۔کہیں یہ خود تو نہیں بھٹک گیا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔”میرا خیال ہے ایسی بات نہیں ہے۔سانپ اس وقت سے بالکل سیدھ میں چلا جارہا ہے۔اگر وہ بھٹک گیاہوتا یااسے پاروتی کی بو نہ آرہی ہوتی تو سیدھا جانے کی بجائے ادھر ادھر دوڑ جاتا۔“

اونچی گھاس کا سلسلہ ختم ہوا تو پتھریلی زمین شروع ہوگئی۔بڑے بڑے پتھروں کے درمیان سے ہو کر سانپ اپنی دھن میں چلاجا رہا تھا۔ایک دو اونچی اونچی چٹانوں کے قریب سے گزرے پھر ایسے درخت دیکھے کہ جن کی جڑیں زمین سے بارہ نکلی ہوئی تھیں۔ان کی گھنی ٹہنیاں نیچے تک آگئی تھیں۔ ان کے تنوں پر جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔اب ڈر کے مارے بالکل میرے ساتھ لگ کر چل رہی تھی اور تھوڑی دور چلنے کے بعد پیچھے گردن پھیر کر دیکھ لیتی تھی۔میں نے پوچھا۔

”تم پیچھے کیوں دیکھتی ہو؟“

وہ بولی۔”مجھے ڈر ہے پیچھے سے کوئی شیر چیتا حملہ نہ کردے۔“

اس کاڈر خوف حق بجانب تھا۔مجھے خود کسی وقت ڈر لگنے لگتا کہ کسی طرف سے اچانک کوئی شیر یاچیتا نکل آیا تو ہم کیا کریں گے۔ہمارے پاس تو پنسل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بنانے والا چاقو تک نہیں تھا۔ہم جنگل میں جب کافی دور نکل آئے تو اچانک سانپ رک گیا۔اس نے گردن اٹھا کر پھن کھول لیااور سامنے کی جانب دیکھتے ہوئے بار بار پھنکارنے لگا۔

سامنے اونچی اونچی جنگلی جھاڑیوں نے ایک دیوار سی بنا رکھی تھی۔میں نے کانچی سے کہا۔

”کانچی! میرا خیال ہے ہم پہنچ گئے ہیں۔“

میں نے سانپ کواٹھالیا۔آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جھاڑیوں کی دیوار کو ایک جگہ سے ہٹایا تو دیکھا کہ آگے ایک پرانا تالاب تھا۔تالاب کے کنارے کسی حویلی کا بوسیدہ کھنڈر تھا۔تالاب کی سطح پربڑے بڑے پتھر پھیلے ہوئے تھے۔کانچی بھی میرے پاس جھک کریہ منظر دیکھنے لگی۔میں نے سانپ کو درمیان سے پکڑ کر ذرا آگے کیا تووہ اپنا سر کھنڈر کی طرف بار بار اٹھانے اور پھنکارنے لگا۔ میں نے کانچی سے کہا۔

”کانچی! مجھے یقین ہے کہ مکار پنڈت اس کھنڈر میں رہتا ہے اور ناگن پاروتی بھی وہاں موجود ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کانچی اور میں اس جگہ جھاڑیوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے۔میں نے سانپ کو کلائی کے گرد لپیٹ کر اس کی گردن پکڑے رکھی تاکہ وہ میری کلائی سے اتر نہ جائے۔کیونکہ وہ کھنڈر کی طرف جانے کی کوشش کررہا تھا۔

کانچی کہنے لگی۔

”میں پہلے آگے جاکر دیکھتی ہوں کہ کھنڈر خالی ہے یا وہاں کوئی رہتا ہے۔“

میں نے اسے روک دیا۔

”نہیں نہیں... ابھی ٹھہرو... ہمیں بہت سوچ کر کوئی قدم اٹھانا ہوگا۔“

میں سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔آخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ میں اکیلا آگے جاتا ہوں۔جب کانچی کوبتایا کہ میں اکیلا جا رہا ہوں تو اس نے دونوں ہاتھوں سے میرا بازو پکڑ لیا۔سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

”بھگوان کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ کر نہ جاؤ۔“

میں نے کہا۔”ٹھیک ہے‘ چلو۔مگر میرے پیچھے پیچھے آنا۔“

تالاب کے کناروں پر بہت جھاڑ جھنکاڑ اگا ہواتھا۔ہم بڑی احتیاط سے چل رہے تھے۔کھنڈر کے قریب پہنچے تو میری کلائی میں لپٹا ہوا سانپ بے چین

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہو گیا۔اس نے پھن کھول لیا اور پھنکارنے لگا۔وہ میری کلائی سے نکل جاناچاہتاتھا مگر میں نے اسے پکڑے رکھا۔یہ کسی پرانی حویلی کا کھنڈر تھا جس کا آدھے سے زیادہ حصہ ڈھے چکا تھا۔جس طرف سانپ کا منہ تھا ہم اس طرف سے کھنڈر میں داخل ہوگئے۔ٹوٹی پھوٹی ڈیوڑھی میں مٹی اور پتھروں کے ڈھیر پڑے تھے۔آگے ایک چھوٹا سا صحن تھا جس میں گھاس اگی ہوئی تھی۔ہم رک گئے۔

سانپ نے پھنکارنا بند کردیاتھا مگر وہ کونے کی جانب کوٹھری کا جودروازہ نظر آرہا تھا اس طرف منہ کرکے بار بار اپنی دوشاخہ زبان کھول رہاتھا۔میں نے کانچی سے سرگوشی میں کہا۔

”اس کوٹھری میں کچھ ہے۔سانپ اس طرف اشارہ کررہا ہے۔“

کانچی نے کوئی جواب نہ دیا۔اس پر خوف طاری تھا۔میں نے اسے آہستہ سے کہا۔

”ڈرو نہیں‘ میں تمہارے ساتھ ہوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا کونے والی کوٹھری کی طرف بڑھا۔مجھے یقین تھا کہ پاروتی اسی کوٹھری میں بند ہے اور مکار پنڈت بھی یقینا اندر ہی ہوگا۔دروازے کے قریب آکر دیکھا کہ اس کو تالا لگا ہوا تھا۔میں نے سانپ کی طرف دیکھا۔سانپ بند دروازے کی طرف جانے کی کوشش کررہاتھا۔میں نے کانچی سے کہا کہ پنڈت تالا لگا کر کہیں گیا ہے ناگن پاروتی اندر ہی ہوگی۔میں نے ایک پتھر اٹھا کر تالے کو توڑدیا۔پھر آہستہ سے دروازہ کھولا۔کوٹھری خالی پڑی تھی۔سانپ ایک دم سے میری کلائی کے ساتھ چمٹ گیا۔جیسے خوف زدہ ہوگیا ہو۔دروازے میں سے دن کی روشنی داخل ہونے لگی تھی۔ہم کوٹھری میں آگئے۔اچانک میں نے دیکھا کہ کونے میں ایک پٹاری پڑی ہے جس کے اوپر بڑا سا پتھر رکھا ہوا ہے۔میں نے پتھراٹھا کر پٹاری کھولی تو اس کے اندر سے ایک نیلے رنگ کا سانپ پھنکارتا ہوا باہر آگیا۔

یہ پاروتی تھی جو نیلی ناگن کے روپ میں تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پٹاری سے باہر نکلتے ہی نیلے سانپ نے پھن کھول دیا۔ میری طرف دیکھا اور پھن سمیٹ کر زمین کے ساتھ لگالیا۔ کانچی میرے پیچھے کھڑی دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی۔

”کیا یہی وہ سانپ ہے؟“

میں نے کہا۔ ”ہاں کانچی! میں نے سانپ کو اور سانپ نے مجھے پہچان لیا ہے۔ یہ پاروتی ہی سانپ کے روپ میں ہے۔“

وہ بولی۔ ”تمہارے پاس جو پاروتی کا رومال ہے ہوسکتا ہے یہ اس کی بو پاکر خاموش ہوکر بیٹھ گیا ہو۔“

میں نے کہا۔ ”میں اسے پہچانتا ہوں۔ میں نے پاروتی کو اس سے پہلے اسی نیلے سانپ کی شکل میں کئی بار دیکھا ہے۔“

اس دوران سانپ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا میرے قریب آیا۔ پھر میرے سامنے سر جھکانے کی بجائے اچھل کر میرے گیروے کرتے پر چڑھ گیا۔ میری کلائی پر لپٹا ہوا سانپ تڑپ کر دور جاگرا۔ جیسے وہ نیلے سانپ سے ڈر گیا ہو۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نیلاسانپ میرے کرتے پر رینگتا ہوا اپنے آپ میری کلائی پر آکر لپٹ گیا۔ میں نے کانچی سے کہا۔

”دیکھا تم نے؟ یہ پاروتی ہی ہے۔ اگر کوئی دوسرا سانپ ہوتا تو دور سر جھکا کر بیٹھا رہتا‘ مگر یہ پاروتی ناگن ہے۔ میری دوست پاروتی ناگن۔ اس نے مجھے پہچان لیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سانپ کے روپ میں آنے کے بعد اس کی یادداشت بھی واپس آگئی ہے۔“

کانچی خوش ہو کر بولی۔

”یہ تو بڑی اچھی بات ہوئی ہے۔ میں بھی یہی چاہتی تھی کہ یہ انمول سانپ پنڈت کے قبضے سے کسی طرح نکل جائے اور ہمارے مندروں کے ہیرے جواہرات چوری ہونے سے بچ جائیں۔ اب اسے لے کر یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ اگر مکار پنڈت آگیا تو کہیں ہم پر کوئی جادو ٹونا نہ کردے۔“

جوسانپ ہمیں پارو تک لایا تھا۔ میں نے اسے کوٹھری میں ادھر ادھر دیکھا مگر وہ خدا جانے کہاں روپوش ہو چکا تھا۔ میں نے پاروتی کو کلائی سے اتار کر اس کے اپنے رومال میں ڈالا اور اپنے لمبے کرتے کی جیب میں رکھ لیا۔ اس کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بعد ہم کوٹھری سے نکلے اور یوں تیز تیز ایک طرف چلنے لگے جیسے ہم چوری کرکے بھاگ رہے ہوں۔ہم جس طرف سے آئے تھے اس طرف سے واپس نہ گئے۔بلکہ کھنڈر کے پچھلی طرف سے ہو کر آگے ایک گہرے پہاڑی کھڈ میں اتر گئے۔اس کھڈ کے اندر چھوٹے بڑے پتھر بکھرے پڑے تھے۔کھڈ سے باہر نکلنے کی بجائے ہم اس کے اندر ہی مشرق کی طرف چلتے گئے۔

کانچی کہنے لگی۔

”اب تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ ہمارا مہاناگ مندر میں واپس جانا ٹھیک نہیں۔ ہمیں تو جتنی جلدی ہوسکے ناگ پور ہی سے نکل جانا چاہیے۔“

میں نے کہا۔”تم فکر نہ کرو۔وہ کمینہ پنڈت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔پھر بھی ہمیں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔میں چاہتا ہوں کہ ہم شہر کی طرف جانے کی بجائے ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ نیچے جنوب کی جانب کسی دوسرے شہر کی طرف چلے جائیں۔پھر وہاں جاکر سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کانچی کہنے لگی۔”میرا فرض تو پورا ہو گیا ہے۔اس سانپ کے مل جانے سے اور پنڈت کے ہاتھ سے نکل جانے سے دیوتاؤں کا خزانہ پنڈت کے ہاتھ لگنے سے محفوظ ہو گیا ہے۔میں اب واپس کیلاش پربت چلی جاؤں گی۔“

میں نے کہا۔”وہاں راج گر وپنڈت تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔اس کو پتہ چل چکا ہو گا کہ اس کو قیمتی سانپ سے تم نے ہی محروم کیا ہے۔“

کانچی نے کہا۔”میں اس کے مندر میں نہیں جاؤں گی میں کیلاش پربت سے آگے تبت اپنے آبائی وطن چلی جاؤں گی۔“

ہم کھڈ میں چلے جارہے تھے۔کانچی نے مجھ سے پوچھا۔

”تم کہاں جاؤ گے؟ کیاپاروتی دیوی پھر سے انسانی شکل میں واپس آجائے گی‘ میرا توخیال ہے کہ وہ ایسا نہیں کرسکے گی۔اگر انسانی شکل میں واپس آنا اس کے اختیار میں ہوتا تو تمہیں دیکھ کر جب اس کی یادداشت واپس آگئی ہے تو وہ انسانی شکل میں بھی واپس آجاتی۔مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔اس کامطلب ہے کہ پنڈت نے اس پر کچھ ایسا منتر پھونکا ہوا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے دوبارہ انسانی شکل اختیار نہیں کرسکتی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کانچی بالکل ٹھیک کہہ رہی تھی۔یہی میں بھی سوچ رہا تھا۔پاروتی کی یادداشت کسی بھی وجہ سے واپس آگئی تھی مگر انسانی شکل میں واپس آنے یا سانپ کے روپ میں ہی مجھ سے باتیں کرنے کا اختیار اس کے پاس نہیں رہا تھا۔پہلے جب کبھی وہ نیلے سانپ کا روپ بدلتی تھی تو مجھ سے انسانی آواز میں باتیں کیا کرتی تھی لیکن اب اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔جب میں نے ان خیالات کا اظہار کانچی سے کیا تو وہ بولی۔

”تم اس سے بات کرکے دیکھو۔ہوسکتا ہے تمہارے بات کرنے سے اس کے اندر کی چھپی ہوئی طاقت بیدار ہوجائے وہ انسانی آواز میں باتیں کرنے لگے۔“

ہم وہیں رک گئے۔میں نے جیب سے نیلے سانپ کو نکال کر اپنے سامنے کیا اور کہا۔

”پاروتی! مجھے یقین ہے کہ تم ہی پاروتی ہو‘ تمہاری یادداشت واپس آگئی ہے اور تم مجھے پہچان رہی ہو۔مجھ سے بات کرو۔“

نیلا سانپ اپنی گردن اٹھا کر جیسے ٹکٹکی باندھے میری طرف تکنے لگا۔مجھے پاروتی کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔میں نے ایک بار پھر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پاروتی! میں تمہارا دیرینہ ساتھی ہوں مجھ سے پلیز اپنی آواز میں بات کرو۔“

میں نے دو تین بار یہ جملہ دہرایا مگر نیلے سانپ نے کوئی بات نہ کی۔بس اپنی گردن میری کلائی کے ساتھ بے بسی کے عالم میں بار بار لگاتا رہا۔کانچی بولی۔

”یقین کرو پاروتی دیوی تمہاری بات سن رہی ہے۔سمجھ رہی ہے مگر وہ پنڈت کے طلسمی منتر کی وجہ سے کچھ بولنے سے معذور ہے۔وہ بات نہیں کرسکتی۔نہ انسانی شکل میں واپس آسکتی ہے۔تمہیں سب سے پہلے پاروتی پر جو طلسم کیا گیا ہے اسے توڑنا ہوگا۔“

میں نے نیلے سانپ کو جیب میں رکھا اور کہا۔

”پہلے یہاں سے نکلو۔یہاں سے نکلنے کے بعد سوچیں گے کہ پنڈت کے طلسم کو کس طرح توڑا جاسکتا ہے؟“

ہم کھڈ میں چلے جارہے تھے۔ہماری دونوں جانب کھڈ کی اونچی دیواریں تھیں۔ان دیواروں پر جنگلی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ہم کافی دیر تک اس گھاٹی کے اندر چلتے رہے۔آخر ایک جگہ باہر نکلے تو سامنے کچھ فاصلے پر ریلوے سگنل پر نظر پڑی۔کانچی اسے دیکھ کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہ ریلوے لائن ناگ پور سے اوپر کی جانب صوبہ بہار کو جاتی ہے۔“

میں نے کہا۔”میرا خیال ہے ہم اسی طرف چلتے ہیں۔لیکن ہمیں کسی اسٹیشن سے ٹرین پکڑنی ہوگی ہم پیدل کب تک چلتے رہیں گے۔“

ہم ریلوے لائن کے ٹریک پر چڑھ گئے اور مشرق کی طرف چلنے لگے۔ناگ پور کا اسٹیشن ہمارے پیچھے رہ گیا تھا۔اچانک ہمیں گڑ گڑ کی آواز سنائی دی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ریلوے لائن پر ایک ٹرالی چلی آرہی تھی۔اس کے اوپر سرخ جھنڈی لہرا رہی تھی۔میں نے کانچی سے کہا۔

”رک جاؤ! ہم اس ٹرالی پر آگے سفر کریں گے۔“ میں نے ٹرالی کو ہاتھ دیا۔ ٹرالی میں ریلوے کے افسر یا مکینک ٹائپ آدمی سوار تھے۔دو آدمی ٹرالی کو دھکا لگا رہے تھے۔جوگی اور سادھو لوگوں کی بھارت میں بڑی عزت کی جاتی ہے۔اس کی وجہ خواہ کچھ بھی ہو۔ٹرالی پر بیٹھے ہوئے ریلوے افسروں نے ایک جوگی اور جوگن کو ہاتھ اٹھائے دیکھا تو اس نے ٹرالی رکوالی اور ہم سے پوچھا کہ کیابات ہے؟ میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ہم جوگی لوگ ہیں۔یاترا کو ادھر آئے ہیں۔چلتے چلتے تھک گئے ہیں۔ہمیں اپنی ٹرالی پر بٹھالو۔“

ریلوے افسر نے کہا۔”بیٹھو مہاراج! بیٹھ جاؤ۔“

میں اور کانچی ٹرالی پر ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ٹرالی ریلوے لائن پر آگے چل پڑی۔ریلوے افسر نے پوچھا۔

”مہاراج! آپ کہاں جائیں گے؟“

میں نے اس سے سوال پوچھا۔

”آگے کونسا شہر ہے؟“

وہ کہنے لگا۔”مہاراج آگے تو رائے پور کا شہر ہے مگر وہ شہر تو یہاں سے بہت دور ہے۔“

میں نے کہا۔”بھیا ہم صوبہ بہار کی طرف جانا چاہتے ہیں۔وہاں کے مندروں کی یاترا کرنے کا ارادہ ہے۔“

ریلوے افسر نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مہاراج! صوبہ بہار تو رائے پور کے آگے شروع ہوتا ہے اور پہلے بڑا شہر رانچی آتا ہے۔“

میں نے کہا۔”بس ہمیں رانچی ہی پہنچادو۔“

ریلوے افسر ہنسنے لگا۔بولا۔”مہاراج میری ٹرالی تو اگلے اسٹیشن گڑھ تک جائے گی۔وہاں سے آپ کسی ٹرین میں سوار ہوجائیں اور رائے پور چلے جائیں۔رائے پور سے آپ کو رانچی کی گاڑی مل جائے گی۔“

مجھے اطمینان ہوگیا۔ریلوے افسر نے ہمیں اس علاقے سے نکل کر بہار پہنچنے کا راستہ دکھادیا تھا۔ٹرالی ایک خاص رفتار سے چلی جارہی تھی۔اس کی اسپیڈ ذرا کم ہونے لگتی تو دو قلی ریلوے لائن پر اتر جاتے اور لائن پر دوڑتے ہوئے اسے دھکا لگانا شروع کردیتے۔جب ٹرالی اپنی خاص رفتار پکڑ لیتی تو وہ اچک کر ٹرالی پر بیٹھ جاتے۔اسی طرح کوئی آدھے گھنٹے کے ٹرالی سفر کے بعد گڑھ کا مضافاتی ریلوے اسٹیشن آگیا۔ہم ٹرالی سے اتر کر اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر آکر بیٹھ گئے اور رائے پور جانے والی گاڑی کا انتظار کرنے لگے۔ایک قلی نے ہمیں بتایا کہ رائے پور گاڑی شام کو جائے گی۔ہم نے وہیں تھوڑا بہت کھانا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کھایا اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔نیلا سانپ میری جیب میں تھا اور بڑے سکون کے ساتھ تھا۔جیسے سو رہا ہو۔میں نے کانچی سے کہا۔

”کانچی! تمہارے خیال میں مجھے پاروتی کو پھر سے انسانی روپ میں لانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔تم اس قسم کی باتوں کو اچھی طرح سے سمجھتی ہو۔تم کیلاش پربت کے ناگ مندر میں بھی رہ چکی ہو۔کیا تمہیں کوئی ایسا چلہ یاد ہے جس کو کرکے پاروتی سانپ سے واپس انسانی شکل اختیار کرلے؟“

کانچی کچھ دیر غور کرتی رہی پھر بولی۔

”مجھے ایسا کوئی چلہ نہیں آتا۔یہ باتیں میری طاقت سے باہر ہیں۔“

وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوگئی۔میں نے کہا۔

”کیا بہار کے کسی مندر میں کوئی ایسا سادھو نہیں ہے جو اپنا منتر پھونک کر پاروتی پر کئے گئے طلسم کو ختم کردے۔“

اچانک کانچی کی آنکھوں میں چمک سی آگئی۔کہنے لگی۔

”ایک بات ہوسکتی ہے۔“

”میں نے پوچھا۔”وہ کیا؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس نے کہا۔"مجھے یاد آگیا۔رانچی میں سنا ہے ایک باوی ہے جہاں ایک مسلمان درویش رہتا ہے۔وہ بڑا کرنی والا فقیر ہے۔لوگ بڑی دور دور سے اپنی مرادیں پوری کرانے اس کے پاس آتے ہیں۔اس کے پاس چلتے ہیں۔ ہوسکتا ہے وہ پاروتی کو سانپ سے دوبارہ انسانی شکل میں لے آئے۔"

"اس بزرگ کانام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

کانچی نے کہا۔

"نام تومجھے معلوم نہیں سنا ہے اسے باوی والا فقیر کہتے ہیں۔رانچی چل کر اس کا پتہ پوچھ لیں گے۔"

مجھے تھوڑی سی امید پیدا ہوگئی۔جب رائے پور جانے والی ریل گاڑی آئی تو ہم اس میں سوار ہوگئے۔ٹکٹ تو ہمیں لینی نہیں تھی۔ایک ڈبے میں بیٹھ گئے۔ مسافروں نے ہمارے لیے جگہ بنادی اور سارا راستہ خدمت کرتے رہے۔رائے پور کاشہر وہاں سے بہت دور تھا۔دوسرے دن ہم رائے پور پہنچے۔وہاں سے گاڑی بدلی اور رانچی والی ٹرین میں سوار ہوگئے۔اس طرح سفر کرتے کرتے ہم جس وقت رانچی کے ریلوے اسٹیشن پر اترے تو دن کافی نکل آیا تھا۔ہم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے اسٹیشن سے باہر آکر ایک آدمی سے باوی والے فقیر کے بارے میں پوچھا۔وہ آدمی بولا۔

"تمہیں باوی والے باباجی کے درشنوں کوجانا ہے؟"

میں نے کہا۔"ہاں بھیا! ہم جوگی لوگ ضرور ہیں مگر باوی والے باباجی کی ہم بڑی عزت کرتے ہیں۔وہ بڑی کرنی والے فقیر ہیں۔ہم ان کے درشنوں کوجارہے ہیں۔" وہ آدمی کہنے لگا۔

"یہاں سے یکے میں بیٹھ جاؤ۔وہ تمہیں باوٹی والے باباجی کے استھان پر پہنچادے گا۔"

سامنے تانگوں کااڈہ تھا۔وہاں ہمارے پنجاب کی طرح کے تانگے نہیں تھے بلکہ یکے تھے جو ریڑھے کی طرح کے تھے مگر ان پر چار سیٹیں لگی ہوئی تھیں۔میں نے یکے والے سے کہا۔

"بابا لوگ ہمیں باباجی باوی والے کے استھان پر پہنچادو۔بھگوان تمہارا بھلا کرے گا۔"

یکے والا نیچے اتر آیا۔کہنے لگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"پدھاریے مہاراج۔"

میں اور کانچی یکے پر سوار ہوگئے۔یکے والا آگے ڈنڈے پر بیٹھ گیااور یکہ روانہ ہو گیا۔سڑک غیر ہموار تھی۔یکہ خوب ہچکولے کھارہاتھا۔کوئی آدھے گھنٹے بعد دور سے ہمیں ایک ٹیلہ نظر آیا۔یکے والا کہنے لگا۔

"مہاراج! اس ٹیلے کے پاس باباجی رہتے ہیں۔"

سارا راستہ کوچوان ہمیں باباجی کی کرامتیں سناتا آیا کہ انہوں نے کس طرح ایک کوڑھی کے جسم پرہاتھ پھیرا اور کوڑھی ٹھیک ہو گیا۔کس طرح ایک نابینا کی آنکھو ں پرہاتھ رکھا اور اس کی بینائی واپس آگئی۔ہم خاموشی سے اس کی باتیں سنتے رہے۔

ٹیلے کے پاس جاکر یکہ ایک پیپل کے درخت کے پاس رک گیا۔وہاں پہلے سے دو تین یکے کھڑے تھے۔عورتیں اور مرد ایک طرف بیٹھے تھے۔سامنے پتھر کی دیوار میں ایک چھوٹا سا دروازہ بنا ہوا تھا جہاں ایک دربان پہرہ دے رہاتھا۔جو کوئی آدمی یا عورت اندر جانے کی کوشش کرتی وہ اسے پیچھے ہٹا کر کہتا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ابھی تمہاری باری نہیں آئی، کل آنا۔"

ہم یکے سے اتر کر دربان کے پاس گئے۔دربان نے ایک جوگی اور جوگن کو دیکھا تو کسی قدر تعجب سے پُوچھا۔

"آپ تو ہندو ہیں۔باباجی مسلمان ہیں آپ کس لیے آئے ہیں؟"

دربان مسلمان تھا۔اس نے سبز لباس پہن رکھا تھا۔سر پرسفید رومال بندھا ہوا تھا۔میں اسے یہ نہیں بتاسکتاتھا کہ بھائی میں بھی مسلمان ہوں۔کیونکہ کانچی پر میں اپنا مسلمان ہونا ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔میں نے کہا۔

"بھیا! ہم باباجی کے درشن کرنے آئے ہیں۔"

دربان بولا۔"بابا لوگ آپ اپنی باری کاانتظار کریں۔جو لوگ پہلے آئے ہوئے ہیں وہ بھگت لیں تو پھر آپ کواندر جانے کی اجازت ملے گی۔"

میں نے کہا۔"ٹھیک ہے بھیا! ہم اپنی باری کاانتظار کرلیتے ہیں مگر ہماری باری کب آئے گی؟"

دربان نے حساب لگا کر کہا۔

"شام تو پڑجائے گی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

عین اس وقت بڑے زور سے پھنکار کی آواز آئی اور نیلا سانپ میری جیب سے اچھل کر زمین پر آگیااور پھن لہراتے ہوئے پھنکارنے لگا۔دربان ڈر کرپرے ہو گیا اور بولا۔

”اس کو پکڑو۔اس کو پکڑو۔“

میں نے جلدی سے نیلے سانپ یعنی پاروتی کو پکڑا اور جیب میں ڈالتے ہوئے دربان سے کہا۔

”بھائی ہمیں معاف کردینا۔ہم تمہیں ڈرانا بالکل نہیں چاہتے تھے۔یہ سانپ اپنے آپ باہر نکل آیا ہے۔ہم اپنی باری پر ہی باباجی کے درشن کریں گے۔“

میں اور کانچی واپس جانے ہی لگے تھے کہ اندر سے ایک آدمی دوڑتا ہوا دروازے پر آیااور دربان سے بولا۔

”رمجو! بابا جی کاحکم ہے کہ جو جوگی اور جوگن آئے ہیں انہیں میرے پاس بھیج دو۔“

میں تو حیران رہ گیا۔کانچی نے میری طرف بڑے فخر کے ساتھ دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”دیکھا‘ میں نہ کہتی تھی کہ باوی والے باباجی بڑی کرنی والے فقیر ہیں۔دیکھ لو‘ انہیں ہمارے آنے کی فوراً خبر ہوگئی۔حالانکہ انہیں کسی نے اندرجاکر نہیں بتایا۔“

دربان نے اسی وقت ہمیں اندر جانے کی اجازت دے دی اور دروازے سے پرے ہٹ گیا۔جوآدمی پیغام لے کر آیا تھا اس نے ہماری طرف دیکھ کر کہا۔

”تشریف لائیے۔باباجی آپ کاانتظار کررہے ہیں۔“

ہم اس آدمی کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔آگے ایک چھوٹی سی کھلی جگہ تھی۔ دونوں جانب جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔سب سے آخر میں بھی ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔اس جھونپڑی کے باہر آگ پر دیگ چڑھی ہوئی تھی۔ شاید زائرین کے لیے بھنڈار پک رہاتھا۔جھونپڑی کے باہر دو فقیر آمنے سامنے سرجھکائے بیٹھے تھے جیسے مراقبے میں ہوں۔ہمیں وہیں رکنے کا اشارہ کرکے وہ آدمی خود جھونپڑی کا ٹاٹ اٹھا کراندر چلاگیا۔فوراً ہی باہر آیا اور اشارے سے ہمیں اندرجانے کو کہا۔خود ایک طرف ہٹ گیا۔میں آگے آگے تھا۔کانچی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرے پیچھے پیچھے تھی۔میں ٹاٹ اٹھا کر اندر گیا تو دیکھا کہ فرش پر بھی ٹاٹ بچھا ہوا ہے جس پر سفید ریش بزرگ بیٹھا ہے۔سر پر سبز عمامہ ہے۔بدن پر سبز رنگ کا چغہ ہے۔میں نے بے اختیار ہو کر جاتے ہی انہیں کہا۔

”السلام علیکم!“

”وعلیکم السلام۔“

بزرگ نے میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے بیٹھنے کااشارہ کیا۔میں اور کانچی بزرگ کے قدموں میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔باباجی نے مجھ پر بھرپور نگاہ ڈالی اور بڑی نرم آواز میں کہا۔

”بیٹا! مسلمان ہو تو مسلمان بن کر دکھاؤ۔ہمیشہ مسلمان بنے رہو۔ہندو کیوں بنتے ہو؟“

میں نے دیکھا کہ کانچی چونک کر مجھے تکنے لگی تھی۔اسے اب معلوم ہوا تھا کہ میں ہندو نہیں بلکہ مسلمان ہوں۔مجھے کانچی کی پروا نہیں تھی۔میں صرف پاروتی کی خاطر اپنے آپ کو ہندو ظاہر کرتا رہاتھا۔میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”باباجی!آپ میرے دل کاحال جانتے ہیں کہ میں نے ہندوؤں والا بھیس کس لیے بدلا۔“

باباجی نے کہا۔

”چاہے کچھ بھی ہو۔تمہیں اللہ کا دروازہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔اس میں تمہاری بھلائی ہے۔“

وہ چپ ہوگئے۔جھونپڑی میں خاموشی چھاگئی۔مجھے کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑرہی تھی۔یہ بھی خیال تھا کہ باباجی شاید میرے دل کا حال جان گئے ہیں۔کانچی بھی چپ چاپ بڑے ادب سے بیٹھی تھی۔اتنے میں باباجی کہنے لگے۔

”میں جانتا ہوں تم کس لیے میرے پاس آئے ہو۔میں تمہاری ضرور مدد کرو ں گا۔لیکن جتنا مجھے میرے خدا نے اختیار دیا ہوا ہے اتنی ہی مدد کروں گا۔ تمہاری جیب میں جو سانپ ہے اسے باہر نکالو۔“

میں نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور نیلا سانپ نکال کر وہیں نیچے اپنے سامنے ٹاٹ پررکھ دیا۔پاروتی یعنی نیلے سانپ پر بھی باباجی کا اتنا اثر ہوچکاتھا کہ وہ بھی ادب سے سر جھکا کر سمٹ سمٹا کر بیٹھ گیا۔نہ اس نے اپنی گردن

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اٹھائی اور نہ پھنکار ماری۔باباجی نے گہری نگاہ سانپ پر ڈالی اور میری طرف دیکھ کر کہا۔

”ہم اس قسم کی شعبدہ بازیوں کو حرام سمجھتے ہیں۔ہم تو یہاں دکھی اور بیمار لوگوں کی خدمت کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔مگر جس سانپ کو تم ہمارے پاس لائے ہو۔یہ ایک ایسی عورت ہے جس کے دل میں ہمیں اسلام کے نور کی کرن پھوٹتی نظر آرہی ہے۔“

مجھے یاد آگیا کہ پاروتی کوشروع ہی سے بتوں کی پوجا سے نفرت تھی اور وہ مجھے کہا کرتی تھی کہ ایسا لگتا ہے کسی روز میں ان سب بتوں کو توڑ پھوڑ کر تمہارے مذہب اسلام میں داخل ہوجاؤں گی۔میں باباجی کی روشن ضمیری کا زبردست قائل ہوگیا تھا۔میں کچھ کہنے لگا تو باباجی نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے روک دیا اور کہا۔

”میں جانتا ہوں تم کیا کہنے والے ہو۔تم چاہتے ہو کہ ہم اس سانپ کو پھر سے عورت کی شکل میں لے آئیں۔“

میں نے کہا۔”جی ہاں باباجی!“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

باباجی نے آنکھیں بند کرلیں اور گہری سوچ میں گم ہوگئے۔

تھوڑی دیر کے بعد باباجی نے آنکھیں کھولیں۔ہماری طرف دیکھااور کہا۔

”اس کاہمیں اختیار تو ہے مگر اجازت نہیں ہے۔تمہیں اپنی مراد پوری کرنے کے لیے دلی شہر میں لال پہاڑی کے پیچھے بابا سدا رنگ کی خانقاہ جانا ہوگا۔بابا سدا رنگ کا درجہ مجھ سے بہت اونچا ہے۔وہ اگر چاہیں تو اس سانپ کو دوبارہ انسانی شکل میں واپس لاسکتے ہیں۔“

میں نے کہا۔”باباجی‘کیا آپ...؟“

انہوں نے میری بات کاٹ کر کہا۔

”اب تمہارا ہمارے پاس کوئی کام نہیں جاؤ بابا سدا رنگ کے پاس جاکر اپنی فریاد پیش کرو۔اور سنو! اب کبھی ہندو نہ بننا۔مسلمان ہو کربت پرستوں والا حلیہ نہ بنانا۔جاؤ۔“

میں نے نیلے سانپ کواٹھا کر جیب میں ڈالا۔باباجی کو سلام کیا۔کانچی نے بھی بڑے ادب سے بابا جی کو سلام کیااور ہم دونوں جھونپڑی سے باہر آگئے۔کانچی خاموش تھی۔میں جانتاتھا کہ وہ کیا سوچ رہی تھی۔اسے کبھی گمان بھی نہیں گزر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سکتا تھا کہ میں ہندو نہیں ہوں مسلمان ہوں۔جب ہم احاطے کی دیوار کے دروازے میں سے نکل کر باہر آئے تو کانچی نے آہستہ سے کہا۔

”تم مسلمان تھے تو مجھے کیوں نہیں بتایا؟ مجھے تو بتادیتے۔“

میں نے کہا۔”کانچی تم اندازہ نہیں لگا سکتیں کہ میرے ساتھ کیسی کیسی مجبوریاں نہیں تھیں۔میں نے غیر مسلموں والا بھیس صرف پاروتی کی بھلائی کی خاطر اختیار کیا تھا۔تم پاروتی کی اگر دردناک کہانی سنو تو تمہاری آنکھ سے آنسو نہ تھمیں کہ کس طرح ایک شریف گھرانے کی پڑھی لکھی لڑکی کو تمہارے ہندو سپیروں اور جوگیوں نے اغوا کیااور پھر اس کے ساتھ کیسے کیسے مظالم کیے۔میں کون ہوں؟ کہاں سے چلا؟ کہاں پہنچ گیا اور پاروتی سے میری ملاقات کیسے ہوئی؟ یہ بھی ایک لمبی داستان ہے۔اس داستان کو سنانے کا وقت نہیں۔“

ہم یکہ میں بیٹھ کر اسٹیشن کی طرف جارہے تھے۔میں نے محسوس کیا کہ میرے مسلمان ہونے کا راز کھل جانے پر کانچی کو نفسیاتی طور پر دھچکا لگا ہے۔وہ خاموش

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی۔میں نے بھی اس سے کوئی بات نہ کی۔یکہ سڑک پر چلاجارہاتھا۔جب ہم کافی دور نکل گئے تو میں نے کانچی سے کہا۔

”کیابات ہے؟ تم چپ چپ ہو۔“

حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ چپ کیوں ہے۔کہنے لگی۔

”ویسے ہی چپ ہوں۔کوئی خاص بات نہیں ہے۔“

رانچی کے اسٹیشن پر پہنچنے کے بعد میں نے دلی جانے والی گاڑی کے بارے میں ایک قلی سے پوچھا تووہ بولا۔

”یہاں سے کوئی گاڑی سیدھی دلی نہیں جاتی آپ کو مرزا پور جانے والی گاڑی پکڑنی ہوگی۔مرزا پور سے آپ کو دلی جانے والی گاڑی ملے گی۔“

قلی نے یہ بھی بتایا کہ یہ بڑا لمبا سفر ہے۔کانچی نے مجھے ایک طرف لے جاکر کہا۔

”میں سوچتی ہوں اب میرا تمہارے ساتھ دلی جانا کوئی اتناضروری نہیں ہے۔یہ کام تم خود بھی کرسکتے ہو۔میں دیوتاؤں کا خزانہ پنڈت سے بچانا چاہتی تھی۔وہ محفوظ ہو گیا ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ معلوم ہوجانے کے بعد کہ میں ہندو نہیں مسلمان ہوں۔کانچی کا دل مجھ سے اکھڑ گیا تھا۔میں بھی اسے زبردستی اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہتا تھا۔میں نے کہا۔

”اگر تم واپس جانا چاہتی ہو تو میں تمہیں نہیں روکوں گا۔لیکن ایک بات ضرور کہوں گا کہ میں تمہارا بہت احسان مند ہوں۔تمہاری مدد کے بغیر میں پاروتی کو حاصل نہیں کرسکتا تھا۔“

کانچی کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔کہنے لگی۔

”اس میں احسان والی کوئی بات نہیں ہے۔“

ہم خاموش ہوگئے۔اس وقت ہم پلیٹ فارم کے بینچ پر بیٹھے تھے۔میں نے پوچھا۔

”یہاں سے تم کس طرف جاؤ گی؟“

وہ بولی۔”میں سوچتی ہوں درگا پوجا کا تہوار شروع ہونے والا ہے۔پہلے کلکتے کی یاترا کروں اس کے بعد اپنے وطن تبت چلی جاؤں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مرزا پور جانے والی گاڑی پہلے آگئی۔میں یہاں کانچی سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا۔مرزا پور پہنچ کر میں نے گاڑی بدلی اور دلی جانے والی ٹرین میں سوار ہو گیا۔آگے بھی بڑا لمبا سفر تھا۔ٹرین الہ آباد کان پور اور علی گڑھ سے ہوتی ہوئی ایک دن او رایک رات کے سفر کے بعد دلی پہنچی۔میں ابھی تک ہندو جوگیوں والے بھیس میں تھا۔اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔مگر میرے پاس دوسرے کپڑے نہیں تھے۔اتنے روپے بھی نہیں تھے کہ نئے کپڑے خرید لوں۔میں نے اتنا ضرور کیا کہ ماتھے پر جو تلک لگا تھا وہ مٹایا اور کرمنڈل بھی راستے میں ٹرین سے باہر پھینک

دیا۔دلی کے اسٹیشن پر گاڑی صبح کے وقت پہنچی تھی۔میں نے اسٹیشن پر ہی تھوڑا سا ناشتہ کیا۔ویٹنگ روم کے باتھ روم میں جاکر جیب سے پاروتی کے نیلے سانپ کو نکال کر دیکھا۔سانپ بالکل ٹھیک تھا اور سر اٹھا کر میری طرف دیکھنے لگا۔مجھے یوں لگا جیسے پاروتی مجھے دیکھ رہی ہے۔میں نے اسے رومال میں لپیٹ کر بڑی احتیاط سے جیب میں رکھ لیا۔اب مجھے دلی شہر کی لال پہاڑی والی خانقاہ میں جانا تھا جہاں سدا رنگ بابا کا ڈیرہ تھا۔نیلے سانپ کو پاروتی کی شکل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں واپس لانے کی یہی ایک امید باقی تھی کہ سدا رنگ باباہی یہ کام کر سکتے ہیں۔

میں سواریوں والے تانگے میں بیٹھ کر لال پہاڑی والی خانقاہ پر پہنچ گیا۔وہاں باباجی کے عقیدت مند کافی تعداد میں خانقاہ کے باہر درختوں کے نیچے بیٹھے تھے۔انہوں نے ایک ہندو جوگی کو یعنی مجھے دیکھا تو حیرت سے تکنے لگے۔میں لوگوں سے دور ایک الگ تھلگ جگہ پرجاکر بیٹھ گیا۔معلوم ہوا کہ باباجی ایک گھنٹے بعد عقیدت مندوں سے ملاقات کریں گے۔اس دوران وہاں سما شروع ہو گیا۔لوگ سماع سننے جمع ہوگئے۔میں نے سوچا چلوسماع سنتے ہیں۔اس طرح وقت بھی گزرجائے گا۔میں بھی لوگوں کے مجمع میں آکربیٹھ گیا۔قوال کسی شاعر کا فارسی کلام گارہے تھے۔ساز اور ڈھولک بج رہی تھی۔جب سماع کا رنگ خوب جم گیا اورقوالی تیز ہوگئی تو نیلا سانپ یعنی پاروتی میری جیب سے زور لگا کرباہر نکل آئی۔میں اسے پکڑتا ہی رہ گیااور وہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے قوالوں کے سامنے جاکر پھن اٹھا کررقص کرنے لگی۔سب لوگ ایک سانپ کو یوں جھومتے دیکھ کر حیران رہ گئے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

قوال پہلے تو کچھ خوفزدہ ہوئے مگر جب دیکھا کہ سانپ انہیں کچھ نہیں کہہ رہابلکہ ان کی قوالی پر وجد کررہا ہے تو انہوں نے بھی دھن تیز کردی۔پاروتی نے بھی رقص تیز کردیا۔میں خاموش بیٹھا یہ منظر دیکھتا رہا۔آخرقوالی ختم ہوگئی۔پاروتی رینگتی ہوئی چپ چاپ میرے پاس آگئی۔میں نے اسے اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔لوگ مجھ سے پوچھنے لگے کہ یہ سانپ کہاں سے لیا ہے؟ میں نے کہا۔

”بابا لوگ ہم تو فقیر آدمی ہیں۔ایک جنگل سے مل گیا۔زخمی تھا۔ہم نے اس کا زخم دھویا۔مرہم لگائی اور پھر جنگل میں چھوڑا تو یہ واپس نہ گیا۔بس اسی روز سے ہمارے ساتھ رہ رہا ہے۔آج ہم بابا کے درشن کرنے آئے۔قوالی ہونے لگی تو سانپ وجد میں آگیا۔“

میں اس سے زیادہ لوگوں کو اور کیابتاتا۔اتنے میں باباجی سدا رنگ نے لوگوں سے ملنا شروع کردیا۔تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد عقیدت مند خانقاہ کی کوٹھری میں جاتے اور باباجی کی دعائیں وصول کرکے پرسکون حالت میں واپس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آجاتے۔آخر میری باری بھی آگئی۔جب میں بابا جی کی کوٹھری میں داخل ہوا تو بابا جی نے جلالی آواز میں کہا۔

”تونے ابھی تک اپنے اندر کے بت نہیں توڑے۔جاپہلے مسلمانوں والا اپنا اصلی حلیہ بنا۔پھر ہمارے پاس آ...جا...“

میں اسی وقت باہر نکل آیا۔

سوچنے لگا دوسرے کپڑے کہاں سے حاصل کروں۔میں نے باہر سڑک پر آکر دوسری جیب میں سے پیسے نکال کر دیکھے۔کل ساڑھے سات روپے تھے۔ اتنی رقم پاکستان بننے کے ایک سال بعد تک بہت ہوا کرتی تھی۔میں لوگوں سے پوچھتا ہوا دلی کے ایک بازار میں آگیا۔جہاں ریڈی میڈ سستی قسم کے کرتے پاجامے وغیرہ بکتے تھے۔سردیوں کا موسم جارہاتھا۔دن کے وقت اتنی سردی نہیں ہوتی تھی۔میں نے ایک پاجامہ ایک کرتہ اور ایک واسکٹ خریدی۔اوردکان کے اندر ہی جوگیوں والا لباس اتار کر کرتہ پاجامہ واسکٹ پہن لی۔دکاندار بڑاحیران ہوا۔آخر اس نے پوچھ ہی لیا۔

”سادھو مہاراج! کیا آپ سی آئی ڈی کے جاسوس ہیں؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے اسے رازداری سے کہا۔

”تم نے ٹھیک پہچانا۔مگر اس کاذکر کسی کے آگے مت کرنا۔میں اسپیشل پولیس کا جاسوس اور مسلمان ہوں۔“

دکاندار خوش ہوکر بولا۔

”بھائی صاحب ہم گاہکوں کے راز کسی کو نہیں بتایا کرتے۔ورنہ ہماری دکانداری دو دن نہ چلے۔“

اب میرا حلیہ مسلمانوں والا بن گیاتھا۔سانپ کو میں نے واسکٹ کی جیب میں رکھ لیا تھا۔یہاں سے میں واپس باباسدا رنگ کی خانقاہ پرآگیا اور اپنی باری کاانتظار کرنے لگا۔تھوڑی دیر میں باباجی نے مجھے اندربلالیا۔مجھے مسلمانوں والے لباس میں دیکھ کر کہا۔

”اب کبھی بت پرستوں والا لباس نہ پہننا۔“

میں نے عرض کی۔

”انشاء اللہ آپ کے حکم پر پورا عمل کروں گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں باباجی کے آگے اپنا مدعا بیان کرنے کے واسطے الفاظ تلاش کررہاتھا کہ بابا سدا رنگ نے فرمایا۔

”وہ سانپ نکالو جسے تم اپنے ساتھ لائے ہو۔“

میں نے جلدی سے رومال جیب سے نکال کر سامنے رکھ دیا۔میں نے دیکھا کہ پاروتی کا سانپ رومال کے اندر ہی رہا۔وہ باہر نہ نکلا۔بابا سدا رنگ نے سانپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”رومال میں کیوں چھپ کر بیٹھی ہو؟ باہر آجاؤ۔“

نیلا سانپ باباجی کاحکم سنتے ہی آہستہ آہستہ رومال سے نکل آیا اور باباجی کے سامنے سر جھکا کر بیٹھ گیا۔بابا سدارنگ کچھ دیر سانپ پرنظریں جمائے بیٹھے رہے۔پھر میری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھااور فرمایا۔

”اس کوخواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ پر لے جاؤ اور وہاں اسے حوض کاپانی پلاؤ۔خدا نے چاہا تو آدھی رات کے بعد یہ اپنی اصلی شکل میں واپس آجائے گی اور سنو... جس رات یہ اپنی اصلی شکل میں واپس آجائے اس کے دوسرے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دن تمہیں درگاہ شریف کی مسجد کے سامنے درخت کے نیچے بیٹھاایک فقیر ملے گا۔وہ اس لڑکی کو سیدھی راہ پر لے آئے گا۔اب تم جاسکتے ہو۔“

میں سلام کرکے تعظیم بجالاکر بابا سدا رنگ کی کوٹھری سے نکل آیا۔پاروتی کومیں نے اپنی واسکٹ کی جیب میں رکھ لیاتھا۔وہاں سے میں‌تانگے میں بیٹھ کر شہر سے باہر حضرت خواجہ صاحبؒ کی درگاہ پر حاضری دینے گیا۔میں سب سے پہلے مزار شریف پر جاکر فاتحہ خوانی کرنا اور سلام عرض کرنا چاہتاتھا۔لیکن اس خیال سے رک گیا کہ ایک ہندو عورت سانپ کے روپ میں میری جیب میں ہے کہیں بے ادبی نہ ہوجائے۔میں دوسری طرف والے دروازے سے ہو کر درگاہ شریف کے حوض پر آگیا۔درگاہ کے باہر ہی سے میں نے مٹی کاایک چھوٹا سا کٹوراخرید لیاتھا۔میں نے حوض میں سے تھوڑا سا پانی کٹورے میں ڈالااور الٹے پاؤں وہاں سے واپس ہوا۔حوض کا برکت والا پانی مجھے آدھی رات کے بعد پاروتی کو پلانا تھا۔اس کے لیے کسی ایسی جگہ کی ضرورت تھی جہاں میں رات بسر کرسکوں اور جہاں مکمل تنہائی ہو اور میرے سوادوسرا کوئی نہ ہو۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اب تو خواجہ صاحب کی درگاہ شریف کے آس پاس بہت آبادی ہو گئی ہے۔ اس زمانے میں اتنی آبادی نہیں تھی۔ میرے پاس صرف ڈھائی روپے باقی رہ گئے تھے۔ وہاں کوئی ایسا ہوٹل یا سرائے نہیں تھی جہاں میں اکیلے میں رات بسر کرسکتا۔ جب کوئی راستہ نظر نہ آیا تو میں نے یہی فیصلہ کیا کہ بستی سے دور کسی غیر آباد جگہ پر چل کر بیٹھ جانا چاہیے۔ ایک طرف مجھے درختوں کے جھنڈ نظر آئے۔ میں اس طرف چل پڑا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ درختوں کے درمیان ایک چھوٹا سا قبرستان تھا۔ پندرہ بیس قبریں ادھر ادھر بنی ہوئی تھیں۔ کونے میں ایک بارہ دری میں آکر بیٹھ گیا۔ حوض کے پانی والا کٹورا میرے پاس ہی تھا۔ قبرستان میں آتے وقت رات کے نو بج رہے تھے۔ اس حساب سے مجھے تین گھنٹے انتظار کرنا تھا۔ رات جیسے جیسے گہری ہوتی گئی رات کی خاموشی زیادہ پراسرار ہو گئی۔ جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کرچکا ہوں مجھے قبرستان میں کبھی بھی ڈر نہیں لگا تھا۔ میں بڑے سکون کے ساتھ بارہ دری کے ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا رہا۔ اس دوران مجھے نیند بھی آنے لگی۔ مگر میں نے اپنے اوپر نیند طاری نہ ہونے دی۔ رات گزرتی جارہی تھی۔ آسمان پر ستارے نظر آرہے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھے۔ جب مشرق کی طرف آسمان پر سات ستاروں کی ٹولی ایک طرف کو جھکی ہوئی دکھائی دی تو میں سمجھ گیا کہ آدھی رات گزر گئی ہے۔ میری خانہ بدوشی کے زمانے میں مجھے اس بات کا تجربہ ہوچکا تھا۔ اس کے باوجود میں نے مزید آدھا گھنٹہ انتظار کرلیا۔ جب آدھا گھنٹہ بھی گزر گیا تو میں تیار ہو گیا۔

میں نے جیب سے رومال نکال کر سامنے رکھ لیا۔ حوض کے پانی والا کٹورا اپنے قریب کرلیا۔ پھر رومال میں سے پاروتی کو آہستہ سے ہاتھ میں پکڑا اور اس کا منہ پانی کے کٹورے کے ساتھ لگادیا۔ سانپ نے ذرا بھی ہچکچاہٹ کا اظہار نہ کیا۔ اس نے فوراً کٹورے میں سے پانی پینا شروع کردیا۔ اس وقت واقعی میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ کیونکہ میرے سامنے ایک کرامت ہونے والی تھی۔ کبھی خیال آتا کہ سانپ عورت کی شکل اختیار نہیں کرے گا۔ کبھی خیال آتا کہ نہیں سانپ ضرور پاروتی کی شکل میں آجائے گا۔ نیلے سانپ نے کٹورے میں سے آدھے سے زیادہ پانی پی لیا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے سر اٹھا کر مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بارہ دری کے فرش پر لیٹ گیا۔ اس طرح سانپ کو لیٹتے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

قبرستان میں چاروں طرف سناٹااور رات کااندھیرا چھایا ہوا تھا۔بارہ دری کافرش سفید سنگ مرمر کاتھا جس کی وجہ سے اندھیرے میں بھی نظر آرہاتھا۔میری نگاہیں نیلے سانپ پر جمی ہوئی تھیں۔اچانک سانپ میں حرکت پیدا ہوئی۔وہ اپنی جگہ پرگول دائرے میں رینگنے لگا۔کوئی ایک منٹ تک وہ اسی طرح اپنے دائرے میں رینگتا رہا۔پھر کنڈلی مار کربیٹھ گیا۔اپنا پھن کھول لیااور دائیں بائیں جھومنے لگا۔میں ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہاتھا۔میرے دیکھتے دیکھتے سانپ میری نظروں سے غائب ہوگیا۔دو تین سیکنڈ تک سنگ مرمر کافرش بالکل خالی رہا۔پھر جس جگہ سانپ بیٹھا ہواتھا وہاں دھواں سا جمع ہونا شروع ہوگیا۔اس دھوئیں نے آہستہ آہستہ انسانی جسم کی شکل اختیار کرنا شروع کرلی۔پھر ہلکی سی روشنی دھوئیں میں ہوئی۔جیسے بہت کمزور سی بجلی بادلوں میں چمک کر غائب ہوگئی ہو۔اس روشنی کے بجھتے ہی پاروتی ظاہر ہوگئی۔وہ میرے سامنے سانپ والی جگہ پر آلتی پالتی مار کربیٹھی تھی۔اندھیرے میں اس کی کیسری رنگ کی آنکھیں انگاروں کی طرح دمک رہی تھیں۔میں نے اس کو آواز دی۔

”پاروتی پاروتی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی کے چہرے پرمسکراہٹ سی نمودار ہوئی۔پھرمیں نے ایک طویل عرصے کے بعد اس کی آواز سنی۔اس نے میرا نام لے کر کہا۔

”خداکاشکر ہے کہ میں انسانی شکل میں آکرتمہیں دیکھ رہی ہوں۔“

میں نے خدا کالاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ پاروتی نہ صرف انسانی شکل میں واپس آگئی تھی بلکہ اس کی کھوئی ہوئی یادداشت بھی واپس آگئی تھی۔اس نے چاروں طرف بڑے غور سے دیکھا اور پوچھا۔

”میں کہاں ہوں؟ یہ کونسی جگہ ہے؟“

تب میں نے اسے شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی بیان کردی۔وہ حیرت سے سنتی رہی۔جب میں نے کہانی ختم کی تو اس نے کہا۔

”مجھے کچھ یاد نہیں۔اتنا یاد ہے کہ کسی نے مجھ پر اس وقت حملہ کیاتھا جب میں سانپ کے روپ میں تھی اور میرے جسم کے ٹکڑے کردیئے تھے۔اس کے بعد مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ ایک پجاری نے مجھ پر منتر پھونکا تھااور میں انسانی شکل سے سانپ کی شکل میں آگئی تھی۔پھرمیں نے تمہیں دیکھا۔میں نے تمہیں پہچان لیاتھا مگر تم سے بات نہیں کرسکتی تھی۔جس طرح پہلے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جب میں سانپ کے روپ میں ہوتی تھی تو انسانی آواز میں تم سے بات کرلیا کرتی تھی۔اس حالت میں میں کسی کسی وقت بالکل مدہوش ہوجاتی تھی لیکن مجھے یاد ہے کہ تم مجھے لے کر ایک مسلمان بزرگ کے پاس گئے تھے میں نے ان کے چہرے کے گرد نور کی روشنی دیکھی تھی اور میں نے ان کی بے حد تعظیم وتکریم کی تھی۔

میں نے پاروتی سے کہا۔

”پاروتی میں صبح بھی تمہیں ایک بزرگ کے پاس لے کر جارہاہوں۔بابا سدا رنگ جس نے تم پر کئے گئے منتر کے طلسم کوتوڑنے کا طریقہ بتایا تھا۔انہوں نے ہی مجھے حکم دیا ہے کہ میں درگاہ شریف خواجہ خواجگان کے حوض کاپانی تمہیں پلاؤں۔میں نے ایسا ہی کیا اور تم انسانی شکل میں واپس آگئیں۔انہوں نے کہا تھا کہ صبح پاروتی کو لے کر درگاہ شریف کی مسجد کے سامنے درخت کے نیچے ایک فقیر بیٹھا ملے گا۔اس کے پاس جانا۔کیا تم اس فقیر کے پاس جانا چاہتی ہو؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاروتی نے کہا۔”کیوں نہیں۔میں ضرور جاؤں گی۔مجھے تو اب معلوم ہوا ہے کہ تم مسلمانوں کا دین اسلام نورانی مذہب ہے او رتمہارا دین ہی سچا ہے۔میں تو شروع ہی سے اسلام کو دل سے مانتی تھی مگر کسی سے اس کاذکر نہیں کرتی تھی۔مجھے اس فقیر کے پاس ضرور لے چلو۔میں چاہتی ہوں کہ اس فقیر کے ہاتھ پر مسلمان ہوجاؤں۔“

یہ بات میں چاہتاتھا کہ پاروتی خود کہے اور اپنی مرضی سے اسلام کا دین اختیار کرلے۔اب جبکہ اس نے اس خواہش کا حرف حرف اظہار کردیاتو میں نے اسے کہا۔

”ٹھیک ہے صبح مسجد والے فقیر کے پاس چلیں گے۔ان کے آگے تم خود اس خواہش کا اظہار کرنا۔وہ تمہیں کلمہ پڑھا کر مسلمان کردیں گے۔“

پاروتی بڑی خوش ہوئی۔ہم نے قبرستان کی بارہ دری میں اسی طرح پرانے دنوں کو یاد کرکے ان کی باتیں کرکے باقی کی رات گزاردی۔جب صبح کااجالا پھیلا تو میں اسے ساتھ لے کر درگاہ شریف والی مسجد کے پاس آگیا۔میں نے دیکھا کہ مسجد کے سامنے نیم کا سایہ دار درخت تھا۔اس درخت کے نیچے ایک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

فقیر بوریے پر بیٹھا تسبیح پھیر رہا تھا۔میں نے اور پاروتی نے قریب جا کر سلام کیا اور خاموشی اور ادب سے ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔فقیر کی آنکھیں بند تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور پاروتی کی طرف دیکھ کر کہا۔

”بچی تم بڑی خوش قسمت ہو کہ اللہ نے تمہیں سیدھی راہ دکھادی۔“

میں نے پاروتی کواشارہ کیا۔اس نے فقیر سے کہا۔

”باباجی میں ہندو عورت ہوں لیکن میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔مجھے مسلمان کردیں۔“

فقیر کے ہونٹوں پر تبسم نمودار ہوا۔اس نے کہا۔”تم پر خدا کی رحمت ہو۔آؤ میرے ساتھ۔“

وہ فقیر ہمیں مسجد میں لے گیا۔یہاں اس نے اپنی نگرانی میں پاروتی کووضو کرایا۔اپنے سامنے بٹھایااور کلمہ شریف پڑھا کر مسلمان کیااور کہا۔

”بچی ہم نے تمہارا نام پاروتی سے پروین رکھ دیا ہے۔اب تم مسلمان ہو اورخداوند کریم نے تمہیں اپنی رحمتوں کے سائے میں لے لیا ہے۔“

پاروتی نے دعا مانگ کراللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیااورفقیر سے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”باباجی میرے پاس ایک طاقت تھی کہ میں انسان سے ناگن اور ناگن سے پھرانسان بن جاتی تھی۔کیایہ طاقت اب بھی میرے پاس رہے گی؟“

فقیر نے کہا۔”وہ طاقت تم نے اپنی جان پر سخت مصیبتیں اٹھا کر دن رات کی چلہ کشی اور محنت سے حاصل کی ہے۔وہ طاقت تمہارے پاس ہی رہے گی لیکن اس طاقت کو تم انسانوں کی بھلائی کے لیے استعمال کروگی۔اپنی اس طاقت سے کسی انسان کو نقصان نہیں پہنچاؤگی۔“

پاروتی یعنی پروین نے کہا۔”میں وعدہ کرتی ہوں بابا کہ ایسا ہی کروں گی۔“

فقیر نے اسے دعا دی اور کہا۔”جاؤ اللہ تمہارا نگہبان ہو۔“

ہم نے فقیر کو سلام کیااور مسجد سے نکل آئے۔باہر آکر پروین (اب میں بھی پاروتی کو پروین ہی لکھوں گا) نے مجھ سے کہا۔

”میں کلکتہ جا کر ایک بار اپنا پرانا مکان دیکھنا چاہتی ہوں۔کیا تم میرے ساتھ چلوگے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں کیسے انکار کرسکتا تھا لیکن دل میں ایک خیال ضرور آیا کہ کہیں اس علاقے میں گروپجاری سے آمناسامنا نہ ہوجائے۔ہم پر کسی بڑی مصیبت میں پھنس سکتے تھے۔

میں نے پروین سے کہا۔

”ہمارے پاس ریل کا کرایہ بھی نہیں ہے۔ہم نے ریل میں بغیر ٹکٹ سفر کیا تو پکڑے جائیں گے۔“

پاروتی یعنی پروین سوچ میں پڑگئی۔تھوڑی دیر غور کرتی رہی پھر بولی۔

”میرے کپڑے بھی بڑے پرانے ہوگئے ہیں اور یہ ہندوؤں کا لباس ہے۔ میں بھی چاہتی ہوں کہ مسلمان عورتوں کی طرح شلوار قمیص اور دوپٹہ اوڑھوں۔میں اب ساڑھی کبھی نہیں پہنوں گی۔“

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس کے لیے پیسے کہاں سے آئیں گے۔ایک بات ہوسکتی ہے۔“

”وہ کیا؟“ پروین نے پوچھا۔

میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں دلی میں کسی دکان یا کارخانے میں نوکری کرلیتا ہوں۔ہم پیسے جمع کرکے کلکتے کا کرایہ بھی اکٹھا کرلیں گے اور تم اپنا نیا لباس بھی بنوالینا۔“

پروین کہنے لگی۔

”تمہاری بیوقوفوں والی باتیں نہ گئیں اس طرح تو ہمیں نہ جانے کتنے دن دلی شہر میں رہنا پڑے۔نہیں... میں اتنی دیر انتظار نہیں کرسکتی۔“

”تو پھر ہم کیا کرسکتے ہیں؟ میرے پاس جتنے پیسے تھے وہ تو ختم ہوچکے ہیں۔ اب تو صرف اتنے پیسے ہیں کہ جس سے ہم دوپہر کا کھانا ہی کھاسکتے ہیں۔“

پروین کہنے لگی۔

”میرے ساتھ آؤ۔“

پروین نے کہا۔”میں تمہیں اسی قبرستان میں لے جانا چاہتی ہوں جہاں ہم نے رات بسر کی تھی۔آؤ میرے ساتھ۔“

ہم درگاہ شریف کی بستی کے پیچھے سے ہوتے ہوئے اس قبرستان میں آگئے جو درختوں کے جھنڈ میں تھااور جہاں ایک پرانی بارہ دری میں ہم نے رات گزاری تھی اور پروین سانپ سے انسانی شکل میں واپس آئی تھی۔دوپہر کا وقت

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہو چکا تھا۔ قبرستان میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس قبرستان میں کچھ نئی قبریں تھیں اور کچھ پرانی بھی تھیں۔ پروین نے کہا۔

"بارہ دری والی قبر پر چلو۔"

ہم بارہ دری میں آگئے۔ پروین نے قبر کے گرد ایک چکر لگا کر اس کا جائزہ لیا۔ پھر میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔ کہنے لگی۔

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ اس قبرستان میں کسی بادشاہ کا کوئی خزانہ دفن ہے۔"

میں اس کا منہ تکنے لگا۔

"خزانہ؟ بادشاہ کا خزانہ؟"

"ہاں۔" پروین نے کہا۔

میں نے پوچھا۔ "لیکن اس خزانے کا سراغ کون لگائے گا؟"

پروین نے کہا۔ "اس کا سراغ نہ تم لگا سکتے ہو نہ میں لگا سکتی ہوں۔ اس کا سراغ ایک سانپ لگائے گا۔"

"کون سا سانپ؟ مجھے تو یہاں کوئی سانپ دکھائی نہیں دیتا۔"

پروین کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ایک سانپ اس قبرستان میں موجود ہے۔ مجھے اس کی بو آرہی ہے۔ میں اس کو بلاتی ہوں اور خزانے کے بارے میں اس سے بات کرتی ہوں۔"

مجھے معلوم تھا کہ پروین ایسا کر سکتی ہے۔ وہ پہلے بھی سانپوں کو بلا کر ان سے اس کی زبان میں بات کیا کرتی تھی۔ میں نے کہا۔

"بھلا بلاؤ سانپ کو۔"

پروین نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ وہ منہ میں کچھ پڑھ رہی تھی پھر اس نے آنکھیں کھول کر ہوا میں پھونک ماری اور منہ سے رک رک کر دو تین ایسی آوازیں

نکالیں جیسے وہ سس سس کر رہی ہو۔ وہ کسی ان دیکھے سانپ سے اس کی زبان میں بات کر رہی تھی۔ اس کے بعد وہ میری طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

"جو سانپ اس قبرستان میں رہتا ہے میں نے اسے بلایا ہے۔"

میں بھی چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اتنے میں بارہ دری کے نیچے سامنے کی جانب پرانی قبروں کے درمیان مجھے ایک کالا سانپ اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ پروین نے بھی اس سانپ کو دیکھ لیا تھا۔ کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”وہ دیکھو‘ سانپ آرہا ہے۔اس نے میری آواز سن لی تھی۔میں اس سے خزانے کی بابت پوچھتی ہوں۔تم اپنی جگہ پر بالکل بے حس وحرکت ہو کر بیٹھے رہنا۔“

میں ساکت ہو کر بیٹھ گیا اتنے میں سانپ بارہ دری کے فرش پر نمودار ہوا۔یہ کالے رنگ کا کوئی ڈیڑھ فٹ لمبا سانپ تھا۔اس کے جسم پر نیلے رنگ کی دھاریاں بھی تھیں۔سانپ قبر کے اوپر سے ہو کر آیا اور پاروتی یعنی پروین کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔بیٹھنے کے بعد اس نے پھن کھولااور تین بار سر جھکا کر پروین کو سلام کیا۔پروین اب اس سے سانپوں کی زبان میں باتیں کرنے لگی۔وہ بات کرکے چپ ہوجاتی تو سانپ کے منہ سے بھی سس سس اور سسکار کی آوازیں نکلنے لگتیں۔میں اپنی جگہ پر بے حس وحرکت بیٹھا انسان اور سانپ کے درمیان یہ عجیب وغریب مکالمہ سن رہا تھا۔

جب ان کا مکالمہ ختم ہوا تو سانپ فرش پر بارہ دری کی سیڑھیوں کی طرف رینگنے لگا۔پروین نے مجھ سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”سانپ ہمیں ایک مدفن شدہ خزانے کے پاس لے کر جارہا ہے۔خاموشی سے میرے پیچھے پیچھے آجاؤ۔“

سانپ سیڑھیاں اتر کر قبروں میں چلنے لگا۔ہم دونوں بھی اس کے پیچھے چل رہے تھے۔جہاں قبرستان کی سرحد ختم ہوتی تھی وہاں ایک ٹوٹا پھوٹا کھنڈر تھا۔کھنڈر کیا تھا محض ایک موٹی دیوار تھی جس کی پرانی اینٹیں جگہ جگہ سے اکھڑ چکی تھیں اور زمین پر ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔سانپ اس بوسیدہ دیوار کے پیچھے آکر رک گیا۔پروین اور میں بھی وہاں پہنچ کر کھڑے ہوگئے۔

پروین نے ایک بار پھر سانپ سے اس کی زبان میں باتیں شروع کردیں۔تھوڑی دیر بعد سانپ دیوار کے قریب اینٹوں کے ڈھیر میں گھس گیا۔میں نے پروین سے پوچھا۔

”سانپ کہاں گیا ہے؟“

وہ بولی۔”یہاں کسی مغل بادشاہ کا بڑ اقیمتی خزانہ دفن ہے۔یہ خزانہ زمین سے کئی گز نیچے دفن ہے۔میں نے سانپ کو حکم دیا ہے کہ وہ بادشاہ کے مدفون خزانے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں سے کوئی قیمتی ہیرا موتی نکال کر لے آئے۔ کیونکہ ہم نے سارا خزانہ لے کر کیا کرنا ہے، جتنی ہمیں ضرورت ہے ہم اتنا ہی لے لیں گے۔"

میں نے کہا۔"ہاں۔یہ تم نے بالکل ٹھیک کیا۔اتنی زیادہ دولت لے کر ہم کیا کریں گے۔"

ہم وہیں اینٹوں کے ایک ڈھیر پر بیٹھ کر سانپ کی واپسی کاانتظار کرنے لگے۔ کوئی دس پندرہ منٹ کے بعد سانپ اینٹوں میں سے باہر آتانظر آیا۔اس نے منہ میں ایک سرخ رنگ کا آلوچے جتنا بڑا موتی پکڑا ہوا تھا۔سانپ نے وہ سرخ موتی پاروتی کے سامنے لاکر ڈال دیا۔اگر میں اپنی داستان بیان کرتے کرتے پروین کی جگہ پاروتی کانام بول جاؤں تو کوئی خیال نہ کیجیے گا بلکہ اسے پروین ہی سمجھئے گا۔کیونکہ پاروتی کے اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا نام فقیر بابا نے پروین رکھ دیا تھا۔پروین نے موتی اٹھا کر غور سے دیکھا پھر مجھے دکھایا اور کہنے لگی۔

"مجھے ہیرے موتیوں کی زیادہ پہچان نہیں ہے کیا تمہیں پہچان ہے؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔"میں بھی اس معاملے میں تمہاری طرح اناڑی ہوں۔یہ تو کوئی جوہری ہی دیکھ کربتا سکتا ہے کہ یہ موتی کتنا قیمتی ہے۔"

پروین نے سانپ کو اس کی زبان میں واپس جانے کاحکم دیا۔سانپ سر جھکا کر پروین کوسلام کرکے قبروں کی طرف چلا گیا اور غائب ہو گیا۔پروین کہنے لگی۔

"چلو اب دلی کے صرافہ بازار میں چل کر اس موتی کو کسی جوہری کے پاس فروخت کرتے ہیں۔اس کو بیچ کر جو روپے ملیں گے ان سے ہم کلکتے چلے جائیں گے۔"

ہم دونوں میں سے کسی کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ موتی کس قدر قیمتی ہے۔یہ راز تو دلی کے صرافہ بازار میں پہنچنے کے بعد کھلا۔ہم دونوں قبرستان سے نکلے اور بستی درگاہ شریف میں سے ایک تانگے میں بیٹھ کر شہر آگئے۔شہر پہنچ کر پوچھتے پوچھتے صرافہ بازار میں آئے تو وہاں دکانوں کی شان وشوکت دیکھ کر حیران رہ گئے۔دن کے وقت بھی دکانوں میں بڑے بڑے بلب روشن تھے۔ شیشے کی الماریوں میں سونے کے زیورات چمک دمک رہے تھے۔جوہری اپنی دکانوں پر بیٹھے کاروبار میں مصروف تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین نے پوچھا۔

"کس جوہری کے پاس چلیں گے؟"

میں نے کہا۔"کسی کے پاس بھی چلے چلتے ہیں۔ہمیں تو یہ موتی بیچنا ہے۔ہمیں اس سے کیا کہ جوہری کیسا ہے؟"

میں پروین کو ساتھ لے کر ایک دکان میں داخل ہو گیا۔جوہری ہندو سیٹھ تھا۔ماتھے پر تلک لگا تھا۔توند نکلی ہوئی تھی۔پیچھے دیوار پر لکشمی دیوی کی تصویر لگی تھی جس پر گیندے کے پھولوں کا ہار پڑا تھا۔میں اور پروین لباس ہی سے مسلمان لگتے تھے۔جوہری نے ہمیں ایک نظر دیکھا اور ہمیں بے حیثیت سمجھتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے؟ کوئی ٹانکا وغیرہ لگوانا ہے تو دوسرے بازار میں جاؤ۔یہاں زیوروں کو ٹانکا لگانے کا کام نہیں ہوتا۔"

اس حقیقت کا شروع ہی سے مجھے تجربہ ہو چکا تھا کہ بھارت کے ہندو اپنے آپ کو مسلمانوں سے برتر سمجھتے ہیں اور دل میں مسلمانوں سے نفرت کرتے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہیں۔انہیں مزدور کی حیثیت دیتے ہیں۔مجھے ہندو سیٹھ کا یہ توہین آمیز رویہ سخت برا لگا۔اسے پروین نے بھی محسوس کیا۔خزانے کا موتی میری جیب میں تھا۔میں نے کہا۔

"ہم کسی زیور کو ٹانکا لگوانے نہیں آئے۔"

ہندو سیٹھ نے چڑ کر کہا۔

"تو پھر منہ اٹھائے اندر کیا لینے آئے ہو؟"

میں نے کہا۔"ہمارے پاس ایک خاندانی موتی ہے۔ہمارے حالات ٹھیک نہیں رہے۔ہم اسے فروخت کرنا چاہتے ہیں۔"

ہندو سیٹھ نے بے اعتنائی سے کہا۔

"دکھاؤ دکھاؤ میاں کونسا موتی ہے نکالو۔ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔"

میں نے مدفون خزانے کا سرخ موتی نکال کر سیٹھ کے سامنے شیشے کے کاؤنٹر پر رکھ دیا۔میری نگاہیں سیٹھ کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔میں نے دیکھا کہ موتی کو دیکھتے ہی سیٹھ کے چہرے پر ایک نمایاں تبدیلی ظاہر ہو گئی تھی۔اس نے آلوچے کے سائز کا سرخ موتی اٹھا کر اسے غور سے دیکھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس کا چہرہ بتارہاتھا کہ اس سے زیادہ قیمتی موتی اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا مگر ہندو سیٹھ بڑا کائیاں اور مکار آدمی تھا۔ سمجھ گیا کہ یہ انمول موتی ہمیں کہیں سے ہاتھ لگ گیا ہے۔ فوراً ہی اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ بے نیازی سے موتی ہماری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

”یہ نقلی موتی ہے میاں صاحب اس کو لے جاؤ۔“

پروین نے کہا۔

”لالہ جی! یہ موتی نقلی نہیں ہے۔ اصلی ہے‘ آپ اسے غور سے دیکھیں۔“

ہندو سیٹھ نے بظاہر بے نیازی سے کہا۔

”بی بی! یہ نقلی ہے۔ میں نے غور سے دیکھ لیا ہے۔“

میں نے موتی اٹھالیا۔ سیٹھ کے پاس اس کاایک ملازم شیشے کے شوکیس کو کپڑے سے صاف کررہاتھا۔ وہ اپنے لباس سے مسلمان لگتاتھا۔ اس نے بھی موتی کو دیکھا تھا۔ میں نے سوچا ہوسکتا ہے جس بادشاہ کے خزانے کایہ موتی ہے اس کو کسی نے نقلی موتی دے دیاہو۔ اتنے میں ہندو سیٹھ کواندر سے کسی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے آواز دی۔ وہ کرسی پر سے اٹھ کردکان کے اندر چلاگیا۔ اس کے ساتھ ہی ملازم نے ہماری طرف جھک کر دھیمی آواز میں کہا۔

”یہ موتی اصل ہے اور بڑ اقیمتی ہے۔ ہندو لالے کی باتوں میں نہ آنا۔“

یہ کہہ کر مسلمان ملازم شوکیس کی جھاڑ پونچھ کرتا دوسری طرف چلا گیا۔ میں نے پروین سے کہا۔

”لگتا ہے یہ ہندو سیٹھ ہم سے یہ قیمتی موتی اونے پونے ہتھیانا چاہتا ہے۔“

پروین نے کہا۔

”جودیتا ہے لے لو۔ ہمیں اتنے پیسے لے کر کیا کرنا ہیں۔“

میں نے کہا۔ ”مگر ہم بیوقوف بننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ سیٹھ ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے۔“

اس دوران ہندو سیٹھ واپس آکر کرسی پربیٹھ گیااور ہماری طرف متوجہ ہو کر بولا۔

”میاں! ایک بات کروں گا۔ میں اس موتی کے تمہیں پانچ روپے دے دوں گا۔ ایک پیسہ بھی زیادہ نہیں دوں گا۔ منظور ہے تو موتی دے جاؤ۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔"مگر سیٹھ صاحب! یہ بڑا قیمتی موتی ہے۔"

"تو تم اس کا کیا لوگے؟ تم ہی بتادو۔"

ہندو سیٹھ نے ترش لہجے میں کہا۔میں نے کہا۔

"ہم تو اس کے کم از کم پانچ ہزار روپے لیں گے۔"

ہندو سیٹھ بولا۔

"میرا بڑا بھائی اندر کمرے میں بیٹھا ہے میں اس سے بات کرتا ہوں۔تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

ہمیں معلوم نہیں تھا کہ سیٹھ اندر پہلے ہی سے اپنے بڑے بھائی سے بات کر آیا تھا کہ مغلیہ دور کا ایک نایاب موتی بکنے کو آیا ہے جو اتنا قیمتی ہے کہ ہم ساری دکان بیچ کر بھی اسے نہیں خرید سکتے۔میں نے موتی جیب میں رکھ لیا اور ہندو سیٹھ کے ساتھ دکان کے اندر جو چھوٹا سا کمرہ بنا ہوا تھا وہاں آگئے۔ کمرے میں میز کرسیاں لگی تھیں۔ایک بڑی مکار شکل والا ہندو لالہ کرسی پر بیٹھا ترازو میں چھوٹے چھوٹے سفید موتی تول رہا تھا یہ سیٹھ کا بڑا بھائی تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سیٹھ بھی ہمارے ساتھ ہی کمرے میں آیا تھا۔اس نے اپنے بڑے بھائی سے کہا۔

"یہ نقلی موتی کے پانچ ہزار مانگتے ہیں۔مکندر لال جی!"

مکند لال نے ہماری طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ترازو ایک طرف رکھا اور بولا۔"لاؤ دکھاؤ کونسا موتی ہے؟"

میں نے سرخ موتی اس کی طرف بڑھایا۔اس نے موتی کو الٹ پلٹ کر غور سے دیکھا اور کہنے لگا۔

"یہ موتی تو چوری کا ہے۔تم لوگوں نے کہاں سے چرایا ہے؟ سچ سچ بتادو نہیں تو پولیس کے حوالے کردوں گا۔"

مجھے بڑا غصہ آیا۔میں نے کہا۔

"یہ چوری کا نہیں ہے۔یہ ہمارا خاندانی موتی ہے۔ہمارے حالات خراب ہوگئے ہیں۔اس لیے اس خاندانی موتی کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔"

ہمیں معلوم نہیں تھا کہ اس دوران مکندر لال پولیس کو اطلاع کر چکا تھا۔ہم ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ ایک دم سے ایک سکھ تھانیدار اور تین سپاہی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کمرے میں داخل ہوئے اور انہوں نے آتے ہی مجھے اور پروین کو حراست میں لے لیا۔سکھ تھانیدار نے اسی وقت مجھے ہتھکڑی لگادی۔میں نے سخت احتجاج کیا مگر میری کسی نے نہ سنی۔سپاہی مجھے او ر پروین کو پکڑ کر دکان کے باہر لے آئے۔باہر پولیس کی گاڑی کھڑی تھی۔ہمیں زبردستی گاڑی میں دھکیل دیا گیا اور گاڑی تھانے کی طرف روانہ ہو گئی۔

تھانے پہنچ کر مجھے اور پروین کو حوالات میں بند کردیا گیا۔میں نے پروین سے کہا۔

”تم دیکھ رہی ہو کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے پھر تم اپنی طاقت سے کام کیوں نہیں لیتیں؟“

پروین کہنے لگی۔

”میں ایک خاص وقت کاانتظار کررہی ہوں۔“

اتنے میں سکھ تھانیدار حوالات کی سلاخوں والے دروازے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور بڑی رعونت سے بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”سچ سچ بتادو تم نے موتی کہاں سے چرایا ہے۔نہیں تو عدالت کی طرف سے تم دونوں کو پانچ پانچ سال کی سزا ہوجائے گی۔“

میں نے سکھ تھانیدار کو بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ ہم چور نہیں ہیں۔ یہ ہمارا خاندانی موتی ہے مگر وہ نہ مانا اور چلا گیا۔اس حوالات میں پہلے سے ایک ملزم کمبل اوڑھے کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔جب تھانیدار چلا گیاتو ملزم نے ہم سے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے۔میں نے اسے ساری بات بتائی تووہ بولا۔

”یہ تھانیدار صرافہ بازار کے ہندو سیٹھوں سے ملا ہوا ہے۔جب کبھی کوئی کم حیثیت کا آدمی کوئی قیمتی زیور یاہیرا موتی لے کرآتا ہے تو سیٹھ سکھ تھانیدار کی مدد سے اسے حوالات میں پہنچادیتا ہے اوراس کامال خود ہضم کر جاتاہے۔ تھانیدار کو ہندو سیٹھ ہرماہ ایک خاص رقم رشوت کے طور پر دیتا ہے۔“

میرے ساتھ پروین بھی اس ملزم کی باتیں بڑے غور سے سن رہی تھی۔میں نے پروین سے کہا۔

”بتاؤ۔کیااب بھی تم خاموش رہوگی؟“

پروین کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اب میرا فرض بن گیا ہے کہ میں سادہ لوح لوگوں کو ان ٹھگوں سے نجات دلاؤں۔"

پھر اس نے ملزم کی طرف دیکھا جس کی عمر تیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی مگر مجرمانہ زندگی گزارنے کی وجہ سے وہ کمزور اور زیادہ عمر کا لگ رہا تھا۔ پروین نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"کیا اس آدمی کے سامنے طاقت کا مظاہرہ کروں؟"

میں نے کہا۔"ہاں ہاں کیوں نہیں۔"

پروین کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ کہنے لگی۔

"تم حوالات میں میرا انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر میں واپس آجاؤں گی۔"

ملزم نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بی بی! حوالات کو تو باہر سے تالا لگا ہے باہر سنتری بھی پہرہ دے رہا ہے۔ تم کیسے باہر جاؤ گی؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین نے اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ دیوار کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ زور سے لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ ملزم تعجب سے پروین کو تک رہا تھا کہ یہ عورت لمبے لمبے سانس کیوں لے رہی ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔

"بھائی! کیا تمہاری گھر والی کو کوئی بیماری لگی ہوئی ہے؟"

میں نے اسے جھڑک دیا۔

"خاموش رہو۔"

ملزم چپ ہو گیا۔ اس دوران پروین اچانک ہماری نظروں سے غائب ہو گئی۔ اس کی جگہ یک بالشت بھر کا نیلا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ حوالاتی ملزم کا رنگ اڑ گیا۔ پھٹی پھٹی نگاہوں سے سانپ کو دیکھنے لگا۔ بڑی مشکل سے اس کی زبان سے صرف اتنا نکلا۔

"س س سانپ۔"

اور وہ وہیں دہشت کے مارے بے ہوش ہو کر لڑھک گیا۔ مجھے پروین کی آواز آئی۔

"میں ابھی آتی ہوں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

حوالات کے دروازے پر جو سنتری پہرہ دے رہا تھا وہ اسٹول پر بیٹھا تھا اور اس کی پیٹھ ہماری طرف تھی۔ پروین سانپ کے روپ میں حوالات کی سلاخوں میں سے رینگ کر باہر نکل گئی۔ میں اسے دیکھ رہا تھا۔ سانپ سنتری کی ٹانگوں کے قریب گیا اور میرے دیکھتے دیکھتے اس نے سنتری کو ڈس دیا۔ سنتری ذرا سا اچھلا اس نے اپنی ٹانگ کو جھک کر دیکھا اور وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حوالات تھانے کی عمارت کے کونے میں واقع تھی۔ یہاں سے تھانے کے دفتر پر نظر نہیں پڑتی تھی۔ سنتری کے بے ہوش ہوتے ہی پروین سانپ سے انسانی شکل میں واپس آگئی۔ سنتری کی بیلٹ کے ساتھ چابیوں کا گول رنگ لٹکا ہوا تھا۔ پروین نے رنگ نکالا۔ اس میں سے ایک چابی حوالات کے تالے کو لگتی تھی۔ پروین نے دو تین چابیاں لگائیں۔ چوتھی چابی لگ گئی۔ وہ دروازہ کھول کر بولی۔

"باہر آجاؤ۔"

میں جلدی سے حوالات سے باہر آگیا۔ ہم دونوں حوالات کے پیچھے سے تیز تیز چلتے سڑک پر آگئے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سڑک پر آتے ہی میں نے پروین سے کہا۔

"ہمارا موتی اس کمینے ہندو سیٹھ کے قبضے میں ہے۔ ہمیں اس سے اپنا موتی واپس لینا ہے۔"

پروین بولی۔ "ہم وہیں جارہے ہیں۔"

میں نے کہا۔ "تھانیدار کو بہت جلد معلوم ہوجائے گا کہ ہم حوالات سے فرار ہو گئے ہیں۔ وہ ضرور ہماری تلاش میں پولیس لے کر ہندو سیٹھ کی دکان پر آئے گا۔"

پروین نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ اب میں ان سب ٹھگوں سے سمجھ لوں گی۔"

میں نے پروین سے پوچھا کہ کیا اس نے سنتری کو ہلاک کردیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔

"نہیں، میں اب کسی بھی انسان کو ناحق ہلاک نہیں کرسکتی۔ مجھے میرا دین اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ میری طاقت صرف انسانیت اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف استعمال ہونے کے لیے وقف ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم جتنی جلدی نکل سکتے تھے پولیس اسٹیشن کے علاقے سے نکل گئے۔ہمارے پا س اب اتنے پیسے بھی نہیں تھے کہ تانگے یا رکشے میں بیٹھ کر صرافہ بازار پہنچتے۔ہمیں صرافہ بازار کا راستہ بھی معلوم نہیں تھا۔پوچھتے پوچھتے جب ہم صرافہ بازار میں آئے تو شام ہوچکی تھی اور بازار کی بتیاں روشن ہوچکی تھیں۔

میں نے پروین سے کہا۔

”مجھے خطرہ ہے کہ پولیس سیٹھ کی دکان پر ہمارا انتظار نہ کررہی ہو۔پولیس ہماری تلاش میں یہاں ضرور آئی ہوئی ہوگی۔“

پروین بازار میں ایک طرف رک گئی۔ہندو سیٹھ کی دکان ہم نے پہچان لی تھی۔وہ ہم سے چند قدموں کے فاصلے پر تھی۔بازار میں لوگوں کی کافی آمدورفت تھی۔سونے چاندی کے زیورات سے بھری ہوئی دکانیں دن کے مقابلے میں شام کے وقت زیادہ جگمگارہی تھیں۔

”تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔کیونکہ ہندو سیٹھ سے ہمیں اپنا قیمتی موتی بھی واپس لینا ہے۔“

پروین کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ایک کام کرتے ہیں۔میں سانپ کا روپ بدلتی ہوں۔تم مجھے اپنی جیب میں چھپا لینا۔اس کے بعد سیٹھ کے پاس جاکر اس سے اپنا موتی واپس مانگنا۔اگر اس نے سیدھے سبھاؤ دے دیاتو بڑی اچھی بات ہوگی۔ہم سیٹھ کوکچھ نہیں کہیں گے۔اگر اس نے موتی دینے سے انکار کیا تو پھر میں معاملہ خود ہی ٹھیک کرلوں گی۔“

بازار میں لوگ آجارہے تھے۔وہاں پروین سانپ کا روپ اختیار نہیں کرنا چاہتی تھی۔کہنے لگی۔

”وہ ایک گاڑی کھڑی ہے۔اسکے پیچھے آجاؤ۔“

بازار میں ایک دکان کے قریب بند گاڑی کھڑی تھی میں اور پروین اس کے پیچھے چلے گئے۔اب ہم لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوگئے تھے۔پروین نے آنکھیں بند کرکے دو تین گہرے سانس لیے۔دوسرے لمحے میرے سامنے زمین پر ایک نیلے رنگ کا سانپ موجود تھا۔میں نے جلدی سے اسے اٹھا کر اپنی واسکٹ کی جیب میں ڈالااور تیز تیز قدموں سے ہندو سیٹھ کی دکان کی طرف چل پڑا۔

مجھے باہر کوئی پولیس کا سپاہی دکھائی نہ دیا۔ہندو سیٹھ کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھا بہی کھاتہ کھول کر اس پر کچھ لکھ رہاتھا۔میں نے جاتے ہی کہا۔

”لالہ جی! ہمارا موتی واپس کردو۔میں اپنا موتی واپس لینے آیا ہوں۔“

ہندو سیٹھ نے مجھے دیکھا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ایک دم غصے میں آکر بولا۔

”تم چور ہو۔تم حوالات توڑ کر بھاگے ہو۔پولیس تمہارے پیچھے لگی ہے۔میں ابھی تھانیدار صاحب کو فون کرتاہوں۔“

وہ ٹیلی فون کرنے ہی لگاتھا کہ میں نے اس بازو کھینچ لیااور کہا۔

”ہم فساد نہیں کرنا چاہتے ہم کسی کو کچھ نہیں کہنا چاہتے۔تم نے ہمارا قیمتی موتی پولیس کی ملی بھگت سے ہم سے ہتھیالیا ہے۔وہ ہمیں واپس کردو۔“

دکان کے دو ملازم ایک دم وہاں آگئے۔سیٹھ نے چلا کر کہا۔

”اس کو پکڑلو۔یہ جیل سے بھاگا ہوا چور ہے۔“

جیسے ہی سیٹھ کے نوکر میری طرف بڑھے میں نے جیب سے سانپ نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیااور چلا کر بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”خبردار! اگرکوئی میرے قریب آیا تو زندہ نہیں بچے گا۔“

میں نے سیٹھ سے ایک بار پھر کہا۔

”سیٹھ میری امانت واپس کردو۔یہ ہماری شرافت ہے کہ ہم نے ابھی تک تمہارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔“

ایک ملازم نے مجھے پیچھے سے ایسا دھکادیا کہ سانپ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر کاؤنٹر پر جاگرا۔ملازموں نے مجھے قابو کرلیااور نوکر سانپ کومارنے کے لیے بڑھے اچانک سانپ نے ایک خوفناک پھنکار ماری۔میں نے دیکھا کہ پھنکار کے ساتھ سانپ کے منہ سے چنگاریوں کی پھل جھڑیاں سی نکل کر شراروں کی طرح دکان کے اندر اڑنے لگیں۔سب خوف زدہ ہو کر ادھر ادھر دبک گئے۔میں اٹھ کھڑا ہوا۔اتنے میں دکان کے اندر جو چھوٹا سا کمرہ تھا شور سن کر اس کے اندر سے ہندو سیٹھ کامکار بھائی بھی باہر آگیا۔مجھے صرف ایک ہی ڈر تھاکہ کہیں یہ لوگ سانپ کو کسی شے سے مار نہ دیں۔مگر پروین اتنی ناسمجھ نہیں تھی کہ اپنے آپ کو سانپ کے روپ میں ان کے آگے زیادہ دیر تک رہنے دیتی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسری پھنکار کے ساتھ ہی اس نے انسانی شکل اختیار کرلی۔اس کرامت کی وہاں اشد ضرورت تھی۔صرف یہی ایک طریقہ ان ضعیف الاعتقاد توہم پرست ہندوؤں کو مطیع کرنے کا رہ گیاتھا۔ذرا تصور کریں کہ آپ کے سامنے ایک سانپ بیٹھے بیٹھے اچانک عورت بن جائے تو آپ کا کیا حال ہوگا۔آپ تو ششدر رہ جائیں گے۔یہی حال وہاں دکان کے اندر ملازموں اور دکان کے دونوں ہندو سیٹھوں کا ہوا۔پروین کو ان لوگوں نے پہچان تولیا تھا کہ یہ وہی عورت ہے جومیرے ساتھ موتی بیچنے دکان پر آئی تھی مگر یہ بات وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ عورت حقیقت میں ایک ناگن ہے جو عورت کی شکل میں چل پھررہی تھی۔ان لوگوں پر ایک دہشت طاری ہوگئی تھی۔پروین کاؤنٹر سے نیچے اتر آئی۔اس نے سیٹھ سے کہا۔

”جو موتی ہم تمہارے پاس لائے تھے وہ ہمیں واپس کردو۔“

ہندو سیٹھ سے مارے دہشت کے بات نہیں ہو رہی تھی۔ہاتھ جوڑ رکھے تھے۔ہاتھ سوائے مسلمان نوکر کے سب نے جوڑے ہوئے تھے۔وہ پروین کو کوئی آسمانی دیوی سمجھ رہے تھے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہندو سیٹھ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

”مجھے شما کردو دیوی جی۔“

پروین نے کہا۔

”زیادہ باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہمارا موتی نکالو۔“

سیٹھ نے اس وقت ایک دراز کھولا۔اس میں سے ہمارا آلوچے کے سائز کا سرخ موتی نکال کر کاؤنٹر پر رکھ دیااور ہاتھ باندھ کر رحم طلب انداز میں بولا۔

”دیوی میا! میری غلطی معاف کردو۔ہم سے بھول ہوگئی تھی۔ہمیں شما کردو۔“

پروین نے موتی میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

”یہی موتی ہے نا؟“

میں نے موتی کو غور سے دیکھا۔وہ خزانے والا موتی ہی تھا۔میں نے کہا۔

”موتی تووہی ہے مگر ان دھوکے بازوں اور لٹیروں کو بھی کچھ سزا ملنی چاہیے۔نہ جانے انہوں نے کتنے ضرورت مند غریب لوگوں کو لوٹا ہوگا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دونوں سیٹھ ہاتھ باندھ کر گڑگڑانے لگے۔دکان کے ملازموں پر تو سانپ کے اچانک انسان بن جانے کے شعبدے کا اس قدر شدید اثر ہوا تھا کہ وہ جیسے سکتے کے عالم میں تھے اور ایک طرف دبکے ہمیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے تک رہے تھے کہ یہ لوگ کہاں سے آئے ہیں۔

پروین نے کہا۔

”میں اگر چاہوں تو صرف ایک پھنکار مار کر تمہاری ساری دکان کو جلا کر راکھ کر سکتی ہوں۔مگر میرا دین اسلام مجھے حکم دیتا ہے کہ اگر ایک آدمی اپنے گناہوں سے توبہ کرلے اور آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کاوعدہ کرے تو اسے معاف کردو۔اگر تم مجھ سے سچا وعدہ کرو کہ تم آئندہ کسی کے ساتھ دھوکہ نہیں کروگے۔کسی مصیبت زدہ کی مصیبت کاناجائز فائدہ نہیں اٹھاؤگے تو میں تمہیں معاف کرسکتی ہوں۔ورنہ میرے صرف ایک بار پھنکارنے کی دیر ہوگی اور ساری دکان شعلوں سے بھڑکنے لگے گی۔“

دونوں سیٹھ پروین کے آگے سجدے میں گرگئے۔پروین نے میری طرف دیکھا اور بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”دیکھو یہ فرق ہوتا ہے ایک مسلمان اور ہندو میں۔مسلمان خدا کے سوا کبھی کسی کے آگے نہیں جھکتا۔مگر ان دونوں ہندوؤں کی جب جان پر بنی تو میرے آگے سجدے کرنے لگے ہیں۔“

میں نے محسوس کیا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد پروین میں ایک زبردست اور تعمیری تبدیلی پیدا ہوگئی تھی۔اس نے دونوں ہندو سیٹھوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”میں تمہیں معاف کرتی ہوں لیکن یاد رکھنا۔اگر اب تم نے کسی کو دھوکا دے کر اس کا مال لوٹا تو میں جہاں بھی ہوں گی اسی وقت یہاں پہنچ جاؤں گی اور تمہاری دکان کو آگ لگادوں گی۔“

دونوں بھائی سجدے سے سراٹھا کر روتے ہوئے بولے۔

”دیوی! ہم کبھی کسی کو دھوکا نہیں دیں گے۔“

پروین نے کہا۔

”ٹھیک ہے‘ اب آرام سے بیٹھ جاؤ۔“

پروین کاؤنٹر سے نیچے اتر آئی۔اس نے دکان کے ملازموں سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تم لوگ بھی اپنے اپنے کام میں مصروف ہوجاؤ۔ سمجھو کہ یہاں کچھ نہیں ہوا۔“

پھراس نے سیٹھ سے کہا۔

”لالہ جی! اپنے چھوٹے بھائی کو لے کر دکان کے پچھلے کمرے میں چلو۔“

دونوں سیٹھ فوراً دکان کے پچھلے کمرے میں آگئے۔پروین نے میری طرف گردن موڑ کر کہا۔

”آخر ہمیں موتی بھی فروخت کرنا ہے۔“

دکان کے عقبی کمرے میں آکر پروین نے دروازہ بند کردیا اور مجھ سے کہا۔

”موتی نکال کر مجھے دو۔“

میں نے جیب سے موتی نکال کر پروین کے حوالے کردیا۔اس وقت دونوں سیٹھ میز کے قریب کرسیوں پر سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔پروین نے سرخ موتی ان کے سامنے میز پر رکھ دیااور کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اب دیانت داری سے بتاؤ کہ اس موتی کی اصل قیمت کتنی ہے؟“

ہندو سیٹھ نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

”دیوی جی! اگر آپ اس کی اصل قیمت پوچھتی ہیں تووہ اتنی زیادہ ہے کہ میں اپنی ساری دکان زیوروں اور ہیرے جواہرات کے ساتھ فروخت کردوں تو اس موتی کی آدھی قیمت بھی ادا نہیں ہوگی۔یہ سرخ موتی نایاب ہے۔اس ملک کا امیر سے امیر آدمی بلکہ راجہ مہاراجہ بھی اس موتی کی قیمت ادا نہیں کرسکتا۔“

پروین کہنے لگی۔

”ٹھیک ہے ہم یہ موتی تمہارے پاس فروخت نہیں کریں گے کیونکہ تم اس کی اصل قیمت ادا نہیں کرسکتے مگر تم نے ہم دونوں کی بے عزتی کی ہے تمہاری وجہ سے ہمیں پولیس چوروں کی طرح ہتھکڑی لگا کر لے گئی اور حوالات میں بند کردیا۔تمہیں اس کا ہرجانہ دینا ہوگا۔“

لالہ جی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

”میں ہرجانہ بھرنے کو تیار ہوں۔آپ حکم کریں دیوی جی!“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں دل میں پروین کی ذہانت کی تعریف کرنے لگا۔اس نے اچھا کیا جواونے پونے موتی ان دھوکے بازوں کے پاس فروخت نہیں کیا۔یہ اس لائق نہیں تھے کہ اربوں روپے کی مالیت کا قدیم انمول موتی ان کو چند ہزار روپوں کے عوض دے دیاجاتا۔پروین نے کہا۔

”تمہاری تجوری میں جتنے کرنسی نوٹ ہیں سب یہاں منگواؤ۔“

”جوحکم دیوی جی۔“

لالہ جی نے اپنے چھوٹے بھائی کو چابی دے کر کہا۔

”مکند لال جی! تجوری کاسارا مال لے آؤ۔“

مکند لال باہر چلا گیا۔پروین کہنے لگی۔

”تم لوگ دیوی دیوتاؤں کی پوجا بھی کرتے ہو اور لوگوں سے دھوکے بھی کرتے ہو۔ان کی دولت لوٹتے ہو۔یقین کرو‘ اگر میں مسلمان نہ ہوتی تو تم دونوں بھائیوں کو کبھی زندہ نہ چھو ڑتی۔“

سیٹھ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

”دیوی جی ! کیا آپ مسلمان ہیں؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

”خاموش ہو کر بیٹھے رہو۔“

سیٹھ وہیں سہم کر دبک گیا۔اتنے میں اس کا بھائی تھیلے میں تجوری کی ساری دولت ڈال کر آگیا۔اس نے سارے نوٹوں کی گڈیاں میز پرالٹ دیں۔پروین نے مجھ سے پوچھا۔

”ہمیں کتنی رقم کی ضرورت ہوگی؟“

میں نے کہا۔”میراخیال ہے پانچ دس ہزار روپے کافی ہوں گے۔“

میں نے دیکھا کہ دونوں ہندو سیٹھوں کے چہروں پرخوشی کی لہر دوڑ گئی تھی کہ صرف پانچ دس ہزار روپے میں ان کی جان چھوٹ رہی تھی۔پروین نے دس ہزار روپے کے نوٹ جو کہ سو سو کی شکل میں تھے گن کر نکال لیے انہیں رومال میں باندھ کرمیرے حوالے کیااور ہندو سیٹھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

”اس دولت میں سے تمہاری جائز کمائی کتنی ہے؟“

سیٹھ آئیں بائیں کرنے لگا۔پروین نے سخت لہجے میں چلا کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بکواس بند کرو۔یہ بتاؤ اس میں سے تمہاری جائز کمائی کتنی ہے۔خبردار جھوٹ بولنے کی کوشش نہ کرنا۔میں سب کچھ جانتی ہوں صرف تمہاری زبان سے سچ سننا چاہتی ہوں۔“

سیٹھ نے ہاتھ باندھ کر کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

”ابھی بتاتا ہوں دیوی جی!“

اس نے میز پر رکھی کرنسی نوٹوں کی گڈیوں کو تین حصوں میں بانٹ دیا۔ایک حصہ اپنی طرف کرکے باقی دو حصوں کے نوٹ الگ کرکے بولا۔

”دیوی جی! یہ دو حصے میری جائز کمائی کے نہیں ہیں۔جتنی میری جائز کمائی تھی وہ میں نے اپنی طرف کرلی ہے۔“

تب پروین نے کہا۔

”پیچھے ہٹ جاؤ۔“

دونوں سیٹھ کرسیوں پر سے اٹھ کر پیچھے ہٹ گئے۔پروین نے میرے دیکھتے دیکھتے پھنکار ماری۔اس کے منہ سے چنگاریاں نکل کر نوٹو کی گڈیوں پر پڑیں اور انہیں آگ لگ گئی۔مجھ سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”چلو۔اب یہاں ہمارا کوئی کام نہیں۔میں نے اس سیٹھ کی حرام کی کمائی کو آگ لگادی ہے۔“

دونوں سیٹھ گھبرا کر آگ بجھانے کی کوشش میں لگ گئے اور ہم دونوں کمرے سے نکل کر دکان سے باہر آگئے۔میں نے پروین سے کہا۔

”وہ کم بخت تو آگ بجھا کر نوٹوں کو بچالیں گے۔“

پروین نے مسکرا کر کہا۔

”ان کا باپ بھی اس آگ کو نہیں بجھاسکتا وہ آگ جہنم کی آگ ہے۔“

ہم صرافہ بازار میں سے گزرتے ہوئے چوک میں آئے تو رکشا ٹیکسی دیکھنے لگے۔میں نے پروین سے کہا۔

”یہاں سے سیدھا اسٹیشن پر چلتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ کلکتے کی گاڑی کس وقت چلتی ہے۔“

وہ بولی۔”ہمارے پاس اتنے پیسے ہیں۔آخر ان کو بھی تو ٹھکانے لگانا ہوگا۔میرا دل تاج محل دیکھنے کو چاہتا ہے۔چلو یہاں سے آگرہ چلتے ہیں۔آج کل چاندنی راتیں ہیں۔سنا ہے چاندنی رات میں تاج محل کا نظارہ بڑا دلکش ہوتا ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

مجھے خود بھی تاج محل کو چاندنی رات میں دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ہمارے پاس روپے بھی کافی تھے۔میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔چلو۔آگرے چلتے ہیں۔چاندنی رات میں تاج محل کا نظارہ دیکھیں گے۔“

ہم نے چوک میں سے ایک خالی ٹیکسی پکڑی اور سیدھا دلی کے ریلوے اسٹیشن پر آگئے۔میرے پاس دس ہزار روپے کی رقم سو سو کے نوٹوں میں موجود تھی جسے میں نے رومال میں لپیٹ کر اپنی قمیص کے اندر کمر کے ساتھ باندھ لیا تھا۔صرف سوسو کے دس نوٹ نکال کر واسکٹ کی جیب میں رکھ لیے تھے۔ اس زمانے میں سو روپے کے نوٹ کی بڑی قیمت ہوتی تھی۔تڑوا لو تو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔میں نے ٹیکسی والے کو کرایہ ادا کرنے کے لیے جیب سے سو روپے کا نوٹ کال کر دیا تو وہ بولا

”صاحب جی میرے پاس چھٹا نہیں ہے۔“

پروین نے پوچھا۔”تمہارا کیا نام ہے بھائی؟“

ٹیکسی والا بولا۔”محمد حنیف۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین نے میرے ہاتھ سے سو روپے کا نوٹ لے کر اسے دیا اور کہا۔

”یہ تم رکھ لو۔یہ تمہارا ہے۔“

اور وہ ٹیکسی والے کو حیران و پریشان چھوڑ کر مجھے ساتھ لیے اسٹیشن کی لابی کی طرف چلنے لگی۔میں نے پروین کے اس فراخ دلانہ عمل پر کوئی اعتراض نہ کیا۔

آگرہ جانے والی گاڑی ہمیں رات کے نو بجے ملی۔اس گاڑی نے ہمیں رات کے پچھلے پہر آگرہ پہنچادیا۔اسٹیشن سے باہر آکر میں نے پروین سے کہا۔

”پروین! ہمارے پاس خرچ کرنے کے لیے بہت پیسے ہیں۔ہم کسی اچھے ہوٹل میں کمرہ لے لیتے ہیں۔“

پروین مسکرا رہی تھی کہنے لگی۔

”ٹھیک ہے چلو کسی اعلیٰ ہوٹل میں چلتے ہیں۔“

اسٹیشن کے باہر ہم نے ٹیکسی لی اور اسے کہا کہ شہر کے سب سے اچھے ہوٹل میں لے چلو۔اس زمانے میں ابھی فائیو اسٹار ہوٹلوں کا رواج نہیں ہوا تھا۔ انگریزوں کی سہولیات کو مدنظر رکھتے ہوئے بڑے بڑے شہروں میں دو تین اعلیٰ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہوٹل ضرور بنے ہوتے تھے۔ ٹیکسی والا ہمیں آگرہ شہر کے مضافات میں اسی قسم کے ایک اعلیٰ ہوٹل میں لے آیا۔ یہ ہوٹل ایک بہت عالی شان کوٹھی کی شکل کا تھا۔ اردگرد باغیچہ تھا جس میں درخت او رپھولوں کے قطعے تھے۔ دوسری منزل کی ٹیرس پر بتیاں روشن تھیں۔ ہوٹل کے پورچ میں ایک جانب تین چار موٹر گاڑیاں کھڑی تھیں۔ سارے

ہوٹل پر ایک بڑی سنجیدہ قسم کی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں اور پروین ہوٹل کی لابی میں اس جگہ آگئے جہاں کاؤنٹر کے پیچھے ایک خوش پوش نوجوان موجود تھا۔ میں نے اسے کہا۔

”ہمیں ایک کمرہ چاہیے۔“

اس نے ہم دونوں کو اوپر سے نیچے تک ایک سرسری سی نظر سے دیکھا اور رجسٹر کھول کر بولا۔

”سر! آپ کو سنگل بیڈ والا کمرہ چاہیے کہ ڈبل بیڈ والا؟“

میں نے کہا۔ ”ڈبل بیڈ والا۔“

اس نے کاروباری خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”سر! ڈبل بیڈ والے کمرے کا چوبیس گھنٹے کا کرایہ سو روپے ہوگا۔“

اس زمانے کا سو روپیہ آج کے دو ہزار روپے کے برابر ہوتا تھا۔

میں نے واسکٹ کی جیب سے سو سو کے تین نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے کہا۔

”ہم تاج محل کی سیر کرنے آئے ہیں ہوسکتا ہے زیادہ دن ٹھہریں۔ فی الحال آپ تین دن کا کرایہ جمع کرلیں۔“

کاؤنٹر کلرک نے میرا اور پروین کا نام رجسٹر میں درج کیا اور ہمارا ایڈریس پوچھا۔ میں نے دلی شہر کا ایک جعلی ایڈریس لکھوادیا۔ ہوٹل کا ملازم ہمیں ساتھ لے کر دوسری منزل میں آیا اور کمرہ کھول دیا۔ یہ تین کمرے تھے۔ دو بیڈروم اور ایک ڈرائنگ روم۔ کچن باتھ ساتھ ہی تھا۔ ہم نے سب سے پہلے باری باری نیم گرم پانی سے غسل کیا۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ اس کے بعد ہم اپنے اپنے بیڈروم میں جاکر لیٹ گئے۔

دوسرے دن ہم نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ آگرہ کے بڑے بازار میں جاکر اپنے لیے نئے کپڑے نئے جوتے اور جرسیاں وغیرہ خریدیں۔ پروین

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے اپنے لیے معمولی سنگھار کا کچھ سامان خریدا۔ ہوٹل میں واپس آکر ہم نے ناشتہ کیااور نئے کپڑے پہن کر ٹیکسی لی اور تاج محل کی سیر کو نکل گئے۔

چاندنی رات کو تو ہمیں تاج محل دیکھنا ہی تھامگر میں دن کے وقت بھی اس تاریخی عمارت اور محبت کی غیر فانی یادگار کو دیکھنا چاہتاتھا۔ دور سے دریا کے کنارے تاج محل کی سفید عمارت ایسے لگ رہی تھی جیسے کسی نے ہیرا تراش کردریا کنارے رکھ دیا ہے۔ سب سے پہلے ہم نے ممتاز محل کی قبر پرفاتحہ خوانی کی۔ پھر تاج محل کی روشوں پر ٹہلتے رہے غیر ملکی سیاح اور مقامی لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ موسم بہت خوشگوار تھا۔ گرمیاں شروع ہونے والی تھیں۔ دوپہر کے وقت دھوپ میں کھڑا نہیں ہوا جاتاتھا۔ رات کو معمولی سی خنکی ہوجاتی تھی۔ ہم ایک سرسبز قطعے میں گلاب کے پھولوں کی کیاری کے پاس بیٹھ کرباتیں کرنے لگے۔ پروین کہنے لگی۔

”جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے میرے دل کو ایک عجیب سکون محسوس ہو رہا ہے میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے سیدھی راہ دکھادی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔”اللہ نے تم پر خاص فضل کیا ہے۔ واقعی تم خوش نصیب ہو کہ دین اسلام کے نورانی حلقے میں آگئی ہو۔“

پروین نے نئی شلوار قمیص پہن رکھی تھی۔ سر پر جالی دار دوپٹہ تھا۔ اس لباس میں وہ بڑی اچھی لگ رہی تھی۔ اگرچہ اس کا رنگ اب بھی جامنی تھا۔ مگر سانپوں کے ڈسوانے اور سانپوں کو کھانے سے اسے نجات مل چکی تھی۔ اس کی صحت پہلے سے کافی بہتر ہو رہی تھی۔ میں نے پروین سے کہا۔

”ہمارے پاس بہت سارے روپے جمع ہوگئے ہیں۔ ان کا ہم کیا کریں گے؟“

پروین کہنے لگی۔

”ہمیں تو اتنے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔ غریبوں میں بانٹ دیں گے۔ اپنی ضرورت کے کچھ روپے ضرور رکھ لیں گے۔“

پھراس نے اچانک میری طرف دیکھااور بولی۔

”کیاتم واقعی پاکستان چلے جاؤ گے؟“

میں نے کہا۔”خیال تو یہی ہے کہ تمہیں کلکتے کی سیر کروانے کے بعد پاکستان چلاجاؤں گا لیکن چاہتاہوں کہ جانے سے پہلے تمہیں کسی محفوظ جگہ پہنچادوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”وہ محفوظ جگہ کونسی ہوسکتی ہے؟“ پروین نے سوال کیا۔

میں سوچنے لگا کہ اس کے سوال کا کیاجواب دوں۔جواب تو یہی ہوسکتاتھا کہ پروین کسی شریف آدمی سے شادی کرکے اپنا گھر بسالے اور میں اطمینان کے ساتھ اپنے وطن چلا جاؤں مگر میں اس بارے میں اسے کوئی رائے یا مشورہ دیتے ہوئے ہچکچاتا تھا۔میں نے یونہی کہہ دیا۔

”میرا مطلب ہے کہ کوئی ایسی جگہ جہاں تم باقی زندگی سکون سے بسر کرسکو۔تم پڑھی لکھی ہو کلکتہ تمہارا اپناشہر ہے۔تم وہاں کسی اسکول میں ٹیچر کیوں نہیں لگ جاتیں۔اس طرح تم لیڈیز ہوسٹل میں بھی رہ سکوگی۔“

پروین نے سر نیچے کرلیااور انگلی سے زمین پر اگی ہوئی گھاس اکھیڑتے ہوئے بولی۔

”ہوسکتا ہے کبھی مجھے ایسا ہی کرناپڑے۔“

میں نے گفتگو کاموضوع بدلتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پروین ! سچ کہتا ہوں جب میں نے سانپ کے روپ میں تمہارے جسم کے ٹکڑے اٹھائے تھے تومجھے بالکل یقین نہیں تھا کہ تم دوبارہ زندہ ہوجاؤگی۔میرا خیال تھا کہ تمھیں اب میں انسانی شکل میں کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔“

پروین مسکرائی۔

”بس یہ سانپوں کی دنیا کی باتیں ہیں پہلے مجھے بھی کچھ معلوم نہیں تھا مگر سنتھالی کے سپیروں میں رہ کرمیں نے سب کچھ سیکھ لیا۔“

میں نے اس سے پوچھا۔

”اگر خدا نہ کرے اب تم کسی وقت مجھ سے اچانک جدا ہو گئیں تو میں تمہیں کیسے اور کہاں تلاش کروں گا؟ مجھے کوئی ایسی نشانی بتادو کہ جس کی مدد سے مجھے تمہارا سراغ مل جائے۔“

پروین ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد بولی۔

”انسان کے جسم سے ہر وقت حرارت کی لہریں نکلتی رہتی ہیں۔ان لہروں کی ایک خاص خوشبو ہوتی ہے۔ہر آدمی کے جسم سے نکلنے والی لہروں کی خوشبو الگ ہوتی ہے۔اس خوشبو کو عام انسان محسوس نہیں کرسکتا جب کہ یہ خوشبو

دنیا کی فضا میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔سانپ اس خوشبو کو بڑی جلدی محسوس کرلیتا ہے۔خاص طور پر میری خوشبو سانپ فوراً سونگھ لیتا ہے چاہے وہ مجھ سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔تمہیں بھی ایک سانپ ہی ناگ پور میں مجھ تک لایا تھا۔"

میں نے کہا۔"تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے کہ اگر تم مجھ سے جدا کردی جاؤ تو میں تمہارا سراغ لگاسکوں؟"

پروین نے کہا۔"میں تمہیں ایک خاص منتر بتاتی ہوں اگر ہم پر کسی وقت کوئی مصیبت پڑگئی اور میں تم سے جدا ہوگئی تو جومنتر میں تمہیں بتانے والی ہوں اس منتر کو کسی ویران علاقے میں جاکر تین بار پڑھنا۔پھرزمین پر تین بار ہاتھ مارنااس علاقے میں جو کوئی سانپ بھی ہوگا وہ اپنے بل سے نکل کر تمہارے پاس آجائے گا۔تم اسے میرا رومال سنگھا دینا۔پھر وہ تمہیں وہاں لے آئے گا جہاں میں ہوں گی۔"

میں نے کہا۔"ٹھیک ہے۔مجھے وہ منتر یاد کرادو۔"

پروین بولی۔"منتر زیادہ لمبا چوڑا نہیں ہے۔صرف تین لفظ ہیں جن کو تمہیں تین بار دہرانا ہوگا۔غور سے سنو۔میں تمہیں وہ خاص منتر بتاتی ہوں۔"

اس کے بعد پروین نے مجھے وہ خاص منتر بتایا۔یہ منتر مجھے آج بھی یاد ہے۔میں یہ منتر آپ کو نہیں بتاؤں گا کیونکہ اگر آپ نے یہ منتر تین بار پڑھ کرزمین پر تین مرتبہ ہاتھ مارا تو اس علاقے میں جہاں کہیں بھی کوئی سانپ ہوگا وہ نکل کر آپ کے سامنے آجائے گا اور آپ کی جان خطرے میں پڑجائے گی۔

میں نے وہ تین لفظ منتر کے جو پروین نے مجھے بتائے اچھی طرح سے یاد کرلیے۔وہ کہنے لگی۔

"میرے رومال کو جس میں میرے جسم کی بو ہے سنبھال کر رکھنا۔کیونکہ اس رومال کو سونگھ کر ہی سانپ میری تلاش میں نکلے گا۔"

میں نے کہا۔"اگرخدانخواستہ رومال گم ہوگیا یا پھٹ پھٹا گیا تو اس صورت میں مجھے کیا کرنا ہوگا؟ پھر تو میں تمہیں کبھی نہیں تلاش کرسکوں گا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین کچھ دیر چپ ہو کر غور کرتی رہی۔اس کے بعد میری طرف چہرہ اٹھا کر بولی۔

”پھر تم ایسا کرسکتے ہو کہ جب سانپ تمہارے سامنے آجائے تو تم منتر کے وہی تین لفظ پڑھ کر سانپ کے منہ پر پھونک ماردینا۔سانپ کو میری خوشبو آجائے گی۔“

”یہ تم نے بڑی اچھی بات مجھے بتادی۔بس اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔چلو شہر چل کر کسی اچھے سے ریستوران میں کافی پیتے ہیں۔ایک مدت ہو گئی ہے کسی اعلیٰ قسم کے ریستوران میں بیٹھ کر کافی پیے ہوئے۔“

”ہاں‘ یہ تم نے بالکل درست کہا۔ہم تو بس جنگلی لوگوں کی طرح جنگلوں صحراؤں میں ہی دربدری کرتے رہے ہیں۔اب ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ آگرہ شہر کے کسی کلاس ون ریستوران میں بیٹھ کر کافی پی سکیں۔“

ہم نے تاج محل کے باہر جہاں ٹیکسی اسٹینڈ تھا وہاں سے ایک ٹیکسی لی اور اسے آگرہ شہر کے سب سے اعلیٰ ریستوران میں چلنے کو کہا۔ٹیکسی اسٹینڈ کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

قریب ہی ایک آدمی اسٹول پر بیٹھا بیڑی پی رہا تھا۔اس نے پرانی کانگریسی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔میں نے محسوس کیا کہ وہ ہماری طرف بڑے غور سے دیکھ رہا ہے۔میں نے سوچا اس ملک کے لوگ عورتوں کی طرف غور سے دیکھا ہی کرتے ہیں۔میں نے کوئی خیال نہ کیااور ٹیکسی میں پروین کے ساتھ بیٹھ گیا۔ٹیکسی چل پڑی۔

جب ٹیکسی آگرہ شہر کے بازاروں میں آئی تو ڈرائیور نے کہا۔

”صاحب! یہاں ایک کیلاش ریستوران ہے وہاں کی کافی اور رس گلے سارے شہر میں مشہور ہیں۔آپ کو وہاں نہ لے چلوں؟“

پروین بنگالن تھی۔رس گلوں کا سن کر بے تاب ہو کر بولی۔

”ہاں ہاں‘ وہیں لے چلو۔“

وہ میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔کہنے لگی۔

”ایک مدت کے بعد رس گلوں کا نام سنا ہے۔کافی کے ساتھ رس گلوں کا بڑا مزا آئے گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کیلاش ریستوران شہر کے فیشن ایبل علاقے میں واقع تھا۔بڑا ماڈرن قسم کا ریستوران تھا۔فرنیچر خوب چمک رہا تھا۔میں اور پروین کونے والی میز پر جا کر بیٹھ گئے۔کچھ اور لوگ بھی بیٹھے کافی پی رہے تھے۔فضا میں بڑی پرسکون خاموشی چھائی ہوئی تھی۔میں نے رس گلوں اور کافی کا آرڈر دیا اور جیب سے بڑی اعلیٰ قسم کا سگریٹ نکال کر سلگا لیا۔پروین مجھ سے باتیں کرنے لگی۔اتنے میں بیرا کافی اور رس گلے لے کر آگیا۔رس گلے واقعی بڑے لذیذ تھے۔پروین کہنے لگی۔

”مگر ہمارے بنگال میں جیسے رس گلے بنتے ہیں ویسے نہیں ہیں۔“

پروین میرے لیے کافی بنانے لگی۔کافی بناتے بناتے اچانک وہ رک گئی۔میں نے اس کی طرف دیکھا۔

”کیا بات ہے پروین؟“

پروین ایسے سانس لے رہی تھی جیسے فضا میں کوئی خاص قسم کی بو سونگھنے کی کوشش کر رہی ہو۔اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور اس نے کافی بنا کر مجھے دی۔پھر اپنے لیے کافی بنائی۔ہم کافی پینے اور باتیں کرنے لگے۔لیکن مجھے بار بار خیال آرہا تھا کہ پروین فضا میں کیا سونگھنے کی کوشش کر رہی تھی۔مجھے معلوم تھا کہ وہ یونہی ایسا نہیں کر رہی تھی۔اس کو فضا میں ضرور کوئی خاص بو محسوس ہوئی ہوگی۔میں نے کافی کا گھونٹ پینے کے بعد پیالی نیچے رکھی اور سگریٹ کا کش لگانے لگا تو اچانک میری نظر ریستوران کے دروازے پر پڑی۔وہاں مجھے وہی کھدر کی کانگریسی ٹوپی والا آدمی نظر ایا جس کو میں نے تاج محل کے ٹیکسی اسٹینڈ پر دیکھا تھا۔میں سوچنے لگا۔یہ شخص یہاں کیسے پہنچ گیا؟ کہیں یہ ہمارا پیچھا تو نہیں کر رہا؟ میرا خیال دلی میں ہم پر لگائے گئے چوری کے الزام اور پھر حوالات میں ہمیں بند کر دینے کی طرف چلا گیا۔کہیں یہ سی آئی ڈی کا آدمی تو نہیں ہے۔ہو سکتا ہے دلی پولیس نے آگرہ پولیس کو خبردار کر دیا ہو کہ ایک لڑکا اور لڑکی جن پر چوری کا الزام تھا حوالات سے فرار ہو گئے ہیں۔اگر نظر آجائیں تو انہیں فوراً گرفتار کر لیا جائے۔پھر سوچا کہ دلی پولیس اسٹیشن کے پاس تو ہماری کوئی تصویر نہیں تھی۔جو وہ آگرہ کی پولیس کو بھیجتے۔پھر یہ آدمی ریستوران میں کیسے آگیا ہے۔میں نے دیکھا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کہ وہ کاؤنٹر پر جا کر ریستوران کے منیجر سے باتیں کرنے لگا۔اس کے بعد اس نے بیڑی سلگائی اور ریستوران میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لینے لگا۔اس دوران پروین کافی پی رہی تھی۔اس نے ایک دم سے ٹھٹک کر کافی کی پیالی میز پر رکھ دی اور دو تین گہرے سانس لیے۔

میں نے پوچھا۔

”کیا بات ہے پروین؟ تم کیا سونگھ رہی ہو؟“

پروین نے میری طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔

”مجھے ایک غیر مانوس سی بو محسوس ہو رہی ہے۔“

”کس قسم کی بو؟“ میں نے پوچھا۔”کیا یہ کسی سانپ کی بو ہے؟“

پروین نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں‘ سانپ کی بو نہیں ہے۔یہ کوئی اور ہی بو ہے لیکن مجھے اتنا معلوم ہے کہ یہ خطرناک بو ہے۔چلو ‘ اٹھو چلتے ہیں۔یہاں میرا جی گھبرانے لگا ہے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے بیرے کو بل لانے کا اشارہ کیا۔میری نظریں ریستوران کے کاؤنٹر کی طرف گئیں۔وہ کانگریسی ٹوپی والا پراسرار آدمی اب وہاں نہیں تھا۔ہم بل ادا کر کے ریستوران سے باہر

آ گئے۔باہر آ کر میں نے پروین سے پوچھا۔

”ایسا لگتا ہے تم مجھ سے کوئی بات چھپا رہی ہو۔آخر تمہیں کیا محسوس ہوا تھا؟“ پروین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چھوڑو ان باتوں کو۔تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ میں ناگن بھی ہوں اور ہم ناگنوں کو فضا میں بعض اوقات عجیب عجیب بوئیں محسوس ہوتی ہیں۔چلو اپنے ہوٹل میں چلتے ہیں۔“

ہم نے ٹیکسی لی اور اپنے ہوٹل کی طرف چل پڑے۔میں نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے خاص طور پر چاروں طرف نگاہ دوڑائی تھی مگر وہ پراسرار آدمی مجھے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔میں نے پروین سے اس بارے میں کوئی بات نہ کی کہ وہ خواہ مخواہ پریشان ہو گی۔

میں نے ہوٹل کے کمرے میں آ کر پروین سے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”چاندنی رات میں تاج محل کی سیر کا پروگرام ہے یا اسے ملتوی کر دیا ہے؟“

پروین نے فوراً جواب دیا۔

”کیوں نہیں۔ آج تو پورن ماشی کی رات ہے پورا چاند نکلے گا۔ ہم آج رات تاج محل دیکھنے ضرور جائیں گے۔“

دوپہر میں ہم کھانا کھا کر اپنے اپنے کمروں میں آرام کرنے چلے گئے۔ تیسرے پہر اٹھے۔ چائے پی اور اخبار رسالے پڑھنے اور باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ رات کا کھانا بھی ہم نے کمرے میں منگوا کر ہی کھایا۔ جب رات کے دس بج گئے اور آسمان پر پورا چاند نکلنے لگا تو ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر تاج محل کی طرف چل دیئے۔

تاج محل تو چاندنی رات میں نگینے کی طرح چمک رہا تھا۔ وہاں بہت لوگ چاندنی میں اس تاریخی عمارت کا نظارہ کرنے آئے ہوئے تھے۔ ہم ایک روش پر کھڑے ہو کر تاج محل کی حسین عمارت کو دیکھنے لگے۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے ہم خواب کی دنیا میں آ گئے ہیں۔ پروین کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”کتنی خوش قسمت تھی ممتاز محل کہ اس کے خاوند نے اس کے لیے تاج محل بنوایا جس کو دیکھنے کے لیے دنیا کے کونے کونے سے لوگ آتے ہیں۔“

میں نے کہا

”ممتاز محل کا خاوند ہندوستان کا بادشاہ تھا۔ وہ جو چاہے بنا سکتا تھا۔“

پروین بڑے جذباتی انداز میں کہنے لگی۔

”نہیں نہیں، اصل بات محبت کی ہوتی ہے۔ شاہجہاں اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا۔“

ہم تاج محل کے پہلے چبوترے پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک وردی پوش گائیڈ ہمارے پاس آ گیا۔ کہنے لگا۔

”صاحب جی! اگر آپ میاں بیوی ہیں تو باری باری تاج محل کے پہلے مینار کا ایک چکر لگائیں۔ آپ ساری زندگی ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔“

پروین پہلے ہی بڑی جذباتی ہو رہی تھی۔ کہنے لگی۔

”ہم ضرور چکر لگائیں گے۔ پہلے میں چکر لگاؤں گی۔“

گائیڈ خوش ہو کر بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”آپ بڑی خوش قسمت ہیں۔ کہتے ہیں جو عورت اپنے خاوند سے پہلے چکر لگائے۔ وہ اپنے خاوند کا ساری زندگی بھرپور پیار حاصل کرتی ہے۔“

میں نے کہا۔”میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔“

گائیڈ بولا۔

”نہیں بابوجی ! بیگم صاحب کو اکیلے ہی چکر لگانے دیں۔ ورنہ مینار کی دعا کا اثر ختم ہوجائے گا۔“

پروین اٹھ کھڑی ہوئی۔ مجھ سے کہا۔

”نہیں نہیں، تم میرے بعد چکر لگانا میں ابھی چکر لگا کر آتی ہوں۔“

پروین گائیڈ کے ساتھ تاج محل کے پہلے مینار کی طرف چل پڑی۔ یہ مینار کوئی سو قدم کے فاصلے پر تھا اور مجھے اس کا صرف سامنے والا حصہ ہی چاندنی میں نظر آرہا تھا۔ اس کے پیچھے درختوں کے خاکے سے نظر آرہے تھے۔ میں نے پروین سے کہا۔

”دیر نہ لگانا۔“

وہ بولی۔”ابھی آتی ہوں۔ تم یہیں بیٹھے رہنا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کچھ اور لوگوں کو بھی دیکھا جو مینار کا چکر لگا رہے تھے۔ ان میں مرد بھی تھے۔ عورتیں بھی تھیں۔ میں اس قسم کے توہمات کا قائل نہیں ہوں مگر پروین کی ضد اور اس کے شوق کی وجہ سے خاموش رہا۔ میں پروین کو گائیڈ کے ساتھ جاتے دیکھتا رہا۔ مینار کے پاس جاکر پروین دوسری طرف مڑ گئی۔

میں نے سگریٹ سلگا لیا اور سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے پروین کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے معلوم تھا کہ واپس آکر وہ مجھے بھی چکر لگانے پر مجبور کرے گی۔ میرا دل تو بالکل نہیں چاہتا تھا لیکن محض پروین کی خاطر میں نے سوچ لیا کہ مینار کا ایک چکر لگالوں گا۔ چاندنی رات بڑی خوب صورت تھی۔ جو لوگ چاندنی رات میں تاج محل کا نظارہ کرنے آئے تھے وہ ادھر ادھر چلتے پھرتے نظر آرہے تھے اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے خواب میں چل رہے ہوں۔ میرا سگریٹ ختم ہوگیا۔ میں نے دوسرا سگریٹ سلگا لیا۔ جب بیٹھے بیٹھے تھک گیا تو اٹھ کر سنگ مرمر کے کشادہ چبوترے پر ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔

میرا دوسرا سگریٹ بھی ختم ہوگیا۔ پروین ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ گائیڈ کے کہنے کے مطابق اسے مینار کا صرف ایک ہی چکر لگانا تھا۔ اب تک اسے

واپس آجانا چاہیے تا۔مجھے تشویش ہونے لگی۔میں نے سگریٹ پھینکااور مینار کی طرف چلنے لگا کہ جاکر دیکھوں پروین نے اتنی دیر کیوں لگادی ہے۔مینار کے پاس جاکر میں نے ادھر ادھر دیکھا پھرمینار کاچکر لگایا۔پروین مجھے کہیں دکھائی نہ دی۔وہاں ایک عورت اور ایک مرد چکر لگا رہے تھے۔جب وہ چکر لگا چکے تو میں نے ان سے پروین کے بارے میں پوچھا جس پر انہوں نے کہا کہ اس حلیے اورلباس کی عورت انہوں نے یہاں نہیں دیکھی۔وہ گائیڈ بھی کہیں دکھائی نہ دیا۔ایک طرف ایک آدمی پتھر کی سیڑھی پر بیٹھا تھا۔میں نے اس سے پوچھا۔

”یہاں ایک گائیڈ ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک عورت کے ساتھ آیا تھا وہ کہاں چلا گیا؟“

وہ آدمی کہنے لگا۔

”رات کو یہاں کسی گائیڈ کی ڈیوٹی نہیں ہوتی۔“

میں نے کہا۔”اس نے وردی پہنی ہوئی تھی۔کہتاتھا میں گائیڈ ہوں۔وہ میری بیوی کو مینار کا چکر لگانے کے لیے لے گیا تھا۔“

وہ آدمی بولا۔

”میں یہاں کا چوکیدار ہوں۔مجھے معلوم ہے کہ رات کو کبھی کسی گائیڈ کی ڈیوٹی نہیں لگتی۔آپ کو کسی نے دھوکا دیا ہے۔“

میں نے اسے گائیڈ اور پروین کا حلیہ بتایا۔چوکیدار کہنے لگا۔

”میں بڑی دیر سے یہاں بیٹھا ہوں۔میں نے اس حلیے کا کوئی گائیڈ اور کوئی عورت نہیں دیکھی۔“

میں سخت پریشان ہوا۔ضرور وہ آدمی پروین کواغوا کرکے لے گیا ہے۔مگر پروین کو اتنے لوگوں کے درمیان سے اغوا کرنا آسان نہیں تھا اور پھر پروین زبردست طاقت رکھتی تھی۔وہ ناگن بن کر اغوا کرنے والے کو ہلاک کرسکتی تھی۔نہیں، نہیں، میں نے اپنے دل سے کہا۔ایسا نہیں ہواپروین ضرور یہیں کہیں ہوگی ممکن ہے وہ دوسرے مینار کاچکر لگانے چلی گئی ہو۔میں تیز تیز قدموں سے دوسرے مینار کے پاس گیا۔وہاں کوئی نظر نہیں آرہاتھا۔اس قسم کے چکر صرف اسی مینار کے پاس لگائے جاتے تھے۔جس طرف وہ گائیڈ پروین کو لے کر گیالیکن میں نے دوسرے مینار کے آس پاس بھی پروین کو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تلاش کیا۔اس طرح میں تیسرے اور چوتھے مینار پر بھی گیا۔میں نے سارے کا سارا تاج محل چھان مارا۔جگہ جگہ دیکھا' جھاڑیوں اور باغیچوں میں تلاش کیا مگر پروین کو تو جیسے زمین کھاگئی تھی۔ سخت مایوسی اور پریشانی کی حالت میں واپس آکر اسی چبوترے پر بیٹھ گیا جہاں پہلے بیٹھا تھا۔

ذہن انتہائی الجھ گیا تھا۔دل میں طرح طرح کے خدشے اور وسوسے پیدا ہونا شروع ہوگئے تھے پھر مجھے خیال آنے لگا کہ پروین نے دوبار کوئی خوشبو محسوس کی تھی جس کے بارے میں اس نے تشویش کااظہار کیا تھا۔کہیں کوئی دشمن تواس کے پیچھے نہیں لگ گیا تھا؟ مگر ایسا دشمن کون ہوسکتاتھا؟ اچانک مجھے اس پراسرار آدمی کا خیال آگیا جس کومیں نے پہلے دن کے وقت تاج محل کے ٹیکسی اسٹینڈ پر اور پھر کیلاش ریستوران میں دیکھا تھا۔میں ان ہی پریشان کن خیالات میںالجھا وہاں بیٹھا تھا کہ کسی نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔

پولیس کا ایک سپاہی میرے پیچھے کھڑا کہنے لگا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”بابو! تاج محل کا گیٹ بند ہونے والا ہے ٹائم ہوگیا ہے۔اب جاؤ' کل رات آکر دیکھنا۔“

میں اٹھ کھڑا ہوا۔میںنے سپاہی سے کہا کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ تاج محل دیکھنے آیا تھا۔وہ ایک گائیڈ کے ساتھ مینار کا چکر لگانے گئی تھی پھر واپس نہیں آئی۔سپاہی بولا۔

”گائیڈ کے ساتھ تم نے اپنی بیوی کو کیوں بھیج دیا؟ عورتیں تو کونے والے مینار کا اکیلی ہی چکر لگاتی ہیں۔کوئی گائیڈ انہیں ساتھ لے کر نہیں جاتا۔“

میں نے کہا۔”میں دلی سے آیا ہوں۔مجھے کیامعلوم تھا کہ گائیڈ میری بیوی کو غائب کردے گا۔کیا یہاں کوئی سرکاری دفتر نہیں ہے جہاں سے مجھے گائیڈ کے بارے میں پتہ چل سکے کہ وہ کون تھااور کہاں رہتا ہے؟“

سپاہی نے کہا۔

”بھیا! پہلی بات تو یہ ہے کہ تاج محل پررات کے وقت کسی سرکاری گائیڈ کی ڈیوٹی نہیں ہوتی۔کیا معلوم وہ کون بدمعاش تھا جو گائیڈ کی وردی پہن کر تمہارے پاس آیا اور تمہاری بیوی کو لے اڑا۔ایسا کرو'تم میرے ساتھ تھانے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چلو۔تھانے میں رپٹ درج کرادو پولیس تمہاری بیوی اور گائیڈ کو خود ہی تلاش کرلے گی۔"

میں پولیس اسٹیشن نہیں جانا چاہتاتھا۔ڈر تھا کہ کہیں الٹا پولیس مجھے ہی نہ پکڑ لے کہ تم اپنی بیوی کے ساتھ دلی کی حوالات سے بھاگے ہوئے مجرم ہو۔میں نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔میں جہاں ٹھہرا ہوا ہوں وہاں جاکر دیکھتا ہوں شاید میری بیوی وہاں پہنچ گئی ہو۔"

سپاہی چاندنی رات میں مجھے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔میں وہاں سے تاج محل کے بڑے احاطے کے دروازے کی طرف چل دیا۔سب لوگ جو چاندنی رات میں تاج محل کانظارہ کرنے آئے ہوئے تھے واپس جارہے تھے۔میں شکستہ دل تھا۔ذہن ایک خلفشار کاشکار تھا۔کچھ سمجھ میں نہیں آتاتھا کہ پروین کہاں اور کیسے غائب ہوگئی۔میں ٹیکسی اسٹینڈ پرآکر کھڑا ہوگیااور اس وقت تک کھڑا رہا جب تک کہ سارے لوگ وہاں سے اپنے اپنے گھروں کو نہیں چلے گئے۔وہاں صرف ایک ٹیکسی خالی رہ گئی تھی۔ڈرائیور نے مجھ سے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"بابوشہر چلنا ہے تو آجاؤ۔میں جارہاہوں پھر یہاں سے کوئی سواری نہیں ملے گی۔"

میں بوجھل قدم اٹھاتا اور باربار تاج محل کے مینار کی طرف دیکھتا ٹیکسی میں آکر بیٹھ گیا۔

"کہاں چلیں گے بابوجی؟"

میں نے اپنے ہوٹل کا نام لیا۔ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھادی۔مجھے کچھ پتہ نہیں کب گاڑی وہاں سے چلی۔کن کن بازاروں اور سڑکوں سے گزری اور کب ہوٹل کے پورچ میں آکر رک گئی۔سارا راستہ اسی خیال میں ڈوبا رہا کہ پروین کو کس نے اغوا کیا ہوگا۔کیا وہ پراسرار آدمی جس نے کانگریسی کیپ پہنی ہوئی تھی اور جو میرے خیال کے مطابق ہمارا پیچھا کررہاتھا کہیں یہ ساری مصیبت اسی کی وجہ سے تو نہیں پیدا ہوئی۔مگر اس وقت تووہ وہاں کہیں نہیں تھا۔صرف گائیڈ میرے پاس آیا تھا۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گائیڈ بھی اسی کا بھیجا ہوا آدمی ہو مگر سوال یہ ہے کہ پروین کو اتنی جلدی اغوا کیسے کرلیا گیا کہ وہ ایک آواز بھی بلند نہ کرسکی۔وہ مجھے مدد کے لیے بھی نہ بلاسکی۔وہ تو بڑی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جلدی ناگن کا روپ بدل کر گائیڈ کو ہلاک کر سکتی تھی۔اسے سانپ بننے کے لیے صرف تین سانس ہی کھینچنے تھے۔اس کا مطلب ہے کہ پروین کو ضرور کلوروفارم بلکہ اس سے تیز کوئی بے ہوشی کی دوائی سنگھائی گئی تھی کہ جس کو سونگھتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی۔

میں ہوٹل کے کمرے میں بیٹھا یہی کچھ سوچتا رہا۔

ساری رات میں نے جاگ کر گزار دی۔آخر میں نے وہی فیصلہ کیا جس کے بارے میں مجھے خوش قسمتی سے آگرہ میں پہنچتے ہی پروین نے بتادیا تھا۔یعنی اب مجھے ایک سانپ کو منتر پڑھ کر بلانا اور اسے پروین کا رومال سنگھا کر پروین کی تلاش کے لیے روانہ کرنا تھا۔دن نکلتے ہی میں تاج محل کی طرف روانہ ہو گیا۔اس خیال سے کہ شاید وہاں پروین کا کوئی سراغ مل جائے۔اگر سراغ نہ ملا تو وہیں سے کسی سانپ کو بلالوں گا کیونکہ تاج محل دریا کے کنارے پر واقع تھا اور وہاں اکثر علاقہ ویران تھا اور ایسی جگہوں پر سانپ اکثر پائے جاتے ہیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دن کی روشنی میں تاج محل چاندنی رات والے تاج محل سے بالکل مختلف نظر آرہا تھا۔میں تیسرے مینار کے پاس آگیا۔میں زمین پر جھک کر دیکھنے لگا کہ شاید پروین کی کوئی چوڑی وغیرہ وہاں ٹوٹی ہوئی پڑی ہو مگر وہاں کوئی ایسی شے نہیں تھی۔آخر میں تاج محل کی عمارت کے عقب میں ایک ویران جگہ پر چلا گیا۔یہاں بنجر زمین تھی اور خشک جھاڑیاں کہیں کہیں اگی ہوئی تھیں۔میں ایک جھاڑی کے پاس بیٹھ گیا۔پروین کے بتائے ہوئے منتر کے تینوں لفظ مجھے زبانی یاد تھے۔میں نے تینوں الفاظ تین بار قدرے اونچی آواز میں دہرائے اور پھر زمین پر تین بار ہاتھ مارا۔اس کے بعد متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ سانپ آیا ہے یا نہیں۔دس پندرہ سیکنڈ گزر گئے۔کسی طرف سے کوئی سانپ نہ آیا۔میں دوسری بار منتر پڑھ کر پھونکنے والا تھا کہ اچانک مجھے اپنے پیچھے سے سانپ کی پھنکار سنائی دی۔میں نے پلٹ کر دیکھا۔ایک نسواری رنگ کا بالشت بھر کا سانپ میرے پیچھے اپنا چھوٹا سا پھن اٹھائے میری طرف منہ کیے پھنکار رہا تھا۔میں پروین کی ہدایت کے مطابق اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔سانپ آہستہ آہستہ رینگ کر میرے قریب آگیا۔میں نے جیب سے پروین کا رومال

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نکال کر اس کی طرف پھینکا۔سانپ نے رومال پر منہ رکھ دیا۔پھر فوراً پیچھے ہٹ گیا تین بار رومال کے آگے سر جھکایا اور ایک طرف آہستہ آہستہ رینگنا شروع کر دیا۔

میں جلدی سے اٹھا۔پروین کا رومال اٹھا کر جیب میں ڈالا اور سانپ کے پیچھے چلنے لگا۔سانپ اس طرف جارہا تھا جدھر دریا کا کنارا تھا۔مجھے خیال آیا اگر سانپ دریا میں اتر گیا تو میں کیا کروں گا؟ یہاں تو کوئی کشتی بھی نہیں ملے گی۔سانپ تو پانی پر تیر سکتا ہے۔میں بھی تیر سکتا تھا مگر کپڑوں سمیت دریا میں نہیں کودنا چاہتا تھا۔دل میں دعائیں مانگنے لگا کہ سانپ دریا میں نہ اترے۔نسواری سانپ دریا کے کنارے پہنچ کر رک گیا۔اس نے گردن اوپر اٹھائی۔دائیں بائیں گھمائی۔زبان بار بار باہر نکال کر پروین کی بو کو محسوس کیا اور جدھر سے بو آرہی تھی اس طرف

چلنے لگا۔وہ دریا کے ساتھ سات کچھ دور تک چلتا گیا۔پھر اس نے دریا کے کنارے سے ہٹنا شروع کر دیا اور بنجر زمین پر نکل آیا۔یہ کلر زدہ زمین تھی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سانپ ایک خاص آہستہ رفتار کے ساتھ چلا جارہا تھا۔میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

کلرزدہ میدان ختم ہوا تو سامنے ایک گاؤں آگیا۔بستی کے کچے مکان دھوپ میں صاف نظر آرہے تھے۔سانپ گاؤں میں داخل نہیں ہوا بلکہ گاؤں کے باہر ہی باہر سے گزر گیا۔سامنے سے دو دیہاتی آرہے تھے۔مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ سانپ کو دیکھ کر ہلاک نہ کر دیں۔میں چوکس ہو گیا کہ اگر انہوں نے سانپ کو مارنا چاہا تو میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔شاید سانپ نے بھی سامنے سے آتے آدمیوں کو دیکھ لیا تھا۔وہ ایک طرف جھاڑیوں میں گھس گیا۔میں وہاں کھڑا ہو گیا۔دونوں دیہاتی باتیں کرتے مجھ پر ایک نظر ڈالتے گزر گئے۔ان کے جانے کے بعد سانپ جھاڑیوں میں سے نکل آیا اور کچے راستے پر چل پڑا۔میرا اور سانپ کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ پانچ یا چھ قدموں کا ہو گا۔چونکہ یہ آباد علاقہ تھا۔کھیت بھی تھے اس لیے دیہاتی لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی۔جونہی سامنے سے کوئی آدمی آتا نظر آتا سانپ جلدی سے کسی طرف چھپ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جاتا۔اس طرح میں اور سانپ آبادی والے علاقے سے نکل کر غیر آباد علاقے میں آگئے۔

سانپ میرے آگے آگے زمین پر بل کھاتا رینگتا چلا جارہا تھا۔ہم ایک خشک نال کے پل پر سے گزر کر اس کی دوسری جانب آئے تو سامنے کچھ فاصلے پر چند ایک کچے مکان دکھائی دیئے۔میرا خیال تھا سانپ ان مکانوں سے بچ کر دوسری طرف سے ہو کر نکل جائے گا مگر میں یہ دیکھ کر کچھ حیران ہوا کہ سانپ کا رخ ان مکانوں کی طرف ہی تھا۔یہ ایک اونچے ٹبے کے دامن میں ادھر ادھر بنے ہوئے چار پانچ جھونپڑی نما کچی دیواروں والے مکان تھے۔ آگے ایک چھوٹا سا جوہڑ تھا۔ایک بوڑھا جوہڑ کے کنارے بیٹھا ناریل کا حقہ پی رہا تھا۔میں اور سانپ اس سے کچھ فاصلے پر سے ہو کر گزر گئے۔سانپ اب تیز تیز چل رہا تھا۔وہ ایک مکان کے سامنے جا کر رک گیا اور پھن اٹھا کر زور زور سے پھنکارنے لگا۔میں سمجھ گیا کہ پروین اسی مکان میں بند ہے۔کچے مکان کا دروازہ بند تھا۔میں نے دروازے پر دستک دی۔اندر سے آواز آئی کون ہو؟ میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ذرا باہر آئیں۔“

دروازہ کھلا اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ وہی کانگریسی ٹوپی والا آدمی تھا جو میرے خیال کے مطابق ہمارا پیچھا کرتا رہا تھا۔اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔ اس کا چہرہ بتارہا تھا کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے او رکچھ گھبرا گیا ہے مگر وہ جلدی سنبھل گیا اور بولا۔

”کس سے ملنا ہے بھائی؟ کون ہو تم؟“

اس دوران سانپ میری ٹانگوں کے درمیان سے نکل کر اس آدمی کی طرف حملہ کرنے کے لیے پھنکارتا ہوا بڑھا۔وہ شخص چیخ مار کر کوٹھڑی میں گھس گیا اور سانپ سانپ کا شور مچادیا۔کوٹھری میں سے دو ہٹے آدمی نکل کر باہر آگئے۔انہوں نے سانپ کو دیکھا تو ایک نے لاٹھی اٹھا کر پوری طاقت سے سانپ پر ماری۔سانپ کے دو ٹکڑے ہوگئے۔اب وہاں تین آدمی تھے اور میں اکیلا تھا۔کانگریسی ٹوپی والے آدمی نے غصے کے ساتھ پوچھا۔

”یہ سانپ تم اپنے ساتھ لائے تھے؟“

میں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"مجھے نہیں معلوم یہ کہاں سے آگیا تھا مجھے تو پیاس لگ رہی تھی سوچا یہاں سے پینے کو پانی مل جائے گا۔اس لیے دروازہ کھٹکھٹایا۔"

کانگریسی ٹوپی والے آدمی نے اپنے ساتھیوں کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا اور کہا۔

"تم لوگ اندر جاؤ۔"

وہ دونوں اندر چلے گئے۔کانگریسی ٹوپی والے نے یہ کہہ کر دروازہ بند کردیا کہ یہاں پانی نہیں ہے۔میں اکیلا کھڑا رہ گیا۔سانپ کو دیکھا۔اس کے دو ٹکڑے ہوچکے تھے۔سانپ مرچکا تھا۔مجھے اس کی موت کا بڑا افسوس ہوا مرتے مرتے سانپ مجھے بتا گیا تھا کہ اسی گھر سے پروین کی بو آرہی ہے۔مجھے یقین تھا کہ سانپ مجھے ٹھیک جگہ پر لایا ہے اور پروین یہیں کہیں ہے مگر میں اکیلا تھا اور وہ تین تھے۔اگر میں ان سے الجھتا تو وہ بڑی آسانی سے مجھے بھی مار ڈالتے۔دونوں ہٹے کٹے آدمی شکل سے ہی جرائم پیشہ قاتل لگے تھے۔

میں نے سوچا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ظاہر ہے اگر میں ان لوگوں سے پروین کے بارے میں کچھ پوچھتا بھی تو یہ کبھی مجھے اس کے بارے میں نہیں بتائیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

گے۔سانپ نے مجھے اشارہ دے دیا تھا کہ پروین اگر ملے گی تو یہیں سے ملے گی۔اگر خود اندر نہیں ہوگی تو یہاں سے اس کا سراغ ضرور مل جائے گا۔آخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ مجھے اس کانگریسی ٹوپی والے آدمی کا چھپ کر پیچھا کرنا چاہیے کہ یہ یہاں سے کہاں جاتا ہے۔چنانچہ میں وہاں سے واپس چل پڑا۔جوہڑ کے پاس آیا تو بوڑھے کو حقہ پیتے دیکھ کر اس کے پاس آگیا۔

اسے سلام کیا اس نے وعلیکم السلام کہہ کر حقہ منہ سے ہٹایا اور بولا۔

"کہو بھائی۔مسافر ہو؟ کیسے آئے ہو؟"

میں اس کے قریب ہو کر بیٹھ گیا اور کہا۔

"ایک دوست کی تلاش میں آیا تھا۔وہ سامنے والے مکان میں رہتا تھا۔یہاں آکر معلوم ہوا کہ وہ مکان چھوڑ کر جاچکا ہے۔اب وہاں کوئی اور ہی لوگ رہ رہے ہیں۔"

"کون سا مکان؟ وہ کونے والا؟" بوڑھے نے پوچھا۔

میں نے کہا۔

"جی ہاں' وہی مکان۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بوڑھے نے ایک ہاتھ کان پر لگایا اور بولا۔

"بیٹا تم مسلمان ہو اس لیے تمہیں ضرور خبردار کروں گا کہ آج کے بعد اس مکان کا رخ نہ کرنا۔"

میں نے پوچھا۔

"کیوں بابا؟ اس مکان میں کیا کوئی جن بھوت رہتے ہیں؟"

بوڑھا کہنے لگا۔

"بھائی یہ لوگ جن بھوتوں سے بھی بڑھ کر خطرناک ہیں۔یہ جدی پشتی سپیرے ہیں۔ان کے پاس کالے علم کا جادو بھی ہے۔یہ ہندو ہیں اور راتوں کو مرگھٹوں میں جا کر جہاں تازہ تازہ ہندو مردہ جلایا گیا ہو وہاں بیٹھ کر چلے کاٹتے ہیں۔ چوریاں اور ڈاکے بھی ڈالتے ہیں۔بستی کے لوگ تو ان کے قریب نہیں پھٹکتے۔"

میں نے مزید کریدتے ہوئے پوچھا۔

"بابا ان میں ایک آدمی سر پر کانگریس کی کھدر کی ٹوپی پہنے رکھتا ہے۔وہ کون ہے؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بوڑھے نے کہا۔

"وہ ان کا سرغنہ ہے۔اس کو تو سانپ بھی کاٹ لے تو کچھ نہیں ہوتا۔سنا ہے ان کے پاس ایسے سانپ بھی ہیں جو زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کا پتہ بتا دیتے ہیں۔"

میں نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر انہیں شاندار بنگلہ بنا کر رہنا چاہیے۔اس ٹوٹے پھوٹے مکان میں کیوں رہتے ہیں۔"

بوڑھا حقے کا کش لگا کر کہنے لگا۔

"بس ابھی کسی سانپ نے ٹھیک سے خزانے کا پتہ نہیں بتایا ہوگا۔اور سنو،ان کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ اماوس کی اندھیری راتوں میں ہندو عورتوں کی بدروحیں ان سے ملاقات کرنے آتی ہیں۔تم پھر اس مکان کے قریب نہ جانا۔قسمت والے ہو کہ ان سے بچ کر آگئے۔ورنہ یہ لوگ تو نوجوان لڑکوں کو بھی جادو ٹونے سے اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جتنی دیر میں بوڑھے کے پاس بیٹھا رہا میری نگاہیں برابر کونے والے مکان پر لگی رہیں۔اس دوران مکان کا دروازہ بند رہا۔نہ کوئی باہر نکلا اور نہ کوئی باہر سے اندر گیا۔مجھے سانپ کے مرنے کا بہت افسوس تھا پھر سوچا کہ پروین نے مجھے دوسری ترکیب بھی بتادی ہے۔اس ترکیب پر عمل کرکے کسی دوسرے سانپ کی راہ نمائی حاصل کرلوں گا۔میں تھوڑی دیر بوڑھے کے پاس بیٹھ کر سلام کرکے واپس چل دیا۔

پروگرام یہ بنایا کہ اوپر سے چکر کاٹ کرمکان کے پیچھے کی طرف آکر کسی جگہ چھپ کربیٹھ جاؤں گااور ان لوگوں کی نقل وحرکت کی نگرانی کروں گا۔اتنا مجھے یقین تھا کہ پروین اس مکان میں کسی جگہ بے ہوش پڑی ہے۔میں سیدھا چلتا گیا پھر آگے سے چکر لگا کر کچے مکانوں کے عقب میں آگیا۔اس طرف کھیت تھے۔جس مکان سے سانپ کو پروین کی بو آئی تھی اس کی عقبی دیوار کے ساتھ ایک درخت اگا ہوا تھا جس کی شاخیں مکان کی چھت پر بھی پھیلی ہوئی تھیں۔ میں کھیت کے کونے میں آکر رک گیااور مکان کی طرف دیکھنے لگا۔کھیتوں میں ایک آدمی ہل چلا رہاتھا مگر وہ مجھ سے کافی فاصلے پر تھا۔میں آہستہ آہستہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چل کرمکان کے پچھواڑے والے درخت کے نیچے آکربیٹھ گیا۔آس پاس کاجائزہ لیا۔وہاں کوئی آدمی نہیں تھا۔میں درخت پر چڑھ گیااور اس کی شاخوں کوپکڑتا ہوا مکان کی چھت پر آہستہ سے اتر گیا۔چھت پر اترنے کے بعد میں کچھ دیر وہیں بیٹھا رہا۔چھت کے کونے میں مرغیوں کا ڈربا بنا ہواتھامگر اندر کوئی مرغی نہیں تھی۔میں جھک کر چلتا ڈربے کے پاس آیااور گردن آگے کرکے نیچے دیکھا۔اس طرف مکان کا دروازہ تھا۔

دروازہ اسی طرح بند تھا۔میں نے بڑے غور سے کان لگا کر سننے کی کوشش کی کہ شاید اندر جو لوگ بیٹھے ہیں ان کی باتیں سن سکوں مگر وہاں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔مجھے وہاں بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی ہوگی کہ دور سے کسی موٹر گاڑی کے انجن کی آواز آئی۔میں سمجھا سڑک پر سے کوئی جیپ یا موٹر گاڑی گزر رہی ہوگی۔مگر آواز قریب آتی گئی۔میں نے چھت کی منڈیر پر سے سر

اوپر کرکے دیکھا۔ایک جیپ مکان کی طرف چلی آرہی تھی۔وہ مکان کے باہر آکر کھڑی ہوگئی۔جیپ میں ایک ہٹا کٹا ڈرائیور بیٹھا سگریٹ پی رہاتھا۔اس نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دو تین بار ہارن دیا۔مکان کا دروازہ کھلا اور مکان کے اندر سے وہ تینوں آدمی باہر نکل کر جیپ میں سوار ہوگئے۔ان میں ایک وہی پراسرار کانگریسی ٹوپی والا تھا اور دوسرے دونوں ہٹے کٹے آدمی تھے جنہوں نے سانپ کو ماراتھا۔انہوں نے جیپ میں تین پٹاریاں بھی رکھیں۔یہ ایسی پٹاریاں تھیں جن میں سپیرے سانپ رکھا کرتے ہیں۔

میں ابھی یہ سوچ ہی رہاتھا کہ کیا کروں کہ اتنے میں جیپ چل پڑی اور بستی سے نکل کر بڑی سڑک کی طرف روانہ ہوگئی۔میں اگر نیچے مکان کے باہر بھی ہوتا تو کچھ نہیں کرسکتاتھا۔میں جیپ کے پیچھے دوڑ کر اس کا تعاقب نہیں کرسکتاتھا۔جیپ آہستہ آہستہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔میں جلدی جلدی درخت پر سے اتر کرنیچے آیا۔سامنے کی طرف آکر مکان کے دروازے کو دیکھا جوچوپٹ کھلا تھا۔میں کوٹھڑی میں داخل ہوگیا۔کوٹھڑی کے فرش پر چیتھڑے سے بکھرے ہوئے تھے۔ساری کوٹھڑی خالی تھی۔اس کامطلب تھا کہ وہ لوگ وہاں سے چلے گئے تھے۔میں نے گہرے گہرے لمبے لمبے تین چار سانس لیے کہ شاید مجھے پروین کی بو آجائے۔مگر ایسا نہ ہوسکا۔مایوس ہو کرمکان سے باہر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آگیااور واپس اپنے ہوٹل کی طرف چلنے لگا۔تاج محل کے پاس آکر خیال آیا کہ کسی دوسرے سانپ کوبلا کر اس کی مدد حاصل کرنی چاہیے۔دیکھتاہوں وہ مجھے پروین کی بو سونگھ کر کس طرف لے جاتا ہے۔

میں وہیں زمین پر ایک طرف ہو کربیٹھ گیا۔تین بار پروین کابتایا ہوامنتر پڑھا۔پھر تین بار زمین پر ہاتھ مارے اور سانپ کاانتظار کرنے لگا۔کافی دیر انتظار کیا مگر کوئی سانپ نہ آیا۔دوسری بار پھر منتر پڑھ کر پھونکا۔اس بار بھی کوئی سانپ نہ آیا۔میں سمجھ گیا کہ اس علاقے میں وہی نسواری رنگ کا ایک سانپ تھا جو ماراگیا ہے۔میں اٹھ کرتاج محل کی طرف چلنے لگا۔وہاں ٹیکسی اسٹینڈ پر آکر ٹیکسی لی اور اپنے ہوٹل میں آکر بستر پر گرپڑا۔سخت مایوس تھا۔سخت تھکا ہوا تھا۔بادل ناخواستہ دوپہر کا کھانا کھایااور پروین کے بارے میں غوروفکر کرنے لگا کہ وہ کہاں ہوگی کس حال میں ہوگی۔جن لوگوں سے مجھے اس کاسراغ ملناتھا کم بخت وہ فرار ہوچکے تھے۔

رات اسی پریشانی اور بے چینی کے عالم میں گزر گئی۔اگلے روز ٹیکسی پکڑ کر دوبارہ وہاں گیا جہاں سانپ مجھے لے کر گیاتھا۔مکان اسی طرح خالی پڑاتھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں جوہڑ کی طرف آگیا۔بوڑھا وہاں پر نہیں تھا۔میں واپس جارہاتھا کہ سامنے سے وہی بوڑھاآتا نظر آیا۔میں نے سلام کیا تو وعلیکم السلام کہہ کربولا۔

”میاں تم پھر کیسے آگئے؟ تم کس کی تلاش میں ہو؟ مجھے کھل کر بتاؤ۔“

میں بوڑے کو کھل کر نہیں بتانا چاہتاتھا لیکن حالات ایسی صورت اختیار کرگئے تھے کہ مجھے بوڑھے کو بتانا ہی پڑا۔جب میں نے اسے بتایا کہ تاج محل کے مینار سے میری بیوی چاندنی رات میں غائب ہوگئی ہے اور مجھے شک ہے کہ یہ کانگریسی ٹوپی والے کا کام ہے۔کیونکہ جب سے ہم دونوں آگرے میں آئے تھے یہ آدمی ہمارا پیچھا کررہاتھا۔

بوڑھا مجھے لے کر وہیں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔کہنے لگا۔

”بھائی تم مارے گئے۔اپنی بیوی سے ہاتھ دھو لو اور اب وہ تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔ان لوگوں نے اس بے چاری کوجانے کہاں کا کہاں پہنچادیاہوگا۔“

میں نے بوڑھے سے کہا۔

”بابا! میں اپنی بیوی کو تلاش کرلوں گا۔تم مجھے صرف اتنا بتادو کہ یہ لوگ مکان چھوڑ کر کہاں گئے ہوں گے؟ ان کا یہاں کوئی دوسرا ٹھکانہ بھی ہے؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بوڑھا بولا۔

”میاں ان کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔اس مکان میں بھی سال میں ایک آدھ بار ہی آتے ہیں۔ہاں تم ایسا کرو کہ یہاں سے سیدھا پھلواندی کے پل پر چلے جاؤ۔پل کی دوسری طرف ایک ویران جگہ آئے گی وہاں ایک شمشان گھاٹ ہے۔وہاں ہندو لوگ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں۔یہ لوگ کبھی کبھی راتوں کو وہاں جاکر جادوٹونہ کرتے ہیں۔چلہ بھی کاٹتے ہیں اور اپنے جادو ٹونے کے واسطے جلے ہوئے مردے کی ہڈیاں بھی تلاش کرتے ہیں۔ہوسکتا ہے تمہیں یہ لوگ وہاں مل جائیں مگر رات کوجانا اور کوئی ہتھیار ساتھ لے کر جانا۔کیونکہ یہ لوگ قتل بھی کردیتے ہیں۔“

میں بوڑھے کاشکریہ ادا کرکے اپنے ہوٹل میں آگیا۔اور رات ہونے کاانتظار کرنے لگا۔جب رات کافی گہری ہوگئی تو میں ٹیکسی لے کر اس بستی کے قریب پہنچ گیا۔وہاں میں نے ٹیکسی چھوڑ دی۔دن کے وقت بوڑھے نے مجھے جو راستہ پھلواندی کوجانے والا بتایا تھا اس طرف اندھیرے میں چلنے لگا۔کچھ دور جانے کے بعد ایک ندی کا پل آگیا۔بوڑھے نے کہاتھا کہ اس پل کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسری طرف شمشان گھاٹ ہے۔میں پل کی دوسری طرف آگیا۔یہ بڑی خوفناک جگہ تھی۔ہر طرف موت کی خاموشی طاری تھی۔چند قدم چلنے کے بعد مجھے ایک اونچی جگہ پر آگ دہکتی ہوئی نظر آئی۔قریب جا کر دیکھا کہ یہی شمشان گھاٹ تھی۔چبوترے پر کسی مردے کی لاش جل کر راکھ ہو چکی تھی۔ آگ کے شعلے غائب ہو گئے تھے۔صرف انگارے دہک رہے تھے۔میں نے گہری نگاہ سے ماحول کا جائزہ لیا۔وہاں کوئی انسان کیا جانور بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ایک طرف جھونپڑی تھی۔میں آہستہ آہستہ چل کر جھونپڑی کے پاس آگیا۔جھونپڑی کے دروازے پر ٹاٹ کا پردہ پڑا تھا۔باہر مٹی کا ایک بڑا سا مٹکا رکھا ہوا تھا۔میں ٹاٹ کا پردہ اٹھاتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ خدا جانے پردہ اٹھانے پر اندر سے کیا چیز نکل کر مجھے چمٹ جائے۔

جھونپڑ ی میں سے کسی کے کھانسنے کی آواز آئی۔

میں جلدی سے ہٹ گیا۔جھونپڑی میں سے ایک جھکی ہوئی کمر والا بوڑھا آدمی کھانستا ہوا باہر نکلا۔اس کے ہاتھ میں سلاخ تھی۔وہ اس چبوترے کے پاس گیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جہاں مردے کو جلایا گیا تھا۔وہ سلاخ سے آگ کریدنے لگا۔میں دبے پاؤں چل کر اس کے قریب ایک طرف اندھیرے میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگا۔چتا پر انگارے دہک رہے تھے۔اس نے انگاروں میں سے کسی چیز کو سلاخ سے نیچے گرادیا۔پھر کندھے پر ڈالا ہوا کپڑا لے کر اس چیز کو اٹھالیا۔وہ مردے کی کھوپڑی تھی۔کھوپڑی کو کپڑے میں لپیٹ کر بوڑھا جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔میں اس کے پیچھے چلنے لگا تو میرے پاؤں تلے ایک پتھر پھسل گیا۔آواز سن کر وہ وہیں رک گیا۔اس نے پلٹ کر دیکھا۔اس نے مجھے اندھیرے میں دیکھ لیا تھا۔بڑی رعب دار آواز میں بولا۔

”کون ہو تم؟“

میں نے اس سے زیادہ رعب دار آواز میں کہا۔

”میں پولیس کا آدمی ہوں۔تم مردے کی کھوپڑی نکال کر لے جارہے ہو؟ تمہیں معلوم نہیں ایسا کرنا جرم ہے جس کی سزا سات سال قید ہے۔“

بوڑھے نے فوراً ہتھیار ڈال دیئے۔ہاتھ جوڑ کر بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مہاراج! مجھے شما کردیں۔کسی نے کہا تھا کہ میرا بچہ بیمار ہے۔تازہ جلے ہوئے مردے کی کھوپڑی لادو۔اس میں پانی ڈال کر بیمار بچے کو پلاؤں گا تو وہ اچھا ہوجائے گا۔“

میں نے کہا۔

”تم جھوٹ بولتے ہو۔سچ سچ بتاؤ نہیں تو ابھی پکڑ کر تھانے لے جاؤں گا۔“

بوڑھا تومیرے قدموں پر گرپڑا۔

”حضور معاف کردیں۔میں نے سچ بولا ہے میرا کوئی قصور نہیں۔بیمار بچے کی خاطر کھوپڑی نکال کر لے جارہاتھا۔“

میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے اٹھ کر کھڑے ہوجاؤ اور بتاؤ یہاں اور کون کون لوگ جادوٹونہ کرنے آتے ہیں۔“

بوڑھا بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”مہاراج! کبھی کبھی رات کو سپیرے لوگ یہاں آتے ہیں۔وہ مردے کی دو تین ہڈیاں نکال کر چبوترے پربیٹھ کر کچھ دیرمنتر پڑھتے ہیں او رپھر چلے جاتے ہیں۔“

”تمہیں معلوم ہے وہ لوگ کہاں رہتے ہیں؟“

”مہاراج بستی کی طرف سے آتے ہیں۔میں نے منع کیاتووہ کہنے لگے تجھے جان سے مار دیں گے۔خبردار کسی کے آگے ذکرنہ کرنا۔“

بوڑھا جھوٹ نہیں بول رہاتھا۔اس سے مجھے مفید معلومات حاصل ہونے کی توقع بھی نہیں تھی۔جو کچھ وہ بتاسکتاتھااور جتنا کچھ اسے معلوم تھا اس نے مجھے بتادیا تھا۔میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے‘ آئندہ وہ لوگ یہاں آئیں تو تھانے میں آکر ہمیں خبردار کردینا۔“

”جوحکم مہاراج۔“

میں شمشان سے واپس چل پڑا۔

مجھے ایک سانپ کی ضرورت تھی جس کو پروین کا رومال سنگھا کر سے اس کی تلاش میں روانہ کرسکوں۔تاج محل کے ویران علاقے سے مجھے کوئی سانپ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں ملا تھا۔آگرہ میں پرانے کھنڈروں کی کمی نہیں تھی۔اگلے روز میں آگرہ کے پرانے قلعے کی طرف نکل گیا۔قلعے کے آس پاس دوچار ٹوٹے پھوٹے کھنڈر تھے۔میں ایک جگہ دیوار کی گری ہوئی پرانی اینٹوں کے ڈھیر کے پاس بیٹھ گیا۔وہاں میرے سوااور کوئی نہیں تھا۔میں نے پروین کاسکھایا ہوا منتر تین بار پڑھا پھر زمین پر تین بار ہاتھ ماراور سانپ کاانتظار کرنے لگا۔میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔اچانک میں نے ایک کالے رنگ کے سانپ کودیکھا جو دوسرے کھنڈر کی طرف سے رینگتا ہوا میری طرف آرہا تھا۔میں سانپ سے اس لیے نہیں ڈرتا تھا کہ میرے پاس پروین کا رومال تھا جس کی بو پاکر سانپ میرے سامنے ادب سے سر جھکا کر بیٹھ جاتے تھے۔یہ کالا سانپ آہستہ آہستہ میرے قریب آکر میرے سامنے بیٹھ گیا۔میں نے جیب سے پروین کا رومال نکال کر اس کے منہ کے قریب لے گیا۔سانپ نے رومال میں آتی پروین کی تیز بو کوسونگھ کر زور سے پھنکار ماری اور پیچھے ہٹ کر ایک طرف دیکھنے لگا۔وہ پرانے قلعے کی طرف دیکھ رہاتھا۔اس کے ساتھ ہی وہ قلعے کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

طرف چلنے لگا۔میں نے پروین کا رومال جیب میں رکھااور سانپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

کالا سانپ قلعے کے بہت بڑے محرابی دروازے کی دہلیز پر آکر رک گیا۔قلعے کا دروازہ آدھا زمین میں دھنس گیا تھا۔سانپ نے منہ اوپر اٹھا کر پروین کی بو سونگھی اور قلعے کی ڈیوڑھی میں سے ہوتا ہوا اندر ایک کھلے میدان میں آگیا۔یہ قلعے کابہت بڑا اندرونی احاطہ تھا۔تین طرف اونچی دیوار تھی۔ایک جانب دو منزلہ ٹوٹی پھوٹی کوٹھریاں اور دالان نظر آرہے تھے۔کالا سانپ

ایک طرف جارہاتھا۔یہاں ایک شکستہ زینہ قلعے کی دوسری منزل کوجاتاتھا۔سانپ زینے کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔میں اس کے پیچھے پیچھے تھا۔اوپر ایک دالان تھا۔دالان کے فرش پر گرد جمی ہوئی تھی اور اینٹیں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔دالان کی ایک جانب تین کوٹھریاں تھیں۔کسی کوٹھری کا دروازہ سلامت نہیں تھا۔سانپ ایک کوٹھری میں داخل ہوگیا۔میں بھی اس کے پیچھے کوٹھری میں آگیا۔یہاں ہلکاہلکا اندھیرا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کالا سانپ کوٹھری کے کونے میں جا کر پھنکارنے لگا۔میں اس کے قریب گیا تو دیکھا کہ وہاں ایک زینہ نیچے جاتا تھا۔سانپ زینہ اترنے لگا۔آگے پھر ایک دالان آگیا اس دالان میں بھی ایک زینہ نیچے جاتا تھا۔سانپ وہ زینہ بھی اتر گیا۔میں بھی اس کے ساتھ ہی نیچے آگیا۔یہ زمین کے اندر ایک کشادہ جگہ تھی جہاں اونچی چھت کے دو بڑے سوراخوں میں سے دن کی روشنی اندر آرہی تھی۔میں نے دیکھا کہ درمیان میں ایک پرانا تابوت پڑا ہے۔سانپ اس تابوت کے سرہانے کی جانب فرش پر سمٹ کر بیٹھ گیا۔میں نے آگے بڑھ کر دھندلی روشنی میں تابوت کو غور سے دیکھا۔لکڑی کے تابوت کی حالت بے حد شکستہ ہو رہی تھی۔اس پر گرد کی تہہ جمی ہوئی تھی اور مکڑیوں نے جگہ جگہ جالے بن رکھے تھے۔میں سوچنے لگا کہ اگر سانپ مجھے یہاں لایا ہے تو اس تابوت کو کھول کر دیکھنا چاہیے۔ممکن ہے اندر پروین بے ہوش پڑی ہو۔وہ جرائم پیشہ قاتل سپیرے پروین کو بے ہوش کرکے اس تابوت میں ڈال گئے ہوں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تابوت کو تالا نہیں لگا ہوا تھا۔میں نے آہستہ سے اس کا ڈھکن اٹھایا تو ایسی چرچراہٹ کی آواز پیدا ہوئی کہ میں خود بھی ڈر گیا۔تابوت کا ڈھکن ذرا سا اوپر اٹھا اور پھر اچانک اپنے آپ کھٹاٹ سے بند ہو گیا۔میں جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔میں نے دیکھا کہ سانپ وہاں نہیں تھا۔حیران ہوا کہ سانپ کہاں غائب ہو گیا۔میں نے دوبارہ تابوت کو کھولنے کی کوشش کی مگر ڈھکن تابوت کیساتھ ایسا جڑ چکا تھا جیسے کسی نے کیل ٹھونک کر بند کر دیا ہو۔میں وہاں سے واپس بھی نہیں جانا چاہتا تھا۔کیونکہ سانپ یونہی مجھے وہاں نہیں لایا تھا۔وہ یقینا پروین کی بو کے پیچھے پیچھے چل کر یہاں آیا تھا۔اس تابوت کے کھلنے سے پروین کی گمشدگی کا راز حل ہو سکتا تھا۔میں نے ایک بار پھر پورا زور لگا کر تابوت کے ڈھکن کو کھولنا چاہا تو مجھے ایک عورت کی پرسکون مگر کمزور آواز سنائی دی۔

”میرے تابوت کو مت کھولو۔تم اسے نہیں کھول سکو گے۔“

میں خوف کے مارے وہیں بیٹھ گیا۔غیبی عورت کی آواز دوبارہ سنائی دی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”جس کی تلاش میں سانپ تمہیں یہاں لایا ہے وہ یہاں لائی ضرور گئی تھی مگر اب وہ یہاں نہیں ہے۔“

میں نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

”آپ کون ہیں؟“

عورت کی آواز آئی۔

”میرا نام انار بیگم ہے۔میں ہندوستان کے ایک ترک بادشاہ کی چہیتی کنیز تھی۔“

میں نے سوال کیا۔

”جس کی تلاش مجھے یہاں کھینچ لائی ہے اس کانام پروین ہے۔اس کا پہلا ہندوانہ نام پاروتی تھا۔اسلام قبول کرنے کے بعد فقیر بابا نے اس کانام پروین رکھ دیاتھا۔کیاتم بتاسکتی ہو کہ وہ یہاں کب آئی تھی؟ اسے کون لایا تھا؟ اور اب وہ کہاں ہوگی؟“

انار بیگم کی روح نے گہرا سانس بھرنے کے بعد کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تم دنیا والوں کے پاس سوال بہت ہوتے ہیں۔جواب نہیں ہوتے۔پروین کو یہاں دو آدمی لائے تھے۔وہ بے ہوش تھی۔انہوں نے بے ہوشی کی حالت میں اسے میرے تابوت کے پاس لٹاکراس پر کچھ منتر پڑھے تھے۔دونوں آدمی خطرناک سپیرے تھے جن کو کالا علم بہت آتاتھا۔وہ پروین کودوبارہ سانپ کی حالت میں تبدیل کرنا چاہتے تھے۔وہ آپس میں اس قسم کی باتیں کررہے تھے۔دیر تک وہ بے ہوش عورت پر کئی قسم کے منتر پڑھ پڑھ کر پھونکتے رہے مگر وہ عورت سانپ کی شکل میں تبدیل نہ ہوئی۔اس کے بعد وہ اسے اٹھا کر یہاں سے لے گئے۔“

”پھر کیاہوا؟“ میں نے جلدی سے پوچھا۔

انار بیگم کی روح نے کہا۔

”تم مجھ سے وہ باتیں پوچھ رہے ہو جن کامجھے علم نہیں ہے۔اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ میں نہیں جانتی۔“

میں نے بڑے ادب سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اے محترم روح! کیا تم مجھے کوئی ایسا طریقہ بتاسکتی ہو جس پر عمل کرکے میں پروین کے پاس پہنچ سکوں؟“

انار بیگم کی روح نے کہا۔

”تم اس کے پاس پہنچ بھی گئے تو تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“

”وہ کیوں؟“ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

روح گویا ہوئی۔

”وہ اس لیے کہ ان سپیروں نے پروین پر ایسا خطرناک منتر پھونکا تھا کہ اب وہ خود پریشان ہیں کہ اس منتر کا توڑ کیسے کیاجائے۔ان کاخیال تھا کہ اس منتر سے پروین سانپ میں تبدیل ہوجائے گی اور اس کی مدد سے زمین میں مدفون بادشاہوں کے خزانے لوٹ سکیں گے لیکن منتر الٹا پڑ گیا۔پروین اب جسمانی حالت میں زندہ ضرور ہے مگر اس کی روح اس کے جسم سے نکل کر کسی اور جگہ پہنچ چکی ہے۔“

میں پریشان ہو گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تو کیاپروین مرچکی ہے؟ کیااب اس کی روح کبھی اس کے جسم میں واپس نہیں آئے گی؟“

اس پرانار بیگم کی روح نے جواب دیا۔

”نہیں‘ پروین مری نہیں‘ وہ زندہ ہے مگر دنیا والوں کے لیے وہ مرچکی ہے۔“

میں نے کہا۔

”کیامیں پروین کی روح سے بھی نہیں مل سکتا؟ آپ میری ملاقات پروین کی روح سے کراسکتی ہیں؟“

انار بیگم کی روح نے کہا۔

”ہاں‘ایسا ہوسکتا ہے۔پھر شاید تمہیں پروین کی روح خود کوئی ایساطریقہ بتادے کہ اس کی روح دوبارہ اپنے جسم میں واپس جاسکے۔“

میں نے انار بیگم سے کہا۔

”اے نیک دل روح! مجھے ایک بار پروین سے ملادو۔میں تمہارا احسان ساری زندگی یاد رکھوں گا۔“

انار بیگم کی روح بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”چونکہ پروین کی روح کا رشتہ اپنے جسم کے ساتھ ابھی تک قائم ہے اس لیے اس کی روح نہ عالم بالا میں ہے نہ عالم برزخ میں ہے اور نہ عالم ارضی میں ہے۔“

”تو پھر وہ کہاں ہے؟“ میں نے بے چینی سے پوچھا۔

انار بیگم کی روح نے کہا۔

”پروین کی روح عالم ارضی اور عالم برزخ کے درمیان بھٹک رہی ہے۔وہ اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ بات نہیں کر سکتی۔اپنی مرضی سے کسی کے پاس نہیں جا سکتی۔“

”تو پھر میں اس سے کس طرح مل سکتا ہوں؟“

”پروین کی روح سے ملنے کا صرف ایک ذریعہ ہے۔آگرہ شہر کے جنوب میں دلی کی طرف جاتے ہوئے ساتویں میل پر سڑک کی بائیں جانب بیری کے درختوں کے جھنڈ میں ایک پرانی خانقاہ ہے۔اگر تم آدھی رات کو وہاں جا کر ایک خاص عمل پڑھو تو پروین کی روح ظاہر ہو جائے گی اور تم سے بات بھی کر سکے گی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔

”وہ عمل کیا ہے اے نیک روح!“

انار بیگم نے مجھے ایک خاص وظیفہ بتایا اور کہا۔

”یہ وظیفہ پڑھنے سے پہلے خانقاہ کے چبوترے پر قبر کے سرہانے کی جانب اگربتیاں سلگا لینا۔اس کے بعد وظیفہ ایک سو مرتبہ پڑھنا۔خدا نے چاہا تو پروین سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔“

میں نے انار بیگم کی روح کا شکریہ ادا کیا اور تہہ خانے سے نکل کر قلعے سے باہر آ گیا۔ہوٹل میں پہنچا تو دوپہر ہو چکی تھی۔حیرانی کی بات ہے کہ جو وظیفہ مجھے انار بیگم کی روح نے بتایا تھا وہ مجھے زبانی یاد ہو گیا تھا۔میں بڑی بے چینی سے شام پڑنے کا انتظار کرنے لگا۔جب سورج غروب ہو گیا تو میں نے غسل کر کے وضو کیا۔نئے کپڑے پہنے اور ٹیکسی لے کر آگرہ سے دلی جاتی سڑک پر نکل گیا۔ساتویں میل کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔آگرہ شہر سے نکلنے کے بعد میں نے بائیں جانب دیکھنا شروع کر دیا تھا۔جب مجھے کھیتوں میں کہیں بھی بیری کے درختوں کے جھنڈ دکھائی نہ دیئے تو میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"یہاں ایک خانقاہ ہے۔مجھے وہاں جانا ہے۔"

ڈرائیور بولا۔

"آپ شاہ کی خانقاہ پرجائیں گے؟"

میں نے سوچا کہ وہی خانقاہ ہوگی۔میں نے کہا۔

"ہاں وہیں جانا ہے۔"

دو تین میل آگے جانے کے بعد بائیں جانب مجھے بیری کے درختوں کاایک بہت بڑا جھنڈ نظر آیا۔ڈرائیور بولا۔

"وہ سامنے شاہ جی کی خانقاہ ہے۔"

میں نے کہا۔"بس یہیں ٹیکسی روک لو۔"

میں اپنے ساتھ اگربتیوں کا پورابنڈل اور رومال میں گلاب کے پھول بھی لایا تھا۔ٹیکسی والے کو رخصت کرنے کے بعدمیں کھیتوں میں سے گزرتا ہوا شاہ جی کی خانقاہ کے دروازے پر پہنچ گیا۔خانقاہ پربیری کے گھنے درختوں نے اپنا سایہ ڈال رکھاتھا۔درختوں کی ٹہنیاں خانقاہ کے صحن پر جھکی ہوئی تھیں۔صحن میں ایک پرانی قبر بنی ہوئی تھی۔میں نے جاتے ہی قبر پر گلاب کے کچھ پھول

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ڈالے' تین چار اگربتیاں سلگا کر قبر کے سرہانے کی طرف لگادیں۔پھرفاتحہ پڑھ کرمرحوم کی روح کو ثواب پہنچایا اور وہیں ایک طرف ہو کربیٹھ گیا۔

مجھے اب آدھی رات گزرنے کاانتظار تھا۔

شام کے وقت میں اس لیے آگیاتھا کہ رات کے اندھیرے میں مجھے خانقاہ تلاش کرنے میں مشکل پیش آسکتی تھی۔خانقاہ پرخاموشی چھائی ہوئی تھی۔اس خاموشی کو کبھی کبھی دور سڑک پر سے گزرنے والی کوئی گاڑی یا ٹرک کی آواز توڑتی اوراس کے بعد پھرخاموشی چھاجاتی۔شام کا سرمئی اندھیرا آہستہ آہستہ رات کے اندھیرے میں گم ہوتا گیا۔پھر ہر طرف اندھیرا چھاگیا۔میں نے جیب سے موم بتی نکال کر قبر پر روشن کردی اور وہیں بیٹھ کر آدھی رات کے گزر جانے کاانتظار کرنے لگا۔

میں نے کلائی پر گھڑی باندھی ہوئی تھی۔وقفے وقفے کے بعد گھڑی پرنگاہ ڈال کر وقت دیکھ لیتاتھا۔جیسے جیسے رات گزر رہی تھی خانقاہ پر چھائی ہوئی خاموشی گہری ہوئی جارہی تھی۔جب رات کے ٹھیک بارہ بج گئے تو میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔قبر کے پہلو میں گلاب کے سارے پھول بکھیردیئے باقی کی اگربتیاں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بھی سلگا کر قبر کے پاس ہی لگا دیں۔اس کے بعد اللہ کانام لے کر وظیفہ پڑھناشروع کردیا۔یہ

وظیفہ ایک سوبار پڑھنا تھا۔میں آنکھیں بند کیے وظیفے کا ورد کرتا رہا۔ساتھ ساتھ گنتا بھی جارہاتھا جب پورے سو کی گنتی مکمل ہوگئی تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔خانقاہ پر موم بتی کی دھندلی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔اگربتیوں کی خوشبو نے فضا کو لبریز کردیاتھا۔

اچانک ایسی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی جیسے کسی نے ٹھنڈا سانس بھرا ہو۔

میں نے آہستہ سے کہا۔

”پروین؟ پروین کیایہ تم ہو؟“

مجھے پروین کی بڑی نحیف سی آواز سنائی دی۔

”ہاں‘ میں ہوں۔پروین کی بھٹکتی ہوئی روح۔“

میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

”پروین! خدا کے لیے مجھے بتاؤتم کہاں ہو؟ تم کس حالت میں ہو؟مجھے اپنی صورت تو دکھادو۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین کی آواز آئی۔

”میں نہ عالم بالامیں ہوں نہ عالم برزخ اور نہ عالم ارضی میں رہتی ہوں۔میں چونکہ ابھی تک مردہ نہیں ہوں اورمیری روح کا میرے جسم کے ساتھ ایک باریک سارشتہ قائم ہے اس لیے میں عالم حیرت میں بھٹک رہی ہوں۔میں صرف تمہیں خواب میں مل سکتی ہوں۔خواب میں ہی تمہیں اپنی شکل دکھا سکتی ہوں اور خواب میں ہی تم میری شکل دیکھ سکتے ہو اور مجھ سے بات کرسکتے ہو۔“

میں نے کہا۔”توخدا کے لیے مجھے خواب میں ملنے کے لیے آجاؤ۔“

پروین کی روح کی آواز آئی۔

”آج رات میں تمہیں خواب میں ملنے آؤں گی۔تم رات کو ضو کرکے اور کلمہ شریف پڑھ کر سونا۔میں تمہیں ملنے آجاؤں گی۔اب میں جاتی ہوں۔میں زیادہ دیر کسی جگہ نہیں ٹھہر سکتی۔شاید یہ مجھے میرے گزشتہ برے اعمال کی سزا مل رہی ہے۔میرے حق میں دعا کرنا کہ خدامیرے گناہ معاف کردے۔میں جارہی ہوں۔خداحافظ۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اس کے بعد موم بتی کی لو تھرتھرائی اور پھر پروین کی آواز نہ آئی۔ وہ جا چکی تھی۔ میں بہت اداس ہو گیا تھا۔ پروین پر سخت مصیبت نازل ہو گئی تھی۔ میں اپنے آپ کو کوسنے لگا کہ میں نے پروین کو تاج محل کے مینار کے چکر لگانے کی کیوں اجازت دی۔ میں اسے روک لیتا' اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو جاتا' مگر ہونی ہو کر رہتی ہے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ گائیڈ کے روپ میں میری بدنصیبی میرے سامنے آن کھڑی ہوئی ہے۔

میں دیر تک خانقاہ میں قبر کے پاس بیٹھا خدا کو یاد کرتا اور خداوند کریم سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہا۔

ایک دو بار میری آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے۔ آخر جب آسمان پر صبح کا نور نمودار ہونے لگا تو میں نے ایک بار پھر قبر میں آسودہ خاک بزرگ کی روح کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ پڑھی اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا خانقاہ سے باہر نکل آیا۔ سڑک پر ابھی تک پچھلے پہر کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ صبح کے نور کی روشنی آسمان کے مشرقی افق پر آہستہ آہستہ اجاگر ہو رہی تھی۔ کوئی رکشا ٹیکسی وہاں نہ ملی۔ پیدل ہی آگرہ شہر کی طرف چلنے لگا۔ شاید ایک آدھ میل پیدل

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

چلا ہوں گا کہ پیچھے سے گاڑی کے ہارن کی آواز آئی۔ میں سڑک کے کنارے ہو گیا۔ پیچھے دیکھا تو گاڑی کی اوپر سرخ بتی جل رہی تھی۔ یہ کوئی ٹیکسی تھی اور خالی تھی۔ میں نے ہاتھ دے دیا۔ گاڑی کی ہیڈ لائیٹس میں ڈرائیور نے مجھے دیکھ کر گاڑی روک لی۔

"شہر جاؤ گے بابو؟"

"ہاں بھئی۔"

میں ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ ڈرائیور کو ہوٹل کا نام بتا کر کہا کہ مجھے اس ہوٹل میں لے جائے۔ ٹیکسی چل پڑی۔ میرے کانوں میں ابھی تک پروین کی روح کی آواز گونج رہی تھی۔ کاش میں اس کی صورت بھی دیکھ سکتا۔ اب صرف ایک ہی امید باقی رہ گئی تھی کہ پروین کو میں کم از کم خواب میں تو دیکھ سکوں گا اور اس سے باتیں کر سکوں گا۔

رات میں نے غسل کرنے کے بعد وضو کیا اور بستر پر بتی بجھا کر لیٹ گیا۔ اس خیال سے نیند بھی نہیں آ رہی تھی کہ رات کو خواب میں پروین سے ملنا ہے۔ کچھ معلوم نہیں کس وقت مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔ اس کے بعد کیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیکھتا ہوں کہ میں کسی شہر کے بازار میں سے گزر رہا ہوں۔شہر کی ساری دکانیں کھلی ہیں مگر نہ کوئی دکاندار موجود ہے اور نہ کوئی گاہک ہی نظر آرہا ہے' سارا بازار خالی ہے۔کسی طرف سے کوئی آواز بھی نہیں آرہی۔بازار آگے جاکر اپنے آپ ایک گلی کی شکل اختیار کر گیا۔یہ گلی بھی سنسان پڑی تھی۔ مکانوں کے دروازوں پرخاموشی کی مہر لگی تھی۔کھڑکیاں دروازے بند تھے۔ایک عجیب سا ڈرا دینے والا سناٹاچھایا ہواتھا۔

گلی آگے ایک کھلی جگہ پر نکل آئی۔

مجھے یہ احساس نہیں تھا کہ یہ دن کاوقت ہے یارات کا وقت ہے۔ایک عجیب سی روشنی پھیلی ہوئی تھی جسے نہ آپ روشنی کہہ سکتے ہیں نہ اندھیرا۔یہ اندھیرے اور روشنی کے درمیان کی کوئی حالت تھی۔دھندیا کہر ابھی نہیں تھی۔کھلی جگہ پر آکر میں رک گیا۔کیا دیکھتا ہوں کہ ایک تالاب ہے جس کے اوپر سامنے ایک اونچی عمارت کوجانے کے لیے راستہ بنا ہوا ہے۔یہ ایک قسم کا پل تھا۔میں اپنے آپ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

عمارت میں داخل ہونے کے لیے تالاب کے پل کی طرف بڑھا۔مجھے جیسے کوئی کہہ رہاتھا کہ سامنے والی عمارت میں چلو۔پل پر قدم رکھتے ہی مجھے پھنکاریں سنائی دینے لگیں۔میں نے ڈر کرنیچے دیکھا' میرے بدن میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔پل کے نیچے تالاب میں پانی کے اوپر سانپ ہی سانپ تیررہے تھے۔ایسے لگتاتھا کہ یہ پانی نہیں بلکہ سانپوں سے بھرا ہوا تالاب ہے۔ہرسانپ پھنکار رہاتھااوربار بار گردن اوپر میری طرف کررہاتھا۔میں ڈر کر واپس جانے لگاتو میرے دل میں جیسے کسی نے آہستہ سے کہا۔"سامنے والی عمارت میں چلو۔" اور میں پل پر چلنے لگا۔میں تیز تیز چلنے کی کوشش کررہاتھا مگر میرے پاؤں جیسے من من بھاری ہوگئے تھے۔میں جتنی تیز چلنے کی کوشش کرتا میرے پاؤں اتنے ہی بھاری ہوجاتے۔

کسی نہ کسی طرح آخر میں عمارت کے پاس پہنچ گیا۔

عمارت کو سراٹھا کردیکھاتو دہشت زدہ ہوگیا۔ساری کی ساری عمارت ایک پہاڑ جتنے بڑے سانپ کی شکل کی بنی ہوئی تھی۔دروالعہ زہ سانپ کے کھلے ہوئے منہ کابناتھا۔یعنی دروازے کی جگہ ایک اژدہا قسم کے سانپ نے اپنا منہ کھول

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رکھا تھا۔اس کی زبان پر اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔خوف کے مارے مجھے پسینہ آگیا۔اسی وقت میرے کانوں میں پروین کی کمزور اور نحیف سی آواز آئی۔

”سانپ کے اندر آجاؤ۔“

پروین کی آواز سن کرمجھے حوصلہ ہوااور میں سانپ کے منہ میں داخل ہو گیا۔ سانپ کی زبان کی سیڑھیاں چڑھتا اوپر گیا تو دیکھا کہ سامنے ایک اور سانپ کے منہ کا دروازہ بنا ہواہے۔میں حوصلہ کرکے اس دروازے میں بھی داخل ہو گیا۔مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے میں سانپ کے پیٹ میں چل رہا ہوں۔ یہ گول سرنگ نما راستہ تھا جس کی دیواروں میں مجھے سانپ کی بڑی بڑی کمان کی طرح کی پسلیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

آگے ایک چھوٹا ساطاق تھا۔یہاں آکر سرنگ ختم ہوجاتی تھی۔میں نے طاق کو آہستہ سے دھکیل کر کھولا تو مجھے ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے بہت سی عورتیں آہستہ آہستہ رو رہی ہوں۔میں نے طاق کے اندر سر ڈال کر دیکھا۔ دوسری طرف ایک چھوٹا سا باغیچہ نظر آیا۔میں باغیچے میں اتر گیا۔عورتوں کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رونے اور بین کرنے کی آوازیں آہستہ آہستہ دور ہوتی گئیں۔پھر ان آوازوں کی جگہ ایک سیٹی ایسی لمبی آواز نے لے لی۔یہ سیٹی کی آواز رک رک کر آرہی تھی۔مجھے یاد آگیا۔میں نے بچپن میں برسات کے دنوں میں ایک تالاب کے پاس یہ آواز سنی تھی اور ایک سپیرے سے پوچھا تھا کہ یہ آواز کس جانور کی ہوتی ہے۔اس نے کہا تھا۔یہ سانپ کی سیٹی کی آواز ہے۔سانپ برسات کے موسم میں کبھی کبھی ایسی آواز نکالا کرتے ہیں۔میں یہ سوچ کر وہیں رک گیا کہ کہیں آگے بھی سانپ ہی سانپ نہ ہوں۔اتنے میں میرے کانوں نے ایک بار پھر پروین کی آواز سنی۔اس نے میرا نام لے کر کہا۔

”رکو نہیں، چلتے آؤ۔میں تمہارا انتظار کررہی ہوں۔“

میں نے بے اختیار ہو کرپوچھا۔

”مگر تم سامنے کیوں نہیں آتیں؟ تم نے تو کہاتھا کہ تم خواب میں میرے سامنے آجاؤگی مجھ سے باتیں کروگی۔“

اس کے جواب میں پروین کی آواز آئی۔وہی سانپ کی سیٹی تھوڑی دیر بعد سنائی دے رہی تھی۔میں باغیچے میں چلنے لگا۔ایک چھوٹی سی روش تھی جس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پر میں چل رہا تھا۔جب میں درختوں کے نیچے پہنچا تو دیکھا کہ ایک ایک درخت کی ٹہنیوں پر کئی کئی سانپ لپٹے نیچے لٹک رہے تھے اور اپنی گردن اٹھا اٹھا کر لہرا رہے تھے۔جیسے ابھی مجھے ڈس دیں گے۔میں نے سوچا کہ یہ خواب ہے' میں خواب میں مر نہیں سکتا۔اس لیے بھاگنے کی ضرورت نہیں آگے پروین میرا انتظار کر رہی ہے۔

میں درختوں کے نیچے سمٹ سمٹا کر چل رہا تھا۔ٹہنیوں پر لٹکے ہوئے سانپ میری طرف لہرا لہرا کر آنے کی کوشش کر رہے تھے۔وہ بالکل قریب آکر واپس پلٹ جاتے۔جیسے جھولا ایک مقام پر آکر واپس چلا جاتا ہے۔روش ختم ہوئی تو سامنے ایک سرسبز گھاس والا قطعہ آگیا۔قطعے کے وسط میں ایک تخت بچھا ہوا تھا۔میں تخت کے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ یہ تخت لکڑی کا نہیں ہے بلکہ سانپوں کی سریاں اور ہڈیوں کو جوڑ کر بنایا گیا ہے۔اتنے میں میں نے ایک جانب سے پروین کو اس عالم میں آتے دیکھا کہ اس کے جسم کے گرد ایک بہت بڑا سانپ لپٹا ہوا تھا جس کے بوجھ سے وہ دہری ہوئی جا رہی تھی۔ اس کے ارد گرد چھ سات عورتیں اور مرد چل رہے تھے۔ان مردوں اور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

عورتوں کے جسموں سے بھی سانپ لپٹے ہوئے تھے۔میں نے پروین کو دیکھا تو بے اختیار اس کی طرف بڑھا۔پروین کے جسم کے گرد اژدہا قسم کا سانپ لپٹا ہوا تھا' اس نے مجھے دیکھ کر اتنی زور سے پھنکار ماری کہ مجھے لگا دھوئیں اور آگ کا بادل میرے جسم کو چھوتا ہوا گزر گیا ہے۔تب پروین کی آواز آئی۔

"تخت کے پیچھے چلے جاؤ۔"

میں دوڑ کر گھاس پر بچھے ہوئے تخت کے پیچھے جھاڑیوں کی اوٹ میں بیٹھ گیا۔پروین اپنے گرد لپٹے ہوئے بہت بڑے اژدہا سانپ کا سر دونوں ہاتھوں میں اٹھائے رک رک کر چلتی تخت کے پاس آئی۔اور اس پر بیٹھ گئی۔اس کے بیٹھتے ہی اژدہا اپنے آپ اس کے جسم سے اتر کر ایک طرف کو چلا گیا۔ اس کے بعد وہ مرد عورتیں بھی اپنے اپنے جسموں کے گرد لپٹے ہوئے سانپوں کی گردنیں پکڑے وہاں سے چلے گئے۔جب وہاں سوائے میرے اور پروین کے اور کوئی نہ رہا تو میں جھاڑی کی اوٹ سے نکل کر پروین کے سامنے آگیا۔اس نے مجھے دیکھا اور ٹھنڈی آہ بھر کر بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں نے تمہیں اپنی حالت کانظارہ کرنے کے لیے یہاں بلایا ہے۔دیکھو‘ میں کس عذاب میں مبتلا ہوں۔یہ خدا کی طرف سے نازل کیا ہوا عذاب نہیں ہے بلکہ اس عذاب کومیں نے خود اپنے لیے دنیا میں پیدا کیا تھا۔“

میں اس کے پاس بیٹھ جاتا ہوں۔میں نے اسے کہا۔

”پروین! کیا یہ حالت ان جرائم پیشہ سپیروں کی وجہ سے ہوئی ہے جنہوں نے تمہیں تاج محل کے مینار سے اغوا کیاتھااور پھر تمہاری بے ہوشی کی حالت میں تم پر ایک ایسا طاقتور منتر پھونکا کہ جو الٹا پڑ گیااور تمہاری روح نے عارضی طو رپر تمہارے جسم کاساتھ چھوڑ دیا۔“

پروین عالم خواب میں میرے بالکل پاس تخت پر بیٹھی تھی۔اس کے چہرے پر تھکان اور شکستگی کے اثرات نمایاں تھے۔جیسے وہ مسلسل کسی تکلیف میں مبتلا رہی ہو۔کہنے لگی۔

”وہ تو ایک بہانہ تھا جومیرے اپنے کیے ہوئے اعمال نے پید اکردیاتھا تاکہ میں اپنے کیے ہوئے برے عملوں کی سزا بھگت سکوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے پروین کی اس وقت کی ذہنی اور نفسیاتی حالت پر توجہ دینے کی بجائے اس سے پوچھنا شروع کردیا کہ وہ تاج محل سے کس طرح اغوا ہوئی تھی؟ کیا گائیڈ کے علاوہ بھی وہاں کوئی اور آدمی تھا؟

پروین نے تھکی ہوئی آواز میں ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”وہ ساری باتیں اب مجھے خواب کی طرح لگتی ہیں اور اب یہ حالت جس کوتم خواب کی حالت کہتے ہو اور سمجھتے ہو مجھے حقیقی زندگی کی طرح معلوم ہورہی ہے۔“

میں چپ سا ہو کرپروین کی طرف تکنے لگا۔

”پروین! کیا تم اس دنیا سے نکل کرمیرے پاس آؤگی؟“

اس نے کہا۔

”یہ میں اپنے جسم پر کیے گئے عذاب کی سزا بھگت رہی ہوں۔جس طرح انسان کے جسم پر کوئی زخم لگ جائے تو زخم کو آہستہ آہستہ آرام آتا ہے اور زخم ٹھیک ہونے تک اپنا پورا وقت لیتا ہے۔اسی طرح دنیا میں ایک آدمی گناہ کرکے اپنے اوپر جو ظلم کرتا ہے اور اپنی روح کو زخمی کرلیتا ہے اسے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اگلی دنیا میں اس وقت تک تکلیفیں سہنی پڑتی ہیں جب تک کہ اس کی روح کے زخم ٹھیک نہیں ہوجاتے۔یاد رکھو' جسم کے زخم کو ٹھیک ہونے میں اتنی دیر نہیں لگتی لیکن روح پر جو زخم لگتے ہیں انہیں بھرنے میں ایک لمبی مدت لگتی ہے یہ لمبی مدت ایک سال کی بھی ہوسکتی ہے ایک ہزار سال کی بھی ہوسکتی ہے۔دس ہزار سال کی بھی ہوسکتی ہے 'میں نے یہاں ایسی ایسی گناہ گار روحوں کو دیکھا ہے جو دودو کروڑ سال سے یہاں پڑی اپنی روح پر لگے ہوئے گناہوں کے زخموں کے بھرجانے کاانتظار کررہی ہیں۔"

میں تو حیران ساہو کر پروین کی باتیں سن رہاتھا۔وہ کہنے لگی۔

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میری ابھی مکمل طور پر موت واقع نہیں ہوئی۔ ابھی میری روح کا رشتہ ایک باریک ڈوری کے ذریعے میرے نیم مردہ جسم سے بندھا ہوا ہے۔اگرمیری روح کسی طرح واپس اپنے جسم میں چلی گئی تو مجھے عالم ارضی میں رہ کر اپنے گناہوں کو دھونے اور توبہ کرنے کا سنہرا موقع مل جائے گا۔کیونکہ زندہ رہ کر ایک گناہ گار اگر صدق دل سے توبہ کرلے اور

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آئندہ گناہ نہ کرے تو اس کی روح پر لگے ہوئے سارے زخم اللہ پاک ٹھیک کردیتا ہے اور اسے معافی مل جاتی ہے۔"

میں نے کہا۔"خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ میں تمہاری روح کو تمہارے جسم میں واپس لانے کے لیے کیا کرسکتا ہوں؟ تمہارا نیم مردہ جسم اس وقت کہاں ہے اور مجھے تمہیں دوبارہ عالم ارضی میں زندہ حالت میں دیکھنے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟"

پروین نے کہا۔

"جن لوگوں نے مجھے تاج محل کے مینار سے اغوا کیا تھا وہ لوگ بڑے قاتل قسم کے جرائم پیشہ سپیرے تھے۔وہ کالے علم اور سانپوں کے طلسم کے بڑے ماہر تھے۔انہوں نے مجھے کوئی دوائی سنگھا کر بے ہوش کیا تھا۔میں تم سے الگ ہو کر گائیڈ کے ساتھ جب تاج محل کے مینار کا چکر لگانے اس کی دوسری طرف گئی تو اچانک گائیڈ نے مجھے پیچھے سے دبوچ لیااور میرے منہ پر گیلارومال رکھ کر اسے بند کردیا۔میں نے اس خیال سے زور سے سانس لیا کہ سانپ بن کر اسے ڈس دوں گی لیکن اس سانس کے ساتھ ہی میرے جسم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے اندر رومال میں ملی ہوئی بے ہوشی کی دوا داخل ہوگئی اور پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔اس کے بعد جب ہوش آیا تو وہ لوگ مجھ پر نہ جانے کتنے ناپاک کافرانہ منتر پڑھ کر پھونک چکے تھے جس کی وجہ سے میں ہوش میں تو آگئی تھی لیکن نہ بول سکتی تھی نہ ہاتھ پیر ہلا سکتی تھی۔مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا' میں اپنی آنکھیں بھی ادھر ادھر نہ پھیر سکتی تھی۔میرا سانس بھی بند ہوچکا تھا۔ورنہ میں سانس بھر کر سانپ کی شکل بدل سکتی تھی۔ایک طرح سے میں زندہ مردہ تھی۔میرا خیال تمہاری طرف چلا گیا کہ نہ جانے میرے غائب ہوجانے سے تم کس قدر پریشان ہوگے۔میں کسی طرح تم سے ملاقات کرنے کو بے قرار تھی۔مگر مجھے پتا نہیں چل رہا تھا کہ تم کہاں ہو۔اگر میں پوری طرح مرچکی ہوتی تو مجھے ایک سیکنڈ سے بھی پہلے پتا چل جاتا کہ تم کہاں ہو کیونکہ مرنے کے بعد روح کی آنکھوں کے آگے سے خدا بہت سے پردے اٹھا دیتا ہے لیکن میرے لیے سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ میں مری نہیں تھی۔میرا جسم زندہ تھا مگر روح اس دنیا میں اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے ابتدائی مرحلے میں داخل ہوچکی تھی۔میری پتھرائی ہوئی آنکھیں صرف میرے جسم میں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

روح کا جو باریک سا رشتہ قائم تھا اس کی وجہ سے چیزوں کو دیکھ رہی تھیں۔ ورنہ میرا جسم بالکل مردہ تھا۔"

میں خواب میں پروین کے پاس بیٹھا اس کی حیران کر دینے والی' آنکھیں کھول دینے والی باتیں سن رہا تھا اور مجھے ایک لمحے کے لیے احساس نہیں ہو رہا تھا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔میں نے پروین سے کہا۔

"خدا کے لیے مجھے بتاؤ تمہارا مردہ جسم ان لوگوں نے کہاں چھپا کر رکھا ہوا ہے؟"

پروین کے ہونٹوں سے ایک سرد آہ نکل گئی۔وہ کہنے لگی۔

"انسان اگر صرف ایک بار موت کے بعد کی زندگی کی ایک جھلک دیکھ لے تو پھر ساری زندگی کبھی کوئی گناہ نہ کرے۔ان جرائم پیشہ پیروں پر اب مجھے رحم آتا ہے۔کیونکہ میں جانتی ہوں اپنی موت کے بعد انہیں انتہائی درد ناک اور شدید عذاب بھگتنا پڑے گا اور کوئی پتا نہیں کہ وہ ڈاکو خونی اور جرائم پیشہ لوگ یہ اذیت ناک عذاب ایک سال تک بھگتیں گے یا ایک لاکھ سال تک

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

عذاب میں جلتے ‘گلتے‘سڑتے رہیں گے... اب میں تمہیں بتاتی ہوں کہ میرا مردہ جسم ان لوگوں نے کہاں رکھا ہوا ہے۔یہ بات ابھی ابھی کسی غیبی طاقت نے میرے دل میں ڈالی ہے‘ مجھ پر جو یہ رحم کیا گیاہے تو صرف اس لیے کہ میری نیت نیک تھی اور میں نے ہندو دیوی دیوتاؤں کی پوجا والے مذہب کو چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کرنے والے دین اسلام کو قبول کرلیاہے۔“

پروین نے آنکھیں بند کرلیں۔میں کچھ کہنے لگا۔لیکن جیسے کسی نے میری زبان ایک لمحے کے لیے بند کردی۔پروین نے تین چار مرتبہ دھیمی آواز میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگی۔پھر آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھااور کہا۔

”آگرہ سے اٹاوا اور کان پور جاتے ہوئے راستے میں ایک اسٹیشن فیروز آباد آتا ہے‘ فیروز آباد ریلوے اسٹیشن کے پاس انگریزوں کے زمانے کاایک مردہ خانہ ہے جو اب بالکل ویران پڑا رہتا ہے کیونکہ سرکاری مردہ خانہ شہر کے اسپتال میں بنادیا گیا ہے۔اس ویران مردہ خانے کے نیچے ایک تہہ خانہ ہے اس تہہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

خانے میں میری نیم مردہ لاش ان لوگوں نے ترپال سے ڈھک کر رکھی ہوئی ہے۔“

میں نے پوچھا۔

”پروین! پلیز مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا جسم دوبارہ کس طرح زندہ ہوگا۔میں ایساکونسا جتن کروں کہ تمہاری روح پھر سے اپنے جسم میں داخل ہوجائے؟“

پروین نے آہ بھر کر کہا۔

”یہ بات اب میرے اختیار سے بھی باہر ہوچکی ہے۔ان سپیروں نے مجھ پر ایسا آتشی طلسم پھونکا ہے کہ جو الٹا پڑجانے کے بعد ان کے قابو سے بھی باہر ہوگیا ہے۔وہ خود اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح میں دوبارہ زندہ ہوجاؤں‘ اگر زندہ نہیں ہوتی تو کم از کم ناگن کی شکل ہی اختیار کرلوں۔“

”کیاتمہارے ذہن میں ایسا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ تمہاری روح واپس تمہارے جسم میں چلی جائے۔“

پروین نے میرے اس سوال کے جواب میں کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ابھی تک مجھے ایسا کوئی طریقہ معلوم نہیں ہوسکا لیکن میں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔مجھے یقین ہے کہ چونکہ میں نے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کر رکھا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ مجھے ضرور بخش دے گا۔اس دوران تم صرف ایک کام کرو کہ اس ویران مردہ خانے سے میری لاش نکال کر کسی محفوظ جگہ پر پہنچادو۔یہ محفوظ جگہ ایسی ہونی چاہیے جہاں میرے دشمن جرائم پیشہ سپیرے نہ پہنچ سکیں۔کیونکہ اگر انہوں نے مجھ پر مزید کوئی جادو ٹونہ نہ کیا تو ممکن ہے اب تک میرے جسم کے ساتھ روح کا جو نازک رشتہ قائم ہے وہ بھی ٹوٹ جائے اور میں پوری طرح مرجاؤں پھر میں تمہاری دنیا میں کبھی نہیں آسکوں گی۔“

میں نے کہا۔”تم فکر نہ کرو۔میں اس کاانتظام ہرحالت میں کرکے رہوں گا۔میں تمہارا نیم مردہ جسم وہاں سے نکال کر محفوظ جگہ پر لے جاؤں گا‘ لیکن کہیں تمہاری لاش خراب ہونا تو شروع نہیں ہوجائے گی؟“

پروین بولی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”جب تک میری روح‘ کا رشتہ میرے جسم سے قائم ہے میری لاش کو کچھ نہیں ہوگا۔“

اسی وقت اچانک ایک طرف سے عورتوں کے رونے کی ہلکی ہلکی آوازیں آنے لگیں۔یہ وہی آوازیں تھیں جو پہلے بھی مجھے سنائی دی تھیں۔میں نے پروین سے ان آوازوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

”میرے ساتھ آؤ‘ میں تمہیں اس دنیائے حیرت کی سیر کراتی ہوں۔“

وہ تخت پر سے اٹھی اور سامنے والے ٹیلے کی طرف چل پڑی۔میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہاتھا۔مجھے یوں محسوس ہو رہاتھاجیسے میں ہوا میں تیر رہاہوں۔ عورتوں کے بین کرنے کی آوازیں سامنے والے ٹیلے سے آرہی تھیں۔پروین کی روح ٹیلے پر پہنچ کررک گئی۔اس نے مجھ سے کہا۔

”اب میرے ساتھ ساتھ چلنا۔“

ٹیلے پر ایک پگڈنڈی اوپر کو جارہی تھی‘ ہم پگڈنڈی پر چڑھتے گئے‘ تھوڑا آگے جاکر پگڈنڈی ٹیلے کے پہلو کے ساتھ متوازی رخ اختیار کرگئی۔ہم ذرا آگے گئے تو بین کرنے کی آوازیں پوری طرح سنائی دینے لگیں۔پروین ٹیلے کے اندر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بنے ہوئے غار کے دہانے پر پہنچ کر رک گئی۔اس نے غار کی طرف اشارہ کیا اور بولی۔

”ادھر دیکھو۔“

میں نے دیکھا غار کے اندر چاروں طرف برف جمی ہوئی ہے۔دیواریں برف کی ہیں‘ چھت برف کی ہے‘ فرش برف کا ہے‘ برف کے فرش پر جگہ جگہ عورتیں برف کے ستونوں کے ساتھ بندھی ہوئی

ہیں۔ان کے بال کھلے ہوئے ہیں۔گردنیں نیچے کو جھکی ہوئی ہیں او روہ درد ناک آوازوں میں رو رہی ہیں۔پروین نے کہا۔

”یہ وہ بدنصیب عورتیں ہیں جنہوں نے دنیا میں عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے کی خاطر فحاشی اور بدکاری کا راستہ اختیار کیا۔ان کے سامنے نیکی کاراستہ بھی تھا مگر انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیااور برائی کے راستے پر چل پڑیں۔یہ عذاب خود ان کااپنا پیدا کیا ہوا ہے‘ جب تک ان دیواروں ‘ چھتوں اور فرش کی برف پگھل نہیں جاتی یہ اسی عذاب میں مبتلا رہیں گی۔آؤ میں تمہیں کچھ اوردکھاتی ہوں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین کی روح مجھے آگے لے گئی۔یہاں ٹیلے کے دامن میں ایک سرسبز وشاداب باغیچہ تھا جس میں رنگ رنگ کے پھول کھلے ہوئے تھے۔یہاں سے خدا کی حمدوثنا کی روح پرور پرسکون آوازیں آرہی تھیں۔مجھے کچھ سفید پوش عورتیں نظر آئیں جن کے چہرے ستاروں کی طرح چمک رہے تھے۔باغیچے میں کچھ سے ایسی خوشبوئیں آرہی تھیں کہ میں نے پہلے کہیں محسوس نہیں کی۔ پروین کی روح نے کہا۔

”یہ وہ پاکباز خواتین ہیں جو اپنے خاوندوں کی وفادار ہیں۔ساری زندگی نیکی کے راستے پر چلیں۔رزق حلال کی روکھی سوکھی کھا کراللہ کاشکر ادا کیالیکن اپنی روح کو پاکیزہ رکھا۔اپنی روح کو داغ دار ہونے سے بچایا۔اب یہ بہشت میں ہمہ وقت خدا کی حمدوثنا میں مصروف ہیں۔انہیں جو روحانی مسرت حاصل ہے ہم دنیا والے اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔“

میں وہاں سے جانا نہیں چاہتا تھا۔مجھے باغیچے میں سے جو خوشبو آرہی تھی وہ میری روح کو گہرا سکون عطا کررہی تھی۔مگر پروین نے کہا۔

”آؤ آگے چلیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اور ہم ٹیلے سے اتر کر دوسری طرف آگئے۔

پروین نے مجھے اس دنیا کے کچھ اور منظر دکھائے جنہیں دیکھ کر میں نے دل میں عہد کرلیا کہ کبھی کوئی گناہ نہیں کروں گا۔کسی کو برا نہیں کہوں گا' کبھی جھوٹ نہیں بولوں گااور خدا سے ہمیشہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہوں گا۔ اس کے بعد پروین اور میں ایک جگہ آکر رک گئے۔

ہمارے سامنے ایک دریا بہہ رہا تھا۔پروین نے کہا۔

"میرا وقت پورا ہو گیا ہے۔اب مجھے یہاں سے واپس اپنے اعمال کا حساب چکانے کے لیے واپس جانا ہوگا۔تم جاؤ اور خدا کے حضور نماز پڑھ کر میری بخشش کی دعا کرو اگر تم میرے نیم مردہ جسم کو محفوظ کرنے میں کامیاب ہوگئے اور خدا کی رضا شامل حال رہی تو میں خواب میں آکر بتاؤں گی کہ میری روح اپنے جسم میں دوبارہ کس طرح داخل ہو سکتی ہے۔"

اتنا کہہ کر پروین دریا کی لہروں پر چلتی ہوئی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے دیکھا کہ میں آگرہ کے ہوٹل میں اپنے بیڈ روم میں بستر پر لیٹا ہوا ہوں اور کھڑکی پر گرے ہوئے پردوں میں سے دھوپ چھن چھن کر کمرے میں آرہی ہے۔میرے دل ودماغ پر خواب کا گہرا اثر تھا۔میرا دل بستر سے اٹھنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔جی چاہتا تھا کہ واپس خواب کی دنیا میں چلاجاؤں لیکن ایک بار خواب ٹوٹ جائے تو پھر اسے دوبارہ دیکھنا محال ہوتا ہے۔

میں کلمہ پڑھتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔فوراً غسل خانے میں جاکر غسل کیا۔وضو کیا' دو رکعت نفل پڑھے۔خدا سے اپنے گناہوں کی بخشش کا طلبگار ہوا۔پروین کے حق میں صدق دل سے دعا مانگی اور نیچے جاکر ناشتہ کیا اور وہیں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے' وہاں سے مجھے فیروز آباد جاکر ویران مردہ خانے سے پروین کے نیم مردہ جسم کو نکال کر کسی محفوظ جگہ پر لے جانا تھا۔فیروز آباد کا شہر آگرہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔میں نے یہی سوچا کہ میں اسی ہوٹل میں رہوں گا۔یہاں سے فیروز آباد جاکر پروین کا نیم مردہ جسم رات کے اندھیرے میں اٹھا کر لے آؤں گا' مگر سوال یہ تھا کہ میں اسے رکھوں گا کہاں؟ یہ کوئی زیور یا قیمتی دستاویزات نہیں تھیں کہ میں انہیں کسی بینک کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لاکر میں جمع کرادیتا۔ایک انسانی لاش تھی' اگرچہ یہ لاش پوری طرح مردہ نہیں تھی' اسے اپنے ساتھ ہوٹل میں نہیں لاسکتا تھا۔یہاں لاتا تو پولیس کو خبر ہوجاتی۔پولیس والے فوراً لاش کو قبضے میں لے کر مجھے گرفتار کرلیتے۔ہوٹل والوں کو اتنا معلوم تھا کہ میرے ساتھ ایک عورت بھی آکر کمرے میں ٹھہری تھی۔اگر میں انہیں بتاؤں کہ وہ میری بیوی تھی اور دوسرے شہر گئی تھی' وہاں بیمار ہو کر مرگئی تو وہ لوگ ضرور یقین کرلیں گے لیکن اس حالت میں بھی لاش کو ہوٹل میں نہیں رکھ سکتا تھا۔لوگ یہی کہتے کہ اگر یہ آپ کی بیوی تھی اور مرگئی ہے تو اسے قبرستان میں دفن کیوں نہیں کرتے۔

فیروز آباد والے ویران مردہ خانے میں اگر لاش کو پڑی رہنے دیتا تو وہاں بھی وہ محفوظ نہیں رہ سکتی تھی۔جن جرائم پیشہ سپیروں نے پروین کی لاش کو وہاں چھپایا ہوا تھا وہ ضرو ر واپس آکر لاش کو اٹھا کر لے جاتے۔یا اس پر کوئی دوسرا جادو ٹونہ کرنا شروع کردیتے۔ایک بات طے تھی کہ مجھے پروین کے نیم مردہ جسم یا لاش کو ویران مردہ خانے سے ضرور لے جانا تھا اور اسے میں آگرہ شہر والے اپنے ہوٹل میں بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔میں نے سوچا کہ روپیہ پیسہ تو

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میرے پاس کافی ہے۔کیوں نہ میں پروین کی لاش کو فیروز آبادیا آگرے کے کسی اسپتال میں داخل کرادوں' انہیں کہوں کہ میری بیوی اچانک بے ہوش ہوگئی ہے۔اس پر سکتہ طاری ہوگیا ہے۔میں اس کا علاج کرانا چاہتا ہوں پھر خَیال آیا کہ جن لوگوں پر سکتہ طاری ہوتا ہے ان کے دل کی دھڑکن جاری رہتی ہے اور وہ بے ہوشی کی حالت میں بھی سانس ضرور لے رہے ہوتے ہیں۔مگر پروین نے تو مجھے بتایا تھا کہ میں سانس بھی نہیں لے رہی اور میرے دل کی دھڑکن بھی بند ہوگئی ہے لیکن میرا جسم اسی طرح گرم ہے اور روح کے ساتھ جسم کا رشتہ برقرار ہے۔اسپتال والے تو اس حالت میں پروین کو مردہ قرار دے کر لاش میرے حوالے کردیں گے۔پھر کیا کرنا چاہیے۔

میں ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا۔کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ لاش کو کہاں چھپایا جائے۔آخر ایک ترکیب میرے دماغ میں آگئی۔یہ بڑی مناسب اور محفوظ ترکیب تھی۔اس طرح میں پروین کی لاش کو چاہے جتنے دن جتنے سال چاہوں محفوظ رکھ سکتا تھا اور کسی کو ذرا سا شک بھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہیں پڑسکتا تھا۔ترکیب یہ تھی کہ میں پروین کی لاش فیروز آباد سے لے کر اپنے ہوٹل میں آگرے

آجاؤں اور ہوٹل والوں سے کہہ دوں کہ میری بیوی فیروز آباد اپنے عزیزوں سے ملنے گئی تھی وہاں بخار چڑھااور مرگئی۔اس کے بعد میں اسے آگرہ کے کسی قبرستان میں دفنادوں۔پھر آدھی رات کو قبرستان میں جاکر قبر کی ایک جانب اتنابڑا سوراخ بنادوں کہ جس میں سے گزر کر میں ہر رات پروین کی لاش کو دیکھنے اور چیک کرنے آتا جاتا رہوں۔اس طرح کسی کو شک بھی نہیں پڑے گااور مجھے لاش کی حفاظت کی پریشانی بھی نہیں اٹھانی پڑے گی۔میں اپنی اس انوکھی اور محفوظ ترین ترکیب پر خود ہی بڑ اخوش ہوا۔اسی وقت ہوٹل کے کاؤنٹر پر گیا۔کاؤنٹر کلرک سے کہا۔

”میری بیوی جومیرے ساتھ یہاں آئی تھی اپنے رشتے داروں سے ملنے فیروز آباد گئی تھی۔ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ وہاں بیمار پڑگئی ہے۔میں اس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کی خبر لینے جارہاہوں۔یہاں میرا کمرہ محفوظ رکھیے گا۔میں آپ کومزید ایک ہفتے کا کرایہ ادا کردوں گا۔“

ہوٹل کے کلرک نے کہا۔

”کوئی بات نہیں صاحب آپ ضرور اپنی بیگم صاحبہ کی خبر گیری کو جائیے۔آپ کا کمرہ بالکل محفوظ رہے گا۔صرف آپ کے کمرے کی ایک چابی ہمارے پاس رہے گی۔“

میں نے کہا۔”بے شک آپ چابی اپنے پاس رکھیے گا۔“

میں تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھ کراوپر اپنے کمرے میں آیا۔تمام چیزوں کا جائزہ لیا۔اپنے نئے پرانے کپڑوں اور پروین کے کپڑوں کو اچھی طرح تہہ کرکے الماری میں بند کیا۔پروین کے دس ہزار روپے بھی میرے پیسوں کے ساتھ ہی میرے پاس پڑے تھے۔ان میں سے ابھی تک بمشکل تین چار سو روپے خرچ ہوئے تھے۔اتنی رقم میں اپنے ساتھ ساتھ لے کر نہیں پھر سکتا تھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے سوچا کہ یہ رقم میں ہوٹل کے منیجر کے پاس جمع کرادیتا ہوں۔اس طرح رقم محفوظ رہے گی۔چنانچہ میں نیچے آگیا' کاؤنٹر کلرک کو مزید ایک ہفتے کا فلیٹ کا کرایہ ادا کیا۔تین چار سو روپے اپنے پاس رکھ لیے اور باقی نوہزار روپے کے نوٹ جیب میں ڈال کر ہوٹل کے بڑے منیجر کے کمرے میں گیا۔اسے ساری بات بیان کی کہ میری بیوی بیمار ہے۔میں اس کی تیمارداری کے لیے فیروز آباد جارہاہوں۔میری یہ رقم اپنے پاس بطور امانت رکھ لیجیے۔اور میں نے نو ہزار روپے کے نوٹ نکال کرمنیجر کے سامنے میز پر رکھ دیئے۔ منیجر ادھیڑ عمر کا شریفانہ چہرے والا آدمی تھا۔اس نے سارے نوٹ گنے' انہیں ایک لفافہ میں ڈال کرمیر ے سامنے مہر بند کیا۔سامنے والی لوہے کی الماری کھول کر اس کے دراز میں رکھا۔اور مجھے نو ہزار روپے کی رسید لکھ کر دے دی۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں ہوٹل سے نکل کر ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔معلوم ہوا کہ فیروز آباد جانے والی گاڑی گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے بعد ملے گی۔میں وہیں اسٹیشن کے ریفریشمنٹ روم میں بیٹھ کر چائے وغیرہ پینے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لگا۔فیروز آباد کا ٹکٹ میں نے لے لیا تھا۔گاڑی آئی تو میں اس میں سوار ہو کر فیروز آباد پہنچ گیا۔اس زمانے میں یہ ایک چھوٹا سا شہر تھا۔شہر جانے کی بجائے میں گاڑی سے اترنے کے بعد ریلوے اسٹیشن کے پیچھے آگیا۔پروین نے مجھے خواب میں بتایا تھا کہ اسٹیشن کے آس پاس ہی انگریزوں کے زمانے کا بنایا ہوا کوئی مردہ خانہ ہے جو اب ویران پڑا ہے وہاں میری لاش چھپائی گئی ہے۔اسٹیشن کے پیچھے کھوکھانما دکانیں تھیں۔میں ایک دکاندار کے پاس گیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

”بھائی صاحب یہاں صادق علی صاحب کامکان کہاں ہو گا۔“

دکاندار کہنے لگا۔”بھائی صاحب ان کا کوئی اتاپتا بھی تو معلوم ہو۔خالی مکان کا پوچھنے سے کیا پتا چلے گا؟“

میں نے کہا۔”انہوں نے کہاتھا کہ میرا مکان انگریزوں کے پرانے مردہ خانے کے کہیں قریب ہی ہے۔“

دکاندار بولا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تو بھائی صاحب! انگریزوں کا پرانا مردہ خانہ یہاں سے پیچھے نالہ پار کروگے تو آگے پڑے گا۔وہاں جاکر معلوم کرنا۔“

مجھے یہی معلوم کرنا تھا کہ پرانا مردہ خانہ کس طرف ہے۔اگر میں صرف مردہ خانے کا ہی پوچھتا تو دکاندار کو ضرور تشویش ہوتی کہ یہ شخص مردہ خانے کیا لینے جارہا ہے۔میں نے دکاندار کا شکریہ ادا کیا اور کھوکھوں کی دکانوں کے پیچھے کی طرف چل پڑا۔پیچھے کچھ دور چلنے کے بعد ایک گندہ نالہ آگیا۔نالے کا پل پار کرکے ایک اجاڑ سے میدان میں پہنچا تو دور ایک کوارٹر سا نظر پڑا۔قریب پہنچ کر دیکھا کہ ایک بوسیدہ سا کمرہ ہے جس کی دیواریں شکستہ ہو رہی ہیں۔برآمدے کی آدھی چھت ڈھے چکی ہے۔برآمدے میں ایک جگہ مٹی کھود کر ایک کالا کتا سو رہا تھا میرے قدموں کی آہٹ پر کتے نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور اٹھ کر دوسری طرف بھاگ گیا۔میں برآمدے میں آگیا۔مردہ خانے کا گرد آلود دروازہ بند تھا۔باہر تالا بھی لگا ہوا تھا۔تالا دروازے کی بوسیدگی کے مقابلے میں نیا لگ رہا تھا۔معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے دو تین روز پہلے ہی لگایا ہے۔میں نے قریب پڑی ہوئی ایک اینٹ اٹھا کر زور سے تالے پر

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ماری۔تالا تو نہ ٹوٹا مگر اس کا کنڈا ٹوٹ گیا۔دروازہ کھول کر مردہ خانے میں داخل ہوا۔فرش گرد آلود تھا۔درمیان میں ایک لوہے کا اسٹریچر پڑا تھا جس کی ایک ٹانگ غائب تھی۔اسٹریچر پر بھی گرد کی تہہ جمی ہوئی تھی۔پروین نے کہا تھا کہ یہاں نیچے تہہ خانے میں میرا جسم چھپایا ہوا ہے۔میں جھک کر فرش کو غور سے دیکھنے لگا۔

کونے میں ایک جگہ مجھے کچھ اینٹیں پڑی ہوئی نظر آئیں۔میں نے انہیں ایک ایک کرکے پرے ہٹایا تو دیکھا۔نیچے ایک گرد آلود بوریا بچھا ہوا تھا۔بوریا ہٹایا تو نیچے لکڑی کا چوکھٹا دکھائی دیا۔یہ کوئی چار فٹ لمبا اور پانچ فٹ کے قریب چوڑا چوکھٹا تھا۔اس کے ساتھ کنڈا لگا ہوا تھا۔میں نے کنڈے کو پکڑ کر چوکھٹے کو زور لگا کر اوپر اٹھادیا۔نیچے لوہے کا زینہ تھا۔میں نے چوکھٹے کو دیوار کے ساتھ لگادیا۔دروازے کو بند کیا اور ماچس جلا کر تہہ خانے کا زینہ اترنے لگا۔چھ سات سیڑھیاں اترنے کے بعد ماچس کی تیلی بجھ گئی۔میں نے دوسری تیلی جلائی اس کی روشنی میں سامنے دیوار کے پاس فرش پر ایک انسانی جسم پڑا دیکھا جس پر ترپال پڑی ہوئی تھی۔پروین نے کہا تھا کہ جرائم پیشہ پیروں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نے وہاں میرا نیم مردہ جسم ڈال کراوپر ترپال ڈالی ہوئی ہے۔میں اس کی طرف بڑھا۔ماچس کی تیسری تیلی جلا کر

ترپال کو ہٹایا تو نیچے پروین کا چہرہ دکھائی دیا۔میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔مجھ پر رقت سی طاری ہوگئی۔میں نے بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو پایا۔پروین کی آنکھیں ادھ کھلی تھیں۔مجھے معلوم تھا کہ وہ مجھے دیکھ رہی ہے مگر بول نہیں سکتی۔ہاتھ پاؤں نہیں ہلاسکتی۔مگر میری آواز ضرور سن رہی ہوگی۔میں نے کہا۔

”پروین! تم جس قدر بھی سن سکتی ہو جس قدر بھی دیکھ سکتی ہو۔تم ضرور مجھے دیکھ رہی ہوگی۔میری آواز سن رہی ہوگی میں تمہارے پاس پہنچ گیا ہوں۔ اب تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔میں تمہیں اپنے ساتھ لے جارہاہوں۔ میں رات کو آؤں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔“

میںنے پروین کے چہرے ر دوبارہ ترپال ڈال دی۔تہہ خانے سے باہر آکر اسی طرح اسے بند کیا۔اوپر اینٹیں رکھیں پھر مردہ خانے سے باہر آکر دروازے کا کنڈا اس طرح پھنسادیا کہ معلوم ہو تالا لگا ہوا ہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اب اس ایڈونچر کا سب سے مشکل مرحلہ شروع ہونے والا تھا۔یعنی مجھے وہاں سے پروین کی لاش کو نکال کر اپنے ساتھ آگرے لے جانا تھا۔میں کچھ دیر تک اس ویران مردہ خانے کے شکستہ برآمدے میں کھڑا سوچتا رہا۔آخر ایک ترکیب میرے ذہن میں آگئی۔میں وہاں سے فیروز آباد شہر کی طرف چل پڑا۔پروین نے مجھے خواب میں بتایا تھا کہ اس شہر میں بھی ایک اسپتال ہے۔ شہر میں آکر میں نے اسپتال کاپتا معلوم کیا۔وہاں پہنچ کر دیکھا کہ چھوٹا سا سرکاری اسپتال تھا۔میں خاموشی سے واپس ہوااور ٹیکسی تلاش کرنے لگا مگر وہاں ٹیکسیاں نہیں چلتی تھیں۔ٹیکسی کے بغیر میں پروین کے نیم مردہ جسم کو مردہ خانے سے نکال کر نہیں لاسکتاتھا۔آخر یہی فیصلہ کیا کہ ابھی سارا دن پڑا ہے اور آگرہ فیروز آباد سے زیادہ دور بھی نہیں ہے۔مجھے آگرے جاکر وہاں سے ایک ٹیکسی لے کر یہاں آنا چاہیے۔اس وقت کوئی ریل گاڑی آگرے کی طرف جانے والی نہیں ملی تو میں ایک لاری میں بیٹھ کر آگرے پہنچ گیا۔ وہاں شہر کے بڑے ٹیکسی سٹینڈ پرآکر ایک ٹیکسی والے سے بات کی۔یہ ٹیکسی ڈرائیور کافی عمر کاتھا۔شرعی داڑھی تھی۔میں نے اسے کہا کہ میری بیوی فیروز

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

آباد کے اسپتال میں بیمار پڑی تھی۔اس کاانتقال ہو گیا ہے۔اس کی میت آگرے لانی ہے۔یہاں میرا کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ہم پنجاب سے تاج محل دیکھنے آگرہ آئے تھے۔میری بیوی نے کہا کہ فیروز آباد بھی دیکھنا ہے۔میں اسے وہاں لے کر گیاتو اس کے پیٹ میں شدید درد اٹھا۔میں نے اسے اسپتال میں داخل کرادیا۔اسپتال والوں نے کہا کہ آپریشن کرناپڑے گا۔انہوں نے آپریشن کیا لیکن میری بیوی وفات پاگئی۔فیروز آباد سے پریشان حال یہاں آیا ہوں۔کیونکہ فیروز آباد میں کوئی ٹیکسی وغیرہ نہیں تھی۔اسپتال والوں نے لاش مردہ خانے میں رکھ دی ہے۔تم جتنے پیسے کہوگے میں تمہیں دے دوں گا۔

مسلمان بوڑھے ڈرائیور نے کہا۔

"کوئی بات نہیں بابوجی۔بیٹھیے میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔"

کوئی ایک گھنٹے میں ہم فیروز آباد پہنچ گئے۔میں نے ٹیکسی پرانے مردہ خانے کے باہر رکوائی۔ڈرائیور کو باہر کھڑا کرکے خود مردہ خانے میں گیا۔تہہ خانے سے پروین کی نیم مردہ لاش کو کاندھے پراٹھا کر باہر لایا۔اسے ٹیکسی کی پچھلی نشست پر لٹادیااور ڈرائیور سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"اب آگرہ لے چلو میاں۔"

ڈرائیور بولا۔

"بابوجی آپ اپنی بیوی کی میت کوپنجاب اپنے شہر میں کیوں نہیں لے جاتے؟"

میں نے کہا۔

"ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ میت کی حالت ٹھیک نہیں ہے یہ بڑی جلدی خراب ہوجائے گی۔اسے فوراً دفن کردو۔"

ٹیکسی آگرے کی طرف روانہ ہوگئی۔میں پروین کے جسم کوسیدھا ہوٹل بھی نہیں لے جانا چاہتا تھا۔راستے میں میں نے مسلمان ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ چونکہ آگرہ میں ہمارا کوئی و اقف کار نہیں ہے اس لیے میت کو سیدھاقبرستان لے چلے۔وہ کہنے لگا۔

"بابوجی! آپ کو اسپتال سے پرچی بنوا کر لانی چاہیے تھی۔کیا آپ پرچی لائے ہیں؟"

میں نے کہا۔"میاں جی! پرچی تو میں نے نہیں بنوائی۔کچھ آپ ہی میری مدد کیجیے گا۔میں بڑی مشکل میں پھنس گیا ہوں۔بیوی بھی وفات پاگئی ہے۔پنجاب

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لے کر گیا تو راستے میں میت کے خراب ہوجانے کا خطرہ ہے۔چاہتا ہوں کہ اس امانت کو جتنی جلدی ہوسکے آگرہ کے کسی قبرستان میں ہی دفن کردوں۔"

ٹیکسی ڈرائیور کہنے لگا۔

"بابو جی! شہر کے قبرستان میں گورکن لاوارث کو دفن نہیں کریں گے۔آپ ایسا کریں تاج محل کے پیچھے ایک قبرستان ہے وہاں چونکہ دریا کا پانی مار کرنے لگا ہے اس لیے وہاں اب کوئی اپنے مردوں کو دفن نہیں کرتا۔ہم وہاں قبر کھود کر میت کو سپرد خاک کردیتے ہیں۔یہی کچھ ہوسکتا ہے۔"

میں بھی یہی چاہتا تھا کہ اپنی مرضی کی قبر بنادوں اور قبر ایسی جگہ پر بنے کہ جہاں کسی کا آنا جانا بھی نہ ہو۔بوڑھے ٹیکسی ڈرائیور نے میرا مسئلہ حل کردیا تھا۔ آگرہ شہر میں داخل ہوئے تو بوڑھے ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی ایک الگ تھلگ جگہ پر کھڑی کر دی۔میں نے اسے سو روپے دیئے۔وہ بازار سے کفن دفن کا مختصر سا سامان لے آیا۔میں نے ٹیکسی میں ہی پروین کے نیم مردہ جسم کو لٹھے کی چادر میں لپیٹ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیا۔اس کے بعد ٹیکسی ڈرائیور تاج محل کے عقب میں دریا کے کنارے ایک ویران جگہ پر لے آیا۔یہاں ایک پرانا تالاب تھا۔جو نہ جانے کب سے خشک پڑا تھا۔اس میں تھوہر کے پودے اگے ہوئے تھے۔اس سے چند قدموں کے فاصلے پر کسی پرانی عمارت کے کھنڈر کی صرف ایک محرابی دیوار ہی باقی رہ گئی تھی جو ایک طرف کو جھکی ہوئی تھی۔دیوار کی دوسری طرف دریا کا پانی دلدل کی شکل میں پہنچ چکا تھا۔یہاں دس بارہ قبریں شکستہ حالت میں باقی تھیں۔ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

"ان قبروں پر بھی دیا جلانے والے نہیں آتے معلوم ہوتا ہے ان کے لواحقین بھی یا تو خود مرکھپ گئے ہیں یا کسی دوسرے شہر جاچکے ہیں۔"

ایک جگہ مجھے نشیب میں کسی پرانی قبر کا کافی بڑا شگاف نظر آیا۔یہ شگاف زمین کے اندر لحد کی صورت میں تھا مجھے یہ جگہ پسند آگئی۔میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"یہ ہمیں ایک بنی بنائی قبر مل گئی ہے میں یہاں اپنی بیوی کو دفن کردیتا ہوں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے پروین کے نیم مردہ جسم کو ٹیکسی میں سے اٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور پرانی قبر کے پاس لے آیا۔اس دوران نیک دل ٹیکسی ڈرائیور نے نشیب کی جگہ کو خوب صاف کردیا تھا۔میں نے ”لاش“ کو نشیبی لحد کے اندر لٹادیا۔اس کے بعد ہم نے ادھر ادھر سے اینٹیں اور پتھر اکٹھے کیے اور لحد کے شگاف پر لگا کر اسے بند کردیا۔ٹیکسی ڈرائیور کچھ جھاڑیاں توڑ کر لے آیا۔اینٹوں پر ہم نے جھاڑیاں ڈال دیں۔اب وہ قبر باہر سے کسی کو نظر نہیں آتی تھی۔ٹیکسی ڈرائیور نے فاتحہ کے لیے ہاتھ اٹھادیئے۔میں نے بھی ہاتھ اٹھادیئے۔فاتحہ تو نہ پڑھا‘ بس خدا سے یہی التجا کی کہ یااللہ تو مجھے معاف کردے۔فاتحہ پڑھ کر ٹیکسی ڈرائیور بولا۔

”بابوجی! آپ اس قبر کو پختہ ضرور کروالیں‘ رات کو یہاں مردار خور جانور دریا پار کرکے آجاتے ہیں۔کہیں وہ اینٹیں اکھیڑ کر میت کو خراب نہ کردیں۔“

میں نے کہا۔”اب تو میں واپس جارہا ہوں‘ ایک ہفتے بعد آؤں گا تو قبر کو ضرور پختہ کروادوں گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو دو سو روپے دیئے‘ وہ بہت خوش ہو گیا اور مجھے میرے ہوٹل چھوڑ کر چلا گیا۔

میں سوچنے لگا کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیے۔پروین نے کہا تھا کہ جب میں اس کی لاش کسی محفوظ جگہ پر پہنچادوں گا تو وہ مجھے بتائے گی کہ اس کی روح واپس اس کے جسم میں کیسے داخل ہوسکتی ہے۔مجھے یہ یاد نہیں رہا تھا کہ اس نے مجھے خواب میں آکر بتانے کے لیے کہا تھا یا نہیں جو کچھ بھی تھا میں اس کے نیم مردہ جسم کو زیادہ دیر تک ویران قبرستان کی قبر میں نہیں رکھ سکتا تھا۔اس بات کا اندیشہ تھا کہ دریا پار سے مردار خور وغیرہ آکر اسے چیر پھاڑ نہ دیں۔ پروین اگرچہ مردہ حالت میں نہیں تھی۔لیکن وہ اٹھ کر درندوں کو بھگا بھی نہیں سکتی تھی۔میں شام ہوتے ہی ویران قبرستان چلا گیا۔پرانی قبر کی جھاڑیاں اور اینٹیں ہٹا کر دیکھا۔پروین کی لاش کفن میں لپٹی محفوظ پڑی تھی۔میں نے پروین سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”پروین! میں نے تمہیں اپنے پاس محفوظ کر کے رکھ لیا ہے۔اب مجھے خواب میں آکر بتاؤ کہ تمہاری روح کس طرح تمہارے جسم میں واپس آئے گی؟ تم مجھے جو کہو گی میں اسی طرح کروں گا۔“

ہوٹل میں آکر منہ ہاتھ دھو کر نیچے کھانا کھانے چلا گیا۔رات کو دیر تک جاگتا رہا۔یہی خیال آتا کہ خدا جانے پروین نے میری بات سنی بھی ہے یا نہیں۔وہ خواب میں آئے گی یا نہیں‘ یہی کچھ سوچتے سوچتے میں سو گیا۔

خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دریا بہہ رہا ہے‘ کنارے پر ایک گنبد والی بارہ دری ہے۔بارہ دری میں ایک چاندی کی چوکی پر سرخ لباس پہنے پروین بیٹھی ہے۔مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی۔مجھے پاس بلایا‘ کہنے لگی۔

”خدا نے میرے گناہوں کو بخش دیا ہے۔اس لیے کہ میں نے سچے دل سے گناہوں سے توبہ کی تھی۔انسان اگر سچے دل سے توبہ کرلے اور آئندہ گناہ نہ کرے تو خدا اسے معاف کردیتا ہے۔“

میں نے خوش ہو کر کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”اس کا مطلب ہے اب تم واپس اپنے جسم میں داخل ہو سکتی ہو۔کیونکہ تم پوری طرح مری نہیں تھیں۔تمہارے جسم کے ساتھ روح کا رشتہ قائم تھا تھا۔“

وہ بولی۔”ہاں... اب خدا کی طرف سے اپنے جسم میں واپس جانے کی اجازت ہے مگر اس کے لیے تمہیں ایک کام کرنا ہو گا۔“

میں پروین کی طرف دیکھنے لگا۔

”بتاؤ‘ مجھے کیا کرنا ہو گا؟“

پروین نے کہا۔

”گیارہ دیگیں میٹھے چاول کی پکوا کر غریبوں کو کھلاؤ۔اس کے بعد میری قبر پر آجانا مگر رات کے وقت آنا۔جب چاروں طرف اندھیرا چھا گیا ہو۔“

میں کچھ پوچھنے والا ہی تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔

میں دوسرے دن شہر کی سب سے بڑی مسجد کے امام صاحب کے پاس گیا۔انہیں جا کر کہا کہ میں گیارہ دیگیں میٹھے چاولوں کی پکوا کر غریبوں محتاجوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔انہوں نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ضرور پکوائیں۔ہم اعلان کروادیں گے محتاج اور غریب لوگ یہاں پہنچ جائیں گے۔“

میں نے امام صاحب کے تعاون سے گیارہ دیگیں دم کروادیں۔شام تک دیگیں تیار ہو گئیں۔کتنے ہی محتاج اور غریب غربا وہاں جمع ہوگئے۔ساری دیگوں کے چاول ان میں بانٹ دیئے گئے۔میں

نے مسجد کے دروازے کی مرمت کے لیے بھی امام صاحب کوایک ہزار روپے بطور نذرانے کے دیئے۔میرے پاس ابھی تک کافی رقم موجود تھی۔ جب رات ہوگئی تو میں سیدھا پرانے قبرستان پہنچ گیا۔اس وقت چاند غروب ہورہاتھا اوراس کی مدھم چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔پرانی قبر کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر میرے اوسان خطا ہوگئے کہ قبر کی اینٹیں ادھر ادھر پڑی تھیں اور لحدخالی تھی۔پروین کا جسم وہاں نہیں تھا۔دل بیٹھنے لگا۔یااللہ یہ کیامصیبت آن پڑی ہے۔پروین کو کون اٹھا کر لے گیا ہے۔ضرور یہ ان جرائم پیشہ سپیروں کا کام ہے مگر اب میں انہیں کہاں تلاش کرتاپھروں گا۔وہ تو پروین کانیم مردہ جسم اٹھا کر نہ جانے کہاں لے گئے ہوں گے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سخت پریشانی کے عالم میں وہیں ایک طرف بیٹھ گیا۔اتنے میں کسی نے میرا نام لے کرمجھے آواز دی۔یہ پروین کی آواز تھی۔میں نے جلدی سے پلٹ کر دیکھا‘ پھیکی چاندنی میں شلوار قمیص میں ملبوس کفن کی چادر سر پر ڈالے مجھ سے چھ سات قدم کے فاصلے پر پروین کھڑی تھی۔کچھ نہ پوچھیں کہ خوشی سے میرا کیا حال ہوا۔میں بے اختیار ہو کر اس کی طرف بڑھا۔اس نے دونوں ہاتھ آگے کرکے میرے ہاتھوں کو وہیں روک لیا۔کہنے لگی۔

”خوشی کااظہار صرف جائز حد تک ہو تو اچھا ہوتا ہے۔“

میں نے کہا۔”پروین! تم اندازہ نہیں لگاسکتیں کہ تمہیں پھر سے زندہ حالت میں دیکھ کرمجھے کتنی خوشی ہوئی ہے۔“

پروین مسکرارہی تھی۔کہنے لگی۔

”چلو اب ہوٹل واپس چلتے ہیں۔تم نے ہوٹل والوں کو کہیں یہ تو نہیں کہا کہ میں مرچکی ہوں۔“

میں نے کہا۔”بالکل نہیں‘ میں نے انہیں صرف اتناہی بتایا تھا کہ تم فیروز آباد گئی ہوئی تھی کہ وہاں بیمار پڑ گئیں۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم وہاں سے نکل کر سڑک پر آگئے۔رات کے وقت وہاں سناٹا چھایا ہواتھا۔ کوئی ٹیکسی رکشا نہیں تھا۔ہم پیدل ہی چل پڑے۔شہر کے قریب پہنچ کر ایک ٹیکسی مل گئی۔اس میں بیٹھ کر ہم ہوٹل میں آگئے۔پروین نے آتے ہی سب سے پہلے غسل کیا' صاف کپڑے پہنے اور اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔کہنے لگی۔

"مجھے بھوک بالکل نہیں ہے۔لیکن کافی پینے کو بہت جی چاہتا ہے۔"

میں نے کہا۔

" اس وقت شاید ہی ہوٹل کی طرف سے کافی سپلائی ہو' مگر میں کوشش کرتا ہوں۔نہیں تو میں خود نیچے جاکر بنوالاؤں گا۔"

میں نے اوپر سے فون کرکے کہا کہ میری بیوی کے سر میں شدید درد ہے۔اگر آپ کافی بنا کر اوپر بھجوادیں تو بہت شکرگزار ہوں گا۔فون پر سروس کلرک نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔میں ابھی کافی بھجوائے دیتاہوں۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں اور پروین باتیں کرنے لگے۔اتنے میں ملازم کافی لے کر آگیا۔یہ دو آدمیوں کی کافی تھی۔میں نے پروین کو کافی بنا کر دی' ایک پیالی اپنے لیے بنائی۔پروین نے کافی کا نیم گرم گھونٹ بھرنے کے بعد کہا۔

"کافی نے میری روح کی یادوں کو تازہ کردیا ہے۔ایک لمحے کے لیے غور کرو کہ کہاں سے ہم نے سفر شروع کیاتھااور کہاں پہنچ گئے ہیں۔کیسے کیسے خطرناک حالات سے نہیں گزرے۔کیسی کیسی تکلیفیں اور اذیتیں ہم نے برداشت نہیں کیں لیکن خدا کاشکر ہے کہ میرا انجام بخیر ہوا ہے اور میں ایک مسلمان عورت کی حیثیت سے کلمہ پڑھ کر جان دوں گی۔"

میں نے کہا۔"ابھی تو تمہاری بہت عمرپڑی ہے ابھی تم ایسی باتیں نہ کرو۔"

پروین نے کافی کی پیالی تپائی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"تم نہیں سمجھ سکوگے۔یقین کرو میں عالم برزخ میں نہیں تھی کیونکہ میری مکمل موت واقع نہیں ہوئی تھی۔میں اس کرہ فلک کانام نہیں جانتی۔میں اسے چھوٹا عالم برزخ ہی کہوں گی۔میں کہہ رہی تھی کہ جب سے میں نے اس چھوٹے عالم برزخ کی جھلک دیکھی ہے اور وہاں کچھ وقت گزارا ہے اس دنیا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں اب میرا جی نہیں لگتا۔اگر انسان اس دنیا میں رہ کر برائی سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔خدا کی یاد اپنے دل میں ہر وقت رکھے اور نیک کام کرے تو یقین کرو اوپر کی دنیا اور اس دنیا کی زندگی میں نیک انسانوں کو خوشیاں اور لذتیں خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہیں اس دنیا کی لذتیں اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔میں یہ اس لیے کہہ رہی ہوں کہ میں اوپر کی دنیا کی ایک جھلک دیکھ آئی ہوں۔"

میں پروین کی باتیں غور سے سن رہاتھا۔خواب میں ہی سہی لیکن اس عالم بالا کی ایک ہلکی سی جھلک میں نے بھی دیکھ لی تھی اور میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اب کبھی کوئی برا کام نہیں کروں گااور اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے رکھوں گا۔کافی ختم ہوگئی تو پروین نے کہا۔

"اب مجھے نیند آرہی ہے۔باقی باتیں کل ہوں گی۔"

میں اٹھ کر اپنے بیڈروم میں آگیا۔دیر تک بستر پر لیٹا گزرے ہوئے واقعات کو یاد کرتا رہا۔پھر مجھے بھی نیند آگئی۔دوسرے روز پروین نے کلکتے جانے کی تیاری شروع کردی کہنے لگی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"میں سب سے پہلے کلکتے میں اپنے مکان کودیکھنا چاہتی ہوں۔جہاں میں پیدا ہوئی تھی۔ان گلیوں کو دیکھنا چاہتی ہوں جہاں کھیل کود کر میں بڑی ہوئی۔اس کے بعد میں کاکسز بازار کے جنگل میں

سنتھالی سپیروں کے اڈے پرجاکر اس جھوٹے ناگ دیوتا کے مندر کو آگ لگانا چاہتی ہوں جہاں مجھے اغوا کرکے لے جایا گیا تھا۔"

میں نے پروین کے پروگرام پر کوئی اعتراض نہ کیا۔یہ اس کی جذباتی خواہشات تھیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ ٹھیک سوچ رہی تھی۔اس نے کہا۔

"میں جھوٹے ناگ دیوتا کے مندر کو تباہ کرکے اس برائی کو جڑ سے کاٹ دیناچاہتی ہوں جہاں معصوم لڑکیوں کو اغوا کرکے ان کی زندگیاں برباد کی جاتی ہیں۔"

میں نے ہوٹل ہی سے ریلوے انکوائری کوفون کیا۔معلوم ہوا کہ کلکتے جانے والی گاڑی ہمیں کان پور سے ملے گی۔ہمیں پہلے آگرہ سے کان پور جانا ہوگا۔میں نے آگرے سے کان پور تک سیکنڈ کلاس میں دو سیٹیں بک کروالیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہمارے پاس روپیہ پیسہ آگیا تھا تو سامان بھی نمودار ہو گیا۔یعنی میرے اور پروین کے نئے جوڑے وغیرہ۔اس کے لیے ہمیں ایک اٹیچی کیس خریدنا پڑا۔ ہوٹل کا حساب وغیرہ صاف کرکے ہم اٹیچی کیس لے کر ٹیکسی میں سوار ہوئے اور آگرہ کے ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔کانپور جانے والی گاڑی ہمیں دوپہر کے بعد ملی۔اس گاڑی نے ہمیں رات کے پچھلے پہر کان پور پہنچایا۔کلکتہ میل وہاں سے صبح روانہ ہوئی۔سارا دن اور ساری رات سفر میں رہے۔اگلے دن صبح گاڑی کلکتے کے دوسرے بڑے اسٹیشن ہوڑہ پہنچ گئی۔

پروین نے اپنا اٹیچی کیس اسٹیشن کے لاک روم میں رکھوادیا۔وہاں سے ہم پروین کے محلے میں آگئے۔پروین کے ماں باپ تو مدت ہوئی اپنا مکان چھوڑ کر کسی نامعلوم مقام کی طرف جاچکے تھے۔ان کے مکان میں کوئی اور بنگالی فیملی رہ رہی تھی۔محلے کی عورتوں نے پروین کو پہچان لیا۔وہ اسے مسلمانوں والے لباس شلوار قمیص میں دیکھ کر بڑی حیران ہوئیں۔ایک بوڑھی بنگالی عورت نے اس سے پوچھا۔

”پاروتی! تم نے ساڑھی کیوں نہیں پہنی ہوئی۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین نے کہا۔

”دیدی! میں اب پاروتی نہیں ہوں۔میرا نام پروین ہے۔میں مسلمان ہوچکی ہوں۔“

یہ سن کر عورتیں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں۔پھر وہ اپنے اپنے گھروں میں چلی گئیں۔کسی نے پروین سے کوئی بات نہ کی۔پروین نے مجھے کہا۔

”تم نے دیکھ لیا کہ ہندو لوگ مسلمانوں سے کس قدر نفرت کرتے ہیں۔جب تک ان عورتوں کو میرے مسلمان ہونے کا علم نہیں تھا مجھ سے بڑی گھل مل کر باتیں کررہی تھیں۔جیسے ہی انہیں پتا چلا کہ میں مسلمان ہوگئی ہوں تو مجھ سے اس طرح دور ہو گئیں جس طرح لوگ کوڑھیوں سے دور بھاگتے ہیں۔“

میں نے کہا۔”اس کا مجھے بھی بہت تجربہ ہوچکا ہے۔ہندوؤں میں اچھے لوگ بھی ہیں مگر وہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔ہندوؤں کی اکثریت یہاں کے مسلمانوں سے نفرت کرتی ہے۔ان کے اسی نفرت کے رویے کی وجہ سے مسلمانوں کو الگ ملک پاکستان بنانا پڑا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم باتیں کرتے گلیوں میں سے گزر رہے تھے۔یہ بنگالی ہندوؤں کا محلہ تھا۔ہم اپنے لباس سے صاف پہچانے جاتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں۔بنگالی ہندو ہمیں گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ہم بڑے بازار میں آگئے۔یہاں ہم ایک ریستوران میں کافی پینے بیٹھ گئے۔

میں نے پروین سے کہا۔

”میرا خیال ہے ہم اپنا اٹیچی کیس ریلوے اسٹیشن کے لاک روم میں ہی رہنے دیتے ہیں۔اور ان کپڑوں میں ہی کاکسز بازار کے جنگل والے سنتھالوں کے جھوٹے ناگ مندر میں چلتے ہیں۔کیا خیال ہے؟“

پروین نے کہا۔

”ایسا ہی کریں گے مگر ہم کل صبح صبح یہاں سے چلیں گے۔آج کا دن اور رات ہم آرام کرتے ہیں۔“

”تو پھر ہمیں کسی ہوٹل میں ٹھہرنا پڑے گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”ٹھہر جائیں گے۔ہمارے پاس پیسے موجود ہیں۔ضرورت پڑی تو سانپ کے ذریعے کسی اور مدفون خزانے میں سے کوئی ہیرا موتی منگوالیں گے۔“ پروین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں نے کہا۔

”تو پھر ہم اسٹیشن سے اٹیچی کیس نکلوالیں گے۔“

ہم نے ایسا ہی کیا۔کافی پینے کے بعد ہم ریستوران سے نکل کر اسٹیشن پر گئے۔ وہاں سے اٹیچی کیس نکلوایا اور اسٹیشن کے قریب ہی ایک درمیانے درجے کے ہوٹل میں ڈبل بیڈ والا بڑا کمرہ لے لیا۔رات آرام کیا۔دوسرے روز صبح صبح ہم کاکسز بازار کی طرف روانہ ہوگئے۔یہ سارا علاقہ ہمارا دیکھا بھالا اور جانا پہچانا تھا۔آگے سنتھالی کے سپیروں کے جنگل کا راستہ مجھے معلوم نہیں تھا مگر پروین ایک ایک جھاڑی ایک ایک درخت سے واقف تھی۔اس وقت آسمان پر بادل چھا رہے تھے۔دوپہر ہوچکی تھی۔ہم جنگل میں پیدل ہی چلے جارہے تھے۔جنگلوں میں کئی کئی میل تک پیدل چلنا ہمارے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔پھر بھی ہم گھنٹہ آدھ گھنٹہ چلنے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کرلیتے تھے۔ہم نے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کھانے پینے کی چیزیں ساتھ رکھ لی تھیں۔ میرے کندھے سے پانی سے بھری ہوئی تھرمس لٹک رہی تھی۔ تھیلے میں کچھ برگر قسم کی فوڈ تھی۔ شام کے وقت ہم جنگل میں ایک جگہ کچھ کھانے پینے کے لیے بیٹھے تو پروین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہیں یاد ہے۔ کبھی مجھے بھوک لگتی تھی تو میں تمہیں جنگل میں چھوڑ کر سانپ کی تلاش میں نکل جاتی تھی۔"

اس نے ایک ہاتھ کان سے لگا کر توبہ توبہ کہا اور بولی۔

"لگتا ہے وہ میری جنگلی زندگی کا زمانہ تھا۔ اب میں تہذیب کی روشنی میں آگئی ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے سیدھی راہ دکھا دی۔ اب مجھے سانپ دیکھ کر ایک سیکنڈ کے لیے بھی خیال نہیں آتا کہ اس سے اپنے آپ کو ڈسواؤں یا اسے کھا جاؤں۔ اللہ مجھے معاف کرے۔"

جب شام کا اندھیرا تھوڑا گہرا ہو گیا تو پروین نے جو ننگل کے سامنے والے درختوں کی طرف غور سے دیکھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

"ان درختوں کے پیچھے ایک ٹیلہ ہے۔ اس ٹیلے کے دامن میں جھوٹے ناگ دیوتا کا مندر ہے جہاں سنتھالی سپیروں کا اڈہ ہے۔ یہ سارے کے سارے بردہ فروش اور بدکار آدمی ہیں۔ میں ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی۔ خدا کرے کہ یہ سارے بدمعاش ڈیرے پر موجود ہوں۔"

درختوں سے نکلنے کے بعد جب ہم سامنے والے ٹیلے کی طرف بڑھے تو پروین رک گئی۔ شام کا اندھیرا گہرا ہو گیا تھا۔ میں نے پروین کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں مجھے اس شیرنی کی آنکھوں کی چمک دکھائی دی جس نے اپنے شکار کی بو سونگھ لی ہو۔ اس وقت مجھے پروین پہلے والی پاروتی معلوم ہوئی۔ وہ سامنے والے ٹیلے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی۔

"ہم سنتھالی سپیروں کے علاقے میں داخل ہو گئے ہیں۔ آگے اونچی آواز میں بات نہ کرنا۔ کھانسنا بھی نہیں۔ میرے پیچھے پیچھے دبے پاؤں چلنا' آؤ۔"

وہ میرے آگے آگے جھاڑیوں میں چل پڑی۔ اس نے اپنا دوپٹہ سر کے گرد باندھ لیا تھا۔ کیونکہ کاندھے پر پڑے پڑے وہ جھاڑیوں میں الجھ رہا تھا۔ میں دل میں سوچنے لگا کہ یہ سنتھالی کے بدمعاش سپیروں کا کس طرح مقابلہ کرے گی۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

نہ اس کے پاس کوئی ہتھیار تھا نہ میرے پاس ہی کوئی ہتھیار تھا۔کلکتے سے چلتے وقت میں نے اسے کہاتھا کہ ہم کوئی خنجر خرید کرساتھ رکھ لیتے ہیں جس پرپروین نے جواب دیا تھا کہ اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔جیسے جیسے ہم آگے بڑھ رہے تھے جنگل گھنا ہوتا جارہاتھا۔ہم دونوں کی آنکھیں جنگل کے اندھیرے کی عادی تھیں۔ہم نے نہ جانے کتنی تاریک راتیں ان جنگلوں کی دربدری میں گزار دی تھیں۔ہم ٹیلے کے نشیب میں پہنچ گئے تھے۔درخت اتنے ساتھ ساتھ کھڑے تھے کہ انہوں نے ایک دیوار بنادی تھی۔

ایک بہت بڑے درخت کے پاس جاکر پروین رک گئی۔اندھیرے میں مجھے اس کا سایہ نما خاکہ صاف نظر آرہا تھا۔وہ بیٹھ گئی اور ہاتھ سے مجھے بھی بیٹھ جانے کااشارہ کیا۔میں اس کے پہلو میں آکربیٹھ گیا۔درخت کاتنا بہت بڑے ستون کی طرح تھا۔بیٹھتے ہی مجھے درخت کے پیچھے کچھ فاصلے پر روشنی جھلملاتی نظر پڑی۔پروین نے میرے کان کے پاس منہ لاکر کہا۔

”یہی ناگ دیوتا کااستھان ہے۔ہمیں رینگ کر وہاں جانا ہوگا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہم گھاس اور جھاڑیوں میں احتیاط سے رینگتے ہوئے آگے بڑھے۔روشنی قریب ہوئی توپتا چلا کہ وہ مٹی کے تیل کا ایک بڑا لیمپ ہے جو درخت کے تنے میں بنے ہوئے ناگ دیوتا کے بت کے آگے جل رہا ہے۔اس کے ارد گرد کچھ آدمی زمین پرلیٹے گہری نیند سو رہے تھے۔پروین نے منہ میرے قریب لاکر سرگوشی کی۔

”یہ سنتھالی بدمعاش پجاری سو رہے ہیں۔میں انہیں جہنم کی آگ میں دھکیلنے جارہی ہوں۔“

پروین نے اتنا کہہ کر دو تین گہری سانسیں لیں۔دوسرے لمحے وہ سانپ بن گئی۔یہ وہی نیلا سانپ تھا جس کے ٹکڑے میں رومال میں ڈال کر کیلاش پربت لے گیا تھا۔سانپ نے پھن کھول کرمیری طرف ایک نگاہ ڈال کر دیکھا گویا کہہ رہا ہو کہ تم اسی جگہ لیٹے رہو۔نیلا سانپ اندھیرے میں میری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔میں نے اپنی نگاہیں مٹی کے تیل کے لیمپ کے آس پاس جمادیں۔جہاں سنتھالی سپیرے گہری نیند سو رہے تھے۔میں نے انہیں گنا وہ کل پانچ تھے۔جنگل میں گہرا سناٹا چھایا ہواتھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

یہ سناٹا پروین کے جانے کے بعد مجھے زیادہ خوفناک اور پراسرار ہوتا محسوس ہوا۔ پھر اچانک سویا ہوا ایک سپیرا اپنا آدھا دھڑ اوپر اٹھا کر بیٹھ گیا۔ اس کا منہ ایسے کھل گیا جیسے کچھ کہنے یا چلانے کی کوشش کر رہا ہو مگر اس کے ساتھ ہی وہ بے جان ہو کر نیچے کو گر پڑا۔ اسی طرح دوسرا سپیرا بھی اٹھا اور کچھ کہنے کی کوشش کرتے ہوئے وہیں لڑھک گیا۔ عجیب بات تھی کہ ہر سپیرا اٹھ کر بیٹھتا' منہ کھولتا' اس کی آواز نہ آتی اور وہ پیچھے کو پچھاڑ کھا کر گر پڑتا اور پھر ساکت ہو جاتا تھا۔ وہ ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلاتا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ پروین سانپ کے روپ میں انہیں کچھ ایسے طریقے سے ڈس رہی ہے کہ سب سے پہلے ان کی آواز بند ہو جاتی تھی اور آدھا دھڑ مردہ ہو جاتا تھا۔ بعد میں پروین نے مجھے بتایا کہ ان خطرناک سنتھالی سپیروں کو سانپ کے زہر سے مارنا آسان نہیں تھا۔ یہ لوگ سانپ کے ڈستے ہی ایک ایسا منتر پڑھ کر پھونک دیتے تھے کہ نہ صرف ان کے بدن پر سانپ کے زہر کا اثر ختم ہو جاتا تھا بلکہ جس سانپ نے انہیں ڈسا ہوتا تھا وہ بھی جل کر راکھ ہو جاتا تھا۔ اس لیے پروین انہیں ان کی گردن کی ایک خاص رگ پر ڈس کر زہر داخل کر دیتی کہ سب

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے پہلے ان کی آواز بند ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد وہ نچلے دھڑ کو ڈستی اور یوں ایک ایک کر کے پانچوں کے پانچوں بدکردار سپیرے میری آنکھوں کے سامنے اپنا دھڑ اوپر اٹھا اٹھا کر منہ کھول کھول کر بولنے کی ناکام کوشش کرتے کرتے مر گئے۔ جب پانچواں سپیرا بھی سانپ کے زہر سے مر گیا تو پروین انسانی شکل میں چل کر میرے پاس آئی اور بولی۔

"اب ہمیں کسی سے چھپنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے تمام سپیروں کو اپنے زہر سے ہلاک کر دیا ہے۔ اب میرے ساتھ آؤ اور ان بدکردار ظالم سپیروں کو جہنم کی آگ میں جلتے دیکھو۔"

ہم آہستہ آہستہ چل کر اس درخت کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے جس کے تنے میں سانپ دیوتا کا بت لگا ہوا تھا اور جس کے سامنے پانچوں سپیروں کی لاشیں پڑی تھیں۔ پروین نے ایک سپیرے کی لاش کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ وہ سپیرا ہے جس نے مجھے کلکتے میں میرے گھر سے اغوا کیا تھا۔ اب ان کا انجام دیکھو۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لیمپ کی روشنی میں مجھے سپیروں کی لاشوں میں سے ہلکے ہلکے بخارات اٹھتے نظر آنے لگے۔پروین نے کہا۔

”میرے زہر نے ان کے اندر کے دوزخ کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ان کی رگوں میں دوڑتا ہوا خون جم گیا ہے اور اب اپنے ہی گناہوں کی آگ میں سرخ ہو کر ان کے جسم کو جلانے لگا ہے۔“

پروین نے درخت کے تنے میں ناگ دیوتا کی طرف دیکھااور کہا۔

”کل تک میں گناہوں کی دلدل میں ڈوبی ہوئی تھی اور تیری پوجا کرتی تھی۔ آج میں سچائی کی روشنی میں ہوں اور تجھے جہنم میں پھینکنے لگی ہوں۔“

یہ کہہ کر پروین نے سانس اندر کو کھینچ کر منہ سے پھنکار کی آواز نکالی۔میں نے پہلی بار اس کے منہ سے پھنکار کے ساتھ آگ کی چنگاریاں نکلتے ہوئے دیکھیں۔ان چنگاریوں میں اس قدر تپش اور زبردست آتش گیرمادہ تھا کہ جیسے ہی چنگاریاں درخت پرپڑیں درخت نے آگ پکڑ لی۔ایک دھماکے کے ساتھ درخت آگ کے شعلوں کا ایک ستون بن گیااور اس آگ میں جھوٹا ناگ دیوتا بھی جل کر بھسم ہونے لگا۔دوسری پھنکار پروین نے پانچوں بد کردار

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سپیروں کی لاشوں پر پھینکی۔پھنکار کی چنگاریاں سپیروں کی سبز اورسیاہ ہوتی لمحہ بہ لمحہ پگھلتی اور اپنی ہی آگ کے انگاروں میں جلتی لاشوں پر گریں تووہ بھی ایک دھماکے سے آگ کے شعلوں میں تبدیل ہو گئیں۔وہاں اب آگ ہی آگ تھی۔شعلے ہی شعلے تھے۔پروین نے مجھے بازو سے کھینچتے ہوئے کہا۔

”یہاں سے نکل آؤ۔“

ہم وہاں سے واپس دوڑ پڑے۔آگ کے شعلے آگے بڑھ رہے تھے۔یہ واقعی جہنم کی آگ معلوم ہوتی تھی کہ اس کے شعلے بلند سے بلند تر ہورہے تھے اور جنگل میں چاروں طرف بڑھتے ہوئے سپیروں کے چھوٹے بڑے بتوں اور مندر کو بھسم کرتے جارہے تھے۔

...☆☆☆...

جنگل کی اندھیری رات میں ہم دونوں کافی دور تک واپس دوڑتے چلے گئے۔ پروین کی پھنکاروں نے ناگ مندر کے ارد گرد ایسی بھیانک آگ لگادی تھی کہ اس نے ارد گرد کے سارے جنگل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور بڑھتی چلی جارہی تھی۔ہم ایک ندی کے کنارے پہنچ گئے۔اس کے پل پرسے ندی پار

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کی اور دوسرے کنارے پر تھک کر بیٹھ گئے۔میں بہت زیادہ تھک گیا تھا جبکہ پروین اتنی زیادہ نہیں تھکی تھی۔ہم پلٹ کر دور جنگل کی آگ کے شعلوں کو دیکھنے لگے۔پروین نے کہا۔

”یہ آگ کافروں کے تمام مندروں اور ان کے مکار جھوٹے پجاریوں کو جب تک بھسم نہیں کرے گی‘ بجھے گی نہیں۔“

آگ کے لہراتے ہوئے آسمان کی طرف بلند ہوتے شعلوں نے جنگل کی رات کو روشن کردیا تھا۔تھوڑی دیر ہم ندی کے پاس بیٹھے آگ کو دیکھتے رہے پھر جنگل میں اس راستے پر چل پڑے جو کاکسز بازار کے سمندری ساحل کی طرف جاتاتھا۔رات کا باقی کا حصہ ہم نے ایک کھاڑی کے پاس گھنے درختوں کے نیچے ایک چٹان کی کھوہ میں بسر کیا۔دوسرے دن سورج نکلا تو ہم کاکسز بازار کی طرف روانہ ہوگئے۔پروین بڑی خوش تھی کہ اس نے سنتھالی کے بدکردار سپیروں اور ناگ دیوتا کے مکار پجاریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان سے اپنا بدلہ ہی نہیں چکادیابلکہ آئندہ کے لیے برائی کی جڑ کو ہی کاٹ دیاہے۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ ہم کاکسز بازار پہنچ گئے۔یہاں سے ہم واپس کلکتے آگئے۔ایک دن اور ایک رات کلکتے کے ہوٹل میں آرام کیا۔میں نے پروین سے پوچھا کہ اب جبکہ اس نے اپنے ماں باپ کے پرانے گھر کو دیکھ لیا ہے اور سنتھالی سپیروں سے اپنے ساتھ کی گئی زیادتیوں کاانتقام بھی لے لیا ہے تو اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں اس نے کیا سوچا ہے۔اس نے الٹا مجھ سے سوال کردیا۔

”تمہارا کیا خیال ہے مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

”تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟“

میں نے کہا۔”یہ تمہاری اپنی زندگی کا معاملہ ہے۔اپنی زندگی جس طرح اور جہاں چاہو بسر کرسکتی ہو۔“

پروین کے چہرے پرناگواری کے تاثرات نمودار ہوئے۔کہنے لگی۔

”میرا ہندوستان میں رہنے کو بالکل جی نہیں چاہتا۔یہاں قدم قدم پر کفر کا راج ہے۔یہ بت پرستوں‘توہم پرستوں اور مسلمانوں سے نفرت کرنے والے ہندوؤں کا ملک ہے۔وہاں ایک خدا ایک رسول ﷺ اور ایک کتاب کومانننے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

والے رہتے ہیں۔ویسے بھی ہندوستان میں اب میرا کوئی نہیں ہے ' ماں باپ خداجانے کہاں غائب ہوچکے ہیں۔زندہ بھی ہیں یانہیں۔مجھے کچھ معلوم نہیں۔ کوئی عزیز رشتہ دار بھی نہیں ہے' یہاں کے ہندوؤں کو جب معلوم ہوگا کہ میں ہندو تھی اور اب مسلمان ہوگئی ہوں تو مجھ سے نفرت کریں گے' میراجینا حرام کردیں گے۔مجھے نہ سکون سے زندہ رہنے دیں گے اور نہ چین سے مرنے دیں گے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔"تم میرے ساتھ پاکستان چلی چلو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔میں وہاں تمہیں اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے ملاؤں گا۔وہ تمہیں مل کر بڑے خوش ہوں گے۔"

پروین کہنے لگی۔"میں اگر تمہارے ساتھ پاکستان گئی تو صرف ایک شرط پر جاؤں گی کہ تم نہ تو مجھے اپنے گھر لے کرجاؤگے اور نہ ہی اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے ملاؤگے۔"

"وہ کیوں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین نے مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔"تم اس بات کو نہیں سمجھ سکوگے۔بہرحال میں ابھی اس مسئلے پر تھوڑا اور غور وفکر کرنا چاہتی ہوں ' مجھے آج رات سوچ لینے دو' کل تمہیں اپنا آخری فیصلہ بتادوں گی۔لیکن یہ بات طے ہے کہ اگر میں پاکستان گئی تو نہ تم اپنے گھر والوں کو میرے بارے میں کچھ بتاؤگے اور نہ میں ان سے ملاقات کروں گی۔میں پاکستان کے کسی بھی شہر میں اکیلی رہ لوں گی۔میں نے ایف ایس سی کی ہوئی ہے' میں کسی اسپتال میں نرس بن کر بیماروں کی خدمت کروں گی اور اسپتال کے نرسز کوارٹر میں ہی رہائش اختیار کرلوں گی۔"

میں نے اس بات کو مزید آگے نہ بڑھایا۔وہ دن اور رات بھی گزر گئے۔اس کے اگلے دن پروین میرے ساتھ ناشتہ کررہی تھی بولی۔

"میں نے فیصلہ کرلیاہے' میں پاکستان تمہارے ساتھ جاؤں گی۔وہاں کسی شہر میں نرسنگ ٹریننگ کا کورس کروں گی اور باقی زندگی پاکستان میں رہ کربیماروں کی خدمت کرتے ہوئے گزار دوں گی۔اب یہی میری زندگی کا نصب العین ہے۔تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے؟"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین نے میری طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میں نے کہا۔"مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔مجھے تو خوشی ہوگی کہ میرے وطن پاکستان کو ایک اچھی نرس مل جائے گی۔"

پاکستان کا قیام عمل میں آئے اتنا عرصہ گزر گیا تھا کہ دونوں ملکوں یعنی بھارت اور پاکستان کے درمیان سفارتی تعلقات قائم ہوچکے تھے۔سرحدوں میں دونوں جانب باؤنڈری فورس کا قیام بھی عمل میں آچکا تھا۔کوئی آدمی خاص پرمٹ کے بغیر سرحد پار نہیں کرسکتا تھا۔

کلکتے سے مشرقی پاکستان زیادہ قریب تھا۔پروین کا خیال تھا کہ ہم کلکتے سے مشرقی پاکستان جائیں گے۔وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز یا بحری جہاز مغربی پاکستان چلے جائیں گے۔ہم نے پتا کیا تو معلوم ہوا کہ کلکتہ میں ابھی پاکستان کا ہائی کمیشن کا آفس قائم نہیں ہوا۔ہمیں اس کے لیے دلی جانا ہوگا۔جہاں پاکستان کا ہائی کمیشن کام کرنے لگا تھا۔پروین کہنے لگی۔

"تم پاکستان کے شہری ہو۔پاکستان کے رہنے والے ہو۔تمہیں کوئی پرمٹ لینے کی ضرورت نہیں۔ہم مغربی بنگال سے بارڈر پار کرکے مشرقی پاکستان میں آسانی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے داخل ہوسکتے ہیں۔یہاں بارڈر پر ابھی کسی قسم کی سختی نہیں ہے۔مہاجرین ابھی تک ادھر سے ادھر آجارہے ہیں۔میں بھی مہاجر ہوں اور ہندوستان چھوڑ کر پاکستان میں آباد ہونا چاہتی ہوں۔کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

پروین بنگال کی رہنے والی تھی۔بنگلہ زبان اس کی مادری زبان تھی۔مغربی بنگال کے سارے سرحدی علاقے سے وہ واقف تھی۔چنانچہ ہم نے مشرقی پاکستان جانے کا فیصلہ کرلیا۔ہمارے پاس انڈین کرنسی تھی۔ہم نے ہوٹل میں ہی ایک ایجنٹ سے اس کے عوض پاکستانی کرنسی بدلوالی۔یہ کل سوا چھ ہزار روپے تھے۔جو اس وقت اچھی خاصی رقم ہوا کرتی تھی۔پروین نے کہا۔

"ہم ہلی کے مقام سے بارڈر کراس کرکے مشرقی پاکستان میں داخل ہوں گے۔"

اس نے ہوٹل کے بنگالی منیجر سے ساری معلومات حاصل کرلی تھیں۔ہم ٹرین کے ذریعے ہلی پہنچے وہاں مسلمان مہاجروں کا ایک چھوٹا سا قافلہ مغربی بنگال سے ہجرت کرکے مشرقی پاکستان جارہا تھا۔ہم بھی اس قافلے کے ساتھ ہوگئے۔بارڈر پر پاکستانی فوج موجود تھی مگر وہ ضروری چیکنگ کے بعد مہاجرین کو جانے کی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

اجازت دے دیتی تھی۔ہماری بھی چیکنگ ہوئی۔میں نے پروین کو اپنی بیوی ظاہر کیا اوراپنے بارے میں بتایا کہ میں لاہور کارہنے والا ہوں۔کلکتے میں نوکری کرتاتھا۔وہیں پروین سے شادی کی اور اب مشرقی پاکستان جاناچاہتاہوں۔ ہمارے عارضی پرمٹ بنائے گئے اور ہم مشرقی پاکستان کی سرزمین میں داخل ہوگئے۔

ہلی سے ہمیں ڈھاکا جاناتھا۔راستے میں ایک مقام پر دریا کانیاپل بن رہاتھا جس کی وجہ سے ہم نے ٹرین سے ایک جگہ اتر کر کشتی میں دوسرے مہاجرین کے ساتھ دریا پار کیا۔دوسری جانب ایک گاڑی کھڑی تھی۔ہم اس میں بیٹھ گئے۔ ایک دن اور ایک رات ٹرین میں سفر کرنے کے بعد ہم ڈھاکا پہنچ گئے۔ ڈھاکا میں ہم ایک ہوٹل میں ٹھہر گئے۔یہ درمیانے درجے کاہوٹل تھا۔ہم نے اپنے آپ کو میاں بیوی ظاہر کیا تھا۔ہمیں مجبوراً ایک ہی کمرہ لیناپڑا۔جس میں ڈرائنگ روم اور بیڈ روم ایک ہی کمرے میں تھا۔میں نے ابھی تک مشرقی پاکستان نہیں دیکھاتھا۔پروین اسکول کے زمانے میں اپنے ماتاپتا کے ساتھ ڈھاکا آچکی تھی۔میں نے پروین سے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میں ڈھاکا شہر کی سیر کرنا چاہتاہوں۔ایسا کرتے ہیں ہم ہوائی جہاز پر کراچی کے لیے اپنی نشستیں ریزرو کروادیتے ہیں۔ہمیں ایک دو دن ضرور مل جائیں گے۔اس دوران ہم شہر کی سیر کرلیں گے۔“

پروین نے کہا۔”چلو پہلے ایئر لائنز کے آفس جاکر جہاز میں سیٹیں بک کراتے ہیں۔“

اس زمانے میں پی آئی اے کی جگہ اورینٹ ایئرویز کے جہاز ڈھاکا سے کراچی جایا کرتے تھے۔ہم اورینٹ ایئرویز کے آفس گئے جو ڈھاکا ایئر پورٹ کے پاس ہی تھا۔ہمیں تین دن بعد کی فلائٹ میں جگہ مل گئی۔میں بڑا خوش ہوا۔ اس طرح مجھے ڈھاکا کی سیر کاموقع مل گیاتھا۔ہم ہوٹل میں آگئے۔سورج غروب ہونے والا تھا۔پروین کہنے لگی۔

”ہم کل شہر کی سیر کرنے نکلیں گے۔ابھی تھوڑی دیر میں رات ہوجائے گی۔“

رات کومیں نے پروین کوپلنگ پر سلایااور خود صوفے پر سوگیا۔کمرے کی ایک بتی میں نے روشن رہنے دی تھی۔کچھ دیر ہم باتیں کرتے رہے۔اس کے بعد پروین سوگئی۔میں صوفے پر لیٹا کچھ دیر ڈھاکا کے اردو اخبار کامطالعہ کرتا رہا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پھر میں نے بھی اخبار ایک طرف رکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔میں ابھی غنودگی کے عالم میں تھا کہ مجھے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی شے صوفے کی پشت گاہ کے اوپر سے گزررہی ہو۔میں نے آنکھیں کھول دیں۔

دیوار پر لگی بتی جل رہی تھی۔میں نے بجلی کی روشنی میں ایک سبز رنگ کے سانپ کو دیکھا جو صوفے کے اوپر سے رینگتا ہوا میری طرف بڑھ رہاتھا۔میں جلدی سے صوفے پر سے اچھل کر قالین پر آگیا۔سانپ بھی وہیں رک گیا۔ اس نے گردن اٹھالی پھر اپنا پھن کھولااور پھنکارنے لگا۔میری جیب میں پروین کارومال نہیں تھا۔میں نے پروین کو آواز دے کر جگادیا۔

’کیاہوا؟“

پروین پلنگ پراٹھ بیٹھی۔اب اس نے بھی سانپ کو دیکھ لیا تھا۔سبز سانپ نے اپنی گردن اور اوپر اٹھالی اور اپنے پھن کو دائیں بائیں لہراتے ہوئے آگے کو جھکادیا۔پروین پلنگ پر سے اتر کر صوفے کے پاس آئی۔اس نے سانپ کو اٹھالیااور اسے غور سے دیکھنے لگی۔اس نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”یہ بنگال کا دریائی سانپ ہے۔“

پروین کے ہاتھ میں سانپ بالکل نیم مردہ سا ہوکرلٹکنے لگا تھا۔پروین نے اس کی گردن پکڑ کر اوپر کرلی اور پھر اس سے ہلکی ہلکی سسکاریوں میں باتیں کرنے لگی۔جس طرح کہ وہ عام طور پر سانپوں سے باتیں کیا کرتی تھی۔اس کے بعد پروین نے سانپ کو اپنی کلائی کے گرد لپیٹا‘ میرے پاس صوفے پرآکربیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

”لگتا ہے بنگال کے سپیروں کومیرے آنے کا پتا چل گیا ہے‘ انہوں نے اس سانپ کو میری سراغ رسانی کے لیے یہاں بھیجا ہے۔“

میں نے کہا۔”معلوم ہوتاہے یہاں ایک نئی مصیبت ہمار اانتظار کررہی تھی۔ اس سانپ کو واپس مت جانے دینا۔اسے یہیں ختم کرڈالتے ہیں۔یہ واپس جاکر ہمارے دشمن سپیروں کو ہمارا ٹھکانہ بتادے گا۔“

پروین نے سانپ کی طرف دیکھا۔اس سے مسکرا کر کوئی بات کی۔پھر میری طرف پلٹ کر کہا۔”فکرنہ کرو‘ یہ سانپ واپس جاکر پدم سپیروں کومیرے بارے میں کچھ نہیں بتائے گا۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

میں نے کہا۔"سانپ کا کیا بھروسہ ہے۔"

پروین بولی۔یہ میرا مطیع ہے' میں نے اسے حکم دیا ہے کہ جس سپیرے نے اسے میری تلاش میں یہاں بھیجا ہے' اسے واپس جا کر میرے بارے میں کچھ نہ بتائے۔' گھبراؤ نہیں سانپ میرا حکم مانتے ہیں۔"

"تو کیا ہم ساری رات اس سانپ کو اپنے کمرے میں رکھیں گے"

پروین نے آگے بڑھ کر کمرے کی کھڑکی کھولی اور سانپ کو دوسری طرف گلی میں گرادیا۔کھڑکی بند کر کے پلنگ پر آگئی اور مجھے کہا۔

"بے فکر ہو کر سوجاؤ۔سانپ واپس سپیروں کے پاس جانے کی بجائے دریا کی طرف چلاجائے گا۔جہاں وہ رہتا ہے۔"

باقی رات میں نے بڑی مشکل سے گزاری۔پروین تو مزے سے سو گئی مگر میری آنکھ بار بار کھل جاتی۔ایسے محسوس ہوتا کہ سبز سانپ کمرے میں رینگ رہا ہے۔

دوسرے دن ہم ڈھاکا کی سیر کو نکل گئے۔دوپہر تک شہر کے بازاروں باغات اور دریائے بوڑھی گنگا کی سیر کرتے رہے ' دوپہر کو ہوٹل میں کھانا کھایا' کچھ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیر آرام کیااور سورج غروب ہونے سے پہلے گھاٹ پرجاکر کشتی لی اور دریا کے دوسرے کنارے کی طرف دریا کے اوپر کی جانب نکل گئے۔کافی آگے جاکر ہم نے کشتی چھوڑ دی اور کنارے کے درختوں کے نیچے آکر بیٹھ گئے۔ ایک چھوٹا سا راستہ پٹ سن کے کھیتوں میں سے ہوتا ہوا آگے اونچے اونچے تاڑ اورناریل کے درختوں کی طرف نکل گیاتھا۔ہم اتر کر اس راستے پر چلتے ہوئے ناریل کے جھنڈوں میں آگئے۔ہم پھر یہاں سے بھی آگے چلے گئے۔

آگے کسی کارخانے کا بہت بڑ اگودام تھا۔آس پاس چند ایک جھونپڑیاں تھیں۔ کچھ عورتیں اور مرد بچے جھونپڑیوں کے پاس بیٹھے تھے۔ایک کھوکھاتھا جہاں چائے پک رہی تھی۔ہم نے وہاں چائے پی اور واپس دریا کی طرف چلنے لگے تو ایک سیاہ رنگ کی ہڈیوں کی ڈھانچہ عورت ہاتھ باندھ کر ہمارے راستہ میں کھڑی ہوگئی اور بنگلہ زبان میں تیز تیز بولنے لگی۔پروین اس سے بنگلہ میں باتیں کرنے لگی۔پھر پروین نے اپنے پرس میں سے دس روپے کا نوٹ نکال کر اس عورت کودیا۔عورت نے آگے بڑھ کر پروین کاماتھا چوم لیا۔اس کے بعد ہم وہاں سے واپس دریا پر آگئے۔یہاں سے کشتی پر بیٹھے اور دریاپار

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

بوڑھی گنگا کے دوسرے کنارے پر اتر گئے۔یہاں سبزیوں اور پھلوں کی منڈی تھی۔شام کے وقت بھی وہاں کاروبار ہورہاتھا۔ہم نے کچھ کیلے خریدے اور سائیکل رکشہ لے کر واپس اپنے ہوٹل میں چلے آئے۔

رات کو ہم نے اکٹھے کھانا کھایا۔کھانا کھانے کے دوران بھی پروین بار بار اپنے ماتھے کو بائیں ہاتھ سے سہلاتی رہی۔میں نے پوچھا۔

”کیابات ہے پروین‘ کیاسر درد کررہاہے۔“

وہ بولی ”نہیں۔جہاں اس بھکاری عورت نے میرے ماتھے کو چوماتھا‘ وہاں جلن سی ہونے لگی ہے۔“

میں نے پروین کے ماتھے کو غور سے دیکھا۔ماتھے پر ایک طرف جلد نیلی پڑ رہی تھی۔پروین کارنگ گہرا سانولا بلکہ کالا تھا اور نیل کانشان بجلی کی روشنی میں صاف نظر آنے لگا تھا۔میں نے اسے نہ بتایا کہ ماتھے پر نیل کانشان پڑ گیا ہے۔کھانا کھانے کے بعد وہ غسل خانے میں گئی۔آئینے میں اس نے اپنے ماتھے کو دیکھا۔باہر آئی تو بولی۔”وہ عورت بھکارن نہیں تھی۔“ میں چونک سا گیا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”تو پھر وہ کون تھی؟“

پروین صوفے پر بیٹھ گئی۔

”کیاہمیں پرسوں کی بجائے کل کی فلائیٹ میں جگہ مل سکتی ہے؟“

”تمہیں یاد ہے۔کبھی مجھے بھوک لگتی تھی تو میں تمہیں جنگل میں چھوڑ کر سانپ کی تلاش میں نکل جاتی تھی۔“

اس نے ایک ہاتھ کان سے لگا کر توبہ توبہ کہااور بولی۔

”لگتا ہے وہ میری جنگلی زندگی کازمانہ تھا۔اب میں تہذیب کی روشنی میں آگئی ہوں۔خدا کاشکر ہے کہ اس نے مجھے سیدھی راہ دکھا دی۔اب مجھے سانپ دیکھ کر ایک سیکنڈ کے لیے بھی خیال نہیں آتا کہ اس سے اپنے آپ کو ڈسواؤں یا اسے کھا جاؤں۔اللہ مجھے معاف کرے۔“

جب شام کا اندھیرا تھوڑا گہرا ہو گیا تو پروین نے جو نگل کے سامنے والے درختوں کی طرف غور سے دیکھا۔

”ان درختوں کے پیچھے ایک ٹیلہ ہے۔اس ٹیلے کے دامن میں جھوٹے ناگ دیوتا کامندر ہے جہاں سنتھالی سپیروں کااڈہ ہے۔یہ سارے کے سارے بردہ

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

فروش اور بدکار آدمی ہیں۔ میں ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی۔ خدا کرے کہ یہ سارے بدمعاش ڈیرے پر موجود ہوں۔"

درختوں سے نکلنے کے بعد جب ہم سامنے والے ٹیلے کی طرف بڑھے تو پروین رک گئی۔ شام کا اندھیرا گہرا ہو گیا تھا۔ میں نے پروین کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں مجھے اس شیرنی کی آنکھوں کی چمک دکھائی دی جس نے اپنے شکار کی بو سونگھ لی ہو۔ اس وقت مجھے پروین پہلے والی پاروتی معلوم ہوئی۔ وہ سامنے والے ٹیلے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی۔

"ہم سنتھالی سپیروں کے علاقے میں داخل ہو گئے ہیں۔ آگے اونچی آواز میں بات نہ کرنا۔ کھانسنا بھی نہیں۔ میرے پیچھے پیچھے دبے پاؤں چلنا' آؤ۔"

وہ میرے آگے آگے جھاڑیوں میں چل پڑی۔ اس نے اپنا دوپٹہ سر کے گرد باندھ لیا تھا۔ کیونکہ کاندھے پر پڑے پڑے وہ جھاڑیوں میں الجھ رہا تھا۔ میں دل میں سوچنے لگا کہ یہ سنتھالی کے بدمعاش سپیروں کا کس طرح مقابلہ کرے گی۔ نہ اس کے پاس کوئی ہتھیار تھا نہ میرے پاس ہی کوئی ہتھیار تھا۔ کلکتے سے چلتے وقت میں نے اسے کہا تھا کہ ہم کوئی خنجر خرید کر ساتھ رکھ لیتے ہیں جس

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پر پروین نے جواب دیا تھا کہ اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جیسے جیسے ہم آگے بڑھ رہے تھے جنگل گھنا ہوتا جا رہا تھا۔ ہم دونوں کی آنکھیں جنگل کے اندھیرے کی عادی تھیں۔ ہم نے نہ جانے کتنی تاریک راتیں ان جنگلوں کی دربدری میں گزار دی تھیں۔ ہم ٹیلے کے نشیب میں پہنچ گئے تھے۔ درخت اتنے ساتھ ساتھ کھڑے تھے کہ انہوں نے ایک دیوار بنا دی تھی۔

ایک بہت بڑے درخت کے پاس جا کر پروین رک گئی۔ اندھیرے میں مجھے اس کا سایہ نما خاکہ صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ بیٹھ گئی اور ہاتھ سے مجھے بھی بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ میں اس کے پہلو میں آ کر بیٹھ گیا۔ درخت کا تنا بہت بڑے ستون کی طرح تھا۔ بیٹھتے ہی مجھے درخت کے پیچھے کچھ فاصلے پر روشنی جھلملاتی نظر پڑی۔ پروین نے میرے کان کے پاس منہ لا کر کہا۔

"یہی ناگ دیوتا کا استھان ہے۔ ہمیں رینگ کر وہاں جانا ہو گا۔"

ہم گھاس اور جھاڑیوں میں احتیاط سے رینگتے ہوئے آگے بڑھے۔ روشنی قریب ہوئی تو پتا چلا کہ وہ مٹی کے تیل کا ایک بڑا لیمپ ہے جو درخت کے تنے میں بنے ہوئے ناگ دیوتا کے بت کے آگے جل رہا ہے۔ اس کے ارد گرد

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کچھ آدمی زمین پر لیٹے گہری نیند سو رہے تھے۔پروین نے منہ میرے قریب لاکر سرگوشی کی۔

”یہ سنتھالی بدمعاش پجاری سو رہے ہیں۔میں انہیں جہنم کی آگ میں دھکیلنے جارہی ہوں۔“

پروین نے اتنا کہہ کر دو تین گہری سانسیں لیں۔دوسرے لمحے وہ سانپ بن گئی۔یہ وہی نیلا سانپ تھا جس کے ٹکڑے میں رومال میں ڈال کر کیلاش پربت لے گیا تھا۔سانپ نے پھن کھول کر میری طرف ایک نگاہ ڈال کر دیکھا گویا کہہ رہا ہو کہ تم اسی جگہ لیٹے رہو۔نیلا سانپ اندھیرے میں میری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔میں نے اپنی نگاہیں مٹی کے تیل کے لیمپ کے آس پاس جمادیں۔جہاں سنتھالی سپیرے گہری نیند سو رہے تھے۔میں نے انہیں گنا وہ کل پانچ تھے۔جنگل میں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔

یہ سناٹا پروین کے جانے کے بعد مجھے زیادہ خوفناک اور پراسرار ہوتا محسوس ہوا۔پھر اچانک سویا ہوا ایک سپیرا اپنا آدھا دھڑ اوپر اٹھا کر بیٹھ گیا۔اس کا منہ ایسے کھل گیا جیسے کچھ کہنے یا چلانے کی کوشش کررہا ہو مگر اس کے

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ساتھ ہی وہ بے جان ہو کر نیچے کو گر پڑا۔اسی طرح دوسرا سپیرا بھی اٹھا اور کچھ کہنے کی کوشش کرتے ہوئے وہیں لڑھک گیا۔عجیب بات تھی کہ ہر سپیرا اٹھ کر بیٹھتا‘ منہ کھولتا‘ اس کی آواز نہ آتی اور وہ پیچھے کو پچھاڑ کھا کر گر پڑتا اور پھر ساکت ہوجاتا تھا۔وہ ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلاتا تھا۔میں سمجھ گیا کہ پروین سانپ کے روپ میں انہیں کچھ ایسے طریقے سے ڈس رہی ہے کہ سب سے پہلے ان کی آواز بند ہوجاتی تھی اور آدھا دھڑ مردہ ہوجاتا تھا۔بعد میں پروین نے مجھے بتایا کہ ان خطرناک سنتھالی سپیروں کو سانپ کے زہر سے مارنا آسان نہیں تھا۔یہ لوگ سانپ کے ڈستے ہی ایک ایسا منتر پڑھ کر پھونک دیتے تھے کہ نہ صرف ان کے بدن پر سانپ کے زہر کا اثر ختم ہوجاتا تھا بلکہ جس سانپ نے انہیں ڈسا ہوتا تھا وہ بھی جل کر راکھ ہوجاتا تھا۔اس لیے پروین انہیں ان کی گردن کی ایک خاص رگ پر ڈس کر زہر داخل کردیتی کہ سب سے پہلے ان کی آواز بند ہوجاتی تھی۔اس کے بعد وہ نچلے دھڑ کو ڈستی اور یوں ایک ایک کرکے پانچوں کے پانچوں بدکردار سپیرے میری آنکھوں کے سامنے اپنا دھڑ اوپر اٹھا اٹھا کر منہ کھول کھول کر بولنے کی ناکام کوشش

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کرتے کرتے مرگئے۔جب پانچواں سپیرا بھی سانپ کے زہر سے مر گیا تو پروین انسانی شکل میں چل کر میرے پاس آئی اور بولی۔

”اب ہمیں کسی سے چھپنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے تمام سپیروں کو اپنے زہر سے ہلاک کردیا ہے۔اب میرے ساتھ آؤ اوران بد کردار ظالم سپیروں کو جہنم کی آگ میں جلتے دیکھو۔“

ہم آہستہ آہستہ چل کر اس درخت کے پاس آکر کھڑے ہوگئے جس کے تنے میں سانپ دیوتا کا بت لگا ہوا تھا اور جس کے سامنے پانچوں سپیروں کی لاشیں پڑی تھیں۔پروین نے ایک سپیرے کی لاش کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

”یہ وہ سپیرا ہے جس نے مجھے کلکتے میں میرے گھر سے اغوا کیا تھا۔اب ان کاانجام دیکھو۔“

لیمپ کی روشنی میں مجھے سپیروں کی لاشوں میں سے ہلکے ہلکے بخارات اٹھتے نظر آنے لگے۔پروین نے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

”میرے زہر نے ان کے اندر کے دوزخ کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ان کی رگوں میں دوڑتا ہوا خون جم گیا ہے اور اب اپنے ہی گناہوں کی آگ میں سرخ ہو کر ان کے جسم کو جلانے لگا ہے۔“

پروین نے درخت کے تنے میں ناگ دیوتا کی طرف دیکھااور کہا۔

”کل تک میں گناہوں کی دلدل میں ڈوبی ہوئی تھی اور تیری پوجا کرتی تھی۔ آج میں سچائی کی روشنی میں ہوں اور تجھے جہنم میں پھینکنے لگی ہوں۔“

یہ کہہ کر پروین نے سانس اندر کو کھینچ کرمنہ سے پھنکار کی آواز نکالی۔میں نے پہلی بار اس کے منہ سے پھنکار کے ساتھ آگ کی چنگاریاں نکلتے ہوئے دیکھیں۔ان چنگاریوں میں اس قدر تپش اور زبردست آتش گیرمادہ تھا کہ جیسے ہی چنگاریاں درخت پرپڑیں درخت نے آگ پکڑ لی۔ایک دھماکے کے ساتھ درخت آگ کے شعلوں کا ایک ستون بن گیااور اس آگ میں جھوٹا ناگ دیوتابھی جل کر بھسم ہونے لگا۔دوسری پھنکار پروین نے پانچوں بد کردار سپیروں کی لاشوں پر پھینکی۔پھنکار کی چنگاریاں سپیروں کی سبز اورسیاہ ہوتی لمحہ بہ لمحہ پگھلتی اور اپنی ہی آگ کے انگاروں میں جلتی لاشوں پر گریں تووہ بھی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ایک دھماکے سے آگ کے شعلوں میں تبدیل ہو گئیں۔وہاں اب آگ ہی آگ تھی۔شعلے ہی شعلے تھے۔پروین نے مجھے بازو سے کھینچتے ہوئے کہا۔

”یہاں سے نکل آؤ۔“

ہم وہاں سے واپس دوڑ پڑے۔آگ کے شعلے آگے بڑھ رہے تھے۔یہ واقعی جہنم کی آگ معلوم ہوتی تھی کہ اس کے شعلے بلند سے بلند تر ہورہے تھے اور جنگل میں چاروں طرف بڑھتے ہوئے سپیروں کے چھوٹے بڑے بتوں اور مندر کو بھسم کرتے جارہے تھے۔

...☆☆☆...

جنگل کی اندھیری رات میں ہم دونوں کافی دور تک واپس دوڑتے چلے گئے۔ پروین کی پھنکاروں نے ناگ مندر کے ارد گرد ایسی بھیانک آگ لگادی تھی کہ اس نے ارد گرد کے سارے جنگل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور بڑھتی چلی جارہی تھی۔ہم ایک ندی کے کنارے پہنچ گئے۔اس کے پل پرسے ندی پار کی اور دوسرے کنارے پر تھک کر بیٹھ گئے۔میں بہت زیادہ تھک گیا تھا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

جبکہ پروین اتنی زیادہ نہیں تھکی تھی۔ہم پلٹ کر دور جنگل کی آگ کے شعلوں کو دیکھنے لگے۔پروین نے کہا۔

”یہ آگ کافروں کے تمام مندروں اور ان کے مکار جھوٹے پجاریوں کو جب تک بھسم نہیں کرے گی، بجھے گی نہیں۔“

آگ کے لہراتے ہوئے آسمان کی طرف بلند ہوتے شعلوں نے جنگل کی رات کو روشن کردیا تھا۔تھوڑی دیر ہم ندی کے پاس بیٹھے آگ کو دیکھتے رہے پھر جنگل میں اس راستے پر چل پڑے جو کاکسز بازار کے سمندری ساحل کی طرف جاتا تھا۔رات کا باقی کا حصہ ہم نے ایک کھاڑی کے پاس گھنے درختوں کے نیچے ایک چٹان کی کھوہ میں بسر کیا۔دوسرے دن سورج نکلا تو ہم کاکسز بازار کی طرف روانہ ہوگئے۔پروین بڑی خوش تھی کہ اس نے سنتھالی کے بدکردار سپیروں اور ناگ دیوتا کے مکار پجاریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان سے اپنا بدلہ ہی نہیں چکادیابلکہ آئندہ کے لیے برائی کی جڑ کو ہی کاٹ دیاہے۔

ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ ہم کاکسز بازار پہنچ گئے۔یہاں سے ہم واپس کلکتے آگئے۔ایک دن اور ایک رات کلکتے کے ہوٹل میں آرام کیا۔میں نے پروین

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

سے پوچھا کہ اب جبکہ اس نے اپنے ماں باپ کے پرانے گھر کو دیکھ لیا ہے اور سنتھالی پیروں سے اپنے ساتھ کی گئی زیادتیوں کاانتقام بھی لے لیا ہے تو اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں اس نے کیا سوچا ہے۔اس نے الٹا مجھ سے سوال کردیا۔

”تمہارا کیا خیال ہے مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

”تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟“

میں نے کہا۔”یہ تمہاری اپنی زندگی کا معاملہ ہے۔اپنی زندگی جس طرح اور جہاں چاہو بسر کرسکتی ہو۔“

پروین کے چہرے پرناگواری کے تاثرات نمودار ہوئے۔کہنے لگی۔

”میرا ہندوستان میں رہنے کو بالکل جی نہیں چاہتا۔یہاں قدم قدم پر کفر کا راج ہے۔یہ بت پرستوں‘توہم پرستوں اور مسلمانوں سے نفرت کرنے والے ہندوؤں کا ملک ہے۔وہاں ایک خدا ایک رسول ﷺ اور ایک کتاب کومانننے والے رہتے ہیں۔ویسے بھی ہندوستان میں اب میرا کوئی نہیں ہے ‘ ماں باپ خداجانے کہاں غائب ہوچکے ہیں۔زندہ بھی ہیں یانہیں۔مجھے کچھ معلوم نہیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کوئی عزیز رشتہ دار بھی نہیں ہے‘ یہاں کے ہندوؤں کو جب معلوم ہوگا کہ میں ہندو تھی اور اب مسلمان ہوگئی ہوں تو مجھ سے نفرت کریں گے‘ میراجینا حرام کردیں گے۔مجھے نہ سکون سے زندہ رہنے دیں گے اور نہ چین سے مرنے دیں گے۔“

میں نے خوش ہو کر کہا۔”تم میرے ساتھ پاکستان چلی چلو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔میں وہاں تمہیں اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے ملاؤں گا۔وہ تمہیں مل کر بڑے خوش ہوں گے۔“

پروین کہنے لگی۔”میں اگر تمہارے ساتھ پاکستان گئی تو صرف ایک شرط پر جاؤں گی کہ تم نہ تو مجھے اپنے گھر لے کرجاؤگے اور نہ ہی اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے ملاؤگے۔“

”وہ کیوں؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

پروین نے مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔”تم اس بات کو نہیں سمجھ سکوگے۔بہرحال میں ابھی اس مسئلے پر تھوڑا اور غور وفکر کرنا چاہتی ہوں ‘ مجھے آج رات سوچ لینے دو‘ کل تمہیں اپنا آخری

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

فیصلہ بتادوں گی۔لیکن یہ بات طے ہے کہ اگر میں پاکستان گئی تو نہ تم اپنے گھر والوں کو میرے بارے میں کچھ بتاؤ گے اور نہ میں ان سے ملاقات کروں گی۔میں پاکستان کے کسی بھی شہر میں اکیلی رہ لوں گی۔میں نے ایف ایس سی کی ہوئی ہے' میں کسی اسپتال میں نرس بن کر بیماروں کی خدمت کروں گی اور اسپتال کے نرسز کوارٹر میں ہی رہائش اختیار کرلوں گی۔"

میں نے اس بات کو مزید آگے نہ بڑھایا۔وہ دن اور رات بھی گزر گئے۔اس کے اگلے دن پروین میرے ساتھ ناشتہ کررہی تھی بولی۔

"میں نے فیصلہ کرلیاہے' میں پاکستان تمہارے ساتھ جاؤں گی۔وہاں کسی شہر میں نرسنگ ٹریننگ کا کورس کروں گی اور باقی زندگی پاکستان میں رہ کربیماروں کی خدمت کرتے ہوئے گزار دوں گی۔اب یہی میری زندگی کا نصب العین ہے۔تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے؟"

پروین نے میری طرف مسکرا کردیکھتے ہوئے پوچھا۔

میں نے کہا۔"مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔مجھے توخوشی ہوگی کہ میرے وطن پاکستان کو ایک اچھی نرس مل جائے گی۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پاکستان کاقیام عمل میں آئے اتنا عرصہ گز رگیا تھا کہ دونوں ملکوں یعنی بھارت اور پاکستان کے درمیان سفارتی تعلقات قائم ہوچکے تھے۔سرحدوں میں دونوں جانب باؤنڈری فورس کاقیام بھی عمل میں آچکاتھا۔کوئی آدمی خاص پرمٹ کے بغیر سرحد پار نہیں کرسکتاتھا۔

کلکتے سے مشرقی پاکستان زیادہ قریب تھا۔پروین کاخیال تھا کہ ہم کلکتے سے مشرقی پاکستان جائیں گے۔وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز یابحری جہاز مغربی پاکستان چلے جائیں گے۔ہم نے پتا کیا تو معلوم ہوا کہ کلکتہ میں ابھی پاکستان کاہائی کمیشن کاآفس قائم نہیں ہوا۔ہمیں اس کے لیے دلی جانا ہوگا۔جہاں پاکستان کاہائی کمیشن کام کرنے لگا تھا۔پروین کہنے لگی۔

"تم پاکستان کے شہری ہو۔پاکستان کے رہنے والے ہو۔تمہیں کوئی پرمٹ لینے کی ضرورت نہیں۔ہم مغربی بنگال سے بارڈرپار کرکے مشرقی پاکستان میں آسانی سے داخل ہوسکتے ہیں۔یہاں بارڈر پر ابھی کسی قسم کی سختی نہیں ہے۔مہاجرین ابھی تک ادھر سے ادھر آجارہے ہیں۔میں بھی مہاجر ہوں اور ہندوستان چھوڑ کر پاکستان میںآباد ہونا چاہتی ہوں۔کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین بنگال کی رہنے والی تھی۔بنگلہ زبان اس کی مادری زبان تھی۔مغربی بنگال کے سارے سرحدی علاقے سے وہ واقف تھی۔چنانچہ ہم نے مشرقی پاکستان جانے کا فیصلہ کرلیا۔ہمارے پاس انڈین کرنسی تھی۔ہم نے ہوٹل میں ہی ایک ایجنٹ سے اس کے عوض پاکستانی کرنسی بدلوالی۔یہ کل سواچھ ہزار روپے تھے۔جو اس وقت اچھی خاصی رقم ہوا کرتی تھی۔پروین نے کہا۔

”ہم ہلی کے مقام سے بارڈر کراس کرکے مشرقی پاکستان میں داخل ہوں گے۔“

اس نے ہوٹل کے بنگالی منیجر سے ساری معلومات حاصل کرلی تھیں۔ہم ٹرین کے ذریعے ہلی پہنچے وہاں مسلمان مہاجروں کاایک چھوٹا سا قافلہ مغربی بنگال سے ہجرت کرکے مشرقی پاکستان جارہاتھا۔ہم بھی اس قافلے کے ساتھ ہوگئے۔بارڈر پر پاکستانی فوج موجود تھی مگر وہ ضروری چیکنگ کے بعد مہاجرین کوجانے کی اجازت دے دیتی تھی۔ہماری بھی چیکنگ ہوئی۔میں نے پروین کو اپنی بیوی ظاہر کیا اوراپنے بارے میں بتایا کہ میں لاہور کارہنے والا ہوں۔کلکتے میں نوکری کرتاتھا۔وہیں پروین سے شادی کی اور اب مشرقی پاکستان جاناچاہتاہوں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہمارے عارضی پرمٹ بنائے گئے اور ہم مشرقی پاکستان کی سرزمین میں داخل ہوگئے۔

ہلی سے ہمیں ڈھاکا جاناتھا۔راستے میں ایک مقام پر دریا کانیاپل بن رہاتھا جس کی وجہ سے ہم نے ٹرین سے ایک جگہ اتر کر کشتی میں دوسرے مہاجرین کے ساتھ دریا پار کیا۔دوسری جانب ایک گاڑی کھڑی تھی۔ہم اس میں بیٹھ گئے۔ایک دن اور ایک رات ٹرین میں سفر کرنے کے بعد ہم ڈھاکا پہنچ گئے۔ڈھاکا میں ہم ایک ہوٹل میں ٹھہر گئے۔یہ درمیانے درجے کاہوٹل تھا۔ہم نے اپنے آپ کو میاں بیوی ظاہر کیا تھا۔ہمیں مجبوراً ایک ہی کمرہ لیناپڑا۔جس میں ڈرائنگ روم اور بیڈ روم ایک ہی کمرے میں تھا۔میں نے ابھی تک مشرقی پاکستان نہیں دیکھاتھا۔پروین اسکول کے زمانے میں اپنے ماتاپتا کے ساتھ ڈھاکا آچکی تھی۔میں نے پروین سے کہا۔

”میں ڈھاکا شہر کی سیر کرنا چاہتاہوں۔ایسا کرتے ہیں ہم ہوائی جہاز پر کراچی کے لیے اپنی نشستیں ریزرو کروادیتے ہیں۔ہمیں ایک دو دن ضرور مل جائیں گے۔اس دوران ہم شہر کی سیر کرلیں گے۔“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین نے کہا۔" چلو پہلے ایئر لائنز کے آفس جا کر جہاز میں سیٹیں بک کراتے ہیں۔"

اس زمانے میں پی آئی اے کی جگہ اورینٹ ایئرویز کے جہاز ڈھاکا سے کراچی جایا کرتے تھے۔ہم اورینٹ ایئرویز کے آفس گئے جو ڈھاکا ایئر پورٹ کے پاس ہی تھا۔ہمیں تین دن بعد کی فلائٹ میں جگہ مل گئی۔میں بڑا خوش ہوا۔ اس طرح مجھے ڈھاکا کی سیر کاموقع مل گیاتھا۔ہم ہوٹل میں آگئے۔سورج غروب ہونے والا تھا۔پروین کہنے لگی۔

"ہم کل شہر کی سیر کرنے نکلیں گے۔ابھی تھوڑی دیر میں رات ہوجائے گی۔"

رات کومیں نے پروین کوپلنگ پر سلایااور خود صوفے پر سو گیا۔کمرے کی ایک بتی میں نے روشن رہنے دی تھی۔کچھ دیر ہم باتیں کرتے رہے۔اس کے بعد پروین سو گئی۔میں صوفے پر لیٹا کچھ دیر ڈھاکا کے اردو اخبار کامطالعہ کرتا رہا پھر میں نے بھی اخبار ایک طرف رکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔میں ابھی غنودگی کے عالم میں تھا کہ مجھے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی شے صوفے کی پشت گاہ کے اوپر سے گزررہی ہو۔میں نے آنکھیں کھول دیں۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دیوار پر لگی بتی جل رہی تھی۔میں نے بجلی کی روشنی میں ایک سبز رنگ کے سانپ کو دیکھا جو صوفے کے اوپر سے رینگتا ہوا میری طرف بڑھ رہاتھا۔میں جلدی سے صوفے پر سے اچھل کر قالین پر آگیا۔سانپ بھی وہیں رک گیا۔ اس نے گردن اٹھالی پھر اپنا پھن کھولااور پھنکارنے لگا۔میری جیب میں پروین کارومال نہیں تھا۔میں نے پروین کو آواز دے کر جگادیا۔

'کیاہوا؟"

پروین پلنگ پراٹھ بیٹھی۔اب اس نے بھی سانپ کو دیکھ لیا تھا۔سبز سانپ نے اپنی گردن اور اوپر اٹھالی اور اپنے پھن کو دائیں بائیں لہراتے ہوئے آگے کو جھکادیا۔پروین پلنگ پر سے اتر کر صوفے کے پاس آئی۔اس نے سانپ کو اٹھالیااور اسے غور سے دیکھنے لگی۔اس نے کہا۔

"یہ بنگال کا دریائی سانپ ہے۔"

پروین کے ہاتھ میں سانپ بالکل نیم مردہ سا ہو کرلٹکنے لگا تھا۔پروین نے اس کی گردن پکڑ کر اوپر کرلی اور پھر اس سے ہلکی ہلکی سرگوشیوں میں باتیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کرنے لگی۔جس طرح کہ وہ عام طور پر سانپوں سے باتیں کیا کرتی تھی۔اس کے بعد پروین نے سانپ کو اپنی کلائی کے گرد لپیٹا' میرے پاس صوفے پر آکر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

"لگتا ہے بنگال کے سپیروں کو میرے آنے کا پتا چل گیا ہے' انہوں نے اس سانپ کو میری سراغ رسانی کے لیے یہاں بھیجا ہے۔"

میں نے کہا۔"معلوم ہوتا ہے یہاں ایک نئی مصیبت ہمار اانتظار کر رہی تھی۔ اس سانپ کو واپس مت جانے دینا۔اسے یہیں ختم کر ڈالتے ہیں۔یہ واپس جا کر ہمارے دشمن سپیروں کو ہمارا ٹھکانہ بتادے گا۔"

پروین نے سانپ کی طرف دیکھا۔اس سے مسکرا کر کوئی بات کی۔پھر میری طرف پلٹ کر کہا۔"فکر نہ کرو' یہ سانپ واپس جا کر پدم سپیروں کو میرے بارے میں کچھ نہیں بتائے گا۔"

میں نے کہا۔"سانپ کا کیا بھروسہ ہے۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین بولی۔یہ میرا مطیع ہے' میں نے اسے حکم دیا ہے کہ جس سپیرے نے اسے میری تلاش میں یہاں بھیجا ہے' اسے واپس جا کر میرے بارے میں کچھ نہ بتائے۔' گھبراؤ نہیں سانپ میرا حکم مانتے ہیں۔"

"تو کیا ہم ساری رات اس سانپ کو اپنے کمرے میں رکھیں گے"

پروین نے آگے بڑھ کر کمرے کی کھڑکی کھولی اور سانپ کو دوسری طرف گلی میں گرادیا۔کھڑکی بند کر کے پلنگ پر آگئی اور مجھے کہا۔

"بے فکر ہو کر سوجاؤ۔سانپ واپس سپیروں کے پاس جانے کی بجائے دریا کی طرف چلاجائے گا۔جہاں وہ رہتا ہے۔"

باقی رات میں نے بڑی مشکل سے گزاری۔پروین تو مزے سے سو گئی مگر میری آنکھ بار بار کھل جاتی۔ایسے محسوس ہوتا کہ سبز سانپ کمرے میں رینگ رہا ہے۔

دوسرے دن ہم ڈھاکا کی سیر کو نکل گئے۔دوپہر تک شہر کے بازاروں باغات اور دریائے بوڑھی گنگا کی سیر کرتے رہے ' دوپہر کو ہوٹل میں کھانا کھایا' کچھ دیر آرام کیااور سورج غروب ہونے سے پہلے گھاٹ پر جا کر کشتی لی اور دریا

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

کے دوسرے کنارے کی طرف دریا کے اوپر کی جانب نکل گئے۔کافی آگے جاکر ہم نے کشتی چھوڑ دی اور کنارے کے درختوں کے نیچے آکر بیٹھ گئے۔ ایک چھوٹا سا راستہ پٹ سن کے کھیتوں میں سے ہوتا ہوا آگے اونچے اونچے تاڑ اورناریل کے درختوں کی طرف نکل گیاتھا۔ہم اتر کر اس راستے پر چلتے ہوئے ناریل کے جھنڈوں میں آگئے۔ہم پھر یہاں سے بھی آگے چلے گئے۔

آگے کسی کارخانے کا بہت بڑ اگودام تھا۔آس پاس چند ایک جھونپڑیاں تھیں۔ کچھ عورتیں اور مرد بچے جھونپڑیوں کے پاس بیٹھے تھے۔ایک کھوکھاتھا جہاں چائے پک رہی تھی۔ہم نے وہاں چائے پی اور واپس دریا کی طرف چلنے لگے تو ایک سیاہ رنگ کی ہڈیوں کی ڈھانچہ عورت ہاتھ باندھ کر ہمارے راستہ میں کھڑی ہوگئی اور بنگلہ زبان میں تیز تیز بولنے لگی۔پروین اس سے بنگلہ میں باتیں کرنے لگی۔پھر پروین نے اپنے پرس میں سے دس روپے کا نوٹ نکال کر اس عورت کودیا۔عورت نے آگے بڑھ کر پروین کاماتھا چوم لیا۔اس کے بعد ہم وہاں سے واپس دریا پر آگئے۔یہاں سے کشتی پر بیٹھے اور دریاپار بوڑھی گنگا کے دوسرے کنارے پراتر گئے۔یہاں سبزیوں اور پھلوں کی منڈی

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تھی۔شام کے وقت بھی وہاں کاروبار ہورہاتھا۔ہم نے کچھ کیلے خریدے اور سائیکل رکشہ لے کر واپس اپنے ہوٹل میں چلے آئے۔

رات کو ہم نے اکٹھے کھانا کھایا۔کھانا کھانے کے دوران بھی پروین بار بار اپنے ماتھے کو بائیں ہاتھ سے سہلاتی رہی۔میں نے پوچھا۔

”کیابات ہے پروین‘ کیاسر درد کررہاہے۔“

وہ بولی ”نہیں۔جہاں اس بھکاری عورت نے میرے ماتھے کو چوماتھا‘ وہاں جلن سی ہونے لگی ہے۔“

میں نے پروین کے ماتھے کو غور سے دیکھا۔ماتھے پر ایک طرف جلد نیلی پڑ رہی تھی۔پروین کارنگ گہرا سانولا بلکہ کالا تھا اور نیل کانشان بجلی کی روشنی میں صاف نظر آنے لگا تھا۔میں نے اسے نہ بتایا کہ ماتھے پر نیل کانشان پڑ گیا ہے۔کھانا کھانے کے بعد وہ غسل خانے میں گئی۔آئینے میں اس نے اپنے ماتھے کو دیکھا۔باہر آئی تو بولی۔”وہ عورت بھکارن نہیں تھی۔“ میں چونک سا گیا۔

”تو پھر وہ کون تھی؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

پروین صوفے پر بیٹھ گئی۔

”کیا ہمیں پرسوں کی بجائے کل کی فلائیٹ میں جگہ مل سکتی ہے؟“

”آخربات کیا ہوئی ہے؟“ میں نے پوچھا۔

پروین نے کہا۔”پہلے تم ایئر لائنز کے آفس میں فون کرکے پوچھو۔اگر کل صبح کی یا آج رات کی فلائیٹ میں بھی جگہ مل جائے تو ہم یہاں سے کراچی پرواز کرجائیں گے۔“

مجھے معلوم تھا کہ پروین جب بھی اس قسم کی ہدایت کرتی ہے تو اس کے پیچھے کوئی گہری بات ہوتی ہے۔میں نے کہا۔”میں نیچے جاکر فون کرتا ہوں۔“

میں پروین کو اپنا ماتھ سہلاتا چھوڑ کر نیچے ہوٹل کے منیجر کے کاؤنٹر پر آگیا۔ میں نے اورینٹ ایئرلائنز کے آفس فون کرکے اپنا نام پروین کانام اور پرسوں کی فلائیٹ میں اپنے سیٹ نمبر بتائے اور کہا۔

”ہمیں ایک ایمرجنسی آن پڑی ہے‘ ہمارا جلد سے جلد کراچی پہنچنا ضروری ہو گیاہے۔کیاہمیں آج رات بارہ بجے کی یاکل صبح کی فلائیٹ میں دو سیٹیں مل سکتی ہیں؟“

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسری طرف سے ریزرویشن آفیسر کی آواز آئی۔

”آج رات ایک بجے کی فلائیٹ میں دو سیٹیں آپ کو چانس پر مل سکتی ہیں۔ ہم آپ کی ریزرویشن کنفرم نہیں کرسکتے۔آپ ایئرپورٹ پر آجائیں۔جن لوگوں کی ریزرویشن ہوچکی ہے‘ اگر وہ آگئے تو آپ کو جہاز سے اترناپڑے گا۔“

میں نے اوپر آکر پروین کو ساری بات بتائی۔وہ بولی میں یہ چانس لینے کے لیے تیار ہوں۔“

میں نے کہا۔”آخر ایسی کونسی بات ہوگئی ہے۔تم مجھے بتاتی کیوں نہیں‘ وہ بھکارن کون تھی‘ کیا وہ کوئی جادوگرنی تھی؟“

پروین نے ماتھے پر پٹی باندھ لی اور کہنے لگی۔

”کپڑے وغیرہ اٹیچی کیس میں رکھ لو۔ہم گیارہ بجے رات یہاں سے ایئرپورٹ چل دیں گے۔“

اس وقت ابھی رات کے نو ہی بجے تھے۔ہم نے اپنے تھوڑے بہت کپڑے جو ہمارے پاس تھے اٹیچی کیس میں بند کردیئے۔میں نیچے چلا آیا۔ہوٹل والوں کو بلوں کی ادائیگی کی اور کہاکہ ہمیں اچانک ایک ضروری کام پڑ گیا ہے‘ ہم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

رات کی فلائیٹ سے کراچی جارہے ہیں۔ ہوٹل سے باہر آکر ہم نے ٹیکسی لی اور سیدھا ایئرپورٹ آگئے۔ یہاں ائرلائینز کاذیلی آفس کاؤنٹر کی شکل میں موجود تھا۔ انہیں اپنے ٹکٹ دکھائے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم آپ کی ریزرویشن کنفرم نہیں کرسکتے' جن لوگوں کی یہ سیٹیں ہیں ان لوگوں کی بھی کنفرمیشن نہیں ہوئی لیکن اگر وہ عین وقت پر آگئے تو آپ کو واپس جانا ہوگا۔ ہم نے چانس لے لیا اور لاؤنج کے باہر ہال میں آکر بیٹھ گئے۔ پروین تھوڑی تھوڑی دیر بعد ماحول کاجائزہ لے لیتی تھی۔ جیسے اسے ابھی تک فضامیں خطرہ محسوس ہو رہا ہو۔

رات کے ساڑھے گیارہ بجے ہماری فلائیٹ کنفرم ہوگئی۔ ہم نے بورڈنگ کارڈ لیے اور لاؤنج میں آگئے۔ میں نے پروین سے کہا۔

"میراخیال ہے اب ہمیں مطمئن ہوجانا چاہیے۔ یہاں کوئی سانپ ہماری سراغ رسانی کے لیے نہیں آئے گا۔"

پروین نے لاؤنج میں بیٹھے ہوئے مسافروں کاجائزہ لیااور بولی۔

"جب تک جہاز ڈھاکے سے ٹیک آف نہیں کرجاتا کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ تم بنگال کے سپیروں سے واقف نہیں ہو۔"

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

لیکن جہاز ٹیک آف کر گیااور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ جب طیارہ ڈھاکا کے اوپر رات کے اندھیرے میں چکر لگا کر کراچی کی طرف روانہ ہوا تو پروین نے اطمینان کاسانس لیتے ہوئے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھاجیسے اس کے سر پر سے کسی نے بہت بڑ ابوجھ اتار دیا ہو۔ اس نے میرا نام لے کر کہا۔

"مجھے ایسے محسوس ہو رہا ہے جیسے میں ماضی کی دلدل میں سے نکل کر ایک پاک صاف نئی زندگی کا آغاز کررہی ہوں۔"

کراچی ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد مجھے بھی یوں محسوس ہوا جیسے میں دشمنوں کے ملک سے نکل کر اپنے گھر آگیا ہوں۔ یہ میرے نئے آزاد وطن پاکستان کی سرزمین تھی۔ پروین بڑی خوش تھی۔ کراچی سے ہم نے دوسری فلائیٹ لی اور لاہور آگئے۔ پروین سے کئے گئے وعدے کے مطابق میں اسے لے کر اپنے گھر جانے کی بجائے ایئرپورٹ سے سیدھا ایک ہوٹل میں آگیا۔ یہاں پروین کے لیے ایک کمرہ لے لیا۔ اسے ہوٹل میں چھوڑ کر میں اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ ایک لمبے عرصے کے بعد میں اپنے گھر جارہاتھا۔ میرے ماں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

باپ اور بہن بھائی مجھے دیکھ کر حیران رہ گئے پھر سب کے چہرے خوشی سے چمکنے لگے۔سب نے مجھے گلے لگایا۔والد صاحب نے دبی زبان میں میری آوارہ گردیوں کے خلاف ناراضگی کااظہار کیا۔میں نے آئندہ کبھی گھر سے نہ بھاگنے کاانہیں یقین دلایااور معافی مانگی۔پروین کاذکر میں نے کسی سے نہ کیا۔رات کو میں پروین کے پاس اس کے ہوٹل میں پہنچ گیا۔ایک ہفتہ پروین ہوٹل میں رہی' اس دوران میں نے کوشش کرکے اسے ایک نیم سرکاری اسپتال میں بطور نرس بھرتی کرادیا۔اس کی ٹریننگ کا کورس شروع ہو گیا۔اسے اسٹاف ہاسٹل میں ایک کمرہ مل گیا۔یوں پروین نے پاکستان کے شہر لاہور میں اپنی نئی زندگی کاآغاز کردیا۔

وہ بڑی محنتی اور لائق لڑکی ثابت ہوئی۔ٹریننگ ختم ہونے کے بعد وہ اسپتال میں بطور نرس کام کرنے لگی۔اس نے مجھے کہا تھا کہ اب آزاد اسلامی ملک پاکستان ہی اس کاوطن ہے اوروہ پاکستان میں ایک نیک اور خدمت گزار زندگی بسر کرنے کی خواہش مند ہے۔اسپتال میں پروین کی دن کی ڈیوٹی ہوتی تھی۔ میں ہر روز پروین سے ملنے نہیں جاتاتھا۔اس نے خود مجھے منع کررکھا تھا' ہم

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

دوسرے تیسرے دن ایک دوسرے سے ملتے۔ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد وہ کافی ہاؤس میں آجاتی۔میں پہلے سے وہاں اس کاانتظار کررہاہوتا تھا۔ہم دونوں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کافی ہاؤس کی گیلری میں بیٹھے باتیں کرتے'کافی پیتے اور پھر پروین اپنے ہوسٹل کی طرف چلی جاتی تھی اور میں اپنے گھر کی طرف روانہ ہوجاتاتھا۔

ایک دن شام کو میں اور پروین کافی ہاؤس میں بیٹھے کافی پی رہے تھے کہ میں نے جذبات میں آکر اپنے دل کی بات بے اختیار کہہ دی۔میں نے کہا۔

"پروین! میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں' کیا تم مجھ سے شادی کروگی۔"

پروین میری طرف دیکھ کر تھوڑا شرماگئی' پھر مسکرا کر کہنے لگی۔

"اگر میں تمہاری دشمن ہوتی یا تم میرے دشمن ہوتے تو میں تم سے ضرور شادی کرلیتی۔"

میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری بات سمجھ نہیں سکا۔"

پروین نے میرے ہاتھ کواپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

تقدیر نے مجھے عورت سے ناگن بنادیا ہے میں جس سے شادی کروں گی وہ شادی کی پہلی رات کو ہی مرجائے گا۔اب بتاؤ میں تم سے کیسے شادی کر سکتی ہوں؟“

پروین کے اس انکشاف پر میں اس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔یہ ایک حقیقت تھی کہ سانپوں اور ان کے جس زہریلے عمل سے وہ گزر چکی تھی اس کے نتیجے میں وہ ایک انتہائی زہریلی عورت بن چکی تھی۔یہاں تک کہ اگر وہ کسی کو کاٹ لے تووہ آدمی مرجاتا پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ ایک آدمی اس سے شادی کے بعد زندہ رہ سکتا۔

پروین کہنے لگی۔

”آج میں تم پر اپنے دل کاحال ظاہر کرتی ہوں۔میرے سینے میں عورت کا دل ہے۔اس دل میں بھی محبت کے جذبات ہیں۔جب تم پہلی بار مجھے سنتھالی سپیروں کے جنگلوں میں ملے تھے تو تم مجھے بڑے اچھے لگے تھے۔پھر ایک عرصہ ہم نے اکٹھے بسر کیا۔تمہاری بہادری اور شرافت نے مجھے تمہارا گرویدہ بنادیا۔آہستہ آہستہ میں تم سے محبت کرنے لگی۔لیکن میں نے تم سے کبھی اس کااظہار نہ کیا۔اس لیے کہ میں جانتی تھی کہ میں تمہاری محبت کے لائق نہیں

مزید اردو کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں:
www.pakistanipoint.com

ہوں۔میں جانتی تھی کہ اگر میں اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمہارے قریب گئی تو تم زندہ نہیں رہ سکو گے۔مجھے اپنی محبت سے بڑھ کر تمہاری زندگی عزیز تھی۔اس لیے میں نے تمہارے آگے بھی اپنی محبت کااظہار نہ کیا۔اب تم نے مجھ سے شادی کی بات کی تو میرے لیے ضروری ہو گیا کہ میں حقیقت حال بیان کردوں۔ہم ایک دوسرے کے بڑے اچھے دوست ہیں اور ساری زندگی بڑے اچھے دوست بن کر رہیں گے۔“

یقین کریں اس وقت میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔پروین نے میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہا۔

”ان آنسوؤں میں تمہاری روح کی توانائی ہے‘ اس توانائی کو صرف ایک عورت کی محبت کی خاطر ضائع مت کرو۔اسے دوسروں کی بھلائی کے لیے استعمال میں لاؤ۔جس طرح میں نے پاکستان میں رہ کر بیماروں کی خدمت کو اپنی زندگی کانصب العین بنالیا ہے اسی طرح تم بھی اپنی زندگی اپنے وطن کی تعمیر اور بھلائی کے لیے وقف کردو‘ وہ محبت جو ہمیں انسانیت کا کوئی بلند مقام عطا نہیں کرتی جھوٹی محبت ہے۔جو محبت ہمیں زندگی کی عمارت کی پہلی منزل سے

دوسری تیسری اور چوتھی منزلوں کی راہ دکھاتی ہے وہی اصل محبت ہے' وہی سچی محبت ہے۔"

پروین متبسم نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔اب میری آنکھوں میں آنسو نہیں تھے۔میں نے پروین کاہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔

"پروین...!"

اس سے آگے میں ایک لفظ نہ بول سکا۔میرا خیال ہے کہ میں محبت... سچی محبت کے اس مقام پر پہنچ گیا تھا جہاں دنیا کی زبانوں کے تمام الفاظ' تمام آوازیں' تمام سماعتیں' ختم ہوجاتی ہیں۔جہاں جسم پاکیزہ اور شفاف ہو کرٹرانسپیرنٹ ہوجاتے ہیں۔جہاں محبت کرنے والا دل دوسرے محبت کرنے والے دل کے آر پاردیکھنے لگتا ہے۔جہاں خیال بعدمیں پیدا ہوتا ہے اور مفہوم پہلے سمجھ میں آجاتا ہے۔

شام گہری ہوگئی تھی' جب میں اور پروین لاہور کے کافی ہاؤس سے باہر آئے۔کافی ہاؤس کے قریب ہی ایک خالی تانگہ کھڑا تھا۔ہم اس میں بیٹھ گئے۔میں نے پروین کو نرسنگ ہوسٹل میں چھوڑااور خود اپنے گھر چلا آیا۔پاکستان

آکر پروین کی زندگی ایک معمول پر آگئی تھی۔پروین اسپتال میں مریضوں کی تیمارداری میں مصروف ہوگئی اور میں دوبارہ اپنی کالج کی پڑھائی میں مصروف ہوگیا۔یوں میری ایک طویل ایڈونچرس داستان کااختتام ہوگیا۔

☆☆☆

ختم شد